190
3332

سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

منگل، 12- مارچ 1996ء

(سہ شنبہ، 21- شوال المکرم، 1416ھ)

جلد، 31- شمارہ، 5

(بشمول شمارہ جات 1 تا 7)

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ آبپاشی و قوت برقی)	2
نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)	38
غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات	55
مسئلہ استحقاق۔	
پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو ٹی وی پر مناسب کوریج نہ دینا (جاری)	57
نشان زدہ سوال نمبر 1920 کا غلط جواب	63

(جاری .....)

پوائنٹ آف آرڈر۔

پاکستان کرکٹ ٹیم کی شکست کے بارے میں تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت نہ دینا ---------- 72

تحاریک التوائے کار۔

حافظ آباد میں نکاسیٔ آب کی ناگفتہ بہ حالت ---------- 81

لیاقت آباد ماڈل ٹاؤن کے لیے ٹرانسپورٹ کی ناکافی سہولتیں ---------- 85

قرارداد (معاہدہ عامہ سے متعلق)۔

رشوت اور بدعنوانی کے انسداد کے لیے اعلیٰ سطحی کمشن کا قیام ---------- 94

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکتیسواں اجلاس)

منگل، 12- مارچ، 1996ء

(سہ شنبہ، 21- شوال المکرم، 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح 10.00 بجے منعقد ہوا۔ جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۭ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾

سورۃ اسبا، آیات 16,15

(اہل) سبا کے لیے ان کے مقام بودوباش میں ایک نشانی تھی (یعنی) دو باغ (ایک) داہنی طرف اور (ایک) بائیں طرف اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو۔ (یہاں تمہارے رہنے کو یہ) پاکیزہ شہر ہے اور (وہاں بخشنے کو) خدائے غفار تو انہوں نے (شکرگزاری سے) منہ پھیر لیا پس ہم نے ان پر زور کا سیلاب چھوڑ دیا اور انہیں ان کے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیے جن کے میوے بد مزہ تھے اور جن میں کچھ تو جھاؤ تھا اور تھوڑی سی بیریاں۔

وما علینا الاالبلاغ○

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ آب پاشی و قوت برقی)

جناب سپیکر : وقفہ سوالات کا آغاز ہوتا ہے ۔ آج محکمہ آبپاشی و قوت برقی سے متعلقہ سوالات اسمبلی میں پیش ہوں گے اور ان کے جوابات وزیر موصوف دیں گے ۔ پہلا سوال چودھری احمد یار گوندل صاحب کا ہے ۔

چودھری احمد یار گوندل، سوال نمبر 880۔

زمین کی قیمت کی ادائیگی

*880۔چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع منڈی بہاؤالدین میں اجووال ڈرین کی منظوری ۱۹۹۰ء میں ہوئی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈرین نکالنے کے لئے جو رقبہ حاصل کیا گیا تھا اس کی رقم لینڈ ایکوزیشن کلکٹر فیصل آباد کو ادا ہو چکی ہے۔

(ج) اگر جزو (الف) و(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو ابھی تک زمین کی قیمت متعلقہ زمیندار کو ادا نہ کرنے کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مبلغ اکیس لاکھ تراسی ہزار پانچ سو پچاس روپے کلکٹر فیصل آباد کو ادا کر دیے گئے ہیں اور ایک لاکھ ستاون ہزار ایک سو چوراسی روپے ابھی ادا کرنا باقی ہیں۔بقایا رقم کی منظوری کے لیے محکمہ خزانہ کو علیحدہ درخواست بھیجی جا رہی ہے۔

(ج) جیسا کہ جزو(ب) میں وضاحت کی گئی ہے۔محکمہ خزانہ سے بقایا رقم کی منظوری کے بعد متعلقہ رقم لینڈ کلکٹر فیصل آباد کو ادا کی جائے گی جہاں سے زمینداروں کو ادائیگی کی جائے گی۔

جناب سپیکر ، ضمنی سوالات۔

چودھری احمد یار گوندل : جناب والا! کیا وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ یہ سوال محکمے کو کس تاریخ کو بھیجا گیا اور ان کو واپس کس تاریخ کو ملا؟

وزیر آب پاشی و قوت برقی، جناب والا! مجھے صحیح تاریخ کا تو پتا نہیں البتہ یہ سوال کافی دیر سے آیا ہوا ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ اجو وال ڈرین کی منظوری 1990ء میں دی گئی ۔ اس کی لاگت کا تخمینہ 48 لاکھ روپے تھا اور یہ ڈرین سیم نالہ مواضعات بھکی سوہاوا چک 112 چک 3 گجرات برانچ بھلوال

ڈسٹری بیوٹری اور سوہاوا ڈسٹری بیوٹری کے سیم زدہ سیلابی پانی کی نکاسی کے لیے بنائی گئی تھی۔ اس سے تقریباً دو ہزار ایکڑ سیم زدہ رقبہ قابل کاشت بنایا گیا ہے۔ اس کی کل لمبائی آٹھ میل ہے اور اس کا ڈسچارج چار کیوسک فی مربع میل ہے اور آؤٹ فال پر ڈسچارج 34 کیوسک ہے ۔ اس ڈرین کے ارد گرد کی زمین جو سیم زدہ تھی اب قابل کاشت ہو چکی ہے اور یہ ڈرین 92- 1991ء میں مکمل ہو چکی ہے ۔ زمینداروں کا جو رقبہ سیم نالہ کی زد میں آیا اس کی ادائیگی قانون کے مطابق 21 لاکھ 83 ہزار روپے لینڈ کلکٹر فیصل آباد کو برائے ادائیگی کی جا چکی ہے۔ اور مبلغ ایک لاکھ 57 ہزار روپے ابھی ادا کرنا باقی ہیں۔ جس کی منظوری کے لیے محکمہ خزانہ کو درخواست بھیجی گئی ہے۔ اور انشاء اللہ منظوری کے بعد ذمہ داروں کو لینڈ کلکٹر کے توسط سے ادائیگی کی جائے گی۔

MR SPEAKER: Any other question ?

چودھری احمد یار گوندل: کیا یہ درست ہے کہ ابھی برجی نمبر 11 سے 13 تک شروع سے کھدائی کی ہی نہیں گئی۔ جب اس کی کھدائی نہیں کی گئی تو پھر اس کا ڈسچارج out fall پر کیسے چلا گیا۔ اور وہ رقبہ کیسے آباد ہو گیا؟

جناب سپیکر: جی وزیر موصوف ۔

وزیر آبپاشی: جناب والا! میری اطلاع کے مطابق out fall پر اس وقت ڈسچارج 34 کیوسک ہے اس کا مطلب ہے کہ پانی out fall پر جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: لیکن یہ جو کہہ رہے ہیں کہ دو برجیوں کی کھدائی نہیں ہوئی۔ اس کے بارے میں آپ کے علم میں کوئی بات ہے؟

وزیر آبپاشی: میرے علم میں نہیں ہے ۔ اگر یہ فرماتے ہیں تو میں اس کے بارے میں تحقیق کر کے بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی مہربانی کر کے تحقیق کیجیے۔ جی گوندل صاحب۔

چودھری احمد یار گوندل: جناب والا! انھوں نے پہلے 4 ستمبر 1995ء کو جواب دیا تھا۔ کہ ایک لاکھ یا جتنی رقم باقی ہے اس کے لیے محکمے کو لکھا گیا ہے۔ ایک تو آج سات مہینے بعد پھر وہی جواب دیا گیا کہ محکمے کو لکھا گیا ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ محکمہ پنجاب گورنمنٹ کا ہے یا کسی اور گورنمنٹ کا ہے۔

ایک تو یہ مسئلہ واضح کریں کہ وہ کب تک ادائیگی کریں گے۔ دوسرا فرماتے ہیں کہ میری اطلاع کے مطابق۔میں نے بھی ان کی اطلاع کے لیے ہی عرض کیا ہے کہ ابھی تک ان برجیوں کی شروع سے کھدائی ہی نہیں ہوئی۔ وہاں پر اس وقت یہ پانی تین تین چار چار فٹ کھڑا ہے۔ تو ان کی اطلاع تو محکمے نے دے دی ہے ۔ جنھوں نے غلط رپورٹ دی ہے ان کے خلاف کارروائی کرنے کو تیار ہیں اور کب تک ؟ اور کوئی دن میرے ساتھ مقرر کرلیں۔ کیوں کہ ایک سال بعد جواب آیا ہے ۔ ایک سال اور گزر جائے گا تو کون ہوگا اور کون نہیں ہوگا۔ میں اس محکمے کی رپورٹ کو تسلی سے کہتا ہوں کہ غلط ہے۔ چار فٹ پانی کھڑا ہے اور کھدائی نہیں ہوئی۔ اس کے متعلق وزیر موصوف وضاحت فرمائیں گے کہ ان کے خلاف کیا کارروائی کریں گے موقع دیکھنے کے لیے یہ خود بھی تشریف لے جاسکتے ہیں یا پھر کوئی ذمہ دار افسر بھیجنا ہے تو ان کی مرضی ہے ؟

وزیر آبپاشی، جناب والا! جس طرح ان کی تسلی ہو اسی طرح سے کی جائے گی۔ محکمے کے خلاف لازمی کارروائی کریں گے اگر انھوں نے غلط اطلاع دی ہے۔ دوسرا میں ان کی خدمت میں عرض کروں کہ انھوں نے جو باقی رقم ہے اس کی ادائیگی کے لیے پوچھا ہے ۔ وہ فنانس ڈیپارٹمنٹ سے جب تک ہمیں clearance نہیں ملے گی یا رقم موصول نہیں ہوگی تو پھر آگے ہم لینڈ ریکوزیشن کلکٹر کو ادائیگی نہیں کرسکیں گے۔

جناب سپیکر، ازراہ کرم انھیں تاکید کیجیے کہ جلدی کریں۔ یہ لال فیتہ کچھ ذرا کمزور ہونا چاہیے۔

وزیر آبپاشی، ضرور جناب۔

چودھری احمد یار گوندل، اسی ہاؤس میں جناب وزیر نے سوال نمبر 139 کے جواب میں کہا تھا کہ اس کے جواب میں جو بھی کام ہے وہ جون 1994ء تک مکمل ہو جائے گا۔ ابھی تک وہ نامکمل ہے۔ سوال نمبر 313 میں انھوں نے جواب دیا تھا کہ یہ جون 1995ء تک کام مکمل ہو جائے گا۔ لیکن وہ بھی شروع نہیں ہوا۔ تو مجھے کیا تسلی ہے کہ یہ جو فرما رہے ہیں اس پر عمل ہوگا بھی کہ نہیں ؟ یا کوئی اور وزیر ان کو حکم دیں گے۔ اس کی ذرا مجھے تسلی کروا دیں وہ کروا دیں یا آپ تسلی کروا دیں ۔ کہ یہ جو حکم دیتے ہیں اس پر عمل کروانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا؟

جناب سپیکر، صورت حال یہ ہے ہاؤس کے فلور پر کہ وزراء صاحبان کی طرف سے حکومت کی طرف سے کچھ یقین دہانیاں کروائی جاتی ہیں۔ کوشش کرنی چاہیے اپنے اپنے محکمے میں کہ جو یقین دہانی کروائی جائے

وہ باقاعدہ نوٹ ہو۔ اور پھر وزیر کی ' محکمے کی ہاؤس کی اور سب کی عزت کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ وہ یقین دہانی پوری تن دہی کے ساتھ پوری کی جائے۔ ٹھیک ہے انسانی کاوش میں کبھی کبھی کوئی کمی رہ جاتی ہے لیکن یہ بھی نہیں ہے کہ ہم ایک تاریخ دیں اور سال سال وقت گزر جائے اور پھر اس کے بعد ہم یہی کہیں کہ یہ کام نہیں ہوا۔ تو کوشش کرنی چاہیے ۔ ازراہ کرم جو معزز رکن کی درخواست ہے اس پر آپ کچھ جواب دینا چاہتے ہیں۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح انھوں نے فرمایا فوراً ان کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کچھ کوتاہی اس لیے بھی ہو گئی کہ کچھ تو آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں رہی آپ بیمار رہے ۔ آپ مہربانی سے اپنے محکمے کو مضبوطی سے ذرا دیکھیے ۔ بہت ضروری محکمہ ہے لوگوں کے مویشی پانی کے لیے ترس رہے ہیں۔ پانی کا معاملہ ہے جس پر آپ کی زراعت کا سارا انحصار ہے۔ ازراہ کرم خصوصی توجہ دیجیے۔

وزیر آبپاشی، انشاء اللہ تعالیٰ ۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب والا! میں نے تو دوستوں کو منت سماجت کرکے روکا تھا کہ آپ مہربانی کرکے اپنا اپنا کام کریں ۔

جناب سپیکر، چلیے ایک سوال اور کرلیں۔

چودھری احمد یار گوندل، جس طرح آپ خوش ہوتے ہیں میں اسی طرح کر لیتا ہوں ۔ پہلے تو میں یہ عرض کروں گا کہ میری یہ خواہش تھی کہ کم از کم جو بھی غلط کام ہوتے ہیں میں ان کی نشاندہی کرتا ہوں ان میں سے کم از کم ایک ہو جاتا تو میں سمجھتا کہ کچھ فیصد پراگرس ہوئی ہے۔ وہ ابھی تک اڑھائی سال میں نظر نہیں آ رہی۔ دوسرا میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے یہ فرمایا ہے کہ مبلغ 30 لاکھ 83 ہزار کلکٹر صاحب کو ادائیگی کردی ہے۔ پہلے تو فنانس ڈیپارٹمنٹ ہی ادائیگی نہیں کرتا۔ اگر انھوں نے کردی ہے تو پھر کلکٹر فیصل آباد ہضم کرکے بیٹھ گیا ہے۔ زمین دار کے پاس ابھی تک ایک پیسہ بھی نہیں پہنچا۔ اس کا بندوبست محکمے کے متعلقہ وزیر صاحب کچھ کر سکتے ہیں یا یہ بھی کسی اور کو ملنا پڑے گا؟

جناب سپیکر: جی۔

وزیر آبپاشی: کلکٹر فیصل آباد کے پاس رقم برائے ادائیگی پہنچ چکی ہے۔ اگر معزز ممبر فرماتے ہیں کہ ابھی تک رقم نہیں پہنچی تو میں immediately اس کو follow up کرتا ہوں اور جو رقم پہنچ چکی ہے وہ تو distribute کروادیں۔

جناب سپیکر: جی بہت اچھا۔ آگے راجہ محمد جاوید اخلاص۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: 1036۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کر لیا جائے۔

گوجر خان کے دیہات میں بجلی کی فراہمی

*1036۔راجہ محمد جاوید اخلاص۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی ۔۱۱ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں محکمہ واپڈا نے درج ذیل دیہات میں بجلی کی فراہمی کا کام شروع کیا تھا۔

۱۔ ڈھوک حاشو ۲۔ ملہال ۳۔ تتھیہ عالم شیر ۴۔ تتھیہ کھباز ۵۔ السیر ۶۔ چکی ۷۔جمال ۸۔ جنگویہ ۹۔ جھاگ ۱۰۔ تتھہ دولال ۱۱۔ھوسنگ ۱۲۔ تاجو جھنگی ۱۳۔خالصہ ۱۴۔ کھلابٹ ۱۵۔داخلی آبادی ادارہ کیال ۱۶۔ خیرو موزہ ۱۷۔ سرجا ۱۸۔ داخلی آبادی جورا ۱۹۔داخلی آبادی کرنال۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ بعض دیہات میں پول نصب کر دیے گئے ہیں لیکن ان پر تاریں اور ٹرانسفارمر نصب نہیں کیے گئے اور بعض دیہات میں ابھی تک صرف پول ہی پھینکے گئے ہیں۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو ان دیہات میں بجلی کا کام کب تک مکمل کیا جائے گا اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ طلب کی گئی جس کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) چیئرمین ایریا الیکٹریسٹی بورڈ اسلام آباد کی چٹھی نمبری 215/WAQ-7 مورخہ 14-1-96 کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ سوال میں دیے گئے 19 دیہات میں سے 14 دیہات کے بارے میں وزیر اعظم پاکستان اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے بجلی کی فراہمی کے بارے میں احکامات واپڈا کو موصول ہوئے تھے اور بقیہ 5 دیہات کے بارے میں کسی طرف سے کوئی منظوری موصول نہ ہوئی ہے۔دریں حالات دیہات وار کام کی پوزیشن درج ذیل ہے۔

۱۔ڈھوک حاشو۔ کام مکمل ہے۔

۲۔ مہال۔ کام مکمل ہے۔
۳۔ نتھیہ عالم شیر۔ کام مکمل ہے۔
۴۔ نتھیہ گھباز۔ کام مکمل ہے۔صرف 50 کے ۔وی کے دو ٹرانسفارمر لگنے ہیں۔
۵۔ اسیر۔ کام مکمل ہے۔صرف ٹرانسفارمر لگنا باقی ہے۔
۶۔چکی۔ دو عدد ٹرانسفارمر لگنے ہیں۔
۷۔ جمال۔(واپڈا نے جا سال لکھا ہے۔) کوئی منظوری موصول نہیں ہوئی۔
۸۔ جنگویہ۔ کام مکمل ہو گیا ہے۔
۹۔ جھاگ ۔ کام مکمل ہے۔
۱۰۔ نتھا دولال۔ کام مکمل ہے۔
۱۱۔ موسنگ۔ کام مکمل ہے۔
۱۲۔ تاجو جھنگی۔ کام مکمل ہے۔
۱۳۔ خالصہ۔ کام مکمل ہے۔
۱۴۔ کھلابٹ۔ کام مکمل ہے۔
۱۵۔خیر و موہڑہ۔ کام مکمل ہے۔
۱۶۔ سوجا۔ کسی طرف سے بجلی کی فراہمی کی منظوری موصول نہیں ہوئی۔
۱۷۔ داخلی آبادی جوڑا۔ کسی طرف سے بجلی کی فراہمی کی منظوری موصول نہیں ہوئی۔
۱۸۔داخلی آبادی کرنالی۔ کسی طرف سے بجلی کی فراہمی کی منظوری موصول نہیں ہوئی۔
۱۹۔ داخلی آبادی ادارہ کیال۔ کسی طرف سے بجلی کی فراہمی کی منظوری موصول نہیں ہوئی۔

(ب) جی ہاں۔ یہ درست ہے کیونکہ کام مکمل شدہ نہ ہے۔بلکہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔

(ج) ان دیہات میں بجلی کا کام جلد از جلد مکمل کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر، اس کو پڑھا ہوا تصور کر لیتے ہیں بہت طویل جواب ہے۔ جی۔ کوئی ضمنی سوال؟

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ سیریل نمبر 4,5,6 پر جو دیہات نتھیہ گھباز ایسر اور چکی ہیں۔ ان میں 1993ء سے کام شروع ہے لیکن ابھی تک ٹرانسفارمر نہیں لگے۔ اور کتنا وقت درکار ہے کہ ان دیہات میں ٹرانسفارمر لگ جائیں گے؟

وزیر آبپاشی، جناب سپیکر! اس سوال کا تعلق محکمہ واپڈا کے ساتھ ہے ۔ اور ان سے جب یہ ڈسکس کیا کہ کیوں اتنی تاخیر ہو رہی ہے۔ تو انھوں نے فرمایا ہے کہ سامان کی کمی کی وجہ سے یہ تاخیر ہے اور جوں ہی یہ سامان مہیا ہو گا تو یہ کام مکمل کر دیا جائے گا۔

چودھری محمد ریاض، کیا وزیر موصوف یہ یقین دہانی کروائیں گے کہ وہ کام کتنے عرصے تک مکمل ہو جائے گا؟

جناب سپیکر، جی۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! اس کا تعلق واپڈا کے ساتھ ہے۔

جناب سپیکر، میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ چونکہ آپ کا واپڈا کے ساتھ صبح و شام تعلق رہتا ہے۔ مستقل کوئی کمیٹی ہے جو مستقل آپس میں interpret کرتی رہتی ہے۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! ہمارا جو پاور ونگ ہے ان کا ان کے ساتھ تعلق ہے اور ان کی آپس میں میٹنگز بھی ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر، آپ سے میری درخواست یہ ہوگی ممبران کی خاطر کہ ازراہ کرم کوئی ایک کمیٹی جو آپ نے بنائی ہوئی ہے جو ان کے ساتھ negotiate کرتی ہے۔ کسی ایک کی اپنی سرکردگی میں ایک میٹنگ لے لیجیے تاکہ ان کی ذرا کھینچائی ہو جائے کہ بھئی آپ اس کو lightly مت لیں اور اس کو تیز کریں۔

وزیر آبپاشی، لیکن سر میں ایک وضاحت کروں کہ محکمہ انہار اور واپڈا کے بارے میں اور باقی محکموں میں بھی یہ problem ہوگا کہ political pressure کے تحت کہ نہر کے اوپر جو کمانڈڈ ایریا ہے وہ بڑھ جاتا ہے۔ جس سے پانی کی کمی ہوتی ہے۔ اسی طرح سے واپڈا میں لوگوں نے پولیٹیکل پریشر کے ساتھ الیکشنز کے دنوں میں یا جب بھی پریشر ہوتا ہے بجلیاں منظور کروا دیں۔ اور اتنی زیادہ منظوری ہو گئی ہے کہ اب ان کے پاس سامان نہیں ہے۔ 1988ء سے میرے حلقے میں جناب پول لگے ہیں جہاں ابھی تک تاریں نہیں پہنچیں اور وہ gradually ہو رہی ہے وہ کہتے ہیں کہ انڈر پریشر ہم نے اس وقت اتنے زیادہ دیہات accept کر لیے تھے جس کی ایک تو فنڈنگ نہیں ہے اور دوسرا ٹرانسفارمرز اور تاروں کی کمی ہے جس وجہ سے یہ پراجیکٹ delay ہو رہا ہے لیکن میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ میں خود اس کو follow up بھی کروں گا اور انشاء اللہ کوشش کروں گا کہ جلد از جلد تکمیل پا جائے۔

جناب سپیکر، مہربانی' جی راجہ صاحب' ان کا ضمنی سوال ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، ضمنی سوال یہ ہے محکمہ نے اس سوال کا جواب جزوی طور پہ صحیح دیا اور واقعی غلط دیا ہے آخر میں جو دیہات سیریل نمبر سترہ' اٹھارہ اور انیس' داخلی آبادی جورہ' داخلی آبادی کرنالی

اور داخلی آبادی دارکیال ہیں محکمے نے یہ رپورٹ دی ہے کہ ان دیہات کی منظوری ہی موصول نہیں ہوئی جب کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ ان دیہات میں کچھ پول لگ چکے ہیں اور کچھ میں پول پڑے ہوئے ہیں یہ جواب بھی انھوں نے غلط دیا ہے۔ کیا وزیر موصوف اس بات کی تحقیق کرائیں گے کہ ان دیہات کا بھی کام شروع ہے ان کی تکمیل کی بھی وہ کیا یقین دہانی کرواتے ہیں یہ جو غلط جواب دیا ہے۔

وزیر آبپاشی، جناب! واپڈا نے جواب یہ دیا ہے کہ بقیہ پانچ دیہات کے بارے میں کسی طرف سے کوئی منظوری موصول نہیں ہوئی اور یہ فرماتے ہیں۔

جناب سپیکر، کہ پولز پڑے ہیں۔

وزیر آبپاشی، تو ان سے جناب دریافت کرتے ہیں کہ اگر منظوری ہے تو انھوں نے اس منصوبے کو پایۂ تکمیل تک کیوں نہیں پہنچایا؟

جناب سپیکر، اور اگر منظوری نہیں ہے تو پھر پول وہاں کس وجہ سے لگے ہیں۔ پلیز اس contradiction کو دور کیا جائے۔ جناب عمران مسعود صاحب۔ خانزادہ صاحب! میں اس کے بعد آپ کو موقع دوں گا۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میں صرف آپ کی اس بات پر کہ آپ نے وزیر موصوف کو یہ کہا کہ کسی ایسی کمیٹی کی آپ خود سربراہی کریں جا کر موقع پر دیکھیں بڑی اچھی بات ہے۔ جناب والا! میں وزیر صاحب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آج سے آٹھ دس مہینے پہلے وزیر صاحب نے یہاں یقین دہانی کرائی تھی کہ فیصل آباد رکھ برانچ پر کارپوریشن نے جو غیر قانونی اڈے بنائے تھے میں اس کو اٹھوا دوں گا لیکن ابھی تک وہاں کسی قسم کا کوئی removal نہیں ہوا وہاں اڈے بدستور لگ رہے ہیں' وہ چل رہے ہیں۔ زمین ان کی ہے' نہر ان کی ہے اریگیشن ڈیپارٹمنٹ کی ہے انھوں نے یقین دہانی کروائی تھی کہ میں اٹھواؤں گا ابھی تک کچھ نہیں ہوا اب یہ ان سوالات کے بارے میں دوبارہ یہ یقین دہانیاں کروا رہے ہیں جناب والا! اگر پرانی یقین دہانی ابھی تک پوری نہیں ہوئی تو نئی کیسے پوری ہو گی۔

جناب سپیکر، دیکھیے' پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ۔

جو بیوروکریسی کا' محکموں کا حال ہے آپ سب کو ہی اچھی طرح علم ہے کہ ہمارے یہاں کام کرنے میں کتنی دقت ہوتی ہے تو یہی ہو سکتا ہے کہ یہاں ایک شکایت کو voice کیا جائے وزیر

صاحب اس پر توجہ دیں' کوشش کریں اور میں سمجھتا ہوں کوشش سے ہی کچھ نہ کچھ معاملہ آگے بڑھتا ہے تو امید ہے کہ زیادہ بہتر طریقے سے کام ہو گا۔ رانا صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

رانا محمد فاروق سعید خان: جناب سپیکر! شکریہ' یہ بات فیصل آباد کی ہو رہی تھی کیونکہ یہ بالکل درست ہے جیسے عمران مسعود صاحب نے کہا ہے کہ یہ زمین محکمہ اریگیشن کی ہے اور کارپوریشن نے غیر قانونی طور پر وہاں پہ ویگن سٹینڈ بنوا دیے تھے اس سے شہر کو کافی مسائل ہیں اور وزیر صاحب نے یہاں پہ یقین دہانی کرائی تھی ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ اس یقین دہانی کو یہ take up کر لیں اور وہاں پر جو ان کوچز کے غیر قانونی اڈے ہیں وہ ختم ہو جائیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' ایک سیکنڈ۔ اس بات پہ وزیر صاحب جواب دے دیں۔ آپ نے جو یقین دہانی کرائی تھی اس سلسلے میں آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

وزیر آبپاشی: ہم نے اس سلسلے میں ڈپٹی کمشنر سے رابطہ کیا ان کو لکھا بھی کہ مہربانی سے بذریعہ پولیس تجاوزات ہٹائے جائیں اور اس ایریا کی تو میں گارنٹی نہیں دیتا لیکن کئی جگہوں پر اریگیشن ڈیپارٹمنٹ نے تجاوزات ہٹوائے ہیں اور کسی جگہوں پہ اگر ڈپٹی کمشنر صاحب کوئی خصوصی توجہ دے دیں اور پولیس اور مجسٹریٹ صاحب بھی توجہ دیں تو وہ تجاوزات ہٹ جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ مہربانی سے ایسا کیجیے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو ذرا فون کیجیے اور انھیں کہیے کہ رپورٹ بیک کرے کہ اس نے ہٹا دیے ہیں کہ نہیں ہٹا دیے اور اگر وہ رپورٹ بیک نہیں کرتا تو اس کے کان کھینچوایے۔ ایک سیکنڈ میں نے خان زادہ صاحب سے وعدہ کیا تھا۔

جناب تاج محمد خان زادہ: سر! جاوید صاحب کے سوال کے جواب میں وزیر صاحب نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور میرا خیال ہے سب کو پتا ہے کہ جہاں تک الیکٹرک بورڈ اور وائروں کا تعلق ہے وہ صرف گوجر خان میں نہیں ہے یہ سب پنجاب میں پول پڑے ہوتے ہیں کہیں کھڑے ہیں کہیں زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور نہ کہیں تاریں ہیں۔ یہ وزیر صاحب کی sincerity کے باوجود یہ ان کے یا آپ کے بس کی بات نہیں ہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی وساطت سے پنجاب اسمبلی یہ قرارداد پاس کر کے سنٹرل گورنمنٹ کو کہے کہ برائے مہربانی جب تک آپ جو کام کر رہے ہیں جب تک آپ نے ان کو مکمل نہ کیا تو خدارا اگے دوڑ تے پیچھے چوڑ والی بات مت کریں۔

جناب سپیکر: بڑی خوشی سے آپ باقاعدہ قرارداد لے آئیے اور اگر اتفاق رائے سے پاس ہو جائے گی تو

ہم سنٹرل گورنمنٹ کے ساتھ take up کر لیں گے۔

وزیر آبپاشی، اس ضمن میں میں ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ واپڈا کی جو ہم village electrification کرواتے ہیں کہ ورلڈ بنک نے criteria مقرر کیا ہے اس کی ایک آبادی ہے اس سے کم ہو تو بھی وہ نہیں دیتے اور اگر فاصلہ زیادہ ہو تو بھی اس کو وہ electrify نہیں کرتے تو کئی دفعہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے ممبران اپنی تجاویز تو دے دیتے ہیں لیکن اگر وہ criteria پہ fall نہ ہوں تو پھر وہ سکیمیں رک جاتی ہیں۔

جناب سپیکر، وزیر موصوف! بات یہ ہے کہ ایک چیز کی منظوری نہیں ہوئی اس کی تو شکایت اور ہے لیکن اگر وہاں کھمبے بھی رکھ دیے گئے ہیں لوگوں کو یقین دہانی کرا دی گئی ہے اور اس کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے اور پھر بھی وہاں کئی برس تک بجلی نہیں آتی تو یہ غلط بات ہے۔ منظوری ہونے کے بعد بجلی آنی چاہیے اور اگر نہیں آسکتی تو منظوری نہیں ہونی چاہیے یہ اصول ہونا چاہیے۔ جی' راجہ اخلاص صاحب!

راجہ محمد جاوید اخلاص، یہ آخری ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر، جی آپ فرمایے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب! آج اخبارات میں یہ بات رپورٹ ہوئی ہے آپ کی بات کو ہی آگے بڑھاتا ہوں کہ پنجاب کے مختلف محکموں نے جناب وزیر اعظم صاحبہ کی بھیجی ہوئی مختلف ہدایات کے جو ڈائریکٹو تھے ان کے ستر فی صدی ڈائریکٹو کا جواب نہیں دیا اس میں محکمہ تعلیم بھی شامل ہے اور دوسرے محکمے بھی شامل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں جناب نے بھی بڑی مایوسی کا اظہار کیا ہے کہ یہ افسر شاہی جس پہ کروڑوں روپے سالانہ خرچ ہوتے ہیں جناب! اتنی اتنی لمبی کاروں میں چڑھتے ہیں' اتنے اتنے عالی شان دفتروں میں یہ جا کر بیٹھتے ہیں یہ کس کا کام کرتے ہیں' کس لیے ان کو رکھا ہوا ہے' کس لیے حکومت ان پر کروڑوں روپے خرچ کر رہی ہے جب کہ یہ عوام کے نمائندوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے بھی تیار نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! آپ اس ہاؤس کے' پنجاب کے سب سے بڑے جمہوری ادارے کے سربراہ کے طور پر یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ جناب سپیکر! ان کے ساتھ سخت سلوک کیجیے۔ جناب سپیکر! یہ عوام کے نمائندوں کی توہین ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ سختی کے بارے میں بہترین اصول یہ ہے کہ اتنی سختی نہ کی جائے

کہ ظلم بن جائے اور اتنی نرمی نہ کی جائے کہ کمزوری بن جائے ان دونوں باتوں کے درمیان کہیں صحیح ایڈمسٹریشن ہوتی ہے تو جب وسائل ہوں گے تو وسائل کے مطابق ہم کام کا بھی پوچھ سکتے ہیں اور جب انہیں پیسہ ہی نہیں دیں گے تو وہ کام کیسے کر سکیں گے اس لیے اس کے درمیان کہیں ایک صحیح صورت حال کو پہچاننا پڑے گا اور جس حد تک وہ ذمہ دار ہیں اس حد تک انھیں ذمہ دار قرار دینا پڑے گا جس حد تک ان کی ذمہ داری نہیں ہے ان کو اس پر کیسے سزا دی جا سکتی ہے۔ راجہ اخلاص صاحب!

راجہ محمد جاوید اخلاص، آخری ضمنی سوال یہ ہے کہ جیسا کہ اس سے پہلے خان زادہ صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ تحصیل گوجر خان کے ہمارے علاقوں میں بجلی کے تقریباً کروڑوں روپے کے بجلی کے پول مختلف دیہات میں پڑے ہوئے ہیں جن کا اس سوال سے تعلق نہیں وہ اس کے علاوہ ہیں تو توقع کے مطابق جہاں جہاں پول پڑے ہوئے ہیں میں وزیر صاحب کو ان دیہات کے ناموں کی فہرست دوں تو کیا یہ ان پہ کام شروع کروانے کی یقین دہانی کروائیں گے یا محکمے کے خلاف کوئی کارروائی لیں گے کہ وہاں پول کیوں پھینکے گئے اور کام مکمل کیوں نہیں کیا جاتا اور بجلی کیوں نہیں لگائی جاتی؟

جناب سپیکر، ٹھیک ہے آپ ضرور دیں اور انہوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کی تحقیق کریں گے اگر منظوری ہو چکی ہے کام کیوں نہیں ہوتا؟ اور اگر کام نہیں ہو سکتا تھا تو منظوری کیوں ہوئی؟ جی چشتی صاحب! آپ فرمایئے!

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، وزیر موصوف! کیا فرمائیں گے کہ گورنمنٹ نے بجلی کے لیے جو بیس لاکھ روپے مقرر کیے تھے 1994ء میں وہ بیس لاکھ روپے ملے ہیں۔ 95ء میں بھی نہیں ملے اور 96ء میں بھی ابھی تک نہیں ملا اس کے لیے وزیر صاحب کوئی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ 95ء اور 96ء کا ہمیں مل سکے گا۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! یہ بیس لاکھ تو ہمارا انٹرنل arrangement ہے ورنہ تو پنجاب گورنمنٹ کا جو شیئر ہے۔ اس کے مطابق ہم ان کو payment کرتے ہیں اور واپڈا کام کرتا ہے۔ اگر ان کا اس 20 لاکھ روپے میں کام نہیں ہوا انھوں نے واپڈا کو تجاویز دی ہیں تو یہ مجھے بتائیں میں ان کو follow کرتا ہوں اور ان سے میں کام کرواتا ہوں کیونکہ وہ تو ہماری پنجاب گورنمنٹ کے فنڈز ہیں۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ جی عارف صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب سپیکر! میں عرض کر رہا ہوں کہ سید خلیل الرحمن چشتی صاحب

نے جو سوال کیا ہے وہ صرف ان کے حلقے تک نہیں یہ ہم سب کا بلکہ پورے پنجاب کا ہے کہ 94ء میں ہم سب کو 20 لاکھ روپیہ دیہاتی علاقوں میں بجلی کے لیے ملا تھا اکثر ممبران کے علاقوں میں اس 20 لاکھ روپے سے بجلی کی تنصیب ہو چکی ہے ۔ 95ء میں میں بھی ایک پائی نہیں ملی اور اب 96ء بھی گزر رہا ہے ۔ چشتی صاحب کا فرمانا یہ تھا کہ جو رقم 20 لاکھ روپیہ 94ء میں دی گئی تھی 95ء میں کیوں نہیں دی گئی اب اس کی امید رکھیں یا اس کی فاتحہ ہم پڑھ لیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب والا! پہلے سسٹم یہ ہوا کرتا تھا کہ جتنے ایم پی اے حضرات ہیں وہ اپنی سکیمیں ہمارے محکمہ کو بھیجا کرتے تھے اور ہم واپڈا کے ساتھ take up کرتے تھے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ ایکسئین صاحبان کا directly ایم پی اے صاحبان کے ساتھ رابطہ ہے۔ یہ خود اپنی سکیمیں ان کو دیتے ہیں اور خود ان کو follow کرتے ہیں۔ اب یہ ہمارے نوٹس میں لائیں کہ جن جن ممبران کی سکیموں پر واپڈا نے عملدرآمد نہیں کیا ہے ۔ ہم انشاء اللہ انہیں واپڈا کے ساتھ take up کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں یہ جو 20 لاکھ روپے کا معاملہ ہے کیا ان کو 95ء یا 96ء میں وہ 20 لاکھ روپے کی حد تک سکیمیں ملیں گی یا نہیں ملیں گی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی: جناب میں اس کا پتا کر کے بتا سکتا ہوں ۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے جی آپ معلومات حاصل کر کے بتائیے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری: گزارش یہ ہے کہ ہم سے کسی نے بھی 95ء یا 96ء میں کوئی سکیم طلب نہ کی ہے۔ یعنی وزیر موصوف صاحب کی بے خبری ہے کہ 20 لاکھ روپے کے بعد ہم سے کوئی رابطہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ ہم دفتروں کے چکر لگاتے رہے ہیں اور متعلقہ چیف انجینئر فرما رہے ہیں کہ پہلے رقم آتی تھی تو ہم آپ کے کام کرتے تھے اب رقم ہی نہیں ہے ہم آپ کی سکیمیں کیسے لیں۔95ء ۔ 96ء میں کسی ایم پی اے سے کوئی سکیم نہیں لی گئی۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب والا! بیماری کی وجہ سے یہ تشریف نہیں لا سکے اسی وجہ سے شاید ان کے علم میں نہیں ہے کہ تمام ممبران کو 95ء ۔ 96ء کی سکیمیں اور 20 لاکھ روپیہ کسی کو نہیں ملا ۔ اس کی آپ مکمل تحقیقات کرائیں آپ کے وسیلے سے ہم ان کی خدمت میں یہ عرض کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں صحت عطا کی ہے اور اس پر گرفت مضبوط کر کے یہ کام کر دیں۔جناب میں یہ سوال عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دوسرا construction ڈویژن ہے جو خود ہمارے گاؤں میں جا کر

construction کا کام دیکھتا ہے۔ جہاں پولوں کی کمی بیشی ہوتی ہے خود ہی منظور کر کے پول لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن جو سوال جاوید اخلاص صاحب نے کیا ہے اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پورے پنجاب میں پول پڑے ہوئے ہیں، کہیں کھڑے کیے ہوئے ہیں اس پر conductor نہیں لگا۔ اس پر میری آپ سے گزارش ہو گی کہ وزیر صاحب مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر، جناب چشتی صاحب اس کا جواب وزیر صاحب دے چکے ہیں۔ کہ 20 لاکھ کے بارے میں اگر ان کے پاس کوئی تازہ معلومات آئی ہیں اور وہ بتانا چاہیں تو بتائیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب 1995ء میں میری معلومات کے مطابق ابھی تک کوئی فنڈز مہیا نہیں کیے گئے۔ لیکن 1996ء میں وفاقی حکومت نے نئی سکیموں کے لیے 2.5 ملین روپے تمام ممبران صوبائی اسمبلی کو دیے ہیں۔

جناب سپیکر، یعنی 25 لاکھ روپے ہر ایم پی اے کو سکیموں کے لیے دیے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، وفاقی حکومت نے واپڈا کو فنڈز مہیا کر دیے ہیں۔ اگر ایم پی اے حضرات اپنی سکیمیں ان کو دیں تو وہ فوری طور پر کام کریں گے۔

جناب سپیکر، آپ ذرا مہربانی سے جو واپڈا کے ساتھ رابطے کی کمیٹی ہے ایک دفعہ خود اس کو take up کریں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، یہ 20 لاکھ غالباً وزیر اعلیٰ صاحب نے اپنی صوابدیدی گرانٹ میں سے ہر ایم پی اے کو دیا تھا۔ وہ فنڈز جب تک محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ مہیا نہیں کرے گا اس وقت تک واپڈا آگے کام نہیں کرے گا۔ یہ جو سکیم ہے اس میں پہلے ہی وفاقی حکومت نے فنڈز مہیا کر دیے ہیں۔ میں اس سلسلے میں خود محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ سے رابطہ کرتا ہوں۔ اگر فنڈز پہنچ گئے ہیں تو سکیموں پر عملدرآمد کرواتے ہیں اگر نہیں پہنچے تو فنڈز کے لیے کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر، واپڈا اور محکمہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ دونوں کے ساتھ take up کریں۔ تاکہ وہ پہلا 20 لاکھ بھی مل جائے اور جو وفاقی حکومت نے 25 لاکھ روپے رکھیں ہیں یہ بھی استعمال میں آ سکیں۔ آگے چلتے ہیں راجہ جاوید اخلاص صاحب آپ نے کوئی اور بات کرنی ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، نہیں جناب اب اگلا سوال 1037۔

واٹر سپلائی سکیمیں شروع کرنے کے لیے بجلی کی فراہمی

*1037۔راجہ محمد جاوید اخلاص۔ کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حلقہ پی پی -11 تحصیل گوجر خان راولپنڈی میں درج ذیل واٹر سپلائی سکیمیں صرف بجلی کا کنکشن نہ ملنے کی وجہ سے عرصہ پانچ چھ سال سے نہیں چل سکیں۔

۱۔ داتا بھٹ ۲۔ ڈھوک وھاب ۳۔دیوی ۴۔جاتلی ۵۔تانویں ۶۔پنجگراں کلاں ۷۔بہاوے کلاں خورد

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکیموں کی تمام رقم محکمہ واپڈا میں جمع ہو چکی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ صرف محکمہ واپڈا کی کوتاہی کی وجہ سے ہزاروں انسان پانی کی بوند بوند کو ترس رہے ہیں۔

(د) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو محکمہ واپڈا مذکورہ سکیموں کو کب تک کنکشن مہیا کر دے گا اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

جناب سپیکر: 1037 اس سوال کا جواب لمبا ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کر لیتے ہیں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق یہ درست نہیں ہے کہ حلقہ پی پی 11 تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی واٹر سپلائی سکیمیں عرصہ پانچ چھ سال سے بجلی کا کنکشن نہ ملنے کی وجہ سے التوأ میں پڑی ہوئی ہیں ان کی تفصیلات ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔واٹر سپلائی سکیم داتا بھٹ۔ واٹر سپلائی سکیم کے لیے کنکشن بجلی ایس ڈی او پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سب ڈویژن گوجر خان نے ایک درخواست مورخہ ۸۸۔۷۔۹ کو ایس ڈی او دولتالہ کے پاس جمع کروائی جس کا تخمینہ مبلغ ۲۳۴۳۵۵ لگایا گیا جس کا ڈیمانڈ نوٹس ۸۸۔۱۱۔۲۱ کو جاری کیا گیا اور مورخہ ۸۹/۲ کو رقم جمع ہونے کے بعد ایکسین سٹی کنسٹرکشن کو کام شروع کرنے کے لئے بھیج دیا گیا جس نے کام مکمل کرنے کے بعد مورخہ ۹۳۔۶۔۱۷۔ ایس ڈی او دولتالہ کو مطلع کیا کہ مبلغ ۷۰۸۷۱ روپے تخمینہ سے زیادہ خرچ ہوئے ہیں۔لہذا مبلغ ۷۰۸۷۱ روپے کا ڈیمانڈ نوٹس ایس ڈی او پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کو جاری کیا گیا جو ابھی جمع نہیں کروایا گیا۔

۲۔واٹر سپلائی سکیم ڈھوک وھاب ۔واٹر سپلائی سکیم کے لئے برائے کنکشن بجلی ایس ڈی او پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سب ڈویژن گوجر خان نے ایک درخواست مورخہ ۸۸۔۴۔۶ کو ایس ڈی او دولتالہ کے پاس جمع کروائی جس کا تخمینہ مبلغ ۲۷۹۰۵۵ روپے لگایا گیا جس کا ڈیمانڈ نوٹس

۸۸-۱۰-۲۱ کو جاری کیا گیا۔اور مورخہ ۸۹ /۲ کو رقم جمع ہونے کے بعد ایکسین سٹی کنسٹر کشن کو کام شروع کرنے کے لئے بھیج دیا گیا جس نے کام مکمل کرنے کے بعد مورخہ ۹۰-۱۱-۲۸ کو ایس ڈی او دوئلہ کو مطلع کیا کہ مبلغ ۱۶۹۳۹ روپے تخمینہ سے زیادہ خرچ ہوئے ہیں لہٰذا مبلغ- /۱۶۹۳۹ کا ڈیمانڈ نوٹس ایس ڈی او پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کو مورخہ ۹۰-۱۲-۹ کو جاری کیا گیا جو ابھی تک جمع نہیں کروایا گیا۔

۳۔ واٹر سپلائی سکیم دیوی۔ درخواست برائے حصول بجلی مورخہ ۹۰-۳-۲۱ کو درج کی گئی جس کا تخمینہ مبلغ ۹۲۰۵۷ روپے مورخہ ۹۱-۱-۳۰ کو جمع کروایا گیا لیکن موقعہ پر کام نا مکمل ہونے کی بناء پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ ٹیسٹ رپورٹ مہیا نہ کر سکا۔ جس کی بناء پر کیس منسوخ کر دیا گیا دوبارہ ۹۳-۲-۷ کو درخواست کا اندراج کیا گیا اور مبلغ ۹۲۱۵۴ روپے کا ڈیمانڈ نوٹس ۹۳-۶-۱۶ کو جاری کیا گیا جس پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ نے رقم جمع کروانے کے علاوہ ٹیسٹ رپورٹ بھی مہیاکردی مورخہ 22-12-93 کو سروس کنکشن آرڈر ایکسیئن گوجر خان نے جاری کر دیا۔

۴۔واٹر سپلائی سکیم جاتلی۔درخواست برائے حصول بجلی مورخہ ۸۶-۴-۶ کو درج کی گئی جس کا تخمینہ مبلغ ۵۵۵۷۶ روپے مورخہ ۸۸-۱۱-۵ کو جمع کر دیا گیا لیکن موقع پر کام نہ مکمل ہونے کی بناء پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ ٹیسٹ رپورٹ مہیا نہ کر سکا۔جس کی بناء پر کیس منسوخ کر دیا گیا دوبارہ ۹۳-۲-۷ کو درخواست کا اندراج کیا گیا اور مبلغ ۱۱۰۲۶۸ روپے کا ڈیمانڈ نوٹس ۹۳-۶-۱۶ کو جاری کیا گیا جس پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ نے جمع کروانے کے علاوہ ٹیسٹ رپورٹ بھی جمع کروا دی مورخہ ۹۳-۱۲-۲۲ کو سروس کنکشن آرڈر ایکسیئن گوجر خان نے جاری کر دیا۔

۵۔واٹر سپلائی سکیم تانویں۔درخواست برائے حصول بجلی مورخہ ۸۸-۴-۶ کو درج کی گئی جس کا تخمینہ مبلغ ۵۵۴۷۵ روپے مورخہ ۸۸-۱۱-۵ کو جمع کروایا گیا لیکن موقع پر کام نا مکمل ہونے کی بناء پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ ٹیسٹ رپورٹ مہیا نہ کر سکا جس کی بناء پر کیس منسوخ کر دیا گیا دوبارہ ۹۳-۲-۷ کو درخواست کا اندراج کیا گیا اور مبلغ ۱۲۲۵۶۱ روپے کا ڈیمانڈ نوٹس ۹۳-۶-۱۶ کو جاری کیا گیا۔ جس پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ نے رقم جمع کروانے کے علاوہ ٹیسٹ رپورٹ بھی مہیا کر دی مورخہ ۹۳-۱۲-۲۲ کو سروس کنکشن آرڈر ایکسیئن گوجر خان نے جاری کر دیا۔

۶۔واٹر سپلائی سکیم پنجگراں۔ ابھی تک حصول کنکشن کے لئے کوئی درخواست موصول نہ

ہوئی۔

۷۔ واٹر سپلائی سکیم بہاوے کلاں۔ درخواست برائے حصول بجلی مورخہ ۹۳-۶-۸ کو درج کی گئی اور مبلغ ۱۹۳۲۰۸ روپے کا ڈیمانڈ نوٹس ۹۳-۶-۱۶ کو جاری کیا گیا جس پر ایس ڈی او پبلک ہیلتھ نے رقم جمع کروانے کے علاوہ ٹیسٹ رپورٹ بھی مہیا کر دی مورخہ ۹۳-۱۲-۲۲ کو کنکشن آرڈر ایکسیئن گوجر خان نے جاری کر دیا۔

(ب) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق یہ درست نہ ہے کیونکہ واٹر سپلائی سکیم داتا بھٹ اور ڈھوک وھاب کی اضافی رقم ابھی جمع نہیں کروائی گئی۔

(ج) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق یہ درست نہ ہے کہ اس میں واپڈا کی کوئی کوتاہی ہے۔ ڈیمانڈ نوٹس اور ٹیسٹ رپورٹس مذکورہ محکمہ نے وقت پر جمع نہیں کروائی۔

(د) واپڈا کی رپورٹ کے مطابق محکمہ واپڈا واٹر سپلائی سکیم دیوی' تانویں' جاتلی کو اسی مالی سال میں کنکشن مہیا کرے گا جبکہ واٹر سپلائی سکیم داتا بھٹ اور ڈھوک وھاب کو بقایا رقم جمع کروانے کے بعد کنکشن مہیا کرے گا۔ گیارہ کے وی لائن اور ٹرانسفارمر دونوں سکیموں کے پہلے سے ہی نصب کر دیے گئے ہیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص: جناب سپیکر! یہ آپ کی انتہائی توجہ کا مستحق سوال ہے۔ کیونکہ اس میں پینے کے پانی کا مسئلہ ہے۔ میرے علاقے میں چند دیہات ایسے ہیں' ایک خاص بیلٹ ہے جہاں میلوں میل پانی نہیں ہے ان علاقوں کے لیے میں نے یہ واٹر سکیمیں دیں تھیں۔ اب جناب والا! صورتحال یہ ہے کہ ایک سکیم داتا بھٹ ہے اس کے لیے 1988ء میں ایس ڈی او نے ڈیمانڈ نوٹ واپڈا کے اکاؤنٹ میں 3,32,355 روپے جمع کروایا اور پانچ سال بعد 1993ء تک واپڈا نے کام مکمل نہیں کیا کہ اب rate چڑھ گئے ہیں۔ 17-6-93 کو دوبارہ 70,871 روپے کا ڈیمانڈ نوٹس دے دیا گیا۔ تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اگر اس میں واپڈا کی کوتاہی نہیں ہے تو کس محکمے کی کوتاہی ہے۔ یہ وہ سکیم ہے جو 1985ء سے شروع ہوئی اور اب 1996ء آ گیا ہے اور مکمل نہیں ہوئی ہے۔ جناب والا! اس گاؤں کی یہ پوزیشن ہے کہ اس وقت بھی وہاں پانی کی صورتحال ایسی ہے کہ مویشی جون میں مر جاتے ہیں اور وضو کے لیے بھی پانی نہیں ہے۔ جناب والا! میں اس سوال کے لیے بہت سنجیدہ ہوں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے مثبت جواب آنا چاہیے کیونکہ دس سالوں میں یہ سکیم چالو نہیں ہو سکی۔

جناب سپیکر: یہ پہلے نمبر والی داتا بھٹ سکیم ہے۔ جی جناب وزیر موصوف صاحب۔

وزیر آبپاشی: جناب والا! اصل میں تو ان سکیموں کا تعلق محکمہ پبلک ہیلتھ کے ساتھ ہے۔ یہ سوال

ہمیں اس لیے بھیجا گیا ہے کیونکہ واپڈا نے اس میں بجلی فراہم کرنی تھی ۔ہو سکتا ہے کہ محکمہ پبلک ہیلتھ کے پیسے دیر سے جمع کروانے کی وجہ سے یہ مزید اخراجات ہو گئے ہوں۔ سکیم تو انھوں نے مکمل کر لی ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ مزید 70,871 روپے کا ڈیمانڈ نوٹس انھوں نے بھیجا ہے ۔ وہ پیسے جمع ہوں گے تو یہ واٹر سپلائی سکیم چالو ہو گی۔

جناب سپیکر، یہ بڑی ستم ظرفی ہے کہ صرف ستر ہزار روپے کی وجہ سے اتنے سالوں سے یہ سکیم چل رہی ہے اور وہ مکمل نہ ہو۔

وزیر آبپاشی ، لیکن جناب اس کا تعلق محکمہ پبلک ہیلتھ سے ہے۔

جناب سپیکر، میں سمجھ رہا ہوں آپ کی بات کہ اس کا تعلق محکمہ پبلک ہیلتھ سے ہے۔ لا منسٹر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ ازراہ کرم اس سوال میں پبلک ہیلتھ کا محکمہ involve ہوا ہے ۔ معلوم نہیں کہ متعلقہ وزیر صاحب تشریف رکھتے ہیں یا نہیں۔ محکمہ پبلک ہیلتھ کس کے پاس ہے۔

وزیر قانون، جی محکمہ پبلک ہیلتھ سبحانی صاحب کے پاس ہے۔

جناب سپیکر، ازراہ کرم آپ اس کو نوٹ کر لیں اور سبحانی صاحب کو آگاہ کیا جائے کہ یہ جو مسئلہ ہے۔اس کو واپڈا اور آبپاشی کے ساتھ مل کر اس مسئلہ اور رکاوٹ کو دور کیا جائے۔ جی راجہ بشارت صاحب۔

جناب محمد بشارت راجہ، جس بات کی میں نشاندہی کرنا چاہتا تھا اس کا جناب نے ازخود نوٹس لے لیا ہے۔ میں نے کل بھی ایک پوائنٹ آف آرڈر پر یہ گزارش کی تھی اور جناب نے اس کو صحیح قرار دیا تھا جناب پنجاب میں مختلف محکموں کے بے شمار ایسے منصوبے ہیں جو بہت تھوڑی تھوڑی رقوم کی خاطر التواء میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب جیسے یہ داتا بھٹ واٹر سپلائی سکیم ہے۔ اس میں تقریباً 35 لاکھ روپیہ سکیم پر خرچ ہوا ، تین ساڑھے تین لاکھ روپیہ بجلی کے کنکشن پر خرچ ہوا۔ 38 لاکھ روپیہ قومی خزانے کا اس سکیم پر خرچ ہوا۔ اب صرف 70 ہزار کی خاطر 1988ء کی سکیم ابھی تک pending چلی آ رہی ہے۔ اس طرح جناب سپیکر! اگلی سکیم بھی صرف 12 ہزار روپے کی خاطر pending پڑی ہوئی ہے۔ میری جناب سے صرف التماس اتنی ہے کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور جتنی بھی مختلف محکموں کی سکیمیں نہ صرف پبلک ہیلتھ کی بلکہ اسی طرح ہائی ویز کی اور لوکل گورنمنٹ کی ہیں جو دانستہ طور پر 1993ء کے بعد اپوزیشن کے ارکان کی سکیموں پر یہ Pending Amount مختص نہیں کی جا رہی۔ میری جناب

سے استدعا تھی کہ قومی مفاد میں اور اجتماعی مفاد میں اس کا نوٹس لیا جائے تا کہ یہ سکیمیں مکمل ہو سکیں اور عوام اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ آپ کا پوائنٹ بہت valid ہے۔ میں نے بھی stress کیا۔ امید ہے کہ معزز وزراء صاحبان جو تشریف رکھتے ہیں از راہ کرم اس سلسلے میں خصوصی توجہ دیں گے۔ خصوصاً جناب لاء منسٹر صاحب سے میری گزارش ہے کہ وہ متعلقہ محکمے کو اس سلسلے میں تنبیہ کریں کہ چھوٹی چھوٹی رقموں کی وجہ سے وہ سکیمیں جن پر قومی خزانے کا کروڑوں لاکھوں روپیہ خرچ ہو جاتا ہے وہ چند ہزار روپے کی وجہ سے مکمل نہیں ہوتیں۔ یہ نامناسب بات ہے۔ اس پر توجہ دی جانی چاہیے۔ جی' فرمایئے۔ امتیاز صاحب۔

جناب امتیاز احمد، جناب' وزیر صاحب نے ابھی فرمایا ہے کہ ۲۱-۱۱-۸۸ کو ڈیمانڈ نوٹس جاری کیا گیا۔ اور فروری 89کو رقم جمع ہونے کے بعد ایکسین نے کام شروع کیا اور ڈیمانڈ نوٹس تو پہلے جمع ہو گیا ہے۔ اور اس میں کوتاہی واپڈا کی ہے۔ نہ کہ پبلک ہیلتھ کی ہے۔ وزیر صاحب اپنا گناہ پبلک ہیلتھ کے ذمے مت ڈالیں۔ اور یہ واپڈا والوں کا گناہ ہے۔ یہ واپڈا والے اس کو مکمل کریں اور یہ جو سکیم ہے' یہ پیسے بروقت جمع ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر، ویسے اگر پبلک ہیلتھ ہو یا واپڈا' دونوں ہی وزیر موصوف کے محکمے نہیں ہیں۔ اس پر گناہ ڈالیں یا اس پر گناہ ڈالیں' ان پر نہیں آتا۔ لیکن بہرحال' جس پر بھی آتا ہے' میں نے عرض کیا ہے' میں نے توجہ دلائی ہے اور انھوں نے وعدہ فرمایا ہے وہ اس پر توجہ دیں گے۔ آپ تسلی رکھیں۔ راجہ جاوید اخلاص! آپ کا کوئی اور سوال ہے؟

راجہ محمد جاوید اخلاص، نہیں' اس پر ضمنی سوال آخری کرنا چاہتا ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ انھی واٹر سپلائی سکیموں کے متعلق پہلے میں محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کا سوال کر چکا ہوں اور اسی ہاؤس میں انھوں نے جو جواب ٹیبل کیا تھا اس میں انھوں نے کہا کہ ہم سکیمیں مکمل کر چکے ہیں۔ وزیر صاحب نے پوری ذمہ داری واپڈا پہ ڈالی تھی۔ تو جناب سپیکر! میری یہ درخواست ہے کہ یہ میرے حلقے کے پانچ چھ دیہات ہیں جہاں پانی کی ایک بوند بھی نہیں ہے۔ اور تقریباً ڈیڑھ کروڑ روپے کی لاگت سے یہ سکیمیں مکمل ہوئی ہیں اور پچھلے آٹھ سال سے یہ جھگڑا چل رہا ہے اور کوئی اس کا پرسان حال نہیں۔ میری آپ سے یہ درخواست ہوگی کہ اس معاملے کو بطور خصوصی توجہ دی جائے' کیونکہ انسانوں کے پینے کا مسئلہ ہے' آپ بے شک وہاں پر چیک کروالیں' تو میری یہ درخواست ہوگی کہ اس سوال کو ان پانچ واٹر

سپلائی سکیموں کے لیے Assurance Committee کے سپرد کیا جائے۔ اور اس میں دونوں محکموں، محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ اور محکمہ آب پاشی کو پابند کیا جائے کہ جون سے پہلے پہلے پانی کی سہولت میسر آسکے اور یہ جو حکومت کا کروڑوں روپیہ ہے اس کا مکمل طور پر استعمال ہو سکے .....

جناب سپیکر، راجہ صاحب! بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ تھوڑا سا وقت نکالیں۔ وزیر موصوف کے پاس تشریف لائیں۔ وہ جس رویے سے اس کو take up کر رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ آپ کی بات پر توجہ دیں گے۔ اگر اس کے بعد بھی توجہ نہ دی گئی تو میں اسے Assurance Committee کے سپرد کر دوں گا۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی۔ ایک منٹ، وہ جواب دے لیں۔

وزیر آب پاشی، واپڈا کی رپورٹ کے مطابق باقی تو جتنی سکیمیں ہیں ان کے کنکشن آرڈر جاری کر دیے گئے ہیں۔ صرف یہ دو سکیمیں رہ گئی ہیں، واٹر سپلائی سکیم نمبر۱ اور نمبر۲۔ باقی کے already آرڈر ہو گئے ہیں، complete ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر، انھیں بھی چیک کر لیجیے۔ آپ بھی چیک کر لیجیے، ہو سکتا ہے کچھ جاری کر دی گئی ہوں، کچھ کو بجلی دے دی گئی ہو۔ لیکن پوزیشن معلوم کروا لیجیے۔ اور جو کام نہیں ہوا، از راہ کرم اس پر خصوصی توجہ دیجیے۔

وزیر آب پاشی، بالکل بجا ہے۔ انشاء اللہ، ضرور۔

جناب سپیکر، جی۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ آج کل چونکہ مارچ کا مہینہ شروع ہو گیا ہے۔اور وزیر موصوف کو اللہ نے صحت دی ہے وہ تشریف لے آئے ہیں۔ سکارپ کے ٹیوب ویل جو پورے پنجاب میں پھیلے ہوئے ہیں، اور میں نے تو اپنی مثال ہی دینی ہے جی کہ میں نے اپنے علاقے کے تقریباً پچیس ٹیوب ویلوں کے متعلق سیکرٹری صاحب کو چیف انجینئر صاحب کو بار بار درخواست کی ہے کہ جناب، وہ ٹھیک کروا کے دیں۔ گندم کی فصل گزر چکی ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہوا۔ یعنی بڑے لوگوں کے پاس جا کر میں نے یہ گزارش کی۔ اب میں جناب کی وساطت سے وزیر صاحب کی

خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سکارپ کے ٹیوب ویل کا آپ پہلی فرصت میں میٹنگ لے کر ------

جناب سپیکر: اگرچہ اس سوال سے یہ ضمنی سوال تو نہیں بنتا لیکن مجھے اندازہ ہے کہ پنجاب میں سکارپ کی سکیم کتنی اہم ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کے پیش نظر آپ کوئی وضاحت فرما سکیں تو۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ یہ سکارپ کی سکیمیں اپنی life جو ہے وہ outlive کر گئی ہیں۔ ٹیوب ویل کم از کم چھبیس ستائیس سال سے لگے ہوئے ہیں۔ ان کی ویسے normal life پندرہ سال ہے۔ تو They have outlived their life اب یہ ہے کہ اس کے اوپر حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ جو سکارپ 1 ہے اس کی transition شروع ہے۔ اس کو privatize کر رہے ہیں۔ جہاں پر sweet water zone ہے وہاں پر حکومت subsidy دے رہی ہے۔ ایک کیوسک کا اگر کوئی ٹیوب لگائے تو بتیس ہزار روپے سبسڈی ہے۔ اور آدھے کیوسک کا ٹیوب ویل اگر لگائے ٹیوب ویل تو اس کی سبسڈی چھبیس ہزار ہے۔ اور اس کو privatize بھی کر رہے ہیں۔ اور کچھ کمیونٹی ٹیوب لگانے کا بھی ایک پراجیکٹ ہے جس کے تحت وہ ابھی دیکھ رہے ہیں کہ اس سے فائدہ بھی لوگوں کو پہنچے گا یا نہیں۔ دوسری ان کی خدمت میں میں یہ بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو ٹیوب ویل چھ سو گھنٹے سے زیادہ چلے تو اس پر ہم آبیانہ وصول کرتے ہیں۔ اگر چھ سو گھنٹے سے کم ٹیوب ویل سکارپ کا چلے تو وہ ڈبل آبیانہ ان سے وصول نہیں کرتے۔ اور ان کی حالت اب اتنی خراب ہے۔۔

جناب سپیکر: جی' مجھے یاد ہے۔ یہ ایوب کے وقت میں لگے تھے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: اب بہت expensive ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: جی ہاں' بہت دیر ہو گئی۔ جی' رانا آفتاب صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! یہ سکارپ کی بات ہو رہی ہے' سکارپ کی کمیٹی بنی تھی۔ میری گزارش یہ ہے چونکہ سکارپ کی بات ہے' بڑی relevant بات کر رہا ہوں۔ صرف ضلع بہاول نگر میں سکارپ کے ۲۷۲ ٹیوب ویل ہیں۔ ان میں سے تقریباً ۲۳۷ خراب ہیں۔ مگر اب بھی آبیانہ ڈبل شرح سے وصول کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ میں خود دے رہا ہوں۔ یہ ہمیں assurance دلائیں' یا تو ان کو

denotify کر دیں۔ denotify کریں، ختم کر دیں اگر ٹیوب ویل کی لائف ختم ہو چکی ہے تو Why are we being charged that 'Aabyana' at double rate? اس کی وضاحت کریں۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: میں نے ابھی آپ کی خدمت میں گزارش کی ہے کہ جو ٹیوب ویل چھ سو گھنٹے سے اوپر چل رہے ہیں اس کا تو آبیانہ گورنمنٹ وصول کر رہی ہے۔ لیکن جو چھ سو گھنٹے سے کم ٹیوب ویل چلتا ہے۔ اس کا ڈبل آبیانہ ہم وصول نہیں کرتے۔ اور اگر ان سے کسی نے وصول کیا ان ٹیوب ویلوں سے جو چھ سو گھنٹوں سے کم چل رہے ہیں تو وہ اس کی نشان دہی کریں۔

جناب سپیکر: جی ہاں۔ رانا صاحب! کیا پوزیشن ہے؟ وہ ٹیوب چلتے ہیں یا چلتے ہی نہیں ہیں؟

جناب آفتاب احمد خان: نہیں سر۔ ان کے اپنے ایکسین نے کہا ہے کہ ہمارے ۲۳۷ ٹیوب ویل خراب ہیں۔ میں وہاں خود گیا ہوں، کیونکہ میں بھی اس کمیٹی کا ممبر تھا۔ میرے اپنے حلقے میں ایم۔۲۲ اور ایم۔۳۳ دو ٹیوب ویل ہیں۔ جو میرے رقبے میں آتے ہیں۔ وہ دونوں ہی خراب ہیں۔ اور میری اپنی ذاتی کوشش کے باوجود وہ نہیں چل سکے۔ اور اس پر ہمیں ڈبل آبیانہ بھی pay ہو رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں جو خراب ہیں ۲۳۷ ان کو denotify کر دیں تاکہ ہم آبیانے سے بچ جائیں۔

جناب سپیکر: جو خراب کی term آپ استعمال کر رہے ہیں، کیا وہ صحیح کام نہیں کرتے، کچھ کام کرتے ہیں کچھ کام نہیں کرتے۔

جناب آفتاب احمد خان: نہیں سر۔ نوٹل بہاول نگر میں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے بتیس کام کرتے ہیں، 274 out of ۔ لیکن پورے ایریا سے آبیانہ ڈبل وصول ہو رہا ہے۔ یہ آپ چیک کروا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر: جو بات وزیر موصوف نے کی ہے اس کے مطابق تو جو ٹیوب ویل نہیں چل رہے وہاں آبیانہ وصول نہیں ہو سکتا۔

جناب آفتاب احمد خان: نہیں سر۔ وہاں بھی وصول ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: اگر ہو رہا ہے تو غلط ہو رہا ہے۔ اس کا تدارک کیجئے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی: جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ یہ ہو رہا ہے کہ فنڈز موجود ہیں، ایکسین موجود ہے، ایس ڈی او بنانے والے موجود ہیں کام کوئی نہیں کرتا جی۔ مسئلہ یہ ہے۔ جو معمولی خرابی کے بعد صحیح ہو سکتے ہیں وہ تو کم از کم صحیح ہو جائیں۔ لیکن وہ نہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی، اب بھی

سیکرٹری میرے خیال میں موجود نہیں ہیں اور ان کی تکلیف کی وجہ سے وہ تو کہا ہی نہیں جا سکتا۔ اب میری عرض ہے کہ یہ بڑی توجہ کے ساتھ بڑی مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر، جی' رانا صاحب! کچھ مزید کہنا ہے؟

جناب آفتاب احمد خان: جناب' وزیر صاحب اس کی assurance دے دیں کہ یہ enquire کروا لیں کہ پچھلے تین سال سے جو ٹیوب ویل خراب پڑے ہیں' زمین دار بھی وہاں پر آ سکتے ہیں' کہ جو خراب ہی پڑے ہیں' جو میرے پاس رپورٹ ہے' ان پر تو آبیانہ نہ چارج کریں۔

جناب سپیکر، ایک بات مجھے بتائیے۔ جو کمیٹی تھی' جس کے آپ رکن تھے کیا اب بھی وہ کمیٹی ہے اور اب بھی آپ اس کے رکن ہیں؟

جناب آفتاب احمد خان، سر' اس کی دوبارہ میٹنگ ہی کبھی call نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر، از راہ کرم اس کی میٹنگ call کیجیے۔ اور اس سارے معاملے کو آپ اپنی نظر سے ذرا دیکھ لیجیے۔ جی' جناب عارف بخاری صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری، میں نے اس پر ایک تحریک التواء دی تھی اور وہ منظور ہو گئی ہے اور کمیٹی کے سپرد ہے۔ اگر یہی مسئلہ ہے تو اس کمیٹی میں میرا خیال ہے یہ discuss ہو جائے گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے' coordinate کر لیجیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری: coordinate کر لیں۔

جناب سپیکر، اب آگے چلتے ہیں۔ سردار حسن اختر موکل صاحب کا سوال ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی: سوال نمبر 1394 سردار حسن اختر موکل کے ایماء پر۔

مائنرز کے منظور شدہ پانی کی تکمیل

*1394۔ سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
سرکل دیپالپور قصور ڈویژن میں واقع فتح محمد مائنر' داؤ کے مائنر اٹاری مائنر' کل مائنر' مستووال مائنر اور مچھانہ مائنر میں پچھلے تین ماہ سے کتنا پانی چل رہا ہے اور مائنرز کا منظور شدہ پانی کتنا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):
سوال متعلقہ کنگن پور سب ڈویژن ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

گزشتہ تین ماہ یعنی ماہ اگست تا ماہ اکتوبر ۱۹۹۴ء کے دوران ان راجباہوں میں اوسطاً پانی کی اتنی مقدار چلتی رہی ہے۔ فتح محمد راجباہ کا منظور شدہ پانی ۱۲۹ کیوسک کی بجائے ۱۲۸ کیوسک کل مائنر کا منظور شدہ پانی ۲۵ کیوسک کی بجائی ۲۴ کیوسک جاری رہا' اٹاری راجباہ سسٹم جو کہ داؤ کے مائنر' مجھیانہ مائنر اور مستووال مائنر پر مشتمل ہے کا منظور شدہ ڈسچارج ۴۲۴ کیوسک کی بجائے ۴۰۰ کیوسک چلتا رہا جس سے عیاں ہے کہ متذکرہ راجباہوں میں گزشتہ تین ماہ کے دوران پانی کی کوئی کمی واقع نہ ہوئی ہے۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔ کوئی ضمنی سوال ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب سپیکر! میں اس سوال کی ذرا وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب سپیکر! یہ سوال بہت پرانا ہے اور جواب بھی پرانا ہے۔ یہ 1995ء کی جو age reading ہے وہ میں ساتھ لے آیا ہوں تو اس لیے میں اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ کچھ نہروں پر واقعی پانی کی کمی رہی ہے اور انشاء اللہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس کو دور کریں۔ ویسے تو فتح محمد ڈسٹری بیوٹری کا 129 کیوسک ڈسچارج ہے لیکن یہ اس کے against 1-8 سے 10-8 تک 128 کیوسک بھی چلتا رہا ہے۔ 107 کیوسک تک' 84 کیوسک تک بھی ایک ایک دن کے لیے کم ہوا ہے لیکن عموماً average اس کی جو ہے وہ کوئی 80 کیوسک کے قریب آئی ہے۔ تو واقعی یہاں پر پانی کی کمی رہی ہے اور انشاء اللہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ان کی یہ پانی کی کمی کی شکایت دور ہو جو انھوں نے فرمایا ہے۔ یہ پرانا جواب ہے اور 95ء میں واقعی پانی کی کمی تھی۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے ہاؤس کو latest معلومات دی ہیں۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! میں ضمنی سوال پر ہوں۔

جناب سپیکر، جی جناب کرمانی۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! محترم وزیر آبپاشی اپنے جواب میں کہتے ہیں " عیاں ہے کہ متذکرہ راجباہوں میں گزشتہ تین ماہ کے دوران پانی کی کوئی کمی واقع نہ ہوئی ہے۔" تو میں اس کو کیا تصور کروں؟

جناب سپیکر، انھوں نے اب latest position بتائی ہے اور مان لیا ہے کہ واقعی کمی تھی۔

SYED SAJJAD HAIDER KIRMANI: I would like the specific answer from him now.

جناب سپیکر، انہوں نے specific answer دیا ہے۔

SYED SAJJAD HAIDER KIRMANI: No, Sir, let me clarify my point I have a right to put a supplementary question even after his statement.

MR SPEAKER. Definitely.

SYED SAJJAD HAIDER KIRMANI: Let me get a categorical statement from him Be patient and bear me out

یہ نظام شاہی ہے۔ فاضل محرک یہاں موجود نہیں ہیں۔ میں اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ یہ non perennial system ہے۔ اب اس پانی کا آغاز 15 اپریل کو ہو گا۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اٹاری راجباہ سسٹم جو ہے اس کا specify discharge 434 cusics ہے اور جو پچھلے سیزن میں چل رہا تھا وہ 400 کیوسک ہے۔ میں ان سے یہ یقین دہانی چاہتا ہوں کہ کیا یہ گارنٹی کرتے ہیں کہ 15 اپریل کو جب یہ non perennial system کا آغاز ہو گا تو یہ پوری سپلائی ہمیں دیں گے؟

جناب سپیکر، جی وزیر موصوف' آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر آبپاشی، جناب والا! میں ان کو یقین دہانی کراتا ہوں کہ محکمہ پوری کوشش کرے گا کہ 434 کیوسک جتنا اس کا ڈسچارج ہے وہ چلے لیکن اس میں کچھ پانی کی چوری بھی ہوتی ہے' کچھ نہر کمزور ہے اس کی وجہ سے بھی اگر پانی کو پوری سپلائی سے چلائیں تو وہ کناروں کے اوپر سے گزر جاتا ہے۔ ہم کوشش کرتے ہیں کہ اپریل تک اس نہر کو ٹھیک کر لیں تاکہ ان کی مرضی کے مطابق پانی کی پوری سپلائی ہو۔

جناب سپیکر، جی ہاں other things remaining normal آپ کوشش کریں گے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، انشاء اللہ۔

سید سجاد حیدر کرمانی، شکریہ۔

چودھری اصغر علی گجر، ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے گجر صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ بات تو درست ہے وہ فرما دیا ہے کہ پانی کم ہے اور جہاں محکمے نے ایک معیار مقرر کر دیا ہے کہ وہ اتنا پانی زمیندار کو دیں گے اور اس پر اتنا آبیانہ وصول کریں گے جیسے سکارپ کے ٹیوب ویل پر تھا کہ اگر وہ 600 گھنٹے نہیں چلتے ہم ان پر ڈبل آبیانہ نہیں لیں گے۔ تو کتنی دیر تک یہ زمیندار کو پانی پورا نہیں کر دیتے کہ اس کے بعد آبیانے کی معافی اس کو ملے گی۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ چھ مہینے بھی پانی نہیں ملتا' دو ماہ بھی نہیں ملتا اور سال بھر بھی نہیں ملتا اور آبیانہ پھر اس سے لیا جاتا ہے۔ وہ کونسا ایسا معیار ہے کہ جس سے ایک زمیندار کو محکمے کی طرف سے پانی نہیں ملتا اور کتنی دیر نہ ملے تو اسے آبیانہ نہیں دینا پڑے گا؟

جناب سپیکر، جناب وزیر موصوف۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! انھوں نے جو فرمایا ہے اس کے مطابق جو میں نے latest report منگوائی ہے اس میں پانی کی اتنی کمی نہیں ہے کہ آبیانہ معاف کر دیا جائے۔ میں نے پہلے بھی آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ پولیٹیکل پریشر کی وجہ سے بھی کینال کمانڈنٹ ایریاز بڑھ گئے ہیں اور ہمارا پنجاب کا پانی کا share وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔ تو ان کی اپنی تھل کینال پر بھی یہ problem ہے۔ سات لاکھ ایکڑ کی capacity پر بنی تھی۔ پھر اٹھارہ لاکھ ہوا اور بڑھتے بڑھتے اب بائیس لاکھ ایکڑ پر پہنچا ہے۔ ابھی بھی لوگ پریشر ڈالتے ہیں کہ آپ کینال کمانڈنٹ ایریا کو بڑھائیں اور ہمیں پانی دیں۔ اس کا پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ وارہ بندی ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو پانی مہیا نہیں ہوتا۔ وہ ان کی اپنی خواہش کے مطابق ہے۔

جناب سپیکر، نہیں' وہ سوال جو کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر کسی جگہ پر---

وزیر آبپاشی، آبیانہ تو اس صورت میں معاف ہو گا جب ان کو پانی نہ ملے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کچھ دن پانی کی مقدار کم ہو اور کچھ دن پوری رہے لیکن اگر یہ صورت ہے کہ ان کو پانی بالکل ہی مہیا نہیں ہوتا تو یقیناً آبیانہ وصول نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی وہ ابھی سوال جاری ہے' الوری صاحب! اس کے بعد آپ کو موقع دے

دیا جائے گا۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! اب وزیر موصوف صاحب نے فرمایا ہے کہ ہماری تھل کینال جو ہے وہ سات لاکھ ایکڑ کے لیے ڈیزائن ہوئی۔ یہ بات درست ہے کہ وہ واقعی سات لاکھ ایکڑ کے لیے ڈیزائن ہوئی تھی لیکن خوش قسمتی سے یا بد قسمتی سے جیسے فرمایا کہ پریشرائز میں چلا گیا' کوئی اور وزیر صاحب چلے گئے' کوئی جرنیل چلا گیا' انھوں نے پریشرائز کیا اور اپنا مزید رقبہ اس میں شامل کرا لیا۔ اور وہ رقبہ بائیس لاکھ ایکڑ ہو گیا۔ اب جو ڈیزائن ہوئی تھی اس پر انھوں نے سات لاکھ ایکڑ سے آبیانہ وصول کرنا تھا' اب گورنمنٹ جو ہے وہ سات لاکھ ایکڑ کا پانی دیتی ہے اور بائیس لاکھ ایکڑ سے آبیانہ وصول کرتی ہے۔ اس کا کیا جواز ہے؟

جناب سپیکر، جی ہاں' اچھا سوال ہے۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! یہ سسٹم تو کافی دیر سے چلا آ رہا ہے اور ان کی بات درست ہے کہ اگر وہ design capacity سات لاکھ کی ہے تو بائیس لاکھ ایکڑ کو پانی کیسے مہیا ہو گا۔ اس کو اب وارہ بندی سے پانی مہیا ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، وہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر جو آبیانہ ہے جب پانی سات لاکھ ایکڑ کا ہے تو آبیانہ بائیس لاکھ ایکڑ کا کیوں وصول کیا جا رہا ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جس کی crop اس پانی سے mature ہو جاتی ہے تو اس سے تو آبیانہ وصول کرنا جائز ہے۔ اب ایریگیشن والے اس نہر کی capacity کا ڈیزائن بھی بڑھا رہے ہیں اور وزیر اعظم صاحبہ نے بڑی مہربانی کی ہے کہ اس کینال کی جس کا یہ ذکر کر رہے ہیں ری ماڈلنگ بھی ہو رہی ہے اور اس کی capacity بھی بڑھ رہی ہے۔ تو یہ ان کا جو پرانا problem ہے وہ تو اب ختم ہے اور نیا جو ہے وہ حل ہو جائے گا۔ پرانے آبیانے کا تو مجھے علم نہیں ہے کہ کس طرح وصول ہوا ہے لیکن ان کی crop جو ہے وہ باقاعدہ اسی پانی سے وارہ بندی کے ساتھ mature ہوتی ہے۔ but we have to evolve a system اور جب تک every-body does not cooperate تو اس طرح کام چلے گا نہیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی۔ جو جواب انھوں نے دیا ہے اگر آپ کو مطمئن کرتا ہے تو ٹھیک ہے۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! اگر آپ مطمئن ہیں تو پھر میں بھی مطمئن ہوں۔

جناب سپیکر، (قہقہہ) اب مجھ میں جتنی منطقی صلاحیت ہے میں اس کے مطابق تو مطمئن نہیں ہوں لیکن حالات سے سمجھوتہ کی جو ایک پولیٹیکل روایت ہے اس کے مطابق کیا کیا جا سکتا ہے؟

سید تابش الوری، ضمنی سوال۔

جناب سپیکر، جی الوری صاحب!

سید تابش الوری، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف فرمائیں گے کہ انارکی راجباہ میں منظور شدہ ڈسچارج 434 کیوسک ہے اب اس میں کتنا کم چلتا رہا ہے اور یہ کمی کیسے دور کی جا سکتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب والا! اس میں 400 کیوسک تک چلتا رہا ہے اور 34 کیوسک کی کمی تھی۔ کچھ دنوں میں 400 کیوسک سے بھی کم ہوا ہے لیکن انشاء اللہ تعالیٰ اس اپریل سے کوشش کریں گے کہ 434 کیوسک ہی چلے۔ میں نے پہلے بھی معزز ممبر کی خدمت میں کہا ہے۔

جناب سپیکر، جی۔ آگے چلتے ہیں سردار حسن اختر موکل صاحب کا ہی دوسرا سوال ہے جس کا نمبر ۱۳۹۵ ہے۔

SYED SAJJAD HAIDER KIRMANI: Sir, on his behalf I call question No. 1395

MR.SPEAKER: On his behalf 1395.

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! یہ جو سوال کیا گیا ہے، مجھے افسوس ہے کہ میرے محرک بھائی موجود نہیں ہیں، بہتر تو یہ ہو گا کہ اسے پینڈنگ کر لیا جائے اور دلیل پیش کرتا ہوں کہ کیوں کر لیا جائے؟

جناب سپیکر، بہت پرانا سوال ہے اور پرانا جواب دیا ہوا ہے۔ آپ اسے دوبارہ پیش کر دیں۔ اب اسے ہو جانے دیں۔

پل کی تعمیر

*1395۔ سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔
کیا یہ درست ہے کہ نہر دیپالپور پر منڈی ہیرا سنگھ (احمد آباد) کے مقام پر پل

تعمیر کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس پر کل کتنی لاگت آئی ہے نیز اس پل کی تعمیر میں جو گارڈرز ڈالے گئے ہیں ان کی کل قیمت کیا تھی اور وہ کہاں سے خریدے گئے تھے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)۔ یہ درست ہے کہ نہر دیپالپور پر منڈی ہیرا سنگھ (منڈی احمد آباد) کے مقام پر ۱۹۸۸ء میں پل تعمیر کیا گیا تھا۔ جس کی کل لاگت ۲۵۳۲۱۳ روپے تھی۔ پل میں استعمال کردہ گارڈرز بذریعہ لوکل پرچیز مبلغ ۳۰،۰۰۰ روپے کے عوض بذریعہ ٹھیکیدار خریدے گئے تھے۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! سوال بڑا مختصر ہے۔ It is Question No 1395 on behalf of Sardar Hassan Akhtar Moakal اس میں سوال کا آخری جز یہ ہے کہ "ان گارڈروں کی کل قیمت کیا تھی اور وہ کہاں سے خریدے گئے تھے؟" جواب میں یہ کہا گیا کہ "مبلغ 30 ہزار روپے کے عوض بذریعہ ٹھیکیدار خرید کیے گئے۔"

میں اس کو pending کرنے کی اس لیے استدعا کرتا ہوں کہ جواب تو رقم کی صورت میں دے دیا گیا مگر کہاں سے خریدے گئے اس کا جواب نہیں ہے۔ بذریعہ ٹھیکیدار خریدے گئے----

جناب سپیکر، آپ ضمنی سوال کے طور پر پوچھ لیں ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس صحیح معلومات ہوں۔

سید سجاد حیدر کرمانی: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ کس ادارے سے خریدے گئے۔

جناب سپیکر، جی۔ وزیر آبپاشی صاحب۔ جو گارڈرز ڈالے گئے تھے ان کی کل کتنی قیمت تھی اور وہ کہاں سے خریدے گئے تھے آپ نے جواب میں صرف یہ بتایا ہے کہ بذریعہ ٹھیکیدار خریدے گئے۔

وزیر آبپاشی، کیا یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ ٹھیکے دار نے وہ گارڈرز کہاں سے خریدے؟

جناب سپیکر، ٹھیکیدار کا نام ' اس کی فرم کا نام؟

وزیر آبپاشی، جناب میں پھر اس کی انفرمیشن لے کر ہی بتا سکتا ہوں۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب والا! میں اسی لیے کہہ رہا تھا-------

جناب سپیکر، یہ معاملہ تیس ہزار کی رقم کا ہے۔

سید سجاد حیدر کرمانی، ٹھیک ہے اس کی مالیت تیس ہزار روپے ہے لیکن جناب پردہ نشینوں کے پردے فاش کرنا مناسب نہیں ہوں گے۔ اگر وہ ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ سوال آجائے گا۔

جناب سپیکر: چلیے۔ جب وہ آئیں گے اور اگر وہ چاہیں گے کہ وہ اس سوال کو مزید persist کرنا چاہتے ہیں تو ہم اس کو دوبارہ لے لیں گے------ آگے چلتے ہیں۔ سید محمد عارف حسین شاہ بخاری صاحب کا سوال ہے

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب والا! میرے سوال کا نمبر ۱۴۱۰ ہے اور میری استدعا ہے کہ اسے پڑھا ہوا تصور کر لیں۔

جناب سپیکر: چلو۔ اسے پڑھا ہوا تصور کر لیتے ہیں۔

دریا برد گی کا سدباب

*1410- سید محمد عارف حسین بخاری: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع حافظ آباد میں دریائے چناب کے کٹاؤ سے بعض دیہات کی زرعی اراضی دریا بُرد ہو گئی ہے۔

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی تفصیل کیا ہے۔ نیز ان دیہات کی باقی ماندہ اراضی کو کٹاؤ سے بچانے کے لیے حکومت کیا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) یہ درست ہے۔ زرعی اراضی پر دریا بُرد گی کا عمل جاری ہے۔

(ب) سیلاب 1992ء اور 1994ء کے بعد دریائے چناب نے اپنے بہاؤ کا رخ ضلع حافظ آباد کے ان دیہاتوں کی طرف کیا ہے۔ موضع بہک احمد یار' جہانیاں کھتیریاں اور پیر کوٹ کی زرعی زمینوں اور فصلات کو نچلے درجے کے سیلاب میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ سیلاب 1992ء سے پیشتر ان دیہاتوں کے سامنے دریائے چناب کی ایک کریک (Crack) کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ میل کی لمبائی میں ضلع کونسل گوجرانوالہ کے تعاون سے ایک بند بنایا گیا تھا جو دریا میں طغیانی کی صورت میں ان دیہاتوں کی زرعی زمینوں اور کھڑی فصلات کو سیلاب سے بچاتا تھا۔ اس بند کے ٹوٹ جانے کے بعد اب ان دیہاتوں میں اپریل اور مئی کے ماہ میں بھی پانی آ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ موضع گوجر کی اور چک بھٹی کے نزدیک شدید کٹاؤ کا عمل جاری

ہے۔ زرعی زمین اور پرائیویٹ ٹیوب ویلوں کو نقصان پہنچا ہے۔ پیر عارف حسین شاہ ایم۔پی۔اے کی نشان دہی پر سروے کیا گیا ہے اور متعلقہ ورکنگ پیپر Expert Committee کی میٹنگ میں بھجوایا جا رہا ہے۔ میٹنگ کے بعد ماڈل سٹڈی کی روشنی میں باقاعدہ سکیم تیار کی جائیگی اور فیڈرل فلڈ کمیشن کی منظوری کے بعد فنڈز مہیا ہونے پر عمل در آمد ہو گا۔ جس سے متعلقہ دیہات کو سیلاب سے بچانے کے لیے جامع منصوبہ بندی کے تحت سدباب کیا جائے گا۔ اور ان دیہاتوں کی آبادی، زرعی زمین، متعلقہ سڑکیں اور حکومت کی طرف سے مہیا کی گئی تعلیمی اداروں کی قیمتی عمارتیں اور محکمہ واپڈا کی طرف سے بچھائی گئی بجلی کی لائنیں سیلاب سے بچ سکیں گی۔ سکیم کی تخمینہ لاگت تقریباً (55) پچپن ملین ہو گی۔

سید محمد عارف حسین بخاری، اور میں اس میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ اس جواب کے دو رخ ہیں۔ ایک تو وہ دیہات جہاں پر دریا کا کٹاؤ مستقل ہو رہا ہے اور نقصان ہو رہا ہے اور کچھ دیہات وہ ہیں جہاں چند سال پیشتر ضلع کونسل نے ایک بند تعمیر کیا ہوا تھا اور وہ بند اب ٹوٹ گیا ہے جس کی وجہ سے اب اپریل میں ہی پانی آ جاتا ہے اور آٹھ دس دیہات میں وہ پانی چھ سات ماہ تک کھڑا رہتا ہے ۔ اور جواب میں یہ تسلیم کیا گیا ہے۔

جناب والا! اس میں، میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ کیا وہ بند جو ضلع کونسل نے بنایا تھا اور اس کے اب ٹوٹ جانے سے اب وہ دیہات زیر آب ہیں کیا وزیر موصوف صاحب ہم پر مہربانی کریں گے کہ وہ بند وہاں پر دوبارہ بنا دیں؟

جناب سپیکر، جی۔ وزیر آبپاشی و برقی قوت۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! گزشتہ اسمبلی کے اجلاس میں ان تمام تر مسائل کے حل کے پیش نظر سوالات نمبر ۱۳۷۷ اور ۱۳۰۸ سٹینڈنگ کمیٹی برائے ایریگیشن و پاور کے حوالے کیے گئے ۔ سوال نمبر ۱۳۱۰ اور ۱۳۰۸ ایک ہی پراجیکٹ اور ایک ہی سائٹ سے متعلقہ ہیں سٹینڈنگ کمیٹی کے مختلف سیشن ہوئے جہاں نیشنل ہائی وے ، سی اینڈ ڈبلیو اور ایریگیشن کے محکمہ جات کے ایکسپرٹس بھی موجود تھے۔ سٹینڈنگ کمیٹی کی ان میٹنگز کے بعد ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی ۔ سب کمیٹی نے دریائے چناب کے کٹاؤ اور طالب والا کے پتن کے مسائل کے حل کے لیے موقع کا معائنہ بھی کر لیا جس کی حتمی رپورٹ موصول نہیں ہوئی ۔ بعد از موصولی رپورٹ متذکرہ پراجیکٹس میں مزید مثبت تبدیلی کر کے

صوبائی پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ اور مرکزی حکومت سے منظوری حاصل کرنی ہے۔

جناب والا! میں اس کی وضاحت کروں کہ یہ جو Floods Protection Schemes ہیں ان کی تمام فنڈنگ Federal Flood Commission کرتا ہے۔ ہم لوگ صرف یہاں سے سکیم اور پی۔ سی۔ ا بنا کر ان کو بھیجتے ہیں۔ تو اس وقت تو اس کے لیے فنڈنگ کی کوئی committed source نہیں ہے۔ لیکن یہ دو مدیں ہیں جن میں سے اس کے لیے فنڈ provide ہو سکتے ہیں۔ ایک Flood Protection Sector Phase II میں ہو سکتے ہیں یا پھر پرائم منسٹر کا Rivers Management ایک نیا پروگرام ہے اس کے تحت ہو سکتے ہیں۔ تو جونہی رپورٹ آتی ہے ہم نے ان دونوں sources کو یہ بھجوا دیں گے تاکہ کہیں سے اس کی فنڈنگ ہو اور ان کی یہ تکلیف دور ہو سکے۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ میرے محترم جو فرما رہے ہیں کہ سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس یہ معاملہ ہے وہ ان دیہات کا ہے جہاں کٹاؤ ہو رہا ہے اور واقعی انہوں نے اس پر جو تفصیل دی ہے وہ ٹھیک ہے کہ ہم نے اس پر ایک ماسٹر پلان بنا لیا ہے اور اس کے اتنے اخراجات ہوں گے اور وہ اب بڑھ رہے ہونگے۔ جناب والا! یہ اس سے بالکل ایک الگ معاملہ ہے اور یہ اس سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس نہیں ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو میں ان کے جواب پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی۔ پڑھیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، موضع بہک احمد یار' جہانیاں کھتیریاں اور پیر کوٹ کی زرعی زمینوں اور فصلات کو نچلے درجے کے سیلات میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ سیلاب ۱۹۹۲ء سے پیشتر ان دیہاتوں کے سامنے دریائے چناب کی ایک کریک (Crack) کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ میل کی لمبائی میں ضلع کونسل گوجرانوالہ کے تعاون سے ایک بند بنایا گیا تھا جو دریا میں طغیانی کی صورت میں ان دیہاتوں کی زرعی زمینوں اور کھڑی فصلات کو سیلاب سے بچاتا تھا۔ اس بند کے ٹوٹ جانے کے بعد اب ان دیہاتوں میں اپریل اور مئی کے ماہ میں بھی پانی آ جاتا ہے۔

جناب والا! اس سٹینڈنگ کمیٹی کے پاس جو معاملہ ہے یہ معاملہ اس سے الگ ہے۔ یہ معاملہ ان دیہات کا ہے جن میں وہ ضلع کونسل کا بند ٹوٹ گیا اور جس کی وجہ سے اب وہاں پر نقصان ہو رہا ہے۔ جناب گندم کی فصل موجود ہوتی ہے مگر پانی جا کر کھڑا ہو جاتا ہے اور سات ماہ اور آٹھ ماہ تک

وہ پانی کھڑا رہتا ہے۔ یہ ڈیڑھ میل صرف بند ہے۔ وہ بڑا بند تو ۵۵ ملین کا ہے اور وہ معاملہ تو سٹینڈنگ کمیٹی کے زیر غور ہے پتا نہیں وہ ہو گا یا نہیں ہو گا۔ وزیر موصوف صاحب انسانی ہمدردی کے تحت شفقت فرمائیں اور ڈیڑھ میل کا یہ بند بنا دیں جو چند لاکھ روپے کی لاگت سے بن جائے گا تو ان آٹھ دس دیہات کی زندگی معمول پر آجائے گی۔

جناب سپیکر، آپ انہیں موقع دیجیے کہ وہ جواب دیں۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! وہ ضلع کونسل کی بند تھی اور اسے ضلع کونسل نے بنایا تھا اگر ضلع کونسل فنڈ فراہم کر دے تو ہم پھر سے یہ بند بنوا دیں گے ورنہ اس کے بارے میں جواب دیا ہوا ہے کہ ورکنگ پیپر ایکسپرٹ کمیٹی کی میٹنگ میں بھجوایا جا رہا ہے۔ میٹنگ کے بعد model study کی روشنی میں باقاعدہ سکیم تیار کی جائے گی اور فیڈرل فلڈ کمشن کی منظوری کے بعد فنڈز مہیا ہونے پر عملدرآمد ہو گا۔ تو ہم یہ سکیم تیار کرا کے فیڈرل فلڈ کمشن کو بھجوا دیتے ہیں اور انشاء اللہ کوشش کریں گے کہ فنڈ مہیا ہو جائیں۔

جناب سپیکر، لوکل گورنمنٹ سے کون بات کر سکتا ہے۔ ----- ضلع کونسل سے کون بات کر سکتا ہے۔

اگر ضلع کونسل کی سطح پر یہ بن جائے --

وزیر آبپاشی، جناب والا! وزیر قانون صاحب بیٹھے ہیں۔

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب! Kindly take notice of this that this small dam could be taken up by the District Council of Hafizabad.

MINISTER FOR IRRIGATION: Sir, it was already made by the District Council.

جناب سپیکر، جی ہاں۔ --- یہ چھوٹی سی سکیم ہے اور یہ ضلع کونسل میں منظور ہو جائے۔ محترم عارف حسین شاہ، آپ بھی ذرا تکلیف کیجیے۔ آپ اگر اس کا رخ ضلع کونسل کی طرف پھیر دیں تو شاید آسان ہو جائے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، ٹھیک ہے۔ جناب والا! ہمیں تو اس مرض کی دوا چاہیے جی وہ جہاں

پر بھی ہو۔ بہت ہی اچھی بات ہے۔

جناب سپیکر، آگے چلتے ہیں۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب سپیکر! میرا ایک ضمنی سوال ہے۔

جناب سپیکر، جی وقت تو ختم ہو گیا لیکن آپ کو موقع دے رہے ہیں۔

چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر موصوف یہ وضاحت فرمائیں گے کہ جو model study کا حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق تو آپ نے left side پر سروے کے لیے حکم دے دیا ہے کیا right side کو بھی مد نظر رکھنے کے لیے کہا گیا ہے یا صرف left side کا سروے کیا جائے گا کیونکہ جناب والا! چناب منڈی بہاؤالدین ڈسٹرکٹ کے درمیان چل رہا ہے تو ماڈل سٹڈی میں کیا صرف ایک سائڈ کا سروے کیا جائے گا یا دونوں اطراف کو مد نظر رکھا جائے گا؟

وزیر آبپاشی، جس طرف کٹاؤ ہو رہا ہے یا جس طرف نقصان ہو رہا ہے سروے تو اسی کا ہو گا۔ اگر نقصان دوسری طرف بھی ہو رہا ہے تو اس کا بھی کر لیں گے۔

چودھری احمد یار گوندل، جناب والا! بات یہ ہے کہ پانی کو تو آپ روک نہیں سکتے۔ اگر ادھر کٹاؤ شروع کر دیا ہے تو جب آپ ادھر سے روک لیں گے تو دوسری طرف کٹاؤ شروع ہو جائے گا پھر آپ دو سال بعد ادھر شروع کر لیں گے۔ جناب والا! ماڈل سٹڈی کا تو مقصد یہ ہے کہ دونوں طرف کا سروے اکٹھا کیا جائے تاکہ اگر آپ ادھر سے روکیں تو وہ دوسری طرف نقصان نہ کرے کیونکہ یہ راوی تو نہیں جو انڈیا کو نقصان کرے گا۔ تو کیا یہ منڈی بہاؤالدین کا نقصان ہونے کے بعد اس کا سروے کرائیں گے۔

جناب سپیکر، میں سمجھتا ہوں کہ اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ ماڈل سٹڈی میں لازماً یہ بات شامل ہونی چاہیے کہ جس کٹاؤ کو روکا جا رہا ہے اس کو روک کر ہم کہیں اور جگہ کٹاؤ تو شروع نہیں کر رہے۔ تو اس بات کو اگر آپ پیش نظر رکھیں گے تو آپ دونوں باتوں کا cover مل جائے گا۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! یہ meandering rivers ہیں جب spur بنے گا تو لامحالہ یہ دوسری طرف رخ کرے گا۔

جناب سپیکر، اس کا بھی خیال رکھیے گا۔

وزیر آبپاشی، گورنمنٹ کے پاس اتنے فنڈز نہیں ہیں۔ اس کو بھی ماڈل سٹڈی میں ضرور رکھیں گے لیکن ایک وقت میں ایک spur بنے گا۔ دوسرے کی تیاری کریں گے اور جب دوبارہ فنڈز آئیں گے تو ان کو------

جناب سپیکر، دیکھیے۔ طریقہ تو یہی ہونا چاہیے کہ جب کوئی سکیم بنے تو وہ comprehensive scheme ہو۔ اگر ہم نے کسی مکان کی تین منزلیں بنانی ہیں تو پہلے پہلی منزل بنے گی۔ اس کے بعد دوسری۔ لیکن گنجائش رکھ کر اگر چلیں گے تو دوسری منزل بن سکے گی۔ اگر دیواریں چھوٹی رکھیں گے تو دوسری منزل نہیں بن سکے گی۔ لہذا ماڈل سٹڈی comprehensive ہونی چاہیے۔ بیشک سکیم کی ایک سٹیج پہلے مکمل ہو جائے۔

وزیر آبپاشی، جناب والا! اس کا سروے ابھی سے کروا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر، سوالات کا وقت ختم ہوتا ہے۔

جناب احمد یار گوندل، میرا سوال نمبر 1436 ہے۔ اس قسم کی ایک تحریک التوائے کار میرے دوست عارف حسین بخاری صاحب نے پیش کی تھی۔ یہ سکارپ نمبر 2 ہے۔ وہ مسئلہ سکارپ نمبر 1 کا تھا۔ میرے خیال میں اس کو بھی آپ کمیٹی کے سپرد کر دیں۔ اس کی حالت بھی وہی ہے جو سکارپ 1 کی ہے۔ تاکہ اکٹھا ہی سارا فیصلہ ہو جائے۔

جناب سپیکر، جب آپ سکارپ کو ریویو کریں تو اس کو بھی کر لیں---------- شرقپوری صاحب۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب والا! شرقپور شریف کے گرد کچھ دیہات ٹھٹھہ پولیاں وغیرہ۔ اس کے لیے منظوری ہو گئی ہے کہ بند بننا چاہیے۔ لیکن عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ یہ مسئلہ بھی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ بات بھی آپ وزیر صاحب سے پوچھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ تکلیف کر کے وزیر صاحب سے ملیے۔ وہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مسئلہ حل کر دیں گے۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، میں ان سے ابھی مل لیتا ہوں۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! صاحبزادہ فضل کریم کا سوال نمبر 1619 ہے۔ وہ آج صادق آباد تشریف لے گئے ہیں اور مجھے کل فرما گئے تھے کہ میں کل نہیں ہوں گا۔ براہ کرم اس کو مؤخر کر دیا جائے۔

جناب سپیکر ، وجہ کیا ہے ؟ کیوں اس کو مؤخر کر دیا جائے ؟

سید محمد عارف حسین بخاری ، وہ اس پر بات کرنا چاہتے تھے ۔

وزیر آبپاشی ، جناب والا! یہ تو کوئی بات نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، اس طرح تو سارے سوال مؤخر ہو جائیں گے ۔ دوبارہ آ جائے گا ۔ اب انشاء اللہ جلدی جلدی جواب آ جایا کریں گے ۔ ---------- جی سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! محکمہ آبپاشی کے اوپر سوالات تھے اور وزیر آبپاشی نے جوابات دیے ہیں ۔ میں ایک نکتہ پر وزیر موصوف سے یہ وضاحت چاہوں گا کہ کافی عرصہ سے اورخصوصی طور پر صوبہ پنجاب میں یہ خبریں چل رہی ہیں کہ وفاقی حکومت ورلڈ بنک کی ہدایت پر صوبائی محکمہ آبپاشی کو ختم کر رہی ہے اور اس سلسلہ میں وفاقی حکومت نے ایک مسودہ قانون بھی پنجاب حکومت کو بھیجا ہے جو کہ زیر غور ہے ۔ میں اس بات پہ یہ وضاحت چاہوں گا کہ آیا صوبائی حکومت محکمہ آبپاشی اور نکاسی آب کو نجی اداروں کے حوالے کر رہی ہے ؟ کیونکہ ہمارے صوبہ پنجاب میں نہروں کا نظام سو سال پرانا ہے ۔ اور نہریں صوبہ پنجاب کا زیور ہیں۔ اور اس سے جو بھی پریشانیاں کاشتکاروں کو اور زمینداروں کو ہوں گی اور اس کی نجکاری سے جو مہنگائی بڑھے گی۔

جناب سپیکر ، آپ کا سوال واضح ہے ۔ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں ہے ۔ اگر منسٹر صاحب کوئی catagorical جواب دے سکتے ہیں تو دے دیں۔

وزیر آبپاشی ، جناب والا! ہم نے پرائیویٹائزیشن کے بارے میں catagorical جواب دیا ہے کہ ہم اس محکمہ کو پرائیویٹائز کرنے کے حق میں نہیں ہیں۔ لیکن ابھی تجاویز ورلڈ بنک سے اور فیڈرل گورنمنٹ سے یہ آ رہی ہیں کہ جس طرح ایریا الیکٹرسٹی بورڈ واپڈا کے بنے ہیں اس طرح PIDA پنجاب ایریگیشن ڈرینیج اتھارٹی بنا دی جائے ۔ جس میں عوامی نمائندوں کو بھی نمائندگی دی جائے ۔ اور جس طرح ایریا بورڈز ہیں اسی طرح کا سٹرکچر ہو گا لیکن وہ حکومت کے کنٹرول میں ہو گی ۔

MR SPEAKER: Under the control of Government of the Punjab?

وزیر آبپاشی ، جی ہاں Under the control of the Government of the Punjab ہم ان کی پرائیویٹائزیشن والی بات نہیں مان رہے ۔

جناب سپیکر : کیا Privatisation of the Irrigation کو حکومت پنجاب نہیں مان رہی ؟

وزیر آبپاشی : جی ہاں !

جناب سپیکر : میں نے آپ کی بات کو واضح کیا ہے ۔ بڑی مہربانی !---------- چودھری اصغر علی گجر !

چودھری اصغر علی گجر : جناب سپیکر! میں آج صرف یہ بات کرنی چاہتا تھا ۔ کہ آج جس ماحول میں سوال کرنے والے نے سوال کیا اور جواب دینے والے نے جواب دیا اور مانیٹرنگ کرنے والے نے مانیٹرنگ کی مجھے وہ ماحول بہت اچھا لگا ۔ سوال کرنے والے نے بہت اچھے انداز سے سوال کیا اور جواب دینے والے نے بھی نے اپنی استعداد کے مطابق جواب دیا اور جناب سپیکر نے بھی اس کی افادیت کا بڑا تحفظ کیا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اسی طرح کا ماحول چلتا رہے تو اس کی افادیت ظاہر ہونا شروع ہو جائے گی ۔

جناب سپیکر : بڑی مہربانی۔ میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ اس دور میں جب کہ لوگ صرف شکایت کرنے کے عادی ہیں ۔کیا کسی شخص کو کلمہ خیر کہنے کی توفیق بھی نصیب ہوئی ؟

جناب محمد خلیل الرحمٰن چشتی : جناب سپیکر! میں سلہری صاحب کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں اور بڑے ادب سے کرنی چاہتا ہوں کہ چند مہینوں کے بعد peddy season شروع ہو رہا ہے ۔ اور نہری نظام میں اس کا بہت حصہ ہے ۔ ابھی تک یہ ہوتا رہا ہے کہ بھل صفائی کی جا رہی ہے ۔ اس کے پشتے تعمیر کیے جا رہے ہیں جناب والا! اس دفعہ کچھ نہیں ہوا ۔ کیونکہ نہیں ہوا ۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ایک کیس ہائیکورٹ میں چل رہا ہے ۔ جتنی 1995-96ء کی اے ڈی پی تھی اس کے بل وغیرہ انھوں نے روکے ہوئے ہیں ۔ اس کے بل وغیرہ ادا نہیں ہوئے ۔ اس لیے وہ پشتے بھی نہیں بنے ' کھدائی بھی نہیں ہوئی ۔ یہ نہری نظام کیسے چلے گا ۔ کیا یہ ہائیکورٹ میں کیس کو pursue کر رہے ہیں ؟ اس کے بارے میں میں آپ کی وساطت سے ان سے دریافت کرنا چاہوں گا ۔

وزیر آبپاشی: ہائیکورٹ کا ایک آرڈر ہے ۔ ہم اس کو pursue کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر : اس کو vigorously pursue کیجیے گا اور لوگوں کی مشکلات کے تحت اچھے وکیل

کیجیے۔ بعض اوقات خود میں نے ہائی کورٹ سے بات کی ہے کہ آپ کے یہاں بڑی دیر تک معاملات مؤخر ہوتے رہتے ہیں ۔ تو مجھے جو جواب دیا گیا وہ یہ تھا کہ جو وکیل آپ محکموں کی طرف سے بھیجتے ہیں جب ان کو proper briefing نہیں ہوتی تو وہ وہاں آ کے صحیح دلائل نہیں دیتے ۔ ان کے کھنے لڑکھڑا رہے ہوتے ہیں تو پھر ان کے حق میں کیسے فیصلہ دیا جا سکتا ہے ۔ از راہ کرم عوامی سطح کے مسائل اور ان کی اہمیت کے پیش نظر اچھی طرح سے اپنے مقدمات عدالتوں میں pursue کیا کریں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! وزیر آبپاشی نے ایک بہت ہی اہم مسئلے کے سلسلے میں بہت مختصر بات کہی ہے کہ پنجاب کی حکومت نجکاری کے خلاف ہے ۔ لیکن ہم یہ جاننا چاہتے کہ یہ اتنا بڑا مسئلہ ہے اور پنجاب کہ جس میں دنیا کا سب سے بڑا نہری نظام موجود ہے ۔ اسے وفاقی سطح پر صدر گرامی قدر نے نجکاری کے مسودے کی تمام صوبوں کی مخالفت کے باوجود منظوری دے دی اور اس پر عملدرآمد کا حکم جاری فرما دیا گیا ۔ ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا وہ حکم عارضی طور پر معطل ہو گیا ہے ۔ صوبائی حکومت کی درخواست پر اس میں کوئی تبدیلی واقع ہو گئی ہے ۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے ۔

جناب سپیکر، ایرگیشن کو کسی دن ایجنڈے پر رکھ لیجیے اور اس پر پورے طور پر بحث ہو جائے ۔

سید تابش الوری، میں یہ چاہ رہا تھا کہ تازہ ترین صورت حال کیا ہے ۔

جناب سپیکر ، انھوں نے جو بات کی ہے وہ بڑی واضح ہے ۔ ایرگیشن کو ایجنڈے پر لے آئیں گے اور اس پر پوری بحث کر لیں گے ۔ آپ کا شکریہ۔ تشریف رکھیے ۔ وقفۂ سوالات ختم ہوتا ہے ۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں ۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

منڈی بہاؤالدین میں ٹیوب ویلوں کی تعداد

*1436۔ چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

سکارپ II ' منڈی بہاؤالدین میں کل کتنے ٹیوب ویل ہیں ان میں سے کتنے ٹیوب ویل ایسے ہیں جو عرصہ ایک سال سے بند پڑے ہیں اور کتنے ٹیوب ویل ایک سال سے زائد عرصہ سے خراب پڑے ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

سکارپ نمبر II منڈی بہاؤالدین ٹیوب ویل آپریشن ڈویژن میں کل ۸۶۶ ٹیوب ویل نصب کیے گئے ہیں۔ ان میں سے ۶۳ ٹیوب ویل مستقل طور بوجہ خرابی بور اور کھارے پانی بند ہیں جبکہ ۸۰۳ ٹیوب ویل چالو حالت (Operable Condition) میں ہیں۔ان چالو حالت کے ٹیوب ویلوں میں سے ۴ ٹیوب ویل تقریباً ایک سال کے عرصہ سے بند ہیں جبکہ ۱۸۰ ٹیوب ویل ایک سال سے زائد عرصہ سے ٹرانسفارمر اور مشینری میں دیگر نقائص کی وجہ سے خراب ہیں۔

مائنر کی ریماڈلنگ کے اقدامات

*1463۔ سید محمد عارف حسین بخاری، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ فتیکی مائنر (خانکی ڈویژن) کے کنارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہیں اور ان میں اکثر شگاف پڑتے رہے ہیں۔ جن کے باعث ٹیل پر پانی نہیں پہنچتا۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ مائنر کی ریماڈلنگ کب تک کر دی جائے گی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) فتیکی مائنر سکھیکی راجباہ کی برجی نمبری 10527-1 سے نکلتا ہے اور سکھیکی ٹاؤن کے قریب سے گزرتا ہے۔ جس کی وجہ سے tress passing بہت زیادہ ہے۔اور اس کے کنارے ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہتے ہیں۔ جن کو محکمانہ عملہ کی مدد سے فوری مرمت کر دیا جاتا ہے تاکہ کناروں کا زیادہ نقصان نہ ہو۔ مائنر کے اندر کوڑا کرکٹ پھینکے جانے اور مویشیوں کے بیٹھنے کی وجہ سے پانی کی گذر گاہ متاثر ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے نہری پانی کے بہاؤ میں جگہ جگہ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ جس کے باعث ٹیل پر پانی کی کمی واقع ہوتی ہے۔ جسے دور کرنے کے لئے ہیڈ سے پانی کی سپلائی زیادہ کرنی پڑتی ہے۔

(ب) فتیکی مائنر کے کناروں کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لیے اس کی سکیم ISRP (منصوبہ بحالی انہار) کے تحت اسی سال میں شامل کر لی گئی ہے۔جو بعد منظوری آئندہ سال 96-1995ء میں مکمل ہو جائیگی۔ جس سے صورت حال بہت بہتر ہو جائیگی اور ٹیل پر پانی کی کمی باقی نہیں رہے گی۔

راجباہ کی تعمیر

*1619۔ صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راجباہ دیوال تحصیل بھلوال کی تعمیر Nes Pak کے فراہم کردہ ڈیزائن اور نقشے کے مطابق کی گئی ہے اگر ایسا ہے تو ٹیل سے برجی نمبر۲، تک اس کا لیول Reverse Slope کیوں کر ہو گیا ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ آبپاشی کا فیلڈ سٹاف راجباہ کی تعمیر کے دوران لیول کی غلطی تسلیم کرتا ہے لیکن کوئی اہلکار اس غلطی کی درستگی کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار نہ ہے۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ ٹیل راجباہ دیوال تحصیل بھلوال گزشتہ چھ ماہ سے بالکل خشک ہے اور محکمہ کے ریکارڈ میں اسے فل چلتی ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ۵۰ لاکھ روپے سے تعمیر ہونے والی اس سکیم کی درستگی کے لئے ایسے اقدامات کر رہی ہے جس سے زمینداروں کو کما حقہ ہو فائدہ ہو سکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) یہ درست ہے کہ راجباہ کی تعمیر نیس پاک کے فراہم کردہ ڈیزائن اور نقشہ کے مطابق ہو رہی ہے چند ایک جگہ پر لیول کا فرق تھا۔ جسے دور کر دیا گیا ہے۔

(ب) چند ایک جگہ پر لیول کی غلطی ہو گئی تھی جسے درست کر دیا گیا ہے اور ایس ڈی او اور اوورسیئر متعلقہ کی جواب طلبی کی گئی ہے۔

(ج) چند دن پانی کی سپلائی کم ہونے کی وجہ سے راجباہ فل نہ چلائی جا سکی جس کی اب سپلائی پوری کر دی گئی ہے۔

(د) راجباہ کی تعمیر نیس پاک کے فراہم کردہ ڈیزائن کے مطابق ہو رہی ہے اور کام مکمل ہونے کے بعد اس کا کماحقہا ہو فائدہ زمینداران کو پہنچے گا۔

زمینداروں کو معاوضہ کی ادائیگی کے اقدامات

*1720۔ میاں امتیاز احمد: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رحیم یار خان میں لوئر صادق برانچ کو پختہ کیا گیا ہے اور اس کے متبادل نہر بنائی گئی ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ یہ منصوبہ پانچ سال میں مکمل ہونا تھا اور زمینداروں کو متبادل نہر بنانے کے سلسلے میں ان کی جو زمین حاصل کی گئی اس کی لیز اور فصلوں کے نقصان کا معاوضہ بھی دینا تھا اگر ہاں تو لوئر صادق برانچ پر کن کن زمینداروں کو ان کی زمین کے نقصان کا معاوضہ ادا کیا گیا ان کے نام اور معاوضہ کی رقم بتائی جائے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ محکمہ واپڈا کے اسکارپ کے افسروں اور ٹھیکیداروں نے ملی بھگت سے جعلی بلوں کے ذریعے زمینداروں کے نقصان کی رقم نکلوا کر ہضم کر لی اگر ہاں تو ذمہ دار افراد کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے اور زمینداروں کو کب تک ادائیگی کی جائے گی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

مذکورہ سوال، سکارپ نمبر ۶ پنجند عباسیہ سے متعلق ہے جس پر واپڈا عملدرآمد کر رہا ہے۔ واپڈا سے حاصل کردہ رپورٹ کی روشنی میں سوال کے مختلف جزو ہائے کا جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) جی ہاں۔ سکارپ نمبر ۶ منصوبہ کے تحت واپڈا لوئر صادق برانچ کو پختہ کرنے کے لئے متبادل نہر بنائی۔

(ب) جی ہاں۔لوئر صادق برانچ پر جن جن زمینداروں کو معاوضہ کی رقم ادا کی گئی ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے جبکہ بقیہ معاوضہ کی ادائیگی کے لئے تخمینہ جات (Assesment) تیار کئے گئے ہیں اور فنڈز کی دستیابی پر معاوضہ کی رقم جلد ادا کر دی جائے گی۔

(ج) الزام درست نہ ہے ۔معاوضہ کے تخمینہ جات (Assesment) کی تیاری اور رقم کی ادائیگی واپڈا کے لینڈ ایکوزیشن کلکٹر (L A C) کے ذریعہ کی جاتی ہے خورد برد کی شکایت واپڈا کے علم میں نہ ہے۔ ۳۰جون ۱۹۹۵ء تک کے بقیہ معاوضہ کے تخمینہ جات تیار کیے گئے ہیں اور فنڈز کی دستیابی پر متاثرین کو جلد رقم کی ادائیگی کر دی جائے گی۔

باغات کے لیے پانی کے کوٹے کی تخصیص

*1748۔ میاں امتیاز احمد: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) پنجند کینال پر باغات کے لئے پانی کا کتنا کوٹہ مقرر ہے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ۱۹۹۰ء سے لے کر دسمبر ۱۹۹۴ء تک رحیم یار خان ڈویژن کے ایس ای صاحبان غیر قانونی طور پر باغات کا پانی منظور کرتے رہے ہیں اگر ایسا ہے تو ان کے خلاف کیا کارروائی کی جا رہی ہے۔ اگر پانی غیر قانونی طور پر منظور کیا گیا ہے تو کیا حکومت اسے کینسل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) پنجند کینال پر کل ۱۷۷،۷۵ کیوسک پانی باغات کے لئے مقرر ہے۔

(ب) سال ۱۹۹۰ء سے لے کر سال ۱۹۹۲ء تک کوئی غیر قانونی طور پر باغات کا پانی رحیم خان سرکل میں منظور نہ ہوا ہے۔ البتہ ۲۰ جنوری ۱۹۹۳ء سے ۲۲۔ اگست ۱۹۹۳ء تک اور ۱۹ مئی ۱۹۹۴ء سے ۱۴ دسمبر ۱۹۹۴ء تک مذکورہ سرکل میں جو باغات قواعد و ضوابط کے مطابق منظور نہ ہوتے تھے وہ منسوخ کر دیے گئے ہیں اور قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کرنے والے افسران کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔

آبیانہ کی وصولی

*1781۔ جناب غلام حیدر خان کھچی: کیا وزیر آبپاشی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سرگانہ مائنر ویسٹرن بار ڈویژن پچھلے دو تین سالوں سے خشک پڑی ہے اور آبپاشی کی سہولتیں پہنچانے کے لئے ناکارہ ہو چکی ہے

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو آیا وہاں کے زمینداروں سے آبیانہ وصول کیا جا رہا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) درست نہ ہے۔ سرگانہ مائنر ویسٹرن بار ڈویژن میں پانی حق کے مطابق چلتا رہا ہے ٹیل پر پانی کی کمی کی شکایت موصول نہ ہوئی ہے۔ البتہ جب کبھی دریا میں پانی کی کمی ہو تو پروگرام

وارہ بندی مذکورہ مائنر پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(ب) جواب اثبات میں نہ ہے۔

سالم ڈرین کی کھدائی

*1790۔ حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال میں سالم ڈرین کی کھدائی کس سال کی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ عرصہ ۱۵ سال گزرنے کے باوجود مذکورہ نالہ کی کھدائی نہ ہونے کی وجہ سے مکینوں کے کچے مکانات گر گئے ہیں۔

(ج) اگر جز(الف) اور (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت سالم سیم ڈرین کی کھدائی کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) سالم پاؤنڈ ڈرین تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا ۸۲-۱۹۸۱ء میں تعمیر کی گئی۔

(ب) یہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ نالہ کی تعمیر کو تو تقریباً ۱۳ سال ہوئے ہیں اور آخری مرتبہ سیم نالہ کی صفائی و مرمت جون ۱۹۹۴ء کو محکمہ نے کرائی ہے سیم نالہ کے ساتھ کوئی آبادی نہ ہے البتہ اس کے گردونواح میں ڈیرہ جات ہیں جو موقعہ پر صحیح حالت میں موجود ہیں۔

(ج) سیم نالہ کی صفائی جون ۱۹۹۴ء میں کرائی گئی اس لئے اب اس کی دوبارہ پھل صفائی کی ضرورت فی الحال نہیں ہے۔

قصبہ پھلروان کے کوارٹروں میں بجلی کی فراہمی

*1792۔ حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا کے قصبہ پھلروان کی بیواؤں کے لئے انتالیس کوارٹرز تعمیر کیے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت نے ابھی تک ان بیواؤں کے کوارٹرز کو بجلی مہیا نہیں کی۔

(ج) اگر جز(الف) اور (ب) کا جواب ہاں میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا کوارٹرز کو بجلی مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)،

واپڈا کی رپورٹ کے مطابق جواب حسب ذیل ہے

(الف) ہاں یہ حقیقت ہے کہ قصبہ پھلرواں تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں ۳۹ عدد کوارٹرز بیواؤں کے لئے تعمیر ہوئے ہیں۔

(ب) ہاں یہ حقیقت ہے کہ ان کوارٹرز کو بجلی کا کنکشن نہیں ملا۔

(ج) محکمہ واپڈا کے پاس بیواؤں کے کوارٹروں کو بجلی دینے کے لئے علیحدہ سے کوئی فنڈز موجود نہیں ہیں البتہ ۱۱ کے وی لائن کوارٹروں کے نزدیک سے گزرتی ہے اگر متعلقہ ایم این اے اپنے کوٹہ ۱۹۹۵ء سے ان کوارٹروں کی فراہمی بجلی کی منظوری دے دیں یا ضلعی سوشل ایکشن بورڈ منظوری دے دے تو واپڈا نے کہا ہے کہ بجلی مہیا کرنے کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

اٹاوہ مائنر کی لائننگ

*1798- چودھری محمد اقبال، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ اٹاوہ مائنر (گوجرانوالہ) ایک ششماہی نہر ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نہر کی لائیننگ نہ ہونے کی وجہ سے زمیندار کما حقہٗ ہو' فائدہ حاصل نہیں کر سکتے۔

(ج) کیا محکمہ انہار اس نہر کی دوبارہ لائننگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی (سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔اس نہر کے سارے زمینداران بخوبی آبپاشی کر رہے ہیں۔البتہ اس کی مکمل لائیننگ ہونے سے مزید بہتر آبپاشی ہو سکتی ہے۔

(ج) اس وقت اس کی لائننگ کا کوئی منصوبہ محکمہ نہر کے زیر غور نہ ہے۔

اٹاوہ مائنر کی ٹیل پر پانی کی چیکنگ

*1799- چودھری محمد اقبال، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) سال ۱۹۹۵ء میں اٹاوہ مائنر میں محکمہ کے اصول/ رولز کے تحت کس تاریخ کو پانی چھوڑنا چاہیے

تھا اور کس تاریخ کو پانی چھوڑا گیا۔

(ب) اگر مذکورہ نہر میں پانی تاخیر سے چھوڑا گیا تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور اٹاوہ مائنر کے ٹیل گوجرانوالہ پر پانی کس تاریخ کو پہنچا اگر یہ پانی تاخیر سے پہنچا تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

(ج) سال ۱۹۹۵ء میں مذکورہ محکمے کے کس کس افسر نے اٹاوہ مائنر کی ٹیل چیک کی اس افسر کا نام چیکنگ کی تاریخ کیا تھی؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری):

(الف) اٹاوہ مائنر ایک ششماہی نہر ہے جو کہ فصل خریف کو پانی دینے کے لیے ہے اورفصل ربیع کی کٹائی کے بعد زمینداران کی مانگ کے فوراً بعد پانی کھول دیا جاتا ہے۔ پروگرام کے مطابق ۱۵۔ اپریل کو پانی چھوڑا جاتا ہے۔ اس سال اٹاوہ مائنر میں پانی ۳۰ مئی۱۹۹۵ء کو زمینداران کی مانگ موصول ہونے پر چھوڑا گیا۔

(ب) مذکورہ نہر میں پانی زمینداران کی ضرورت کے مطابق چھوڑا گیا۔اٹاوہ نہرشہر میں سے گزرتی ہے۔ شہر کے لوگ کوڑا کرکٹ اس میں ڈال دیتے ہیں چنانچہ نہر کی صفائی اور موگہ جات کی درستی کرنے کے بعد پانی چھوڑا گیا جس کی وجہ سے دیر ہوگئی اور پانی مذکورہ نہر کی ٹیل پر ۲۱ جون ۱۹۹۵ء کو پہنچا جو کہ محکمہ نہر کے عملہ کی سرتوڑ کوششوں سے پانی کی چوری کی روک تھام کے بعد ٹیل پر پہنچایا گیا۔

(ج)

مہتمم گوجرانوالہ ڈویژن	ایس ڈی او گوجرانوالہ	سب انجینئر گوجرانوالہ
۱۶-۶-۹۵	۲۰-۶-۹۵	۱۵-۶-۹۵
۲۰-۶-۹۵	۲۱-۶-۹۵	۱۸-۶-۹۵
۲۱-۶-۹۵	۲۴-۶-۹۵	۲۰-۶-۹۵
۳-۷-۹۵	۴-۷-۹۵	

واٹر ٹیکس کی وصولی

*1842۔ رانا محمد اقبال خان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ راجباہ نیاز بیگ میں زیادہ غلہ اگاؤ سکیم کے تحت ٹیوب ویل لگائے گئے تھے اگر ایسا ہے تو ان کی تعداد کتنی ہے اور اس وقت کتنے ٹیوب ویل چالو حالت میں ہیں اور

کتنے کب سے خراب پڑے ہیں نیز ان کی دیکھ بھال پر کتنا عملہ تعینات ہے اور ان پر سالانہ کتنا روپیہ خرچ ہوتا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ جہاں جہاں ٹیوب ویل خراب پڑے ہیں وہاں کے زمینداروں سے واٹر ٹیکس بھی وصول کیا جارہا ہے اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) راجباہ نیاز بیگ کے ساتھ ۴۸ ٹیوب ویل زیادہ غذا اگاؤ سکیم کے تحت ۲۵ سال قبل لگائے گئے تھے۔ ۱۷ عدد ٹیوب ویل بور ڈیمیج کی وجہ سے مستقل طور پر ناکارہ ہو گئے ہیں باقی ماندہ قابل استعمال ۳۱ ٹیوب ویل ہیں ان میں سے ۳ ٹیوب ویل بوجہ ٹرانسفارمر کی چوری اور ۷ ٹرانسفارمر کی خرابی مختلف تاریخوں سے بند ہیں۔ اس ضمن میں واپڈا کو بذریعہ خط و کتابت اور میٹنگز میں بار بار یاد دہانی کرائی گئی ہے۔دس عدد ٹیوب ویل مختلف مکینیکل نقص از خود موٹر کا جلنا سٹارٹر کا جلنا اور پمپ کا کھلنا وغیرہ کی وجہ سے بند ہیں گزشتہ سال میں دیئے گئے قلیل فنڈز اور امسال فنڈز کی تاحال عدم دستیابی کی وجہ سے یہ چالو نہ ہوئے یہ امر قابل ذکر ہے کہ ٹیوب ویل سکیم نہایت پرانی ہونے کی وجہ سے یہاں ٹیوب ویل مشینری مسلسل شکست و ریخت سے خراب ہوئی ہے جہاں تک ان پر تعینات عملہ کا تعلق ہے وہ ایک سب انجینئر۔ ایک فورمین۔ ایک الیکٹریشن اور ایک آپریٹر فی چالو ٹیوب ویل پر مشتمل ہے جن پر سالانہ اخراجات تنخواہ وغیرہ ۷۲۸۰۹۹ روپے(سات لاکھ اڑسٹھ ہزار ننانوے روپے) ہیں۔

(ب) یہ درست نہیں ہے کاشتکاران کو ٹیوب ویل بند ہونے پر واٹر ٹیکس تشخیص نہیں کیا گیا ہے۔

چک نمبر ۶۳ /ڈی کو بجلی کی فراہمی

*1861۔جناب ارشد عمران سلہری: کیاوزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ حقیقت ہے کہ چک نمبر ۶۳ /ڈی تحصیل و ضلع پاکپتن شریف کے مکین بجلی کی سہولت سے محروم ہیں جب کہ مذکورہ چک میں سال ۱۹۸۸ء میں بجلی کے پول بھی نصب کر دیئے گئے تھے۔

(ب) کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ چک کی آبادی تقریباً ۲۰۰۰ نفوس سے زائد ہے اور ۱۱۔ کے وی

چک کے درمیان سے گزرتی ہے اور مذکورہ چک کے قریبی چکوک کو بجلی کی سہولت میسر ہے۔

(ج) اگر جز(الف)و(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ چک کو بجلی مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)،

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ طلب کی گئی ہے جس کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) یہ درست ہے اور یہ بھی درست ہے کہ چک نمبر ۶۳۔ڈی میں سال۱۹۸۸ء میں پول نصب کر دیے گئے تھے۔

(ب) یہ درست ہے کہ مذکورہ چک کی آبادی تقریباً ۲۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے اور 11 کے وی لائن چک مذکورہ کے درمیان سے گذرتی ہے۔

(ج) ہاں حکومت مذکورہ چک کو بجلی کی سہولت دے رہی ہے ایریا الیکٹریسٹی بورڈ ملتان میں نئے اور پرانے کام کافی تعداد میں ہیں۔ جس کی وجہ سے سامان کی کمی رہی ہے اس کام کے دسمبر ۱۹۹۵ء کے آخر تک مکمل ہو جانے کی توقع ہے۔

نالے کے دروں کی صفائی کے اقدامات

*1878۔ جناب امان اللہ خان بابر، کیاوزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نارووال شکر گڑھ ریلوے لائن موضع جسنر کے قریب نالا بسنتر پر سے گزرتی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نالا پر ریلوے لائن کے پل کے تمام درے مٹی سے بند ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے نالے کا پانی پل کے پیچھے سے اچھلتا رہتا ہے اور جس سے موضع جسنر، گگے کے اور قیام پور کے گاؤں کو نقصان پہنچتا ہے۔

(ج) اگر جز(الف)و(ب) کاجواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ نالے کے دروں کو موسم برسات سے پہلے صاف کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اسکی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ تمام درے بند ہیں پانی بھی پل کے نیچے سے گزرتا ہے اگر کچھ درے Choke Up ہوئے ہیں تو اس کا تعلق محکمہ ریلوے سے ہے اور وہ ہی اس بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں۔

(ج) محکمہ ریلوے سے متعلقہ ہے۔

ضلع نارووال کا سیلاب سے تحفظ

*1963۔ جناب امان اللہ خان بابر، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع نارووال میں دریائے راوی اور دیگر برساتی نالے موسم برسات میں سیلاب سے بہت نقصان کرتے ہیں اگر ہاں تو ان برساتی نالوں کے نام کیا ہیں۔

(ب) حکومت نے ضلع نارووال کے عوام کو سیلاب سے بچانے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے ہیں اور مزید کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے۔ تفصیلات مہیا کی جائیں اور اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع نارووال میں دریائے راوی اور دیگر نالے موسم برسات میں سیلاب سے بہت نقصان کرتے ہیں۔برساتی نالوں کے مندرجہ ذیل نام ہیں:۔

۱۔ نالہ ترناہ ۲۔ نالہ بیئیں ۳۔ بسنتر نالہ ۴۔ بڈھی نالہ ۵۔ جھجری نالہ ۶۔ ڈیک نالہ

(ب) حکومت نے ضلع نارووال کے عوام کو سیلاب سے بچانے کے لیے درج ذیل اقدامات کیے ہیں۔

۱۔ جلالہ فلڈ بند کی دوبارہ بحالی

۲۔ حاجی پورہ گجراں اور بھیکو چک فلڈ بندوں کے درمیان سے ایک نئے بند کی تعمیر

۳۔ پوران والہ اور دیگر گاؤں کو سیلاب سے بچانے کے لیے تحفظ مہیا کرنا

۴۔ فیض پور گاؤں کے نزدیک رئیسا فلڈ بند کی برجی نمبر 65000/L دریائے راوی کا رُخ موڑنا

۵۔ رئیسا فلڈ بند کی برجی 89000 پر دریائے راوی کا رُخ موڑنا۔

۶۔ جنگو چک کی آبادی اور زرعی اراضی کو نالہ ڈیک کی تباہ کاریوں سے بچانا

۷۔ مراله راوی لنک کینال کی بائیں جانب برجی نمبر 294/L پر INLET تعمیر کرنا۔

ان میں سے پہلی چھ سکیموں پر موقعہ پر کام جاری ہے جو اپریل 1996ء تک مکمل ہو جائے گا۔ ساتویں سکیم کی ڈرائنگ سنٹرل ڈیزائن آفس لاہور میں چیک ہو رہی ہے اس کی منظوری کے بعد یہ کام شروع ہو جائے گا۔

بقیہ بندوں کی تعمیر کے اقدامات

*1980۔ ملک غلام شبیر جوئیہ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ دریائے سندھ کے کٹاؤ سے بچانے کے لئے مواضعات پپلاں علووالی اور موسیٰ والی کے مقامات پر تین حفاظتی بند تعمیر کرنے کی غرض سے فنڈز منظور ہو چکے ہیں اگر ایسا ہے تو مذکورہ تینوں حفاظتی بندوں کی تعمیر پر کل کتنی لاگت کا تخمینہ تیار کیا گیا ہے۔ تخمینہ کی لاگت بند وار فراہم کی جائے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ پپلاں حفاظتی بند تعمیر ہو چکا ہے اگر ہاں تو اس پر کل کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اور کتنی بقایا ہے۔

(ج) کیا پپلاں حفاظتی بند کی تعمیر پر اتنی ہی رقم خرچ ہوئی ہے جتنی رقم کا تخمینہ منظور ہوا تھا۔

(د) کیا حکومت بقیہ دونوں حفاظتی بند یعنی علووالی اور موسیٰ والی کی تعمیر کا بھی ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) دریائے سندھ کے کٹاؤ سے بچاؤ کے لئے مواضعات پپلاں علووالی اور بھکڑا کے لئے 74.98 ملین روپے کی سکیم جنوری 1995ء میں منظور ہوئی تھی۔ جس کے بعد پپلاں سپر کی تعمیر شروع کی گئی۔ جو پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے۔ پپلاں سپر کے بننے سے دریا کا رخ دائیں کنارے کی طرف ہو گیا ہے باقی دو سپر جو کہ بھکڑا اور علووالی کے لئے منظور ہوئے تھے۔ ان کی Model Study ہو رہی ہے۔ جس کے بعد ان دونوں جگہوں کی حفاظت کے لیے بند یا سپر بنا دیئے جائیں گے۔ جو آئندہ فلڈ سے پہلے مکمل ہو جائیں گے۔

(ب) یہ درست ہے کہ پپلاں سپر مکمل ہو چکا ہے۔ اور اس پر تقریباً 30 ملین روپے خرچ ہو چکے ہیں۔

جبکہ مشینری کے کرایہ کی ادائیگی پر دس(10) ملین روپے خرچ ہونے بتایا ہیں۔

(ج) مذکورہ سکیم کا تخمینہ لاگت 1992ء کے منظور کردہ ریٹس کے مطابق 25 ملین لگایا گیا تھا۔ جبکہ ٹینڈر ریٹ کے بعد کل لاگت 40 ملین ہو گئی ہے۔

(د) جی ہاں۔ سکیم مواضعات علووالی اور بھکڑا کے بچاؤ کے لئے تیار کی گئی تھی لیکن عوام کے پرزور مطالبہ پر بھکڑا کی بجائے موسیٰ والی کے بچاؤ کی خاطر سپر کی تعمیر کا منصوبہ تیار ہو رہا ہے۔اس سکیم کے ڈیزائن کی تیاری کا کام محکمہ آبپاشی کے تحقیقاتی ادارہ میں زیر کارروائی ہے۔ مکمل ہونے پر کام شروع کر دیا جائے گا۔

سرکاری اراضی کی واگزاری

*2029۔ چودھری غلام احمد خان: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم میرے نشان زدہ سوال نمبر1442 جس کا جواب ایوان میں مورخہ7 فروری 1995ء کو دیا گیا تھا کے حوالے سے بیان فرمائیں گے کہ قادر آباد لنک اور قادر آباد بلوکی لنک سے سرکاری اراضی پر ناجائز قابضین سے حکومت نے قبضہ حاصل کر لیا ہے یا نہیں اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری):

قادر آباد بلوکی لنک کینال کی برجی 213 تا 215 پر ناجائز قابضین کو بذریعہ مجسٹریٹ بیدخل کر دیا گیا ہے۔جبکہ باقی ماندہ ناجائز قابضین کو بیدخل کرنے کی کوشش جاری ہے اور ڈپٹی کمشنر شیخوپورہ سے رابطہ کیا گیا ہے۔

نہر فورڈ واہ کی صفائی کے اقدامات

*2115 (الف)۔ پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع بہاول نگر کی نہر فورڈ واہ ششماہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ نہر فورڈ واہ اپنا 3000 کیوسک پانی کا کوٹہ برداشت نہیں کر سکتی کیونکہ اس نہر کی صفائی کا کام کئی سالوں سے نہیں ہوا۔نیز نہر فورڈ واہ کی صفائی کا کام آخری بار کس سال میں ہوا تھا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ نہر کی صفائی کروانے اور اسے بارہ ماہی بنانے کو تیار ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ کیونکہ نہر اپنے سیزن میں 3600 کیوسک ڈسچارج تک چل سکتی ہے۔جوکہ اس کے ڈیزائن ڈسچارج 3447 کیوسک سے زیادہ ہے۔اس لئے بڑی نہریں جتنی کہ فورڈ واہ ہے یہ بھل صفائی میں نہیں آتی۔

(ج) چونکہ نہر فورڈ واہ کی حالت بہت اچھی ہے۔اور سیزن میں اپنے مطلوبہ ڈسچارج / ڈیزائین کے مطابق چلتی رہتی ہے اس لئے اس کی صفائی کروانے کی ضرورت نہیں۔

تاوان کی وصولی کے اقدامات

*2119۔ ملک کرامت علی کھوکھر: کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گزشتہ دس سال سے صوبہ میں لاتعداد تاوان کے کیس التواء میں پڑے ہوئے ہیں جن کے باقاعدہ فیصلے بھی نہیں کئے جا رہے ہیں۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ تاوان کیسوں کا فیصلہ نہ کر کے ایک طرف تو بااثر زمینداروں کا نہری پانی توڑ کر ٹیلوں پر واقع رقبہ کو سیراب کرنے اور غریب کاشتکاروں کی حق تلفی کے رجحان کو تقویت دی جا رہی ہے اور دوسری طرف حکومت کو ہر سال کروڑوں روپے کے ریونیو سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ محکمہ کے ذمہ دار افسران اپنی خدمات سرانجام نہیں دیتے دفتروں سے غائب رہتے ہیں اور جب کچھ دیر کے لئے دفتر آتے ہیں تو وہ ٹھیکیداروں سے سودے بازی میں گزار دیتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ نہری پانی کی چوری کے بڑھتے ہوئے رجحان کو روکنے کے لئے وزیر اعلیٰ کے احکامات کو مذکورہ محکمہ نظر انداز کر رہا ہے۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت ٹیلوں کے رقبہ جات اور غریب کاشتکاروں کی بہتری اور تحفظ کے پیش نظر ہنگامی بنیادوں پر کب تک تاوان وصول کرنے کا ارادہ رکھتی

ہے نیز کیا اس سلسلے میں حتمی تاریخ مقرر کر کے مذکورہ افسران کو تاوان وصول کرنے کے لیے پابند کیا جارہا ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) یہ درست ہے کہ صوبہ بھر میں متعدد تاوان کیسز حتمی فیصلے کے منتظر ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تاوان کے فیصلوں کے خلاف کئی عدالتوں میں اپیلیں کی جاتی ہیں۔جن اشخاص کے خلاف تاوان ڈالا جاتا ہے وہ مختلف بہانوں سے سپرنٹنڈنگ کینال آفیسر / کمشنر / بورڈ آف ریونیو کی عدالت ہائے میں اپیل میں چلے جاتے ہیں۔

(ب) محکمے کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ قواعد کے تقاضے پورے کرتے ہوئے جلد از جلد تاوان کیسز کا فیصلہ کیا جائے۔فیصلہ میں تاخیر قانونی تقاضے پورے کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے محکمہ کی طرف سے تساہل نہ ہے۔

(ج) سوال غلط فہمی پر مبنی ہے۔تمام افسران اپنے فرائض تندہی اور ایمانداری سے انجام دیتے ہیں۔

(د) پانی کی چوری کو روکنا محکمہ کی اولین ذمہ داری ہے اور وزیر اعلیٰ کے احکامات کو نظر انداز کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(ہ) عائد شدہ تاوان کی وصولی بورڈ آف ریونیو کی ذمہ داری ہے۔

بجلی کی فراہمی

*2134۔ لالہ مہر لال بھیل، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ نے مندرجہ ذیل اقلیتی آبادیوں میں بجلی فراہم کرنے کا ڈائریکٹو جاری کیا تھا چک نمبر 138/ ڈی بی'چک نمبر 44/ ڈی این بی'چک نمبر 18/ ڈی این بی تحصیل یزمان ضلع بہاولپور۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس ڈائریکٹو پر چک نمبر 18/ ڈی این بی میں صرف مسلم آبادی میں بجلی فراہم کی گئی ہے جبکہ اقلیتی کالونیز میں ایک کھمبہ تک نہیں لگایا گیا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک مذکورہ اقلیتی کالونیز میں بجلی فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

اس ضمن میں واپڈا سے رپورٹ طلب کی گئی جس کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) یہ درست نہ ہے کیونکہ اقلیتی آبادیوں چک نمبر 138/ڈی بی تحصیل یزمان ضلع بہاول پور میں بجلی فراہم کرنے کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے کوئی ڈائریکٹو جاری نہ کیا گیا ہے۔ تاہم وزیر اعلیٰ پنجاب کی طرف سے ایک ڈائریکٹو چک نمبر 18/DNB تحصیل یزمان ضلع بہاول پور میں بجلی کی فراہمی کے لئے سال 94-1993ء میں جاری ہوا تھا۔

(ب) یہ درست ہے کہ جز"الف" کے جواب میں بیان کردہ وزیر اعلیٰ کے ڈائریکٹو کے تحت واپڈا نے چک نمبر 18/DNB کی مسلم آبادی کو بجلی فراہم کر دی ہے۔ کیونکہ واپڈا کی رپورٹ کے مطابق اس کی منظوری چودھری طارق بشیر چیمہ صاحب ایم پی اے نے حاصل کی تھی۔

(ج) جیسے ہی اوپر بیان کردہ اقلیتی آبادیوں کو بجلی کی فراہمی کے لئے کسی کوٹہ کے تحت منظوری کی گئی تو ان کو جتنی جلدی ممکن ہو سکا بجلی فراہم کر دی جائیگی۔

ملک پور گاؤں کے لیے حفاظتی بند کی تعمیر

*2155۔ نواب زادہ سید شمس حیدر، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 1992ء کے سیلاب نے دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر واقع گاؤں ملک پور کو کٹاؤ کی وجہ سے شدید خطرہ سے دوچار کر دیا ہے۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس گاؤں کو تباہی سے بچانے کے لئے حکومت کب تک حفاظتی بند تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) درست ہے۔۱۹۹۲ء کے سیلاب کے دوران دریا نے گاؤں کے نزدیک کٹاؤ کیا تھا اور اب یہ کٹاؤ بہت سست ہے۔ گاؤں بہت اونچی جگہ پر واقع ہے اور فوری طور پر گاؤں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

(ب) رسول بیراج سے نیچے دائیں طرف ایک سپر (SPUR) بنانے کی تجویز محکمہ ایری گیشن رسول ڈویژن نے سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں بھیجی تھی جو کہ ابھی تک consultant نیس پاک (NESPAK) کے زیر غور ہے۔

بجلی کی فراہمی

*2157۔ حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی نشان زدہ سوال نمبر 1861 "(الف)" کے جز (ج) کے حوالے سے جس کا جواب ایوان میں مورخہ30 ستمبر1995ء کو دیا گیا ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ سوال کے جواب میں یہ یقین دلایا گیا تھا کہ چک نمبر63/D تحصیل وضلع پاک پتن شریف کے مکینوں کو دسمبر1995ء کے آخر تک بجلی فراہم کر دی جائے گی مگر اب تک اس سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت مذکورہ چک کو بجلی کی فراہمی کے لئے کیا اقدامات کر رہی ہے نیز تاخیر کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

اس سلسلے میں واپڈا سے رپورٹ حاصل کی گئی اور اس رپورٹ کی روشنی میں جواب حسب ذیل ہے۔

(الف) یہ درست ہے کہ پہلے سوال نمبر۱۸۶۱ کے جواب میں چک نمبر۶۳ ڈی تحصیل و ضلع پاکپتن کو بجلی کی فراہمی کے کام کی دسمبر ۱۹۹۵ء تک مکمل ہونے کی توقع ظاہر کی گئی تھی۔اس ضمن میں عرض ہے کہ اس وقت ماسوائے L.T لائین کی تاروں اور ٹرانسفارمر کے بجلی کی فراہمی کا کام مکمل ہے۔اس کام کے وقت مقررہ پر مکمل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو لائن میٹریل مل رہا ہے وہ پچھلے سال کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔

(ب) چیف انجینئر واپڈا ملتان نے سامان کی فراہمی کے لیے پہلے ہی حکام بالا کو چٹھی لکھ دی ہے۔ واپڈا نے یقین دہانی کرائی ہے کہ جیسے ہی ضروری سامان دستیاب ہوا مذکورہ دیہات کو بجلی فراہم کر دی جائے گی۔

اس ضمن میں حکومت پنجاب نے بھی واپڈا کو کہا ہے کہ مذکورہ دیہات کو بجلی کی فراہمی کا کام ترجیحی بنیاد پر مکمل کیا جائے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

نہر کھادر کی ریماڈلنگ

30۔ الحاج سردار غلام احمد خان گاڈی، کیاوزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ نہر کھادر کڑانہ ڈویژن برجی نمبر 220 تا 276 کا علاقہ عرصہ دراز سے پانی سے محروم ہے اور اکثر مقامات پر نہر زمین بوس ہو چکی ہے لیکن متعلقہ عملہ فرضی ٹیل گیجز دے کر نہر کو چالو حالت میں ظاہر کر رہا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نہر کا ڈسچارج 365 کیوسک ہے جبکہ نہر مذکور آف ٹیک سے بمشکل 290 کیوسک ڈسچارج لے رہی ہے اور 75 کیوسک پانی ٹیک پر ہی ضائع ہو جاتا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نہر کی سکیم دوبارہ بحالی کے لئے چیف انجینئر کو آرڈیننس زون لاہور کو بھیجی گئی ہے جو عدم پیروی کی بناء پر واپس بھیج دی گئی ہے حالانکہ پورے ایل جے سی سسٹم میں سب سے زیادہ کٹ اور شگاف اسی نہر پر ہوتے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ برجی نمبر 220 سے پچھلے زمیندار متعلقہ افسران اور ملازمین کی ملی بھگت سے شگاف ڈال کر غیر قانونی آبپاشی کرتے ہیں جس کی وجہ سے غریب کاشتکار انتہائی پریشان ہیں۔

(ہ) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو کیا محکمہ مستقبل قریب میں نہر کھادر کی ریماڈلنگ کا ارادہ رکھتا ہے اگر ہاں تو اس کے لئے فنڈز کب تک فراہم کئے جائیں گے اگر نہیں تو کیا حکومت برجی 220 تا 276 کے علاقے کی فصلوں کا آبیانہ معاف کرنے کو تیار ہے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)،

(الف) یہ درست ہے کہ نہر کھادر ہیڈ سے برجی نمبر 237 تک صحیح چل رہی ہے۔ جبکہ برجی 237 سے ٹیل برجی 273 تک کمی نہری پانی بوجہ کمزور کنارہ جات کی بناء پر ہے۔ کیونکہ نہر اپنا منظور شدہ ڈسچارج نہ لے سکتی ہے۔ صحیح گیجز رپورٹ کی جا رہی ہیں۔

(ب) یہ درست ہے۔ کہ کھادر فیڈر کا ہیڈ پر منظور شدہ ڈسچارج 365 کیوسک ہے۔ جبکہ کمزور ہونے کی بناء پر اب 310 کیوسک پانی چلایا جا رہا ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔بہرحال نہر مذکورہ کی بحالی کے لئے ماہ اگست 1993ء میں سکیم بنائی گئی ہے۔ جو کہ نیسپاک نے چیک کر کے کلیئر کر دی ہے۔مورخہ 12-12-95 کو ٹینڈر وصول کر کے کام شروع کردیا جائے گا۔اور مارچ 1996ء تک اس کو ہر حالت میں بحال کر دیا جائے گا۔

(د) یہ درست ہے کہ پانی کی چوری ہر نہر پر ایک معمول بن چکا ہے۔ اور کھادر سسٹم بھی اس سے مبرا نہ ہے۔بہرحال اس سلسلہ میں ضروری قانونی کارروائی بلا امتیاز کی جاتی ہے۔اور حتی الامکان کوشش کی جاتی ہے کہ پانی کی تقسیم منصفانہ ہو۔یہ اس سلسلہ میں عملہ کی ملی بھگت نہ ہے۔ قانونی کارروائی کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

سال 1995ء میں پانی چوری کے کل واقعات 145 عدد

سال 1995ء میں کل پرچہ پولیس زیر دفعہ 379-430 تعزیرات پاکستان 145 عدد

سال 1995ء میں وصول تاوان =/87,160 روپے

(ہ) جیسا کہ جز "ج" بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ سکیم کے ٹینڈر مورخہ 12-12-95 کو وصول کئے جائیں گے۔فنڈز موجود ہیں۔ماہ دسمبر 1995ء میں کام شروع کر دیا جائے گا۔

تحصیل گوجر خان کے دیہات میں بجلی کی فراہمی

741۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر آبپاشی و قوت برقی ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی کے درج ذیل دیہات میں renovation سکیم کے تحت دو سال پہلے کام شروع کیا تھا مگر ابھی تک کام نامکمل پڑا ہوا ہے۔

۱۔ کونتریہ ۲۔ دولت آہ ۳۔ موھڑہ نوری ۴۔ ڈھوک مستقیم داخلی سید کسراں ۵۔ موھڑہ راجہ محمد یونس داخلی حلد جھنگی۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان دیہات میں کب تک کام مکمل کیا جائے گا تاکہ عوام کو Low Voltage سے نجات مل سکے؟

وزیر آبپاشی و قوت برقی(سردار مقصود احمد خان لغاری)۔

(الف) درج ذیل گاؤں تحصیل گوجر خان جن پر رینوویشن کے تحت کام شروع کیا گیا تھا۔ تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ کونتریہ۔ کام شروع ہے۔ایک عدد ٹرانسفارمر اور متعلقہ سامان درکار ہے جو کہ لگانے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

۲۔ دولت آنہ۔ کام مکمل ہو گیا ہے۔

۳۔ مہرہ نوری۔ کام مکمل ہو گیا ہے۔

۴۔"الف" ڈھوک مستقیم۔ کام شروع ہے۔ایک عدد ٹرانسفارمر اور متعلقہ سامان درکار ہے۔ کام جلد مکمل کیا جائے گا۔

۴۔"ب" سید کسران۔ کام شروع ہے۔دو عدد ٹرانسفارمر اور متعلقہ سامان درکار ہے کام جلد مکمل کر لیا جائے گا۔

۵۔ مہرہ راجہ یونس داخلی حامد جھنگی۔ کام شروع ہے ایک عدد ٹرانسفارمر اور متعلقہ سامان درکار ہے۔ کام مکمل کر دیا جائے گا۔

(ب) زیر تکمیل کام تقریباً ۲ ماہ میں مکمل ہونے کی توقع ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: اب تحریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے۔ عبید اللہ شیخ صاحب تشریف رکھتے ہیں؛ ان کی تحریک استحقاق ابھی تک موخر چلی آتی ہے۔ میاں معراج دین صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

وزیر قانون: میاں معراج دین صاحب اور متعلقہ افسر سے بات ہو گئی تھی۔

جناب سپیکر: جب وہ خود موجود ہوں تو اور خود مجھے کہیں تو میں اس کو نپٹا دوں گا۔

وزیر قانون: مناسب تو یہی ہے۔

پنجاب اسمبلی کی کارروائی کو ٹی وی پر مناسب کوریج نہ دینا (۔۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: سید ظفر علی شاہ صاحب کی ٹیلیویژن والی تحریک استحقاق ہے۔ اس پر کل بات ہو گئی ہے۔

کیا آپ نے وزیر اطلاعات سے بات کر لی ہے؟

وزیر قانون: میں نے ان سے بات کرنی تھی لیکن وہ تشریف نہیں لائے۔ اس کو موخر کیا گیا تھا کہ میں ان کا رویہ دیکھ کر اس پر فیصلہ کروں گا۔

جناب سپیکر ، ابھی اس کو مؤخر رکھتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید ، جناب سپیکر! یہ کن کا رویہ دیکھ رہے ہیں ۔ کیا ٹیلی وژن والوں کا رویہ دیکھ رہے ہیں۔ وہ تو کوئی خبر نشر نہیں کر رہے ۔ یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے کہ آج سات روز ہو گئے اجلاس ہوتے ہوئے اور ایک دن بھی انھوں نے خبر نشر نہیں کی ۔قوم کو کسی قسم کا پتا نہیں ہے کہ اجلاس ہو بھی رہا ہے یا نہیں ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر ! شاید ایس اے حمید صاحب نے میری بات کو سنا نہیں ہے ۔

جناب سپیکر : آپ دوبارہ سنا دیجیے ۔

وزیر قانون : جناب والا ! میں ان سے اور آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ اس وقت جو سپیکر صاحب صدارت کر رہے تھے انھوں نے اسے pending کیا کہ وزیر اطلاعات آجائیں تو ان سے بات کریں اور پھر ٹیلی وژن والوں کا رویہ دیکھنے کے بعد اس پر فیصلہ کیا جائے گا ۔

جناب سپیکر : سوال یہ ہے کہ آیا آپ نے مرکز یا ٹیلیوژن والوں سے بات کرنی ہے یا پنجاب حکومت کے وزیر اطلاعات نے ان سے بات کرنی ہے ۔

وزیر قانون : جناب والا ! وزیر اطلاعات نے بات کرنی ہے ۔

جناب سپیکر : تو پھر آپ kindly وزیر اطلاعت کو ہاؤس کی یہ desire convey کیجیے that he should take up this issue with the Federal Government and especially with the TV Authorities کہ وہ اس کا کیا سدباب کرتے ہیں ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر ! اس وقت جو سپیکر صاحب اجلاس کی صدارت کر رہے تھے انھوں نے اس کو آپ کے حوالے سے pending فرمایا تھا ۔ This is not the first time یہ پنجاب اسمبلی کے ساتھ تقریباً پانچویں چھٹی بار ایسا ہو رہا ہے آپ نے اس کو تھوڑا سا lenient view لیا تھا اور اس وقت ٹیلیوژن کے جو ڈائرکٹر جنرل تھے ان سے آپ نے بات کی تھی اور انھوں نے وعدہ بھی کیا تھا لیکن اس کے بعد بھی ایسا ہوتا رہا ۔ اب یہ بات وعدے وعید کی نہیں ہے بلکہ یہ ایک آئینی معاملہ ہے ایک ادارے کی بات ہے ۔ وزیر قانون صاحب فرما رہے ہیں کہ میں نے وزیر اطلاعات سے بات کرنی ہے۔ وزیر اطلاعات اتنے ignorant ہیں کہ ان کو اپنے طور پر یہ علم نہیں ہے کہ ان کے ادارے کا ہاؤس چل

رہا ہے اور ٹیلیویژن اس کو بالکل black-out کر رہا ہے ۔ کیا ہم بتائیں گے آپ کو ' آپ بتائیں گے ہاؤس کو ' ہاؤس بتائے گا وزیر قانون کو اور وزیر قانون صاحب وزیر اطلاعات کو بتائیں گے پھر وزیر اطلاعات کی آنکھ کھلے گی اور انھیں معلوم ہو گا کہ صوبے میں کیا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر ' یہ وفاقی حکومت سے پوچھنے یا نہ پوچھنے کا مسئلہ نہیں ہے ۔ ٹیلیویژن ایک کارپوریشن ہے جسے ایک باڈی چلا رہی ہے ۔ لہذا میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ آپ اس تحریک کو admit فرمائیں اور اس ہاؤس کے ذمے لگائیں یہ probe کرے کہ اصل مسئلہ کیا ہے۔

جناب سپیکر : چونکہ موہل صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں میں ان سے اتنا پوچھ لوں کہ آیا انھوں نے اس پر کوئی واضح رولنگ دی ہے یا پھر صرف opinion دی ہے کیونکہ میں یہ نہیں چاہتا کہ ان کی رولنگ کے الٹ کوئی فیصلہ دوں ۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا ! چونکہ یہ مسئلہ پہلے بھی کئی دفعہ agitate ہوا۔ آپ نے اس بارے میں کوشش بھی کی اور پھر میری اس بات میں حمایت تھی ۔ ادھر وزیر قانون صاحب نے بھی کہا تھا کہ واقعی ٹیلیویژن والوں کا رویہ یا طریقہ کار درست نہیں ہے ۔ میں نے اس بات کی روشنی میں یہ observation دی تھی کہ وزیر قانون وزیر اطلاعات کے ساتھ مل کر اس بات کو take up کریں اور پھر سپیکر صاحب کی خدمت میں گزارش کریں وہ اس کو dispose of کریں گے ۔ میں اس کو التوا میں رکھتا ہوں ۔

جناب سپیکر: اگر یہ میرے disposal پر ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری اس بارے میں ایک واضح opinion موجود ہے ۔ آپ نے چونکہ اسے میری صوابدید پر چھوڑا ہے تو میں خود اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ نوٹ کر رہا ہوں کہ پاکستان ٹیلیویژن پر ہر طرح کی خبر آ رہی ہے لیکن پنجاب اسمبلی سے متعلق کوئی خبر نہیں آ رہی ۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس بارے میں ' میں نے گزشتہ دو سوا دو سال میں بارہا وزیر اطلاعات کو براہ راست ' پی ٹی وی کے اس وقت کے ڈائرکٹر جنرل فرہاد زیدی صاحب اور محترمہ رعنا شیخ سے باقاعدہ ٹیلیفون کر کے سپیکر پنجاب اسمبلی کے طور پر یہ بات کی کہ ہمارے یہاں اس بات پر بہت احتجاج ہوتا ہے اور اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ پنجاب اسمبلی جو ملک کی سب سے بڑی اسمبلی ہے ' جو سات کروڑ عوام کی نمائندہ اسمبلی ہے اس کی خبر اول تو آتی ہی نہیں اگر آتی ہے تو بہت بعد میں آتی ہے اور بہت بعد میں بھی نہایت مختصر آتی ہے ۔ اس پر انھوں نے مجھے یہ جواب دیا کہ ہمارے

یہاں کچھ priorities بنا دی گئی ہیں ۔ ہم مجبور ہیں اور اس کے مطابق ہی چلتے ہیں لیکن میں نے ان دنوں ' گزشتہ دنوں میں یہ نوٹ کیا کہ بے شمار ایسی باتیں جو عوامی سطح پر اتنی اہمیت کی حامل نہیں تھیں ان کو coverage ملتی ہے جبکہ ان کے مقابلے میں پنجاب اسمبلی کا اجلاس ' جس کی ایک اپنی اہمیت ہے کو coverage نہیں دی جاتی ۔ اس میں ہلا گلا ہو ' اس میں بائیکاٹ ہو ' اس میں واک آؤٹ ہو جو بھی ہو یہ اسمبلی کا ایک طریقہ ہے ۔ اسمبلیاں اسی طرح ہی چلتی ہیں ۔ اکثر لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ صاحب اسمبلی کیسی چل رہی ہے ؟ ساری دنیا میں اسمبلیاں اسی طرح چل رہی ہیں ۔ بہت سے third-world countries میں' ہمارے ہمسائے ملک میں اسی طرح اسمبلیاں چل رہی ہیں ۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہاں اچھی نہیں چل رہیں تو ہمیں بھی بری ہی کارکردگی رکھنی چاہیے ۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور ہم کوشش کرتے ہیں مثلاً آج صبح سے اجلاس نسبتاً بہتر صورت میں چل رہا ہے۔ اسی طرح کی کوششوں کے نتیجے میں حالات بہتر بھی ہو جاتے ہیں لیکن بہرحال اسمبلی اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتی ہے اور اس کی coverage بہت معنی خیز ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں جمہوریت چل رہی ہے ' لوگ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں ' عوام کے مسائل زیر بحث آ رہے ہیں تو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اتنی بار بار کی تنبیہہ کا کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا تو اب یہ طریقہ بھی آزما کر دیکھ لیتے ہیں ۔ اور میں ہاؤس کی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تحریک استحقاق کو جو سید ظفر علی شاہ صاحب نے پیش کی ہے in order قرار دیتا ہوں ۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! اس کے ساتھ میری بھی ایسی ہی ایک تحریک استحقاق تھی اسے بھی اس کے ساتھ ہی admit فرما لیں ۔

جناب سپیکر : نہیں جب یہ admit ہو گئی ہے تو پھر آپ کی تحریک استحقاق غیر موثر ہو گئی کیونکہ طریقہ یہ ہے کہ اگر ایک اسی موضوع کی admit ہو جائے تو دوسری غیرموثر ہو جایا کرتی ہے ۔ تو میں سید ظفر علی شاہ صاحب کی تحریک استحقاق کو in order قرار دیتا ہوں اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں ۔ اس کی رپورٹ ایک ماہ کے اندر آنی چاہیے ۔

میاں معراج دین : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی' میاں صاحب! فرمائیے' آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ؟

میاں معراج دین : جناب سپیکر ! میں تھوڑی دیر کے لیے ذرا باہر گیا تھا اسی دوران میری تحریک

استحقاق پیش ہوئی ۔ میں وزیر قانون صاحب کے کہنے پر مطمئن ہوں ۔ میں کسی آفیسر کے کہنے پر مطمئن نہیں ہوا کیونکہ وہ تو اکثریت و لعل کرتے ہیں ۔ میاں صاحب نے یقین دہانی کرائی ہے کہ آپ اس بار دیکھ لیں اگر وہ کام نہیں ہو گا تو پھر دوبارہ اس پر غور کر لیا جائے گا ۔ اس لحاظ سے میں وزیر قانون صاحب کی یقین دہانی پر اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتا ۔

جناب سپیکر : اچھی بات ہے مہربانی ۔ میاں معراج دین صاحب اپنی تحریک استحقاق نمبر 1 پر اصرار نہیں کرتے اسے dispose of کیا جاتا ہے ۔ جی ایس اے حمید صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

جناب ایس اے حمید ۔ جناب سپیکر ! جیسا کہ آپ نے اپنی observation میں فرمایا ہے کہ آپ نے بارہا پاکستان ٹیلی ویژن کو اس بارے میں تنبیہہ کی لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا ۔ جناب والا ! اگر آپ ماضی میں جائیں تو بہت سی تحاریک میں نے پیش کیں جن میں میں نے آئین پاکستان کے آرٹیکل 159 کو quote کیا تھا کہ " اگر وفاقی حکومت صوبائی خود مختاری کے برعکس صوبوں کو یہ حق نہ دے تو صوبوں کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ اپنے علاقوں میں ٹیلی ویژن وغیرہ قائم کر سکتے ہیں " جناب سپیکر ! آرٹیکل 159 بالکل واضح ہے ۔ اس سے قبل میں نے ایک تحریک اسی بارے میں دی تھی اور اب دوبارہ میں نے اپنی یہ تحریک دی اور یہ دونوں تحاریک ہاؤس میں ایک ساتھ پڑھی بھی گئی ہیں ۔ آپ ایک کو admit کر رہے ہیں اور دوسری کو admit نہیں کر رہے ۔ جناب سپیکر ! میری گزارش ہے کہ آپ دونوں تحاریک کو admit فرمائیں ۔

جناب سپیکر : ایس اے حمید صاحب ! دیکھیے جب اسی موضوع سے تعلق رکھنے والی ایک تحریک استحقاق آ گئی ہے تو دوسری کی ضرورت نہیں ہے ۔

جناب ایس اے حمید ۔ جناب والا ! آپ میری عرض تو سنیں ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 159 میں یہ کہا گیا ہے کہ:

"وفاقی حکومت کسی صوبائی حکومت کو ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے نشریات کے بارے میں ایسے کار ہائے منصبی سپرد کرنے سے غیر معقول طور پر انکار نہیں کرے گی۔ جو اس حکومت کے لیے اس غرض سے ضروری ہوں کہ وہ :۔

(الف) صوبے میں ٹرانسمیٹر تعمیر اور استعمال کر سکے ؛ اور

(ب) صوبے میں ٹرانسمیٹروں کی تعمیر اور استعمال اور موصولی آلات کے استعمال کے بارے میں فیسوں کا انضباط عمل میں لاسکے اور انہیں عائد کر سکے۔

جناب سپیکر! یہ ایک آئینی مسئلہ ہے اور پی ٹی وی مسلسل نظر انداز کر رہا ہے تو میں یہ چاہوں گا کہ آئین کے اس آرٹیکل کی روشنی میں ٹی وی حکام کے ساتھ بیٹھ کر بات کی جائے کہ اگر آپ صوبے کو مناسب کوریج نہیں دیں گے تو پھر ہمیں حق ہے کہ ہم اپنا علیحدہ ٹی وی اسٹیشن بنا سکیں۔ میں چاہتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری اس تحریک کو منظور کریں تاکہ انہیں بتایا جا سکے کہ ہمارے اوپر آپ کی قدغن نہیں ہے کہ ہم صرف آپ کے ٹی وی کے محتاج ہیں۔ جناب والا! ہمارا معذرت خواہانہ رویہ بھی آڑے آ رہا ہے۔ یہ ہمارا حق ہے، یہ سات کروڑ عوام کا حق ہے۔ تو میں آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ میری اس تحریک کو منظور کریں تاکہ اس بارے میں بات کی جا سکے۔ شکریہ

جناب سپیکر، میں آپ کی تحریک استحقاق کو منظور نہیں کر رہا۔ میں اسے رد کرتا ہوں۔ پہلی تحریک استحقاق منظور ہو گئی ہے۔ جب ان کے نمائندے آئیں گے تو ان سے یہ سارا معاملہ زیر بحث آ سکتا ہے۔

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! آپ نے بھی observe کیا ہو گا کہ ------

جناب ایس اے حمید، جناب والا! اگر آپ کو ہمارے چہرے اچھے نہیں لگتے تو ہم چلے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ بہت زیادتی کرتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، آپ ایک آئینی حق کی بھی بات نہیں سننا چاہتے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں نے ٹی وی حکام کو کہا ہے۔ آپ کا حق ہے، آپ سات کروڑ عوام کے نمائندے ہیں آپ انھیں آرڈر کر سکتے ہیں لیکن آپ آرڈر نہیں کرتے۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ کریں یہ کوریج کا دھیان کریں۔ ایسے کام نہیں چلے گا یہ ہمارا حق ہے اور ہم نے یہ حق لینا ہے اگر وہ نہیں دے سکتے تو پنجاب حکومت کو حق ہے کہ وہ اپنا ٹی وی سٹیشن قائم کرے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ ہم نے کہہ دیا کہ یہ کریں تو وہ کر دیں تب بھی ٹھیک ہے نہ کریں تب بھی ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ جی میاں فضل حق صاحب۔

میاں فضل حق، جناب والا! استحقاق کمیٹی کو جتنی بھی تحاریک refer ہو رہی ہیں چونکہ میں اس کا ممبر ہوں اور normaly دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ ہر دفعہ extension لینی پڑتی ہے۔ تو میں یہ

suggest کروں گا کہ آپ کم از کم دو مہینے کر دیا کریں۔ جیسے آپ نے یہ تحریک refer کی ہے یہ ٹیلی ویژن کے متعلق ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ اس میں چیئرمین کو بھی بلائیں گے اور پتا نہیں کس کس کو بلائیں گے تو اس طرح کافی وقت لگتا ہے۔ تو اگر آپ اس میں دو ماہ کر دیا کریں تو بہتر ہو گا۔

جناب سپیکر، میاں صاحب میرا تجربہ یہ ہے کہ اگر آپ چھ مہینے بھی رکھ دیں گے۔ ایک law ہے اور وہ law یہ کہتا ہے کہ آپ کسی کام کو جتنا وقت دیں گے کام پھیل کر اتنے وقت پر محیط ہو جائے گا۔ اس لیے اب ایڈمنسٹریشن کے نئے اصول یہی ہیں کہ آپ تھوڑا وقت رکھیے اگر اس میں ضرورت ہو گی تو دیکھیں گے۔ آپ امتحان کی تیاری کو لے لیں چھ مہینے دے دیں لیکن لڑکے آخری پندرہ دنوں میں پڑھتے ہیں تو یہ بہتر ہے کہ ہم ایک مہینے کا وقت رکھیں اگر extension کی ضرورت ہے تو ایک مہینہ اور بڑھا دیں۔

میاں فضل حق، جناب والا! اس میں مسئلہ یہ ہے کہ آپ غور کیجیے گا کہ اس دن آپ Chair پر نہیں تھے بلکہ موہل صاحب بیٹھے تھے تو جتنی تحاریک تھیں وہ دس کی دس میں نے پڑھ کر ان کی extension مانگی۔ میرا مطلب ہے کہ extension تو ہوتی ہے یا تو اس کا کوئی maximum period کر دیں کہ کسی بھی صورت میں چار ماہ سے اوپر نہیں جائے گی۔ میرا خیال ہے کہ اس پر سوچا جائے۔

جناب سپیکر، اس پر سوچ لیتے ہیں۔ جناب محمد افضل ساہی کی تحریک استحقاق ہے۔

نشان زدہ سوال نمبر 1920 کا غلط جواب

جناب محمد افضل ساہی، شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 5 مارچ 1996ء کو وزیر تعلیم پنجاب نے میرے نشان زدہ سوال نمبر 1920 کے جواب میں تحریری طور پر بتایا کہ حکومت نے چک نمبر 144/RB میں 94-1993ء کے دوران صرف ایک گرلز پرائمری سکول کی منظوری دی تھی اور مذکورہ چک میں اس سکول کے علاوہ کسی اور سکول کی منظوری حکومت کی جانب سے نہیں دی گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ چک میں دو سکول تعمیر ہو چکے ہیں اور وزیر تعلیم اس سے لاعلم ہیں۔ اس طرح وزیر تعلیم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اور ایوان کو گمراہ کیا ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، ساہی صاحب آپ شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہیں گے؟

جناب محمد افضل ساہی: جی جناب والا۔

جناب سپیکر، مانیکا صاحب پہلے ساہی صاحب شارٹ سٹیٹمنٹ دے لیں اس کے بعد آپ جواب دیں۔ جی ساہی صاحب۔

جناب محمد افضل ساہی : جناب سپیکر! یہ ایک حقیقت ہے کہ جس چک 144/RB کا ذکر آیا ہے اس میں دو پرائمری سکولوں کی بلڈنگز تعمیر ہوئی ہیں لیکن وزیر موصوف نے اپنے جواب میں صرف ایک سکول کا ذکر کیا ہے کہ حکومت پنجاب نے وہاں ایک سکول کی منظوری دی ہے ۔ یہ بات ذہن تسلیم ہی نہیں کرتا کہ حکومت پنجاب نے کسی سکول کی منظوری دی ہو یا پنجاب میں کسی آبادی کے اندر پرائمری سکول کی بلڈنگ تعمیر کی ہو اور وزیر تعلیم کے علم میں نہ ہو ۔ جناب سپیکر ! یہ بات میری سمجھ سے بالا تر ہے کہ ترقیاتی کام کروانے سے تو حکومت کو کریڈٹ ملتا ہے لیکن وزیر موصوف اس پر پردہ پوشی کیوں کر رہے ہیں۔ جناب والا ! یہ ایک حقیقت ہے کہ وہاں دو سکول تعمیر ہوئے ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ تقریباً 40 فٹ کا ہے۔ میں نے خود جا کر دیکھا ہے پھر سوال put کیا تھا۔ جناب والا! ایک طرف تو وزیر موصوف اور حکومت پنجاب نے سکیموں کی منظوری کے مسئلے کو اتنا اہم، مشکل اور پیچیدہ بنا دیا ہے کہ پانچ مارچ کو جب وزیر موصوف محکمہ تعلیم کے سوالوں کا جواب دے رہے تھے تو انھوں نے خود تسلیم کیا کہ وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایک ڈائریکٹو آیا کہ فلاں مڈل سکول کو ہائی کا درجہ دے دیا جائے اور اس کا جواب یہ تھا کہ اس سکول کو ہائی کا درجہ اس لیے نہیں دیا گیا کیونکہ یہ خلاف پالیسی ہے ۔ وزیر اعلیٰ کا دوسرا ڈائریکٹو تھا کہ فلاں پرائمری سکول کو مڈل کا درجہ دے دیا جائے اور وزیر موصوف کا جواب تھا کہ اس سکول کو جس کا ڈائریکٹو وزیر اعلیٰ نے بھیجا ہے وہ محکمہ تعلیم نے بھی recommend کیا ہے اور اسے feasible قرار دیا ہے لیکن دو سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ابھی تک وہ منظوری کے process سے گزر رہا ہے ابھی تک حتمی طور پر اس کی منظوری نہیں ہوئی۔ جناب والا! ایک ایسا سوال تھا جو 1991ء میں ایک سکول کی بلڈنگ کے لیے 11 لاکھ 74 ہزار روپے کی ہاؤس نے منظوری دی تھی اور 1991ء میں اس کے لیے 2.50 لاکھ روپے ریلیز ہوئے اور 1992ء میں اس پر 7 لاکھ 70 ہزار روپے خرچ ہو چکے تھے۔ اس سکول کا 66 فی صد کام مکمل ہو چکا تھا صرف 4 لاکھ کی رقم درکار تھی اور 1993ء میں یہ سکیم un-funded ہو گئی اور اس کو ADP میں شامل نہ کیا گیا۔

جناب سپیکر، آپ کا شکریہ ۔ اب آپ اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ کو شارٹ ہی رکھیے ۔

جناب محمد افضل ساہی، جناب والا! ایک طرف تو انھوں نے منظوری کا ایک اہم اور پیچیدہ مسئلہ بنا دیا ہے اور دوسری طرف یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ ان کے علم میں یہ بات نہیں کہ محکمہ تعلیم کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ پنجاب کے اندر سکولوں کی بلڈنگز بن رہی ہیں حکومت نے اس کی منظوری دی ہے یا نہیں؟ جناب والا! میری استدعا ہے کہ اس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لیے میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر، جی وزیر موصوف ۔

وزیر تعلیم ،جناب سپیکر معزز رکن جناب محمد افضل ساہی صاحب نے اپنے سوال میں یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ کیا حکومت نے آبادی پٹھاناں والی میں کسی دوسرے سکول کی منظوری دی ہے یا نہیں ؟ جس کے جواب میں یہ بتایا گیا تھا کہ حکومت نے اس موضع میں کسی دوسرے سکول کی منظوری نہیں دی ۔ جناب والا حقیقت حال یہ ہے کہ جواب درست تھا کیونکہ ایک سکول کے اجراء اور عمارت کی تعمیر میں بنیادی فرق ہے ۔ سکول کی منظوری سے مراد سکول کے اجراء کی منظوری ہے ۔ عمارت کی تعمیر کے بارے میں عرض کروں گا کہ ضلع فیصل آباد میں محکمہ تعلیم اپنی عمارات کی تعمیر بذریعہ محکمہ ہاؤسنگ وفزیکل پلاننگ کروا رہا ہے ۔ ضابطے کے مطابق کارروائی کے مطابق کمشنر صاحب اس کی administrative approval جاری کرتے ہیں اور اس کے بعد متعلقہ محکمے کو فنڈز جاری ہوتے ہیں جو اس کی تعمیر کرتے ہیں ۔ فیصل آباد میں اور اس موضع میں جو پرائمری سکول منظور کیا گیا اس کے فنڈز اس ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کے محکمے کو جاری کیے گئے جنھوں نے اس کی تعمیر کا کام ٹیک اپ کیا تھا ۔ بعد میں یہ نوٹس میں آیا کہ اسی premises میں اسی سکول کے رقبے میں ہی محکمہ تعمیرات نے بھی اس سکول کی عمارت کی تعمیر شروع کر دی۔ ڈائرکٹر ایجوکیشن محکمہ تعمیرات کے نوٹس میں یہ بات لائے کہ محکمے نے ایک ہی عمارت کے لیے فنڈز کا اجراء کیا ہے جو بذریعہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ تعمیر ہو رہی ہے ۔ اب اس میں محکمہ تعمیرات کو کوئی غلط فہمی پیدا ہوئی کیا ہوا ہمیں تو کوئی غلطی فہمی نہیں ہے ۔ ہم نے سکول کے لیے جو مختص فنڈز تھے وہ ضابطے کی کارروائی مکمل کرنے کے بعد محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ سے اس کی تعمیر مکمل کروالی ۔ اس کے بلوں کی ادائیگی بھی اسی محکمے کے ذریعے متعلقہ تعمیر کرنے والے ٹھیکیدار کو کر

دی ۔ محکمہ تعمیرات نے اپنی کسی غلط فہمی کی وجہ سے وہاں پر جو عمارت تعمیر کی اس کا محکمہ تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ نہ ہی محکمہ تعلیم نے اس کی منظوری دی نہ ہی محکمہ تعلیم نے اس کے لیے فنڈز دیے اور نہ ہی محکمہ تعلیم کی طرف سے محکمہ تعمیرات فیصل آباد میں اس سال کوئی عمارات تعمیر کر رہا تھا ۔ اب یہ جو صورت حال پیدا ہوئی ہے محکمہ تعلیم کی طرف سے دیے گئے فنڈز سے اس کی ادائیگی بھی نہیں ہوئی کیونکہ ہم نے چٹھی بھی لکھ دی تھی کہ چونکہ محکمہ تعمیرات کو یہ کام ہی الاٹ نہیں ہوا اور جس محکمے کو کام الاٹ ہوا ہے اسی کو فنڈز دیے گئے ہیں اور اسی نے ہی اسے تعمیر بھی کرنا ہے۔ محکمہ تعمیرات نے اس کا کوئی جواب نہ دیا ۔ انہوں نے کس غلط فہمی کے تحت یہ کیا وہ بہتر جانتے ہیں۔ لہذا ایک پرائمری سکول کے premises میں اس طریقے سے عمارتیں دو بن گئیں لیکن دو نئے سکولوں کا اجرا نہیں ہوا ۔ اس میں جو میں گزارش کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ سکولوں کے اجراء میں سکول کی منظوری میں اور سکول کی عمارت کی تعمیر میں بہت فرق ہے ۔ ہم نے جو سکول منظور کیا اس کے لیے جو فنڈز مختص ہوئے وہ ضلعے کے تحت اس محکمے کو دیے گئے جس نے یہ عمارت تعمیر کرنی تھی ۔ محکمہ تعمیرات نے پتا نہیں کس غلط فہمی کی بنیاد پر کیا' البتہ اس سے پہلے محکمہ تعمیرات کے پاس سکولوں کی تعمیر کا کام تھا جو کہ اس سال محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کو منتقل ہو گیا ۔ لہذا اس دوسری عمارت سے نہ تو یہ مراد لی جا سکتی ہے کہ دوسرے سکول کی منظوری لی گئی ہے اور نہ ہی محکمہ تعلیم نے اس کی کوئی ادائیگی کی ہے ' نہ ہی ہمارے کاغذات میں کوئی منظوری ہوئی ہے ۔ جیسے ہی محکمہ تعلیم کے افسران کے علم میں یہ بات آئی انہوں نے محکمہ تعمیرات کے افسران کو خط بھی لکھ دیا کہ یہ جو سکول آپ تعمیر کر رہے ہیں اس کے لیے ہماری طرف سے فنڈز نہیں ملیں گے ۔ لیکن اگر دو عمارتیں بن گئی ہیں تو ہم نے اس پر یہ فیصلہ کیا ہے ' عمارت کے متعلق تو محکمہ تعمیرات جانے' اس کا ٹھیکیدار جانے ۔ لیکن چونکہ ہمارے premises میں دو عمارتیں تعمیر ہو گئی ہیں ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جب ان بچیوں کے سکول کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا وہ عمارت کام آ جائے گی ۔ لیکن ہم نے جو عمارت تعمیر کروائی ہے وہ ضلعے کے تحت ایک ہی عمارت ہے ایک ہی سکول ہے اور وہاں پر کسی دوسرے سکول کی منظوری نہیں دی گئی ۔ لہذا اس میں کسی غلط بیانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔

جناب سپیکر : کیا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ دو عمارتیں بن گئی ہیں ۔ اور ایک عمارت آپ

کے کہنے کے مطابق ضابطے کے مطابق بنی ہے اور ایک عمارت محکمہ تعمیرات نے اپنی طرف سے بنا دی ہے ۔ لیکن وہ سکول نہیں ہے ؟

وزیر تعلیم ، بچوں کا جو منظور شدہ سکول ہے اسی کے premises میں ہی محکمہ تعمیرات نے بھی بلڈنگ بنا دی ہے ۔

جناب سپیکر ، اس کو آپ تسلیم نہیں کرتے ...

وزیر تعلیم ، جناب والا! اس کے لیے ہم نے نہ تو کوئی فنڈز دیے اور نہ ہی ہم نے ضابطے کی منظوری دی۔

جناب سپیکر ، وہ ایک طرح سے فالتو بن گئی ہے ۔

وزیر تعلیم ، وہ فالتو بن گئی ہے ۔ یعنی عمارت فالتو بن گئی ہے ۔

جناب سپیکر ، اس عمارت کے بارے میں آپ کا تصور یہ ہے کہ جب سکول کو مڈل کا درجہ دیا جائے گا اس وقت وہ کام آجائے گی ۔

وزیر تعلیم ، اب بھی کام آجائے گی اور جب ہم اس سکول کو مڈل کا درجہ دیں گے تو اس وقت وہ عمارت استعمال ہو جائے گی ۔ لیکن ہم نے اس کے لیے نہ تو پیسے دیے ہیں اور نہ ہی منظوری دی ہے ۔

جناب سپیکر ، ٹھیک ہے افضل ساہی صاحب اگر تو جو کچھ بننا تھا وہ نہ بنتا------

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، جب میں بول رہا ہوں تو آپ پوائنٹ آف آرڈر پیش نہیں کر سکتے ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا میں نے تو پہلے کہا تھا آپ نے سنا بعد میں ہے ۔

جناب سپیکر ، اب آپ تشریف رکھیں پہلے مجھے بات کر لینے دیں ۔ پھر آپ کو موقع دیا جائے گا۔

جناب محمد افضل ساہی ، جناب والا پہلے میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب سپیکر ، میں بات کر رہا ہوں ۔ اگر تو جو کچھ بننا تھا وہ نہ بنتا وہ تو شکایت ہوتی اور اب جو بنا ہے جتنا بننا تھا اس سے بھی زائد بن گیا ہے تو اب آپ کو کیا شکایت ہے ؟

جناب محمد افضل ساہی ، جناب والا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے دو کی بجائے بے شک اس آبادی میں دس سکول بن جائیں مجھے اعتراض یہ ہے کہ اس معزز ایوان کے اندر وزیر موصوف نے غلط

بیانی سے کام لیا ہے اور اس غلط بیانی پر پردہ ڈالنے کے لیے مزید غلط بیانی کر رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حکومت کی منظوری کے بغیر اس صوبے میں کوئی عمارت تعمیر ہو جائے اور اس پر جو خرچ آئے وہ حکومت پنجاب ادا کرے۔ ابھی ابھی وزیر موصوف نے فرمایا ہے کہ ہم نے جس سکول کی منظوری دی ہے محکمہ تعلیم نے پی اینڈ ڈی نے یا حکومت پنجاب نے منظوری دی ہے وہ سکول محکمہ ہاؤسنگ نے تعمیر کیا ہے، جب محکمہ ہاؤسنگ نے تعمیر کر لی یا کر رہا تھا تو محکمہ بلڈنگ والوں کو غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے بھی وہاں پر عمارت تعمیر کر لی۔ جناب والا! میں ہاؤس کے فلور پر یہ بات بڑے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ اگر محکمہ ہاؤسنگ نے محکمہ تعمیرات سے پہلے وہاں تعمیر کا کام شروع کیا ہو تو میں اپنی نشست سے مستعفی ہو جاؤں گا۔ میری اطلاع کے مطابق محکمہ تعمیرات نے پہلے کام شروع کیا تھا اور جب انہوں نے بلڈنگ پر چھتیں بھی ڈال دی تھیں تو محکمہ ہاؤسنگ نے چالیس فٹ کے فاصلے پر دوسری بلڈنگ کا کام شروع کر دیا۔ جناب والا! محکمہ تعمیرات نے جو کام کیا ہے اس کام کی ادائیگی بھی ٹھیکیدار کو ہو چکی ہے۔ جناب والا! محکمہ تعمیرات نے بھی منڈر کال کیے تھے وہ حکومت کی منظوری کے بغیر تو منڈر کال نہیں ہو سکتے ٹھیکیدار کو کام بھی الاٹ ہوا ورک آرڈر ملا پھر اس کام کی ادائیگی بھی ہوئی۔ دوسری طرف ہاؤسنگ والوں نے بھی ادائیگی کر دی لیکن approval ایک سکول کی ہے منظوری دو سکولوں کی ہو گئی اور پانچ مارچ کو وزیر موصوف خود فرما رہے تھے کہ اپوزیشن کی کئی سکیمیں ایسی ہیں جو مسلم لیگ کی حکومت کے دوران شروع ہوئیں، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ایک سکول کی بلڈنگ 1991ء میں بنی تھی اور جس پر لاگت 11 لاکھ 74 ہزار آئی تھی اور اس وقت اس کے لیے اڑھائی لاکھ روپے دیے گئے 1992 میں اس پر 7 لاکھ 77 ہزار روپے خرچ ہوئے باقی چار لاکھ روپے بچتے تھے اور 1993ء میں وہ سکیم unfunded کر دی گئی۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں بھی اس کو شامل نہ کیا گیا۔ جناب والا! ایک طرف تو یہ سکیموں کا اس طرح سے بیڑہ غرق کر رہے ہیں اور دوسری طرف آپ فرما رہے تھے کہ اگر بلڈنگ بن گئی ہے تو اس سکول کو جب مڈل کا درجہ دیا جائے گا تو وہ عمارت کام آ جائے گی۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے وزیر موصوف کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ یہ جو آبادی جہاں پر یہ دو سکول بنے ہیں۔ وہاں پر کل دس گھر آباد ہیں۔ اس کی main آبادی میں پہلے ہی سے تین پرائمری سکول ہیں۔ لیکن یہ اضافی آبادی تھی اور وہاں پر ایک سکول تعمیر کیا گیا۔ لیکن میری سمجھ سے یہ باہر

ہے ۔ کل کو اگر کوئی مڈل سکول بنے گا تو مڈل سکول تو main آبادی جہاں پر پہلے ہی تین سکول موجود ہیں وہاں مڈل سکول بنے گا۔ یہ اضافی آبادی میں جہاں پر دس گھر آباد ہیں وہاں تو مڈل سکول نہیں بن سکتا؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ آپ کوئی پوائنٹ آف آرڈر لا رہے تھے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! یہ لابی کے باہر جو برآمدے ہیں ان کا حال دیکھیں۔ مچھلی منڈی بنی ہوئی ہے بندے پر بندہ چڑھا ہوا ہے۔ ممبران سے پانچ گنا آدمی باہر پھرتے ہیں نہ بندہ گزر سکتا ہے شور کا حال دیکھیں۔ نہ کسی کے پاس کوئی پاس ہے نہ کوئی بندہ اس کو ریگولیٹ کر رہا ہے ۔ اور ادھر سے گزرنا مشکل ہے۔

جناب سپیکر، اچھا ۔ میں اس کا نوٹس لیتا ہوں ۔

Mr Secretary, please take notice of that Take serious notice of that.

افضل ساہی صاحب ! میں سمجھتا ہوں کہ اس میں جہاں تک privilege breach ہونے کا معاملہ ہے کوئی privilege breach نہیں ہوا۔ اور یہ بات نامناسب ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ وزیر موصوف نے جان بوجھ کر کوئی غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ غلط فہمی ہوسکتی ہے ۔ لیکن آپ کے پوائنٹ کے اندر جو صداقت ہے میں اس کے پیش نظر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ واقعی ایک حقیقت ہے کہ ایک طرف تو حکومت بڑی بڑی قیمتی سکیموں کے لیے یہ کہے کہ ہمارے پاس فنڈز نہیں ہیں ۔ اور دوسری طرف ایک سکیم کی جگہ غلط فہمی سے یا جس طرح بھی دو سکول بنا دیئے جائیں اور ایسی آبادی میں بنا دیئے جائیں جہاں اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔ اور بہت سی آبادیاں ایسی ہوں کہ وہ سکول سے محروم ہوں اور وہاں ہم اس لیے سکول نہ دے رہے ہوں کہ ہمارے پاس فنڈز نہیں ہیں۔ تو میں وزیرتعلیم سے درخواست کروں گا کہ وہ ازراہ کرم اس بات کو اپنی کیبنٹ میں لائیں اور یہ دیکھیں کہ اگر محکمہ تعلیم کا قصور نہیں ہے تو پھر یہ کس کا قصور ہے ۔ اور ایسی غلط فہمی کی بنیاد پر قومی خزانے سے یا پنجاب کے فنڈ سے اس طرح کا سلوک کیوں کیا گیا ہے کہ اس طرح کی duplication ہوئی ہے اور اس کا تدارک آئندہ کے لیے کیا جائے ۔ اور جس کسی نے بھی اس میں اپنی طرف سے کوئی گھپلا کیا ہے اس کو قرار واقعی سزا بھی دی جائے۔ اور اس کے ساتھ میں اس کو ٹیک اپ نہیں کرتا۔

چودھری محمد افضل ساہی ، پوائنٹ آف آرڈر تو سن لیں ۔ آپ نے جو فیصلہ دے دیا ہے وہ اپنی

جگہ پر۔

جناب سپیکر، جی ۔۔۔

چودھری محمد افضل ساہی، حکومت کی اس سے زیادہ نا اہلی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ایک سکول کی سرے سے approval ہی نہیں جیسا کہ انھوں نے تسلیم کیا۔ اور وہاں بلڈنگ تعمیر ہو گئی۔ اور پھر اس پر پیسہ دینے والی بھی حکومت ہی ہے۔ ٹھیکیدار کو اس کے کام کے عوض پیسہ مل چکا ہے۔ ابھی آپ یہ فرمائیں کہ وہ جو سکول تعمیر ہوچکا ہے اگر اس میں عملہ نہیں جائے گا تو وہ چار ساڑھے چار لاکھ کا جو منصوبہ ہے وہ تو بالکل ضائع ہو گیا۔ کیا وزیر موصوف یہ وعدہ کرتے ہیں کہ اس پرائمری سکول میں بھی جو انھوں نے منظور کیا ہے اس سے قبل بھی جو بلڈنگ بنی ہوئی ہے اس کے لیے بھی یہ عملہ مہیا کریں گے۔ ویسے تو وہاں پر کوئی زمین دار رہائش کرے گا۔ کیونکہ وہ ساڑھے چار پانچ لاکھ روپے کی بلڈنگ بنی ہوئی ہے۔ آپ کے نزدیک کوئی privilege breach نہیں ہوا۔ ہم جب سے آئے ہیں رونا رو رہے ہیں جو ہماری سکیمیں feasible ہیں' جناب والا! غم و غصے والی بات نہیں ہے۔ جو سکیمیں ہماری feasible ہیں ان پر تو غور نہیں کیا جاتا اور جو سکیمیں approve بھی نہیں ہوتیں ' اپنی من مانی کرتے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ وزیر موصوف فرماتے ہیں کہ اس کی approval نہیں ہوئی اور وہاں پر بلڈنگ تیار ہو گئی۔

جناب سپیکر، ساہی صاحب! پلیز آپ کے پوائنٹ کے وزن کو محسوس کرتے ہوئے خود ہی اس کو stress کیا ہے۔ اس کو میں نے بطور سپیکر ریکارڈ پر لا کر ان کو تلقین کی ہے ضد اور اصرار کے ساتھ کہا ہے کہ وہ اس کو کیبنٹ کی سطح پر discuss کریں۔

چودھری محمد افضل ساہی، ٹھیک ہے جناب والا! آپ نے جو فیصلہ دے دیا ہے وہ ٹھیک ہے میں اس کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میری گزارش یہ ہے کہ میرا مقصد کوئی وزیر موصوف کو نیچا دکھانا نہیں تھا۔ یہ privilege motion بھی اس لیے دی گئی کہ اس دن وقفۂ سوالات کے دوران میری ٹرن نہ آسکی۔ اس لیے مجھے مجبوراً privilige motion دینا پڑی۔ مجھے یہ شوق نہیں ہے کہ آپ اس کو ضرور admit کریں۔ دوسری میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میں نے مختلف محکموں کے متعلقہ چار پانچ سوالات دیے تھے۔ کل کو آپ نے پھر یہ میری privilege motion ایڈمٹ نہیں کرنی۔ پرسوں جو محکمہ مواصلات کے بارے میں سوالات تھے سردار سکندر حیات نے بھی بالکل اسی طرح میرے سوال کا

جواب غلط دیا ہے لیکن میرے سوال کی ٹرن نہ آسکی۔ تو مجھے چونکہ پتا ہے کہ آپ نے ایڈمٹ نہیں کرنی سردار صاحب کو دو لفظ کہہ دیں کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔ اگر ان کو کوئی ابہام ہو-----

جناب سپیکر، ایک منٹ جب سکندر صاحب آئیں گے تو ان سے بات ہو جائے گی۔ جی تشریف رکھیں۔ جی چودھری ظہیر الدین صاحب!

جناب محمد ظہیر الدین خان، شکریہ جناب سپیکر! ہمارے فاضل دوست افضل ساہی صاحب فرما رہے ہیں کہ چونکہ ان کی پہلے وقفۂ سوالات پر سوالات کی ٹرن نہیں آسکی تھی۔ اس لیے ان کو یہ privilege motion دینی پڑی۔ اور اسی سلسلے میں ان کا ایک اور سوال رہ گیا تھا اس کے بارے میں اب وہ فلور پر وضاحت کے لیے فرما رہے ہیں۔ تو میری گزارش ہے کہ جیسے اب آپ فہم و فراست سے یہ ہاؤس چلا رہے ہیں۔ یہ رول 52 کے تحت لکھ کر جو سوال رہ جائے اور اس کی اہمیت ہو اور ان کے پاس کرنے کے لیے ٹھوس باتیں بھی ہوں تو پھر privilege motion لانے کی بجائے coming Sunday پر اسے debate کے لیے یا سوال کرنے کے لیے رول 52 کے تحت آپ کو لکھ کر دیا جاسکتا ہے۔ آپ اس کی اجازت فرما دیں تو آسکتی ہے۔ اس میں privilege motion سے avoid کیا جاسکتا ہے۔

جناب سپیکر، کوشش تو ایسے ہی کی جاتی ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجبوراً accommodation کے لیے ایک طریقہ نکالتے ہیں۔ مجھے اب صحیح پتہ نہیں کہ یہ میں نے ایڈمٹ کی تھی یا ڈپٹی سپیکر صاحب نے کی تھی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، دوسری بات جناب والا! جس پر یہ ہمارے دوست اصرار فرما رہے ہیں کہ اب دوسری بلڈنگ بن گئی ہے اور اب وہاں پر عملہ دیا جائے۔ اس کے لیے بھی میری ایک تجویز ہے میں آپ کی اجازت سے گزارش کرنے لگا ہوں۔

جناب سپیکر، فرمائیے۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، گو کہ ہم دیہی علاقوں کے منتخب نمائندے ہیں۔ ہمارے پاس ایک SAP یعنی سوشل ایکشن پروگرام کے فنڈ میں سے upgradation بھی ہوتی ہے۔ ہر سال ہم سے تجاویز لی جاتی ہیں۔ اور بعد میں اس کی بلڈنگ بنتی ہے۔ یہ تو luckymember ہیں ہمارے جن کی پہلے

بلڈنگ بن گئی ہے۔ SAP کے upgradation کے لیے یہ دے دیں۔ پہلے چونکہ بنا بنایا سکول ہو گا۔ تو اگلے سال اس میں کلاسیں شروع ہوجائیں گی۔

جناب سپیکر، امید ہے ساہی صاحب آپ کی تجویز پر غور کرلیں گے۔ تحریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے۔ سید عارف حسین شاہ بخاری صاحب کی ایک تحریک ہے۔ not present to be moved tomorrow اس دن بھی موجود نہیں تھے تو اس کو پھر پینڈ کیا جاتا ہے۔ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

پاکستان کرکٹ ٹیم کی شکست کے بارے میں تحریک التواء پیش کرنے کی اجازت نہ دینا

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! چونکہ یہ تحریک التوائے کار کا وقت ہے۔ اور میری تحریک التوائے کار تھی جو کہ گزشتہ روز ایک پوائنٹ آف انفرمیشن پر اس معزز ایوان میں پیش کی گئی تھی جس کو جناب نے بھی سنا اور جناب نے اپنی observation اور remarks کے دوران یہ بات کہی تھی کہ آپ ہندوستان میں کرکٹ میچ اور کرکٹ کی شکست کے بارے میں باقاعدہ کوئی تحریری تحریک التوائے کار move کریں۔ جو کہ نہ صرف اسی دن بلکہ اسی وقت میں نے move کر دی تھی۔ جس کے بارے میں مجھے ابھی سیکرٹریٹ سے لیٹر موصول ہوا ہے کہ وہ جو میری تحریک التوائے کار کرکٹ کی شکست کے بارے میں ہے اس پر تحقیقات کرنے کے بعد اور اس پر discuss کرنے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ وہ رول 67(c) کے تحت اس دائرے میں نہیں آتی لہذا اس کو admit نہیں کیا جاسکتا۔ اب اس کے بارے میں جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! رول 67 (c) کے تحت جناب کسی وقت بھی آپ یا یہ ہاؤس اپنے view کو تبدیل کرسکتا ہے تو اگر واقعی وہ اس رول 67 (c) کے زمرے میں آتی ہے تو ٹھیک ہے وہ

نہیں بنے گی ۔ لیکن اگر وہ آتی ہے تو پھر اس تحریک التوائے کار کو review فرمائیں گے تاکہ اس پر کوئی بحث ہو سکے ۔ کیونکہ وہ نہایت اہم مسئلہ ہے جس پر عدالت عالیہ نے بھی کہہ دیا ہے نہ صرف کہہ دیا ہے بلکہ اس کو ایڈمٹ بھی کر لیا ہے۔ یعنی یہ اتنا اہم مسئلہ ہو گیا ہے۔ یہ رول 67 پڑھیے۔

The right to move for an adjournment of the Assembly . . . .

جناب سپیکر، یہ C پڑھیے ناں۔

سید ظفر علی شاہ، سر! C تبھی آئے گی یعنی اوپر والا پڑھ کر پھر میں C پڑھوں گا۔ for the purpose of discussing a definite matter of recent and urgent public importance shall be subject to the following restrictions, namely - سر! میں نے اوپر اس لیے پڑھا ہے کہ جہاں تک پبلک importance کا تعلق ہے۔

راجہ ریاض احمد، جناب والا! جو مسئلہ عدالت عالیہ میں چلا جائے وہ یہاں ڈسکس ہی نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر، اچھا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! تو اس میں جہاں تک پبلک importance کا تعلق ہے تو It is an admitted fact اس میں تو کوئی دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں نہ اِدھر سے نہ اُدھر سے۔

جناب سپیکر، جی ہاں' اصل مسئلہ تو گورنمنٹ کا ہے کہ یہ نیشنل کرکٹ ٹیم جو ہے یہ پنجاب گورنمنٹ کا مسئلہ نہیں بنتا نا۔

سید ظفر علی شاہ، سر! میں عرض کرتا ہوں اگر بنا تو کریں' نہیں آتا تو نہ کریں۔ سر! اب اس میں جو restrictions لگائی گئی ہیں A,B,C,D فلاں فلاں فلاں لیکن جو relevant ہے جس کو آپ نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے وہ C ہے۔

The motion shall relate to a matter which is primarily the concern of the Government

اور گورنمنٹ کو یقیناً آپ پنجاب گورنمنٹ ہی کہتے ہیں

or a statutory body under the control of Government Again statutory body

is that which is under the control of the Government.

وہ چونکہ ہے or to a matter جناب! اس کو تھوڑا سا ہم نے دیکھنا ہے اگر اس پہ بات بنے گی تو ٹھیک ہے نہیں بنے گی تو نہیں بنے گی۔ "or to a matter in which the Government have a substantial financial interest" جناب! اس میں آپ کے سامنے اور اس معزز ایوان میں میری جو submission ہے کہ پنجاب گورنمنٹ کا financial interest اس میں موجود ہے کتنا ہے؟ کتنا تھا؟ کیا کیا ہوا؟ جناب! اس پر میں constitution کے حوالے سے بھی بات عرض کروں گا لیکن جناب سپیکر! پہلی بات جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ورلڈ کپ جس کی سیریز میں third last میچ جو ہم ہارے ہیں اس کا over all تعلق اس میچ سے ہے جو کہ سترہ تاریخ کو لاہور میں ہونا تھا اور اس سے پہلے بھی یہ میچز ہمارے پنجاب کے مختلف شہروں میں کھیلے گئے۔ جناب سپیکر! میری اس بات کو بے شک آپ ان سے پوچھیں اور وہ یہ بتائیں گے اور وہی بتا سکتے ہیں کہ ان میچوں کے سلسلے میں راولپنڈی سے لے کر، گوجرانوالہ سے لے کر، فیصل آباد سے لے کر اور پھر لاہور تک ان کی کارپوریشنوں کا، پنجاب گورنمنٹ کا کتنا پیسہ خرچ کیا گیا؟ ہدایت چاہے فیڈرل گورنمنٹ کی تھی چاہے وزیر اعلیٰ صاحب کی تھے کتنی رقم اس پر خرچ کی گئی اور جس کا زیاں ہوا جو کہ ڈائرکٹ آپ کے اور میرے صوبے کے خزانے سے تعلق رکھتی ہے میں اس رقم کی بات کر رہا ہوں۔ سر! دوسری وہ کہ مختلف میدانوں کے لیے جو ٹکٹ sale کیے گئے اور Constitution میں تو بالکل کلیئر ہے کہ اس ٹکٹ پر آنے والی آمدن میں سے کتنا فیڈرل گورنمنٹ لے گئی ہے اور کتنا ہم لے گئے ہیں اب exact figure تو مجھے نہیں پتا میں تو صرف اصول جناب کو بتا رہا ہوں کہ یہاں پر جتنے ٹکٹ فروخت ہوئے ہیں اس پر کتنے پنجاب گورنمنٹ نے لینے تھے کتنے اخراجات ایل ڈی اے کے یہاں پر ہوئے، کتنے کارپوریشن کے ہوئے، کتنے واپڈا کے ہوئے، کتنے بجلی کے ہوئے، کتنے ہمارے ملازمین یہاں پر گئے۔ سر! اس طرح اس کو rule out نہ کریں۔ بلکہ اس کو dispose of کریں۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

FINANCE MINISTER: Sir, I have to request you to decide whether it is a point of order or not

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ : سر! میں جناب کی اجازت سے پھر آپ کے اور اس معزز ایوان کے پانچ منٹ ضائع کروں گا۔ تھوڑا سا دہراؤں گا اگر تو جناب اپنے چیمبر میں سن رہے تھے تو پھر میں نے جہاں ختم کی ہے وہیں سے شروع کروں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں سن رہا تھا۔

سید ظفر علی شاہ : تو جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ حکومت پنجاب کا financial interest کس کس طریقے سے اور ہماری کارپوریشنوں نے اور پنجاب کا بجٹ' پنجاب کا فنڈ کس طریقے سے کن میچوں پر اور اس ورلڈ کپ کے تمام میلوں ٹھیلوں میں جو خرچ ہوا ہے اور پھر چونکہ 67 سی جس کی چیمبر میں disposal ہوئی ہے اس کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈر پر میں ساری بات کر رہا ہوں کہ غالباً سپیکر صاحب نے لاعلمی میں یا پورا mind apply نہ کرتے ہوئے اس کو kill کر دیا ہے میں جناب کی وساطت سے پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے توجہ دلا رہا ہوں۔ جناب سپیکر! پنجاب کی حکومت کے interest کا آپ اس سے بھی اندازہ لگائیں کہ چیف منسٹر صاحب کا اس میدان میں باقاعدہ enclosure تھا جہاں پر بطور صوبے کا سربراہ انہوں نے فیصل آباد میں اور لاہور میں میچز دیکھے' پرائز تقسیم کیے یہیں تک بات نہیں بنتی۔ 248 ممبران کو passes جاری ہوئے یہیں تک بات نہیں بنتی۔ جناب جب preside کر رہے تھے آپ نے ہماری اسمبلی کا پورے دن کا اجلاس ہی ملتوی کر دیا۔

اب جناب سپیکر! یہ ساری وہ باتیں جس پر میری پنجاب گورنمنٹ کا اور میرے پنجاب کے ٹیکسز کا بجٹ اور جو آمدن ہوئی تھی اس کے بارے میں میں پہلے عرض کر چکا ہوں یہ ساری وہ باتیں ہیں جو کہ with the affairs of the Punjab Province directly concerning ہیں اور اس adjournment motion میں ایک بات سب سے زیادہ اہم ہے وہ پبلک importance ہے۔ جہاں تک پبلک importance کا تعلق ہے یہ admitted fact ہے۔ یہ پبلک importance کا مسئلہ ہے جس پر عدالت عالیہ سے لے کر نیچے تک لوگ چیخ چکے ہیں اور یہ روزانہ کا ایک ایشو بن گیا ہے۔ میں نے اس دن بھی یہ کہا تھا کہ پوری قوم کا nervous break down ہو گیا ہے۔ سر! اب میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ پبلک importance کا matter کوئی اور نہیں ہو سکتا اور یہ کوئی گناہ کی بات نہیں ہے کہ ہم اس کو ڈسکس کریں ڈسکس کرنے سے بہتر باتیں آئیں گی ممکن ہے کرکٹ کنٹرول بورڈ کے چیئرمین یا ان کے ممبران بہتر طور پر گورنمنٹ کو feed کر سکیں اور گورنمنٹ بہتر بنا سکے اور ممکن ہے ہم

بھی اپنا view تبدیل کر دیں کہ شاید ہماری نیشنل ٹیم کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ trap ہو گئے ہیں یا انھوں نے کوئی نشہ پیا ہوا تھا' دھتورا پیا ہوا تھا یا ٹھیک کھیلے ہیں whatever it is ۔ ڈسکشن کے بعد ہی یہ بات سامنے آ سکتی ہے لہذا آپ کی وساطت سے اس معزز ایوان سے میری یہ استدعا ہے کہ میری adjournment motion کو چیمبر میں kill کیا گیا ہے اس کو باقاعدہ قرار دیتے ہوئے اس کو ڈسکشن کے لیے ہاؤس میں آنیں تا کہ جو پوری قوم کو بخار چڑھا ہوا ہے وہ بھی بخار تبھی اترے گا' آپ کی پوری قوم تبھی تندرست ہو گی جب تک قوم کے نمائندگان اس ساری صورت حال کو آپ اندازہ لگائیں کہ نیشنل ہیرو جن کے ہم گانے گا رہے تھے' جن کی ہم غزلیں گا رہے تھے اور جن کو ہم زندہ باد اور پتا نہیں کیا کیا کہہ رہے تھے آج وہ بے چارے کسی صحیح طریقے سے کسی ائر پورٹ پر اترنے کے قابل نہیں ہیں تو جناب سپیکر! اگر یہ مسئلے ہم یہاں پر ڈسکس نہیں کریں گے جس کا تعلق ڈائرکٹ قوم سے' نیشنل interest سے' financial interest سے' پبلک importance سے ہے تو میں سمجھتا ہوں باقی تو وہی کچھ رہ جاتا ہے جو روزانہ ہوتا ہے۔ Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی لاء منسٹر صاحب آپ یا فنانس منسٹر۔

وزیر خزانہ : جناب والا ! I am also on a point of order. My name was referred too during the discussion.

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں۔ کیا آپ نے لاء منسٹر کی بجائے گورنمنٹ کا مؤقف بیان کرنا ہے۔

FINANCE MINISTER: Sir, I am on a point of order, Sir, and very humbly I want to inquire from the Speaker.

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں۔ You can not dictate me انہوں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے۔ کیا آپ میری بات نہیں سننا چاہتے۔

FINANCE MINISTER: Sir, you don't want to allow me to speak on a point of order? Have you disallowed me to speak on a point of order?

جناب ڈپٹی سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر تو وہ تھے۔ پوائنٹ آف آرڈر کا جواب پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں دیا جا سکتا۔

FINANCE MINISTER: Sir, how do you know that I am giving the answer on a point of order? You have not heard me You do not know what I want to say

جناب آپ نے جیسے ابھی ابھی فرمایا ہے میں پہلے تو آپ کی خدمت میں بڑے ادب کے ساتھ یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر کیا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر وہ ہوتا ہے جو issue اسمبلی کے سامنے فوری طور پر ہو اس کے متعلقہ جو بحث ہو گی وہ پوائنٹ آف آرڈر میں آسکتی ہے۔ وہ بھی جناب اس وقت آسکتی ہے۔ جب جناب سپیکر آپ اسے Allow کریں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں جس مسئلے کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ بات سنیں بڑا اچھا نکتہ ہے۔

وزیر خزانہ: میرا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ جس کی میں جناب سے اجازت مانگ رہا ہوں۔ وہ اس بارے میں ہے جو کہ ابھی ابھی اسمبلی میں زیر غور تھا۔ اسمبلی میں زیر بحث تھا۔ میری مراد شاہ صاحب کی تقریر سے ہے۔ (مداخلت)

I did not interrupt any member Sir. Therefore, I should not be interrupted

MR. SPEAKER: Let him finish his point of order.

وزیر خزانہ: پہلی چیز جو ہے جس پوائنٹ آف آرڈر پر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ واقعہ ہے جو ابھی ابھی اسمبلی میں زیر غور تھا زیر تجویز تھا۔ جس کے اوپر آپ نے ایک فاضل رکن سید ظفر علی شاہ صاحب کو وقت دیا ہوا تھا۔ میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ میرے پوائنٹ آف آرڈر کو Valid قرار دے رہے ہیں کہ میں اسمبلی سے زیر تجویز معاملے کے بارے میں بات کر رہا ہوں۔ میری دوسری گزارش جناب والا! یہ ہے کہ جناب شاہ صاحب جس بارے میں بات کر رہے تھے وہ معاملہ نہ تو اسمبلی میں زیر غور تھا اور جناب سپیکر! آپ کے پاس بڑی Range of discretion ہے to allow the speaker آپ کا دائرہ کار بہت وسیع ہے لیکن آپ کے اوپر بھی جناب سپیکر ایک قدغن ہے یہ نہیں کہ سپیکر صاحب جس چیز کو بھی چاہیں اجازت دے دیں۔ آپ پر بھی قدغن ہے۔

Rule 184 (6) "No discussion or debate shall be allowed on any point of order but the Speaker may .. "

The coming portion is very important

. .." if he thinks fit, hear the members before giving his decision "

اس نے بھی سوچنا ہے کہ کس چیز کی اجازت دے رہے ہیں۔ یہ معاملہ اسمبلی میں زیر غور نہیں ہے آپ کے اوپر جناب سپیکر یہ قدغن ہے جو Opertive Portion ہے اس پوائنٹ آف آرڈر کا 184 کا وہ یہ ہے۔ A point of order shall relate.....

وہاں پر جناب والا!

. the Speaker may . ". It is very very important. This pertains to the interpretation of the statutory law It is going to be very very close to the things which have to be taken up ultimately

جناب آپ کا 84 ہے۔

184(1) A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly

184(2). A point of order shall relate to the business or matter before the Assembly at the moment

This issue is not. at all, before the Assembly I am sorry to request the honourable Speaker

کہ یہ اگر ایسی تحریک التوائے کار اگر آپ کے کمرے میں kill ہوئی ہے تو یہ آپ کو پتہ ہے کہ آپ نے کیوں kill کی ہے۔ اس صورتحال میں چونکہ یہ Related to Assembly نہیں ہے۔ The word is "shall", Sir "Shall relate to ."

جناب جہاں پر آپ کی discretion کا معاملہ ہے۔ نمبر 6 پر اس میں ہے۔

The Speaker may. This matter does not pertain to the procedure which at present under discussion before this august House

میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے ان کے جذبات اپنے ساتھ ہیں قومی ٹیم باہر گئی تھی وہ وہاں پر میچ ہار گئی۔ وہ کسی جگہ پر land کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس سلسلے

میں یہ سمجھتا ہوں کہ قوم کے جذبات، قوم کے احساسات، میرے اور شاہ صاحب کے احساسات میں کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا مقصد یہی ہے کہ جو پوائنٹ آف آرڈر شاہ صاحب نے اٹھایا ہے وہ پوائنٹ آف آرڈر at this time نہیں بنتا۔ جی جناب وزیر قانون۔

وزیر قانون ، جناب آپ نے مجھے اس تحریک التوائے کار کے متعلق پوچھا ہے تو اس کے متعلق میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 65 میں ہے کہ ،

A motion for an adjournment of the business of the Assembly for the purpose of discussing a definite matter of recent and urgent public importance may be made with the consent of Speaker.

ابھی تک ہمیں تو اس کا متن ہی نہیں ملا اس کو admit ہی نہیں کیا گیا۔ اس کا متن جب نہیں ملا اور جب اس کا نوٹس اسمبلی میں آئے گا تو اس کے بعد حکومت کی طرف سے کوئی جواب دیا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے تو ایک مفروضے پر ہے اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ جو شاہ صاحب نے تحریک التوائے کار دی ہے اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب شاہ صاحب آپ کا اس وقت موضوع یہ ہے کہ آپ نے ایک تحریک التوائے کار دی جو سپیکر کے چیمبر میں kill ہو گئی۔ آپ نے اس بات کو یہاں پر بذریعہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا۔ افضل سندھو صاحب (وزیر خزانہ) نے اس پر پوائنٹ آف آرڈر کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہی نہیں ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب اب میں عرض کرتا ہوں کہ دونوں وزراء صاحبان کا میں جواب دوں گا۔ پہلے تو سندھو صاحب کا جواب دوں گا بقول ان کے کہ یہ تو پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہی نہیں تھا تو اس پر تو بات ہی نہیں کی جا سکتی تو جناب سپیکر! نے جو Allow کیا ہے وہی غلط کیا ہے جو سندھو صاحب نے کہا کہ سپیکر صاحب جو اس وقت صدارت کر رہے تھے۔ انہوں نے سرے سے Allow ہی غلط کیا ہے۔ انہوں نے مجھے اجازت دی تھی تو میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولا تھا۔ جناب سپیکر! آپ سے بہتر کون جانتا ہے جو پچھلی دس اسمبلیوں سے آ رہے ہیں کہ پوائنٹ آف آرڈر کے ساتھ یہاں پر کیا کیا سلوک ہوتا ہے لیکن جب کبھی پوائنٹ آف آرڈر Relevant آئے تو گورنمنٹ کو بخار چڑھ جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : یہ بڑی فائدہ مند بحث ہے۔ تمام فاضل اراکین کو بڑے غور سے سننا چاہیے اور میں بھی اس پر انشاء اللہ تعالیٰ فیصلہ دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ : لاء منسٹر صاحب فرماتے ہیں اور انہوں نے ٹھیک کہا ہے کہ ہمیں تو پتہ نہیں کیا ہے۔ یہی میں رونا رو رہا ہوں اس پوائنٹ آف آرڈر پر کہ انہیں اور دیگر اراکین اسمبلی کو یہ پتہ چلنا چاہیے کہ وہ معاملہ کیا ہے اور نہ جو کی گئی ہے وہ مجھے (C)67 کی وجہ سے کی گئی ہے۔ اب سندھو صاحب نے جو 185 کا حوالہ دیا ہے۔ اس میں جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر وہ چیز ہے جو کہ کسی وقت بھی ہاؤس میں آ سکتا ہے۔ لیکن وہ related ہونا چاہیے۔ with the interpretation of the Rules or with the Constitution اور اسمبلی کا بزنس وہ نہیں ہوتا جو کہ ایجنڈا بن کر آ جاتا ہے۔ غالباً میرے فاضل دوست کے ذہن میں وہ بات ہے۔ لیکن rules کی interpretation کے بارے میں آئین کی interpretation کے بارے میں جب بھی جس وقت بھی کوئی فاضل ممبر بات کرنا چاہے وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو سکتا ہے اور اس کو سپیکر اور ایوان کو سننا پڑتا ہے۔ میں عرض کر رہا تھا کہ 67(c) جو فنانشل matters پر ہے جس کی وجہ سے مجھے refuse کیا گیا ہے' کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ سپیکر صاحب نے غلط فہمی کی بناء پر' یا وہ misguide کیے گئے ہیں کہ اس میں پنجاب حکومت کا financial interest نہیں ہے جو یہ میں بتا رہا تھا۔ اور ہمیں otherwise بھی ایک question کے ذریعے یہ بات بھی لانی پڑے گی کہ پنجاب کی کن کن کارپوریشنوں کا' کتنا میونسپل کمیٹیوں کا' ایل ڈی اے کا' کتنا سرمایہ اس پر لگایا گیا ہے اور ورلڈ کپ کے سلسلے میں پچھلے ڈیڑھ دو ماہ سے اخراجات انتظامات پر کیے گئے ہیں۔ اس لیے جناب سپیکر! میں 67(c) کے حوالے سے بات کر رہا تھا اور 185 کی پہلی ہی بات یہی ہے کہ Point of order must be related with the interpretation of the Rules or the Constitution. اگر یہ بات نہیں ہے' یہ رولز سے متعلق نہیں ہے' یا آئین سے متعلق نہیں ہے جس میں فنڈز کے بارے میں' ٹیکسوں کے بارے میں اور ڈسٹری بیوشن کے بارے میں' فیڈرل گورنمنٹ کے اور پراونشل گورنمنٹ کے بارے میں بتایا گیا ہے' اگر یہ related نہیں ہے' جناب سپیکر! تو میں معافی چاہوں گا کہ پھر وہی پوائنٹ آف آرڈر related ہے جس میں ہم اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں' پوائنٹ آف آرڈر جی' میرے گھر کی کھوتی تھی جی' وہ کھل گئی ہے اور ابھی تک ملی نہیں ہے جناب' This is point of order. اگر وہ پوائنٹ آف آرڈر ہے' یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے

تو افسوس ہی کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ یہ ایک نہایت اہم نکتہ اسمبلی میں زیر بحث آیا ہوا ہے۔ چونکہ میں بھی اس پر رولنگ دینا چاہتا ہوں۔ لیکن in writing دوں گا۔ اور کل دوں گا۔ اور ہاؤس میں وہ پڑھ کر سناؤں گا تاکہ تفصیل کے ساتھ وہ بات آ جائے اور ریکارڈ کا حصہ بن جائے۔ مہربانی، شکریہ۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

تحاریک التوائے کار

سید محمد عارف حسین بخاری: جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار تھی۔ میں غسل خانے تک گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کون سا نمبر ہے؟ نمبر ۲۴ ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری: آپ اجازت دے دیں، اس کو زیر بحث لائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہاں، آپ پڑھ دیجیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری: مجھے کاپی دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بخاری صاحب! پڑھیں۔

سید محمد عارف حسین بخاری: جی، مجھے وہ کاپی دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تحریک التوائے کار نمبر ۲۴ کی کاپی دیجیے۔ جن فاضل اراکین نے تحاریک دی ہوتی ہیں ان کے پاس اپنی فائل میں یہ موجود ہونی چاہییں۔ ان کو پوری طرح تیار ہو کر آنا چاہیے۔ یہ ایک طریقہ بن گیا ہے کہ جب وہاں کہا جاتا ہے تو فاضل رکن کہتا ہے کہ میرے پاس وہ کاپی ہی نہیں ہے۔ پہلے ایسا نہیں ہوا کرتا تھا۔ تابش الوری صاحب اس بات کے گواہ ہیں۔

حافظ آباد میں نکاسیٔ آب کی ناگفتہ بہ حالت

سید محمد عارف حسین بخاری: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حافظ آباد شہر میں محکمہ پبلک ہیلتھ نے تقریباً پونے چار کروڑ روپے نکاسیٔ آب پر خرچ

کیے ہیں مگر شہر گندے پانی کے جوہڑ کا منظر پیش کررہا ہے۔ کئی آبادیاں پانی میں ڈوبی ہوئی ہیں حتیٰ کہ سیشن کورٹ میں گندہ پانی داخل ہونے کے باعث دیوار توڑ کر سائلان اور جج صاحبان کے باہر جانے کا راستہ بنایا گیا۔ شہر میں گندگی کے سبب عوام میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ لہذا اس مسئلہ کو فوری زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر قانون! آپ جواب دیں گے یا متعلقہ وزیر کون ہیں؟

وزیر قانون، خوش اختر سبحانی صاحب متعلقہ وزیر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سبحانی صاحب یہاں ہیں یا ملک سے باہر ہیں۔

وزیر قانون، ملک کے اندر ہیں'۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اسمبلی سے باہر ہیں۔

وزیر قانون، اسمبلی سے باہر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پھر پینڈنگ رکھ دیا جائے۔

وزیر قانون، پینڈنگ کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پینڈنگ رکھ دیتے ہیں۔ بخاری صاحب! ٹھیک ہے؟ متعلقہ وزیر موجود نہیں ہیں۔ تو ضروری ہے' میں سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بات ہے کہ متعلقہ وزیر کو اپنے محکمے کا مؤقف بیان کرنا چاہیے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، ٹھیک ہے جی۔ اس سیشن کے دوران وزیر صاحب تشریف لے آئیں گے ناں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' آجائیں گے میرے خیال میں۔

وزیر قانون، جناب والا! اس کے علاوہ اس کا نوٹس بھی کل ہی وصول ہوا ہے۔

وزیر قانون، تو آپ کوشش کریں' محکمے کا جواب لیں۔ اگر وہ آجائیں تو بہتر' ورنہ پھر آپ جواب دے دیں۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جی۔

خواجہ ریاض محمود، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' خواجہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ آپ نے ابھی پوائنٹ آف آرڈر کی

بات سنی ہے ناں؟

خواجہ ریاض محمود: یہ وزیروں کی غیر حاضریاں کب تک برداشت کرتے رہیں گے ہم؟

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ کیونکہ وزیروں کی بات شروع تھی۔ at the moment انھوں نے یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔

خواجہ ریاض محمود: اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ بات وزیروں کی ہوتی ہے' شرما میں جاتا ہوں کہ وزیر صاحب نہیں ہیں اور سوال پینڈنگ کیے جا رہے ہیں' تحریکیں پینڈنگ کی جا رہی ہیں۔ میں یہ کہوں گا:

او بے وفا' نا آشنا کب تک سہوں تیرے گلے
بے وفا کہتے ہیں تجھ کو اور شرماتا ہوں میں

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ' مہربانی۔ تشریف رکھیں۔ میری بات سنیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ بات کافی دفعہ اس ہاؤس میں بیان کر دی گئی ہے۔ آپ نے بھی' باقی ممبران نے بھی اس نکتے کو کافی دفعہ اٹھایا ہے۔ سپیکر صاحب کی طرف سے بھی کافی دفعہ observation آئی ہے۔ لیکن اب ہم ایسے نہ کریں ناں کہ "شیر آیا' شیر آیا"۔ اس کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ ہر روز اسی بات پر بات کریں اور اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہو۔ تو میرا خیال ہے' عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہے۔ جناب میاں عبدالستار صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں؟

میاں عبدالستار: جی' پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ جناب سپیکر! میں اسی سے related سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں کہ پرسوں بھی یہ بات آئی تھی' کل بھی میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی تھی' آج خواجہ ریاض محمود صاحب نے بات کی ہے۔ اور اتفاق کی بات ہے کہ تینوں دن جناب ہی preside کر رہے تھے اور تینوں روز آپ نے ہی observation دی ہے کہ منسٹر صاحبان کو ہونا چاہیے۔ اور آج آپ نے یہ کہہ کر معاملہ بالکل گول کر دیا کہ "شیر آیا' شیر آیا' اور ایسا نہ ہو کہ شیر آ جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے گول نہیں کیا۔ میں نے یہی کہا ہے۔

میاں عبدالستار: اس کا مطلب یہ ہوا کہ شاید یہ کرسی کمزور ہو گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات تو سنیں۔ مقصد یہ ہے کہ اگر ہم روزانہ یا ایک گھنٹے کے بعد اسی بات کو پھر کرتے رہے اور میں بھی کہتا رہوں تو اس کی افادیت آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ میرا مقصد ہے'

آپ کا اور میرا نقطۂ نظر ایک ہی ہے۔ وزراء کو ہونا چاہیے۔ لازمی دل چسپی لینی چاہیے۔ سب ممبران کو ہونا چاہیے۔ یہ سب سے اہم بات ہے اجلاس میں آنا' اس کی کارروائی میں دل چسپی لینا۔ یہ کوئی ایک نئی بات تو نہیں ہے۔ ہم سب اس پر متفق ہیں۔ جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر تو نہیں ہے۔ آپ کی اجازت سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ایجنڈے کے مطابق ۱۲ تاریخ' یعنی پاپولیشن پلاننگ پر بحث رکھی ہوئی ہے اور ۱۴ تاریخ کو الیکٹورل ریفارمز پر رکھی ہوئی ہے۔ تو پاپولیشن پلاننگ کا مسئلہ تو ایک عرصے سے چلا ہی آ رہا ہے۔ الیکٹورل ریفارمز ایک نیا مسئلہ ہے اور بڑا پیچیدہ اور اہم مسئلہ ہے۔ میری حزب اختلاف کی طرف سے درخواست ہے کہ وہ کل رکھ دیں اور تیرہ کا ایجنڈا چودہ کے لیے کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، بڑی مہربانی۔

وزیر قانون، یہ ایک طے شدہ پروگرام کے تحت رکھا گیا ہے۔ یہ چیمبر میں اس کی بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو تحریک التوائے کار کا آدھ گھنٹہ ختم ہوتا ہے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے' آپ کی اجازت سے ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، منسٹر صاحب، آج پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے۔ تو ہم پہلے اپنا ایجنڈا کر لیں۔ اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ وقت ہو تو ـــــ

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں پہلے اس کی وضاحت کر دوں کہ طے شدہ تو چھ تاریخ کو بھی اسمبلی کا ایجنڈا دیا ہوا تھا۔ تو چیئر نے کرکٹ میچ کے لیے چھٹی ڈیکلیئر کر دی۔ تو یہ آپ کے اختیارات ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کو کسی جگہ پہ ہم کرتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، بڑی مہربانی۔

میاں فضل حق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں فضل حق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میاں فضل حق: جناب، میری تحریک التوائے کار تین دن سے پینڈنگ آ رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔ ہم نے کافی کام کیا ہے۔ آدھ گھنٹہ تھا، وہ ختم ہو گیا۔

میاں فضل حق: جناب والا! آج منسٹر صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ تو یہ ایک آدھ منٹ کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی پینڈنگ تھی؟

میاں فضل حق: جی ہاں سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کون سے وزیر تھے آپ کے؟

میاں فضل حق: ٹرانسپورٹ کے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تشریف رکھتے ہیں۔ اس کا نمبر کیا ہے؟

میاں فضل حق: ۱۴۔

لیاقت آباد ماڈل ٹاؤن کے لیے ٹرانسپورٹ کی ناکافی سہولتیں

جناب ڈپٹی سپیکر: گھر کی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ چونکہ ان کی وجہ سے یہ ہم نے پینڈنگ کی تھی۔ اس لیے اس بارے میں آپ کا کیا موقف ہے۔ انھوں نے ہاؤس میں پڑھ دی تھی۔ آپ اس بارے میں اپنے محکمے کا موقف بیان کیجیے۔

وزیر ٹرانسپورٹ (حاجی محمد اقبال گھر کی): اس ضمن میں عرض ہے کہ لیاقت آباد ماڈل ٹاؤن سے بس سٹینڈ لاہور تک روٹ نمبر ۲ منظور ہے۔ جس پر اس وقت تقریباً ۵۴ ویگنیں چل رہی ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ دفتری اوقات میں لاہور شہر کے باقی علاقوں کی طرح لیاقت آباد ماڈل ٹاؤن میں لوگوں کو سفر کرنے میں پریشانی آتی ہے۔ قواعد کے مطابق اس روٹ پر دو سال پرانی گاڑی کو روٹ نمبر مل سکتا ہے لیکن نئی گاڑیاں مہنگی ہونے کے باعث لوگوں کی قوت خرید سے باہر ہیں لہذا لوگ مذکورہ روٹ پر نئے ماڈل کی گاڑیاں چلانے سے قاصر تھے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ماڈل کی پابندی نرم کر دی گئی ہے اور اب اس روٹ پر 1983ء ماڈل کی گاڑیاں بھی چلائی جا سکتی ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ پابندی

نرم کرنے کے باعث ویگنوں کی تعداد قدرے بہتر ہو جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں؟

میاں فضل حق، جی سر۔ I personally feel that the concerned minister whatever he is saying nobody can understand and I don't know what I am saying he can understand or not

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اردو میں بولیں تاکہ وہ سمجھ بھی جائیں۔

میاں فضل حق، تو وہ انگریزی نہیں سمجھتے جناب؟ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ہماری قومی زبان اردو ہے۔ وہ ہمیں بولنی چاہیے۔ نہ آپ نے مجھ سے اجازت لی ہے کہ میں انگریزی میں بات کرتا ہوں۔ جی۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ ٹرانسپورٹ کے محکمے میں جتنی سرکاری خط و کتابت ہوتی ہے وہ اردو میں ہوتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' I disallow it ۔ چلیں جی آپ پڑھیں۔ میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہی نہیں لیتا۔ آپ ویسے ہی جذبات میں آ کر کھڑے ہو گئے ہیں۔

میاں فضل حق، نہیں۔ نہیں۔ جذبات میں نہیں سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ پھر مجھ سے ہی پوچھنے لگ گئے ہیں۔ میں ایک اور بات آپ کو بتا دوں یہ بھی اکثر ہوتا ہے' سپیکر کو کہا جاتا ہے کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ یہ کیا بات ہے؟ یہ مجھے انفرمیشن دیں۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ پوائنٹ آف انفرمیشن کسی جگہ پر نہیں ہے۔ آپ پورے جہان کی باتیں لے آئیں اور پھر سپیکر کو کہیں کہ بتائیں یہ کیا بات ہے؟ اب دیکھیں ناں وہ بات کر رہے تھے اور میں نے آپ کی عزت کے احترام میں ٹائم ڈکلیئر کر دیا تھا' میں آگے نکل گیا تھا۔ آپ کی عزت کے لیے میں نے ان کو کہا کہ بھئی واپس آئیں لیکن آپ نے پھر وہی کر دیا کہ ٹائم کو آپ kill کر رہے ہیں۔ یہ آپ کا ٹائم ہے۔

میاں فضل حق، آپ کی بہت مہربانی۔ جناب! میں یہ بات نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہمیں کیا ہے۔ ہم تو یہاں بیٹھے رہیں گے۔ اگر سارا دن آپ بولتے رہیں گے تو ہم

خاموشی سے سنتے رہیں گے۔

میاں فضل حق، نہیں، نہیں سر۔ میری آپ سے صرف اتنی گزارش ہے کہ جو منسٹر صاحب فرما رہے ہیں وہ مجھے بالکل سمجھ نہیں آ رہا، بخدا سمجھ نہیں آ رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چلو جی۔ آپ ذرا آرام سے بولیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ جو انھوں نے بات کی ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ تھوڑی سی factual position بتائیں، اس کے بعد آپ اپنے نقطۂ نظر میں بتائیں کہ یہ تحریک التوائے کار بنتی ہے یا نہیں۔ پھر میں اس پر رولنگ دے دوں گا۔

وزیر ٹرانسپورٹ، جناب سپیکر! جو انھوں نے سوال کیا ہے۔ میرے خیال میں پہلے وہ سوال پڑھ دیں پھر میں اس کے بعد جواب دے دیتا ہوں تاکہ سب کو سمجھ آ جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ، آپ سوال کو دوبارہ پڑھ دیں میں پھر اس کا جواب دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، گھر کی صاحب، آپ میری طرف مخاطب ہوں۔

وزیر ٹرانسپورٹ، ٹھیک ہے جناب۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! ان کی آواز ایسی ہے کہ سمجھ نہیں آ رہی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب یہ تو پھر اللہ تعالیٰ کو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی آواز ایسی ہے سمجھ نہیں آتی۔

وزیر ٹرانسپورٹ، میرے بھائی جو بھی زبان سمجھتے ہیں میں اس میں ان کو جواب دے دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں ٹھیک ہے۔ آپ ٹھیک بول رہے ہیں۔ مجھے تو ان کی سمجھ آ رہی ہے۔

سید تابش الوری، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی تابش الوری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ جناب وزیر موصوف سمجھ رہے ہیں کہ ان سے کوئی سوال کیا جا رہا ہے اور وہ اسکا جواب دیں گے۔ انھوں نے کہا ہے کہ پہلے وہ سوال پڑھیں میں جواب دوں گا۔ حالانکہ یہ تحریک التوائے کار ہے جو پہلے پڑھی جا چکی ہے اور اب انھوں نے تحریک التوائے کار کا جواب دینا ہے۔ پہلے اس بات کو clear کر لیجیے تاکہ وہ بہتر طور پر سمجھ سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اقبال گھر کی صاحب' یہ تحریک التوائے کار ہے۔ اس کی کاپی آپ کے پاس لازماً ہو گی۔ محکمے نے اس کا جواب دیا ہو گا تو یہ سوال نہیں ہے۔ یہ تحریک التوائے کار پر آپ نے بولنا ہے۔

وزیر ٹرانسپورٹ، جناب سپیکر! میں اسی تحریک التوائے کار کا ہی جواب دے رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' مہربانی۔ شکریہ۔

وزیر ٹرانسپورٹ، میں نے کہا ہے کہ شاید دوسرے دوستوں کو پتا نہ ہو اس لیے یہ دوبارہ اس کو پڑھ دیں تاکہ سب کی سمجھ میں آجائے۔ ان کی سمجھ میں میری بات نہیں آرہی۔ اس لیے میں نے کہا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ان کی سمجھ میں آجائے گی۔ میاں صاحب! تشریف رکھیں۔

وزیر ٹرانسپورٹ، تو جہاں تک اربن ٹرانسپورٹ پراجیکٹ کا تعلق ہے یہ بسیں بھی پرائیویٹ مالکان کی ملکیت ہیں۔ اس وجہ سے کسی بھی روٹ پر بسیں مالکان کے مشورہ کے بغیر نہیں چلائی جا سکتیں۔ روٹ مذکورہ پر بسیں چلانے کے لیے ٹرانسپورٹروں کا ایک اجلاس بلایا گیا ہے جن کو اس روٹ پر بسیں چلانے کی پیشکش کی گئی ہے۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ بعد سروے روٹ مذکورہ پر گاڑیاں چلا دیں گے۔ جیسے ہی ٹرانسپورٹروں نے روٹ مذکورہ پر گاڑیاں چلانے کا اظہار کیا انھیں فوری طور پر عارضی اجازت نامہ جاری کر دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ یہ بتائیں کہ یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔

وزیر ٹرانسپورٹ، یہ تحریک التوائے کار نہیں بنتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی میاں صاحب۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! میں معذرت سے عرض کروں گا کہ یہ میرے ساتھی ہیں' میں کوئی ان کو ایسے نہیں پوچھ رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کے لاہور ضلع کے ہی ہیں۔ آپ کے بڑے ہمسائے اور آپ کے ضلع سے تعلق رکھتے ہیں۔

میاں فضل حق، ٹھیک ہے جناب۔ میں منسٹر صاحب سے صرف assurance چاہتا تھا کہ جس روٹ کے متعلق میں نے یہ بات کی ہے اس کے اوپر گورنمنٹ کی کیا پالیسی ہو گی؟ انھوں نے جو فرمایا ہے ٹرانسپورٹروں کی ایک میٹنگ کال کی ہے' یہ ایک generalize سی بات کی ہے' specially اس

روٹ کے متعلق انھوں نے ابھی بھی کوئی confirmation یا assurance نہیں دی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب تو میں نے بات کرنی ہے۔ میں نے ان کی بات سمجھ لی ہے۔

میاں فضل حق، تو میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ آیا اس روٹ کے لیے بھی وہ کوئی ہمیں assurance کراتے ہیں کہ جب وہ یہ پالیسی finalize کریں گے تو اس روٹ پر بسیں چلیں گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وصی ظفر صاحب۔ پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! میری گزارش یہ ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ گزارش پوائنٹ آف آرڈر پہ ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! اس میں پوائنٹ آف آرڈر ہے آدھا سا---

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں پوائنٹ آف آرڈر۔ کیونکہ اس کے بغیر میں کیسے گزارش سن سکتا ہوں۔ پھر تو سارے کہیں گے کہ گزارش سن لیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، آپ کی مرضی ہے جناب۔ گزارش بھی سن لیں۔ حاکم ہیں اس وقت باؤس کے جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہ پوائنٹ آف آرڈر تو سن سکتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، میاں فضل حق صاحب کی سیٹ پر صد باٹھ کا آدھا ڈبہ ڈالنا چاہیے تاکہ یہ اٹھ نہ سکیں۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ This is no point of order - جی میاں فضل حق صاحب' آپ ان کی اس بات سے مطمئن ہو گئے ہیں' آپ press نہیں کرتے؟

میاں فضل حق، جناب! وہ مجھے اگر کوئی assurance دیں تو پھر میں press نہیں کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' آپ ان کی یہ تکلیف بحیثیت وزیر دور کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

وزیر ٹرانسپورٹ، کیوں نہیں کریں گے۔ پورے لاہور کو کریں گے۔ یہ ان کے ایک ہی روٹ کی بات نہیں ہے۔ پورے لاہور کی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' وہ آپ کوشش کر رہے ہیں؟

وزیر ٹرانسپورٹ، بالکل کر رہے ہیں اور پورے لاہور کے لیے کر رہے ہیں۔ ان کے ایک ہی روٹ کے لیے نہیں کر رہے سارے لاہور کے لیے کر رہے ہیں بلکہ پورے پنجاب کے لیے کر رہے ہیں۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! آپ نے جیسا ابھی فرمایا ہے کہ ان کی تکلیف میری تکلیف تو نہیں ہے۔ میں یہ تو پبلک کی بات کر رہا ہوں۔ یہ میرا ذاتی معاملہ تو ہے نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں بھی یہ نہیں سمجھتا۔ میرا یہ مقصد ہے کہ یہ آپ کی طرف سے جو چیز آئی ہے یہ عوام کی ہے۔ ہم سب یہاں عوام کی خاطر، عوام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے بیٹھے ہیں تو انھوں نے یہ بیان کر دیا ہے کہ نہ صرف particular آپ کے علاقے کی یہ جو عوام کی تکلیف ہے بلکہ ہم تمام لاہور اور باقی پنجاب میں بھی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ ان مسائل کو حل کریں۔

میاں فضل حق، بہت مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے خیال میں اب اس یقین دہانی کے بعد آپ press نہیں کرتے۔

میاں فضل حق، جی شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ بڑی مہربانی میاں صاحب۔ یہ ڈسپوز آف تصور ہو گی۔ جی میاں عبدالرشید بھٹی صاحب۔

جناب عبدالرشید بھٹی، میوں جناب تہاڈی ایس گل نال بڑا شدید اختلاف اے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کدے نال؟

جناب عبدالرشید بھٹی، ایہہ جیہڑی تساں گل کیتی کہ اسی ایتھے بہہ کے پنجاب دی خدمت کر رہے آں۔ پنجاب دے لوکاں دی خدمت کر رہے آں۔ میں سمجھنا آں کہ اسی کوئی خدمت نہیں کر رہے بلکہ اسی وقت ضائع کر رہے آں اپنا وی تے پنجاب دے لوکاں دا وی۔

ایک آواز، ایہہ ساڈا استحقاق مجروح کر رہے نیں۔

جناب عبدالرشید بھٹی، مجروح تے آپے ای اے۔ ایہہ سارا دن کی تماشا لائی رکھنے آں۔ ایتھے سارے سیانے بندے بیٹھے نیں ایمانداری نال کدی حساب لایا جے بھئی کرنے کیہہ آں آپاں سارا دن۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب آپ ایسا کریں ناں کہ اس پر بھی ہاؤس میں ایک موشن دے دیں کہ یہاں جو ہم بیٹھتے ہیں اس کا کوئی عوامی فائدہ نہیں ہے، وقت ضائع کرتے ہیں تو وہ ہم admit کریں گے۔

ں پر بحث ہو جائے گی۔ یہ آپ موشن کے ذریعے لائیں۔ مہربانی، شکریہ۔

ں عمران مسعود، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

ب ڈپٹی سپیکر، جی عمران مسعود صاحب۔

ں عمران مسعود، شکریہ جناب۔ جناب والا! بھٹی صاحب نے جو یہاں ایک تاثر دیا ہے کہ پنجاب
لی میں کوئی بھی مثبت بات نہیں ہوتی۔ تو میں اپنی طرف سے، جو ہماری یہ سائیڈ ہے، اس سارے
ے کو چلانے کے لیے ہم جو contribution کر سکتے ہیں، اپوزیشن اپنا جو رول ادا کر رہی ہے وہ
، سو فیصدی صحیح طریقہ سے کر رہی ہے، ان کو اگر کوئی شکایت ہے تو وہ نریژری بنچز سے ہونی
یے، اپنے وزراء سے ہونی چاہیے، جو ہماری ڈیوٹی ہے اس کو ہم پوری طرح سے سرانجام دے رہے ہیں۔

ب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

مری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

ں ڈپٹی سپیکر، جی وصی ظفر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

ری محمد وصی ظفر، جناب نے دیکھا ہے کہ اپوزیشن کتنا اچھا رول ادا کر رہی ہے کہ بیٹھے بیٹھے
ے بازی، بیٹھے بیٹھے گفتگو، سپیکر کی بات نہ ماننا پھر بدتمیزی کرنا، مختلف قسم کے احتجاج کرنا، سابقہ
ں باتیں بھول کے موجودہ دور کے بارے میں جعلی باتیں کرنا۔۔۔

ڈپٹی سپیکر، بس ٹھیک ہے بیٹھیں۔ میں اس پر کچھ تبصرہ نہیں کر سکتا۔

ر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

ڈپٹی سپیکر، جی، پوائنٹ آف آرڈر پہ ظفر علی شاہ صاحب۔

ر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے عرض کروں گا۔ محترم بھٹی صاحب نے بھی
ت کہی ہے۔ ویسے تو اس بات پر کچھ نہیں کہنا چاہیے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ بھی واضح کر
ا ہوں چونکہ بھٹی صاحب نے بھی کہا ہے، عمران صاحب نے بھی اور پھر وصی ظفر صاحب نے
ہے۔ (شور و غل)

پٹی سپیکر، خاموشی اختیار کیجیے۔ I call the House to order میرے خیال میں احساس تو
کم از کم بات فاضل رکن کی سپیکر تک تو پہنچ جائے اور وہ سمجھ سکے۔ اگر یہ مسئلہ بھی ختم ہو

گیا تو بات کیا بنے گی؟

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ proceedings کے دوران محترم فاضل رکن بھٹی صاحب عمران مسعود اور وصی ظفر صاحب نے یہ بات کہی ہے اور نیشنل پریس بیٹھا ہوا ہے ظاہر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں میں نے اس کا نوٹس ہی نہیں لیا۔

سید ظفر علی شاہ، آپ نوٹس لیں یا نہ لیں یہاں پر نیشنل پریس جو بیٹھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں نا۔ انہوں نے ایک بات کی اور اب ہم اس کو لے کر آگے چل پڑیں۔

سید ظفر علی شاہ، میں اور بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔

سید ظفر علی شاہ، چلو میں بیٹھ جاتا ہوں ویسے میں کچھ عرض کرنی چاہتا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ سے میں یہ توقع نہیں کر سکتا۔ مہربانی شکریہ۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہاں تھوڑی سی وضاحت کرنی چاہتا ہوں۔ جو رشید بھٹی صاحب نے بات کی ہے کہ یہاں پر بیٹھ کر ہم وقت ضائع کرتے ہیں۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے میں نے پوری اسمبلی کی طرف سے -------

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے ان کی بات کر دی ہے -----

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں۔

قراردادیں (مفاد عامہ سے متعلق)

اب ہم قراردادیں لیتے ہیں۔ پہلی قرارداد چودھری محمد اقبال صاحب کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

(فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہ تھے)

جناب ڈپٹی سپیکر، کیونکہ محرک موجود نہیں ہیں۔ اس لیے یہ قرارداد پیش نہیں کی گئی۔

اگلی قرارداد جناب عبدالرؤف مغل کی ہے وہ اسے پیش کریں۔

(فاضل ممبر ایوان میں موجود نہ تھے)

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ بھی تشریف نہیں رکھتے ۔ اس لیے اب ہم اگلی قرارداد پر چلتے ہیں ۔ اگلی قرارداد میاں سعید احمد شرقپوری کی ہے وہ اسے پیش کریں ۔

فاضل رکن ایوان میں موجود نہیں ہیں ۔ اگر لابی میں ہیں تو تشریف لے آئیں ۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! اصل میں بات یہ ہوئی کہ تابش الوری صاحب نے کہیں جانا تھا اس لیے انہوں نے اپنی ٹرن سید تابش الوری صاحب کو دے دی ۔ میں اپنی ٹرن بھی ان کو دے رہا ہوں اور یہ بھی دے رہے ہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ اپنی observation دیں کہ آج پرائیویٹ ممبر ڈے ہے آپ نے قراردادوں پر جتنے نام پکارے ہیں وہ موجود ہی نہیں ہیں تو کیا کوئی اپوزیشن کی طرف سے اس اجلاس میں کوئی دلچسپی کا اظہار ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: دونوں طرف سے یہی صورتحال ہے لیکن آج تو ------

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! ادھر تو سارے بیٹھے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آج تو کچھ -----

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں بھی تو آج کی بات کر رہا ہوں ۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر بھی at the moment ہے ۔ نہ وہ پرائیویٹ ممبر ڈے پر بیٹھے ہیں نہ کوئی ان کے محرک ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے ۔ ------ جی ایس ۔ اے حمید صاحب ۔

جناب ایس ۔ اے حمید: جناب سپیکر! چودھری اقبال صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے وہ اپنے گھر پر مصروف ہیں ۔ عبدالرؤف مغل صاحب کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے وہ بھی اپنے گھر پر مصروف ہیں ۔ اس کے بعد تابش الوری صاحب نے چونکہ ایک میٹنگ میں جانا تھا تو صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری صاحب اور چوتھے نمبر میں نے اپنی ٹرن ان کو دے دی ۔ اور وصی ظفر صاحب جو کہتے ہیں وہ بالکل غلط ہے ۔ خود تو یہ دو منٹ کے لیے بیٹھتے نہیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب میں نے بالکل درست کہا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلی قرارداد جناب ایس اے حمید صاحب کی ہے ۔ تو آپ اسے پیش نہیں

کرنا چاہتے۔

جناب ایس اے حمید، نہیں جناب۔

رشوت اور بدعنوانی کے انسداد کے لیے اعلیٰ سطحی کمیشن کا قیام

جناب ڈپٹی سپیکر، اگلی قرارداد سید تابش الوری صاحب کی ہے۔ وہ اسے پیش کریں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں یہ قرارداد پیش کرتا ہوں کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبے میں رشوت اور بدعنوانی کے انسداد کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے اراکین صوبائی اسمبلی اور ماہرین پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی کمشن قائم کرے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ،

"اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبے میں رشوت اور بدعنوانی کے انسداد کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے اراکین صوبائی اسمبلی اور ماہرین پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی کمشن قائم کرے"۔

وزیر قانون، میں اپوز کرتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں ذاتی طور پر بہت بڑا گناہ گار ہوں۔ میں ایک دنیادار آدمی ہوں اور میں نماز روزے کی بھی کوشش کرتا ہوں ۔ میں حلفاً قرآن اٹھا کر کہتا ہوں کہ جتنا انہوں نے ملک کا بیڑہ غرق کیا ہے جس طرح انہوں نے ملک کو لوٹا ہے جتنی رشوت اور بدعنوانی انہوں نے پیدا کی ہے جو کچھ انہوں نے ملک کے ساتھ کیا اللہ میری توبہ یہ دنیا میں کبھی کسی ملک میں نہیں ہوا اور یہ قراردادیں کیسی لا رہے ہیں یہ قوم کے ساتھ کیا کر رہے ہیں یہ ہو کیا رہا ہے؟ آپ دیکھیں ذرا۔

MR. DEPUTY SPEAKER: I rule it out.

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! اب تو صدر صاحب نے بھی ان کی کرپشن کے بارے میں کہا

ہے ۔ جناب والا! جب ان کا اپنا صدر یہ کہہ دے تو ان کو شرم آنی چاہیے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ۔ نہیں ۔ بات سنیں ۔ میں نے اسے rule out کر دیا ۔ اب دیکھیں نا ں ہم اس پر بحث شروع کر دیں۔۔۔۔۔ جی سید تابش الوری صاحب ۔

جناب ایس اے حمید ، جناب والا! انہوں نے ہمارے بارے میں جو کہا ہے ۔۔۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ۔ نہیں ۔ I disallow it ۔ میں نے ان کی بات کو rule out کیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔۔۔ جی تابش الوری صاحب' اپنی قرارداد کے حق میں اپنی تقریر کیجیے۔ (قطع کلامیاں)

سید تابش الوری، جناب سپیکر۔

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order, please.

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ ہاؤس کو in order کریں۔ اور وصی ظفر صاحب کو running commentary سے باز رہنے کی ہدایت فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ۔ وصی ظفر صاحب بڑے سمجھدار انسان ہیں ۔ مہربانی فرمائیں

سید تابش الوری، پھلنی تو بولتی ہے لیکن پیچھے کیا بول رہا ہے ؟

ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب ! آپ اپنی تقریر کریں ۔

سید تابش الوری، جناب والا! میری قرارداد پورے صوبے ہی کی نہیں بلکہ پورے ملک کے ایک ایسے مسئلے سے متعلق ہے جسے کرپشن ' رشوت اور بدعنوانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔ ملک کا یہ سب سے بڑا سب سے سنگین اور سب سے اہم مسئلہ ہے بلکہ اب یہ mother of problems ۔ مادر مسائل کا درجہ اختیار کر گیا ہے جس سے زندگی کے تمام شعبے بری طرح متاثر نظر آتے ہیں اور ہمارے دینی سیاسی' سماجی' ثقافتی' اخلاقی اور انتظامی نظام تہہ و بالا ہو کر رہ گئے ہیں ۔ جناب سپیکر۔

داستان ظلم جب پھیلی تو لا محدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

جناب سپیکر! کرپشن ایک کینسر کی طرح قوم اور ملک کے سارے جسم میں پھیل گئی ہے۔ جس سے کچھ اعضاء یعنی ادارے مفلوج ہو گئے ہیں اور باقی تیزی سے خراب ہو رہے ہیں ابھی احساس اور حرارت کی کچھ چنگاریاں موجود ہیں امید کی کچھ کرنیں روشن ہیں۔ اصلاح کی کچھ تدابیر باقی ہیں اور علاج

کے کچھ امکانات برقرار ہیں اس لیے ہمیں وقت کی پکار اور تاریخ للکار پر توجہ دے کر اصلاح احوال کی کوششیں کرنی ہوں گی اور ایک ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا ہو گا جو ملک کو کرپشن اور بدعنوانی کی لعنت ختم کرنے کے لیے مثبت اقدامات کر سکے۔

جناب سپیکر! اسلام دولت کی تقسیم کا ایک معاشی نظام رکھتا ہے لیکن اسلام کے نام پر قیام اس مملکت اسلامیہ میں دولت ہی انفرادی اور اجتماعی اخلاقی بحران کا محور بن گئی ہے دیانت 'صداقت' شرافت اور عزت کی ساری قدریں پس منظر میں چلی گئی ہیں اور دولت تنہا میسر قدر اور value کی حیثیت سے پیش منظر میں ہے اور اسی کو معاشرے میں بالا تر اور سب سے اہم مقام حاصل ہو گیا ہے۔

جناب والا! دولت کی حرص اپنی انتہا : کو چھو رہی ہے ۔ لوگ جنونی سے ہو گئے ہیں۔ سرمائے کی اندھی دوڑ جاری ہے ۔ راتوں رات امیر بننے کی پاگل خواہش نے اکثریت کو اپنی گرفت میں لے رکھا ہے ۔ سادگی قناعت کی جگہ مصنوعی زندگی ' تعیش اور دکھاوا آ گیا ہے ۔ فضول خرچی' ذاتی نمائش لازمی بنادی گئی ہیں اور خواتین کی آرائش و زیبائش کا شوق بے لگام ہو گیا ہے جس نے کرپشن کی آگ کو اور کرپشن کی چنگاریوں کو بھڑکا کر آتش فشاں بنا دیا ہے ۔

جناب والا! سیاسی ' انتظامی عدلیاتی اور اقتصادی سطح پر کرپشن کی اور بہت سی وجوہ بھی ہیں۔ حکمران طبقوں نے سیاست کو اقتدار سے جب سے دولت کمانے کا ذریعہ بنا لیا ہے کرپشن کے دائرے لا محدود ہو گئے ہیں ۔ سیاستدانوں ' بیوروکریٹس ' ٹیکنوکریٹس اور دوسرے مراعات یافتہ طبقوں میں حرص زر کا دیوانہ وار مقابلہ ہو رہا ہے ۔ اور احتساب کی قوتیں مفلوج نظر آتی ہیں۔موجودہ حکومت نے ہر سطح پر کرپشن کے دائرے لامحدود کر دیے ہیں اور حکمرانوں کی اربوں روپے کی بدعنوانیاں زبان زد خاص و عام ہو گئی ہیں۔ جناب والا ' آپ نے دیکھا ہے کہ خود صدر مملکت نے رشوت اور بدعنوانی کے خلاف احتجاج کی آواز بلند کی ہے او ر انھوں نے پنجاب کی حکومت پر فرد جرم عائد کی ہے کہ دباؤ ' سفارش اور بدعنوانی کی بنیاد پر پنجاب کی حکومت ناکام نظر آتی ہے ۔

جناب والا! یہ فرد جرم پنجاب کے لیے ایک بہت بڑا تازیانہ ہے ۔ انھیں محسوس کرنا چاہیے کہ ملک کا سربراہ ' ملک کی سب سے بڑی شخصیت جو خود حکمران پارٹی سے تعلق رکھتی ہے اس نے پنجاب کی کرپشن پر علی الاعلان واضح طور پر دو ٹوک یہ الزام عائد کیا ہے کہ اب پنجاب کی حکومت ناکام ہو گئی ہے ۔ اس کی بنیاد پر غیرت مند حکومتیں تو مستعفی ہو جایا کرتی ہیں ۔ آپ نے دیکھا کہ بھارت میں

ابھی کرپشن کا ایک بڑا سکینڈل ہوا ہے ۔ اور اس کو قومی سطح پر جب اس کا نوٹس لیا گیا۔ عدلیہ نے جب اس سلسلہ میں پیش رفت کی اور عوامی احتجاج کی لہر ابھری تو بہت سے وفاقی وزراء کرام اپنے عہدوں سے' اپنی وزارتوں سے مستعفی ہو گئے ۔ جناب والا! آپ کو یاد ہے کہ ایک ریلوے کا حادثہ ہوا تھا اور شاستری نے اس کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے اپنا استعفیٰ کابینہ کو پیش کر دیا تھا۔ بھارت میں ابھی کرپشن کا الزام لگا ہے ' ابھی وہ ثابت نہیں ہوا ہے ۔ ابھی اس پر کوئی سزا نہیں دی گئی ہے۔ وزراء نے سیاسی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا ہے ۔ لیکن پنجاب میں حکمران پارٹی کے ارکان کی بڑی تعداد میں پنجاب کے بعض وزراء پر کرپشن کا الزام لگایا۔ ان پر سنگین الزامات عائد کیے ۔ پنجاب اسمبلی کے باہر ہی انھوں نے احتجاجی کیمپ لگا کر ان وزراء سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا۔ لیکن پنجاب کے وزراء میں وہ سیاسی بیداری' وہ سیاسی شعور ' وہ سیاسی غیرت نہیں تھی کہ وہ اپنے حکمران پارٹی کے ارکان کے مطالبہ پر مستعفی ہو کر ان کے الزامات کا سامنا کرتے اور اگر وہ الزامات غلط ثابت ہوتے تو وہ پھر کابینہ میں واپس آ جاتے ۔ لیکن جناب والا! ایسا اس لیے نہیں ہوا کہ ہم نے احتساب کو ہر سطح پر مطل کر دیا ہے ' مفلوج کر دیا ہے بلکہ اب ہم نے رشوت اور بدعنوانی کو سماج کی ایک مؤثر ترین قدر کے طور پر ذہنی طور پر قبول کر لیا ہے ۔

جناب والا! اس مرحلہ پر جب میں یہاں یہ کہہ رہا ہوں کہ کرپشن کے سیلاب نے سب کو متاثر کر رکھا ہے وہاں مجھے یہ اعتراف بھی کرنا چاہیے کہ کرپشن کے اس سمندر میں بلاشبہ دیانت و امانت کے کچھ جزیرے بھی ہر سطح پر موجود ہیں۔ ہر شعبہ میں ایسے قابل قدر افراد زندہ ہیں کہ جن کی ایمانداری اور معیار و کردار کی قسم کھائی جا سکتی ہے ۔ بلاشبہ ان کی تعداد بتدریج کم ہو رہی ہے ۔ بلاشبہ معاشرے میں ان کی acknowledgement بہت مختصر رہ گئی ہے۔ لیکن یہ ہم سب کے خراج تحسین کے مستحق ہیں۔ ان سب کو ہمیں سلام کرنا ہو گا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ بدعنوانی کے اس مشکل ترین دور میں جو لوگ دیانت ' امانت اور صداقت کے ساتھ اپنے فرائض ادا کر رہے ہیں وہ پیغمبرانہ سیرت کی تقلید کر رہے ہیں۔ اور اس اعتبار سے معاشرے کا فرض ہے کہ ایسے مثالی افراد کی عظمت و احترام کو ہر مقام پر برقرار رکھا جائے ' سراہا جائے اور اسے خراج عقیدت پیش کیا جائے ۔ چونکہ جو معاشرہ اپنے اچھے ' با کردار اور باضمیر لوگوں کا احترام نہیں کرتا وہ معاشرہ اقوام عالم میں زندہ نہیں رہتا۔ ہم نا صرف نیکی کے احساس اور اس کے acknowledgement سے محروم ہوتے جا رہے ہیں بلکہ بدی کو فروغ

دینے میں اور بدی کو آگے بڑھانے میں اپنا زبانی اور عملی کردار ادا کرتے چلے جا رہے ہیں۔ جناب والا! آپ اتفاق کریں گے کہ نیک و بد میں امتیاز کے خاتمے ' احتساب کے فقدان اور جزا و سزا کی بے نیازی نے کرپشن کو بے حد فروغ دیا ہے ۔ دولت اور اقتدار کی ہوس نے پورے معاشرے کی بساط الٹ دی ہے۔ پاکستانی سوسائٹی اب ایک ایسے لکڑی کے محل کی طرح ہے جسے اندر سے رشوت کی دیمک نے کھوکھلا کر دیا ہے ۔ اور وہ کسی وقت بھی زمین بوس ہو سکتا ہے ۔ جناب سپیکر! اس لیے ابھی وقت ہے کہ بدعنوانی کے انسداد کے لیے مؤثر اور جامع لائحہ عمل تیار کیا جائے ۔ بلا امتیاز ہر شخص کا احتساب کیا جائے ۔ رائے عامہ کرپشن کے حوالے سے بیدار کی جائے۔بدعنوانوں کے خلاف محاذ بنائے جائیں۔ انسداد بدعنوانی کے قوانین کی عام اشاعت کی جائے۔ہر سطح پر صوابدیدی اختیارات محدود کیے جائیں۔ میرٹ اور صرف میرٹ کو معیار بنایا جائے ۔ غیر ترقیاتی اخراجات سختی سے کم کیے جائیں' اثاثوں کے گوشوارے باقاعدگی سے وصول کیے جائیں' تعلیمی اداروں میں سیرت کردار پر زور دیا جائے' احتسابی اداروں کا دائرہ کار پھیلایا جائے اور ان کا تحفظ یقینی بنایا جائے اور دیانت و کردار کی حوصلہ افزائی کے لیے ترغیبات فراہم کی جائیں ۔ جناب والا ! ان تجاویز اور دوسری اہم تدابیر کو عملی شکل دینے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم صوبائی سطح پر ایک کمشن تشکیل دیں ۔ وہ کمشن مختلف ماہرین کی' مختلف شعبوں کے نمائندوں کی آراء جمع کر کے صوبے کی سطح پر ایک ایسی تجاویز' رپورٹ مرتب کرے جس سے اگر ہم کرپشن کا مکمل طور پر خاتمہ نہ کر سکیں تو کم از کم کرپشن اور بدعنوانی کو ختم کرنے کے لیے ضروری اور نظر آنے والی جدوجہد تو کر سکیں۔ جناب والا ! اگر کرپشن کے سلسلے میں ہماری بے حسی اور بے عملی اسی طرح جاری رہی تو یہ پورا معاشرہ کرپشن کی زد میں آ کر ورق ورق ہو کر بکھر جائے گا۔ یہ ملک جو لاکھوں' کروڑوں عوام کی قربانیوں سے اس لیے قائم کیا گیا تھا کہ یہاں مساوات ہو گی' یہاں انصاف ہو گا' یہاں دولت کی مساوی تقسیم ہو گی' یہاں ایسا معاشرہ ہو گا جو رشوت اور بدعنوانی سے پاک ایک نظام قائم کرے گا ۔ ہم قائد اعظم کی اس تصویر کے سامنے آج بھی شرمندہ ہیں کہ ہم ان کے نصب العین ' ان کے مقاصد اور ان کے مشن کی تکمیل نہیں کر سکے ۔ اگر ہم قائداعظم کا آج بھی اس تصویر کے حوالے سے احترام کرتے ہیں تو ان کے حوالے سے ہمیں عہد کرنا ہو گا کہ اس معاشرے کو قائد اعظم کے افکار و نظریات کے مطابق پاکیزہ ' فلاحی اور اسلامی معاشرے کی حیثیت دیں گے اور اگر اس نصب العین کی تکمیل کرنی ہے تو پھر ہمیں پہلے بنیادی اور سنگین مسئلے کے طور پر کرپشن

کے انسداد کے لیے کام کرنا ہو گا اور وہ کمیشن تشکیل دینا ہو گا جو ایک تفصیلی اور مفصل رپورٹ پیش کر کے دوسرے صوبوں کے لیے بھی ایک قابل تقلید مثال قائم کرے ۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ہاؤس جو ہمیشہ کرپشن کے خلاف آواز بلند کرتا ہے جماعت ' حزب اختلاف اور حزب اقتدار سے بالا تر ہو کر اس قرار داد کو منظور کرے گا کیونکہ میں نے اس میں یہ نہیں کہا کہ وہ کمیشن صرف حزب اختلاف کے ارکان پر مشتمل ہو میں نے کہا ہے کہ کمیشن اراکین اسمبلی اور ماہرین پر مشتمل ہونا چاہیے اور مجھے یقین ہے کہ اس غیر متنازعے مطالبے کو منظور کرنے میں پورا ہاؤس میری تائید کرے گا۔ شکریہ۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! میں نے پہلے ایک گزارش کی ہے اور رول 98 کے تابع آپ مجھے اس کی اجازت بھی فرما سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وصی ظفر صاحب ! اس وقت میں amendment کی اجازت نہیں دے سکتا البتہ میں آپ کو اس کی مخالفت میں بولنے کے لیے تقریر کا حق دے دوں گا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا ! میری amendment بھی انتہائی جائز ہے ۔ بہرحال مجھے اس کی مخالفت میں بولنے کی اجازت دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے آپ اس پر بات کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر: شکریہ ۔ جناب والا ! سب سے پہلے میری گزارش یہ ہے کہ میں نے اس میں جناب کو ایک ترمیم بھی پیش کی ہے ۔ میں نے کہا تھا کہ "نیز اس امر کا بھی تجزیہ کیا جائے کہ کرپشن کس دور میں عروج پر پہنچی اور تمام قوم میں سرایت کر گئی" ۔جناب والا ! یہ قوم نہ اندھوں کی ہے ' نہ بہروں کی ہے ' نہ عقل سے عاری لوگوں کی ہے ۔ ان کو سب کچھ نظر آتا ہے ' انھوں نے دیکھا ہے کہ یہ تمام معاشرہ کس طرح بگڑا ہے ساری قوم کے علم میں ہے ۔ جناب سپیکر ! آپ یہ ملاحظہ فرما لیں میں نہیں کہہ رہا بلکہ سب کے علم میں ہے کہ ڈرگ مافیا نے کس دور میں جنم لیا ' یہ سب کے علم میں ہے کہ کلاشنکوف کلچر کس دور میں متعارف ہوا ' یہ سب جانتے ہیں کہ قبضہ گروپ کس دور میں بنے ' یہ سب جانتے ہیں کہ کرپشن کس دور میں پوری قوم میں سرایت کر گئی ۔ جناب والا ! وہ سابقہ دور تھا ۔ وہ دور تھا جب یہاں مارشل لاء لگا رہا اور پھر مارشل کے پروردہ ' جو مارشل لاء کی وجہ سے معرض وجود میں آئے ' جو مارشل لاء کی وجہ سے سیاست دان بن بیٹھے جب ان کی حکومت تھی جن کا قاعدہ اور مقولہ ہی یہ تھا کہ ہمیں کچھ نہ کہو خود جو مرضی کرو ۔ بلیک مارکیٹنگ کرو ' چوری کرو ' سمگلنگ کرو '

ناجائز ذرائع سے رقم کماؤ ' رشوت ستانی کا بازار گرم کرو ۔ جنھوں نے سرکاری ملازمین اور افسران کو اس نہج پر پہنچا دیا کہ وہ جس طرح چاہیں لوٹیں ۔ یہ سب عادتیں اس وقت کی پڑی ہوئی ہیں ۔ یہاں تقریباً ہر سرکاری ملازم ' آفیسر side business کے نام پر ایسے ایسے کمالات پیش کر رہا ہے جو رعایتیں انھیں اس وقت سے حاصل ہیں ان کی وجہ سے ادھر ایک باقاعدہ مافیا بن گیا ہے انھیں اب وہ چھوڑنے کے لیے راضی نہیں ہیں ۔ جناب والا اس دور میں نہ صرف تمام قوم کو انتہائی بد دیانت کر دیا گیا ' کسی کو یہ سوچنے کی ضرورت نہ رہی کہ آیا اس شخص کے پاس جو پیسے ہیں وہ جائز کمائی ہے یا ناجائز یعنی لڑکی کی شادی کرتے وقت لوگوں کی سوچ یہ ہو گئی کہ یہ کسٹم کا کلرک ہے لڑکی بڑی سکھی رہے گی۔ فوجی کپتان کے ساتھ لڑکی کی شادی کی تو وہ بھوکی مر جائے گی ۔ انھوں نے قوم کے ذہن اس طرح کے بنا دیے ہیں ۔ یہ سب کچھ اس کرپشن کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے دور میں آپ دیکھیں کہ ایماندار آدمی کی ایک dignity ہوا کرتی تھی ۔ ہم نے وہ دور دیکھا ہے' طالب علمی کا زمانہ دیکھا ہے' اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے ' قوم کے بزرگوں کو بھی دیکھا ہے۔ اس وقت جو سرکاری ملازم یا آفیسر تھے ان کا ایک اپنا life style تھا ۔ وہ اس بات پر فخر محسوس کرتے تھے کہ ان کے گھر میں بچوں کے لیے دوپہر کا کھانا دستیاب نہیں ہے ان کے بچے صرف صبح اور شام کھاتے ہیں ۔ آج سرکاری افسر اس بات پر فخر محسوس کرتا ہے کہ میرا بچہ دوستوں کے ساتھ جا کر "آواری" میں کھانا کھا سکتا ہے ' وہ نئی گاڑی میں پھر سکتا ہے ' اس کے پلاٹس ہیں ۔ جناب والا آپ فہرست مرتب کروا لیں کہ جو آفیسرز 1980ء تک ریٹائرڈ ہوئے ہیں وہ فخریہ طور پر ایمانداری کے ساتھ ریٹائرڈ ہو کر تلاش کی زندگی میں پنشن پر گزارا کر رہے ہیں ۔ جبکہ انھوں نے اپنے دور میں قوم کو کدھر سے کدھر پہنچا دیا ہے ۔ انھوں نے صرف اپنی حکومت کرنے کے لالچ میں اس قوم کے لیے ایک ناسور پیدا کر دیا ہے ۔ انھوں نے فارمولے بنائے کہ جی نیچے سے چہرے بدلتے جائیں اوپر یہ خود بیٹھے رہیں ۔ ان کو کچھ نہ کہیں ' جائز و ناجائز کمانے دیں ' یہ بے شک ناجائز اسلحہ بیچیں ' ناجائز فروشی کریں ' بلیک مارکیٹنگ کریں ' سمگلنگ کریں خواہ وہ سونے کی ہو ' آٹے کی ہو ' چینی کی ہو ' گھی کی ہو یا ہیروئن کی ۔ اس فارمولے پر عمل کرتے ہوئے ' اپنے مقاصد کے لیے ' صرف اپنی حکومت بچانے اور قائم کرنے کے لیے انھوں نے ساری قوم کا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے ۔ اب یہ ناسور قوم کی جڑوں میں اتنا اندر تک چلا گیا ہے کہ اس کو نکالنے کے لیے بھی کوئی revolution ہونی چاہیے۔ یہ اپنے گریبان میں منہ تو ڈالیں ۔ میں نے ادھر

غلط نہیں کہا۔ میں یہ دوبارہ حلفاً کہہ رہا ہوں کہ یہ سب ان کا کیا دھرا ساری قوم کے سامنے آیا ہے۔ اور انھوں نے قوم کا ایسا بیڑہ غرق کیا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا اور پھر ڈھیٹ اتنے ہیں کہ وہی باتیں اسی طرح ڈھٹائی سے بیان کرتے چلے جاتے ہیں ان پر کوئی اثر ہی نہیں ہے۔ انھوں نے جھوٹ کی ایک سیاست قائم کی، انھوں نے جھوٹ کی دیواروں پر اوپر سے نیچے بلڈنگ لا کر ایک ایسی عمارت قائم کی ہے جس کی کرپشن، بددیانتی، سمگلنگ، بلیک مارکیٹنگ کے سوا کوئی بنیاد نہیں ہے۔ جناب والا! میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ یہ تدارک ہونا چاہیے لیکن جب تک یہ تجزیہ نہ ہو گا کہ یہ ہوا کیسے؟ اسے بنیاد سے نہ اکھاڑا جائے گا بنیاد سے پکڑا نہیں جائے گا۔ تو جیسے انھوں نے اوپر سے لا کر سیاست قائم کی اسی طرح یہ کہتے ہیں کہ شاید اوپر سے لا کر کرپشن بھی ختم ہو جائے گی۔ نہیں۔ اس کی بنیادی وجوہات معلوم کرنی ہوں گی وہ بنیادی وجوہات معلوم کرنے کے لیے یہ ترمیم انتہائی ضروری ہے کہ یہ کیسے شروع ہوئی اور اس عروج پر کیسے گئی ان گزارشات پر میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی، سید ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! ابھی ابھی میرے فاضل دوست نے اپنے خیالات کا اظہار کر کے تقریر ختم کی تو اگر میں غلط نہیں سمجھا تو فاضل ممبر نے بھی فاضل ممبر جناب تابش الوری صاحب کی اس قرار داد کی حمایت کی ہے صرف فالتو باتیں یہ کہیں کہ انہیں کوئی پرانا grievance تھا۔ تو میں اس سلسلے میں اس بات کی تو وکالت نہیں کروں گا کہ پیچھے کیا ہوتا رہا یا کیا نہیں ہوتا رہا اور اگر بقول وصی ظفر صاحب کچھ ہوتا رہا تو پونے تین سال سے مرکز میں اور صوبے میں ان کی حکومتیں قائم ہیں۔ کیا وہ کسی ایک مقدمے کے بارے میں بھی ماسوائے political victimization کے جو کہ personal بنیادوں پر وفاقی ایوان سے ان لوگوں کے خلاف کی گئی ہیں جو کہ ان سے پیشتر اس وفاقی ایوان میں کسی نہ کسی طرح سے براجمان تھے۔ اس کے علاوہ مجھے بتا دیں کہ انھوں نے سابقہ دو سال، تین سال، چار سال، دس سال یا بیس سال کا کرپشن کا کوئی بڑا سکینڈل یا کرپشن کی کوئی بڑی مچھلی پکڑ کر قوم کے سامنے پیش کی ہو۔ ہم تو خود اس انتظار میں ہیں کہ آج کیا امر مانع ہے۔ وہ absolute power enjoy کر رہے ہیں۔ مجھے کسی گھرانے کا نام بتائیں، کسی کارخانے کا نام بتائیں، کسی سیاست دان کا نام بتائیں انھوں نے جو اتنی لمبی چوڑی بات کر دی کہ کلاشنکوف کلچر اور فلاں فلاں وہ باتیں اپنی جگہ درست ہیں اسی لیے آج بھی حزب اختلاف یہ کہہ رہی ہے اور حزب اختلاف کے لیڈر جن پر نام نہاد

مقدمات بنائے گئے political victimization کی گئی انھوں نے عدالتوں میں کھڑے ہو کر کہا کہ آئیں اور ہمارے خلاف الزامات ثابت کریں لیکن وہ تو political war کی بات ہے۔ political war میں جھوٹ اور سچ تمام چیزیں داخل کر دی جاتی ہیں۔ جناب والا! میں general public interest کے بارے میں عرض کر رہا ہوں کہ آج بھی صوبائی حکومت، وفاقی حکومت اور میرے محترم دوست نے بڑی کوشش کی لیکن پونے دو سال سے ایم کیو ایم کے ایڈوائزر کی چیخیں سنتے رہے کہ میری کوئی نہیں سنتا نہ کوئی اوپر سنتا ہے اور نہ ہی کوئی نیچے سنتا ہے۔ اور اب پورے دو سال کے بعد تو full'ledged منسٹر ہیں۔ وہ اب مجھے بتا دیں کہ انھوں نے کرپشن کے کتنے اڈوں پر چھاپے مارے اور کرپشن کے کتنے سکینڈل طشت از بام کیے۔ کم از کم ہماری نظر سے تو کوئی ایسی بات نہیں گزری اور اگر آج حزب اختلاف کی طرف سے اور حزب اختلاف کے رکن کی طرف سے ایک جائز قرار داد آئی ہے تو ابھی یہ قرار داد پوری پڑھی بھی نہیں گئی تھی کہ حکومتی بنچز سے لاء منسٹر صاحب جمپ لگا کر اٹھے اور کہا کہ I oppose it بھائی پڑھ تو لو سمجھ تو لو کہ بات کیا کہہ رہے ہیں۔ کس بات کو oppose کرتے ہو؟ ادھر تو آپ اتنا بڑا دعویٰ کر رہے ہیں کہ عرصہ دراز سے یہ کچھ چلا آ رہا ہے اور اب بھی ہو رہا ہے تو اگر اب حزب اختلاف یہ کہتی ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبہ میں رشوت اور بد عنوانی کے انسداد کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے اراکین صوبائی اسمبلی اور ماہرین پر مشتمل ایک اعلیٰ سطح کمشن قائم کرے۔ اس پر کیا اعتراض ہے؟ یہ بے ضرر اور جامع قرار داد بھی ان کو برداشت نہیں ہوتی۔ جناب سپیکر! کیوں چور کی داڑھی میں تنکا۔ اور اس بات کا بھی خطرہ ہے کہ اگر یہ کمیشن بن گیا تو اس میں اگر ہمارے اپنے ہی ممبر ہوئے اگر اس میں غلام عباس جیسا کوئی ممبر بن گیا تو ہم کہیں رگڑے نہ جائیں تلے نہ جائیں اور میں ابھی ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر لاء منسٹر صاحب کو یا حکومتی بنچز کو یہ قرار داد پسند نہیں تو اس کو اس طرح پڑھ لیتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے اس کا پہلا حصہ تو یہ ہے کہ اس ایوان کی رائے ہے کہ صوبائی حکومت صوبے میں رشوت اور بد عنوانی کے انسداد کی سفارشات مرتب کرنے کے لیے اراکین صوبائی اسمبلی اور ماہرین پر مشتمل ایک اعلیٰ سطح کمشن قائم کریں۔ اگلا حصہ بطور amendment میں بتا رہا ہوں کہ اگر ان کو اوپر والا حصہ پسند نہیں تو میرے والی amendment سن لیں شاید انھیں یہ پسند آ جائے اور اس پر کوئی unanimous قرار داد پاس ہو جائے اور اگر یہ ممکن نہیں تو صوبائی اور وفاقی حکومتی نمائندوں کو بین الصوبائی، بین الملکی اور بین الاقوامی

deal میں کمشن لینے کو جائز قرار دیا جائے۔ جناب والا! یہ ٹھیک ہے؟ ہم یہ پیش کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ ان کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ انھیں منتخب نمائندوں اور ماہرین کے کمشن قائم ہونے پر اعتراض ہے۔ اگر اس پر انھیں اعتراض نہیں تو میں شاہ صاحب کو request کروں گا کہ وہ واپس لے لیں اور یہ پیش کر دیتے ہیں اس پر تو اتفاق کر لیں یہ تو ان کی صحت کے لیے بہتر ہے۔ جناب سپیکر! یہ احتساب کا ایک ایسا عمل ہے جو آج تک ناممکن رہا ہے میں اس طرف بیٹھنے والے بھائیوں سے بھی کہہ رہا ہوں اور ان سے پہلے آنے والوں کو بھی کہہ رہا ہوں حتیٰ کہ مارشل لاء اتھارٹیز کو بھی کہہ رہا ہوں جن کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوتے ہیں۔ مارشل لاء سے لے کر آج تک جو حکومتیں آتی رہی ہیں اگر احتساب کا عمل ٹھیک ہوتا تو آج نہ سیاست دان بد نام ہوتا، آج نہ بیوروکریٹ بدنام ہوتا نہ آج لوگ پریشان ہوتے اور نہ ہی آج کا سیاست دان گالی بن جاتا اور نہ لوگ ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے اور نہ لوگ یہ کہتے کہ چھڈو جی یہ نظام بھی خراب ہے پیسے دے کر بات کرا لیں گے۔ آج رشوت اور کرپشن جس کی تائید موجودہ وزیر اعظم پاکستان نے بھی کی ہے۔ آج کرپشن کی تائید صدر پاکستان کر رہے ہیں۔ ہم ایک تو کرکٹ کپ کے holder تھے اب دنیا ہمیں کہہ رہی ہے کہ ہم کرپشن کے بھی کپ holder ہیں۔ اگر ان باتوں کے تدارک کے لیے آواز اٹھائی جاتی ہے تو انہیں پریشانی ہو جاتی ہے آج ہر شعبے میں ہر مکتبہ فکر میں ہر غریب اور امیر کو ماسوائے رشوت دینے کے سفارش دینے کے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ رشوت اور سفارش کے بغیر نہ علاج ہوتا ہے نہ سکول میں داخلہ ملتا ہے نہ انصاف ملتا ہے حتیٰ کہ وزارت بھی نہیں ملتی اور نہ وزارت اعلیٰ ملتی ہے اور نہ ہی وزارت عظمیٰ ملتی ہے۔ جناب سپیکر! آپ کیا کہتے ہیں یہاں پر" تند نہیں تانی بگڑی ہوئی ہے" ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم کوئی بہت سورمے ہیں ہم راتوں رات اسے ٹھیک کر لیں گے لیکن ہم اپنے conscious کو clear کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے ایماندارانہ کوشش کی تھی اور ہماری اس کوشش میں کتنا ہاتھ بڑھایا گیا لوگ یہ بھی دیکھ لیں۔ جناب والا! جب ایک گھر کے آٹھ آٹھ یا دس دس افراد ہیں اور کمانے والا ایک ہے اور بے روزگاری کی یہ حالت ہے کہ اس کے بیٹے تعلیم کی ڈگریاں لیے پھرتے ہیں لیکن سروس نہیں ملتی۔ ابھی میرے فاضل دوست کسٹم انسپکٹر کی اور فلاں فلاں انسپکٹر کی بات کر رہے تھے کیا انہیں پتا ہے کہ ملک اور صوبے کی منڈی میں کسٹم انسپکٹر ہونے کا ریٹ کیا ہے؟ کیا یہ انہیں نہیں پتا؟ سیاسی ورکر ہیں یقیناً پتا ہو گا۔ جناب سپیکر! تھانیدار بننے کے لیے ریٹ کیا ہے؟ یقیناً

پتا ہو گا ۔ تحصیلدار بننے کے لیے ریٹ کیا ہے؟ یہ بھی پتا ہو گا ۔ جس ملک کی تمام executive machinery کی بنیاد رشوت اور کرپشن پر رکھ دیں--------

چودھری محمد منیر ازہر، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی منیر ازہر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں

چودھری محمد منیر ازہر، جناب سپیکر! اپوزیشن کی جانب سے یا حزب اقتدار کی جانب سے بطور وکیل کھڑے ہو کر ایک دوسرے پر الزامات لگانا بڑا آسان ہے ۔ میں اپنے فاضل دوست کو دعوت دیتا ہوں کہ یہ میرے حلقے میں جائیں۔ جناب سپیکر! میں فاضل رکن کو دعوت دیتا ہوں کہ اگر پانچ روپے کا خرچہ بھی کسی کا ثابت کر دیں تو میں اسمبلی سے بھی اور سیاست سے بھی مستعفی ہو جاؤں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، منیر ازہر صاحب مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں ' الزام لگا رہے ہیں غلط کہہ رہے ہیں یا صحیح کہہ رہے ہیں وہ اپنا نقطہ نظر ظاہر کر رہے ہیں ۔ اگر آپ اس مسئلے پر بات کرنا چاہیں گے تو آپ کو تقریر کا وقت دیا جائے گا۔ ورنہ اس طرح تو ہر ممبر کھڑا ہو جائے گا۔

چودھری محمد منیر ازہر، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ انہوں نے اتنا بڑا الزام لگایا ہے ....

جناب ڈپٹی سپیکر، اب میں بات کر رہا ہوں اور آپ سن نہیں رہے ۔ خدا ہی حافظ ہے ۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ آپ اس کے حق میں یا مخالفت میں جو بھی چاہیں اپنی تقریر کے دوران بات کریں ۔ آپ اپنی تقریر میں اس کی نفی کر سکتے ہیں میں آپ کو دس منٹ کا وقت دے دوں گا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے صحیح بات کی ہے ان کے حلقے میں ....

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں آپ ان کی بات کا جواب نہ دیں ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہ متعلقہ بات ہے جو سامنے آ گئی ہے ۔ ان کے حلقے میں کوئی ایسی بھرتی نہیں ہوئی ہو گی ۔ مجھے نہیں پتا میں نے ان کے حلقے کا خاص طور پر تو نام ہی نہیں لیا ۔ ابھی ابھی مجھے یہ لیٹر یہاں سے ملا ہے میں اسے پڑھ رہا تھا ۔ جناب کی خدمت کے لیے اور بالخصوص اپنے فاضل دوست کی خدمت میں عرض کروں گا ۔ میرے پاس یہ گورنمنٹ کا لیٹر ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے ہے اور یہ 7 مارچ کا لکھا ہوا ہے اور ٹائپ شدہ ہے میں اسے پڑھ دیتا ہوں اس کا سبجیکٹ ہے ریکروٹمنٹ:

I am directed to refer to the decision taken during the P.P.P. Parliamentary party Meeting on 5th March, 1996 that a Committee under the Senior Minister with the M.P.A. from each division will examine and review complaints regarding irregularity in recruitments made in the Punjab Government Departments Offices and submit a report within 15 days

جناب والا! یہ ان کے اپنے پی پی پی ایف کے اجلاس میں شکایات ہوئی ہیں جس میں یہ موجود تھے کہ ریکروٹمنٹ اس طریقے سے ہوئی ہیں سفارشوں سے ہوئی ہیں رشوت سے ہوئی ہیں جس پر ایک کمیٹی بھی بنائی گئی ہے جس میں ہر ڈویژن کا حکومتی پارٹی کا ایک ممبر شامل ہو گا۔ جناب والا! یہ کمیٹی میں نے تو نہیں بنائی یہ ان کے وزیر اعلیٰ صاحب نے بنائی ہے اور ان کی شکایت پر بنائی ہے اور یہی شکایت میں بھی کر رہا ہوں کہ کوئی غریب آدمی.....

چودھری محمد منیر ازہر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میں آپ کو تقریر کرنے کا موقع دوں گا۔ اگر وہ کوئی ایسی بات کرتے ہیں جس سے آپ اتفاق نہیں کرتے اس کا یہ مطلب نہیں آپ اٹھ کر اس کا جواب دینا شروع کر دیں۔ ان کی جب تقریر ختم ہو گی تو آپ تقریر کریں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! اگر پی ڈی ایف کا ممبر ایم پی اے اگر اپنے علاقوں میں ہونی والی بھرتی سے مطمئن نہیں ہے وہ اس بات سے متاثر ہے کہ وہاں پر رشوت اور سفارش کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا۔ وزیر اعلیٰ سے یا مرکز سے سفارش آ جاتی ہے یا پھر نیچے سے کچھ آ جاتا ہے۔ جناب والا! پھر حزب اختلاف کا تو کام ہی یہ ہے بلکہ ہمارا تو سیاسی دینی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ ہم کرپٹ محکمے، کرپٹ گورنمنٹ کرپٹ مشینری کے خلاف بات کریں گے۔ ریزولیشن پیش کریں گے، اس پر ایمانداری سے اپنی تجاویز دیں گے تاکہ اپنا ضمیر بھی مطمئن کر سکیں اور ان کو بھی کوئی راستہ دکھا سکیں۔ جناب والا! ہم ان کے دشمن نہیں ہیں وہ ہمارے دشمن نہیں ہیں وہ ہمارے بھائی ہیں بلکہ ہم تو ان کے مفت میں ایڈوائزر ہیں۔ انہوں نے جو ایڈوائزر رکھے ہوئے ہیں جن کو انہوں نے کاریں دی ہوئی ہیں جن کو وہ استحقاق دیتے ہیں وہ تو اسمبلی میں بھی کبھی نہیں آتے اور ہم تو ان کے مفت کے ایڈوائزر ہیں۔ ہم بھی ان پر کوئی احسان نہیں کرتے۔ اپنا تو interest یہ ہے کہ اپنی قوم کے

لیے اپنے صوبے کے عوام کے لیے بات کرتے ہیں ۔ ان کو تکلیف صرف یہ ہوتی ہے کہ یہ بات حزب اختلاف کی طرف سے ہوئی ہے ا گر حزب اختلاف یہ کہہ دے کہ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے پڑھا کریں وہ کہیں گے نہیں اس میں بھی کوئی شبے کی بات ہے ۔ جناب سپیکر! میں معزز اراکین اسمبلی اور وزیر قانون کی خدمت میں یہ بات عرض کروں گا کہ وہ اس کو دوبارہ پڑھیں یہ جامع بات ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں ہے نہ ہی اس سے آپ کی حکومت گرتی ہے اور نہ ہی آپ کی حکومت کے خلاف کوئی عدم اعتماد کا نوٹس ہے ۔ یہ تو ایک ریزولیشن ہے اور مختصر ہوتے ہوئے بھی بہت جامع ہے اور اس پر ایک ایسا کمشن مقرر کیا جائے جو انسداد رشوت ستانی کے لیے موثر اقدامات تجویز کر سکے۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔

جناب ایس اے حمید ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہوں گا کہ مفاد کی ابھی پانچ قرار دادیں پیش ہوئی ہیں ۔ تین مقرر ایک قرار داد پر بول چکے ہیں اب مزید کسی مقرر کو بولنے کی اجازت نہ دیں اور قرار داد کو اب ایوان کے سامنے put کریں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں قانون کے تحت کسی مقرر کو روک نہیں سکتا ۔ منیر ازہر صاحب آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کرنا ہے تو آپ کو اجازت ہے۔

چودھری محمد منیر ازہر ، جناب والا! میں دس پندرہ منٹ کے بعد کچھ عرض کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے۔ خانزادہ صاحب آپ کھڑے ہوئے تھے آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! آپ مجھے اجازت دیں تو میں پانچ دس منٹ اس پر بات کرنا چاہتا ہوں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کو اجازت ہے ۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ اس ملک کے عوام اور تمام سیاسی جماعتیں اس بات کو مانتی ہیں کہ خواہ کوئی بھی حکومت تھی یا ہے ملک میں پہلے بھی کرپشن تھی اور اب بھی موجود ہے اور دن بدن یہ کرپشن بڑھتی جا رہی ہے ۔ جناب والا! یہاں پر اس سے پہلے کہا گیا کہ ڈکٹیٹروں نے ان لوگوں کو جو منتخب نہیں تھے پاور میں لا کر اپنی گورنمنٹ بنائی ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ایک منٹ آپ تشریف رکھیں - میں اپوزیشن اور گورنمنٹ پارٹی کے دوستوں پر یہ بات واضح کردوں کہ اس پر ووٹنگ ہوگی - یہ نہ ہو کہ تقریریں ہی ہوتی جائیں وہ ہاؤس میں تشریف رکھیں یا لابی میں ابھی ووٹنگ کا مرحلہ باقی ہے -

جناب تاج محمد خان زادہ ،جناب والا!آپ ووٹنگ کروائیں میں نے کب کہا ہے کہ آپ ووٹنگ نہ کروائیں -

جناب ڈپٹی سپیکر ، میں یہ بات آپ سے نہیں کہہ رہا بلکہ میں سارے ممبران سے عرض کر رہا ہوں -

جناب تاج محمد خان زادہ ،جناب والا میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا رویہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اگر ہم کہیں کہ خدا ایک ہے تو وہ کہیں نہیں آپ غلط کہتے ہیں - راہ حق میں کوئی تجویز چاہے ادھر سے آئے یا ادھر سے آئے اگر وہ حق پر ہے تو ہمیں اس کی تائید کرنی چاہیے - کیونکہ اس چیز سے یہ اور وہ دونوں انکار نہیں کر سکتے کہ اس وقت رشوت بہت زیادہ ہے - بدقسمتی سے یہ رشوت ان لوگوں میں بھی بانٹی جا رہی ہے جو رشوت روکنے کے ذمہ دار ہیں - جناب والا! اس خود مختار ادارے میں بھی رشوت بھیجی جا رہی ہے- جناب والا! کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ جب پاکستان میں ڈکٹیٹر شپ سے پہلے جمہوریت تھی اس وقت رشوت کا نام ونشان نہیں تھا - کرپشن بھی ڈکٹیٹر شپ کے ساتھ آئی اور ڈکٹیٹروں نے اس ملک میں وہ لوگ متعارف کروائے جنہوں نے جمہورت کو نقصان پہنچایا اور کرپشن کو فروغ دیا - خان جی ہر ایک اپنے گریبان میں دیکھے یہ لکھ پتی کروڑ پتی اور ارب پتی جو بن گئے ہیں یہ اپنے گریبان میں جھانکیں کہ یہ دولت کہاں سے آئی - میرا جو تجربہ ہے مشاہدہ ہے میں عرض کروں گا کہ آپ دولت کی ریل پیل سے جو مرضی کروالیں ' اور یہ سب کچھ ہو رہا ہے - میں کسی کا نام لیے بغیر یہ عرض کروں گا کہ آپ نہیں جانتے کہ سیاست دان بک رہے ہیں ؛ کیا آپ سے یہ بات چھپی ہوئی ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، I call the house to order. ذرا شور کم کیجیے - مہربانی -

جناب تاج محمد خانزادہ ، جناب سپیکر ! میں اس ہاؤس میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کمیٹی بنائیں یا نہ بنائیں' سید تابش الوری نے جو ریزولیوشن پیش کی ہے آپ اس پر کمیٹی نہ بنائیں لیکن اس بات سے آپ انکار نہیں کر سکتے کہ ملک میں کرپشن نہیں ہے- کرپشن اس ملک میں ایسی جڑیں پکڑ چکی ہے کہ اس کو اکھاڑنے کے لیے ہم جو کچھ بھی کریں وہ کم ہے- لہذا اس کی جڑیں اکھاڑی جائی

چاہییں۔ کوئی ایک آدمی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لے کر کھڑا ہوکر کہے کہ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس ملک میں کرپشن نہیں ہے اور نہ ہی میں کرپٹ ہوں۔ اسمبلی میں بحث کرنے سے چیز کا حل نہیں نکلتا جب تک آپ صداقت و ایمانداری پر پورا نہیں اتریں گے اس وقت تک اس ملک کی بقا نہیں ہے ۔ آپ ملک کے غدار ہیں اگر کہتے ہیں کہ ملک میں کرپشن نہیں ۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! میں آپ کو بتاتا ہوں ۔ دیکھیے ہم اس stage تک پہنچ گئے ہیں کہ ایم پی اے کو پی آئی اے کا ٹکٹ نہیں ملتا جب تک کہ وہ پیسے نہ دے دے۔ یہ تو ہمارے ملک کی حالت ہوگئی ہے۔ سر آپ یہ بتائیں جب پاکستان بنا اور ایوب خان کی ڈکٹیٹرشپ سے پہلے جو وزیر اعظم بنے ' جو وزیر اعلیٰ بنے ان میں سے کسی نے بنگلہ نہیں بنایا۔ لیاقت بغیر مکان کے شہید ہوا۔ نشتر بغیر مکان کے مر گیا ' سہر وردی بغیر مکان کے مر گیا اور خواجہ ناظم الدین بغیر مکان کے مر گیا۔ جس دن سے یہ ڈکٹیٹرشپ آئی - The dictators themselves do the corruption and the last dictator took it to the height. ڈکٹیٹروں نے جن جن سیاست دانوں کو لایا انھوں نے اس ملک کو زیادہ برباد کیا۔ میں نام نہیں لینا چاہتا مگر آپ سے یہ کوئی بات چھپی ہوئی ہے کہ ڈکٹیٹر کس کس کو لائے۔ آپ اس بات کو مانیں ' پنجاب کی سیاست یہ ہے کہ "جہڑا گھوڑی تے کاٹھی پاوے اوئی گھوڑی چلاوے" سارے اسی کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ یہ تو آپ کا کردار ہے ۔ (نعرہ ہائے تحسین) لاہور میں ری پبلکن پارٹی بنی تو ایک رات میں کنونشن لیگ بن گئی اور ایک رات میں کونسل لگ گئی۔ کنونشن لیگ کے سب غدار ڈاکٹر خان صاحب کے جھنڈے کے نیچے آکر ریپبلکن پارٹی بنائی اور حکومت کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔ یہ آپ کیا باتیں کرتے ہیں۔ یہ باتیں آپ اس لیے کرتے ہیں کہ اخبار میں آجائے کہ آپ بہت بڑے لیڈر ہیں۔ خان جی لیڈر کردار سے بنتے ہیں باتوں سے نہیں بنتے۔ آپ اپنا گریبان دیکھئے ' آپ standerd دیکھیے۔ اچھا یہ فلاں ڈپٹی "گل نہیں من دا" اس کو بدل دو۔ اور کہڑی گل نہیں منی۔ اک آدمی زنا کردا تسی کہندے او کہ ووٹ دتی اے اس نوں کجھ نہ کہوں۔ خدا کہندا اے اس نوں سنگسار کرو۔ تسی کہندے او چھڈ دیو ۔ او نہیں چھڈ دا ۔ ایہنوں پرے ہٹا دیو جی گل نہیں من دا۔ اے تہاڈا حال اے ۔ تسی کی کردے او ۔ تسی اسلام دا دعویٰ کردے او ۔ اسلام کہندا اے کہ نامحرم اوناں نال گل نہ کرو ۔ تسی کڑیاں منڈیاں نوں ٹی وی تے روز نچاندے او تہانوں شرم نہیں آندی۔ (نعرہ ہائے تحسین) تسی کردے کی او ۔ ٹی وی تے تسی اوہناں لوکاں نال رلاندے او جہڑے غیر اسلامی تہذیب نوں اپنا رہے

نیں۔ اسلام کہندا اے کہ تسی اپنی عورتاں تے مرداں نوں encourage کر رہے ہو کہ او بن ٹھن کے لپ سٹک لگا کے نویں کپڑے پا کے بازاراں وچ پھرن ۔ اپنے گھر وچ پرانے کپڑے پاندیاں نیں بازاراں وچ آندیاں نیں تے نویں کپڑے پا کے آجاندیاں نیں۔ خدارا کچھ تے خدا دے رستے تے آجاؤ۔ اور حق نوں حق آکھو۔ میں اپنے آپ نوں بڑا ہی گناہ گار سمجھناں واں۔ میں نہیں سمجھدا کہ میں ہوراں کولوں چنگاں ۔ لیکن اگر میں حق دی گل کرناں جس طرح میرے بھرا سید ظفر علی شاہ نے آکھیا۔ کہ اسی اپنا حق ادا کررہے آں ۔ سانوں اے پتہ اے کہ شاید ساڈی گل لوکاں نوں بری وی لگے ۔ سانوں اے وی پتہ اے کہ ساڈی گل نہیں منی جانی سانوں اے وی پتہ اے کہ حق نوں ناحق بنان واسطے اپنی طاقت رکھن واسطے حق استعمال کرن ۔ لیکن خدارا اک دن ضرور آنا اے جد اس دے دربار وچ سچائی دا بول بالا ہوسی اور جھوٹیاں نوں پھانسیاں لگ سن اور انشاء اللہ اس جگہ جاسن جتھے کہ ساری عمر رہسن۔ میں اپنی سپیچ نوں ختم کرنا چاہناں میرا کوئی ارادہ نہیں سی کہ میں گل کراں۔ لیکن مینوں افسوس اس چیز تے آیا کہ ساڈے بھرا دیدہ دانستہ جاندے ہوتے۔

Knowingly that the corruption is rampant and they defy it. They should say corruption is there. We are with you to eradicate corruption. They need not form a committee. Let us get together to eliminate all those elements who are corrupting this country and who are corrupting the future generations of this country. Let God be with you

جناب ڈپٹی سپیکر: Thank you very much.۔ جی سردار حسن اختر موکل۔

سردار حسن اختر موکل: شکریہ جناب سپیکر! میں اپنی بات یہاں سے شروع کروں گا کہ میرے ایک فاضل دوست نے یہاں سے جو باتیں کیں۔ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس مقدس فلور پر کافی دفعہ یہ باتیں ہوچکی ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے کہ ماضی کی باتوں سے جو قومیں سبق نہیں سیکھتیں وہ ہمیشہ تباہ و برباد ہو جاتی ہیں ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ماضی میں جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کے پیش نظر موجودہ دور میں وہ غلطیوں پر غلطیاں دہراتے چلے جائیں۔ جہاں تک تعلق ہے کرپشن کی eradication کا، کتنی مضحکہ خیز بات ہے اس کرپشن کو ختم کرنے سے یہ حکومت کتنی دور بھاگتی ہے ۔ کہ وزیر انٹی کرپشن بنادیا۔ چھ مہینے گزر گئے آج تک ان کے محکمے کا نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا۔ جناب والا! کیوں

اس لیے کہ اگر اس محکمے کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا تو وزیر موصوف جن کا ضمیر زندہ ہے جو سمجھتے ہیں کہ کرپشن چاہے ٹریژری بنچز کی طرف ہو چاہے اپوزیشن کی طرف سے چاہے عوام کی طرف سے ہو چاہے خواص کی طرف سے ان کا ناطقہ بند کرنا چاہیے اور ان کے ہاتھ باندھنے کے لیے اور ان کو یہ prompt action لینے سے روکنے کے لیے آج تک ان کے محکمے کا نوٹیفکیشن ہی نہیں کیا گیا۔ اس کے پیچھے وجوہات ہیں۔ وزیر انٹی کرپشن نے ثابت کیا کہ کرپشن چاہے پنجاب کے صوبے کا سینئر وزیر کا قریبی رشتہ دار بھی کرے تو وہ بھی نہیں بچ سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ جب وزیر انٹی کرپشن سینئر وزیر کے قریبی رشتہ دار کے کیس کے اندراج کا حکم دیتے ہیں اور وہ ہوتا ہے تو ان کو کمزور کرنے کے لیے ان کے ان اقدامات کے rebut کرنے کے لیے ایک فاحشہ عورت کو لاکر جعلی مدعیوں کے اوپر بھگتا کر کیس بنا دیا جاتا ہے۔ اور پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ تم انٹی کرپشن کا کیس واپس لے لو۔ ہم تمہارا یہ کیس واپس لے لیتے ہیں۔ جناب والا! میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں انٹی کرپشن کے اس وزیر کو جو اس دور میں ---

چودھری محمد افضل سندھو، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

چودھری محمد افضل سندھو، جناب والا! یہ جو کرپشن کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ مجھے اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ مجھے صرف اس ہاؤس کی خدمت میں ایک گزارش کرنی ہے اور بالخصوص آپ کی توجہ دلوانی ہے۔ آج سے کچھ مہینے قبل یہ بحث چلی تھی اور میں نے ایک تجویز دی تھی کہ اس کے اوپر ایک کمیٹی بنا دی جائے۔ جناب سپیکر نے اس فلور پر یہ کہا تھا کہ ہم عنقریب ایک کمیٹی بنا دیں گے۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد یہ ہاؤس اور ہم سب پھر اسی سلسلے میں چل رہے ہیں۔ اور جناب ڈپٹی سپیکر سے ابھی تک وہ کمیٹی تشکیل نہیں پا سکی ہے۔ میں پھر یہ گزارش کروں گا کہ جو جناب سپیکر نے ہاؤس کے فلور پر وعدہ کیا تھا کہ وہ کرپشن کے انکوائری کے لیے کمیٹی بنائیں گے۔ اگر ہم وہ کمیٹی بنا دیں اور اس کو اگر ہم صحیح طریقے سے پیش رفت کرنے اجازت دیں تو میرا خیال ہے کہ روزانہ کی یہ بحث ہے یہ اس طریقے سے شکل اختیار نہ کرے۔ شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سردار حسن اختر موکل، بڑی خوبصورت بات کہی ہم تو چیخ و پکار ہی اس لیے کر رہے ہیں اور ہم بھی

اس بات کو سپورٹ کرتے ہیں کہ ان کی تجویز ہے' ان کی حکومت ہے' ان کی محفل ہے سرکار ہمارا کیا ہے وہ بنائیں۔ ہم تو سپورٹ کرتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، سر! پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

سید ظفر علی شاہ، ابھی ٹریژری بینچز کے ایک معزز وزیر صاحب نے اس بات' قرار داد' کمشن اور کمیٹی کی حمایت کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد کسی بات کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہتی straightway کمیٹی بنا دی جائے اور اس قرارداد کو پاس کر دیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' شروع کریں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں راہ فرار اختیار کرنے کی عرض کر رہا تھا۔ بڑے اچھے ہمارے دوست ہیں۔

جناب محمد افضل سندھو، کمیٹی جو ہم نے اس وقت ہاؤس میں طے پائی تھی میرا خیال ہے کہ اس بارے میں پوری بات میں اس لیے نہیں کی چونکہ وہ ایک ریکارڈ کی بات ہے وہ کمیٹی جو تجویز دی گئی تھی اس نے 85ء سے جب میاں نواز شریف صاحب یہاں پہ چیف منسٹر تھے اور اس وقت کی جو کرپشنیں تھیں ان سب کو احاطے میں لانے کے لیے وہ کمیٹی بنی تھی اور اس کمیٹی کے متعلق آج بھی میں اسی بات پہ ہوں کہ 1985ء سے جو کرپشن کی انکوائری ----- (سید ظفر علی شاہ کی طرف سے مداخلت) جناب سپیکر! میں بول رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس کا نوٹس ہی نہیں لے رہا۔ وہ جو بات انھوں نے کر دی آپ نے کر دی وہ ہمارے سامنے ایک قرارداد ہے (سید ظفر علی شاہ کی طرف سے مداخلت)

جناب محمد افضل سندھو، جناب! فلور آپ نے مجھے دیا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے میں یہ واضح کر دوں آج پرائیویٹ ممبر ڈے ہے (جناب ڈپٹی سپیکر کی تقریر میں اپوزیشن اراکین اور حکومتی اراکین کی مداخلت) ایک منٹ' پھر آپ کو میں فلور دیتا ہوں۔ پرائیویٹ ممبر ڈے میں صرف اپوزیشن نہیں ہوتی جملہ ممبران آتے ہیں حزب اقتدار کے بھی' ان کا آج یہ حق ہے اگر ایک قرارداد آئی ہے اس کو میں curb نہیں کر سکتا کہ میں کہوں کہ بھئی آپ نہ بولیں'

آپ نہ بولیں اگر وہ بولنا چاہتے ہیں تو ان کو آزادی ہے چاہے ایک قرارداد پہ ہی وقت ختم ہو جائے میں کسی کو روک نہیں سکتا اس لیے اگر آپ چاہیں کہ ہم نہیں بولتے پھر میں آگے چلنے کو تیار ہوں اس لیے اب اگر آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد افضل سندھو، جناب سپیکر! میں نے تو بڑی مختصر گزارش کی ہے اور ایک ایسی بات کی طرف نشاندہی کی ہے جو کہ اس ہاؤس نے ایک ایشو کے اوپر پوری بحث کی ہم تین چار دن بحث کرتے رہے اس بحث کے نتیجے میں جناب سپیکر صاحب نے ہماری بات کو مان لیا کہ 1985ء سے لے کر آج تک جو حکومتیں آئی ہیں ان حکومتوں کی جو کرپشن ہے' جو چیزیں ہیں ان سب کو سامنے لایا جائے۔ اس کے لیے آج چونکہ پھر وہی موضوع زیر بحث ہے تو اس کا ہمیں کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈنا چاہیے دیکھیں یہ بات کہہ دینے سے کہ میں بطور منسٹر فنانس کے کریٹ ہوں میں کہہ دیتا ہوں کہ جناب میاں نواز شریف صاحب نے پسرور کی شوگر مل جو کہ پچپن کروڑ کی تھی وہ پچاس لاکھ میں بیچ دی اور پچاس لاکھ میں بھی نہ دی پچیس لاکھ ان کو اپنی گرہ سے دیا۔ میری ان باتوں کے کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔میں اگر یہ کہوں کہ جناب فلاں شوگر مل یا فلاں ٹیکسٹائل مل میاں نواز شریف نے بطور چیف منسٹر کے ایسے کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دی میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے یا میرا یہ کہنے کا مقصد ہے کہ فلاں موٹروے سے یا فلاں جگہ سے اتنے کروڑوں اور اتنے اربوں ڈالر کمشن حاصل کر لیا گیا یہ ساری کی ساری باتیں اس معزز ہاؤس کو سمیٹنا چاہیے (اپوزیشن اراکین کی طرف سے مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو وقت دیا جائے گا۔

جناب محمد افضل سندھو، میری گزارش صرف یہ ہے کہ ان باتوں کی تصدیق کے لیے' ان باتوں کی انکوائری کے لیے جو کہ جناب سپیکر نے کہا تھا کہ وہ کمیٹی بنائیں گے اور وہ کمیٹی 1985ء سے onward جو حکومتیں ہیں ان کی کرپشن کے متعلق انکوائری کرے گی میں تو صرف یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس کمیٹی کا کیا ہوا اس کمیٹی کو بنائیں تاکہ ہم سارے کے سارے لوگ ----(اپوزیشن کی طرف سے مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات تو سنیں۔

سید ظفر علی شاہ، بنالیں' ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے (اپوزیشن کی طرف سے مداخلت) پلیز اپنی جگہ پہ تشریف رکھیں۔ افضل

چن صاحب تشریف رکھیں۔ مسئلہ یہ ہے چونکہ یہ جو بات افضل سندھو صاحب نے کی ہے پہلے کوئی proceeding ہوئی یہ ایک قرارداد اسمبلی کی زیر بحث ہے جو تابش الوری نے کہا کہ کمشن بنایا جائے اس کو opppose بھی گورنمنٹ کی طرف سے کیا گیا یا تو گورنمنٹ کی طرف سے oppose نہ کیا جاتا اب چونکہ oppose کیا گیا ہے تو اس قرارداد کا فیصلہ ووٹنگ پر ہو گا اگر ایک فاضل رکن یا فاضل وزیر کہہ دے کہ یہ بات ہے تو میں یک دم کیسے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی ایسی بات ہے کیونکہ سپیکر صاحب نے جو بات کی ہو گی ان کی بات ٹھیک ہو گی لیکن میں یہاں یک دم اس کو کیسے decide کروں یا تو سارا ہاؤس یہ کہہ دے کہ یہ فیصلہ کرو(اپوزیشن اراکین کی طرف سے مداخلت) لاء منسٹر صاحب' میں ان سے پوچھ لیتا ہوں اب موقف آجاتا ہے اگر وہ کہتے ہیں تو پھر مجھے کیا اعتراض ہے؛

وزیر قانون، جناب والا! میں معذرت چاہتا ہوں میں ایک ایشو پڑھ رہا تھا میں نے آپ کی بات نہیں سنی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے یہ کہا تھا کہ تابش الوری صاحب کی ایک قرارداد جو ایجنڈے پہ تھی وہ زیر بحث ہے جس کو لاء منسٹر صاحب نے oppose کیا ہے اب اس پہ جو بھی دوست بولنا چاہتے ہیں میں curb نہیں کرسکتا چاہے حق میں بولیں چاہے مخالف بولیں لیکن افضل سندھو صاحب کی طرف سے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا گیا انھوں نے کہا کہ سپیکر صاحب نے اس سے پہلے ایک فیصلہ کیا تھا کہ ہم 85ء سے یا جب سے بھی جو جو کرپشن ہوئی ہے اس کی ایک کمیٹی بنائیں گے کرپشن کا انسداد ہونا چاہیے یہ ٹھیک واقعی بات ہے' موزوں ہے اب وہ کہتے ہیں بناؤ میں نے کہا کہ اگر تو سارے ہاؤس کی sense ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ سپیکر نے وہ ایک فیصلہ دیا تھا اس وقت جو بات ہے اس پہ میں آپ کی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون، جو بات افضل سندھو صاحب نے کی ہے وہ اور ہے (مداخلت) جناب والا! ہم نے بڑے صبر و تحمل سے ان کی باتیں سنی ہیں چاہے وہ جتنی irrelevant تھیں اگر یہ دو منٹ صبر کر کے پارلیمنٹیرین ازم کی spirit سے بات سن لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ سندھو صاحب نے بالکل مختلف بات کی ہے (اپوزیشن اراکین کی طرف سے مداخلت) انھوں نے کہا ہے کہ پہلے ایک تجویز آئی تھی کہ کرپشن کی انکوائری کے لیے ایک کمیٹی بنائی جائے اس کے متعلق ایک کمیٹی بنی تھی اسی کے متعلق سندھو صاحب نے بات کی ہے۔ قرارداد بالکل مختلف ہے قرارداد میں یہ ہے کہ ایک ایسی کمیٹی

تشکیل دی جائے جو لائحہ عمل طے کرے کہ کرپشن کو کس طریقے سے روکا جا سکتا ہے وہ کمیٹی تھی کہ کرپشن کیا ہوتی ہے یہ قرارداد ہے کہ کمیٹی بنا کر کوئی لائحہ عمل طے کیا جائے جس سے کرپشن کو روکا جائے دو مختلف چیزیں ہیں اور جو میں نے oppose کیا ہوا ہے وہ ایک مختلف چیز پہ ہے جب میری تقریر کی باری آئے گی تو میں یہ بتاؤں گا۔ اس کی Provision پہلے ہی موجود ہے۔ یہ Provision رکھی گئی تھی۔ لیکن گزشتہ حکومتوں نے وہ کمیٹی نہیں بنائی اور موجودہ دور میں ہم نے آ کر ایک انٹی کرپشن وزیر کی بھی port folio بنائی ہے۔ جناب والا! نوٹیفکیشن کے بغیر وزیر بن نہیں سکتا اس کا کیا طریق کار ہو گا۔ وہ کس لائحہ عمل سے کام کرے گا۔

سید ظفر علی شاہ: ہاؤس کمیٹی بنانے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

وزیر قانون: آپ صبر تو کریں۔ میں نے oppose صرف اس لیے کیا ہے۔ اگر میں اسے oppose نہ کرتا اور اسی وقت مان جاتا تو اس پر تفصیل سے بات نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر میں اس وقت مان جاتا تو اس پر بحث نہیں ہو سکتی تھی۔ میں تو چاہتا تھا کہ اس پر بحث ہو۔ جس کمیٹی کے لیے تابش الوری صاحب نے ریزولیوشن کے لیے کہا ہے۔ اس کی Provision پہلے ہی قانون میں موجود ہے

جناب ڈپٹی سپیکر: افضل سندھو صاحب پہلے سعید اکبر صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر سنتے ہیں کیوں کہ وہ کافی دیر سے کھڑے ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب میں افضل سندھو صاحب کی بات کو support کرتے ہوئے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ اگر پچھلی حکومتوں یا موجودہ حکومت پر رشوت خوری کا الزام ہے تو جنھوں نے کرپشن کی ہے ان کو probe کرنے کے لیے کمیٹی بنائی جائے۔ ہاؤس میں اس وقت ایک Sense قائم ہو چکی ہے کہ کرپشن کے بارے میں انکوائری کی جائے اور اس ہاؤس کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جیسا کہ افضل سندھو صاحب نے فرمایا ہے۔ کمیٹی بنا دی جائے روزانہ الزامات لگتے ہیں۔ یہ انکوائری چاہے 1993ء سے کریں' چاہے 1995ء سے کریں' چاہے 1985ء سے کریں' چاہے 1970ء سے کریں۔ اس میں کسی کو کوئی حرج نہیں ہم اور ہماری گورنمنٹ بھی چاہتی ہے کہ اس رشوت کی لعنت کو ختم کیا جائے۔ محترمہ کی بھی خواہش تھی کہ رشوت کو ختم کیا جائے۔ اس لیے انھوں نے وفاقی حکومت میں ایک انٹی کرپشن کمیٹی بنائی تھی۔ جس کا انچارج ملک قاسم صاحب کو بنایا گیا۔ کمیٹی لائحہ عمل بھی تیار کر سکتی ہے اور انکوائری بھی کر سکتی ہے۔ جو کچھ افضل سندھو صاحب نے فرمایا ہے وہ صحیح ہے اور میں ان کی بات کو

Support کرتا ہوں کہ انکوائری کو 1985ء سے شروع کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! جی افضل سندھو صاحب۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ تابش صاحب نے ایک ریزولیشن پیش کیا ہے۔ جس کو لاء منسٹر صاحب نے oppose کیا ہے۔ یہ بحث اپنی جگہ پر چل رہی ہے۔ میری گزارش ان سب سے ہٹ کر ہے۔ میں صرف آپ کو آپ کی ذمہ داری یاد کرا رہا ہوں کہ اس کرسی سے یہ اعلان ہوا تھا کہ 1985ء سے اب تک جو پنجاب کی حکومتوں نے کرپشن کی ہے۔ اس کے لیے ایک ہاؤس کمیٹی انکوائری کے لیے بنائی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا یہ رامے صاحب کی طرف سے اعلان ہوا تھا۔

وزیر خزانہ، جی رامے صاحب کی طرف سے۔ میری تجویز پر یہ ہوا تھا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سپیکر صاحب اور ڈپٹی سپیکر صاحب کے پاس بڑا سٹاف ہوتا ہے۔ میں سپیکر صاحب اور ڈپٹی سپیکر صاحب کو ان کی ذمہ داریاں یاد کروا رہا ہوں کہ جناب اس ہاؤس میں ایک بات طے ہوگئی ہے۔ جس پر یہ لوگ اور ہم دونوں اتفاق کرتے ہیں۔ اس میں جناب والا! 1985ء سے انکوائری میرے خلاف آتی ہے۔ اس میں انکوائری وائیں صاحب کے خلاف آتی ہے۔ اس میں انکوائری وٹو صاحب کے خلاف آتی ہے۔ اس میں انکوائری میاں نواز شریف صاحب کے خلاف آتی ہے۔ 1985ء سے ہم نے یہ طے کیا تھا کہ ہم ایک کمیٹی بنائیں گے اور پیش رفت کریں گے۔ میں تو صرف یہ گزارش کر رہا ہوں۔ جہاں تک ریزولیوشن کا تعلق ہے۔ اس کے اوپر ہم اور یہ دونوں چل رہے ہیں۔ لیکن اس بارے میں آپ میرے استفسار کا جواب دیں۔ آپ اپنے سیکرٹری صاحب کو حکم صادر کریں کہ وہ ریکارڈ نکالیں۔ اس سلسلے میں جو آپ کے آفس سے اور سپیکر صاحب کے آفس سے Lapses ہوئے ہیں۔ جن پر آج تک عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ میں آپ کو آپ کی ذمہ داری یاد دلا رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا فیصلہ رامے صاحب کریں گے۔ کیونکہ ساری صورتحال کا ان کو علم ہے۔ شاید میں اس روز ہاؤس میں موجود نہ تھا۔ یہ بات ان کی طرف سے آئی تھی۔ اس لیے میں اس کو رامے صاحب پر چھوڑتا ہوں وہ خود اس کا فیصلہ کریں گے۔ جی ظہیر صاحب۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، جناب ریکارڈ پر رہنے کے لیے جناب سپیکر! میں آپ کی اس بات پر رولنگ چاہوں گا کہ ایک قرارداد پیش ہو چکی ہو۔ اس پر بحث ہو رہی ہو۔ اس fate of resolution کا

فیصلہ کرنے کے لیے کسی پوائنٹ آف آرڈر کا سہارا لیا جا سکتا ہے ۔ جیسے سندھو صاحب نے خود کہا ہے کہ وہ ایک علیحدہ چیز ہے۔ تو پھر اس ایوان کا وقت اس ریزولیوشن کا فیصلہ کرنے میں کوئی پوائنٹ آف آرڈر حائل ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، افضل سندھو صاحب نے بالکل واضح بات کی ہے کہ اس سے تعلق نہیں انھوں نے ایک بات مجھے یاد دلائی ہے۔ اس ہاؤس میں ایک بات آئی تھی اس پر ابھی فیصلہ نہیں ہوا ۔ اس پر فیصلہ کیجیے یہ بات انھوں نے کی تھی ۔ اس ریزولیوشن سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ یہ انھوں نے خود واضح کیا تھا۔ میاں عبدالستار صاحب۔ اس کے بعد افضل چن صاحب پھر منیر ازہر صاحب۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر ! وہ جو ریزولیوشن تھا کہ لائحہ عمل بنایا جائے۔ کہ کرپشن کیوں ہوتی ہے اور اس کا تدارک کیسے کیا جاتا ہے۔ افضل سندھو صاحب نے جو کمیٹی بنانے کی بات کی ہے کہ 1985ء سے لے کر اب تک کسی حکومت نے کسی وزیر نے کوئی کرپشن کی ہے تو ان کو Probe کیا جائے۔ میری یہ گزارش ہے کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی ہیں۔ لائحہ عمل بنا لیا جائے اور اسی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے کہ کس کس شخص نے کتنی کتنی کرپشن کب کب کی ہے ۔ صرف بات یہ ہے کہ اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ حکومت خود deviat کر رہی ہے۔ پہلے غلام عباس کو انھوں نے اتنی کرپشن کا مشیر بنایا ان کا کوئی نوٹیفکیشن نہیں ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ میاں صاحب میری بات سنیئے۔ میں اس پر رولنگ دے چکا ہوں۔ کہ اس کا فیصلہ راجے صاحب خود کریں گے۔ جی افضل چن صاحب۔

حاجی محمد افضل چن، جناب میری گزارش یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ یہ مت دیکھو کہ بات کون کر رہا ہے یہ دیکھو کہ بات کیسی کر رہا ہے ۔ مؤقف یہ ہے کہ برائی کو ختم کیا جائے ۔ ہمارا مؤقف بھی یہی ہے کہ کرپشن کو ختم کیا جائے۔ جناب میں ایک کمیٹی کا آپ کو یاد دلاؤں گا کہ اس ہاؤس میں جناب مخدوم الطاف احمد صاحب نے کمیٹی بنوائی تھی۔ شاید جناب اس کے چیئرمین آپ بنے تھے۔ تو جناب والا! اگر وہی کمیٹی بن جائے تو سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس میں addition ہے کہ کرپشن کو روکنے کا سدباب کیا جائے۔ میں اس سے آگے جانا چاہتا ہوں کہ صرف اس میں سیاستدان ہی نہیں اس میں بیورو کریٹس کو بھی شامل کرنا چاہیے۔ ہم دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کمیٹی تو ایسی بنائی جائے جو ہر ایک کی چھان بین کرے صرف یہ تو نہیں ہے کہ ہاؤس کی

ایک کمیٹی بن جائے کہ صرف سیاستدان کیا کرتے ہیں۔ ایسی کمیٹی بنائی جائے جس میں بیورو کریٹس کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' منیر ازہر صاحب۔ میں نے اس کے بعد ان کو ٹائم دیا تھا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب ادھر بھی توجہ فرمائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو اتنا ٹائم دیتے ہیں' یہ کچھ پھر بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے انٹی کرپشن کے منسٹر کو ٹائم دیا ہے' اس کے بعد آپ۔

چودھری محمد منیر ازہر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب سپیکر! شکریہ۔ ایک قرارداد زیر نظر ہے جس میں کرپشن روکنے کے لیے بالآخر کمشن کا تقرر مطلوب ہے۔ جناب والا! میں اس بارے میں صرف اتنی بات کروں گا کہ ہمارے ملک میں ملکی سطح پر کوئی حادثہ ہو جائے' کوئی قومی سطح پر حادثہ ہو جائے تو آج تک یہی روایت چلتی رہی ہے کہ ایک کمشن بٹھا دیا جاتا تھا تاکہ اس بڑے حادثے کو دفن کر دیا جائے۔ آج تک جتنے بھی کمشن بنائے گئے ہیں وہ تمام قومی المیوں کو دفن کرنے کے لیے مؤثر ترین ثابت ہوئے ہیں۔ تو مجھے شک ہے کہ اپوزیشن کی جانب سے کمشن کے قیام کی بات بھی کہیں کرپشن کے دائروں کو زندہ رکھنے کے لیے اور اس بہت بڑے حادثے کو روکنے کے لیے تو نہیں ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ کمشن کا قیام کسی طور بھی کرپشن روکنے میں مددومعاون ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہماری تاریخ شاہد ہے کہ کمشن کبھی مؤثر ثابت نہیں ہوا۔ تو اس بارے میں میری گزارش ہے کہ ایک سابقہ کمیٹی کی بات ہوتی چلی آئی ہے۔ اُدھر سے وزیر انٹی کرپشن کے لیے مبارکیں چل رہی ہیں۔ یہ بھی خوش آئند ہے۔ ایک سابقہ کمیٹی کی بات ہو رہی ہے ایک آپ سے آئندہ کمیٹی بنانے کی بات ہو رہی ہے۔ جناب والا! اصل مسئلہ جس کو عام لوگ سمجھتے ہیں اور ہمارے تمام ممبران بھی سمجھتے ہیں' وہ کرپشن کو روکنے کا ہے۔ میں چھوٹی سی ایک مثال دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں ایک سیوریج سسٹم ہے۔ ہر گاؤں میں' شہر میں چلتا ہے۔ سیوریج کا نظام کہیں بھی اس لیے کامیاب نہیں ہو رہا کہ اس کو صاف کرنے والے لوگ تھوڑے ہیں اور کم توجہ دیتے ہیں۔ لیکن اس میں گندگی پھینکنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ بے ترتیبے ہیں اور غیر تربیت یافتہ ہم ہی لوگ ہیں۔ تو اسی طریقے سے کرپشن کا حال ہے۔ کرپشن بڑھتی جاتی ہے اور پورے کا پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آ رہا ہے۔۔۔۔

سردار حسن اختر موکل، یہ تقریر فرما رہے ہیں' یا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں نے انھیں وقت دیا ہے۔

سردار حسن اختر موکل، میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ آپ نے مجھے بیٹھنے کے لیے کہہ دیا ہے؛

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' آپ کے پاس تو فلور تھا۔ آپ کو تو میں ٹائم دوں گا۔

سردار حسن اختر موکل، یہی میں عرض کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے تو تقریر جاری کی ہوئی تھی۔ آپ کی تقریر کے دوران یہ مسئلہ پیدا ہوا۔ مجھے یاد ہے۔ جی۔

چودھری محمد منیر ازہر، جناب سپیکر! کرپشن کے دائرے کو روکنے کی جانب بڑھتی ہوئی بات پتا نہیں سردار صاحب کو پسند نہیں آ رہی۔ بہرکیف (مداخلت) اچھا' گندگی کی بات نہ کروں۔ تو سر! میری گزارش ہے کہ اسی طریقے سے معاشرہ کرپشن میں زیادہ ملوث ہے اور اس کو روکنے کی باتیں کرنے والے تھوڑے سے لوگ ہیں۔ اس کو روکنے والے کوئی بھی نہیں ہیں۔ تو ضرورت اس امر کی ہے کہ زیادہ دور نہ جائیں تو کم از کم جس میں موجودہ اپوزیشن اور موجودہ ٹریژری بنچوں والے موجود ہیں' یہ دور ہے ۱۹۸۵ء سے بالخصوص طور پر۔ اور یہ بیوروکریسی کا مسئلہ بھی وہیں سے ہے۔ تو سر! میری گزارش ہے کہ یہ جو تجاویز آ رہی ہیں کہ یا تو سابقہ کمیٹی کو بحال کر لیا جائے۔ تو جو سندھو صاحب نے تجویز دی ہے کہ وہ والی بات کی جائے جو آپ یا سپیکر صاحب پہلے ہی یقین دہانی کرا چکے ہیں۔ تو مجھے یقین ہے کہ ایسی کمیٹی جو دونوں جانب سے متفقہ طور پر بنائی جائے گی وہ ضرور کسی نتیجے پر پہنچ جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

چودھری محمد منیر ازہر، مجھے اسی جگہ پر ایک بات کا جواب دینا ہے۔ ایک کمیٹی ان دنوں بے قاعدہ ریکروٹمنٹس کے لیے بنی ہے۔ بے قاعدہ ریکروٹمنٹس' ہم ان کی بے قاعدہ ریکروٹمنٹ کو نہیں چھیڑ رہے۔ انھوں نے چھیڑا بھی نہیں ہے اس بات کو۔ سر! میری عرض ہے کہ انھوں نے چھیڑا بھی نہیں ہے۔ یہ وہ دور تھا جب قانون گو ایک ہوتا تھا اور اس کے اوپر تحصیل دار چار ہوتے تھے۔ اور بے چارے چاروں کے چاروں ایک ہی حلقے میں اپنا بھتہ بانٹنے پر لڑتے رہتے تھے۔ یہ دنیا بھر میں کبھی نہیں ہوا کہ اوپر والے آفیسر ایک ہی حلقے کے چار ہوں اور نچلے والا قانون گو ایک ہی ہو۔ اسی ترتیب سے یہ معاشرہ

چلتا رہا اور آج جتنی کرپشن اور جتنا کچھ مواد پک رہا ہے یہ اسی دور کا تسلسل ہے۔ ہمیں کوشش کرنا ہے کہ ہم اپنے دور کی بے قاعدہ ریکمنڈیشن کو انشاء اللہ صاف کریں گے اور یہی دس رکنی کمیٹی کرے گی۔ ہمارے درمیان کچھ بیورو کریٹس غلطیاں کرتے گئے ہیں۔ ہم ان غلطیوں کو remove کریں گے۔ یہ اپنی فکر کریں۔ انھوں نے معاشرے کو .....

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ میرا خیال ہے آپ بعد میں تقریر کر لینا۔ آپ کو تقریر کا وقت دے دیں گے۔ جی' حسن اختر موکل صاحب۔

سید تابش الوری، نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' نکتہ ذاتی وضاحت۔

سید تابش الوری، حاجی افضل چن صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ اس قرارداد کا مقصد صرف سیاست دانوں کی بدعنوانیوں کا جائزہ لینا یا اس کا انسداد کرنا ہے۔ جب کہ میرے ریزولیوشن میں اس قسم کی کوئی بات موجود نہیں ہے۔ ریزولیوشن کا مقصد یہ ہے کہ رشوت اور بدعنوانی چاہے وہ سیاست دان میں ہے چاہے وہ بیوروکریٹس میں ہے چاہے وہ خودمختار اداروں میں ہے چاہے وہ لوکل باڈیز میں ہے۔ جس سطح پر بھی کرپشن موجود ہے اس تمام کا احاطہ کر کے ایسی جامع تجاویز مرتب کی جائیں جن سے ان کا انسداد کیا جا سکے۔ جناب افضل سندھو صاحب کا جو ریفرنس ہے وہ صرف سیاست دانوں کے خلاف ہے۔ وہ صرف سیاست دانوں کی تحقیقات سے متعلق ہے۔ لیکن میرا ریزولیوشن کسی ایک شعبے سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ حکومت کے جتنے بھی شعبے ہیں ان سب سے بدعنوانی کا خاتمہ کرنے کے لیے کمشن کا قیام مقصود ہے اور مجھے خوشی ہے کہ دونوں طرف ابھی تک کسی ایک شخص نے بھی اس کی روح سے' اس کی ضرورت سے اور کرپشن کے سیلاب سے انکار نہیں کیا اور نہ اسے ایوز کیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ خود لاء منسٹر نے بھی یہ کہا ہے کہ میں بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے ہمارے ہاں طریق کار موجود ہے۔ اس طریق کار کے مطابق اگر ہم کمشن بنا دیں اور متعلقہ بنا دیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ انھوں نے کسی غلط فہمی کی بناء پر بات کی ہو لیکن اب جب کہ ہاؤس کا ایک consensus موجود ہے۔ جس میں کرپشن کے خلاف سب نے تقریریں کی ہیں۔ کسی نے اس کی حمایت میں بات نہیں کی' ریزولیوشن کی مخالفت نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

سید تابش الوری، تو میں تیار ہوں کہ اگر وہ اپنے نام سے اس ریزولیوشن کو دینا چاہیں۔ مجھے صرف مقصد سے غرض ہے' اس کی تشہیر سے غرض نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی سردار صاحب۔

رانا سہیل احمد نون، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سہیل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

رانا سہیل احمد نون، جناب سپیکر! یہ بڑی اچھی روایت ہے کہ آج آپ نے ایک ایسی کمیٹی کو formulate کیا ہے کہ میں سمجھتا ہوں جس کے نتیجے میں (مداخلت)۔۔۔ ابھی کر رہے ہیں' اور ہو جائے گی۔ لیکن اس سے بھی اہم اور ضروری بات یہ ہے کہ معین قریشی صاحب نے بطور کیئر ٹیکر وزیر اعظم جو اس ملک کے اندر data دیا تھا بیوروکریٹس کے کمشن کھانے کا اور ان کے رشوت لینے کا' وہ اس پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے بجٹ سے بھی زیادہ تھا۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس سلسلے میں جہاں آپ سیاست دانوں کے بارے میں اور سیاسی کارکنوں کے بارے میں کمیٹی تشکیل دے رہے ہیں اس میں ایک امنڈمنٹ کر کے بیوروکریٹس کو بھی شامل کرلیں تاکہ اصل برائی کا خاتمہ ہو سکے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی' سردار صاحب۔

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! میں بات کرنے سے پہلے آپ سے عرض کروں گا کہ توجہ فرمائیے۔ وہ دوست جنھوں نے پوائنٹس آف آرڈر پر اتنی لمبی بات کی ان کو تقریروں کا موقع دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں تو سب کو تقریر کے لیے وقت دینے کو تیار ہوں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں یہی عرض کر رہا ہوں۔ کل بھی اسی بنیاد پر یہ تلخی پیدا ہوئی کہ ایک بات چلتی ہے' جب ممبرز کو بات کرنے کے مواقع ہیں تو کوئی ذاتی وضاحت پر بات کر دیتا ہے کوئی کسی بات پر۔ بات سنیں' سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔ مجھے تو اب تھوڑا سا ڈر لگ گیا ہے کہ میں نے ایک وزیر موصوف کی تعریف میں بات کی' ان کو خراج تحسین پیش کیا۔

مجھے یہ خدشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی حق گوئی پر ان سے وہ مراعات نہ چھین لی جائیں۔ یہ ان کا شیوہ رہا ہے۔ امان اللہ خان نے حق کی بات کی تو ان سے ان کا عہدہ چھین لیا گیا' رشید بھٹی نے

بات کی تو ان سے ان کا عہدہ چھین لیا گیا۔۔۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب والا! کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' وہ تقریر کر رہے ہیں۔ میں نے ان کو فلور دیا تھا تو وہ اس پہ تقریر کر رہے ہیں۔ تو وہ اب اپنی تقریر کے دوران یہ باتیں کر رہے ہیں۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! ابھی ابھی تابش الوری صاحب کی طرف سے ایک بڑی اچھی تجویز آئی ہے۔ انھوں نے فرمایا ہے کہ ان کا جو ریزولیوشن ہے وہ صرف سیاستدانوں کے متعلق نہیں ہے بلکہ سارے معاشرے کو انھوں نے اس میں رکھا ہوا ہے۔ تو میری گزارش بڑی سادہ سی ہے کہ division of labour is a very good formula ہم لیبر کو divide کرتے ہوئے ایک کمیٹی 1985ء کی جو 1985ء سے onward سیاستدانوں کی ہے جنھوں نے کرپشن کا احاطہ کرنا ہے اور جو ہاؤس میں بن چکی ہے' جو ایک fact ہے' اس کو معرض وجود میں لے آئیں اور یہ اپنے ریزولیوشن کو امنڈ کر کے اس کو صرف بیورو کریٹس کے لیے لے آئیں۔ یہ میری ان کو تجویز ہے۔

میاں عمران مسعود، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! یہ میرے ہاتھ میں ایک نوٹیفکیشن کی کاپی ہے۔ اس سارے مسئلے پر پہلے بھی حکومت کی طرف سے اور ممبر کی طرف سے ان کا consensus جو ہے وہ سپیکر صاحب تک پہنچا دیا گیا تھا اور آج بھی جس طریقے سے حکومتی ارکان نے اس سارے مسئلے کو support کیا ہے۔ افضل سندھو صاحب نے support کیا ہے' میاں صاحب نے support کیا ہے اور تمام اراکین میں سے کسی نے بھی اس مسئلے کے خلاف کوئی بھی ایسی بات نہیں کی۔ تو میری یہ گزارش ہو گی کہ اسی سلسلے میں پہلے بھی حکومت کی طرف سے ایک نوٹیفکیشن ہے جس میں آپ کی سربراہی میں ایک ایسی کمیٹی بنائی گئی تھی۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس کا متن پڑھ دوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مجھے اس کا پتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ کسی طرح سے نہیں ہو سکی یا اس میں

مرحوم الطاف صاحب کے وقت کوئی مسئلہ ہو گیا تو اس کو آپ اب نئے سرے سے بذریعہ motion لا سکتے ہیں۔ کیونکہ کوئی قدغن نہیں ہے۔ جی سید عارف حسین بخاری صاحب۔ آپ تقریر کرنا چاہتے ہیں یا کوئی پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

سید عارف حسین شاہ بخاری: نہیں، نہیں، تقریر نہیں، صرف ایک مختصر سی بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

سید عارف حسین شاہ بخاری: جی۔ میں عرض یہ کرنا چاہ رہا تھا کہ ہماری بد قسمتی رہی ہے کہ یہاں احتسابی روایات جڑ نہیں پکڑ سکیں۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب، یہ آپ کی سیٹ نہیں ہے۔ آپ وہاں سے بول سکتے ہیں۔

سید عارف حسین شاہ بخاری: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ ہماری بد قسمتی رہی ہے کہ یہاں احتسابی روایات جڑ نہیں پکڑ سکیں جس کی وجہ سے کرپشن کا سرطان ہمارے معاشرے کو لاحق ہے۔ تابش الوری صاحب نے جو قرار داد پیش فرمائی ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔ اختلاف برائے اختلاف افسوسناک ہے۔ اچھی باتوں پر عمل کرنا ہمارا کام ہے، یہ نہ دیکھیں کہنے والا کون ہے کیا نام ہے؟ براہ کرم اس کو حکومتی اور اپوزیشن کے جھگڑے میں نہ لیں اور اللہ کے نام سے یہ ابتداء کر دیں۔ آپ ہمیشہ جرأت مندانہ قدم اٹھا کے زریں روایات قائم کرتے ہیں، آج بھی یہ زریں روایت آپ ہی قائم کریں۔ ایک کمیٹی بنا دیں جو یہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دے۔ ہم تو ترس گئے ہیں اس وقت کو کہ اللہ کرے کوئی ایسا دور آئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ، میں لا منسٹر صاحب کی بات سن کر پھر کچھ کہوں گا۔

سید عارف حسین شاہ بخاری، خواجہ صاحب میرے قریب تھے۔ ان کا فیض ہے ایک شعر میں آپ کی نذر کرتا ہوں کہ۔۔۔

نفرتوں کی زمیں پہ رہ کے محبت کے میں خواب دیکھوں
عجیب خواہشیں چاہ رہا ہوں کہ بیچ صحرا گلاب دیکھوں
جو محتسب ہیں زمانے بھر کے وہ کیوں لرزتے ہیں آئینوں سے
کوئی تو ان کا نقاب اٹھے میں ان کا یوم حساب دیکھوں

میری رائے یہ بھی ہے کہ 1985ء یا 1970ء کی بجائے ایبڈو تک تو سیاستدانوں کا اور سب کا احتساب ہو چکا تھا۔ ایبڈو کے دور سے آگے شروع کر لیا جائے اور وہاں سے لے کر جو جو بھی اس دائرے میں آتا ہے' خواہ اس کا جو بھی سیاسی مرتبہ ہے اس کو کیفر کردار تک پہنچائیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب' آپ نے کچھ کہنا ہے۔ کیا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

خواجہ ریاض محمود، جی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! میں آپ سے یہی عرض کرنی چاہتا تھا کہ کرپشن پر کافی بحث ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے اور اتفاق سے ہمارے بہت ہی قابل احترام ساتھی اس وقت پنجاب میں کرپشن ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ جناب غلام عباس صاحب مقرر ہوئے ہیں جن کا ماضی اور مستقبل بے داغ ہے ماشاء اللہ۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وٹو صاحب نے ڈھائی سال تک ان کا نوٹیفکیشن نہیں ہونے دیا اور دو لاکھ کاریں لاہور میں پھر رہی ہیں' کوئی ممبر انٹی کرپشن' کوئی چیئرمین انٹی کرپشن' کوئی ڈپٹی چیئرمین انٹی کرپشن بنا ہوا ہے لیکن آج تک ایک کیس بھی نہیں پکڑا گیا۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہاں پر آپ جو کمیٹی بنائیں گے اور جناب غلام عباس صاحب سیاسی ڈاکوؤں کو' سیاسی رشوت خوروں کو پکڑنے کے لیے جو نئے رولز بنا رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ وہ انتہائی کارگر ثابت ہوں گے اور میں ضمناً یہ بات کرتا چلوں کہ دو تین روز سے اخبارات میں آ رہا ہے کہ واپڈا کی پچاس پچاس لاکھ روپے کی کاروں کو کتے گھسیٹے ہوئے ہیں' انسان تو درکنار رہا کتے یہ کام کر رہے ہیں کہ کروڑوں روپے کا نقصان مختلف محکموں کو پہنچا رہے ہیں۔ تو اس لیے انسانوں کو رو کو کہیں اور نہ یہ کام بہت تیز ہو جائے۔ (قہقہے)

جناب ڈپٹی سپیکر، عبدالرحمٰن کھر صاحب' خواجہ صاحب نے کیا کہا ہے؟

وزیر سمال انڈسٹری، جناب سپیکر! میں نے سنا نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو پتا نہیں۔

وزیر سمال انڈسٹری، نہیں سر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اچھا چلو ٹھیک ہے نہ ہی پتا چلے تو ٹھیک ہے۔

وزیر سمال انڈسٹری، جناب سپیکر! خواجہ صاحب نے جو فرمایا ہے وہ میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا ہے۔

ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے نہیں سنا تو پھر رہنے دیں۔ میں نے تو سمجھا آپ نے سن لیا ہو گا۔

وزیر سمال انڈسٹری، جناب سپیکر! خواجہ صاحب جو فرما رہے ہیں وہ لمبا چوڑا تو میں نے نہیں سنا لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ کہا جا رہا ہے پنجاب کے کھر صاحب جو ہیں ان کے کتے پچاس پچاس لاکھ کی گاڑیوں پر جا رہے ہیں۔ ایک تو ان سے یہ پوچھیں کہ وہ پچاس لاکھ کی کون سی گاڑی ہے جس پر کتے جا سکتے ہیں نمبر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پچاس پچاس لاکھ کی گاڑی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بیٹھے بیٹھے بات نہ کریں۔ اگر آپ نے تقریر کرنی ہے تو آپ کو وقت دے دیں دیں گے۔

وزیر سمال انڈسٹری، جناب سپیکر! دوسرا یہ ہے کہ کھر صاحب کے اپنے فارم پر شکار کے لیے کتے رکھے ہوئے ہیں۔ ہماری اتنی حیثیت ہے کہ ہم اگر شکار کھیل سکتے ہیں تو اس کے لیے انتظام کر سکتے ہیں۔ وزیر تو ہم کل بنے ہیں۔ یہ تو ہمارا شروع سے آ رہا ہے۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے کہ ہم پہلی دفعہ شکار کھیل رہے ہیں۔ شروع سے ہمارے باپ دادا سے لے کر ایسے کتے ہمارے پاس ہیں جن سے ہم شکار کھیلتے ہیں اور اس کے لیے انتظام کرتے ہیں۔ تو ان کتوں کو ہم کہاں شفٹ کرتے ہیں؟ وہ سیر پر تو نہیں جاتے۔ تو ایسی کوئی باتیں ہیں۔ خبریں اخبار والوں کو پتا نہیں کیا تکلیف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔ ریکارڈ درست ہو گیا بس ٹھیک ہے۔

وزیر سمال انڈسٹری، بڑی مہربانی۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے غالباً آپ بھی یہ چاہتے ہیں کہ یہ بحث آگے نہ چلے۔ عبدالرحمٰن صاحب کو یہ بات پوائنٹ آؤٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ نہ ان کا فیلڈ تھا اور نہ ان کا یہ محکمہ تھا۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے۔ اس بات پر اگر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو وہ قومی اسمبلی میں کرے اور ان سے جواب لے۔

یہاں پر تو یہی ہو رہا ہے کہ اگر آپ لاہنسٹر صاحب سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ میں ذرا کچھ اور کام کر رہا تھا۔ اس میں دلچسپی لینے کے لیے اہل اقتدار تیار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے میں یہ

نہیں کہتا کہ کرپشن ہمیشہ حکمرانوں کی طرف سے ہی ہوتی ہے یا حکمران پارٹی ہی کرتی ہے۔ نہ سارے لوگ کرپٹ ہیں اور نہ سارے اس میں شامل ہیں۔ بات چلتی ہے اور بات چل رہی تھی اسی بنیاد پہ کہ کون ہے؟ جناب میرے ایک فاضل دوست نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ اس میں بیورو کریٹس کا بھی محاسبہ کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر طبقہ فکر کا ہونا چاہیے۔ ہر پاکستانی شہری کا ہونا چاہیے۔ ہر اس شخص کا ہونا چاہیے جو اس مملکت خداداد میں اپنی زندگی سے تو لطف اندوز ہو رہا ہے لیکن اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ ہر اس شخص کا ہونا چاہیے لیکن یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جب بات افسر شاہی کی آتی ہے تو اس طرف جاتے ہوئے جن کے پَر جلتے ہیں وہ اس طرف کیسے منہ کریں گے۔ اس مقدس ہاؤس کے ریکارڈ پر موجود ہے کہ میں نے آج سے ایک سال پہلے اس صوبہ کے سابقہ چیف سیکرٹری کے متعلق پوائنٹ آؤٹ کیا تھا کہ ذرا اس سے یہ تو پوچھیے کہ اس کو باپ کی طرف سے کیا وراثت ملی تھی اور اس نے جو پچھلے چند مہینوں میں ضلع قصور میں جا کر اپنے اور اپنے بیٹے کے نام پر زمینیں خریدیں' وہ کہاں سے لی گئیں۔جہاں پر ہم لوگ پانی کی ایک ایک بوند کے لیے ترستے ہیں' جہاں پر ہماری کھیتیاں خشک ہیں جہاں پر ہم حکومت کی اس مشینری کے لیے ترستے ہیں کہ ہم زمینوں کو لیول کر سکیں' جہاں پر ہم ترستے ہیں کہ ایک درخت اگالیں اور ہم اپنا گھر بنانے کے لیے ایک درخت حاصل کرلیں اور ہم مارے مارے پھرتے ہیں اور کہیں سے اگر ہمیں درخت مل جاتا ہے اس کو کاٹ کر ہم اپنے گھر کی چھت بناتے ہیں تو وہاں پر قانون کے تحت ہم کو جیل میں بھیج دیا جاتا ہے۔ وہاں پر حکومت پنجاب کے محکمہ جنگلات اور زراعت کے تمام کارکنان کس قانون کے تحت ضلع قصور کی تمام جیپیں لے کر پھرتے رہتے ہیں اور آج تک پھر رہے ہیں ۔ جناب والا۔ کسی نے اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی ۔ اس طرف جاتے ہوئے پاؤں جلتے تھے' چہرے جلتے تھے مگر کسی نے آج تک نہیں پوچھا جناب والا اگر حسن اختر اپنے ٹیوب ویل کا دو مہینے کا بل pay نہیں کر سکتا تو اس کے کنکشنز کاٹ دیے جاتے ہیں اس کو نوٹسز پر نوٹسز آ جاتے ہیں ۔ کس قانون کے تحت اس صوبے کے سابق Chief Executive کی دو موٹریں منظور ہیں اور چودہ چل رہی ہیں مگر کسی نے نہیں پوچھا ۔ کس قانون کے تحت وہاں پر ہزاروں درخت اگا دیئے گئے اور ان کے ساتھ چند قدم پر زمین ایک سائے کے لیے ترس رہی ہے جناب والا! بات کسی ایک شخصیت' کسی فرد واحد کی نہیں ہو رہی ۔ بات اس وقت اس قرارداد کے تحت کسی ایک جماعت کی نہیں ہو رہی ۔ بات اس وقت

کسی ایک پارٹی کی نہیں ہو رہی ۔ بات ہو رہی ہے صوبہ پنجاب کی ۔ بات ہو رہی ہے اس مملکت خداداد کی۔ یہاں پر اگر کسی کو اعتراض ہوتا ہے تو وہ اس سر زمین کو چھوڑ کیوں نہیں دیتا ۔ وہ اس گھر کو جس میں وہ آباد ہے جو اس کی شناخت ہے جس کے نام پر وہ غل چھڑے اڑا رہا ہے وہ اس کو چھوڑ کیوں نہیں دیتا ۔ اور اگر وہ نہیں چھوڑتا تو یہاں پر بیٹھے ہوئے جب ہم الیکشن میں جاتے ہیں ۔ میں آج بھی ہر شخص کو یہ دعوت دیتا ہوں وہ اپنی ہی تقاریر کے cassettes سن لیں جو ان کے پروانوں نے کئے ہونگے ۔ ہر شخص سٹیج پر جب آتا ہے تو ایک بات کرتا ہے 'اس ملک کو ہم بچائیں گے ۔ اس ملک سے ہم کرپشن دور کریں گے۔ بے روزگاری کو دور کریں گے غربت کو دور کریں گے' اور جب وہ یہاں پر آتا ہے تو وہ اپنے فرائض منصبی کیوں بھول جاتا ہے اور ان کو نہیں بولنا چاہیے۔ جناب والا! آج میرے ایک دوست نے بڑی خوبصورت بات کہی کہ اگر اس ہاؤس میں یہ جذبہ بیدار ہو چکا ہے۔ یہ بیدار کس کی بنیاد پر ہوا یہ کس کے الفاظ سے ہوا کس کی تحریر سے ہوا کس کی تقریر سے ہوا ۔ اس بات پر نہیں ۔ لیکن جناب والا اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے ۔ میں اس مقدس ہاؤس کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس بار اس طرف ایک قدم بڑھایا ۔ ورنہ قوم کے ساتھ آج جو ہو رہا ہے قوم کو جس طرف لے جایا جا رہا ہے شمشیر و سناں اول تو دور کی بات ہے ان کا آخر تک بھی ذکر نہیں یہاں رقص و سرور اور شراب و شباب کی طرف لے جایا جا رہا ہے اور سپورٹ مین 'نوجوان جو اس قوم کا ایک سرمایہ ہیں اور ان کو کوکے پہنا دیے گئے ہیں۔ جناب والا! جن ہاتھوں میں شمیر و سناں ہونی چاہئیں جن کے جذبوں میں بادلوں کی گرج اور بجلی کی چمک ہونی چاہیے ان کے کانوں میں کوکے ہیں ڈر لگتا ہے کہ اس مقدس ہاؤس پر کھڑے ہو کر میں آج اپنے دوستوں سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں اس وقت سے پہلے کہ کانوں کے کوکے ناکوں پر آ جائیں ہمیں یہ قدم اٹھانا ہو گا۔ جناب والا! ہمیں اس بات کو realize کرنا ہو گا ۔ ہمیں ان حقائق پر غور و فکر کرنا ہو گا اور غور و فکر کے ساتھ ہمیں عمل بھی کرنا ہو گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ نوجوان جو ہماری قوم کا سرمایہ ہیں جن پر قائد اعظم نے فخر کیا جن پر قوموں کو فخر ہوتا ہے ان کے آج کانوں میں کوکے ہیں کل کو ناکوں میں نہ آ جائیں ۔ آج قوم جو ان کے لیے چوڑیاں لئے پھرتی ہے وہ شوق سے پہننا شروع نہ کر دیں ۔ جناب والا! ہمیں قوم کا رخ موڑنا ہو گا ۔

جناب والا! یہاں پر بات چلی پھر بات وہاں پر آتی ہے کہ defend کیا جاتا ہے اس

کرپشن کو ان کیسز کو ۔ پھر بات چل نکلتی ہے کہ سابقہ حکومت نے یہ کیا ہم بھی یہ کر رہے ہیں ۔ یہاں پر میرے ایک دوست کہہ رہے تھے کہ میں استعفیٰ دے دوں گا ۔ جناب والا میں بات استعفوں کی نہیں کرتا ۔ ------

وزیر زراعت و خوراک، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! سردار صاحب میرے لیے بڑے قابل احترام ہیں ۔ مجھے ان کو interrupt تو نہیں کرنا چاہیے تھا ۔ لیکن جناب والا ۔ میں ایک گزارش کرنی چاہتا ہوں کیونکہ انہوں نے اپنی گفتگو میں محکمہ زراعت کے حوالے سے بھی بات کی ہے اور اب بھی اس حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ بات آ جاتی ہے کہ سابقہ حکومتیں یہ کرتی رہی ہیں اور ہم یہ کر رہے ہیں۔ ہم واللہ کچھ نہیں کر رہے ۔ یہ میرے لئے قابل احترام ہیں ۔ ان سے میری اکثر ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے ۔ یہ مجھے شرف ملاقات بخشتے ہیں ۔ محکمہ زراعت کے حوالے سے ان کو کوئی بھی شکایت ہو---- یہ ایوان اس resolution کا کیا فیصلہ کرتا ہے اس resolution کا کیا fate ہوتا ہے ۔ This is a secondary thing. ۔ لیکن زراعت کے حوالے سے جس وقت یہ چاہیں ---- کیونکہ I am looking after the department. I stand responsible for this. اور میں اس کی responsibility قبول کرتا ہوں ۔ جس جس افسر کے بارے میں یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ irregularity میں involve ہے یا وہ وہیکلز کا ناجائز استعمال کر رہا ہے ۔ یہ مجھے بتائیں انشاء اللہ We will take care of that. اور میں اس حوالے سے دوبارہ یہ گزارش کروں گا کہ انہوں نے ایک دو دفعہ جو باتیں پوائنٹ آؤٹ کی ہیں ان کے نوٹس بھی ہم نے لیے ہیں ۔ شکریہ جناب سپیکر۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! میں اپنے ساتھی اور اپنے فاضل دوست کا ممنون ہوں ۔ -----

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میرے بہت ہی قابل احترام دوست وزیر زراعت نے اپنے محکمے کی بات کی ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ ان کا محکمہ اور ان کی ذات پر بہت کم تنقید ہوئی ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے ۔ لیکن جناب سپیکر! ان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے میرے نہایت ہی قابل احترام دوست جن کا میں یونیورسٹی کے زمانے میں ذاتی طور بڑا مداح ہوا کرتا تھا اور یہ بڑے ہی جرأت والے شخص تھے ۔ اسی فلور پر جناب محترم وزیر Anti-corruption کے بقول اس دور کے صاحب اقتدار لوگوں نے نام نہاد کا نام بھی ان کے ساتھ لگایا تھا لیکن ہم ان کو با اختیار انٹی کرپشن کے مشیر سمجھا کرتے تھے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کو اگر تقریر کا وقت دے دیں تو اس میں یہ ساری باتیں کر لیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا! میں تو اپنے اس پوائنٹ آف آرڈر پر ان کو ذرا جوش دلا رہا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، پہلے ان کو بات ختم کر لینے دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہا ہوں۔ یہ نالائق آدمی ہے اس کو پتہ نہیں کہ کس وقت رو کنا ہے۔ اور کس وقت نہیں رو کنا۔ (قہقہہ)

جناب سپیکر! اسی میرے دوست نے یہاں پر کرپشنوں کی بات کی۔ وزیروں پر بڑے بڑے الزامات لگے اور اسی جگہ پر سب کو معلوم ہے کہ کون کون سے وزیروں نے کہاں کہاں پر کتنی کرپشن کی ہے۔ جناب سپیکر! آج میرے صاحب حیثیت دوست جن کا آج بیٹھنے کا انداز بھی تبدیل ہو گیا ہے اور جو بذات خود وزیر بھی بن چکے ہیں ہمیں توقع ہے کہ وہ گرمی وہ شعلہ بیانی آج بھی اسی فلور پر دوبارہ لے کر آئیں گے ہم نے تو بڑی خوشیاں منائی تھیں جب یہ وزیر انٹی کرپشن بنے تھے۔۔۔

سردار غلام عباس، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں آپ ان کو اندر بیٹھا کر رولز اینڈ ریگولیشنز سکھا دیں۔

جناب سپیکر ، میری بڑی خواہش ہے کہ میرا بھائی کچھ کرنے کے قابل ہو۔

وزیر انٹی کرپشن ، جناب والا ، جب یہ میرے ساتھ کالج میں پڑھتے تھے تب بھی وہ کبھی کلاس میں نہیں گئے تھے۔ ان کو یہ پتہ نہیں ہے کہ آنٹی کرپشن ہے کہ انٹی کرپشن ہے۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی، میں نے ان کا نام کتنے احترام سے لیا ہے۔ اور یہ ذاتیات پر آ گئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، اصل میں آپ تمام آپس میں کلاس فیلو ہی ہیں۔

جناب انعام اللہ خاں نیازی، حالانکہ میں نے وصی ظفر صاحب کے بارے میں کہا تھا کہ نالائق ہیں۔

ان کے بارے میں میں نے کچھ نہیں کہا۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب سپیکر ' میں یہ عرض کرنے لگا ہوں کہ ایک لفظ انھوں نے بالکل درست بولا۔ ہم یہی تو کہتے ہیں کہ کرپشن ان کی آنٹی ہے۔ یہ صحیح کہہ رہے ہیں۔ تین دفعہ ان کے منہ سے سلپ نہیں ہوا۔ در اصل کرپشن ہے ہی ان کی آنٹی۔ اس کو گلے سے لگایا ہوا ہے۔ انھوں نے جنم بھی اسی کی کوکھ سے لیا ہوا ہے۔

سردار حسن اختر موکل ، میں اپنے دوست کا اور اپنے بھائی جناب وزیر زراعت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ وہ اکثر مجھ سے ملتے رہتے ہیں ' میری ان سے عزیزداری بھی ہے۔ دوستی بھی ہے ' بھائی بھی ہیں اور میں اس بات کو بھی مانتا ہوں کہ جو بھی بات پوائنٹ آؤٹ کی گئی انھوں نے فوری اس کا ایکشن لیا۔ یہ بات جو میں آج کر رہا ہوں۔ انھوں نے سوال کیا کہ یہ بات ان کے نوٹس میں نہیں لائی گئی۔ اس بات سے میں تھوڑا سا حیران ہوا کہ جس بھائی کو میں اتنا ایکٹو ' اتنا ذمہ دار ' اتنا اچھا اور اتنا بڑا کارکن اور اتنا قابل وزیر سمجھتا تھا آج انھوں نے یہ بات کی تو شاید اس لیے کہ شاید وہ بھی توجہ نہیں رکھتے تھے۔ جب ایک بات اس ایوان کے فلور پر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر بتا رہا ہوں۔ ہاؤس کی کارروائی نکلوائیے اس وقت بھی یہاں پر کھڑے ہو کر میں نے بات کی تھی۔ اور پھر مجھے یہ کہنے دیجیے اور بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنے دیجیے کہ چونکہ بات اس وقت موجودہ چیف سیکریٹری کی تھی اس لیے شاید اس پر بات نہ کی گئی اور کارروائی نہ کی گئی۔ آج وہ نہیں تو میں ان کے گھر یا ان کے دفتر میں ان سے مل کر پھر بتاؤں گا کہ ریکارڈ منگوا لیں۔ جس دن سے وہ گئے ہیں اس دن کے بعد سے کوئی کنٹرول ہوا ہو تو ہو ورنہ میں ان کو figures دے دوں گا اور توقع رکھتا ہوں کہ اس پر یہ اپنا صحیح ایکشن لیں گے۔

وزیر زراعت ، جناب سپیکر! سردار حسن اختر موکل صاحب نے فرمایا ہے کہ میں بڑا پاور فل منسٹر سمجھتا تھا اور ایکٹو منسٹر سمجھتا تھا اور شاید ان کو اپنے محکمے کے حالات کا علم نہیں ہے۔ میں نے پہلے گزارش کی ہے کہ شاید بد قسمتی سے کرپشن کو ہم discuss بھی کرتے ہیں اور کرپشن کی ہم باتیں بھی کرتے ہیں ' کرپشن کے خاتمے کے لیے بھی بڑی باتیں کرتے ہیں۔ میں تو برملا اس ایوان میں بھی درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اتنے لوگ کرپشن میں ملوث ہیں۔ اتنے لوگ اپنے لیے یا اپنی اولاد کے لیے تعزیر کما کر گھر جاتے ہیں ان کے لیے ایک طریق کار ہے۔ لوگ کہتے ہیں آج سے نہیں 1985ء سے شروع کیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے بھی پیچھے سے شروع کیا جائے۔ جہاں تک میرے ایکٹو

ہونے یا پاور فل ہونے کا تعلق ہے تو I am looking after the Department میں تو ذاتی طور پر یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس ایک ایک پل کا بھی اللہ تعالیٰ نے ہم سے حساب لینا ہے ۔ اور جس شخص نے خوف خدا رکھ کر کام کرنا ہے ۔ جس شخص نے یہ محسوس کرنا ہے کہ اقتدار کی ایک ایک گھڑی کا میں نے حساب دینا ہے اور جس شخص نے ذاتی زندگی کے حوالے سے برا وقت دیکھا ہو اور مصیبتیں دیکھی ہوں وہ شخص اچھے وقتوں میں برے وقتوں کو نہیں بھلایا کرتا۔ ہمیں اس چیز کا علم ہے ۔ یہ جب بھی میرے پاس تشریف لائیں گے ۔ یہ میرے بڑے بھائی ہیں ' میرے عزیز ہیں ' مجھے نہیں سمجھ آ رہی کہ میں ان کو کس انداز سے کہوں ۔ کہ میں نے ان کی ہر چیز کو ہر بات کو اسی طرح لیا ہے ۔ اگر یہ میرے محکمہ میں کسی جگہ بدعنوانی دیکھ رہے ہیں تو ان کا مجھ پر احسان ہو گا کہ جو چیز میرے علم میں نہیں ہے وہ یہ مجھے بتائیں ۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ' پوائنٹ آف آرڈر! آج پرائیویٹ ممبرز ڈے تھا اور بڑی دیر کے بعد اڑھائی سال میں یہ دو دن اس دفعہ نصیب ہوئے ہیں ۔ تقریباً ڈیڑھ دو سال سے جو کام مؤخر چلا آ رہا تھا وہ قراردادیں آج آئی تھیں ۔ لیکن میں نے آج یہ ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پہ بہت سے لوگوں کو accomodate کیا۔ جو کہ موضوع سے ہٹ کر بھی تھے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج ایک قرارداد پیش ہوئی ۔ میرا خیال ہے کہ شاید وہ بھی ختم نہ ہو ۔ اتنی لمبی لمبی تقریریں ہو رہی ہیں۔ باقی سارا کام تو پھر مؤخر ہو جائے گا۔ تو میری یہ درخواست ہے کہ یا تو تھوڑا سا وقت بڑھا دیں یا پھر مہربانی کر کے اس کو وائنڈ اپ کروائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ابھی وقت بڑا پڑا ہے ۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ' صرف پچیس منٹ رہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : وقت تو آنے دیں ۔

جناب ایس اے حمید : اس کو وائنڈ اپ تو کروائیں۔

وزیر قانون : جناب سپیکر ' جناب ایس اے حمید صاحب اپنی قرارداد کو خود وقت آگے دیا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ نے خود مہربانی فرمائی تھی ۔

جناب ایس اے حمید : میں نے تو تابش صاحب کو وقت دیا تھا ۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سعید صاحب

کی قرارداد ہے ' میری قرارداد ہے اور دو تین قرارداد ہیں ۔ تقریباً ایک بجے کام شروع ہوا تو اڑھائی بج گئے ہیں اور ایک ہی بات ختم نہیں ہو رہی ۔ آپ چاہتے ہی نہیں کہ کوئی اور قرارداد آئے ۔

چودھری خادم حسین ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! بڑی دیر سے رشوت کا سلسلہ شروع ہے ۔ یہ آج کی بات نہیں ہے ۔ افسوس تو یہ ہے کہ اپوزیشن اور اقتدار دونوں کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی ہیں ۔ ہم ایک دوسرے پر الزام تراشی کر رہے ہیں۔ لیکن یہاں رشوت ہم ہر روز دیکھتے ہیں۔ اس کے متعلق کبھی کسی نے ایوان میں یہ بات نہیں کی ۔ آپ سڑک پر جائیں ٹریفک پولیس ہمارے سامنے رشوت لے رہی ہے ۔ (قطع کلامیاں) آپ اچھے پارلیمنٹرین بن سکتے ہیں اگر آپ میں صبر اور تحمل کا جذبہ پیدا ہو جائے۔۔۔۔۔ جناب والا! ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔ ہمیں ایک دوسرے پر بہتان تراشی نہیں کرنی چاہیے ۔ جب تک ہم دونوں طاقتیں یکجا ہو کر اس چیز کی خاطر کوئی لائحہ عمل اختیار نہیں کریں گے کہ کرپشن کو کس طرح روکنا ہے ۔ کرپشن کو ہم نے کس طرح بند کرنا ہے۔ ہم ایم پی اے ' ایم این اے ' مشیر ' وزیر سپیشل اسسٹنٹ ہر روز سڑک پر جاتے ہیں اور ہمارے سامنے لوگ پیسے لے رہے ہوتے ہیں۔ ہم ان کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے ۔ ہم ان کے متعلق کچھ نہیں کر سکتے ۔ ہمیں مل کر رولز آف بزنس کو تبدیل کرنا ہو گا۔ اور جب تک رولز آف بزنس تبدیل نہیں ہوں گے ۔ جب تک منسٹر پارلیمنٹرین نہیں بنیں گے اس وقت تک نہ ہم رشوت روک سکتے ہیں اور نہ اپنے کسی کام پر عمل کروا سکتے ہیں۔ سب مل کر ایک دن بیٹھیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے یا تقریر ہے ۔

چودھری خادم حسین ، یہ تقریر بھی ہے اور پوائنٹ آف آرڈر بھی ہے ۔ یہ بڑی اہم بات ہے ۔ بات کو دیکھنا چاہیے کہ بات کیا ہو رہی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی سردار صاحب !

سردار حسن اختر موکل ، جناب والا ' کہنے کو تو اتنا کچھ ہے لیکن میں بات کو ختم کرتا ہوں ۔ میرے اور دوست بھی ہیں ۔ میں جو بات ابھی کرنے لگا تھا تو کیا ہی اچھا ہوتا کہ وزیر قانون صاحب تشریف رکھتے ۔ بہر حال وزیر انٹی کرپشن اور پارلیمانی امور تشریف رکھتے ہیں۔ میں کرپشن کے حوالے سے جو بات کرنے لگا ہوں ۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی کال اٹینشن نوٹس یا اس قسم کی چیزیں آتیں لیکن میں یہ بات کر کے ختم کرتا ہوں اور ان سے یہ عرض کروں گا کہ ہاؤس کی کمیٹی کب بنتی ' کیسے بنتی ہے۔ یہ

بات جو میں کرنے لگا ہوں یہ الارم ہے ہماری پوری قوم کے لیے کہ جہاں moral values' اخلاقی قدریں روند دی جاتی ہیں وہاں کرپشن آ ہی جایا کرتی ہے۔ وزیر انٹی کرپشن ذرا یہ نوٹ فرمالیں کہ ہماری اس مقدس سرزمین پر جہاں ہم اسلام کا نام بھی لیتے ہیں ' جہاں ہم social reforms کا نام بھی لیتے ہیں ' جہاں ہم سوشل ازم کا نام بھی لیتے ' جہاں ہم social justice کا نام بھی لیتے ہیں ' جہاں ہم قانون کو عوام کے دروازے تک پہنچانے کی بات کرتے ہی ' چادر و چار دیواری کے تحفظ کی بات کرتے ہیں وہاں جناب والا ! میرے حلقے میں ایک غریب کنواری لڑکی کو ماں بنا دیا گیا۔ اس کے ملزمان ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود آج تک گرفتار نہیں ہو سکے اور رونے کا مقام ہے کہ جب اس کے ساتھ یہ انسانیت کا سب سے گرا ہوا ظلم کیا گیا تو اس بارے میں پہلا پرچہ بھی اسی لڑکی اور اس کے ایک رشتہ دار کے خلاف دے دیا گیا اور چھ مہینے تک اس لڑکی کو قید رکھا گیا۔ اور جب ہائی کورٹ نے یہ ساری بات سامنے لا کر یہ حکم دیا کہ پرچہ لڑکی کی طرف سے درج کیا جائے اور صحیح ملزمان کے خلاف ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ' میں اس دیانت دار آفیسر کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جس نے موقع پر جا کر معاشرے کے اس بااثر شخصیت کے خلاف پرچہ درج کیا اور پہلے پرچے کے اخراج کا حکم دیا لیکن جناب والا ! آج پانچ مہینے گزر جانے کے باوجود ' ہائی کورٹ کی دوبارہ directions کے باوجود اصل ملزمان کو گرفتار نہیں کیا گیا اور وہ بچی جس کے ساتھ یہ انسانیت سلوک ظلم ہوا مجبور کر دی گئی کہ وہ ایک بن باپ کی بچی کو جنم دے۔ میں پوچھتا ہوں ان اہل اقتدار سے ' اہل اختیار سے ' غیرت مند قوم کے غیر مندوں سے کہ آج اس بچی کے باپ کے خانے میں کس کا نام لکھا جائے ؟

حاجی عبدالرزاق : وزیر صاحب کا نام لکھا جائے۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! میں اپنے دوست سے آپ کی وساطت سے عرض کروں گا کہ جو انھوں نے یہ مذاق میں بات کی ہے یہ ایک اور بہت بڑا ظلم کیا ہے ۔ اس ہاؤس میں بیٹھا ہوا کوئی شخص مجھے بتا دے کہ اس سے بڑا ظلم ' اس سے بڑی کرپشن' اس سے بڑی زیادتی ' اس سے بڑا گھناؤنا کام اور کیا ہو سکتا ہے ؟ جناب والا! میں اپنی بات کو wind up کرتا ہوں اور یہ کہتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں کہ :-

کہاں ہے ارض و سما کا خالق کہ چاہتوں کی رگیں کریدے
لہو کی سرخی رخ بشر کا حسین غازہ بنی ہوئی ہے

کوئی مسیحا ادھر بھی دیکھے کوئی چارہ گری کو اترے
افق کا چہرہ لہو میں تر ہے زمین جنازہ بنی ہوئی ہے

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے وزیر انٹی کرپشن سے وعدہ کیا تھا۔ جی غلام عباس صاحب۔

وزیر انٹی کرپشن: بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب سپیکر! میں بہت زیادہ شکر گزار ہوں ان تمام ممبران اسمبلی کا جنھوں نے آج اس اہم قومی مسئلے پر اظہار خیال کیا اور آج میں یہ بات اس حوالے سے بھی فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ تحریک جو کہ آج گلیوں' محلوں' بازاروں' ایوانوں اور بڑے بڑے لوگوں میں زیر بحث ہے اس کو شدت دینے میں بھی آج آپ کے اس بھائی سیاسی کارکن کا ایک اہم رول ہے۔ آپ تو اسمبلی کی انٹی کرپشن کمیٹی کی بات کرتے ہیں جبکہ میں نے تو اس سے بہت آگے جا کر بہت پہلے عوام کے اندر سے سیاسی و سماجی کارکنوں کی کمیٹیاں بھی بنانی شروع کی تھیں۔ اس کو بعض لوگوں نے مذاق کا رنگ بھی دیا مگر آج ہمارے فاضل دوست محترم بزرگ خواجہ صاحب یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے کہ جی ممبر کی تختی لگی ہوتی ہے ' اس سے کیا ہوتا ہے ؟ میں عرض کرتا ہوں کہ خواجہ صاحب جب میئر تھے اور انھوں نے کرپشن کی تھی تو اسی ایک ممبر کی شکایت پر ان کو گرفتار کیا گیا اور کافی عرصہ جیل میں رہے ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ دوستوں کو تمام حقائق کا علم ہونا چاہیے جو کہ نہیں ہے۔ جب میں وزیر انٹی کرپشن نہیں تھا صرف مشیر تھا تو اس وقت انٹی کرپشن establishment جس پر 16/17 کروڑ روپے خرچ ہوتے تھے اس کے مقدمات درج کرانے کی سالانہ average 300 مقدمے تھی مگر ہم نے اپنے ان عوامی کارکنوں ' سیاسی کارکنوں کے ناطے ایک سال میں 1400 مقدمات کی average دی اور پھر اس پر حکومت یا قوم کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں ہونے دیا۔ (نعرہ ہائے تحسین) میں یہ سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کی طرف سے یہ بات ایک خوش آئند بات ہے کہ وہ اس سلسلے میں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اہم قومی مسئلہ ہے اور اس اہم قومی مسئلے پر ----

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : جناب سپیکر ! کرپشن کے معاملے پر بحث ہوتے ہوئے سوا دو

کھنٹے ہو گئے ہیں ۔ آپ بڑے زیرک ہیں اور زیرکوں کے استاد ہیں۔ میری بھی ایک قرارداد ہے ۔ میں نے قربانی دی اور پہلے سید تابش الوری صاحب کی قرارداد پیش ہونے دی ۔ جس سے میری قرار داد کا بیڑہ غرق ہو گیا ہے ۔ وہ اب رہ جائے گی ۔ لہذا آپ یا تو ایک کھنٹے کے لیے وقت بڑھا دیں یا پھر تقاریر پر تھوڑا سا کنٹرول کریں تا کہ میری باری بھی آ سکے ۔ بڑی مہربانی ہو گی ۔

وزیر پارلیمانی امور : جناب سپیکر! انہوں نے خود اپنا وقت سید تابش الوری صاحب کو دیا تھا۔ اب جبکہ انہوں نے خود فیصلہ کیا تھا تو اس کے پابند بھی رہیں ۔

جناب سپیکر: میرے لیے وقت کو بڑھانا مشکل ہے ۔ کیونکہ محترم نذر محمد صاحب کی رسم قل ہے اور سب دوستوں نے وہاں جانا ہے ۔ وزیر صاحب کو اپنی بات کرنے دیں ۔

وزیر انٹی کرپشن: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ جہاں تک خلوص نیت کا تعلق ہے 1985ء جب یہاں پر میاں نواز شریف صاحب وزیر اعلیٰ تھے اس وقت یہاں پر ایک انٹی کرپشن کمیٹی کے قیام کی منظوری ہوئی جو کہ انٹی کرپشن Establishment Act میں موجود ہے اور جو اس وقت فیصلہ ہوا تھا اس کے مطابق Minister designated by the Governor اس کا چیئر مین ہونا تھا ' اس میں تین ایم پی ایز ' چیف سیکرٹری ' ایڈیشنل چیف سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری شامل تھے اور ڈائریکٹر انٹی کرپشن establishment نے اس میں بطور سیکرٹری کام کرنا تھا مگر 1985ء سے لے کر آج تک جتنی بھی ماضی میں حکومتیں رہی ہیں کسی نے بھی اس کمیٹی کو form نہیں کیا ۔ یہ پہلی دفعہ ہماری اس حکومت نے انٹی کرپشن کا ایک وزیر نامزد کیا ہے ۔ آپ محکمہ انٹی کرپشن کے تمام رولز اور ریکارڈ منگوا کر دیکھ لیں کہ 1985ء میں جب یہاں پر ایک ایسی حکومت بنی جو کہ غیر سیاسی بنیادوں پر قائم کی گئی تھی تو اس حکومت کے دوران یہ فیصلہ ہوا کہ یہ کمیٹی بنائی جائے لیکن اسی حکومت کے دور میں ایک notification کے ذریعے محکمہ انٹی کرپشن کے تمام فنڈز منجمند کر دیے گئے اور 1985ء کے بعد جو افسران انکوائریز پر جاتے تھے ان کے TA,DA انھیں ادا نہیں کیے جاتے تھے ۔ ہوا یوں کہ فی ایم این ایز کو دو دو کروڑ روپے دینے کے بعد ضیاء الحق مرحوم کی طرف سے یہ کہا گیا ' on the floor of the House کہا گیا ' ٹیلیویژن پر کہا گیا کہ میں نے دو دو کروڑ روپے اپنے ایم این ایز کو دے دیے ہیں تا کہ وہ اپنے کلے مضبوط کر لیں یعنی کلے مضبوط کرنے کے لیے محکمہ انٹی کرپشن کو ختم کیا گیا ' اس کو دفن کیا گیا ۔ جناب والا! یہ ایک غیر sufficient محکمہ ہے اس کے لیے میں نے اپنے

دوستوں کے ساتھ مل کر working شروع کی ہے اور ہم نے اس میں مزید 3600 بھرتیوں کے لیے درخواست کی ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! جب اس ایوان میں قرار داد پیش کی گئی تو محترم افضل سندھو صاحب نے اس کمیٹی کی بات کی جس کا کچھ عرصہ پہلے آپ نے فیصلہ کیا تھا۔ جب ہم نے اس پر consensus دیا کہ ٹھیک ہے آپ 1985ء سے بنالیں 1970ء سے بنالیں لیکن انھوں نے کہا کہ 1985ء سے بنا لیں تو ہم نے کہا کہ بنالیں۔ اس کے بعد وزیر قانون نے ان سے کہا کہ آپ اپنے پوائنٹ کو پیچھے کریں اس سے deviat ہوں یہ قرار داد علیحدہ ہے یہ کمیٹی علیحدہ ہے۔ اب حکومتی ارکان دو باتیں کر رہے ہیں اگر قرار داد ہے تو پھر انٹی کرپشن یا کرپشن پر بحث کس بات کی؟ پھر تو انھوں نے straightaway کیا ہے آپ ووٹنگ کرائیں اور اگر یہ قرار داد نہیں ہے تو پھر جو آپ کا آرڈر تھا اس کے بعد کمیٹی بنا دیں۔ صرف ایک قرار داد کو لیے ہوئے اڑھائی پونے تین گھنٹے ہو گئے ہیں۔ ہمارے پرائیویٹ ممبرز ڈے کا یہ بزنس اڑھائی سال کے بعد ایجنڈے پر آیا ہے لیکن اس کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایک پروگرام کے تحت برباد کر دیا گیا ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر کر رہے ہیں آج موہل صاحب بھی بات کرتے رہے ہیں کہ ٹھیک ہے جی آپ بھی بات کریں آپ بھی تقریر کریں آپ بھی تقریر کریں۔ جناب سپیکر! آج تک کبھی بھی ایسا نہیں ہوا میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ سادہ سی بات ہے کہ ایک قرار داد پیش کی گئی وزیر قانون نے مخالفت کی آپ اس کی ووٹنگ کرائیں اور بات ختم لیکن اب انٹی کرپشن کے وزیر تقریر فرما رہے ہیں۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ straightaway اس پر ووٹنگ کرائیں اور ساتھ ہی ٹائم بڑھائیں تاکہ ہمارے باقی ایجنڈے کو take up کیا جا سکے۔

جناب سپیکر، آج ٹائم بڑھانے کی گنجائش نہیں ہے البتہ یہ ہے کہ جہاں اتنے دوستوں نے اپنا موقف پیش کیا ہے حکومت کا بھی حق ہے کہ وہ بھی اپنا point of view پیش کرے۔

جناب ایس اے حمید، جناب والا! آپ ایک قرار داد بھی dispose of نہیں کرنا چاہتے۔

جناب سپیکر، مجھے اس کا پتا نہیں------

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! ہمیں سمجھ آ رہی ہے ۔ میں احتجاج کے طور پر واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ کی جو مرضی ہے کریں۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں پہلے سے کھڑا ہوں۔ مہربانی سے دیکھا کریں۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں افضل سندھو صاحب پہلے سے کھڑے ہوئے ہیں۔ جی سندھو صاحب! آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر پیش کریں۔

وزیر خزانہ، مہربانی جناب سپیکر! میں بہت پہلے سے کھڑا تھا آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے توجہ فرمائی۔ جناب ایس اے حمید صاحب نے ابھی ابھی بات کی ہے جس میں میرا حوالہ بھی آیا ہے۔ ایس اے حمید صاحب نے جو بات کی ہے کہ بہت وقت ضائع ہوا ہے۔ اس وقت کو بچانے کے لیے آپ کے پاس ایک ذمہ داری تھی جو کہ آپ نے 8/10 مہینے سے پوری نہیں کی میں نے یہ توجہ دلائی تھی کہ 1985ء سے میاں نواز شریف نے جو کرپشن کی ' جو غلام حیدر وائیں نے کی جو منظور وٹو نے کی یا میں نے کی ۔ میں نے عرض کیا تھا اور آپ نے اس ہاؤس میں مجھے یقین دہانی کرائی تھی میں اس وقت انڈسٹری منسٹر تھا آپ نے فرمایا تھا کہ منسٹر انڈسٹری کی اس تجویز سے میں اتفاق کرتا ہوں اور ہم اس کمیٹی کو تشکیل دیں گے۔ اگر آپ نے وہ کمیٹی تشکیل دی ہوتی تو آج نہ یہ ہمارا وقت ضائع ہوتا نہ ان کے پرائیویٹ ممبر ڈے کا قیمتی وقت ضائع ہوتا۔ چلیں میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں میں جناب کی وساطت سے ایس اے حمید صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ اگر میری اس بات کو مان لیا جاتا کہ جس کمیٹی کی آپ نے یقین دہانی کرائی تھی ------

صاحبزاد سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، نہیں ۔ سندھو صاحب بھی پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، اتنا لمبا پوائنٹ آف آرڈر؟

جناب سپیکر، آج اتنے ہی لمبے ہوتے جا رہے ہیں۔ جی سندھو صاحب۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں تو پوائنٹ آف آرڈر پر بڑا مختصر بولا کرتا تھا لیکن آہستہ آہستہ مجھے بھی تھوڑا سا زیادہ بولنے کی عادت ہو گئی ہے۔ گزارش یہ ہے --------

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب والا! اگر پوائنٹ آف آرڈر اتنا لمبا ہو گا تو میں بھی بولنا شروع کر دوں گا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ مہربانی آپ ایسا نہ کریں۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ بڑے اچھے آدمی ہیں بیٹھ جائیں تشریف رکھیے۔

میاں فضل حق، جناب والا بات یہ ہے کہ -------

جناب سپیکر، دیکھیے سندھو صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ پلیز آپ تشریف رکھیے۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میں سندھو صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ میرے بزرگ ہیں یہ بڑے اچھے ہیں یہ تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر، آپ سے تو یہ مجھے زیادہ جوان نظر آتے ہیں۔ جی سندھو صاحب

وزیر خزانہ، جناب والا! شرقپوری صاحب میرے برخوردار ہیں میں ان کی بڑی عزت کرتا ہوں میرے بڑے عزیز ہیں۔ -----

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہ دونوں بزرگ اور برخوردار ہیں ایک 80 سال کے ہیں اور دوسرے 85 سال کے ہیں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! آپ نے مجھے floor دیا ہوا ہے۔ ہمارے اتنے اتنے seasoned ہمارے اتنے اتنے قانون دان ساتھی، ضیاء الحق کے خلاف ہمارے ساتھ جیلوں میں جانے والے، نواز شریف کی حکومت میں ہمارے ساتھ جیلوں میں جانے والے اب مسئلہ یہ ہے کہ انھوں نے قطعی طور پر اس بات کا احساس نہیں کیا کہ آپ سے اجازت لیتے اور مجھے آپ کو یہ بات باور کرانی پڑی کہ کم از کم آپ ایسا نہ ہونے دیں۔ جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ بات کرنے کا میرا کوئی موڈ نہیں تھا لیکن میرے دوست ایس اے حمید صاحب جو بڑے ہی اچھے پارلیمنٹیرین ہیں انھوں نے میری بات کر دی اور میری اس کمیٹی کا حوالہ دے دیا اور مجھے پھر آپ کو اس کمیٹی کی یاد دہانی کرنی پڑ گئی اور بڑی معذرت کے

ساتھ کہتا ہوں کہ یہ میری اس تجویز کو مان لیں اور ان کو پرائیویٹ ممبر ڈے کا وقت ملنا چاہیے۔ انہیں اپنی قرار داد واپس لے لینی چاہیے اور آپ نے جو وعدہ کیا تھا 1985ء سے وہ کمیٹی تشکیل دے دیں۔ بڑی مہربانی شکریہ

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، ایک منٹ میں آپ کو موقع دے رہا ہوں۔ سیکرٹری صاحب چونکہ اس میں میرا بھی ذکر آیا ہے کہ میں نے کوئی وعدہ کیا ہے اس لیے پرانا ریکارڈ نکال کر مجھے دکھایا جائے جو محترم افضل سندھو صاحب بتا رہے ہیں کہ جب یہ تجویز آئی تھی تو میں نے اس پر کیا promise کیا تھا تو مجھے ذرا بتایا جائے تاکہ میں بھی دیکھوں کہ کیا وجہ ہوئی کہ وہ بات آگے نہیں چلی۔ بہر حال اب آگے چلتے ہیں۔ وزیر خزانہ، جناب والا! بڑی مہربانی آپ نے جو حکم صادر کیا میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر، جی شرقپوری صاحب

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب سپیکر! آپ پڑھے لکھے ہیں بڑی توجہ کی ضرورت ہے عرض یہ ہے کہ آدمی جو کام نہ کرتا ہو اس کی تلقین نہیں کرنی چاہیے۔ جب آپ کا مزاج ہو تو آپ اکثر ٹائم بڑھا دیا کرتے ہیں۔ تو میری اور آپ کی پرانی یاری ہے اور اللہ اور رسول کی بات ہے پہلے آپ دوستوں کے واسطے ٹائم بڑھاتے ہیں اب اللہ اور رسول اللہ کے واسطے گھنٹہ بڑھا دیں نہیں تو پندرہ منٹ بڑھا دیں کم از کم میری قرار داد تو پیش ہو جائے گی۔

جناب سپیکر، میں نے وجہ بتا دی ہے۔ آپ میری بات سنیں

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، راسے صاحب آپ تو قرآن جانتے ہیں آپ تو بڑے سکالر ہیں۔ ہماری اور آپ کی تو بند کمروں میں بڑی یاری ہوئی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر، آج مجبوری ہے ایک رسم قل ہے جس میں سب دوستوں نے جانا ہے۔ ہمارے مرکزی وزیر احمد مختار صاحب کے چچا فوت ہو گئے ہیں سب دوستوں نے وہاں قل پر جانا ہے اور یہی وقت ہے اس لیے میں معافی چاہتا ہوں۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، تو پھر اسے کل پر رکھ لیں۔

جناب سپیکر، بہر حال جب بھی next پرائیویٹ ممبر ڈے آنے کا تو آپ کی قرار داد لے لیں گے۔

آپ تسلی رکھیں۔ جناب غلام عباس صاحب آپ conclude کریں۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! میں آپ کی خدمت میں مؤدبانہ درخواست کروں گا کہ آج پرائیویٹ ممبر ڈے تھا اور اس پرائیویٹ ممبر ڈے میں تقریباً پانچ مختصر قراردادیں ہیں اور جناب ارشد عمران سلہری صاحب اور ملک کرامت کھوکھر صاحب کی ایک رپورٹ ہے جو پچھلے 8/9 مہینوں سے pending چلی آرہی ہے اس کے علاوہ محترم صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری صاحب کی ایک قرار داد تھی۔

جناب سپیکر، میں توجہ دینا چاہتا ہوں آپ دوبارہ کہیے کیا کہنا چاہتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! آج پرائیویٹ ممبرز ڈے تھا اور پورے ہفتے میں ایک دن ہوتا ہے ویسے تو اس میں حصہ لینا ہر ممبر کا حق ہوتا ہے لیکن بالخصوص یہ حزب اختلاف کے لیے ہوتا ہے کہ وہ مفاد عامہ کے تحت اپنی قرار دادیں پیش کرے۔ آج ہماری پانچ قراردادیں تھیں اور کچھ متفرق تحاریک تھیں جن میں سے ایک ارشد عمران سلہری صاحب اور ملک کرامت کھوکھر صاحب کی تھی جسے بحث کے لیے پیش کرنا تھا اس کے علاوہ سعید احمد شرقپوری کی قرار داد جو کہ نہایت ہی ضروری تھی اور اس میں ایک مذہبی touch ہے یہ ایک مذہبی سٹیٹ ہے اور یہاں پر تعلیم میں نصاب میں کیا کچھ ہو رہا ہے یہ اس بارے میں تھی۔ ایک قرار داد جناب ایس اے حمید صاحب کی تھی جو کہ ایک قانونی مسئلہ تھا وہ ہائی کورٹ کے بنچ کے قیام کے بارے میں تھا اور ایک تابش الوری صاحب کی قرار داد تھی جو in question ہے اور چل رہی ہے یہ سب اپنی اپنی جگہ پر important ہیں۔ آپ سے ہماری درخواست ہے کہ ویسے تو یہ دن آتا رہے گا لیکن اس رواں اجلاس میں شاید یہ پرائیویٹ ممبر ڈے میں نہ آئے اس لیے کہ گورنمنٹ اس اجلاس کو prorogue کر دے گی۔ میں حزب اختلاف کی طرف سے اور اپنی طرف سے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں اور درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے کہیں جانا بھی ہے تو ڈپٹی سپیکر صاحب موجود ہیں' پینل بھی موجود ہے وہ preside کرے اور آپ اجلاس کے لیے ایک گھنٹے کا وقت بڑھا دیں تاکہ ہم اس ایجنڈے کو مکمل کر سکیں اور اگر کوئی دقت ہے آپ وقت نہیں بڑھا سکتے .....

جناب سپیکر، میں نے آپ کی بات توجہ سے سنی ہے آپ نے اپنا مؤقف بیان کر دیا۔ میں نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ آج وقت Time for various reasons نہیں بڑھ سکتا اور اب تین بج گئے ہیں۔ یہ اجلاس کل صبح دس بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکتیسواں اجلاس)

بدھ 13۔ مارچ 1996ء

(چہار شنبہ 22۔ شوال 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بجے منعقد ہوا۔

جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ
فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ②
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ
وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ
مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④

سورۃ التغابن : 1 تا 4

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے(سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ اسی کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی برحکمت پیدا کیا اور اسی نے تمھاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی پاکیزہ بنائیں اور اسی کی طرف (تمہیں) لوٹ کر جانا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو اس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔

وما علینا الا البلاغ٥

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ صحت)

ناب سپیکر، وقفہ سوالات کا آغاز ہوتا ہے آج محکمہ صحت سے متعلقہ سوالات اسمبلی میں زیر بحث ئیں گے کل 22 سوالات ہیں سب سے پہلے ملک مختار احمد کا سوال ہے۔

لک مختار احمد، سوال نمبر 809

ہسپتال کی تعمیر کی تکمیل

*809۔ملک مختار احمد، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

الف) کیا یہ درست ہے کہ نوشہرہ تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال ضلع خوشاب میں رہائشی عمارات کا کچھ حصہ نامکمل چھوڑ دیا گیا ہے جس کی وجہ سے خرچ کی گئی رقم بھی ضائع ہو رہی ہے۔

ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نامکمل حصہ کو فوری طور پر تعمیر کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

ناب سپیکر، جی منسٹر صاحب سوال نمبر 809 کا جواب دیجیے۔

زیر صحت، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ جناب سپیکر! میں اس سوال کا ترمیم شدہ جواب دیتا ہوں۔

لف) جی ہاں۔ تحصیل ہسپتال نوشہرہ کا منصوبہ 84 لاکھ 4 ہزار روپے کے منظور شدہ تخمینے سے 83-1982ء میں شروع ہوا 88-1987ء تک کل رقم محکمہ تعمیرات کو فراہم کر دی گئی جس کے باوجود منصوبے کی تکمیل میں کچھ کام باقی رہ گیا۔ چھوٹے عملے کے 28 کوارٹروں میں سے 9 کوارٹرز مکمل ہونا باقی ہیں۔ تاہم اس کی وجہ سے منصوبہ کی بنیادی کارکردگی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑ رہا۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ باقی خرچ کی گئی رقم ضائع ہو رہی ہے۔ جناب والا! یہ سوال تو 95-1994ء کے متعلقہ تھا لیکن جو latest informations ہیں میں انہیں up to date کر دیتا ہوں کہ رواں مالی سال 96-1995ء میں بقیہ کوارٹر یعنی 28 کوارٹروں میں سے 9 کوارٹر بقایا تھے ان کے لیے ہم نے 6 لاکھ اور 50 ہزار مختص کیے ہیں۔

ب) تعمیراتی کام جاری ہے اور جنوری 1996ء تک 3 لاکھ 14 ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں اور امید ہے کہ انشاء اللہ بقیہ کام 30 جون 1996ء تک مکمل ہو جائے گا۔

ناب سپیکر، جی، کوئی ضمنی سوال؟

دھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ محکمہ صحت جو ہسپتالوں کی رہائشی

بلڈنگز بناتا ہے اس کا ڈیزائن کون تیار کرتا ہے اور کن حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ڈیزائن تیار کیے جاتے ہیں؟

وزیر صحت، جناب سپیکر! یہ بلڈنگز محکمہ صحت نہیں بناتا۔ یہ بلڈنگز محکمہ C&W بناتا ہے اور اس کی پلاننگ P&D ڈیپارٹمنٹ approve کرتا ہے۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ اسے دیکھ کر کانٹ چھانٹ کرتا ہے اور پھر اس کی آخری منظوری دیتا ہے۔ محکمہ صحت نے صرف سفارش کرنی ہوتی ہے منظوری P&D نے دینی ہوتی ہے اور C&W کا محکمہ executing agency ہوتی ہے۔

جناب سپیکر، جو نقشہ تیار کیا جاتا ہے کیا وہ آپ کی منظوری سے اور آپ کی مرضی سے تیار کیا جاتا ہے؟ اس میں آپ کی صوابدید کسی حد تک شامل ہوتی ہے؟

وزیر صحت، جو بھی ہو اسے محکمہ صحت سے vet کرایا جاتا ہے۔ مثلاً ایڈمنسٹریشن بلاک بنتے ہیں' وارڈز بنتے ہیں' residential accommodation بنتی ہے' اسے محکمہ صحت vet کرتا ہے لیکن C&W کا محکمہ executing agency ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی گجر صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی جگہوں پر مختلف تعمیرات کے لیے مختلف نقشے بنائے جاتے ہیں۔ ہماری تحصیل چوبارہ میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تعمیر ہوا وہ " لک و دک صحرا ہے" اس میں کہیں دور دور تک درخت بھی نظر نہیں آتے۔ اس میں رہائش کے تمام کوارٹر ڈبل سٹوری بنا دیے گئے ہیں جن میں نہ کوئی رہتا ہے اور نہ ہی کوئی رہ سکتا ہے۔ میرا پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہاں پر انہوں نے جو نمونہ تیار کیا ہے' ڈیزائن بنایا ہے' کس نے بنایا اور کن حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے بنایا؟ کیونکہ وہاں پر تو ڈبل سٹوری میں کوئی رہائش رکھ ہی نہیں سکتا۔ انجینئر صاحبان نے وہاں کے حالات کو مد نظر رکھا ہی نہیں۔ شاید یہیں بیٹھے ہوئے ڈیزائن تیار کر لیا ہے؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں آپ کا سوال واضح ہے۔ جناب وزیر موصوف!

وزیر صحت (دیہی)، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس سلسلے میں ایک سٹینڈرڈ ڈیزائن ہے۔ BHU کے لیے DHQ کے لیے اور RHC کے لیے لوکل آبادی نے جگہ donate کرنی ہوتی ہے۔

جس قسم کی جگہ ہو گی اس کے مطابق نقشہ منظور ہوتا ہے ۔ اسی طرح یہ بھی depend کرتا ہے کہ کس location میں ہسپتال بننا ہے۔ اس جگہ کی shape کیا ہے؟ جس طرح سے جگہ دی جاتی ہے اسی کے مطابق پلاننگ ہوتی ہے ۔ جہاں پر جگہ کی کمی ہوتی ہے وہاں پر ڈبل سٹوری بلڈنگ بنائی جاتی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ڈاکٹر وہاں پر رہتے نہیں ہیں تو اب ہم اس بات کو بھی ensure کر رہے ہیں کہ میڈیکل آفیسر کی جو رہائش ہے وہ میڈیکل آفیسر کو ہی الاٹ کی جائے گی اور اس کی maintenance اور حفاظت میڈیکل آفیسر کی ذمہ داری ہو گی۔ اسی طرح پیرا میڈیکل سٹاف کی جو رہائش گاہیں ہیں وہ بھی ان کی ذمہ داری ہو گی کہ وہ اس کی look after کریں ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا ابھی وزیر صحت صاحب جو بیان دے رہے تھے اس میں تضاد ہے ۔ پہلے وزیر صاحب نے فرمایا کہ ڈیزائن منظور ہوتا ہے اور اس ڈیزائن کے مطابق بلڈنگ بنتی ہے ۔ دوسری طرف انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ جس قسم کی زمین ملتی ہے اس طرح کا ڈیزائن بنایا جاتا ہے ۔ جناب والا یہ تضاد ہے ہم ان کی پہلی بات تسلیم کریں یا دوسری بات تسلیم کریں ۔ میری معلومات کے مطابق جب کسی سرکاری کام کے لیے زمین کا عطیہ مانگا جاتا ہے تو اس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اتنی زمین دینی ہے۔ یہ doner کی مرضی پر نہیں ہوتا ۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ دو کنال دیں گے تو ہم سکول بنا کر دیں گے ' چار کنال دیں گے تو ہم مڈل سکول بنا کر دیں گے وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ اس کی ذرا وضاحت فرمائیں گے؟

وزیر صحت، جناب والا! جہاں تک میں نے اس کے سٹینڈرڈ ڈیزائن کی بات کی ہے میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ معمولی ردو بدل وہاں کے حالات اور جگہ کے مطابق کیا جاتا ہے ۔ جناب والا پی اینڈ ڈی ' فنانس ' محکمہ صحت اور محکمہ مواصلات و تعمیرات نے بیٹھ کر اسے approve کیا ہے۔ لیکن جگہ اس کا رقبہ اور دوسری باتیں دیکھ کر اس میں معمولی تبدیلی ہو سکتی ہے ۔ جہاں تک donation کا تعلق ہے یہ بد قسمتی ہے کہ اگر میں نے اپنی یونین کونسل میں BHU بنانا ہے ' سردار صاحب نے اپنی یونین کونسل میں BHU یا RHC بنانا ہے اور پچھلی گورنمنٹ سے یہ پالیسی ہے کہ مقامی لوگ اگر زمین دیں گے تو ہم ہیلتھ سنٹر بنائیں گے ۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ کوئی بھی جو زمین دیتا ہے کسی اچھی location میں وہ زمین نہیں دیتا' دور دراز کے علاقے میں زمین دیتا ہے ۔ ایسے ہی اپنے علاقے میں انہوں نے بھی دور دراز صحرا میں زمین دی ' لہٰذا انہوں نے جہاں پر زمین دی ہم نے وہاں پر

BHU یا RHC بنا دیا۔ اگر یہ اچھی جگہ پر زمین دیتے تو ہم اچھی جگہ پر یہ سنٹر بنا دیتے۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! وزیر موصوف نے جو جواب دیا ہے مجھے کافی حد تک اس سے اتفاق ہے لیکن اس میں یہ بات کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ سابقہ حکومت کی یہ پالیسی ہے تو سابقہ حکومت کی طرف سے ہو یا اس حکومت کی طرف سے جو آدمی کرسی پر ہے وہی ذمہ دار ہے کیونکہ محکمے چیئر سے چلتے ہیں اور اس وقت چیئر پر یہ ہیں۔ میرے حلقے میں جو زمین ہے وہ مربعوں میں ہے کنالوں میں نہیں ہے۔ ہم زمین دیتے ہیں جتنا جس کا جی چاہے۔ کوئی محکمہ جتنی زمین لینا چاہے دیتے ہیں۔ ہمارے پاس زمین کی کوئی کمی نہیں ہے۔

وزیر صحت، پھر مجھے بھی دے دیں۔ (قہقہہ)

چودھری اصغر علی گجر، وزیر موصوف کو بھی دی جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر، پھر سب ممبران کو تھوڑی تھوڑی زمین دے دیں۔

چودھری اصغر علی گجر، ہاں ہاں سب کو دیں گے۔ جہاں تک زمین اور ڈیزائن کا معاملہ ہے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کل میں لاہور کے ایک ڈی ایس پی کے دفتر میں گیا' ڈی ایس پی لاہور کا آفس وہ ڈی جی خان کے کمشنر کے آفس سے بھی بڑا تھا اور میں یہ بات اس لیے بتا رہا ہوں کہ لاہور میں زمین کی سب سے زیادہ کمی ہو سکتی ہے ڈی جی خان میں تو کمی نہیں ہو سکتی۔ میرے علاقے میں تو مربعوں کے حساب سے زمین ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہاں پر پیسے کا زیاں ہوا ہے' یہ بات بھی درست ہے کہ یہ ان کے دور میں بلڈنگ نہیں بنی لیکن آخر پیسے کا زیاں ہوا تو ہے۔

جناب سپیکر، جی ہاں

چودھری اصغر علی گجر، اس کا ازالہ ہونا چاہیے کیونکہ وہاں پر کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ سارے کوارٹر خالی پڑے ہیں ان میں کوئی رہ نہیں سکتا۔ اگر آپ زبردستی وہاں پر کسی کو رکھیں گے تو وہ آدمی وہاں پر گرمی کی شدت کی وجہ سے مر تو سکتا ہے لیکن رہائش نہیں رکھ سکتا۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔ اس سلسلے میں تھوڑی سی میں بھی گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ جو بات بھی سامنے آئی ہے اس میں یہ ایک رویہ تو ہو سکتا ہے۔ ٹھیک ہے ہمیں جہاں پر زمین دی گئی ہم نے وہاں پر عمارت بنا دی۔ مسئلہ یہ نہیں ہے۔ محکمے کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ جہاں پر زمین دی جا رہی ہے

جگہ مناسب ہے یا نہیں ہے؟ اور جب تک مناسب جگہ نہ ملے اس وقت تک کروڑوں روپے سے
ں عمارت نہیں بنانی چاہیے جو استعمال میں ہی نہ آسکے۔ یہ ایک طرح کی سخاوت ہے کہ ٹھیک ہے جی
ے نے وہاں پر جگہ دی تھی ہم نے وہاں بنا دی ۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہم تھوڑے سے وسائل کے مالک
اور ان وسائل کو بھی ہم اگر اس طرح سخاوت سے ضائع کر دیں گے تو بری الذمہ تو آپ ہو
ں گے کہ آپ نے جو کہا تھا میں نے کر دیا۔ لیکن محکمے کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ جو کچھ وہ کر
ہے یا کروا رہا ہے یا جس پر وہ اپنی مہر تصدیق لگا رہا ہے وہ واقعی صحیح ہے یا نہیں ہے؟ اور یہ
ہم نے جو طریقہ بنا لیا ہے کہ فلاں کام فلاں وقت میں ہوا تھا چودھری اصغر علی گجر صاحب نے
ں درست بات کی ہے اور میں اس کی بہت واضح تائید کرتا ہوں کہ جہاں تک محکمے کا تعلق ہے '
ں تک سیکرٹریٹ کا تعلق ہے اس کا فریضہ ہے۔ حکومتیں تو بادلوں کی طرح آتی رہتی ہیں محکمے
ڑوں کی طرح نیچے قائم رہتے ہیں ۔ ان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی حکومت کے وقت میں غلط
ا نہ ہونے دیں ۔ اگر وہ اپنا فریضہ صحیح طرح سے ادا کریں تو وہ کسی بھی حکومت کے وقت میں جو
ں سے غلط کام کروانا چاہتی ہے اس کو اس کے آگے کھڑا ہونا چاہیے ۔ یہ ان کی اخلاقی جرات ہوتی
ہیے ۔ ٹھیک ہے ہم سیاست دان بعض اوقات اپنے زور سے کوشش کرتے ہیں کہ ہم غلط بات بھی
الیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہی ایک جگہ ہے جہاں پر صحیح توازن قائم ہوتا ہے کہ آپ جو تبدیلی
چاہتے ہیں وہ محکمہ کوشش کرتا ہے کہ آپ تبدیلی ضرور لائیں لیکن قاعدے، قانون اور وسائل کے
ں ترین استعمال کے حوالے سے لائیں ۔ یہ لمبی بات میں نے اس لیے کی ہے کہ تمام محکموں کے
ے یہ ایک جنرل پالیسی ہونی چاہیے ۔ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ جی یہ فلاں نے کروا لیا تھا اور یہ فلاں
ے کروا لیا تھا ۔ سیکرٹری صاحب اس وقت کہاں گئے ہوئے تھے جب ان سے یہ غلط کام کروا لیا تھا
تو وہیں تھے ، محکمہ تو وہیں تھا ۔اس لیے محکمہ اپنی جگہ جواب دہ ہے جس طرح کہ ایک سیاسی حکومت
ں جگہ اس ایوان کے سامنے جواب دہ ہے ۔ میں اس پر اب جناب تاج محمد خانزادہ کو موقع دینا چاہتا
ں۔

ب تاج محمد خانزادہ: جناب والا! آپ کی سٹیٹمنٹ کے ساتھ متفق ہو کر اور وزیر صحت کی
ٹمنٹ کو سن کر میں اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں کہ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ
زیہ ہیں گاؤں والے ہیلتھ سنٹر کے لیے زمین دیں اور جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا کہ جہاں پر مریض

ہیں وہاں پر تو وہ سب کچھ دے سکتے ہیں لیکن جہاں پر صرف مرلے اور کنال ہیں اور زمین کی قیمت چار پانچ لاکھ روپے کنال ہو تو وہاں پر کوئی چودہ پندہ لاکھ روپے کی زمین مفت نہیں دیتا ۔ میں صرف اٹک کی آپ کو مثال دینا چاہتا ہوں ۔ وہاں پر ایک ہیلتھ سنٹر بنا ہوا ہے گاؤں کا نام ہے ملک مالا یونین کونسل ۔ جناب والا! جیسا کہ آپ نے کہا ہے کہ ڈیپارٹمنٹ کو اور ایگزیکٹو اتھارٹی کو دیکھنا چاہیے جو زمین مل رہی ہے وہ اس قابل ہے کہ اس پر پیسے خرچ کیے جائیں یا صرف پیسے خرچ کرنے ہیں کہ کسی کو کمشن ملے اور وہ وہاں پر جا کر بلڈنگیں کھڑی کر دیں۔ میں وزیرصحت سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ملک مالے کا جو ہیلتھ سنٹر ہے وہ ایک نالے پر بنایا گیا ہے اور آج چار پانچ سال ہو گئے ہیں کہ وہاں پر اور کچھ نہیں ہم پنجابی میں جس کو ہم پنجابی میں سروٹ کہتے ہیں بس وہ سروٹ ہی سروٹ ہے اور مقدمے ہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ ایسی جگہوں پر عمارتیں تعمیر نہ کی جائیں ۔ جناب والا! جو غلطی ہو چکی ہے وہ تو چلو رہنے دیں لیکن اس کے اوپر اور پیسے لگا کر بجلیاں لے جانا اور اس کو مرمت کرنا اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اس کو ختم کر دیا جائے۔ اور ایسی جگہ پر جہاں لوگ نہیں جاتے اور نہ وہ اس قابل ہے پیسہ دینا بے فائدہ ہے ۔ میں وزیر صحت جو کہ ہمارے نزدیک ہی رہتے ہیں جب یہ تشریف لائیں گے تو میں ان کو کہوں گا کہ پلیز ملک مالے کا جو ہیلتھ سنٹر ہے ۔ میں نے ڈی سی کو کہا کہ تم کیا کرتے ہو وہ کہتا ہے کہ مجھے اور کوئی جگہ نہیں ملتی میں نے سرکاری پیسے تو لگانے ہیں۔ اس ڈپٹی کمشنر کا نام میں نہیں لینا چاہتا۔ تو یہ اس کی حماقت کا ثبوت ہے کہ سرکاری پیسے لگانے کے لیے جو اپنا ریکارڈ ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو بھی تنبیہ ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر: مہربانی۔ آگے چلتے ہیں۔

وزیرصحت: اس میں جو آپ کی رائے ہے یا اس معزز ایوان کی جو رائے ہے میں اس کا احترام کرتا ہوں میں یہاں پر یہ بات بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اب جو بھی تحصیل ہیڈ کوارٹرز بنتے ہیں یا جو نئے اضلاع بنے ہیں وہاں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹرز بنتے ہیں' مختلف چینلز سے سفارشات آتی ہیں کہ فلاں ڈی ایچ کیو فلاں روڈ پر بنا دیا جائے۔ جو سیاسی لوگ ہوتے ہیں کوئی ایم پی اے ہے وہ کسی اور جگہ چاہتا ہے جو ایم این اے ہے وہ کسی اور جگہ چاہتا ہے' اپنے اپنے سیاسی مفادات ہوتے ہیں۔ اس میں اب ہم نے ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریشن کو بھی شامل کیا ہے کہ آپ اپنی رائے دیں کہ لوگوں کی بہتری کس میں ہے اور ساتھ ہی ساتھ میں نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کو بھی یہ کہا ہے کہ آپ خود جاکر اس جگہ کا معائنہ کریں

کہ لوگوں کے مفاد میں اور ڈیپارٹمنٹ کے مفاد میں کون سی جگہ ہے۔ اب ہم اس کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے اور ایوان کی رائے کا احترام کریں گے۔

جناب سپیکر، بہت مہربانی۔ جناب ملک مختار احمد۔

ملک مختار احمد، ضمنی سوال۔ جناب والا! کیا یہ درست ہے کہ اس مذکورہ ہسپتال میں ابھی تک ایم ایس کی رہائش گاہ مکمل نہیں ہوئی۔ اگر نہیں تو کیا اسے بھی مکمل کرنے کا کوئی بندوبست کر لیا گیا ہے؟

وزیر صحت، جناب والا! میں اپنے جواب میں کہہ چکا ہوں کہ تمام residential accommodation چاہے وہ ایم او کی ہے' چاہے پیرا میڈیکل سٹاف کی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ 30جون 1996ء تک مکمل ہو جائے گی۔ اس کی ایلوکیشن کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ آگے چلتے ہیں۔ ملک مختار احمد صاحب کا اگلا سوال ہے۔

ملک مختار احمد، سوال نمبر 810

دیہی مرکز صحت کی تعمیر کی تفصیلات

*810۔**ملک مختار احمد،** کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) آر ایچ سی کھبیکی ضلع خوشاب کتنے عرصے سے زیر تعمیر ہے۔

(ب) اب تک اس کی تعمیر پر کتنی رقم خرچ ہو چکی ہے اور یہ مزید کتنی رقم سے مکمل ہو گا؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان):

(الف) دیہی مرکز صحت کھبیکی عرصہ ۲ سال سے زیر تعمیر ہے۔

(ب) ۳۰ جون ۱۹۹۳ء تک اس کی تعمیر پر ۲۲ لاکھ ۹۳ ہزار خرچ ہو چکے ہیں اس کی تعمیر مکمل کرنے کے لئے محکمہ تعمیرات نے رواں مالی سال (۹۴-۱۹۹۳) کے لئے ۹لاکھ ۴۵ ہزار مانگے تھے جو کہ ان کو فراہم کر دیئے گئے ہیں امید ہے اس رقم سے اس کی تعمیر مکمل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر، اب latest position کیا ہے؟

وزیر صحت، جو latest position ہے وہ بھی میں ساتھ ہی بتا دینا چاہتا ہوں کہ 30۔ جون 1995ء تک اس کی تعمیر پر 32 لاکھ 25 ہزار روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اور بلڈنگ مکمل ہو چکی ہے۔ ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز سرگودھا نے سنٹر شروع کرنے کے لیے 27 لاکھ 50 ہزار روپے برائے آلات اور فرنیچر کے لیے درخواست کی ہے۔ جو کہ ان کو reappropriation کے ذریعے مہیا کیے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ عملے

کی منظوری کے لیے محکمہ خزانہ کو رجوع کیا گیا ہے۔ جس کی منظوری کے بعد امید کی جاتی ہے کہ یہ سنٹر انشاء اللہ اگلے مالی سال 97-1996ء میں سٹاف بھی sanction ہو جائے گا اور وہاں پر تمام equipment بھی مہیا کر دیے جائیں گے اور اگلے سال سے یہ کام شروع کر دے گا۔

جناب سپیکر، جی ملک صاحب! آپ مطمئن ہیں؟ آگے چلیں۔ جناب ایس اے حمید کا سوال ہے۔

جناب ایس اے حمید، سوال نمبر 1432

سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹروں کا پرائیویٹ کام کرنا

*1432۔ جناب ایس اے حمید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب کے تمام شہروں میں سرکاری ہسپتال میں کام کرنے والے سپیشلسٹ اور ڈاکٹر صاحبان پرائیویٹ ہسپتالوں میں ذاتی پریکٹس کرتے ہیں جس سے سرکاری ہسپتالوں کی کارکردگی صفر ہو کر رہ گئی ہے۔

(ب) کیا قواعد کے مطابق سرکاری ڈاکٹر اور دیگر عملہ پرائیویٹ ہسپتالوں میں کام کر سکتا ہے۔

(ج) اگر جز(ب) کا جواب نفی میں ہے تو حکومت اس سلسلے میں کیا اقدام اٹھا رہی ہے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) یہ درست نہ ہے کہ پنجاب کے سرکاری ہسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹر صاحبان کی پرائیویٹ پریکٹس کی وجہ سے ہسپتالوں کی کارکردگی صفر ہو کر رہ گئی ہے تاہم اکثر ڈاکٹر ذاتی پریکٹس کرتے ہیں کیونکہ شرائط ملازمت کے مطابق اگر وہ Non Practicing پوسٹ پر تعینات نہ ہو تو اپنے گھر پر پرائیویٹ پریکٹس کر سکتے ہیں یہ بھی درست ہے کہ اکثر ڈاکٹر اپنے گھر کی بجائے مختلف پرائیویٹ ہسپتالوں میں مریض دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود سرکاری ہسپتالوں میں ڈاکٹر ڈیوٹی کے مطابق موجود رہتے ہیں۔

(ب) قواعد و ضوابط کے مطابق اور شرائط ملازمت کے مطابق سرکاری ڈاکٹر اور سپیشلسٹ صاحبان پرائیویٹ ہسپتالوں میں کام نہیں کر سکتے۔ تاہم شرائط ملازمت کے مطابق صرف گھر پر ہی مریض دیکھ سکتے ہیں۔

(ج) موجودہ عوامی حکومت سرکاری ہسپتالوں کی کارکردگی بہتر بنانے اور خصوصاً ڈاکٹروں کی پرائیویٹ پریکٹس کے سلسلے میں سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار کر رہی ہے اس مقصد کے لیے ڈاکٹروں کے سروس سٹرکچر کے متعلق قوانین بنائے جا چکے ہیں اور ان پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے تاکہ بہتر کارکردگی کے حامل ڈاکٹروں کے لیے ترقی کے مواقع میسر آ جائیں جن

اکثروں کے خلاف ملازمت کے قواعد و ضوابط سے تجاوز کی شکایت موصول ہو گی ضابطہ کی کارروائی کے بعد ان کی ترقی کے امکانات ختم ہو جائیں گے۔مزید یہ کہ وفاقی حکومت کے مشورے اور قومی صحت پالیسی کی روشنی میں موجودہ صوبائی حکومت پرائیویٹ پریکٹس اور پرائیویٹ ہسپتالوں کی رجسٹریشن کے لیے قوانین مرتب کر رہی ہے تاکہ ان شکایات کا مکمل خاتمہ ہو سکے۔

جناب سپیکر، جی، کوئی ضمنی سوال؟

جناب ایس اے حمید، ضمنی سوال۔ جناب والا! محکمے نے جز (ب) میں جو جواب دیا ہے۔ جز (الف) میں پوچھا گیا تھا کہ سرکاری ہسپتالوں میں کام کرنے والے ڈاکٹر صاحبان پرائیویٹ ہسپتالوں میں ذاتی پریکٹس کرتے ہیں جس سے سرکاری ہسپتالوں کی کارکردگی صفر ہو کر رہ گئی ہے۔ اس میں انھوں نے جو جواب دیا ہے اس میں تضاد ہے۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ انھوں نے جواب (ج) میں جو لکھا ہے کہ حکومت خصوصاً ڈاکٹروں کی پرائیویٹ پریکٹس کے سلسلے میں سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار کر رہی ہے اس مقصد کے لیے ڈاکٹروں کے سروس سٹرکچر کے متعلق قوانین بنائے جا چکے ہیں اور ان پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ ان قوانین کے ذریعے پرائیویٹ پریکٹس کو روکنے کے لیے اب تک ان کے کیا اثرات سامنے آئے ہیں اور کتنے ڈاکٹروں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے؟ کیوں کہ ڈیڑھ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔

جناب سپیکر، جناب غلام سرور خان صاحب!

وزیرصحت، جناب سپیکر! جواب کے جزو (الف) میں جس بات پر میرے فاضل دوست کو اعتراض ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا کہ کارکردگی صفر ہو کر رہ گئی ہے۔ اس بات سے ہم اتفاق نہیں کرتے۔

جناب سپیکر، وہ five percent ہو کر رہ گئی ہے۔

وزیرصحت، کارکردگی متاثر لازمی ہوئی ہے۔ اس لیے تضاد نہیں ہے ۔ صفر کرنے میں اور متاثر کرنے میں ایک فرق ہے۔ جہاں تک سرکاری ڈاکٹروں کا پرائیویٹ پریکٹس کرنے کا سوال ہے تو یہ ایک بڑی واضح سی بات ہے کہ تمام ڈاکٹر صاحبان جو کہ ایم اوز ہیں جو کہ سپیشلسٹ ہیں، جو کہ رجسٹرار ہیں، جو کہ پروفیسرز ہیں وہ violation کرتے آئے ہیں۔ جو انھیں appointment letters دیئے گئے ہیں، میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ ان میں انھیں واضح طور پر پابند کیا گیا ہے۔ کہ کوئی بھی ڈاکٹر پرائیویٹ پریکٹس

نہیں کرسکے گا۔ کوئی بھی ڈاکٹر نرسنگ ہوم نہیں کھول سکے گا۔ کوئی بھی ڈاکٹر آپریشن تھیٹر قائم نہیں کرسکے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن میں افسوس کے ساتھ یہ بات پھر تسلیم کرتا ہوں کہ آج تک ڈاکٹر صاحبان کو تمام حکومتوں نے کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ کیوں کہ کوئی تو میرا ذاتی معالج ہے' کوئی ایس اے حمید صاحب کا معالج ہے' کوئی سپیکر صاحب کا معالج ہے' کوئی گورنر صاحب کا معالج ہے' اور ان لوگوں کا influence ہے' وہ influence کو استعمال کرتے ہیں اور ناجائز کام کرتے ہیں۔ بد قسمتی کی بات ہے کہ ایک ڈاکٹر نے جو لاہور میں کام کرتا ہے سرکاری ہسپتال سے سرکاری equipment اٹھایا اور اپنے پرائیویٹ کلینک میں لے گیا۔ کتنی بڑی بد دیانتی ہے۔ مجھے اس بات پر بھی افسوس ہے۔

جناب سپیکر، افسوس کے علاوہ بھی کوئی بات کیجئے۔

وزیر صحت، جناب والا! میں اپنی غلطیاں تسلیم کرنے کے بعد آگے چلوں گا۔

جناب سپیکر، اچھا ٹھیک ہے۔

وزیر صحت، جناب والا! مجھے اس بات پر بھی افسوس ہے کہ سیاست دان کو بدنام کیا جاتا ہے۔ سیاست دان اس وقت معاشرے میں' میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایک سیاست دان نہیں تو ایک سیاسی ورکر ضرور ہوں کہ ایک بد نما دھبہ بن چکا ہے۔ ہر کوئی ہمیں ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ مجھے وہ دن بھی یاد ہے کہ جب میرے ایک فاضل دوست اور ایک پولیس والے کا جھگڑا ہوا تھا۔ اس وقت پولیس کو ہمارے ملک میں ہمارے معاشرے میں سب سے ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن کتنی بد قسمتی ہے کہ تمام قوم کی ہمدردیاں اس پولیس والے کے ساتھ تھیں سیاست دان کے ساتھ نہیں تھیں' کسی ایم پی اے' کسی ایم این اے کے ساتھ نہیں تھیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ highly qualified لوگ کہتے ہیں کہ ڈاکٹری ایک مقدس پیشہ ہے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ مقدس پیشہ ہے۔ ڈاکٹروں کا کام دکھی انسانیت کی خدمت کرنا ہے ہم بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ہم ان کی عزت کرتے ہیں' ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن اتنی بد دیانتی' اتنا پڑھا لکھا طبقہ' ایک عام آدمی سیاست دان گو کہ کم پڑھے لکھے ہو سکتے ہیں۔ اگر سیاست دان سے کوئی غلطی ہوتی ہے تو اس کی غلطیوں کو اس طرح سے highlight کیا جاتا ہے۔ اور پڑھا لکھا آدمی جو مرضی کرے اس کو اس معاشرے میں پوچھا نہ جائے۔ تو اب ہم پوچھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ آپ کے تعاون سے پوچھیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور ان ڈاکٹروں

کی اصلاح کریں گے۔ حکومت نے یہ ہدایات جاری کر دی ہیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ٹیچنگ ہسپتالوں کے ڈاکٹرز non practicing allowance بھی لیتے ہیں ' teaching allowance بھی لیتے ہیں ' سرکاری تنخواہیں بھی لیتے ہیں اور سرکاری ہسپتالوں میں بھی نہیں جاتے اور پرائیویٹ پریکٹس کرتے ہیں۔ ہماری ایڈمنسٹریشن میں جو لوگ ہیں جو ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز بھی ہیں جو ایم ایس ڈی ایچ کیو ہیں یا ڈی ایچ او ہیں یا ڈپٹی ڈی ایچ او ہیں ایڈمنسٹریٹو پوسٹ پر ہیں۔ ان کو non practicing allowance دیا جاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے منع کرنا ہے' جن لوگوں نے چیک کرنا ہے' جن لوگوں نے ایسے ڈاکٹروں کے خلاف ایکشن لینا ہے وہ خود پریکٹس میں ملوث پائے گئے تو اب ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام ایڈمنسٹریٹو پوسٹس پر جو بھی لوگ بیٹھے ہیں اگر ان میں سے کوئی پریکٹس کرے گا تو آئندہ ہمیشہ کے لیے اسے ایڈمنسٹریٹو پوسٹ پر نہ لگایا جائے۔ اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل درآمد کروائیں گے اور میں اپنے فاضل دوستوں سے اس سلسلے میں گزارش بھی کروں گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ ایک واضح تبدیلی دیکھیں گے۔ اصل بات will کی ہوتی ہے۔ وہ ہم رکھتے ہیں۔ ہم ان کی اصلاح کرنے کا ایک جذبہ رکھتے ہیں تو اس میں مجھے اپنے بھائیوں کا بھی تعاون درکار ہو گا' اپنے سینیئرز کا بھی تعاون درکار ہو گا اور ہم مل جل کر انشاء اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح کریں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب خان صاحب کا جواب اصل سوال سے متعلقہ نہیں ہے لیکن اپنے اس طویل جواب میں انھوں نے ایک ڈاکٹر کا حوالہ دیا ہے جنہوں نے بہت قیمتی سرکاری مشینری ہسپتال سے اٹھا کے اپنے پرائیویٹ کلینک پہ رکھی۔ میں آپ کی وساطت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ وہ ڈاکٹر صاحب کون ہیں؟ کس ہسپتال سے کیا equipment اٹھائی گئی؟ اور اس ڈاکٹر کے خلاف کیا ایکشن لیا گیا؟

وزیر صحت، ڈاکٹر کا نام تو مجھے یاد نہیں۔ غالباً سروسز ہسپتال کے ساتھ ان کا تعلق ہے اور equipment کے بارے میں بھی میں ٹھیک سے نہیں کہہ سکتا کہ equipment کیا ہے؟ اور جہاں تک اس کے خلاف کارروائی کا تعلق ہے تو equipment اس نے واپس کر دی ہے لیکن اس کے باوجود ای اینڈ ڈی رولز کے تحت اس کی انکوائری ہو رہی ہے اور اس کے خلاف ایکشن لیا جائے گا۔ اسے spare نہیں کیا جائے گا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ کی وساطت سے جناب خان صاحب کی خدمت میں عرض کرنا

چاہتا ہوں کہ اس equipment کی مالیت چھتیس لاکھ ہے اور جب یہ دو ہسپتالوں کے درمیان انھوں نے شعبہ جات شفٹ کیے ہیں سروسز سے جناح ہسپتال کی طرف جب شفٹ کیے ہیں اس شفٹنگ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بڑے نامور ڈاکٹر نے وہ چھتیس لاکھ کی equipment اٹھا کے اپنے پرائیوٹ کلینک پہ لگائی۔ اب یہ فرما رہے ہیں کہ وہ equipment واپس ہو چکی ہے اور اس کے خلاف انضباطی کارروائی ہو رہی ہے۔ جناب! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے خلاف پرچہ ہونا چاہیے تھا۔ چھتیس لاکھ کی چوری کوئی معمولی چوری نہیں ہے۔ کیا وزیر صاحب یہ بتائیں کہ محکمہ ان کے خلاف پرچہ کرنے کو تیار ہے؟

وزیر صحت، جناب سپیکر! وہ ایک سینئر افسر ہے۔ غالباً بیسویں سکیل کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور اس کے خلاف جو بھی ایکشن لینا ہوتا ہے۔ اتھارٹی سے اس کی approval بھی لینی ہوتی ہے۔ اس کے لیے کیس موو کر دیا گیا ہے اور ہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اتھارٹی سے approval لے کے اس کے خلاف جو بھی ضابطے کی کارروائی ہوئی کریں گے۔

جناب سپیکر، محترم غلام سرور خان صاحب! بات یہ ہے کہ آپ نے نہایت ہی تفصیل کے ساتھ اپنے نیک ارادوں کا اظہار فرمایا ہے۔ اب جب اتنے زور سے اظہار کیا جائے تو پھر ہاؤس یہ توقع رکھتا ہے کہ اتنے ہی زور سے ان پر عمل بھی کیا جائے۔

وزیر صحت، جناب! میں اس معزز ایوان کو اس بات کی یقین دہانی کروانا چاہتا ہوں کہ اس ڈاکٹر کو کسی بھی صورت میں spare نہیں کیا جائے گا۔

جناب سپیکر، اس ڈاکٹر کو یا جو بھی ملوث ہو؟

وزیر صحت، میں اس بات کی یقین دہانی کرواتا ہوں کہ ایسے شخص کے خلاف جو بھی زیادہ سے زیادہ کارروائی ہو گی ہم کریں گے۔

جناب سپیکر، جی، میاں فضل حق۔

میاں فضل حق، جناب سپیکر! وزیر صاحب نے جو یقین دہانیاں کرائی ہیں، جو باتیں کی ہیں وہ generally speaking ہونا بھی ایسے ہی چاہیے اور ایک منسٹر کی طرف سے ایسی ہی تقریر ہونی چاہیے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت آفیسر گیلری کے اندر سیکرٹری صحت، دوسرے متعلقہ آفیسرز بیٹھے ہوئے ہیں تو یہ ڈاکٹر جس کے متعلق یہاں ذکر کیا گیا ہے کہ اس نے چھتیس لاکھ کی مشینری شفٹنگ

کے دوران اپنے کلینک پر لگائی گئی تو میرا خیال ہے کہ We can get the information just now There should be not any problem.

جناب سپیکر، آپ اعتراض کرتے رہتے ہیں ناں کہ چٹیں آتی ہیں۔

میاں فضل حق، نہیں سر، میں نہیں۔ وہ تو آپ نے اس کو legalize کر دیا ہوا ہے میں نے تو آج ک اعتراض نہیں کیا۔ I think there should not be any problem

جناب سپیکر، پھر یہ چٹیں چل رہی ہیں۔ جی سردار صاحب۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں آپ کی وساطت سے کچھ معلومات جناب خان صاحب کی خدمت ں پیش کرنا چاہتا ہوں اس کا نام ڈاکٹر کھوکھر ہے اور انھوں نے محکمے کے سامنے یہ تسلیم کر لیا ہے ہ وہ مشین اٹھا کے لے گئے تھے اور میرے خیال میں پرچہ درج کرنے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہونی اسیے۔

جناب سپیکر، بہرحال میں سمجھتا ہوں یہ پرچہ درج کرنے والی ایک ٹیکنیکل سی بات ہے وہ انکوائری کروا رہے ہیں اگر اس میں پرچے کی ضرورت ہو گی تو وہ نوبت بھی آجائے گی پہلے انکوائری ہو جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اس وقت ٹریژری بنچز میں سے ناب خان صاحب ایک ایسے شخص ہیں جن کی شہرت کے بارے میں کوئی شخص کچھ نہیں کرتا ان کی یک نیتی میں، ان کی دیانت میں کوئی شخص کچھ نہیں کرتا یہ ان کے منہ پہ کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں ہے ان سے یہ توقع ہے تو میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، جی اسی لیے ہم بھی ان سے یہ کہہ رہے ہیں۔ انکوائری کے نتیجے میں خصوصی توجہ دیجیے۔ گر آپ کو پتا چلے کہ بھئی یہ بات ایسے ہوئی ہے تو اس کے بعد اس کے legal procedure کو اس کے logical end تک پہنچائیے پلیز۔

وزیر صحت، جناب! اس میں، میں یقین دہانی بھی کروا چکا ہوں اور ذاتی طور پر بھی میں چاہتا ہوں کہ وہ میرا نقصان ہے اس لیے جو زیادہ سے زیادہ کارروائی ہو گی وہ ہم کریں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ جی، ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں خان صاحب کا ذاتی طور پر شکر گزار ہوں کہ انھوں نے حقائق

کا سامنا کیا۔ میں نے سوال کے جواب کے بارے میں پوچھا تھا ان کے ارادے نیک ہیں ان کی نیت نیک ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ کچھ کام کرنا چاہتے ہیں لیکن جو انھوں نے جواب لکھا ہے کہ ڈاکٹروں کی پرائیویٹ پریکٹس کے متعلق قوانین بنانے جا چکے ہیں اور ان پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ یہ ڈیڑھ سال پہلے کا سوال ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب عمل درآمد شروع ہو گیا ہے تو کن کن ڈاکٹروں کے خلاف آپ نے آج تک کارروائی کی ہے؟

جناب سپیکر، انھوں نے کہا ہے کہ ابھی نہیں کیا اب شروع کریں گے۔

وزیر صحت، جناب! اس میں' میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ شروع کرنے والی بات نہیں' ہم نے کارروائی شروع کر دی ہے۔ سب سے پہلا step ہم نے یہ لیا ہے کہ جن ڈاکٹرز نے کسی ایک سٹیشن پر پانچ سال سے' سات سال سے' آٹھ سال سے اپنے پرائیویٹ کلینک establish کر لیے ہیں۔ پرائیویٹ پریکٹس کو discourage کرنے کے لیے ہم ان کی شفٹنگ دوسرے اضلاع میں کر رہے ہیں اور یہ حکومت کا ایک بہت بڑا اقدام ہو گا کہ ایک ڈاکٹر نے اگر جہلم میں بیٹھ کر اپنا ہسپتال بنا لیا ہے تو جب اسے جہلم سے اٹھا کے اٹک میں بھجوایا جائے گا تو کیا وہ سرکاری ملازمت کرے گا یا پرائیویٹ پریکٹس کرے گا؟ یہ ان کے خلاف ایک ایکشن ہے۔

جناب ایس اے حمید، پرائیویٹ منافع بخش ہسپتال جہاں پر طبی سہولیات مکمل نہیں وہاں پر بے شمار جانوں کا زیاں ہوتا ہے۔ دو سال پہلے محکمہ صحت نے یہ کہا تھا کہ ان پرائیویٹ اداروں کی رجسٹریشن کریں گے کہ آیا وہ properly equipped ہیں؟ کیا آج تک انھوں نے کسی ایک ادارے کی رجسٹریشن کی' اس کا نام بتا دیں؟

جناب سپیکر، یہ پرائیویٹ ہسپتالوں کے بارے میں سوال ہے کہ کیا محکمے کی طرف سے یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں علاج صحیح ہوتا ہے لوگوں کو لوٹا تو نہیں جاتا؟

وزیر صحت، جناب! میرے فاضل دوست کا اس کے پیچھے جو main idea ہے وہ یہ چاہتے ہیں کہ جو پرائیویٹ کلینک fully equipped ہیں۔ ہم deputation پر ڈاکٹرز بھیجنے کے لیے تیار ہیں؟ اس سوال کے پیچھے اصل روح یہ ہے۔ لیکن یہاں میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس پر اب کام شروع کر دیا گیا ہے۔ یہاں یہ ہو رہا ہے کہ ہیلتھ فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے اور ہیلتھ فاؤنڈیشن میں تیس کروڑ کی allocation کی گئی ہے اور اس کا مقصد یہ تھا کہ یہ تمام پیسہ unemployed ڈاکٹرز کو اپنی

پرائیویٹ پریکٹس کے لیے دیا جائے تاکہ لوگوں کو صحت کی سہولتیں میسر ہو سکیں لیکن وہ بھی سرکاری ڈاکٹرز استعمال کر رہے ہیں اور اپنے کلینک بنا رہے ہیں جن کے بارے میں' میں نے پہلے بھی بات کی۔ اس کا ہم تفصیلی سروے کروا رہے ہیں کہ کتنے ایسے سرکاری ڈاکٹرز ہیں جنھوں نے اپنے ذاتی پیسوں سے کلینک قائم کیے ہیں اور fully equipped ہیں؛ کتنے ایسے پرائیویٹ ہسپتال ہیں کہ جن میں معیار کے مطابق equipments نہیں ہیں اور وہ پریکٹس کر رہے ہیں تو یہ بات ٹھیک ہے کہ ابھی تک کسی کے خلاف ایکشن نہیں ہوا۔ یہ کافی لمبا چوڑا کام ہے کہ اگر صرف لاہور سٹی میں جو پرائیویٹ کلینک یا ہسپتال ہیں ان کے سروے پر بھی کافی وقت لگے گا تو پورے پنجاب میں اس کا سروے کروایا جا رہا ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ جو اس معیار پر پورے نہیں اتریں گے ان کے خلاف لازمی ایکشن ہو گا۔

جناب ایس اے حمید، پرائیویٹ پریکٹس کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے ڈاکٹرز کی تین سال کی جو میعاد ہے اس کو کم کر دیا جائے۔ تین سال سے زیادہ ایک سٹیشن پر نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس میں گنجائش پیدا کی گئی ہے کہ جو آٹھ' آٹھ' دس' دس سال سے ایک سٹیشن پر ہیں۔ پہلے تو ہم سختی سے گورنمنٹ کے rules کو follow کریں گے۔

جناب سپیکر، میں یہ سمجھتا ہوں کہ کجا تو یہ حالت ہے کہ لوگ دس دس سال سے بیس بیس سال سے ایک جگہ پر بیٹھے ہیں۔ تو کم از کم تین سال میں عملدرآمد ہو جائے۔اس کی بجائے کہ تین سال کو اور کم کیا جائے اور وہ روایت وہیں رہے کہ وہ بیس سال بیٹھے رہیں اور رولز میں دو کی بجائے تین ہو جائے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جو رول بنا ہوا ہے اس پر سختی سے عمل کیا جائے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ اس وقت پورے پنجاب میں جو ڈاکٹر صاحبان تین سال سے زائد عرصہ ہو گیا ہے ایک جگہ پر بیٹھے ہوئے ہیں کب تک اس عمل کو مکمل کر لیں گے؟

وزیر صحت، مکمل کرنے کے بارے میں تو میں یہاں exact نہیں بتا سکتا۔ یہ یقین دلا سکتا ہوں کہ پنجاب کے دو ڈویژن میں اسی ماہ انشاء اللہ آغاز کیا جائے گا۔

جناب ایس اے حمید، ایک آخری بات کہنا چاہتا ہوں کہ صدر صاحب نے اپنے علاقے میں کچھ ڈاکٹروں کو ٹرانسفر کیا تھا۔ لیکن آج تک وہ وہاں پر ڈاکٹر بھجوا نہیں سکے جن کو ٹرانسفر کیا گیا تھا۔ اس لیے مجھے شک ہے کہ یہ اپنے اس عمل کو مکمل نہیں کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر صدر کے کہنے پر ڈاکٹر ان

کے علاقے میں نہیں جاتے، ٹرانسفر ہوتی ہے لیکن وہ نہیں جاتے تو پھر دوسرے ڈاکٹروں کا کیا بنے گا؟

وزیرصحت: جناب سپیکر! میری عرض یہ ہے کہ ہم نے لگ بھگ 34 ڈاکٹروں کو جنھوں نے joining نہیں دی ان کو suspend کر دیا ہے۔ان کے خلاف E & D Rules کے تحت انکوائری ہو رہی ہے۔ ہم پر دباؤ بھی ہوتا ہے کہ فلاں ڈی جی خان نہ جائے لیکن ہم دباؤ میں نہیں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب سے پہلے صدر پاکستان کے کے احکامات پر عمل درآمد کروایا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی اگلا سوال جناب ایس اے حمید صاحب کا۔

جناب ایس اے حمید: جناب سوال نمبر 1433

زکواۃ فنڈ سے علاج کی سہولیات

*1433۔جناب ایس اے حمید: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں زکواۃ کی مد سے غریب مریضوں کا علاج ہوتا ہے اگر ایسا ہے تو ادارے کے قیام سے اب تک ہر سال کتنی رقم خرچ ہوتی رہی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ موجودہ سال کے دوران زکواۃ کی مد سے ہسپتالوں کے مریضوں کے لیے کوئی رقم مہیا نہیں کی گئی۔

(ج) اگر جز (ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ انسٹیٹیوٹ میں زکواۃ کی مد میں رقم فراہم کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت:

(الف) جی ہاں یہ بات بالکل درست ہے کہ پنجاب انسٹیٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں غریب، نادار اور مستحقین زکواۃ مریضوں کا علاج زکواۃ فنڈ سے بھی ہوتا رہا ہے۔

اب تک ادارہ کو ملنے والی زکواۃ فنڈ کی تفصیلات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ ۲۸۔اگست ۱۹۹۱ء	۴۰ لاکھ روپے
۲۔ ۲۔دسمبر ۱۹۹۲ء	۴۰ لاکھ روپے
۳۔ ۱۴۔اپریل ۱۹۹۴ء	۲۰ لاکھ روپے

یہ تمام رقم اب تک خرچ کی جا چکی ہے۔

) موجودہ سال کے لیے فروری ۱۹۹۴ء میں محکمہ زکواۃ نے ۴۰ لاکھ کی رقم منظور کی تھی۔ جس میں سے پہلے چھ ماہ کے لیے ۱۴۔اپریل ۱۹۹۴ء کو ۲۰ لاکھ روپے کی رقم محکمہ زکواۃ نے ادا کر دی ہے باقی مدت کے لیے منظور شدہ زکواۃ فنڈ کی محکمہ زکواۃ کی جانب سے ادائیگی متوقع ہے۔

جی ہاں۔ کیونکہ اس سال کی کل منظور شدہ رقم میں سے نصف فنڈ یعنی ۲۰ لاکھ روپے مل چکے ہیں بقایا رقم جلد ملنے کی توقع ہے۔

سال زکوۃ فنڈ سے کارڈیالوجی سینٹر کو ایک کروڑ 20 لاکھ روپے دینے کی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔ کی first instalment 30 لاکھ روپے آ چکی ہے جو خرچ ہو چکی ہے۔ دوسری instalment کا ، پہنچ چکا ہے۔ جب یہ 30 لاکھ روپے کا حساب کتاب دیں گے تو next instalment بھی 30 لاکھ پے کی انھیں دے دی جائے گی۔ اسی طرح بقیہ instalments دی جائیں گی۔

ب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ 1991ء میں اس انسٹیٹیوٹ کو 40 لاکھ پے ملے۔ اور 1992ء میں پھر 40 لاکھ روپے ملے۔ کیا 1993ء میں ان کو کوئی رقم ملی۔ یہ بھی بتائیں 1995ء اور 1996ء میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! انھوں نے بتایا ہے کہ 1996ء ایک کروڑ کچھ لاکھ ہیں۔ کیا 1995ء میں بھی ان کو کچھ رقم ملی ہے۔ کیونکہ جناب یہ ایک ایسا یٹیوٹ ہے۔ جہاں پورے پنجاب سے لوگ علاج کے لیے آتے ہیں۔ یہاں خاص طور پر غریب اور ، مریضوں کے لیے جن کے پاس اتنا مہنگا علاج کرانے کے لیے وسائل نہیں ہیں آتے ہیں۔ میں یہ منا چاہوں گا کہ کیا 1994ء کے بعد اس کو بند کر دیا گیا تھا اور 1995ء میں اس کے لیے کیا رقم ی گئی ہے۔

یر صحت، جناب! 1991ء سے لے کر اب تک ہر سال انھیں مناسب رقم دی گئی ہے۔ اس کے ہ دل کے مریضوں کے لیے، کینسر کے مریضوں کے لیے، Kidney failures کے لیے محکمہ زکوٰۃ ں سپیشل فنڈز دیتا رہا ہے۔ پچھلے سالوں میں اوسط تقریباً 30/40 لاکھ روپے رہی ہے۔ اس سال ی گورنمنٹ نے ایک کروڑ 20 لاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جس میں سے 60 لاکھ آ چکے ہیں باقی انشاء اللہ آ جائیں گے۔

ب سپیکر، وہ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ 1995ء میں بھی کچھ دیا گیا ہے یا نہیں۔

یر صحت، جناب! تمام سالوں میں دیا گیا ہے۔ میں 1991ء سے لے کر اب تک کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، لیکن جو جواب آپ نے یہاں دیا ہے ۔ اس میں 1991ء، 1992ء ہے 1993ء نہیں ہے 1994ء ہے پھر 1995ء نہیں ہے۔

وزیر صحت، جناب، اس میں گزارش یہ ہے کہ 1995ء میں محکمہ زکوٰۃ مجھے دیا گیا تھا اور بعد میں محکمہ زکوٰۃ Centralize کر لیا گیا تھا۔ واقعی ہی 1995ء miss ہوا ہے اسی وجہ سے اب 1996ء میں ایک کروڑ 20 لاکھ روپے دیے گئے ہیں۔

جناب سپیکر، گویا 1995ء کی کسر نکالی گئی ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ انھوں نے ایک کروڑ 20 لاکھ روپے کی رقم رکھی ہے لیکن ان کو دیا گیا ہے 30 لاکھ روپیہ ۔ اب سال ختم ہونے میں تین ماہ رہ گئے ہیں کیا یہ جون سے پہلے پہلے بقیہ رقم ادا کر دیں گے۔

وزیرصحت، جناب سپیکر! میں کہہ چکا ہوں کہ 30 لاکھ تو خرچ ہو چکے ہیں اور 30 لاکھ مزید آ چکے ہیں۔ یہ 60 لاکھ روپیہ ہو گیا۔ جبکہ ہماری commitment ہے کہ جب یہ خرچ ہو گا تو باقی 60 لاکھ روپیہ بھی مل جائے گا۔

جناب سپیکر، میں چھوٹی سی observation دینا چاہتا ہوں ۔ جیسے ایس اے حمید صاحب نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جو کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ ہے ۔ یہ ہمارا ایک مثالی ادارہ ہے۔ یہاں اللہ کی مہربانی ہے جو لوگ کام کر رہے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی آپ کی طرح اچھی شہرت ہے۔ کوشش کرنی چاہیے کہ جو ادارے اچھے ہیں وہ اچھے طریقے سے مزید آگے بڑھیں۔ تو ازراہ کرم آپ کوشش کیجیے گا۔ کیونکہ سارا پنجاب اس سے مستفید ہوتا ہے ۔ جو رقم منظور ہوئی ہے وہ ضرور اس انسٹیٹیوٹ کو اسی مالی سال کے دوران میں مل جائے۔

وزیرصحت، جناب! میں پہلے بھی بات کر چکا ہوں کہ اس ادارے کی شہرت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک کروڑ 20 لاکھ دیا ہے ۔ اگر مزید ضرورت ہو گی تو وہ بھی دیا جائے گا۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! یہ رقم محکمہ زکوٰۃ نے انہیں دینی ہے ۔ محکمہ ہیلتھ نے نہیں دینی ۔ میں یہ چاہوں گا کہ وزیر صاحب اس بارے میں کوشش کریں تاکہ جون سے پہلے یہ رقم اس ادارے کو مل جائے۔

جناب سپیکر، یہی تو میں کہہ رہا ہوں۔ میں نے ان سے یہی کہا ہے کہ کوشش کریں ۔ جی خواجہ صاحب۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ پنجاب کارڈیالوجی انسٹیٹیوٹ ایک مفید اور مثالی ادارہ ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جس طرح سے یہ لاہور اور پنجاب کے لوگوں کی خدمت کر رہا ہے ۔ میں یہ سمجھتا ہوں یہ ان کو خراج تحسین پیش کرنے والی بات ہے۔ جہاں تک دوسرے ہسپتالوں کے مقابلے میں دوائیوں کا معاملہ ہے میرے ذاتی نوٹس میں ہے ۔ میں دو چار انتہائی غریب لوگوں کے ساتھ اس ہسپتال میں گیا اور بغیر میرے دباؤ کے بغیر میری سفارش کے ' ان کو پندرہ دن کے لیے قیمتی دوائیاں دی گئیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ دل کے امراض کے لیے ' بلڈ پریشر کے لیے جو دوائیں بازار میں ملتی ہیں ۔ ان کی قیمتیں آسمانوں سے باتیں کرتی ہیں۔ میں ایک شہری کے طور پر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ وہاں پر ہر شعبہ جو ہے چاہے وہ آؤٹ ڈور ہے یا ان ڈور ہے وہاں پر کئی ڈاکٹر لائنوں میں لگے ہوئے دل کے مریضوں کا علاج کر رہے ہیں۔ بڑے حوصلے کے ساتھ بڑی محبت کے ساتھ مریضوں کی خدمت کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس ہسپتال کا سربراہ ایک نہایت دیندار قسم کا خوف خدا رکھنے والا پروفیسر ڈاکٹر شہریار ہے ۔ جو نیک لوگ ہوتے ہیں اور جن کے دل میں خوف خدا ہوتا ہے وہ اسی طرح لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ جس طرح وہ وہاں پر کر رہا ہے۔

جناب سپیکر: ایک پرانا محاورہ ہوتا تھا کہ چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے ۔ ڈاکٹر شہریار کے چہرے کو بھی دیکھیں تو اس پر بھی نور برستا ہے ۔ اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کا دل ان کے چہرے پر کیسے آشکارہ ہے۔

خواجہ ریاض محمود، اس کے علاوہ جناب والا! میں تو کبھی غلام سرور صاحب کے پاس گیا نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ اتنا لمبا یا پرانا تعلق ہے۔ یہ تھوڑے سے عرصے کی بات ہے۔ ان کی بھی خوشبو ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہے۔ ہمارے قائد نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ جب سے یہ وزیر بنے ہیں محکمہ صحت اصلاح کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ غریبوں کے لیے ناداروں کے لیے باعث رحمت اور مسیحا بن جائیں ۔

جناب سپیکر، جی ملک سلیم اقبال صاحب۔

ملک سلیم اقبال، جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ شوکت خانم ہسپتال کو زکوٰۃ فنڈ سے کتنی رقم مختص ہوئی ہے ۔ اگر نہیں ہوئی تو کیوں نہیں ہوئی؟

جناب سپیکر، یہ تو ایک الگ بات ہے۔ زکوٰۃ فنڈ تو اس وقت زیر بحث نہیں ہے۔

وزیر صحت، جناب! شوکت خانم ہسپتال پرائیویٹ ہسپتال ہے۔ ابھی تک ہم سرکاری ہسپتالوں میں لوگوں کو دوائیاں نہ دے سکے ہیں پرائیویٹ ہسپتالوں میں کہاں دیں گے۔

جناب سپیکر، جی سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں اور آپ کی اجازت سے جیسا کہ ہسپتال میں فنڈز کی بات ہو رہی ہے۔ اس حوالے سے میں وزیر موصوف ------

جناب سپیکر، پیشتر اس کے کہ آپ آگے بڑھیں۔ میں آج آپ کے حوالے سے بھی ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج صبح اخبارات دیکھے تو "DAWN" کراچی کا ایڈیشن ہے جو نیشنل ایڈیشن ہے۔ اس میں جو ہیڈ لائن تھی۔ وہ آپ کے اٹھائے ہوئے سوال کی تھی۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی اور میرا جی چاہا کہ میں آج یہ بات ہاؤس میں کروں کہ جو دوست اخبار میں اپنا نام چھپوانے کے لیے اس ہاؤس کے اندر گڑبڑ پیدا کرتے ہیں خرابی پیدا کرتے ہیں اس کے نظم و نسق کو برباد کرتے ہیں اور بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔ صرف اس لیے کہ کہیں ان کا نام اخبار میں آ جائے۔ اخبار میں نام چھپوانے کا ایک اچھا طریقہ ہمارے دوست سلہری صاحب نے بھی اختیار کیا ہے اور میں انھیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ارشد عمران سلہری، میں آپ کا اور ہاؤس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اخبارات والوں کا کہ جو صحیح کارروائی کو----

جناب سپیکر، "ڈان" اخبار کا۔

جناب ارشد عمران سلہری، "ڈان" کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میں وضاحت چاہوں گا' جیسا کہ ابھی فنڈز کی بات ہو رہی تھی' میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے جب زکوٰۃ کے سلسلے کو جو صوبوں کے پاس تھا' اس کے نظام کو تبدیل کیا تو اس کے بعد یہ انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی کے فنڈز تھے' جو ۱۹۹۴ء میں ۲۰ لاکھ روپے ملے' ۹۵ء اور ۹۶ء میں [illegible] ہے۔ جناب سپیکر! اسی طرح میں [illegible] چاہوں گا کہ جنرل ہسپتال میں ہر سال چھتیس سے [illegible] لاکھ روپیہ dialysis کے لیے [illegible] تھا۔ جہاں پر صوبے کے اور خصوصی طور پر جنرل ہسپتال کے

د گرد کی غریب آبادیوں کے لوگ وہاں پر اپنے گردے تبدیل کرواتے تھے۔ جناب سپیکر! عرصہ دو
ال سے اس کا فنڈ بند ہے۔ کیا اس فنڈ کو آپ دوبارہ ریلیز کرنا چاہیں گے تاکہ غریب عوام اس سے
ہدہ اٹھا سکیں؟

ناب سپیکر، غلام سرور خان صاحب!

زیر صحت، جناب والا! یہ سوال ویسے relevant تو نہیں ہے۔ پہلا سوال کارڈیک سنٹر کے بارے میں
ا۔ لیکن ابھی میرے بھائی نے اس کے بارے میں بات کی ہے تو ہم یہ کوشش کریں گے۔ اگر اس
سے پہلے جنرل ہسپتال کو وہ فنڈ ملتے رہے ہیں تو اب بھی کم از کم اس کے مطابق ملنے چاہییں۔ اس
کے لیے میں ذاتی طور پر کوشش کروں گا۔

ناب سپیکر، جی ہاں۔ وہ بھی عوام کی ضروریات پورا کرنے والا ایک بہت اہم ادارہ ہے۔ از راہ کرم
س پر بھی توجہ دیجیے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، جناب والا! میں بھی ایک عرض کرنا چاہتا ہوں۔

بناب سپیکر، جی، فرمائیے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، یہ جو ایک کروڑ بیس لاکھ روپے کی رقم اقساط میں دی جا رہی ہے اور
قایا چار مہینے، ساڑھے تین مہینے رہ گئے ہیں -----

بناب سپیکر، یہ سوال ہو چکا ہے اور اس کا جواب آ چکا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ پوری کوشش کریں
گے۔

سید محمد خلیل الرحمٰن چشتی، وہ lapse تو نہیں ہوں گے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔

بناب سپیکر، یہی سوال ہو چکا ہے، وہ جواب دے چکے ہیں۔ میرا خیال ہے اگلا سوال کریں۔ جی
رمائیں۔

سردار حسن اختر موکل، قبل اس کے کہ وہ اگلے سوال پر کچھ فرمائیں، میں آپ کی اجازت سے صرف
یک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کل میں چیک اپ کے لیے ذرا ہسپتال گیا تھا تو میں وقت پر آ نہیں سکا
تھا۔ تو میرے سوال آئے تھے۔ تو مجھے پتا چلا تھا کہ آپ نے میرے ایک سوال پر کمال مہربانی سے یہ
رمایا تھا کہ اگر اس پر میں کوئی بات کرنا چاہوں گا تو آپ اجازت دیں گے۔ تو میں صرف یہ عرض کرنا

چاہوں گا کہ اس سوال کا نمبر غالباً ۱۲۹۵ ہے' اریگیشن کے سلسلے میں ہے۔ اس میں جو جواب دیا گیا ہے وہ سو فی صد غلط دیا گیا ہے۔ اس میں' میں یہ عرض کروں گا کہ جس پل کا انھوں نے ذکر کیا ہے کہ ۱۹۸۸ء میں بنا۔ لیکن جناب والا! وہ ۱۹۸۸ء میں وہ approve ہوا تھا۔ لیکن اس کی payment ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔ اور اس میں میٹریل کی جو payment کی گئی ہے' جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ وہ مارکیٹ سے purchase کر کے خریدی گئی۔ میں on the floor of the House یہ عرض کروں گا کہ اس کو آپ یا تو اریگیشن کمیٹی کے سپرد کر دیں----

جناب سپیکر: اس کو pend کر لیتے ہیں۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ اس کو pend کرنے کے لیے کہیں گے تو pend کر لیں گے اور دوبارہ جب محکمے کے سوالات آئیں گے تو اس میں یہ سوال آ جائے گا۔

سردار حسن اختر موکل: یہ ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر: تو اس کے لیے میں حکم دے رہا ہوں' instruction دے رہا ہوں کہ اس کو pend کر کے اگلی دفعہ سوالات میں شامل کیا جائے۔ تشریف رکھیے۔

سردار حسن اختر موکل: جی مہربانی۔

جناب سپیکر: آگے چلتے ہیں۔ سوال ہے راجہ ریاض احمد صاحب کا۔

(جناب ایس اے حمید نے سوال نمبر 1457 راجہ ریاض احمد کے ایما پر دریافت کیا)

بجٹ کا مصرف

*1457 ۔ راجہ ریاض احمد: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
محکمہ صحت کے اے ڈی پی بجٹ کا کتنے فیصد اب تک (۵ ماہ) میں خرچ کیا جا چکا ہے ۔ کیا وجہ ہے کہ اکثر اوقات یہ بجٹ ماہ جون میں خرچ کیا جاتا ہے ۔

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان):

مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران پہلے پانچ ماہ (جولائی ۱۹۹۴ء تا نومبر ۱۹۹۴ء) میں محکمہ صحت کے لیے اے ڈی پی میں مختص شدہ رقم کا ۱۵.۸۴ فیصد خرچ کیا جا چکا ہے۔
یہ بات مکمل طور پر صحیح نہیں ہے کہ اکثر اوقات یہ بجٹ ماہ جون میں خرچ کیا جاتا ہے تاہم یہ

کہنا درست ہو گا کہ خرچ کی رفتار مالی سال کے آخری چند ماہ میں نسبتاً تیز ہوتی ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:۔

نئے منصوبہ جات کی منظوری میں بعض اوقات کچھ وقت لگ جاتا ہے جس کی وجہ سے سال کے آخری حصے میں خرچ کی رفتار سال کے ابتدائی حصے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

مختلف منصوبوں کے تحت طبی آلات کی خریداری کے لیے قانونی طریقہ کار (Purchase Manual) کے مطابق چلنا پڑتا ہے۔ جس میں چند ماہ صرف ہو جاتے ہیں اس لیے بھی خرچ کی رفتار مالی سال کے شروع میں نسبتاً کم ہوتی ہے اور آخر میں تیز ہو جاتی ہے مگر اس سال اپریل تک اسے مکمل کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔

جناب ایس اے حمید، ضمنی سوال۔ جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ سال ۱۹۹۵-۱۹۹۴ء اور ۱۹۹۶-۱۹۹۵ء میں جو خرچ ہوا ہے اس کی کیا تفصیل ہے؟ کن کن مہینوں میں زیادہ خرچ ہوا ہے؟

وزیر صحت، جناب سپیکر! یہ سوال تھا ۱۹۹۵-۱۹۹۴ء کے بارے میں۔ اور اس بارے میں جواب تو ہم نے دے دیا ہے کہ تقریباً ۱۵.۸۴ فی صد اس پر خرچ ہوا ہے۔ تو اس سال ہماری utilization ڈویلپمنٹ کے بجٹ کی، گزشتہ سال سے زیادہ ہے اور اس بار ہم نے ۲۱۔ جنوری تک ڈویلپمنٹ کے مد میں تقریباً تین فی صد فنڈ خرچ کر لیے ہیں۔ اور اب ہم نے تقریباً منتھلی ریویو میٹنگز رکھ لی ہیں۔ re-appropriation ہوتی ہے اور جو fast moving schemes ہیں، slow moving سے پیسے نکال کر ہم انھیں دے رہے ہیں تاکہ بجٹ کی زیادہ سے زیادہ utilization ہو۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ سال ۹۵-۱۹۹۴ء میں انھوں نے پہلے پانچ ماہ میں ۱۵.۸ فی صد خرچ کیا۔ انھوں نے کہا کہ اپریل میں ہم ختم کر لیں گے۔ تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مجھے بتائیں کہ اپریل میں کیا خرچ کیا؟ اپریل تک انھوں نے کتنا بجٹ utilize کیا ہے؟ جو انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ کریں گے اس کا کیا اثر ہوا ہے؟

وزیر صحت، جناب والا! جب یہ سوال کیا گیا تو اس وقت تو ہماری پندرہ اعشاریہ کچھ utilization تھی جو کہ اپریل یا ۳۰ جون تک بڑھ کے اندازاً، میں exact figures نہیں دے سکتا، یہ figures کا معاملہ ہے، لیکن تیس چوبیس فی صد کے لگ بھگ خرچ ہوا ہے جو کہ اس سال ہمارا بڑھ کر ۲۱ جنوری تک ہم نے بیس فی صد خرچ کر لیا ہے۔ اور latest information تو ابھی ہمارے پاس نہیں آ سکی۔ لیکن اس بات کی یقین دہانی کرائی جا سکتی ہے کہ یہ utilization بیس فی صد سے، تیس فی صد سے بڑھ کر انشاء

اللہ تعالیٰ اس سال تینتیس چالیس فی صد تک لازمی ہو جائے گی اور جو delay کی وجوہات ہیں وہ بھی ہم نے عرض کر دی ہیں۔ مثلاً کہیں ہسپتال بنانا ہے۔ اس کے لیے ہمیں جگہ کی ضرورت ہے۔ جگہ ہو گی تو اس کی پی سی 1 بنے گا۔ اگر جگہ کی donation میں دیر ہے' اگر جگہ کی acquisitioning میں دیر ہے تو وہ process delay ہو گا۔ اسی وجہ سے سال کے آغاز میں ہم وہ سپیڈ نہیں دے سکتے۔ لیکن سال کے اختتام وہ پراجیکٹ speed up ہو جاتا ہے' کیونکہ پی سی۔ 1 آ جاتا ہے' process مکمل ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح سے آخر میں آ کر utilization بڑھ جاتی ہے۔

جناب سپیکر: ایس اے حمید صاحب! ذرا سلہری صاحب کا بھی ایک آدھ سوال ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ جیسا کہ جز "الف" میں انھوں نے جواب دیا ہے۔ "نئے منصوبہ جات کی منظوری میں بعض اوقات کچھ وقت لگ جاتا ہے۔" جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا یہ درست نہ ہے کہ اسے ڈی پی سے equipment خریدنے کے لیے جو اس کی ٹنڈر specification ہوتی ہے' اور وہ جو کمیٹی اس کی specification تیار کرتی ہے کہ وہ ایک مخصوص فرم کو سامنے رکھ کے' اس کی مشینری کی خصوصیات کو سامنے رکھ کے اس کی ٹنڈر specification تیار کرنے میں دیر لگاتی ہے تاکہ ان کی اس منظور نظر فرم کو وہ کنٹرکٹ مل جائے۔ کیا یہ درست نہ ہے؟

وزیر صحت: یہ بالکل ہی درست نہ ہے کہ ہم کسی ایک مخصوص فرم کی کوئی بھی specification سامنے رکھ کے اسے process نہیں کرتے۔ بلکہ یہ تو open secret ہوتا ہے کہ اگر ہم نے ایمبولنسز لینی ہیں' اتنے سی سی کی لینی ہے' اتنی capacity کی لینی ہے' جو بھی اس کے معیار پر پورا اترے گا اسی کا ٹنڈر accept ہو گا۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! میں اس میں تھوڑی سی وضاحت مزید چاہوں گا کہ جناب وزیر موصوف سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ اس محکمے میں نئے آئے ہیں۔ ہم ان کی معاونت بھی کرتے ہیں اور انشاء اللہ کریں گے۔ جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ محکمے نے ایک عینک خریدنی ہے۔ تو اس کے لیے وہ کمیٹی ہو بہو اسی طرح کی ٹینڈر specification تیار کرے گی کہ اس کے لینز اس ٹائپ کے ہونے چاہییں' اس کا فریم اس ٹائپ کا ہونا چاہیے۔ وہ خصوصی طور پر اسی فرم کے پاس ہوتا ہے جناب سپیکر! تو اس لحاظ سے وہ کمیٹی اس فرم کے ساتھ مل کر کمیشن کھاتی ہے اور process مکمل

کرنے میں وہ دیر لگاتی ہے۔ جناب سپیکر! اس کی وضاحت میں چاہتا ہوں۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! میں ان کی بات کی اس طرح تائید تو نہیں کر سکتا جیسے میرے فاضل دوست فرما رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کے علم میں ایسی کوئی بات ہے تو میں کچھ دن پہلے ذاتی طور پر بھی انہیں request کر چکا ہوں کہ ہر ڈیپارٹمنٹ میں کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں' ایسے loopholes ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی ہے تو مجھے بتائیں ہم ان کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔

جناب سپیکر: اگر ان کے علم میں آنے کا تو وہ بھی بتائیں گے۔ آپ اس بات کو ذہن میں رکھیے کا ور جب بھی specifications متعین کی جا رہی ہوں تو از راہ کرم اس بات کا خیال رکھا کیجیے۔ تمام محکموں کو خیال رکھنا چاہیے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ اپنے کسی واقف کار کو جس میں اس کا یا محکمے کے سرکردہ لوگوں کا ذاتی مفاد ہو ان کو نوازنے کے لیے یہ specifications اس معیار پر رکھی جا رہی ہیں تاکہ اس سے مال خریدا جا سکے اور کوئی اس کو provide ہی نہ کر سکے۔

وزیر صحت: جناب سپیکر! آپ کی بھی اور میرے فاضل دوست کی بھی یہ بالکل مناسب تجویز ہے' آئندہ اس پر بھی انشاء اللہ نظر رکھی جائے گی۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر: جی آخری سوال۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میرا سوال یہ تھا کہ کیا وجہ ہے کہ اکثر اوقات یہ بجٹ ماہ جون میں خرچ کیا جاتا ہے۔ یہ تمام محکموں کا حال ہے۔ یہ صحت ہی کی بات نہیں۔ تمام ہسپتالوں کے ایم ایس آخری مہینے میں سامان خریدتے ہیں اور اس میں گڑبڑ ہوتی ہے۔ میں نے ان سے یہ سوال کیا تھا' انھوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اپریل 1995ء تک اپنی خریداری مکمل کر لیں گے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ آپ نے اپریل تک کتنے فیصد خریداری کی ہے؟ انھوں نے اس کا ابھی تک جواب نہیں دیا۔ 95-1994ء کہا ہے۔

جناب سپیکر: جواب انھوں نے دیا تھا۔

جناب ایس اے حمید: نہیں جناب سپیکر۔

جناب سپیکر: نہیں۔

جناب ایس اے حمید، وہ بتا رہے ہیں۔

جناب سپیکر، دوبارہ بتانا چاہتے ہیں تو دوبارہ بتا دیں۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں نے عرض کیا تھا کہ یہ figures کا معاملہ ہے اس لیے میں exact figures نہیں دے سکتا لیکن غالباً 23-24% utilization ہو گئی تھی۔ یہ میرا جواب تھا۔

جناب سپیکر، جی ہاں آپ نے جواب دیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اس مرتبہ ہم کوشش کریں گے کہ یہ شرح جو ہے تقریباً 35% تک آ جائے۔

جناب ایس اے حمید، باقی 80 فیصدی ضائع جائے؟

جناب سپیکر، نہیں' ضائع نہیں جاتا۔ یہ ایک قدرتی بات ہے جو صرف محکمہ صحت کے ساتھ نہیں ہے۔ تمام محکموں میں سال کے پہلے حصے میں سکیمیں بنتی ہیں اور اتنے زور سے اس پر implementation نہیں ہوتی' جیسے جیسے وقت گزرتا ہے پھر وہ سپیڈ پکڑتی ہیں۔ محکمہ تعلیم میں' محکمہ صحت میں' تمام محکموں میں اسی طرح ہوتا ہے۔ اس میں یہ کوئی استثناء نہیں ہے۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! اس میں تو یہ ہے کہ آیا جون سے پہلے خرچ ہوتا ہے؟ 20% کی بات نہیں ہے۔بات یہ ہے کہ آیا جون سے پہلے مارچ' اپریل میں یہ پیسے خرچ ہوتے ہیں؟ 20% کی بات نہیں ہے کہ یہ پہلے پانچ ماہ میں 20 سے 35 کر دیں گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جون کے آخری مہینے میں بل ڈال کر فوری طور پر تمام اخراجات 80% کیے جاتے ہیں۔ اس کا جواب دیں۔

جناب سپیکر، اس کا تدارک ہونا چاہیے لیکن جس حد تک ہو سکتا ہے۔

وزیرصحت، جناب والا! میں اپنے فاضل دوست کے ان خدشات کو محسوس کر رہا ہوں جن کا انہوں نے اظہار کیا ہے۔ میں انہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ کوشش ہو گی کہ کم سے کم فنڈز کا زیاں ہو۔ یہ پیسہ lapse لازمی ہو جاتا ہے جو پیسہ خرچ نہیں ہوتا لیکن اس پیسے کا انشاء اللہ زیاں نہیں ہو گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔ اگلا سوال 1457 راجہ ریاض احمد صاحب کا ہے۔

(جناب ارشد عمران سلہری نے سوال نمبر 1457-A راجہ ریاض احمد کے ایماء پر دریافت کیا)

ہسپتال مکمل ہونے کے باوجود علاج شروع نہ ہونا

*1457 A۔ راجہ ریاض احمد، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

کثیر رقم سے قائم ہونے والے نئے ہسپتال (جناح ہسپتال برائے علامہ اقبال میڈیکل کالج) کی تعمیر مکمل ہونے کے باوجود ابھی تک اس میں مریضوں کا علاج کیوں نہیں شروع کیا جا سکا؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

علامہ اقبال میڈیکل کمپلیکس کی تعمیر کا کام ابھی مکمل نہیں ہوا۔اس منصوبے کی ترمیم شدہ سکیم دسمبر ۱۹۹۴ء میں منظور ہو چکی ہے اس منظوری کے مطابق درکار اضافی رقم بھی محکمہ تعمیرات کو مہیا کی جا چکی ہے ہسپتال میں متعلقہ طبی الات مہیا کیے جا چکے ہیں اور چند شعبہ جات مثلاً شعبہ بیرونی مریضاں ریڈیو تھراپی / کینسر ' ایکسرے اور کلینکل لیبارٹری پہلے ہی کام کر رہے ہیں ہسپتال کی عمارت کا باقی کام محکمہ تعمیرات کے مطابق تقریباً ۴ ماہ میں مکمل ہو جائے گا اس کے بعد ہسپتال کے تمام شعبہ جات مکمل کام شروع کر دیں گے اور مریضوں کو ہسپتال میں داخل بھی کیا جا سکے گا یہاں اس بات کا ذکر پھر ضروری ہے کہ شعبہ بیرونی مریضاں اس وقت بھی مریضوں کا علاج کر رہا ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! میرا اس پر ضمنی سوال یہ ہے کہ جناح ہسپتال جس کا حال ہی میں افتتاح ہوا ہے اس میں چائنہ سے 24 کروڑ روپے کی مشینری آئی تھی جس کے ساتھ چینی ماہرین بھی آئے تھے جنہوں نے اس مشینری کو فکس کرنا تھا اور کچھ عرصہ کے لیے اس کو انہوں نے چلانا تھا اور پاکستانی عملہ کو تربیت بھی دینی تھی۔ کیا یہ درست نہ ہے کہ اس مشینری کے fix ہونے سے پہلے ہی وہ میعاد ختم ہو گئی اور اس میں سے اس وقت بہت سی مشینری جو ہے وہ بیکار ہو چکی ہے؟

جناب سپیکر، غلام سرور خان صاحب!

وزیر صحت، جناب سپیکر! تمام equipments instal کر دیے گئے ہیں اور وہ تمام کے تمام ورکنگ حالت میں ہیں۔ جہاں تک چینی ماہرین کا تعلق ہے تو وہ اب بھی یہاں موجود ہیں۔ وہ اب بھی اپنے equipments کی supervision کر رہے ہیں اور جو چھوٹی موٹی خامیاں کسی بھی equipment میں آتی ہیں وہ اسے دور کر رہے ہیں۔

جناب ایس اے حمید، ضمنی سوال۔۔۔

جناب سپیکر، سلہری صاحب فارغ ہو جائیں اور یہ بس اب آخری سوال ہے۔ زیادہ لمبا نہیں کیا جا سکتا وقت تقریباً ہو گیا ہے۔ جی۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہسپتال کا جو ٹیکنیکل سٹاف اور دیگر سٹاف تھا اس کی تعیناتی کے لیے اخبارات میں اشتہارات دیے گئے کہ جس کے بعد وہاں پر ان آسامیوں کے اوپر درخواستیں وصول ہوئیں' ان کے انٹرویو ٹیسٹ ہوئے اور اس کی میرٹ لسٹ بھی ہسپتال کی کمیٹی نے تیار کی لیکن ہیلتھ منسٹر اور چیف منسٹر صاحب کی طرف سے ہسپتال انتظامیہ کو ایک بہت لمبی لسٹ جس کی کاپی میں آپ کو پیش کرتا ہوں چیف منسٹر صاحب کی طرف سے گئی کہ ان کو بغیر میرٹ کے' بغیر ان کی qualification کے وہاں پر appoint کیا جائے۔ پھر اسی طرح ہیلتھ منسٹر صاحب کی طرف سے 250 کی ان پوسٹوں کے اوپر تعیناتی کے لیے ان کے آرڈر بھی ہو چکے ہیں جو ان کے پاس پڑے ہوئے ہیں۔ ان کی اس لڑائی کی وجہ سے وہاں پر آج بھی نہ ایکسرے کا عملہ ہے' نہ لیبارٹری کا عملہ ہے' نہ ڈسپنسر' ڈریسر' ای۔ سی۔ جی ٹیکنیشن' آپریشن تھیٹر کا عملہ بھی اس وقت نہیں ہے۔ میں پوچھنا چاہوں گا کہ کیا اس لڑائی کی وجہ سے جناح ہسپتال جس کے اوپر اربوں روپیہ خرچ ہوا ہے ابھی تک non functional ہے؟

جناب سپیکر، جی۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہسپتال functioning حالت میں ہے۔ پرائم منسٹر صاحبہ نے یکم یا 2 کو اس کی inauguration کی ہے۔ اس کے ٹوٹل بیڈز گیارہ سو ہیں اور accupancy rate تقریباً پانچ' ساڑھے پانچ سو ہے۔ او پی ڈی تقریباً روزانہ چھ سات سو ہے۔ جہاں تک میرے فاضل دوست کی اس بات کا تعلق ہے کہ وہاں non technical سٹاف کسی منسٹر کی recommendation پر appoint کیا گیا ہے۔ میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ قطعاً کوئی ایسی appointment نہیں ہوئی۔ تمام پنجاب میں appointments پر پابندی لگا دی گئی ہے اور کوئی بھی منسٹر ہو' کوئی بھی ایم پی اے ہو' کوئی بھی ایم این اے ہو' اگر کوئی بھی درخواست اس کے پاس آتی ہے تو اس کی recommendation لازمی ہوتی ہے لیکن technical posts پر جتنی بھی appointments ہوں گی اس میں میرٹ کو لازمی مدنظر رکھ کر وہ پوسٹیں fill کی جائیں گی۔

جناب سپیکر، وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

جناب محمد جاوید اخلاص، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی، میں ذرا اس کارروائی کو مکمل کر لوں ناں۔۔۔ وقفہ سوالات ختم ہو گیا۔ بقیہ سوالات کے بارے بات آپ ایوان کی میز پر رکھ دیں۔

بصحت، میں بقیہ سوالات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اس معزز ایوان کا اور بالخصوص زیتون کے دوستوں کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ جس طرح انھوں نے اس وقفہ سوالات میں contribute کیا ہے اس سے لازمی اس ڈیپارٹمنٹ کی اصلاح ہو گی اور آئندہ کے لیے بھی میں امید کرتا ہوں کہ میرے بھائی ڈیپارٹمنٹ کی اصلاح کے لیے contribute کریں گے کیونکہ اس معزز ایوان نے مل جل کر اپنے اس ڈیپارٹمنٹ کی اصلاح کرنی ہے، ہسپتالوں کی اصلاح کرنی ہے، ڈاکٹروں کی اصلاح کرنی ہے اور دکھی انسانیت کی خدمت کرنی ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

چودھری اصغر علی گجر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی اصغر علی گجر صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! آج میں وزیر موصوف کو اس بات پر مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے روایات سے ہٹ کر حقائق کی بات کی ہے اور حقائق پر مبنی جوابات دیے ہیں لیکن مجھے انہوں نے دو دفعہ threat کیا ہے کہ آپ ضمنی سوال نہیں کریں گے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر، جی سلہری صاحب!

جناب ارشد عمران سلہری، جناب سپیکر! یہ ایک اچھی روایت ہے کہ وزیر موصوف نے اس کو face کیا ہے اور محکمے کو defend نہیں کیا بلکہ جو حقائق تھے ان کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی یہ جو بقیہ سوالات تھے ان کو ٹیبل کر دیا گیا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ایک سوال نمبر 1602 ہے یا تو آپ اس کو ابھی سن لیں یا پھر اسے پینڈنگ کر دیں۔ اس کو ٹیبل نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر، سوال نمبر کیا ہے؟

جناب ارشد عمران سلہری، 1602۔ یہ انعام اللہ خان نیازی صاحب کا ہے اور صفحہ نمبر 5 پر ہے۔ یہ بہت اہم ہے یا تو ابھی اس پر بحث کر لیں یا پھر اسے pending کر لیں۔

جناب سپیکر، چلیے pend کر لیتے ہیں اور اگلی مرتبہ جب وقفہ سوالات زیر بحث آئے گا تو اس میں اس

کو لے لیں گے۔

وزیر صحت، جناب سپیکر! pending کرنے کے لیے رول 52 کے تحت میرے فاضل دوست کو دوبارہ اس معزز ایوان کو request کرنی پڑے گی۔ تب اسے pend کر کے discuss کیا جا سکے گا۔

جناب سپیکر، کس کو درخواست کرنی پڑے گی؟

وزیر صحت، جو دوست اس کے mover ہیں یا جو اس پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر، چلیے جیسے موکل صاحب کے سلسلے میں کیا تھا اسی طرح جب نیازی صاحب آئیں تو وہ اس کو move کر دیں اور پھر اسے کر لیا جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے کرنا چاہیں یا نہ کرنا چاہیں؟ تو ان کی طرف سے آپ move کروا دیجیے گا۔

جناب ارشد عمران سلہری، ٹھیک ہے۔ ہم کروا دیں گے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

اہلکار کی تعیناتی

*1636۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد میں سرجن تو تعینات کر دیا گیا ہے مگر مریضوں کو بے ہوش کرنے کے لیے کوئی اہلکار متعین نہ ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اہلکار کب تک متعین کر دیا جائے گا؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) درست نہ ہے محکمہ صحت کے حکم مورخہ ۹۵-۳-۲۶ کے تحت ڈاکٹر ضیاء الدین احمد انستھیشیئٹ (شعبہ بے ہوشی) جناح ہسپتال لاہور کا تبادلہ ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد کر دیا گیا ہے۔

(ب) جز الف کا جواب اثبات میں نہ ہے۔

رورل ہیلتھ سنٹر پھلروان میں لیڈی ڈاکٹر کی تعیناتی

*1710۔حاجی احمد خان ہرل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رورل ہیلتھ سنٹر پھلروان تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں لیڈی ڈاکٹر کی اسامی کافی عرصہ سے خالی پڑی ہوئی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پھلروان شہر میں سوئی گیس کی سہولت ہونے کے باوجود ابھی تک پھلروان ہیلتھ سنٹر میں سوئی گیس کی فراہمی کے لیے محکمہ نے کوئی اقدام نہیں کیا اور اس سنٹر کے لیے ایمبولینس منظور ہونے کے باوجود ابھی تک مہیا نہیں کی گئی۔

(ج) اگر جز "الف" و "ب" کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ بالا ہیلتھ سنٹر میں لیڈی ڈاکٹر کی تعیناتی، ایمبولینس اور سوئی گیس کی فراہمی کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

(الف) یہ درست نہ ہے۔ رورل ہیلتھ سنٹر پھلروان میں لیڈی ڈاکٹر شمیا ارم مورخہ 29۔ مارچ 1995ء سے کام کر رہی ہے۔

(ب) فی الحال محکمہ صحت نے کسی رورل ہیلتھ سنٹر کو سوئی گیس کی سہولت فراہم نہیں کی۔ جونہی اس بارے میں کوئی فیصلہ ہوا رورل ہیلتھ سنٹر پھلروان کو بھی یہ سہولت فراہم کر دی جائے گی۔ اس سنٹر کو ایمبولینس فراہم کر دی گئی ہے۔

(ج) اس کا جواب جزو (الف) و (ب) میں دیا جا چکا ہے۔

نارووال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی تعمیر

*1788۔ چودھری غلام احمد خان، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔
نارووال ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کس جگہ اور کب تک تعمیر کیا جا رہا ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال نارووال کی تعمیر کے لیے محکمہ صحت کے مقامی افسران (میڈیکل سپرنٹینڈنٹ نارووال / ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز گوجرانوالہ) سے مشورہ کے بعد کلکٹر نارووال نے اس کے حصول کے لئے Land Acquisition Act کی دفعہ 4 کے تحت نوٹیفکیشن 24 اکتوبر 1992ء کو جاری کیا تھا۔ محکمہ صحت نے اس جگہ کی خرید کے لیے 10 اکتوبر 1994 کو سکیم بھی منظور کروالی تھی۔ تاہم سکیم کی منظوری اس شرط پر ہوئی تھی کہ مالکان زمین ایوارڈ میں دی گئی قیمت میں اضافے کے لیے بعد میں مطالبہ نہیں کریں گے اور اس سلسلے میں حلف نامے بھی محکمہ کے حوالے کرینگے۔ چونکہ مالکان نے اس شرائط کو ماننے سے انکار کر دیا لہذا محکمہ

صحت اس جگہ کو حاصل نہ کر سکا۔

اس کے بعد کلکٹر نارووال نے شکرگڑھ روڈ پر ایک متبادل جگہ تجویز کی۔جس کے حصول کے لیے Land Acquisition Act کی دفعہ 4 کے تحت 26۔ جنوری 1995ء کو نوٹیفکیشن بھی کیا گیا۔تاہم اس دوران اہلیان نارووال کی طرف سے 16۔ فروری1995ء کو یہ مطالبہ بھی ہوا کہ نئے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کو شہر سے دور بنانے کی بجائے شہر ہی میں بنایا جائے۔ چنانچہ 7۔ مارچ 1995ء میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ موجودہ ہسپتال میں توسیع کی گنجائش کا جائزہ لیا جائے اور اگر اس کے لیے ضروری ہو تو مزید کچھ زمین حاصل کی جائے۔اس تجویز کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔فیصلہ ہونے کے بعد سکیم تیار کی جائے گی اور سکیم کی منظوری کے بعد رقم مہیا ہونے کی صورت میں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال نارووال کا کام شروع کیا جا سکے گا۔

تفویضِ اختیارات کے اقدامات

*1886۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد کے ایم ایس کو ڈی ڈی او (DDO) کے اختیارات حاصل نہیں ہیں جس کی وجہ سے عملہ کو تنخواہ کی ترسیل میں مشکلات پیش آ رہی ہیں۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو متعلقہ ایم ایس کو کب تک مطلوبہ اختیارات تفویض کر دیے جائیں گے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان):

(الف) ڈاکٹر مبشر احمد مرزا کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال حافظ آباد کا مستقل ایم ایس لگا دیا گیا ہے۔ اور اسے ڈی ڈی او کے مکمل اختیارات حاصل ہیں۔

(ب) مطلوبہ اختیارات ایم ایس کو تقرری پر خود بخود حاصل ہو جاتے ہیں۔

بنیادی مرکز صحت کی تعمیر

*1888۔راجہ محمد جاوید اخلاص: کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل گوجر خان کے انتہائی پس ماندہ علاقوں میں بنیادی مراکز صحت کے لیے درج ذیل جگہوں پر عوام نے لاکھوں روپے مالیت کی زمین محکمہ صحت پنجاب کے نام کر رکھی ہے۔

۱۔ موضع سید ۲۔ موضع رجوعہ ۳۔ ڈھوک اعوان داخلی در کالی خورد

ب) اگر جزو(الف) کا جواب اثبات میں ہو تو کیا حکومت مذکورہ جگہوں پر عوام کی سہولت کے لیے بنیادی مراکز صحت تعمیر کرنے کا پروگرام رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو یہ ہسپتال کب تک تعمیر کیے جائیں گے۔

یر صحت (جناب غلام سرور خان)،

ف)و(ب) موضع سید اور موضع رجوعہ کے عوام نے کوئی زمین محکمہ صحت کے نام منتقل نہ کی۔ موضع سید یونین کونسل میں ایک بنیادی مرکز صحت کسران (Kisran) میں کام کر رہا ہے۔

موضع رجوعہ یونین کونسل کنگوٹ میں واقع ہے جس میں بنیادی مرکز صحت ججہ (JAJJA) کے مقام پر کام کر رہا ہے البتہ ڈھوک اعوان کے عوام نے 12 کنال زمین محکمہ صحت کے نام کر رکھی ہے۔ جو کہ ان کو واپس کر دی جائے گی چونکہ ڈھوک اعوان یونین کونسل جھونگل میں واقع ہے اور وہاں بھی پہلے سے ایک بنیادی مرکز صحت کام کر رہا ہے۔ حکومت کی طے شدہ پالیسی کے مطابق ہر یونین کونسل میں صرف ایک ہی بنیادی مرکز صحت دیا جاتا ہے۔

نئی یونین کونسلوں میں بنیادی مراکز صحت کی تعمیر

1889۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

ف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل گوجر خان کی مندرجہ ذیل دو نئی یونین کونسلوں میں بنیادی مراکز صحت کی تعمیر کے لیے محکمہ صحت راولپنڈی نے کیس تیار کر کے حکومت پنجاب کو بھیجا ہے۔

۱۔ یونین کونسل موھزہ نوری ۲۔ یونین کونسل جنڈ شریف۔

ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت پنجاب اور محکمہ صحت نے اب تک اس پر کیا کارروائی کی ہے اور ان نئی یونین کونسلوں میں کب تک صحت کی سہولت بہم پہنچائی جائے گی؟

زیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

ف) یہ درست نہ ہے۔ ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی نے ابھی تک کوئی کیس برائے تعمیر بنیادی مرکز صحت حکومت پنجاب کو نہ بھجوایا ہے۔

ب) محکمہ صحت نے ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز راولپنڈی کو ہدایات جاری کی ہیں کہ ان دونوں یونین کونسلوں میں بنیادی مراکز صحت کی تعمیر کے لیے تخمینہ جات برائے تعمیر محکمہ تعمیرات

سے حاصل کرنے کے بعد دونوں سکیمیں PC-1 فارم پر تیار کر کے جلد بھجوائی جائیں تاکہ ان کی منظوری دی جائے۔

ڈسپنسر کورس میں داخلہ

*1911۔چودھری احمد یار گوندل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

کیا یہ درست ہے کہ 1995ء میں صوبہ بھر میں ڈسپنسر کورس کی کلاسیں شروع کی تھیں اگر جواب اثبات میں ہے تو اس میں داخلہ کا طریقہ کار کیا تھا اور ضلع منڈی بہاؤالدین کے کتنے لڑکوں کو کس کس تاریخ کو ان کلاسوں میں داخلہ دیا گیا نیز کس کس افسر کے حکم سے یہ داخلہ دیا گیا۔

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(i) یہ درست ہے کہ 95-1994ء میں ڈسپنسر کورس کی کلاس شروع کی گئی صوبہ بھر میں ڈسپنسر کورس میں میٹرک پاس امیدواروں کا داخلہ مندرجہ ذیل مقرر کردہ معیار / میرٹ کے مطابق منظور شدہ ہسپتال میں کیا گیا۔

(ii) داخلہ کا طریقہ کار۔

۱۔میٹرک بمعہ سائنس ۲۔ میٹرک میں کم از کم سی گریڈ

۳۔ فزکس، کیمسٹری اور بائیالوجی میں مجموعی طور پر 50% نمبر ۴۔ عمر کی حد 23سال

(iii) ضلع منڈی بہاؤالدین میں اوپن میرٹ کی کل 19سیٹیں جن میں شہری دو عدد اور دیہی سیٹیں 17 عدد تھیں جو کہ متعلقہ میڈیکل سپرنٹنڈنٹ نے شہری اور دیہی بنیادوں پر میرٹ کے مطابق پُر کیں۔

(iv) ضلع منڈی بہاؤالدین میں وزیر صحت کے حکم سے اضافی سیٹوں پر داخلہ درجہ ذیل امیدواروں کو دیا گیا۔

نام ولدیت	تاریخ	سفارش کنندگان
۱۔ محمد انور ولد محمد عنایت	16-2-95	افضل چن صاحب
۲۔ سید مظہر عباس ولد غلام عباس	16-2-95	۔ایضاً۔
۳۔ محمد سلیم ولد محمد شریف	9-2-95	نذر محمد گوندل صاحب
۴۔ غلام فرید ولد محمد علی	26-2-95	افضل چن صاحب
۵۔ امجد اقبال ولد جان محمد	26-2-95	۔ایضاً۔
۶۔ محمد نعیم ولد محمد شریف	13-3-95	نذر محمد گوندل صاحب

۷۔ ذوالفقار احمد ولد نور محمد	19-3-95	تارڑ صاحب
۸۔ محمد یوسف ولد محمد یونس	14-3-95	افضل چن صاحب
۹۔ سہیل عمران ولد غلام رضا	21-6-95	تارڑ صاحب

ڈاکٹر ڈسپنسر اور ایل ایچ وی کے خلاف کارروائی

*1926۔جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

الف) ہیلتھ سنٹر چک نمبر 19۔ایٹ بی آر میاں چنوں کب تعمیر کیا گیا اس کی تعمیر سے لے کر آج تک اس میں کون کون سے ڈاکٹر ڈسپنسر اور ایل ایچ وی تعینات رہے ہیں۔

(ب) اس وقت مذکورہ ہیلتھ سنٹر میں کون کونسے ڈاکٹر ڈسپنسر اور ایل ایچ وی کتنے کتنے عرصہ سے تعینات ہیں۔

(ج) مذکورہ ہیلتھ سنٹر میں یکم جنوری 1994ء سے لے کر آج تک کون کونسی ادویات فراہم کی گئی ہیں اور کن کن مریضوں کو دی گئیں۔ تفصیل فراہم کی جائے۔

(د) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہیلتھ سنٹر کا عملہ ایک روپے کی بجائے پانچ روپے بطور پرچی فیس وصول کر رہا ہے اور سرکاری ادویات بھی مریضوں کو قیمتاً دی جاتی ہیں۔

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ ہیلتھ سنٹر میں ڈاکٹر، ڈسپنسر اور ایل ایچ وی کی ملی بھگت سے ایک میٹرنٹی سنٹر قائم کیا گیا ہے جہاں پرائیویٹ طور پر مریضوں کا علاج معالجہ کیا جاتا ہے اور ان سے من مانی رقم وصول کی جاتی ہے۔

(و) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متعلقہ ڈاکٹر ڈسپنسر اور ایل ایچ وی کے خلاف تحقیقات کروانے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

(الف) ہیلتھ سنٹر ۱۹ ایٹ بی آر مورخہ ۱۲۔۵۔۸۵ کو قائم ہوا۔اور اس میں مندرجہ ذیل عملہ تعینات رہا۔

ا) ڈاکٹرز:۔

i۔ ڈاکٹر مشتاق احمد	۲۰۔۷۔۸۶ تا ۲۸۔۲۔۹۱
ii۔ ڈاکٹر انوارالحق	۱۔۳۔۹۱ تا ۸۔۳۔۹۲
iii۔ ڈاکٹر راشد فاروق الحق	۸۔۴۔۹۲ تا ۷۔۴۔۹۳
iv۔ ڈاکٹر ارشد منیر	۲۴۔۱۱۔۹۳ تا ۲۴۔۲۔۹۴
v۔ ڈاکٹر عبدالوحید	۱۔۹۔۹۴ سے آج تک

۲) ایل ایچ وی:۔

i۔ عذرا پروین	۲۲۔۵۔۸۵ تا ۲۰۔۲۔۸۶
ii۔ پروین اسمٰعیل	۹۔۴۔۸۶ تا ۸۔۱۲۔۸۶
iii۔ شمیم عزیز	۹۔۱۲۔۸۶ سے آج تک

۳) ڈسپنسرز:۔

i۔ محمد شفیع بھٹی	۱۴۔۵۔۸۵ تا ۳۱۔۱۔۸۶
ii۔ عبداللطیف	۸۔۲۔۸۶ تا ۳۰۔۹۔۸۶
iii۔ محمد شفیع بھٹی	۱۔۱۰۔۸۶ تا ۲۹۔۱۱۔۸۶
iv۔ عبدالوحید	۱۔۱۲۔۸۶ تا اب تک

(ب) ڈاکٹر عبدالوحید ۱۔۹۔۹۴ سے اب تک
عبدالوحید ڈسپنسر ۱۔۱۲۔۸۶ سے اب تک
شمیم عزیز ایل ایچ وی ۹۔۱۲۔۸۶ سے اب تک۔

(ج) درست نہ ہے۔ تفصیل بذا "الف" ANNEX ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

(د، ہ) ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز ملتان نے تصدیق کی ہے کہ یہ درست نہ ہے۔

(و) ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز ملتان ڈویژن ملتان نے خود بی ایچ یو نمبر ۱۹ ایٹ بی آر کا مورخہ ۷۔ فروری ۱۹۹۶ء کو دورہ کیا۔ تمام سٹاف موجود تھا۔ تمام سابقہ اور موجودہ رجسٹروں کو چیک کیا ہے اور انہیں درست پایا ہے۔ بی ایچ یو میں کسی طرح کا کوئی کام کے حوالہ سے نقص نہ ہے اور نہایت مناسب طریقے سے کام کر رہا ہے۔ ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز ملتان ڈویژن نے بی ایچ یو کے کام کے بارے میں ذاتی تسلی کا یقین دلایا ہے۔ (ڈائرکٹر ہیلتھ سروسز ملتان کی رپورٹ ANNEX-B ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں)

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی تعمیر

*1970۔ ملک غلام شبیر جوئیہ، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پیلاں ضلع میانوالی کو عرصہ دو سال قبل تحصیل کا درجہ دیا جا چکا ہے مگر ابھی تک اس شہر میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تعمیر نہیں کیا گیا۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو عرصہ دو سال گزرنے کے باوجود ابھی تک تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تعمیر نہ کرنے کی وجوہات کیا ہیں۔ کیا اس کی تعمیر کے لئے مالی سال ۹۶۔

۱۹۔ میں رقم مختص کی گئی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں نیز حکومت کب تک مذکورہ شہر میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال قائم کر دے گی؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

ف) پپلاں میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال کی تعمیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر کوئی آدمی زمین دینے کے لیے تیار نہ ہے اس سکیم کے لیے 48 کنال زمین درکار ہے۔ محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کی زمین پپلاں ٹاؤن میں موجود ہے جس کے حصول کے لیے بار بار محکمہ ہذا کو لکھا گیا مگر N.O.C جاری نہ ہوا۔ مزید براں اس مقصد کے لیے جناب ڈپٹی کمشنر میانوالی کو مدد کے لیے بھی استدعا کی گئی۔ جونہی این او سی جاری ہوا اس سکیم کو مکمل کرنے میں مزید پیش رفت ہو سکے گی۔

ب) مالی سال 96-1995 میں رقم مختص نہیں کی گئی جس کی وجہ اوپر دی جا چکی ہے البتہ حکومت اس شہر میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال تعمیر کروانے کا پورا ارادہ رکھتی ہے۔

بنیادی مرکز صحت کی تعمیر

*2022۔ جناب ارشد عمران سلہری: کیا وزیر صحت ازراہ کرم غیر نشان زدہ سوال نمبر 217 جس جواب ایوان میں 15 فروری 1993ء کو دیا گیا تھا کے حوالہ سے بیان فرمائیں گے کہ۔

الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر موصوف نے فرمایا تھا کہ نور بانگی خیل ضلع میانوالی میں مرکز بنیادی صحت 94-1993ء میں مکمل کر دیا جائے گا اور اس پر لاگت کا تخمینہ بھی 2247000 روپے لگایا گیا تھا۔

ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ بنیادی مرکز صحت مکمل طور پر تعمیر نہیں کیا گیا اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں نیز کیا مذکورہ مرکز کے لیے مختص شدہ فنڈز ابھی تک موجود ہیں یا نہیں اگر نہیں تو انہیں کس جگہ خرچ کیا گیا ہے اور اس مرکز صحت کی تعمیر کب تک مکمل کی جائے گی؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

الف) جی ہاں یہ درست ہے۔

ب) یہ درست نہ ہے۔ مذکورہ بنیادی مرکز صحت کی تعمیر مالی سال 93-1992ء میں شروع ہوئی اور

جون 1993ء تک اس پر =/1,60,766 روپے خرچ ہوئے۔اس کے بعد ٹھیکے دار نے کام ادھورا چھوڑ دیا۔اسی اثناء میں بلڈنگ ڈیپارٹمنٹ نے اس کی لاگت کا تخمینہ ریٹ کی تبدیلی کی وجہ سے بدل دیا۔جس کی منظوری کمشنر سرگودھا سے مئی 1995ء کو حاصل کی گئی کیونکہ مالی سال 30 جون کو ختم ہو گیا لہذا اس کی تعمیر کے لیے فنڈز دستیاب نہ ہو سکے۔اس طرح رواں مالی سال1995-96ء میں بھی دوبارہ ریٹ تبدیل ہو گئے لہذا کام نامکمل رہا۔ اب اس کی تعمیر مکمل کرنے کے لیے دوبارہ تخمینہ جات حاصل کیے جا رہے ہیں۔جن کی منظوری کے بعد فنڈ کے لئے فنانس ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کیا جائے گا۔امید ہے کہ فنڈز کی دست یابی کے بعد یہ بنیادی مرکز صحت مکمل ہوجائے گا۔

ایکسرے پلانٹ کی تنصیب

*2032۔نواب زادہ سید شمس حیدر، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ رورل ہیلتھ سنٹر جلال پور شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم کو جو ایکسرے پلانٹ فراہم کیا گیا تھا وہ آج تک نصب نہیں کیا گیا اور یہ پلانٹ ہسپتال کے باہر کھلے آسمان کے نیچے پڑا ہوا ہے۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو مذکورہ پلانٹ ابھی تک کیوں نصب نہیں کیا گیا ہے اور حکومت اس پلانٹ کو کب نصب کر دے گی؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

(الف) رورل ہیلتھ سینٹر جلال پور شریف تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم کو جو ایکسرے پلانٹ دیا گیا تھا۔اس کو مورخہ 25-10-95 کو سنٹر میں نصب کر دیا گیا ہے اور تسلی بخش کام کر رہا ہے۔

(ب) جواب جز"الف" پر ملاحظہ فرمائیں۔

سول ہسپتال سرگودھا میں ایم او اور میڈیکل سپیشلسٹ کی تعداد

*2101۔چودھری عبدالحمید، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

سول ہسپتال سرگودھا میں ایم او کی کل کتنی اسامیاں ہیں اور کتنی اسامیوں پر ڈاکٹرز تعینات ہیں اور کتنی اسامیاں خالی ہیں نیز میڈیکل سپیشلسٹ کی کل کتنی اسامیاں ہیں اور کتنی اسامیوں پر میڈیکل

سپیشلسٹ تعینات ہیں اور کتنی اسامیاں خالی ہیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں مرد میڈیکل آفیسرز کی منظور شدہ اسامیوں کی تعداد چھ ہے اور خواتین میڈیکل آفیسرز کی تعداد چار ہے۔ان تمام اسامیوں پر ڈاکٹر تعینات ہیں اور کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔

اس ہسپتال میں میڈیکل سپیشلسٹ کی اسامیوں کی تعداد تین ہے اور ان تمام پر ڈاکٹرز تعینات ہیں اور کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال سرگودھا میں ڈاکٹروں کی دیگر منظور شدہ اسامیوں کی لسٹ لف ہذا ہے۔

LIST OF SANCTIONED POSTS AND POSTING POSITION OF DOCTORS IN DHQ HOSPITAL SARGODHA.

Sr.	Name of the Post	Sanctioned	Filled	Vacant
1	Medical Superintendent	1	1	-
2	Addl. Medicl Supdt	2	1	1(Female)
3.	D.M.S	6	6	-
4.	Physician	3	3	-
5	Surgeon	1	1	-
6.	Gynaecologist	2	2	-
7.	Pathologist	1	-	
8.	Anaeothetist	1	1	-
9.	E.N.T. Specialist	1	1	-
10.	Paediatrician	1	1	-
11.	Orthopaedic Surgeon	1	1	-

12.	Cardiologist	1	-	
13.	Radologist	1	-	
14.	Ophthalmologist	1	1	-
15	Urologist	1	-	1
16.	Medical Officers	6	6	-
17.	C.M Os	6	6	-
18.	Woman Medical Officers	4	4	-
19.	S M.Os.	3	3	-
20.	A.P.M O.	4	-	4
21	Principal M O.	2	-	2
22.	Dental surgeons	4	4	-
23	Hospital Pharmacist	1	1	-

حلقہ پی پی 152 کے بنیادی مراکز صحت کی تعداد

*2151۔سردار حسن اختر موکل، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) حلقہ پی پی 152میں کل کتنے بنیادی مراکز صحت ہیں اور کن کن گاؤں میں قائم ہیں۔

(ب) کتنے مراکز میں ڈاکٹر تعینات ہیں ہر مرکز میں تعینات ڈاکٹر کا نام بتائیں۔

(ج) ہر ڈاکٹر اپنے مرکز میں مہینے میں کتنے دن حاضر رہتا ہے۔نیز جو ڈاکٹرز حاضر نہیں رہتے ان کے خلاف حکومت نے کیا کارروائی کی ہے۔جن کے خلاف کارروائی کی گئی ہے ان کی تفصیل کیا ہے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) حلقہ پی پی۱۵۲ میں کل گیارہ بنیادی مرکز صحت ہیں جن کے نام یہ ہیں اور نام کے مطابق اسی گاؤں میں قائم ہیں۔

1۔ موکل 2۔ کلس 3۔ گاماں کاندی 4۔ روپ سنگھ 5۔ کلی سوکال کولنہ 6۔ مکھوکی 7۔ گھنن

مار 8۔ مونگی کلیاں 9۔ ڈھٹے 10۔ ڈھڈیاں 11۔ اماری واک

ب) (۵) مراکز میں ڈاکٹر تعینات ہیں۔

مراکز	ڈاکٹر	نام مراکز	ڈاکٹر
لندھی روپ سنگھ	محمد رفیق ساقی	۲۔ بکھو کی	نثار احمد
گھلن مہتار	محمد ارشد	۴۔ ڈھٹے	محمد رمضان
ڈھڈیاں	محمد جہانگیر		

ج) کوئی ڈاکٹر غیر حاضر نہیں رہتا۔ڈی ایچ او قصور نے تین ڈاکٹروں کا رہائش سنٹر میں نہ رکھنے کی وجہ سے پی سی اے بند کیا ہوا ہے جن کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ ڈاکٹر محمد جہانگیر ۲۔ محمد رفیق ساقی ۳۔ ڈاکٹر محمد رمضان

ادویات کی فراہمی

2158۔حاجی مقصود احمد بٹ، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

ف) پڈھانہ ہیلتھ سنٹر کینٹ لاہور میں تعینات عملہ کی تعداد کیا ہے ان کے نام عہدہ اور سکیل وائز فہرست فراہم کی جائے۔

ب) کیا یہ درست ہے کہ پڈھانہ ہیلتھ سنٹر میں ڈاکٹر اور باقی عملہ اکثر اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتے ہیں۔

ج) بجٹ 96-1995ء میں مذکورہ سنٹر کے لئے ادویات کی مد میں کتنی رقم مختص کی گئی ہے؟

د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ بالا سنٹر میں دوائی تو کجا ٹیکہ لگانے کے لیے سرنج تک دستیاب نہ ہے۔

ہ) اگر جز (ب) اور (د) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متذکرہ سنٹر میں ادویات کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لیے اقدامات کر رہی ہے۔نیز متعلقہ عملہ کے خلاف انضباطی کارروائی کرنے کو تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

ف) عملہ کی کل تعداد نو (۹) ہے۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	سکیل
۱۔	ڈاکٹر صائمہ سرفراز	لیڈی ڈاکٹر	۱۷
۲۔	خواجہ ابوذر ثانی	میڈیکل اسسٹنٹ (عارضی ڈیوٹی مزنگ ہسپتال)	۱۶
۳۔	زیب النساء	لیڈی ہیلتھ وزیٹر	۹

۴۔	مقصود احمد	سینٹری انسپکٹر	۸
۵۔	خالد محمود	ڈسپنسر	۶
۶۔	اکبری بیگم	نرس دائی	۲
۷۔	عمر خان	نائب قاصد	۱
۸۔	سلامت مسیح	چوکیدار	۱
۹۔	شوکت مسیح	سینٹری ورکر	۱

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) مذکورہ مالی سال۹۶-۱۹۹۵ء میں ادویات کی مد میں بنیادی مرکز صحت پڑھانہ کے لیے علیحدہ کوئی رقم مختص نہ ہے۔ تاہم ضلع کے چھ دیہی مرکز صحت اور سینتیس (۳۷) بی ایچ یو جن میں پڑھانہ بھی شامل ہے مبلغ 31,65,060/ روپے میڈیکل سٹور ڈپو اور لوکل پرچیز کے لیے 5,58,540/ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ اس مالی سال میں پڑھانہ سنٹر کو اب تک تقریباً مبلغ 35,600/ روپے کی ادویات مہیا کی گئی ہیں۔

(د) درست نہ ہے۔

(ہ) جز(ب) اور (د) کے مطابق عملہ کے خلاف کسی قسم کی انضباطی کارروائی کرنے کی ضرورت نہ ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

ڈاکٹروں کو اضافی الاؤنس کی ترغیب

644۔ سید تابش الوری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) اس وقت صوبہ کے سرکاری ہسپتالوں اور طبی اداروں میں میڈیکل آفیسرز اور پروفیسرز کی الگ الگ کتنی اسامیاں خالی ہیں ان میں سے کتنی اسامیاں شہروں میں اور کتنی دیہات میں خالی ہیں اور ان اسامیوں کے خالی رہنے کی کیا وجوہات ہیں۔ نیز یہ کب تک پُر کی جائیں گی۔

(ب) کیا حکومت دیہات میں کام کرنے کے لیے ڈاکٹروں کو اضافی الاؤنس یا ترغیب دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) پنجاب میں پروفیسرز کی 21 جبکہ میڈیکل آفیسرز کی 1025 اور وومن میڈیکل آفیسرز کی 230 اسامیاں خالی ہیں۔ پروفیسرز صاحبان کی تمام خالی اسامیاں شہروں میں جبکہ میڈیکل آفیسر اور وومن میڈیکل آفیسرز کی تمام خالی اسامیاں دیہات سے متعلق ہیں۔

درحقیقت پروفیسرز صاحبان کی جو اسامیاں خالی ہیں ان میں نصف سے زیادہ اسامیاں عارضی

طور پر پُر کی جا چکی ہیں جبکہ تین اسامیاں پبلک سروس کمشن کو بھجوائی جا چکی ہیں تا کہ ان پر مستقل طور پر تقرری کی جا سکے۔ عملی طور پر اب پروفیسرز کی کوئی اسامی خالی نہیں ہے۔ ماسوائے تین اسامیوں کے کیونکہ ان اسامیوں پر عارضی بنیادوں پر(On Current Charge Basis) ڈاکٹر صاحبان کام کر رہے ہیں۔علاوہ ازیں میڈیکل آفیسرز کی 1025 آسامیاں اور وومن میڈیکل آفیسرز کی 230 اسامیوں پر عارضی تقرریاں(On Adhoc Basis) کی جا چکی ہیں۔اور عارضی طور پر یہ اسامیاں پُر کی جا چکی ہیں۔

مزید براں میڈیکل آفیسرز کی ایک ہزار پچیس (1025) آسامیاں اور وومن میڈیکل آفیسرز کی دو سو تیس 230 اسامیاں پنجاب پبلک سروس کمیشن کو بھجوائی جا چکی ہیں تا کہ ان اسامیوں کو مستقل طور پر پُر کیا جا سکے۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن نے پروفیسرز میڈیکل آفیسرز اور وومن میڈیکل آفیسرز کی اسامیاں مشتہر بھی کر دی ہیں۔ان اسامیوں کو پُر کرنے کے لیے ڈاکٹر صاحبان کے انٹرویو 8 مئی 1995ء سے شروع ہو چکے ہیں۔

(ب) جی ہاں یہ درست ہے۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز محکمہ خزانہ کو ارسال کی ہے۔جس کے مطابق دیہات میں کام کرنے والے ڈاکٹروں کو مندرجہ ذیل شرح کے حساب سے اضافی الاؤنس دینے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔

(۱) دیہی طبی مرکز مردانہ /2500 روپے

(۲) دیہی طبی مرکز زنانہ /3000 روپے

(۳) بنیادی صحت یونٹ کیٹیگری اے /3000 روپے

(۴) ایضاً۔ بی /3500 روپے

بنیادی طبی مرکز جہاں پر بجلی سڑک وغیرہ کی سہولت نہ ہے۔ اسے کیٹیگری (بی) میں رکھنا تجویز کیا گیا ہے۔جبکہ بنیادی طبی مرکز جہاں پر سہولیات میسر ہیں۔ان کو کیٹیگری(اے) میں رکھنا تجویز کیا گیا ہے۔یہ تجویز محکمہ صحت کی طرف سے محکمہ خزانہ کو بھجوائی جا چکی ہے اور اب محکمہ خزانہ کے زیر غور ہے۔اس سلسلہ میں حکومت کی منظوری کے بعد مزید اقدامات کیے جائیں گے۔

سروس سٹرکچر کی منظوری

664۔چودھری اصغر علی گجر، کیا وزیر صحت از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) محکمہ صحت کے ملازمین پیرا میڈیکل سٹاف کے لیے سروس سٹرکچر کب تک منظور کیا جائے گا جو عرصہ دراز سے سرد خانہ میں پڑا ہوا ہے۔

(ب) مائیکروسکوپسٹ، سی ۔ ڈی ۔ سی ۔ لیبارٹری محکمہ صحت کے ملازمین کے لیے سروس سٹرکچر منظور کرنے، یعنی گریڈ نمبر ۱۰ میں ترقی دینے اور محکمانہ کورسز میں شامل نہ کرنے کی کیا وجوہات ہیں۔

(ج) کیا حکومت محکمہ صحت کے ایل ایچ وی، کو گریڈ نمبر ۱۴ اور ڈسپنسر کو گریڈ ۹ میں ترقی دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(د) محکمہ صحت میں تعینات اُن ٹرینڈ لیبارٹری اسسٹنٹ اور ایکسرے اسسٹنٹ جو غیر قانونی تعینات کیے گئے تھے، نہ نکالنے کی کیا وجوہات ہیں۔

(ہ) کیا حکومت محکمہ صحت کے ڈسپنسر اور میڈیکل ٹیکنیشن کو جنرل پریکٹشنر کے لیے بی کیٹیگری دینے کا ارادہ رکھتی ہے۔

(و) محکمہ صحت میں ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۳ء تک کتنے لیبارٹری اسسٹنٹ اور ایکسرے اسسٹنٹ ان ٹرینڈ تعینات کیے گئے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) ڈی جی ایچ ایس کی سربراہی میں قائم کردہ کمیٹی اس پر کام کر رہی ہے۔اس کمیٹی کے دیگر ممبران درج ذیل ہیں۔

(i)	ڈاکٹر نثار احمد باجوہ	جنرل منیجر گورنمنٹ میڈیکل سٹور ڈپو لاہور
(ii)	ڈاکٹر محمد افضل ہاشمی	ایگزیکٹو ڈائرکٹر سپیشل پروجیکٹ لاہور
(iii)	ڈاکٹر مظفر حفیظ	سرجن میڈیکولیگل پنجاب لاہور
(iv)	شمیم اختر مولا بخش	ڈی جی نرسنگ پنجاب لاہور

امید ہے کہ اس کمیٹی کی سفارشات ایک ماہ تک موصول ہو جائیں گی۔

(ب) سی ڈی سی شعبہ مائیکروسکوپسٹ محکمہ صحت کے لیے بھی نئے اور بہتر سروس سٹرکچر اور نئے گریڈ کی سفارشات مذکورہ بالا کمیٹی کے زیر غور ہیں اس شعبہ کے اہل کاروں پر محکمانہ کورسز

شمولیت پر کوئی پابندی نہیں اور ان اہلکاروں کو باری اور موقع کے حساب سے مطلوبہ کورسز پر بھیجا جاتا ہے۔

) ایل ایچ وی اور ڈسپنسر کو بہتر گریڈ دینے کی تجویز مذکورہ بالا کمیٹی کے زیر غور ہے۔

محکمہ صحت اَن ٹرینڈ ملازمین کی تعیناتی ٹرینڈ ملازمین کی عدم دستیابی کی وجہ سے کی گئی تاہم اب یہ فیصلہ کیا گیا ہے جو ملازمین بھی غیر قانونی طور پر رکھے گئے تھے۔ ان کی تعیناتی منسوخ کر دی جائے۔اس سلسلہ میں ڈی جی ایچ ایس کو ضروری ہدایات جاری کر دی گئی ہیں۔

محکمہ صحت میں صرف ڈسپنسروں کو میڈیکل سٹور کے لائسنس کے سلسلہ میں کیٹگری "سی" دینے کی تجویز زیر غور ہے۔اس بارے میں قواعد و ضوابط بنائے جا رہے ہیں۔جن کی منظوری کے بعد مذکورہ تجویز کو عملی شکل دی جائے گی۔

محکمہ صحت پنجاب میں 1988ء سے 1993ء تک 60 لیبارٹری اسسٹنٹ اور 74 ایکسرے اسسٹنٹ ان ٹرینڈ بھرتی کیے گئے۔جن کو کوالیفائیڈ لیبارٹری اسسٹنٹ اور ایکسرے اسسٹنٹ میسر نہ ہونے کی بناء پر بھرتی کیا گیا۔(تفصیل لف ہے۔)

تفصیل بابت جز(و)

محکمہ صحت میں 1988ء سے 1993ء تک جتنے ان ٹرینڈ لیبارٹری اسسٹنٹ اور ایکسرے اسسٹنٹ رکھے گئے۔ان کی ڈویژن وار تفصیل درج ذیل ہے۔

شمار	لیبارٹری اسسٹنٹ	ایکسرے اسسٹنٹ	ان ٹرینڈ رکھنے کی وجہ
ملتان ڈویژن	۶	۱۹	کوالیفائیڈ اہل کار نہ ہونے پر رکھے گئے۔ان کے پاس تجرباتی سرٹیفکیٹ تھے۔
ڈی جی خان ڈویژن	۱۹	۱۹	ایضاً۔
بہاولپور ڈویژن	۴	۷	ٹرینڈ اہل کار نہ ہونے کی وجہ سے ان ٹرینڈ بھرتی کئے گئے۔
فیصل آباد ڈویژن	-	-	
گوجرانوالہ ڈویژن	۶	۸	ایضاً۔

۶۔ راولپنڈی ڈویژن	۴	۲	۔ایضاً۔
۷۔ لاہور ڈویژن	۱۵	۱۴	۔ایضاً۔
۸۔ سرگودھا ڈویژن	۶	۵	۔ایضاً۔
کل تعداد	۶۰	۷۴	

اَن ٹرینڈ ملازمین کی تعیناتی

665۔چودھری اصغر علی گجر، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

محکمہ صحت ضلع یہ تحصیل ہیڈ کوارٹرہسپتال چوبارہ اور ڈی ایچ کیو ہسپتال یہ میں کتنے ملازمین کو بغیر تشہیر تعینات کیا گیا' اور کتنے ملازمین ان ٹرینڈ تعینات کیے گئے اور اس کی کیا وجوہات تھیں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال چوبارہ میں لیبارٹری اسسٹنٹ کی دو اسامیاں بغیر تشہیر کے پر کی گئیں۔

ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال یہ میں درج ذیل پانچ اسامیاں بغیر تشہیر کے پُر کی گئیں۔

(۱) لیبارٹری اسسٹنٹ ۱

(۲) ایکسرے اسسٹنٹ ۴

کل پانچ

ان غیر تربیت یافتہ اشخاص کو تربیت یافتہ اور تجربہ کار امیدواران کی عدم دست یابی کی وجہ سے مقامی طور پر رکھا گیا۔اب ان اہل کاروں کو ملازمت سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال چوبارہ میں کل تین اَن ٹرینڈ اہل کار رکھے گئے ۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) لیبارٹری اسسٹنٹ ۲

(۲) ایکسرے اسسٹنٹ ۱

کل تین

جبکہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال یہ میں کل پانچ اَن ٹرینڈ اہل کار رکھے گئے ۔

(۱) لیبارٹری اسسٹنٹ ۱

(۲) ایکسرے اسسٹنٹ ۴

کل پانچ

ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد میں سہولتوں کی فراہمی

721۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد میں بجلی کی ناقص وائرنگ کے باعث اکثر بجلی خراب رہتی ہے نیز فراہمی آب اور نکاسی آب کی سہولتیں بھی ناقص ہیں۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہو تو مذکورہ ہسپتال میں ان سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنانے کے لئے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)۔

(الف) یہ درست نہیں ہے تاہم یہ بات کہی جا سکتی ہے۔ کہ بعض اوقات DHQ ہسپتال حافظ آباد میں وائرنگ کی خرابی کی وجہ سے بجلی کا نظام خراب ہوجاتا ہے۔متعلقہ محکمہ سے رابطہ کرنے پر اس خرابی کو درست کر دیا جاتا ہے۔متعلقہ محکمے کو محکمہ صحت نے ہدایت کی ہے کہ 1995-96ء کے مالی سال کے دوران وہ ہسپتال کی سالانہ مرمت میں بجلی کی وائرنگ کی درستگی پر خاص توجہ دیں۔اسی طرح فراہمی آب اور نکاسی آب کا نظام بھی کچھ خراب تھا۔لیکن متعلقہ محکمہ کو اطلاع دینے پر اس نظام میں بڑی حد تک بہتری آچکی ہے۔

(ب) محکمہ صحت نے متعلقہ محکمہ کو ہدایت کر دی ہے کہ موجودہ مالی سال 1995-96ء کے دوران DHQ ہسپتال حافظ آباد کی سالانہ مرمت کرتے وقت نظام بجلی اور نظام فراہمی آب اور نکاسی آب پر خاص توجہ دیں۔

ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد کے ملازمین کو رہائشی سہولتوں کی فراہمی

722۔سید محمد عارف حسین شاہ بخاری، کیا وزیر صحت ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد میں ملازمین کے لیے رہائشی سہولتیں ناکافی ہیں۔

(ب) اگر جز(الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت متعلقہ ملازمین کو رہائشی سہولتیں فراہم

کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر صحت (جناب غلام سرور خان)،

(الف) ڈی ایچ کیو ہسپتال حافظ آباد میں میڈیکل آفیسروں، نرسوں اور نچلے طبقے کے ملازمین کے لیے کافی تعداد میں رہائشیں موجود ہیں جن کی کل تعداد اس وقت 23 ہے۔ تاہم سپیشلسٹوں اور میڈیکل سپرنٹینڈنٹ کے لیے رہائشی سہولت موجود نہ ہے۔

(ب) ڈسٹرکٹ ہسپتال حافظ آباد کا درجہ بڑھانے کے لیے ایک سکیم تیار کی جا رہی ہے۔ جس میں مطلوبہ رہائشیں شامل کر لی جائیں گی اور سکیم کی منظوری اور فنڈز کی فراہمی کے بعد کام شروع کر دیا جائے گا۔

راجا محمد جاوید اخلاص، پوائنٹ آف آرڈر---

جناب سپیکر، ایک منٹ، پہلے حمید صاحب کر لیں پھر اخلاص صاحب آپ کر لیجیے گا۔

جناب ایس اے حمید، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جب اس اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا تھا اور صحت کے بارے میں ڈسکشن کی گئی اس وقت آپ نے observation دی تھی کہ وزیر صحت اسی سیشن میں اپوزیشن اور دیگر ممبران کی طرف سے جو نکات اٹھائے گئے ہیں ان کا کسی وقت جواب دیں گے لہٰذا میری درخواست ہے کہ آج صحت کے سیکرٹری صاحب اور دوسرے دوست بھی موجود ہیں تو وزیر صحت اس بارے میں اپنا پالیسی بیان دیں تا کہ ہم نے جو جو چیزیں take up کی ہیں -----

جناب سپیکر، دیکھیے پالیسی بیان تو انہوں نے دے دیا تھا۔ آپ نے یہ خواہش کی تھی کہ آپ نے جو تجاویز دی ہیں وزیر موصوف اپنے محکمے کے ساتھ ان کے بارے میں میٹنگ کریں اور اس میٹنگ کے رزلٹ میں اگر کوئی ایسی بات ہو جو نیا decision ہو تو وہ اس سے ہاؤس کو مطلع کریں۔ اس کے بارے میں ان سے گزارش کی گئی تھی۔ چودھری بدرالدین صاحب تشریف رکھتے ہیں چودھری صاحب، آپ آج یا کل اس کے بارے میں کوئی بات کرنا چاہیں گے؟

وزیر صحت (چودھری بدرالدین)، جناب والا! انہوں نے جو نکات اٹھائے تھے ان کے بارے میں میں ان سے میٹنگ کر کے کل جواب دوں گا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جی۔ کل یہ جواب دیں گے۔

محمد جاوید اخلاص: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جیسا کہ حکومت پالیسی ہے کہ دیہاتی علاقوں میں ہر یونین کونسل میں ایک بنیادی مرکز صحت قائم ہونا ہے ۔ ۔ سپیکر! میں نے اس ضمن میں ایک سوال بھی کیا تھا کہ ضلع راولپنڈی میں صرف دو یونین سلیں اس بنیادی سہولت سے محروم ہیں ۔ وہ یونین کونسل موہڑہ نوری اور یونین جنگ شریف ۔ بارے میں میں نے سوال کیا ہوا ہے لیکن اس کا نمبر نہیں آیا ۔ براہ مہربانی رول ۵۲ کے تحت کو pend کر دیں تاکہ اس محروم علاقے میں جہاں یہ دو یونین کونسلیں خالی ہیں وہاں بنیادی لز صحت قائم ہو سکیں۔

بر صحت (غلام سرور خان): جناب سپیکر! میرے فاضل بھائی نے جو ابھی فرمایا ہے کہ دو یونین ل بغیر بیسک ہیلتھ یونٹس کے چل رہی ہیں ان کی اطلاع کے لیے میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ان جو ہوم یونین کونسل موہڑہ نوری ہے اس میں تو بیسک ہیلتھ یونٹ چل رہا ہے اور جو ان کی مری یونین کونسل ہے اس کے لیے گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق اگر یہ جگہ دے دیں تو ہم نیا ۔ ایچ۔ یو کھولنے اور چلانے کے لیے تیار ہیں۔ اسے تو ڈسکس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔ یہ جگہ ہم ہسپتال بنا دیں گے۔

ب سپیکر: ٹھیک ہے۔

ظفر علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔جناب سپیکر! میں نے ایک سوال نمبر ۲۰۴۴ بھیجا تھا جو اس میں ہے اس کو تقریباً آٹھ نو مہینے ہو گئے ہیں اس کے جواب کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول ہوا۔ جناب والا! میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا میرا سوال کلکتہ سے چلا ہوا ہے یا بمبئی سے ہوا ہے یا پھر یہ کہاں سے چلا ہوا ہے کہ جس کو نو مہینے لگ گئے ہیں یہ ابھی تک اسمبلی چیمبر تک پہنچا۔

ب سپیکر: اسمبلی چیمبر تک۔۔

ظفر علی شاہ: جناب والا! اگر یہ اسمبلی چیمبر تک پہنچتا تو پھر یہاں لکھا جاتا نا جناب ۔

ب سپیکر: نہیں جواب موصول نہیں ہوا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! کس کو موصول نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، ہمیں نہیں موصول ہوا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہی تو میں عرض کر رہا ہوں کہ وہ کہاں سے چلا ہوا ہے جو یہاں تک نہیں آیا۔

جناب سپیکر، آپ کا سوال ہم تک تو پہنچ گیا۔ اس کا جواب نہیں پہنچا۔

سید ظفر علی شاہ، میں جواب کی ہی تو بات کر رہا ہوں کہ کیا جواب بنگلور سے چلا ہے یہ کہاں سے چلا ہے۔

جناب سپیکر، ذرا ڈی۔ ایچ۔ ایل سے وہ جواب بھیج دیجیے۔

وزیر صحت (غلام سرور خان)، جناب والا! سوال کا جواب میرے پاس تو پہنچ چکا ہے لیکن جب اس فہرست کو ترتیب دی گئی تھی اس وقت یہ اسمبلی سیکرٹریٹ کے پاس نہیں پہنچ سکا۔ شاہ صاحب اگر اس کی تفصیلات سننا چاہیں گے تو میں ویسے بھی عرض کر دوں گا نہیں تو یہ اگلے سیشن میں discuss ہو جائے گا۔

جناب سپیکر، کیا آپ اسے اگلے سیشن میں لانا چاہتے ہیں یا پھر یہ آپ کو تفصیل دے دیں گے۔

سید ظفر علی شاہ، ٹھیک ہے یہ مجھے اس کی تفصیل دے دیں۔

جناب سپیکر، میرے خیال میں اب ہمیں آگے چلنا چاہیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! میں ایک بات عرض کرنی چاہتا ہوں کہ کل کے سیشن میں جناب ڈپٹی سپیکر چیئر پر تھے۔ میں نے درخواست کی تھی کہ ایجنڈے کے مطابق ۱۳ تاریخ کو Population Planning پر بحث رکھی گئی تھی اور جو Electoral Reforms propose کی گئی ہیں اس کے لیے ۱۴ تاریخ رکھی گئی ہے۔ میں نے یہ درخواست کی تھی کہ اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۳ تاریخ کو Election proposals لے لی جائیں اور ۱۴ کو Population Planning کر دی جائے تو جناب ڈپٹی سپیکر نے مجھ سے اتفاق کیا تھا۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں نے آج ان سے پوچھا تھا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ آپ

ایجنڈا اسی کے مطابق چلنے دیں کل بھی اتنا ہی اہم دن ہے۔ اس میں فرق کیا ہے؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ہمیں صرف ایک دقت ہے۔

جناب سپیکر، یہ تو آپ وزیر موصوف، وزیر قانون اور آپ نے میرے ساتھ مل کر طے کیا تھا اگر آپ آپس میں طے کر کے متفقہ طور پر مجھے بتائیں تو تب کوئی بات ہو سکتی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! اس سے انکار نہیں ہے لیکن یہ طے شدہ بات تھی لیکن وزیر قانون صاحب نے اس دن ۶ مارچ کی چھٹی کروا دی جبکہ ۶ تاریخ کو سیشن ہونا تھا۔

جناب سپیکر، یہ آپ کی آپس کی بات تھی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! میری صرف درخواست ہے۔

جناب سپیکر، ہماری تو مجبوری ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اچھا جی۔ چلیے۔

جناب سپیکر، آپ آپس میں بات کر لیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! وقفہ سوالات ختم ہو رہا ہے اور شعبہ ہیلتھ کے اوپر آپ کی اجازت سے میں ایک وضاحت چاہوں گا کہ جنرل ہسپتال کی by phase تعمیر شروع ہو چکی ہے اور اس کا phase one مکمل ہو چکا ہے اس کی مشینری آ چکی ہے اس مشینری کی میعاد کا جو پریڈ تھا وہ اس مشینری کے استعمال کیے بغیر ختم ہو رہا ہے صرف اس لیے کہ وہاں پر ایک بیلٹ لفٹ اور ایک جنریٹر خریدنا ہے۔ میں وضاحت چاہوں گا کہ اس کے لیے آپ کب تک فنڈز مہیا کر دیں گے۔

جناب سپیکر، اب وقت چونکہ ختم ہو گیا ہے اب آپ کب والی بات کا سوال نہ کریں۔ یہ جو اب بتا رہے ہیں مہربانی سے اس پر توجہ دے دیجیے۔ جتنی جلدی ہو سکے۔

وزیر صحت (غلام سرور خان)، میرے بھائی مجھے لکھ کر دے دیں اس کے بارے میں جو کچھ بھی ہو گا اس پر جلد از جلد ایکشن لے لیں گے۔

جناب سپیکر، آپ یہ بات انہیں لکھ کر دے دیں۔

اب تحاریک استحقاق شروع ہوتی ہیں ۔ ----------

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ذرا عقل کو حاضر کر کے میری بات کو سنیے گا۔ جناب والا! میرا یہ پوائنٹ آف آرڈر relevant ہے۔ اگر یہاں وٹو صاحب کے کہنے پر لطیفے بازی ہو جاتی ہے تو پھر سپیکر اجازت دے دیتے ہیں۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ کل موہل صاحب کرسئ صدارت پر تشریف فرما تھے اور میرا اندازہ غلط نکلا کیونکہ میں سمجھتا تھا کہ راے صاحب مجھے کاٹتے ہیں اور موہل صاحب نہیں کاٹتے ۔ لیکن ہوا یہ میں ڈپٹی سپیکر موہل صاحب کی بارگاہ میں ان کی خدمت عالیہ میں پہلی دفعہ دو مرتبہ گیا شاید ایک دفعہ پہلے گیا ہوں گا اور میں نے جا کر ان کے کان میں کہا کہ میرا resolution ہے جناب والا! کل میرے دو resolutions تھے ۔ موہل صاحب نے مجھے یقین دہانی کرائی کہ آپ کا resolution ایسا مقدس resolution ہے کہ اسے کوئی oppose نہیں کرے گا۔

جناب والا! بات یہ ہے کہ میرے جیسا آدمی جس کا مذہبی گھرانے سے تعلق ہو اور اللہ اور اس کے رسول کی باتیں بھی کرے آپ اسے تنگ کر کے کیوں بدتمیز بنانا چاہتے ہیں ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اخلاقی گفتگو کروں ۔ میں پیار سے گفتگو کروں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اخلاق کا درس دیا ۔ وہ اخلاق کا درس علامہ اقبال جیسے بھی لینے گئے ۔ علامہ اقبال درویش لاہوری جنہوں نے تصور پاکستان پیش کیا تھا وہ بھی فیض لینے شرقپور شریف گئے تو جناب والا! میں اس گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ آپ بھی وہاں تشریف لاتے تھے جب ضیاء کے قصیدے گا رہے تھے ۔ آپ مجھے کہتے تھے کہ ضیاء کی حمایت کرو پھر آپ نے ضیاء کو چھوڑ دیا ۔ تو بات یہ ہے کہ برادرم محترم اور میرے آرائیں بھائی راے صاحب بچ چک آپ کا گاؤں ہے لاہور کے انٹرویو میں آپ کہتے ہیں کہ میں لاہور میں پیدا ہوا ہوں میرا لاہور سے تعلق ہے ۔ جناب والا! آپ کا تعلق لاہور سے نہیں آپ ہمارے ضلع شیخوپورہ کے ہیں اور شرقپور کراس کر کے بچ چک جاتے ہیں ۔ آپ کا اور ہمارا یارانہ ہے ہم آپ کو بیٹھائیں گے اور آپ کو حلوہ کھلائیں گے ہم آپ کو leg piece کھلائیں گے ۔

راے صاحب! محترم بات سن لیں ۔ کل کیا ہوا یہ میری التجا ہے آپ اسے سن لیں ۔ اس

بعد مجھے نہ بولنے دینا۔ اس کے بعد پورا مہینہ مجھ پر بریک لگا دینا۔ یہ میری humble request آپ اسے سن لیں and this is for your kind information کہ کل کیا ہوا کل یہ ہوا کہ نے موبل صاحب کے کان میں ادب کے ساتھ کہا کہ کرپشن پر جو قرارداد سید تابش الوری صاحب کی ہے اس پر کمیٹی بنانے کا مسئلہ ہے اس پر تو یہ ہونا چاہیے تھا میں نے کہا کہ جی بہت وقت ہو ہے اور موبل صاحب بار بار فرما رہے تھے۔۔۔ آپ اس وقت اپنے چیمبر میں کھانا کھانے گئے تھے ہم چاہیں تو ہم یہاں کھا نہیں سکتے آپ کھانا کھانے جاتے ہیں پھر آپ اپنے منہ سے ۔۔۔۔۔ کچھ انداز ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ چکن کھا کر آئے ہیں ۔ تو حضور والا مطلب یہ ہے آپ کھانا کھا کر fre حالت میں آئے بڑے relax ہو کر آ کر بیٹھ گئے اور آپ سلتے آئے ہیں۔۔۔۔۔۔ بات یہ ہے کہ نے تین گھنٹے ظلم ۔۔ ظلم ۔۔ ظلم کہ کرپشن پر بات ہوئی اور موبل صاحب کا ارشاد یہ تھا کہ میاں سمید کو تو کوئی oppose نہیں کرے گا وہ مجھے تسلی دے رہے تھے ۔۔۔ مجھے وہ تسلی دے رہے تھے مجھے تسلی دے رہے تھے مجھے تھپکی دے رہے تھے میں بار بار جاتا تھا۔ تو جناب والا! بات یہ ہے کہ لمبی تقریروں کی کیا ضرورت تھی؟ پھر پوائنٹ آف آرڈر ۔۔۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو relevant تھے وہ بھی یہاں بولے گئے اور موبل صاحب خاموش رہے۔ میں نے کل کہا تھا کہ پوائنٹ آف ر بڑا لمبا ہو گیا ہے ۔ تو آپ نے فرمایا تھا کہ ہونے دو ۔ کل میں نے عرض کی تھی کہ اجلاس ایک ا بڑھا دیں لیکن جب آپ کی اپنی رضا ہوتی ہے جب آپ کی اپنی مرضی ہوتی ہے تو پندرہ منٹ دیتے ہیں۔ کبھی بیس منٹ بڑھا دیتے ہیں کبھی ایک گھنٹا بڑھا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ن پر عمل ہے تو کبھی ٹائم نہ بڑھایا جائے ۔ اگر قانون پر عمل ہو تو پوائنٹ آف آرڈر ہر وقت relevar ہوتا ہے ۔ جب وٹو صاحب نے کہا تھا

گو ہاتھ کو جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ساغر و مینا میرے آگے

تو آپ نے یا موبل صاحب نے دستی صاحب سے لطیفہ سن لیا تھا ۔ قانون کا بیڑہ غرق آپ خود کرتے ہیں ۔ یا تو عمل کیا کریں ۔ آج میری وہ قرارداد لے لیں۔ اگر نہیں لینی تو آپ کی ی ۔ میں کیا کر سکتا ہوں ۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب تحریک استحقاق کا وقت شروع ہوتا ہے ۔ ایس اے حمید ' جناب ارشد عمران سلہری ' جناب محمد منشاء اللہ بٹ ' راجہ جاوید اخلاص ' صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم ' میاں فضل حق ' سید ظفر علی شاہ ' میاں عمران مسعود ' سید محمد عارف حسین بخاری ' میاں معراج الدین ' جناب شاہد ریاض ستی اور حاجی عبدالرزاق صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 10 ہے ۔ جو شاہد ایس اے حمید صاحب پیش کرنا چاہ رہے ہیں۔

روز نامہ "مساوات" میں حزب اختلاف کے خلاف ہتک آمیز الفاظ کی اشاعت

جناب ایس اے حمید ، شکریہ جناب سپیکر !

میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ پیپلز پارٹی نے بحیثیت ایک سیاسی جماعت کے حزب اختلاف کے اراکین پر بے بنیاد الزامات لگانے اور انھیں بے جا ہدف تنقید بنانے کا تو ایک وتیرہ بنا ہی رکھا ہے مگر اس جماعت کے ملکیتی اور ترجمان اعلیٰ اخبار نے چند قدم آگے چھلانگ لگا کر حق نمک ادا کرنے کی بھونڈی کوشش کی ہے۔ روز نامہ "مساوات" لاہور نے اپنی 4 مارچ 1996ء کی اشاعت میں ایک کارٹون چھاپا ہے جس میں ایک ماسٹر صاحب بچوں سے پوچھ رہے ہیں کہ "بچو ---- وہ کونسی دو چیزیں ہیں جو کبھی سیدھی نہیں ہوتیں"

"ماسٹر جی ---- ایک تو کتے کی دم اور دوسری اپوزیشن"

روز نامہ "مساوات" کے کارٹونسٹ ' ایڈیٹر ' پرنٹر اور پبلشر نے جس ڈھٹائی اور کینہ پروری کا ثبوت دیا ہے اور حزب اختلاف کے منتخب ارکان اسمبلی کے خلاف جو ہرزہ سرائی کی ہے وہ نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ قابل گرفت بھی ہے ۔ یاد رہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو بھی حزب اختلاف میں رہ چکی ہیں ۔ اس اخبار نے حزب اختلاف کے اراکین کے لیے جو بازاری اور اخلاق سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کیے ہیں وہ کسی بھی جمہوری اور مہذب دنیا میں ملنے محال ہیں۔ اخبار کے کارٹونسٹ ' ایڈیٹر ' پرنٹر اور پبلشر نے جان بوجھ کر یہ حرکت کر کے نہ صرف ہمارا بلکہ پورے معزز ایوان کا استحقاق مجروح کیا ہے لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ تحریک استحقاق میں ساری بات واضح ہو چکی ہے اور میں اپنی بات لمبی نہیں کرنا چاہتا۔ عرض صرف اتنی ہے کہ حزب اقتدار اور حزب اختلاف جمہوریت کی گاڑی کے دو پہیے ہیں اور اگر ایک پہیہ خراب یا ناقص ہو تو چلنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو جمہوریت پھل پھول نہیں سکتی۔ فروغ نہیں پا سکتی اور دنیا کے مہذب ممالک میں اپوزیشن کو ایک قابل قدر اور نمایاں مقام دیا جاتا ہے بلکہ ایک ایسے جذبے کے تحت ان کی باتوں کو اہمیت دی جاتی ہے کہ جیسے وہ حکومت کا ایک حصہ ہوں۔ جمہوری اصطلاح میں اور سیاسیات کی اصطلاح میں اپوزیشن کو Government in waiting کہتے ہیں اور یہ ہے بھی حقیقت کہ آج کی اپوزیشن کل کی حکومت اور آج کی حکومت کل کی اپوزیشن ہوتی ہے۔ یہی جمہوریت کا حصہ ہے۔ جناب سپیکر! اقتدار آنی جانی چیز ہے اور یہ کبھی کسی کے پاس مستقل طور پر نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی بھی اقتدار کا مالک نہیں ہے۔ اسی لیے قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی کہ

قل اللھم ملک الملک تؤتی الملک من تشآء و تنزع الملک ممن تشاء و تعز من تشآء و تذل من تشآء بیدک الخیر انک علیٰ کل شیٔ قدیر o

جناب سپیکر! یہ آیت کریمہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اللہ پاک تمام بادشاہیوں کا مالک ہے۔ تمام بادشاہوں کا بادشاہ، تمام شہنشاہوں کا شہنشاہ صرف خدا کی ذات ہے۔ جسے چاہتا ہے حکومت دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پہ قادر ہے۔

جناب سپیکر! بطور مسلمان جب ہمارا یہ عقیدہ ہے، ہمارا یہ ایمان ہے کہ بادشاہی اس کے پاس ہے، وہی بادشاہی دینے والا ہے، وہی حکومت دینے والا اور وہی حکومت چھیننے والا ہے تو پھر اس حکومت پہ اور اس حکومت سازی، ان وزارتوں اور مشاورتوں پہ، وزارت اعلیٰ پہ اور وزیر اعظم کے مرتبے پر اور اس عہدے پر کسی ناز اور کسی فخر کی ضرورت نہیں۔ یہ طرز عمل دنیا نے دیکھا کہ کل کو جو حکمران تھے جب وقت آیا تو انھیں واپس بلا لیا گیا۔ جناب سپیکر! وہ وقت اب بھی آنے والا ہے۔ آپ میں اور سب محسوس کر رہے ہیں کہ Third World Countries میں جہاں وسائل اور مسائل کی جنگ رہتی ہے۔ جہاں پہ مسائل زیادہ اور وسائل کم ہوں وہاں پہ ہمیشہ حکومتیں بدل جایا کرتی ہیں۔ وہاں پہ ہمیشہ اپوزیشن کو موقع ملتا ہے۔ کیونکہ عوام کے مسائل اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ محدود وسائل

میں وہ حل نہیں ہو سکتے ۔ اس لیے حکومتوں میں بار بار تبدیلی آتی ہے اور اپوزیشن کو موقع ملتا ہے وہ حکومت میں آئے اور جب اپوزیشن حکومت میں آتی ہے تو پھر اس کی اپوزیشن کو موقع ملتا ہے کہ وہ حکومت میں آئے۔ جناب سپیکر! ان حالات کے پیش نظر ایک طرف پیپلز پارٹی کا منشور کہ جمہوریت ہماری بنیاد ' ہماری سیاست اور ایک طرف یہ کہنا کہ ہم جمہوریت میں ریلیشن شپ قائم کرنا چاہتے ہیں ' ہم ورکنگ ریلیشن شپ قائم کرنا چاہتا ہیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ مل کے چلیں۔ جناب سپیکر! کیا پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن نے حکومت کے ساتھ ورکنگ ریلیشن شپ کے تحت تمام اجلاسوں کی کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔ کیا اپوزیشن اس ملک ' اس صوبے کے لیے خدمات انجام نہیں دے رہی ۔ جناب سپیکر! کیا اپوزیشن عوام کے مسائل کو اجاگر کرنے کے لیے اور وہ باتیں جو حکومتی اراکین کچھ اپنی مجبوریوں کی بنیاد پر نہیں کہہ سکتے وہ باتیں ان کے منہ سے نہیں نکلتیں۔ جس سے نا صرف حکومتی اراکین کا بلکہ اپوزیشن کے تمام کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر یہ ایک ہی گاڑی کے دونوں پہیے ہیں ' اگر جمہوریت میں ان کا وجود نا گزیر ہے ۔ اگر یہ inevitable ہے تو اس اپوزیشن کو قابل عزت اور قابل قدر مقام دینا چاہیے۔

جناب سپیکر! یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ یہاں جب بھی کبھی اپوزیشن تعمیری بات کرتی ہے اسے مخالفت برائے مخالفت کی بنیاد پر turn down کر دیا جاتا ہے۔ آپ کتنے بھی مخلص کیوں نہ ہوں' آپ کتنے بھی sober کیوں نہ ہوں' آپ کتنے بھی مخلص کیوں نہ ہوں' آپ کتنے بھی سنجیدہ کیوں نہ ہوں کوئی بات آپ کی اس لیے نہیں سنی جاتی اور اس کی مخالفت صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ بات صرف اپوزیشن کے ممبر کی طرف سے کی جا رہی ہے۔ جناب سپیکر! یہ قابل افسوس رویہ ہے ۔ یہ اس لیے بھی قابل افسوس ہے کہ آج اس طرف بیٹھنے والوں کو کل اس طرف بیٹھنا ہے ۔ کل ہم ادھر بیٹھے تھے اس وقت ہم نے ان لوگوں کی قدر کی اور آج جو ادھر بیٹھے ہیں انہیں ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھنا چاہیے ۔ جو آج وہ وہاں پہ کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ جو وہ آج ہمارے ساتھ یہاں پہ کر رہے ہیں کل وہی ان کے ساتھ بھی دہرائی جا سکتی ہیں۔

جناب سپیکر! اس ایوان کے تقدس کو کئی بار پامال کیا گیا۔ لیکن آج ایک اخبار جس کا نام "مساوات" ہے جو کہ پیپلز پارٹی کا ترجمان ہے جو اس کی پالیسی بیان کرتا ہے ۔ جو پیپلز پارٹی کے ریڈرز اور ناظرین کو اپنی پارٹی لائن بتاتا ہے ۔ اگر انھیں یہ پیغام دیا جائے کہ اپوزیشن اور کتے کی دم

رابر ہے وہ کبھی سیدھی نہیں ہوسکتیں ۔ تو پھر کس طور پر اپوزیشن کے دل میں حکومتی اداروں کا اور حکومتی ارکان کا ' وزراء کا مشیروں کا احترام بڑھ سکتا ہے ۔ جناب سپیکر! آپ اس معزز ایوان کے انتہائی قابل نہ صرف سپیکر ہیں بلکہ ماضی میں اسی اخبار کے ایک اہم عہدے پر فائز رہے ہیں۔ آپ ایک دانشور ہیں اور آپ سے ہمیں بہت سی امیدیں وابستہ ہیں کیونکہ آپ نہ صرف حزب اقتدار کے سپیکر ہیں بلکہ حزب اختلاف کے بھی سپیکر ہیں ۔ جب ہمارے ساتھ کوئی زیادتی ہو گی تو آپ نے اس زیادتی کی تلافی کرنی ہے ' آپ نے کئی مواقع پر تلافی کی مجھے اس کا اعتراف ہے ' میرے ساتھیوں کو اس کا اعتراف ہے ۔ جب پچھلے سال فنڈز کی بات ہوئی تو آپ نے فنڈز کے معاملے میں یہاں پر دو ٹوک رائے دی تھی کہ یہ فنڈز ہر ممبر کو ملنے چاہیے اور منظور وٹو کی حکومت ہمیں فنڈز دینے کے لیے مجبور ہو گئی تھی ۔ ہم اس کے لیے آپ کے شکرگزار ہیں۔ کل پھر آپ نے observation دی کہ فہرست مہیا کی جائے کہ کن کن لوگوں کو فنڈز دیے گئے ہیں ۔ اگر آپ چاہتے تو آپ یہ حکم نہ دیتے لیکن آپ نے خلوص کی بنیاد پر ' جب آپ کو یہ یقین نہیں آیا کہ وزیر اعلیٰ ٹھیک بات کر رہے ہیں ' جب آپ کو یہ یقین نہیں آیا کہ حکومتی ارکان ٹھیک بات کر رہے ہیں ' صرف ہوا میں بات کر رہے ہیں تو پھر آپ نے یہ حکم کو جاری کیا جس کی روشنی میں ان کے جھوٹ کے پتے چاک ہونے والے ہیں۔ جناب سپیکر! اگر آپ یہ دلیرانہ اقدام اٹھا سکتے ہیں تو پھر یہ بھی ایک ایسی بات ہے جس سے جمہوریت کی کشتی کو ڈبونے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ جمہوریت جو ابھی اس ملک میں' اس صوبے میں ایک نوخیز پودہ ہے اور اس نے اسے مسلنے کی کوشش کی ہے۔ جس نے اپوزیشن کے ان ارکان جو سوچ کر' سمجھ کر' seriously, soberly, اور sincerely بات کرنا چاہتے ہیں ان کے منہ کھلوانے کی کوشش کی ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنی بات کو ختم کر رہا ہوں اور یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس تحریک استحقاق کو ضابطہ قرار دیتے ہوئے admit کیا جائے اور اس بات کا موقع دیا جائے کہ اس اخبار کے editor, printer, publisher کے بارے میں کوئی لائحہ عمل تیار کر کے ان کو مناسب سزا دی جا سکے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، ایک بات کی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حکومت یا وزیر اعلیٰ صاحب کے بیان کو غلط سمجھتے ہوئے فہرست مہیا کیے جانے کا مطالبہ کیا ہے ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے تو حقیقتِ حال کو سامنے لانے کے لیے یہ کہا تھا۔ اس وقت منصوبہ بندی و ترقیات کے وزیر صاحب

تشریف نہیں رکھتے۔ وزیر قانون صاحب! از راہ کرم انھیں convey کیجیے کہ میں نے یہ کہا تھا کہ اسی اجلاس میں وہ یہ فہرست پیش کریں۔ اب ایک دن باقی ہے اور کل وہ لازماً فہرست دیں۔

وزیر قانون: جناب والا! ابھی وہ دو منٹ بعد ہاؤس میں تشریف لے آئیں گے اور خود ہی وضاحت کر دیں گے۔

جناب سپیکر: اس تحریک استحقاق کا کون جواب دے گا؟

وزیر اطلاعات: جی میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی ارشاد۔

وزیر اطلاعات: جناب سپیکر! مجھے اس تحریک استحقاق کا version ابھی ابھی ملا ہے۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! ہاؤس in order نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ کھوسہ صاحب! آپ پر ایس اے حمید صاحب کو بہت اعتراض ہے۔ آپ شور مچا رہے ہیں۔

وزیر اطلاعات: جناب والا! میں اس سلسلے میں پنجاب حکومت کی پالیسی کے بارے میں جو کہ media کے ساتھ ہے اور خاص طور پر اخبارات کے ساتھ ہے اس کو nutshell میں عرض کروں گا اور ساتھ ہی ساتھ اسی perspective میں رہتے ہوئے اپنی گزارشات کروں گا۔ جناب والا! اخبارات پر حکومت کی طرف سے کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہے۔ اپوزیشن اور حکومت دونوں اخبارات والے بھائیوں اور دوستوں سے مل کر اگر اس کے لیے ایک code of ethics یا legal sanctity طے کر لیں تو میرے خیال میں اس طریقے سے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے اور جہاں تک اخبارات کی آزادی کا تعلق ہے وہ بھی اپنی جگہ پر قائم رہے گی۔ اگر اخبارات یا رسائل میں کچھ ایسی باتیں آتی ہیں جن کو کئی دوست بے بنیاد سمجھتے ہیں تو ان کے لیے بھی ایک راہ عمل نکل سکتی ہے۔ جناب والا! جہاں تک اس کارٹون کا تعلق ہے تو یہ اپنی اپنی نظر کی بات ہے۔ جب میں نے یہ کارٹون دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ ایک حقیقت کو زیادہ اجاگر کرنے کے لیے اور اپوزیشن کے رویے کو زیادہ مضبوط تر طریقے سے پیش کرنے کے لیے یہ کارٹون ہے۔

حاجی عبدالرزاق : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : حاجی عبدالرزاق صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ۔

حاجی عبدالرزاق : جناب سپیکر ! آپ کے علم میں ہونا چاہیے کہ طارق عزیز جو پیپلز پارٹی کا ایک ترجمان یا کارکن تھا وہ ٹیلیویژن پر ایک شو کرتا تھا ۔ اس نے ناظرین سے ایک سوال کیا تھا کہ پاکستان میں سب سے زیادہ کس کے سالے ہیں ؟ تو جواب میں ایک منچلے نے کہا کہ بے نظیر کے ہیں ۔ اسی بات پر اسی کی چھٹی کروا کر اسے گھر بھجوا دیا گیا تھا ۔ کیا یہ اس سے بھی چھوٹی بات ہے ؟ انھوں نے تو کہا ہے کہ ساری حزب اختلاف کتے کی دُم کی طرح ٹیڑھی ہے ۔ یہ کتنی شرمناک بات ہے اور پھر اوپر سے وزیر صاحب فرما رہے ہیں کہ یہ حقیقت ہے ۔ کیا یہ حقیقت ہے اور اس حیثیت میں آپ شامل نہیں ہیں ؟ آج ہم حزب اختلاف میں ہیں تو کل آپ حزب اختلاف میں ہوں گے ۔ مجھے وزیر صاحب کی بات کا بہت افسوس ہوا ہے ۔

جناب سپیکر : میں حاجی صاحب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ حاجی صاحب کبھی کبھی بولتے ہیں لیکن اتنے زور سے بولتے ہیں کہ وہ سنائی نہیں دیتا ۔ بعض اوقات جیسے روشنی ہوتی ہے تو وہ روشنی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے ۔ کسی نے اس پر مصرعہ کہا تھا " کہ اندھیرا کر دیا ہے روشنی نے " حاجی صاحب اتنا اونچا بولتے ہیں کہ سنائی نہیں دیتا ۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم : پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم : جناب سپیکر ! آپ نے فرمایا کہ حاجی صاحب بڑے زور سے بولتے ہیں ۔

جناب سپیکر : آپ امید ہے کہ آہستہ بولیں گے ۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم : میں آپ کی مہربانی سے آہستہ ہی بول رہا ہوں ۔ میرا خیال ہے کہ حاجی صاحب کو دوبارہ موقع دیا جائے کہ وہ اپنی گفتگو کو بڑے احسن انداز سے آپ کے سامنے پیش کر سکیں اور آپ اسے سمجھ سکیں ۔

جناب سپیکر: حاجی صاحب! بڑی خوشی سے دوبارہ فرما سکتے ہیں۔ امید ہے کہ وہ ذرا آہستہ بات کریں گے۔

وزیر اطلاعات: جناب سپیکر! میں حاجی صاحب کی بات سمجھ گیا ہوں اگر اجازت ہو تو جواب دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اچھا آپ نے سمجھ لی ہے۔

چودھری شوکت داؤد: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی ارشاد۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! ہم نے کبھی وزیراعلیٰ صاحب پر اعتراض کیا ہے کہ ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی؛ حالانکہ کسی کو ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ آپ ہمارے حاجی صاحب پر کیوں اعتراض کررہے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ گزارہ کریں۔

وزیر اطلاعات: جناب والا! میں گزارہ تو خوب کر رہا ہوں لیکن میں ان سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر خزانہ (محمد افضل سندھو): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! میں اس سلسلے میں کل بھی اپنی گزارشات پیش کر چکا ہوں اور میں آج پھر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میرے چھوٹے بھائی، فاضل ممبر نے آپ سے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کی اجازت نہیں لی اور پھر انھوں نے ایک بات قائد حزب اقتدار کے بارے میں فرما دی ہے جو کہ ریکارڈ پر آ گئی ہے اور آپ نے یہ نوٹس نہیں لیا کہ اس کو disallow کریں یا ریکارڈ سے حذف کریں۔ میں صرف یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ کی توجہ کا بہت بہت شکریہ۔ جس mood میں یہاں باتیں ہو رہی تھیں اس میں ایک پھلجھڑی شوکت داؤد صاحب نے بھی چلا دی ہے۔ ہاں اس بات سے میں اتفاق کرتا ہوں کہ جو صاحب بھی ہاؤس میں بات کرنا چاہیں وہ اجازت لے کر کریں۔ افضل سندھو صاحب کا یہ point درست ہے لیکن بعض اوقات ایسے ماحول میں اس طرح ہو جاتا ہے۔

مری شوکت داؤد : جناب سپیکر ! Point of personal explanation.

ں سپیکر، جی فرمائیے۔

مری شوکت داؤد، جناب سپیکر! اگر کوئی دل شکنی ہوئی ہے تو میں اس کے لیے معذرت چاہتوں
ں نے تو صرف مذاق کے طور پر کہا تھا وہ بحیثیت انسان میرے لیے بھی قابل احترام ہیں۔دوسری
یہ ہے کہ میں یہ پوزیشن clear کرنا چاہتا تھا کہ میں نے پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کی تھی اور آپ
مجھے اجازت دی تھی۔ اس کے بعد میں نے بات کی تھی۔

ں سپیکر، چلیے۔ بہر حال بہتر یہی ہے کہ اجازت لے کر بات کی جائے۔ وزیر اطلاعات جناب سعید
صاحب!

اطلاعات ، جناب سپیکر! میرے معزز بھائی نے کچھ شرم و حیاء کی بات کی ہے کہ شرم نہیں آتی
و رہا ہے۔ میں تو اپنے بھائی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے تو ابھی صرف ایک ہی بات کی ہے
لر حکومت اپوزیشن کے ممبران اور میڈیا کے دوست اکٹھے مل کر کوئی ایسا code of ethics بنائیں
لہ presently تو freedom of press کے حوالے سے حکومت کسی کو بھی اس طرح حیری طور پر
ں نہیں سکتی۔ لیکن اگر یہ تینوں شعبے اکٹھے ہو کر ایک مشترکہ پلیٹ فارم بنا کر اسے code of
eth کہہ لیں یا اس کو کوئی legal sanctity دے دیں تو اس قسم کی جو بے بنیاد باتیں ہوتی ہیں
ں سے automatically ختم ہو جائیں گی ۔ میں نے تو ایک تجویز دی ہے ورنہ موجودہ قانون کے
ہم freedom of press میں interfere نہیں کر سکتے ۔جناب والا! میں کارٹون کی بات کر رہا تھا
ارٹون اور caricature ایک ایسی صنف ہے جس میں originator کا جو creative mind ہوتا ہے
ا point of view project کرتا ہے ۔ اس کے بعد اس کی جو interpretation ہوتی ہے وہ ہر
مختلف کرتا ہے۔ جیسے Monaliza کے بارے میں آج تک بہت سی interpretations آئیں
آج تک کوئی certainly یہ بات نہیں کہہ سکا کہ Monaliza کی وہ smile میرے دوست پر
گزری۔میاں فضل حق صاحب آپ میرے بھائی ہیں میں literary بات کر رہا ہوں آپ کو کم سمجھ
گی۔ کسی general issue کو یا جنرل بات کو naturally کارٹون یا caricature کے ذریعے اس
expressi دیا جاتا ہے اور یہ ہر قاری یا دیکھنے والے کی نظر کی بات ہے کہ وہ اس کو کس طرح

لیتا ہے یا اپنی اپنی perception کی بات ہے' سوچ کی بات ہے تو جب میں نے یہ کارٹون دیکھا تو میں اس کو اس طرح interpret کروں گا کہ حکومت کا role ایک استاد کا role ہے سکھانے کا role ہے اور یہ اپوزیشن کے کسی فاضل رکن کے یا کسی پارلیمنٹ کے رکن کے خلاف بات نہیں ہے صرف لفظ اپوزیشن استعمال ہوا ہے اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کی اسمبلیوں میں نمائندگی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ حکومت کی اپوزیشن میں ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے اس کارٹون میں صرف ممبران اسمبلی کو ملعون نظر کیا ہے جس کی وجہ سے ہمارا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ وہ تو اپوزیشن کی ایک جنرل بات ہے تو اپوزیشن کے role کو سراہتے ہوئے اور اس کو زیادہ firm طریقے سے present کرتے ہوئے کارٹونسٹ نے idiomatically محاورتاً یہ بات کی ہے۔ کتے کی دم کا ایک محاورہ ہے خدا نخواستہ اس میں یہ کبھی بھی نہیں ہوا اور کبھی بھی یہ سوچ نہیں آئی کہ کتے کی دم ہے تو کسی کو کتا کہہ دیا جائے۔ جو یہ expression ہے یہ idiomatic expression ہے اس میں اپوزیشن خواہ اسمبلی میں represented ہے یا نہیں ہے ان سب کے بارے میں ان کی firmness اور ان کی پرعزمی کی بات کی ہے کہ جس طرح کتے کی دم سیدھی نہیں ہوتی اسی طریقے سے اپوزیشن بھی سیدھی نہیں ہوتی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ interpretation کی بات ہے اور اس میں یہ لمحہ فکریہ ہے اور یہ قابل فخر بات ہے کہ اس اپوزیشن کے دوستوں کو اس طریقے سے کہا گیا کہ یہ بڑی firmness ہے لیکن کارٹونسٹ کی نظر میں ایک اپنا نظریہ ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ free society میں اور independent society میں ایسے کارٹون اور ایسے caricature کا ایک تعمیری مقصد ہوتا ہے جس کو ہمیں بخوشی قبول کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی وضاحت کی مہربانی۔ جناب عمران مسعود صاحب! جو اس تحریک کے co-mover ہیں۔

میاں عمران مسعود: جناب سپیکر! میں نے وزیر صاحب کا جواب سنا انھوں نے code of ethics کی بات کی ہے اور یہ بھی کہا کہ اخبار والے نے idiomatic phrase استعمال کی ہے بڑی اچھی بات ہے۔ انسان کو سیاست میں broad minded ضرور ہونا چاہیے لیکن اس تحریک استحقاق کے حوالے سے صرف یہ تھا کہ کئی ایسی باتیں جو سخت بھی ہوتی ہیں جس کو انسان بھول جاتا ہے اور نظر انداز کر

جاتا ہے لیکن یہاں پر جو specific phrase use ہوئی ہے یہ ہر انسان کو تھوڑی سی pinch کرتی ہے۔ جس طرح انھوں نے فرمایا کہ اگر وہ idiom کا سہارا لے کر کسی کو کتا بلا کہہ دیں تو اگر کل یہ کارٹونسٹ وزیر اطلاعات کے بارے میں یہ کہہ دے کہ گدھے کے سر پر سینگ نہیں ہوتے تو میرے کہنا کا مقصد یہ ہے کہ یہ phrase بھی بڑی سخت قسم کی phrase ہے اگر وہ اس کو idiomatic لے جائیں گے تو کم از کم میں تو اسے accept نہیں کروں گا۔ اگر یہ ethics کی بات کرتے ہیں تو ٹھیک ہے ہم نے تو ethics کی بات کی لیکن un-ethical حرکت تو اس اخبار والے نے کی ہے ان کو چاہیے کہ یہ یہاں پر ethics کی بات کریں اور بڑی فراخدلی سے کہیں کہ ہاں جناب اس اخبار نے بڑا سخت phrase use کیا ہے اور میں ان کو یہاں بلا کر ڈانٹوں گا اور میں ان کو کہوں گا کہ آئندہ آپ ایسی حرکت نہ کریں۔ اخبار والے نے اپوزیشن کے بارے میں جو یہ impression دیا ہے جو کہ پوری عوام پڑھتی ہے۔ اگر یہ اس کو خود automatically پڑھ کر نوٹس لے لیتے تو مناسب ہوتا کیونکہ کل کو انھوں نے بھی اپوزیشن میں آنا ہے اور یہ تو ہاؤس کے استحقاق کا معاملہ ہے اور اگر یہ اس کو اسی وقت میں۔۔۔

وزیر اطلاعات، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں مانتا ہوں کہ گدھے کی سینگ نہیں ہوتے البتہ مونچھیں اور داڑھی تو ہوتی ہے۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، ایک منٹ وہ پوائنٹ آف آرڈر ختم کر لیں نا۔

MIAN IMRAN MASOOD: I have not finished that is all

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، بہت اچھا جناب پوائنٹ آف آرڈر۔ یہ point of disorder ہے۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میرا نام بھی سعید ہے اور ان کا نام بھی سعید ہے اور ہمارا حلقہ بھی قریب قریب ہے۔ بات یہ ہے کہ میں ان کو بڑا زیرک بڑا دانا سمجھتا تھا لیکن آج میں سمجھتا ہوں کہ مجھے غلط فہمی تھی۔ یہ ایم اے انگلش ہیں اور لا بھی کیا ہوا ہے بڑے ہوشیار ہیں اور یہ ہمارے علاقے سے گزر کر جاتے ہیں ہم ان کی ہوشیاریاں دیکھتے رہتے ہیں یہ جو جو کرتے ہیں ہمیں پتا ہے۔

سعید پڈھیار صاحب نے آج یہ بات کی ہے کہ استحقاق تب مجروح ہوتا ہے جب اسمبلی کے ممبران کی بات ہو جب اس اپوزیشن کی بات بھی آتی ہے جو اسمبلی میں نہیں ہے تو پھر اسمبلی کے ارکان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا - یہ کیسی نا سمجھوں والی بات ہے - اس طرح تو باہر والوں کا استحقاق بھی مجروح ہوا' پوری قوم کا استحقاق مجروح ہوا اور ممبران اسمبلی کا استحقاق بھی مجروح ہوا پھر کہنے والی بات کرنا یہ واقعی غیر اخلاقی ہے انہیں ضد نہیں کرنی چاہیے تھی یہ کہہ دیتے کہ مجھے مولوی عبدالرزاق صاحب کی بات کی سمجھ آ گئی ہے - وہ اس لیے کہہ رہے تھے کیونکہ یہ بھی ایسی ہی باتیں کرتے ہیں جن کی کسی کو بھی سمجھ نہیں آتی ان کو پریکٹس ہے کہ کس بات کی سمجھ کیسے آتی ہے - یہ بڑے سیانے ہیں-

جناب سپیکر: جی چلیے - بہر حال یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنا - عمران مسعود صاحب! آپ اپنی بات مکمل کیجیے-

میاں عمران مسعود: شکریہ جناب سپیکر! میں idiomatic کے حوالے سے عرض کروں گا- وزیر صاحب نے بڑا مطالعہ کیا یہ ساری رات الو کی طرح اسے پڑھتے رہے اور جاگتے رہے- جناب والا! میں ان کو کیسے سمجھاؤں یہ تو بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے ان کو تو میری بات سمجھ بھی نہیں آ رہی - یہ سارے idioms ہیں these are all the idioms جناب والا! یہ وہی idioms ہیں جس طرح اپوزیشن کے بارے میں لکھا ہوا ہے لہذا اگر یہ ethical war چاہتے ہیں تو we are ready to fight the ethical war but the point is کہ یہ وزیر اطلاعات ہیں ان کو چاہیے تھا کہ یہ استحقاق کا مسئلہ ہے یہ ہاؤس کی sanctity کا مسئلہ ہے اخبار والے تو اور بھی بڑی بڑی سخت باتیں لکھتے ہیں لیکن وہ technical اور طنز کی بات ہوتی ہے لیکن this is a direct hit یہ direct insult ہے لہذا میں یہ چاہوں گا کہ --------

وزیر اطلاعات: جناب والا! Point of personal explanation.

جناب سپیکر: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں- میں نے انہیں اجازت دی ہے آپ تشریف رکھیں- آپ کو بھی موقع دیا جائے گا-

میاں عمران مسعود: جناب والا! میں یہ چاہتا تھا کہ یہ خود ہی اس سارے سلسلے کو بند کر دیتے لیکن

آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ مہربانی فرما کر آپ اس بات کا نوٹس لیں اور اس مسئلے کو کمیٹی
سپرد کریں تاکہ آئندہ یہ سلسلہ جاری نہ ہو repeat نہ ہو۔ جناب والا! اس سے زیادہ سخت idioms
استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

ب سپیکر، وزیر اطلاعات!

یر اطلاعات، جناب والا! . I am on a point of personal explanation میرا خیال ہے میرے
مل بھائی اس وقت سن نہیں رہے تھے ۔ میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مجھے اس تحریک کا ابھی ہاؤس
جواب ملا ہے ، تو میں نے تو کوئی الووں والا کام نہیں کیا بڑی صاف بات کہہ دی ۔ پتا نہیں
وں والا کام کس نے کیا ہے ....

اب سپیکر ، یعنی آپ نے رات کو نہیں پڑھی دن کو پڑھی ہے ۔ (قہقہے)

زیر اطلاعات ، نہیں، جناب سپیکر! ابھی یہاں ہاؤس میں آ کر پڑھی ہے۔(قہقہے)۔ رات کو جو الو ہوتا
ہے وہ کچھ اور سوچتا ہے ذرا اس سوچ کا مہربانی فرما کر تدارک کر دیں۔

ناب سپیکر ، تشریف رکھیں ۔ میں بات کرنا چاہتا ہوں ۔ دیکھیے کارٹونوں کے حوالے سے یہ تحریک
تحقاق آئی ہے ۔ ہر روز اس ملک میں جتنے بھی اخبارات چھپتے ہیں الزام کے ساتھ ان میں کارٹون بھی
چھپتے ہیں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ وزیر اعظم صدر محترم سے لے کر تمام لوگوں تک وزیر اعلیٰ تک
ارٹون نہ چھپتے ہوں ۔ اکثر وبیشتر کارٹونوں کا موضوع حکومت اور اس کے سربراہ ہوتے ہیں اور ہر
ارٹون میں مزاح اور مذاق پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور عموماً حکمرانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے
ور اگر ہر کارٹون پر حکمران بھی پریس کے ساتھ یہی سلوک کریں جو اپوزیشن کرنا چاہتی ہے۔ تو میں
سمجھتا ہوں کہ کم از کم یا تو اخبار چھپنے بند ہو جائیں یا پھر کم از کم اخباروں میں کارٹون چھپنے بند ہو
جائیں۔ جناب والا! دنیا کے تمام مہذب ملکوں میں، دنیا کے تمام جمہوری ملکوں میں ٹیلی ویژن سے لے
کر اخبارات تک حکمرانوں اور سیاست دانوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ جو شخص سیاست میں آ جاتا ہے وہ
پبلک پراپرٹی بن جاتا ہے۔ اسے پھر اس بات کے لیے اپنے دل کے اندر اپنے ذہن کے اندر اتنی
وسعت پیدا کرنی چاہیے کہ وہ عوام اور اس کے نمائندہ صحافیوں کی تنقید کا نشانہ بھی بن سکیں ۔میری
ذاتی رائے تو یہ ہے کہ اس سلسلے میں جہاں حزب اقتدار فراخدلی کا مظاہرہ کرتی ہے، روز کارٹونسٹوں پر

مقدمے دائر نہیں کرتی تحریک استحقاق پیش نہیں کرتی وہاں اپوزیشن پر بھی' اگر کبھی کبھار سال میں ایک آدھ مرتبہ چھوٹی سی بات ان پر بھی اگر pen prick ہو جائے تو انہیں بھی برداشت کرنا چاہیے۔ دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں اسی ہاؤس میں ایک اخبار کے بارے میں تحریک استحقاق آئی تھی جس میں ہمارے معزز ممبران کے بارے میں کھکھو گھوڑے والی بات کی تھی' بڑی ضد کی گئی تمام ہاؤس نے کہا۔۔۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! اگر میں یہ کہہ دوں کہ آپ کی آواز خواتین سے ملتی ہے۔

جناب سپیکر، کوئی بات نہیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں احترام کرتا ہوں میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ دائرہ اخلاق میں رہ کر تنقید ہونی چاہیے۔ جناب والا! یہ میں نہیں کہتا لیکن بات یہ ہے کہ میں اگر مذاق کروں تو کیا آپ مذاق برداشت کریں گے۔ نہیں کریں گے۔ میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری، جناب والا! میں آپ سے محبت کرتا ہوں لیکن تنقید دائرہ اخلاق میں کرنی چاہیے اور مجھے ایسی بات نہیں کہنا چاہیے۔ میں نے جو بات کی ہے غلط کی ہے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک اخبار نے آپ کے بارے میں باقاعدہ ایک فیچر لکھا' تمام ہاؤس نے کہا کہ اسے تحریک کی صورت میں استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو گئی۔ آپ نے کبھی غور کیا کہ آپ کو اس سے کیا حاصل ہوا؟ جس طرح اخبار نویس آ کر آپ کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں اور آپ ان کی ڈانٹ ڈپٹ وہاں سنتے ہیں۔ اس کا انجام کیا ہوا؟ آپ خود اخبار والوں کے ساتھ دشمنی مول لینا afford نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر آپ نے یہ رویہ اختیار کیا جس طریقے اس تحریک استحقاق کا حشر ہوا اس کا بھی آپ وہی حشر کروانا چاہتے ہیں اور جتنا انہوں نے کہا ہے آپ اسے کافی نہیں سمجھتے اور ان سے مزید کچھ سننا چاہتے ہیں تو میں بڑی خوشی سے اس تحریک استحقاق کو بھی استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اب آپ سوچیے کہ آپ

کیا کرنا چاہتے ہیں ؟ سید تابش الوری صاحب کو میں سننا چاہتا ہوں ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر ! آپ نے جس جذبے سے یہ بات کہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک کو بھی اگر مختلف انداز میں پیش کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا ۔ کیونکہ وہ کارٹون تو شاید چند ہزار قارئین نے دیکھا ہو گا لیکن آج جو بحث ہو رہی ہے اور جو لفظ دہرائے جا رہے ہیں وہ اپوزیشن کے بارے میں کروڑوں افراد پڑھیں گے۔ میں اگر اسے پیش کرتا تو شاید ان الفاظ کو نہ دہراتا جو آج دہرائے گئے ہیں۔ جناب والا! آپ بہتر طور پر جانتے ہیں کہ کارٹون فنون لطیفہ کا ایک بہت اہم شعبہ ہے اور اس میں حقیقت مزاح اور طنز کی حسین آمیزش ہوتی ہے اور جس کے خلاف وہ کارٹون ہوتا ہے وہ بھی اس سے محظوظ ہوتا ہے ۔ یہی اس کی خوبی ہے ۔ لیکن اگر کوئی کارٹون کوئی جملہ کوئی طنز دل آزاری کا سبب بن جائے یا کسی کی براہ راست دشمنانہ تضحیک کا باعث بنے تو وہ کسی طور پر بھی بہتر نہیں ہے ۔ چاہے شعر ہو ' چاہے وہ جملہ ہو چاہے وہ کالم ہو ' چاہے وہ کارٹون ہو وہ کسی طرح سے بھی پسندیدہ نہیں ہو سکتا اور اس کی کسی طور پر بھی حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہیے ۔ جناب وزیر موصوف نے جن تاویلات کا سہارا لیا ہے وہ خاصی بودی ہیں ' خاصی فرسودہ ہیں ۔ انہیں یہ انداز نہیں اختیار کرنا چاہیے تھا کہ کسی کو بھی اگر idiomatically خطاب کر دیا جائے تو اس سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی ۔ میں کہتا ہوں کہ جناب اگر ہر لہجے میں اور تقریر میں اور تحریر میں لازمے کی حیثیت رکھتا ہے ۔ یعنی اگر یہ کہا جائے یا کوئی اخبار یہ لکھے کہ گورنر کے سامنے وزراء کتے کی طرح دم ہلاتے رہے تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ پسند نہیں کیا جائے گا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ فلاں وزیر مرغے کی ایک ٹانگ کی طرح ایک بات پر اڑے رہے تو یہ بھی پسند نہیں کیا جائے گا ۔ اگر یہ کہا جائے کہ کوئی وزیر صاحب گدھے کی طرح ڈھینچوں ڈھینچوں کرتے رہے (قہقہے) تو یہ بات کسی طرح سے پسندیدہ نہیں ہو گی ۔ اس لیے ادب کا اور اخلاق کا لازمہ یہ ہے کہ چاہے idioms ہوں چاہے عام تشبیہات ہوں ' چاہے استعارات ہوں اس میں اخلاق اور ادب کو لازمی طور پر ملحوظ نظر رکھنا چاہیے ۔ جہاں تک انہوں نے ethics کی بات کی ہے ۔ ضابطہ اخلاق کی اس تجویز کا ہم خیر مقدم کرتے ہیں ۔ ایک ضابطہ اخلاق پہلے سے مرتب بھی کیا جا چکا ہے لیکن اس پر عمل نہیں ہوا ۔ اگر آپ کوئی ایسی کمیٹی بنا دیں جس میں دونوں طرف کے اراکین بھی موجود ہوں اور آپ خود اس کی صدارت فرمائیں تو اس ضابطہ

اخلاق کے مطابق بالواسطہ طور پر اخبارات اور میڈیا سے جو غیر اخلاقی اور دل آزار باتیں ہوتی ہیں انہیں ختم کروانے کے لیے ایک بہتر کوشش کی جانی چاہیے۔

جناب سپیکر: پیشتر اس کے کہ آگے بڑھیں۔ یہ جو آپ نے ضابطہ اخلاق کے سلسلے میں تجویز پیش کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگلی مرتبہ جب سیشن کے لیے اپوزیشن اور حکومت میرے ساتھ باہم مذاکرات کرے تو اسے اس وقت ایجنڈے میں شامل کرلیں گے اور اس پر بات کرلیں گے کہ اس پر کیا طریقہ اختیار کرنا ہے۔ جہاں تک میں آپ کی یا اس ہاؤس کی خواہش دیکھتا ہوں آپ اگر اصرار کرتے ہیں تو میں آپ سے ایک مرتبہ پھر پوچھتا ہوں اور اس حوالے سے پوچھتا ہوں کہ جو حشر پہلی تحریک استحقاق کا ہوا ہے۔ اور جس طرح آپ نے بجائے اس سے فائدہ اٹھانے کے مزید ان سے سنی ہیں اگر آپ کا دل اس سے نہیں بھرا آپ مشورہ کرلیں اسے کل تک کے لیے pend کر لیتے ہیں۔ مہربانی۔

(اس مرحلے پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! اجازت ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اجازت ہے۔

سردار حسن اختر موکل: جناب والا! آپ بھی سن رہے تھے۔ میں یہاں پر یہ عرض کرتا چلوں کہ جمہوریت جہاں پر ہوتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جمہوری معاشرے میں یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے یہ اس قسم کی چیزیں پریس میں آتی رہتی ہیں۔ میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں اور اپنے دوستوں سے بھی کہوں گا کہ اس کو پریس نہیں کرنا چاہیے۔ البتہ میں یہ بات کہتے ہوئے اجازت چاہوں گا کہ میرے فاضل وزیر صاحب یہاں پر کہہ رہے تھے کہ میں لٹریچر کا student ہوں اور انھوں نے میرے دوست میاں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ idiomatic چیز آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ اور وہ لٹریچر کی دھونس جما رہے تھے۔ میں ان سے یہی عرض کرتا ہوں کہ ان کو یہ idiom یاد نہیں ہے کہ ****** اگر انھوں نے ایم اے انگلش کر ہی کر لیا ہے۔ تو ہمیں کیا پتہ کہ انھوں نے نقل مار کے کیا ہے۔ ہمیں کیا پتہ ہے کہ انھوں نے پیسے دے کر کیا ہے۔ ہمیں کیا پتہ کہ انھوں نے اپنی جگہ پر کسی کو

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

کر کیا ہے۔ تو جناب ****** یہ لٹریچر کی بات کیا کر رہے ہیں ان کو تو خود Code of eithu کا پتا نہیں ہے۔ ان کو اگر Code of ethics کا پتا ہوتا اگر انھوں نے واقعی صحیح یہ پڑھا ، تو یہ ایسی باتیں نہ کرتے۔(قطع کلامیاں)

ب ڈپٹی سپیکر، I call the House to Order please جی سعید ظفر صاحب!

یر اطلاعات(مہر سعید احمد ظفر)، میں یہ توقع نہیں کر رہا تھا۔ کہ ایک ****** مجھے یہ توقع نہ تھی ، سردار صاحب میرے عزیز بھی ہیں اور ہم اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ ان کو پورا پتا ہے کہ یہ مکمل سردار ۔ اور ہم تو محنتی لوگ تھے اور محنت کرکے آئے تھے۔

ب ڈپٹی سپیکر، اب ہم آگے چلیں۔

یر اطلاعات، نہیں جناب۔ یہ personal remarks ہیں اور اس کی میں ذاتی وضاحت ضرور دوں گا۔

ب ڈپٹی سپیکر، نہیں بس اب ختم کریں۔ سپیکر صاحب اس پر فیصلہ دے چکے ہیں۔

یر اطلاعات، آپ کی اجازت سے ۔

ب ڈپٹی سپیکر، یہ جو الفاظ ہیں ان کو حذف کر دیا جائے۔

ر اطلاعات، اور نقل ماننے والے الفاظ بھی۔ اگر لکھنا ہے تو سردار صاحب کے لیے لکھیں۔ ہم نے تو ، محنت سے اپنی زندگی میں کام کیا ہے۔

ب ڈپٹی سپیکر، وہ تو آپ کو چھیڑ رہے ہیں اور آپ واقعی غصے میں آگئے ہیں۔

یر اطلاعات، میں بھی انھیں چھیڑ ہی رہا ہوں جناب والا!

ب ڈپٹی سپیکر، نہیں ۔ I do not allow تشریف رکھیں۔

دار حسن اختر موکل، جناب والا! انھوں نے بات کی ہے میرا بھی حق بنتا ہے۔ (قطع کلامیاں)

ب ڈپٹی سپیکر، تشریف رکھیے۔ میں نے اجازت نہیں دی۔ یہ کیا بات ہوئی۔ آپ بیٹھیں۔ میں ت نہیں دیتا۔ ہاؤس کو چلانا بھی ہے یا کیا کرنا ہے۔ (قطع کلامیاں) نہیں نہیں آپ بیٹھیں ریف رکھیں، مہربانی کریں۔ سابق ڈپٹی سپیکر صاحب تشریف رکھیں ۔ مہربانی۔ میں یہ تمام کارروائی کو

****(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

حذف کرتا ہوں اور یہ مائیک بھی بند کر دیا جائے۔ جب سپیکر اجازت نہ دے تو پھر یہ کیا بات ہوئی۔ آپ سپیکر کو اس طرح مخاطب ہو رہے ہیں آپ کو احساس کرنا چاہیے ۔ نہیں نہیں۔ آپ undue favour لینا چاہتے ہیں بیٹھیں۔ تشریف رکھیں جناب سردار صاحب۔ میں نے آپ کو اجازت نہیں دی ہے۔ فلور نہیں دیا۔ یہ سسٹم کیسے چلے گا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ براہ مہربانی تشریف رکھیں ۔ براہ مہربانی تشریف رکھیں ۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی نوازش ہوگی۔ تشریف رکھیں ۔

(قطع کلامیاں) آپ پھر بول رہے ہیں۔ آپ ہاؤس سے باہر تشریف لے جائیں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ میں آپ کو ہرگز اجازت نہیں دوں گا سردار موکل صاحب ۔ مجھے پھر دوسرا اختیار استعمال کرنا پڑے گا۔ یہ کیا بات ہوئی ۔ آپ نے اس ہاؤس کو کیا بنا رکھا ہے۔ میں یہ نہیں کرتا میں وہ نہیں کروں گا۔

سردار حسن اختر موکل، آپ نے کیا بنا رکھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں اس وقت سپیکر ہوں۔

سردار حسن اختر موکل، ہم بھی جانتے ہیں۔ ہم نے ہی آپ کو سپیکر بنایا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بنایا ہے تو پھر میں نے وہ فرائض سرانجام دینے ہیں۔ جو ایک سپیکر کے ہوتے ہیں۔ جی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! میں اس موضوع پر بولنا چاہتا تھا جو کہ سپیکر صاحب نے ہم سے پوچھا تھا۔ لیکن بیچ میں یہ تلخی ہو گئی ہے ۔ میں معذرت چاہتا ہوں ۔ میں نے اپنے ساتھی کو بھی استدعا کی ہے۔ اور آپ کو بھی request کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں ان کو سمجھائیں۔ میں نے تو آتے ہی ان کو فلور دیا وہ بات کرتے رہے۔ پھر وزیر کو بھی میں نے بٹھا دیا۔ ان کو بھی اجازت نہیں دی۔ یہ پھر زبردستی کھڑے ہو کر بولنا چاہتے ہیں یہ کیا طریقہ ہوا۔ یعنی اگر کرسی کا کہا نہ مانا جائے گا۔ تو یہ کیسے ممکن ہو گا۔ آپ بیٹھ جائیں ۔ میں آپ کی بات سننا نہیں چاہتا۔ جی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! یہ تلخی پیدا ہی اس لیے ہوئی کہ جناب سعید احمد پڈھیار صاحب نے ہاؤس میں ایسی باتیں کہہ دیں جو کہ ان کو زیب نہیں دیتی تھیں۔ وہ اس وقت حکومتی بنچز

پر ایک وزیر کی حیثیت سے بیٹھے ہیں۔ لیکن بنیادی طور پر وہ بھی ہماری طرح ایم پی اے ہیں۔ مثلاً وہ اس کو idiom کو سہارا دیتے رہے ۔ اس idiom کو سہارا دینے کی بجائے اگر وہ یہ کہہ دیتے کہ اخبار میں یہ لکھا جاتا کہ "اپوزیشن ضد پر اڑی رہی یا ہٹ دھرمی کرتی رہی" یعنی کوئی بھی مہذبانہ idiom استعمال کیا جاتا تو آج یہ موضوع زیر بحث نہ ہوتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے آپ کا شکریہ۔ میرے خیال میں اب ہم آگے چلیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جی میں اس پر جواب دے رہا ہوں جو سپیکر صاحب نے ہم سے سوال کیا تھا۔ میں چیئر سے یہی درخواست کر رہا ہوں کہ اسے privilege committee کے سپرد نہ کیا جائے۔ لیکن متعلقہ صحافی کو آپ اپنے چیمبر میں بلالیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ سپیکر صاحب کہہ گئے ہیں ۔ میں اس کو پینڈنگ کرتا ہوں اور فیصلہ وہی کریں گے۔ مہربانی شکریہ۔ آگے ہے نمبر 11 ۔ حاجی عبدالرزاق صاحب۔

حاجی عبدالرزاق: جناب سپیکر! متعلقہ وزیر یہاں ہاؤس میں میرے پاس تشریف لائے تھے۔ اور انھوں نے معذرت کی ہے اور مجھے یقین دلایا ہے کہ آپ کا جو مسئلہ ہے میں اس کو حل کرتا ہوں۔ اس لیے میں ان کی اس یقین دہانی پر اپنی تحریک پر زور نہیں دیتا۔ جس طرح انھوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اگر انھوں نے میرا یہ مسئلہ حل نہ کیا تو میں استحقاق رکھتا ہوں کہ دوبارہ تحریک کو پیش کرسکوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اس کو وزیر کی یقین دہانی پر پریس نہیں کرتے۔

حاجی عبدالرزاق: وزیر کی یقین دہانی پر پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر صاحب نے ان کو یقین دہانی کروائی ہے اس لیے حاجی صاحب اس کو پریس نہیں کرتے ۔ جناب رئیس مشتاق احمد ـــ اگر وہ لابی میں ہیں تو تشریف لے آئیں۔ میرے خیال میں mover تشریف نہیں رکھتے اس لیے یہ dispose of تصور ہو گی۔ تحریک استحقاق کا وقت ختم ہوا۔ جتنی بھی تحاریک استحقاق آئی ہوئی تھیں ہم نے وہ تمام یہاں ہاؤس میں پیش کر دی ہیں۔

خواجہ ریاض محمود: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' پوائنٹ آف آرڈر پر خواجہ صاحب!

خواجہ ریاض محمود: جناب سپیکر! ماشاء اللہ آپ کی تشریف آوری کے فوراً بعد ہی یہاں پر ہر طرف بڑی گرم فضا چھا گئی۔ بہرحال اب اللہ نے سکون کر دیا ہے بڑی مہربانی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں ایک انتہائی اہم بات لانا چاہتا ہوں ہم جو منتخب اراکین مختلف علاقوں سے منتخب ہو کر آئے ہیں لوگوں نے اپنے مسائل اور تکالیف کے لیے ہمیں منتخب کیا ہے لیکن جب خود ہم پہ علاقے میں ناجائز طور پر جبر اور ظلم کی انتہا کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ بات کرنے کا یہ مقام بالکل صحیح ہے۔ میں جناب میاں فضل حق صاحب' جناب حاجی احمد خان کھرل صاحب' جناب عصمت حیات صاحب' نوابزادہ سید شمس حیدر صاحب' سید اختر حسین رضوی صاحب' محمد افضل ساہی صاحب اور جناب چودھری غلام احمد صاحب کی تائید سے یہ بات کر رہا ہوں کہ اس ہاؤس کے انتہائی محترم اور فاضل رکن جناب ریاض قریشی صاحب پر سرگودھا کی ضلعی انتظامیہ نے ظلم کے پہاڑ توڑ دیے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! اس کا ایک طریقہ ہے اس وقت مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ کیا کہنے والے ہیں۔ ہمارے ایک فاضل رکن کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے اس کو آپ ہاؤس میں پیش کرنا چاہتے ہیں اس کا ایک طریقہ ہے یہ جتنے نام آپ نے لکھے ہیں یہ تمام نام آپ براہ مہربانی اسمبلی سیکرٹریٹ میں دے دیجیے اس کے بعد اس کو ہم take up کر لیں گے۔

خواجہ ریاض محمود: یہ آپ نے صحیح فرمایا ہے لیکن جناب! آپ نہیں سنیں گے تو پھر کون ہماری بات سنے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات تو سن لیں مسئلہ یہ ہے کہ اس کو آپ تحریک استحقاق کے رنگ میں' کسی اور رنگ میں اس کو آپ اسمبلی میں لا سکتے ہیں لیکن اس کا ایک طریقہ ہے اس طریقے کے مطابق لائیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی یہ بات سنی جائے گی۔

خواجہ ریاض محمود: لابی میں میں نے ان کو دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو تھے جناب سپیکر! میں حلفاً اس بات کا اظہار کر رہا ہوں ان کی چھ مربع زمین پر قبضہ کر لیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ میرے خیال میں آپ مہربانی کریں گے۔ اس طرح سننے کا فائدہ نہیں ہے خواجہ صاحب! میں اجازت نہیں دیتا۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔(اپوزیشن اراکین کی طرف سے مداخلت) میں نے آپ کو اشارہ دے دیا ہے وہ

د تحریک استحقاق پیش کر سکتے ہیں ان کو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ نہیں' آپ نہیں کر سکتے تشریف
کھیں۔

تحاریک التوائے کار

اب ڈپٹی سپیکر، اب ہم تحریک التوائے کار لیتے ہیں۔ (مداخلت) جو بات سپیکر کی اجازت کے بغیر کی
نے وہ کارروائی کا حصہ نہیں ہو گا آپ تشریف رکھیں۔

اجہ ریاض محمود، ******

اب ڈپٹی سپیکر، سید محمد عارف حسین بخاری! کون سا نمبر چل رہا ہے؟

ید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

اب ڈپٹی سپیکر، جی' سید ناظم حسین!

ید ناظم حسین شاہ، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب خواجہ ریاض محمود صاحب تقریر کر رہے تھے
سابقہ ڈپٹی سپیکر سردار حسن اختر موکل صاحب تشریف لے آئے اب ان کو تو اسمبلی کی traditions
ر rules کا پتا ہونا چاہیے کہ جب ایک معزز رکن تقریر کر رہا ہو تو اس کے سامنے سے نہیں گزرنا
ہیے۔

اب ڈپٹی سپیکر، یہ مسئلہ ختم ہو گیا۔ شاہ صاحب! اب دوبارہ اس chapter کو نہ کھولیں۔ ہم بھائی
ں اگر میں نے کوئی بات کی یا انھوں نے وہ chapter ختم ہو گیا اب ہم اس کو نہیں لینا چاہتے۔ جی'
بر 24 ۔ سید عارف حسین شاہ بخاری تشریف رکھتے ہیں۔ تو وہ چونکہ حاضر نہیں ہیں اس لیے یہ disposo
of تصور ہو گی۔ نمبر 25 ۔

ردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! میں آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ ناظم شاہ صاحب
و روکیں۔ اس وقت انھوں نے یہ پوائنٹ اٹھایا تھا واقعی وہ بات صحیح تھی کہ جب سپیکر کے اور بولنے
لے کے سامنے سے میں گزرا' غلط بات تھی لیکن وہ رانا صاحب کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں ان سے
چھیے کہ جو فحش حرکات یہ بیٹھے ہوئے کر رہے ہیں۔ کیا وہ اسمبلی کے decorum کے مطابق ہے؟

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب ڈپٹی سپیکر، بس اس کو جانے دیجیے' مہربانی آپ کی۔ تحریک التوا کار نمبر 25 حاجی مقصود احمد بٹ' جناب میاں عبدالستار' جناب خواجہ ریاض محمود نمبر 25 کون پڑھیں گے؟ خواجہ صاحب پڑھیں گے ان کو کاپی دی جائے۔ ایک منٹ' یہ ہم dispose of کر لیں۔

سید تابش الوری، میں چاہوں گا کہ 37 کو out of turn آپ لے لیں۔

شاہ عالم مارکیٹ میں پارکنگ پلازا کی تعمیر (۔۔۔جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ' میں یہ کال کر چکا ہوں۔ خواجہ صاحب! مجھے بتایا گیا ہے نمبر 25 پڑھی جا چکی ہے۔ وزیر ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ خوش اختر سبحانی صاحب آج بھی تشریف نہیں لائے۔ لا منسٹر صاحب نمبر 25 ہم نے پنڈنگ رکھی تھی میاں عبدالستار نے پڑھی تھی۔

وزیر قانون، آپ نے اس دن فرمایا تھا کہ میں بھی بات سمجھ گیا ہوں جو تم مجھے کہنا چاہتے ہو تو بات یہ تھی کہ اس میں کوئی ایک single specific matter نہیں ہے۔ یہ ٹریفک پولیس کی بھی ہے' انتظامیہ کی بھی ہے' ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کی بھی ہے اس لیے اگر یہ کسی ایک مسئلے کو اجاگر کرتے تو اس کا جواب دینا اور اس کی طرف توجہ دینا زیادہ آسان ہوتا کیونکہ یہ ایک vague ہے۔ (اپوزیشن ارکین کی مداخلت)

جناب ڈپٹی سپیکر، خواجہ صاحب! تشریف رکھیں یہ پڑھی جا چکی تھی (مداخلت) خواجہ صاحب! مقصد یہ ہے کہ تحریک التوائے کار فاضل رکن نے ہاؤس میں پڑھنا ہوتی ہے وہ پڑھی جا چکی ہے اب منسٹر نے جواب دینا تھا that's all ۔ ہم آگے چلتے ہیں' لا منسٹر کی بات سن لیں۔

وزیر قانون، لیکن ان technicalities کے باوجود مشکلات کو دور کرنا حکومت کا فرض ہے اور اس کے دور کرنے کے لیے جو ادھر ہو رہا ہے کیونکہ محسوس ہوتا ہے کہ اس تحریک میں خاص بات پارکنگ کی مشکلات کے متعلق ہے تو اس کے متعلق میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں پر پارکنگ کے لیے دو منصوبے بنائے گئے ہیں یہ بالکل ٹھیک ہے کہ یہ سب سے پر ہجوم علاقہ ہے جہاں پہ بہت سی ٹریفک بھی جام ہوتی ہے' گاڑیاں بھی کھڑی ہوتی ہیں اس لیے ٹریفک کا مسئلہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے تو ادھر رنگ محل میں ڈی مقام پر ایک پارکنگ پلازا کی تعمیر کے لیے ایک پرائیویٹ کمپنی کو ٹھیکہ دے دیا گیا

ہے جہاں پر 450 گاڑیاں پارک ہوسکیں گی اور جب 450 گاڑیاں ادھر پارک ہو جانے کی گنجائش ہو جائے گی تو پارکنگ کا یہ مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ پارکنگ کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے پارکنگ پلازا شاہ عالم مارکیٹ کے باہر سرکلر روڈ پر بھی تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے اور جب وہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو ادھر بھی پانچ سو گاڑیاں پارک ہو سکیں گی تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کو حل کرنے کے لیے حکومت کوشاں ہے۔ ایک منصوبے کا ٹھیکہ دے دیا گیا ہے دوسرے پر بھی عنقریب کام شروع ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، منسٹر موصوف کی Statement کے بعد ---------

خواجہ ریاض محمود، آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، فرض تو نہیں بنتا۔ یہ میری طرف سے آپ کو relaxation ہو گی۔ جی کہیے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! وزیر قانون جس پارکنگ پلازا کا ذکر کر رہے ہیں۔ اول تو یہ قانونی اور جمہوری فرض بنتا تھا کہ متعلقہ وزیر یہاں تشریف لاتے اور وہ اس بات کا جواب دیتے۔ یہ جو پارکنگ پلازا بن رہا ہے ۔ اس میں 350 کے قریب گاڑیاں کھڑی کرنے کی گنجائش رکھی گئی تھی۔ اس لحاظ سے اس کا نقشہ ترتیب دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے بعد کارپوریشن کی اورسٹرک کی زمین ڈال کر اب پارکنگ کی جگہ کو کم کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ایک انتہائی اہم کاروباری علاقہ ہے۔ وہاں پر جو گاڑیاں کھڑی کرنے کی جگہ ہے ۔ اسے ختم کیا جا رہا ہے۔ اس جگہ پر دکانیں بنا کر افسران متعلقہ 20/20 لاکھ روپے کی بیچ رہے ہیں۔ پارکنگ کا مقصد برائے نام ہو کر رہ گیا ہے۔ جناب سپیکر! آپ کے پاس محکمہ انٹی کرپشن کے وزیر چودھری غلام عباس صاحب ہیں۔ مجھے ان پر پورا یقین ہے ۔ میں آپ کو تجویز دوں گا کہ ان کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنائی جائے۔ لاہور ڈویلپمنٹ اتھارٹی ' واسا ' لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن اور ضلع کونسل اپنے فرائض ادا کرنے میں بالکل ناکام ہوگئے ہیں۔ ان کے اہلکار ہی ان کارپوریشنوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ یہ لوگوں کے مسائل حل کرنے میں بری طرح ناکام ہو گئے ہیں۔ جناب سپیکر! اب یہ عالم ہے کہ ان محکموں میں افسروں کی فوج ظفر موج کے لیے تنخواہوں تک کے لیے پیسے نہیں ہیں۔ خدا جانے کیا ہیر پھیر کر کے ملازمین کو تنخواہیں دی جا رہی ہیں۔ جناب سپیکر ! گورنمنٹ کے ان اداروں کا جہاں صفائی کا مسئلہ ہے۔ جہاں شہر میں روشنی کا مسئلہ ہے ۔ جہاں ہسپتالوں کے اندر مسائل ہیں۔ ان کی

بے شمار ذمہ داریاں ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تحریک التوائے کار پر تقریر کی اجازت نہیں ہوتی اور نہ ہی short statement دی جا سکتی ہے۔ میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ فاضل وزیر کی بات بھی سن لی ہے۔ میں اب decision دینے والا ہوں۔

خواجہ ریاض محمود، ہم نے نشاندہی کی ہے۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں بتاتا ہوں۔ سردار ذوالفقار کھوسہ صاحب! آپ اس صورتحال میں ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ آپ کے ممبران سپیکر کی بات سنتے ہی نہیں۔ اگر ممبران ایسا کریں گے کہ جو تحریک التوائے کار کل پڑھی جا چکی ہے۔ وزیر نے آج بیان دے دیا ہے۔ خواجہ صاحب اب تقریر پر رواں دواں ہیں۔ وہ خاموشی سے بات نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ میں نے تقریر کرنی ہے۔ اس طرح یہ ہاؤس کیسے چلے گا۔ ایک ضابطہ ہے ایک طریقہ کار ہے۔ یا یہ نئی اسمبلی ہو جو 2 ماہ سے آئی ہو۔ اب ڈھائی سال ہو گئے ہیں۔ اگر آج تک کوئی ان پڑھ بچہ بھی ہاؤس میں بیٹھا ہوتا تو وہ بھی نقل کرتا تو اسے پتہ چل جاتا کہ اسمبلی کا طریق کار کیا ہوتا ہے۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ حقیقت سن کر کیا جواب دے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں خواجہ صاحب یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اگر کل میں نے تحمل سے سنا تھا تو کہتے تھے کہ باتیں سنتے ہی گئے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تحریک التوائے کار آتی ہیں۔ اصل میں جو تحریک التوائے کار نہیں بنتی ہیں ان کو سپیکر کے چیمبر میں ہی Kill کر دینا چاہیے۔ لیکن سپیکر صاحب نے ایک طریقہ اپنایا ہے کہ ہم کم از کم ان کی جو شکایت ہے۔ اس کو ہاؤس میں پڑھنے کا موقع دیں۔ اس لیے ہم اس کو جاری کر دیتے ہیں۔ تاکہ معزز رکن اس کو ہاؤس میں پڑھ دے حکومت کے نوٹس میں بات آ جائے۔ اس کے بعد جو بھی طریق کار کیا جا سکتا ہے وہ اس کا سوچیں۔ تحریک التوائے کار کا ایک Chapter ہے۔ اس میں وضاحت سے لکھا گیا ہے کہ کون سی بات ہے جس پر اسمبلی کا اجلاس adjourn کر کے دو گھنٹے بحث ہو سکتی ہے۔ وہ بات کیا ہوتی ہے جو تمام صوبے کا مسئلہ ہو۔ یا وہ ایسا issue ہو جو ناگزیر ہو۔ یہ جو کھالیوں کی نالیوں کی بات گندگی کی بات ٹریفک کا مسئلہ یہ تکالیف عوام کو ضرور ہیں۔ لیکن یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں بنتا کہ وہ تمام پنجاب کی صورتحال ہو۔ اسی لیے ہم نے صحت'

ہ اینڈ آرڈر اور مہنگائی جیسے مختلف موضوعات پر بحث کے لیے دن مقرر کیے ہیں۔ تا کہ آپ اپنا نقطہ نظر اس ہاؤس میں بیان کر سکیں۔ کیونکہ عوام کو یہ واقعی تکالیف ہیں جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے فرمایا۔ میں وزیر قانون صاحب کی statement کے بعد یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ اس تحریک التوائے کار کو admit کروں میں اس کو rule out کرتا ہوں۔ جی پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں چودھری غلام عباس صاحب!

وزیر انٹی کرپشن، جناب سپیکر! خواجہ صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا ہے۔ میں گزارش کروں گا خواجہ صاحب سے کہ اس سلسلے میں جو تفصیلات ان کے پاس ہیں۔ وہ مجھے لکھ کر بھیج دیں اور اس میں خواجہ صاحب خود مدعی بن جائیں۔ ہم دونوں مل کر تفتیش کرلیں گے۔ جو افسران اس میں ملوث پائے گئے ان کا کوئی لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ یہ کوئی رکاوٹ نہیں ہے کہ خواجہ صاحب کسی محکمہ کے کسی وزیر کو یا متعلقہ اتھارٹی کو یہ بیان نہ کریں۔ وہ اس سلسلے میں آزاد ہیں۔ لیکن یہ تحریک التوائے کار کا مسئلہ تھا۔ میں نے اس کو اس لیے rule out کیا ہے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ ہم اسمبلی کا اجلاس اس مقصد کے لیے دو گھنٹے adjourn کریں۔ باقی میں نہ تو direction دے سکتا ہوں کہ آپ اس وزیر کے ساتھ مل کر ایسا کریں۔ اسمبلی تو ان باتوں میں ایک پارٹی بن جائے گی۔ جی انعام اللہ خان نیازی صاحب۔ نمبر 26 اگر نیازی صاحب لابی میں ہیں تو ہاؤس میں آ جائیں۔ کیونکہ فاضل رکن موجود نہیں ہیں تو جو فاضل رکن اپنی تحریک التوائے کار یا تحریک استحقاق دیتا ہے۔ پھر اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میرا نمبر یہ ہے میری turn آنے والی ہے پھر بھی ہاؤس میں نہیں آتا۔ اس لیے ہم اس کو pending نہیں رکھ سکتے میں اس کو dispose of کرتا ہوں۔ نمبر 30 ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب!

محکمہ تعلیم میں اے ای او فزیکل ایجوکیشن کو ایس ایس ٹی کے برابر درجہ دینے کے فیصلے پر عمل در آمد میں رکاوٹ

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے یک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔

1۔ مسئلہ یہ ہے کہ محکمہ تعلیم نے اسے ای او فزیکل ایجوکیشن کو SST گریڈ دیا اور جن ٹیچرز نے BED کیا ہوا تھا انھیں مزید ترقی بھی دے دی گئی۔

2۔ مورخہ 26-6-90 کو تمام SST کو گریڈ II کر دیا جس میں AEO/PE بھی شامل تھے۔ اب چھ سال بعد فنانس ڈیپارٹمنٹ نے ان کی تنخواہیں بند کر دی ہیں وہ SST نہیں ہے۔

3۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ اور S&GAD نے قواعد طلب کر لیے جو DPI پنجاب نے 1973ء کے رولز بھجوا دیے۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ نے لکھا کہ یہ رولز بہت پرانے ہیں اور نئے رولز بنا کر بھجوائے جائیں۔

4۔ DPI آفس نے رولز میں ترمیم کر کے AEO کو SST جنرل کے برابر کر دیا ہے لیکن محکمہ تعلیم اور محکمہ خزانہ ان پر عمل نہیں کر سکا جس کی وجہ سے تمام تعلیمی اداروں میں بے چینی پائی جاتی ہے چنانچہ اس عوامی اہمیت کے حامل واقعہ کو فی الفور زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ دو محکمے Involve ہیں۔ محکمہ تعلیم اور محکمہ خزانہ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر! نہیں بنیادی طور پر یہ محکمہ خزانہ کا کام ہے ۔ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ تمام تعلیمی اداروں کے اندر فزیکل ایجوکیشن کے اساتذہ کی ایک بنیادی اہمیت ہے اور اگر ان کو احترام دیا گیا ہے' ان کو وقعت دی گئی ہے۔ ان کو دوبارہ سے بے وقعت کرنا صحیح نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ نے پڑھ دی ہے۔ جی وزیر خزانہ!

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! ڈاکٹر شفیق صاحب نے جو تحریک التوائے کار دی ہے اس کو میں ٹیکنیکل پوائنٹس کے اوپر پہلے اپوز کرتا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ یہ پوائنٹ جو انھوں نے raise کیا ہے' تحریک التوائے کار کے حوالے سے بات یہ ہے کہ:

A motion for an adjournment of the business of the Assembly for the purpose of discussing a definite matter of recent and urgent public importance may be made with the consent of Speaker.

انھوں نے جن چٹھیوں کے حوالے دیے ہیں وہ بھی ۱۹۹۲ء کی ہیں۔ اور کوئی یہ ایسا واقعہ نہیں ہے۔ اسی میں پھر ۶۷ میں جا کر یہ آتا ہے۔

The motion shall relate to a single specific matter of recent occurence.

جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ نہ تو recent occurence ہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ آپ افضل سندھو صاحب کی باتیں ضرور سنیں' کیونکہ یہ قانون کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے تحریک التوائے کار کے بارے میں بتا رہے ہیں کہ یہ بنتی نہیں ہے۔ اس لیے غور سے سنیے۔ جی۔

وزیر خزانہ، جناب والا! دوسرے میں اس کو ٹیکنیکل گراؤنڈز کے اوپر اس کو اس طریقے سے اپوز کرتا ہوں کہ اسی محکمے کے' اسی حوالے سے جن کا انھوں نے ذکر کیا ہے' اسی کیڈر کے ڈی پی ای اور اے ای او کے تین افراد جن کے نام یہ ہیں، مسماۃ رخسانہ عزیز اے ای او' محمد سعید ایس ایس ٹی اور چودھری پیر محمد اے ای او نے پنجاب سروسز ٹریبونل میں اپیل ہائے نمبر ۹۴ /۸۱۵' یہ ۹۴ء کی وہاں پر پینڈنگ ہے' ۹۴ / ۸۰۷' ۹۴ /۹۱۲ دائر کی ہوئی ہیں جس میں محکمہ خزانہ نے اپنا جواب دعویٰ دائر کیا ہوا ہے اور محکمہ ان کی پیروی بھی کر رہا ہے۔ تاحال معاملہ زیر سماعت ہے۔

جناب سپیکر! اس میں میری دوسری گزارش یہ ہے کہ It is a subjudice matter. لیکن اس کے باوجود ہم نے اپنے تئیں ۱۹۹۵ء سے ان کی تنخواہیں بھی جاری کر دی ہوئی ہیں اور ہمارے پاس ایسی کوئی شکایت نہیں ہے کہ کسی کی تنخواہ رکی ہو۔ اس میں اصل بات ایک سروس رولز کمیٹی ہوتی ہے جو کہ رولز بناتی ہے' اس میں ایس ایس ٹی ٹیچرز کے رولز بنا دیے گئے تھے۔ یہ جو اے ای او اور ڈی پی ای ہیں' ان کے رولز نہیں بنائے گئے تھے۔ ہم نے اس کمیٹی کو جس کے سربراہ ایڈیشنل چیف سیکرٹری ہوتے ہیں ان کو بھی کہا ہے اور وہ اس کے رولز بھی مرتب کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہی میں یہ گزارش کروں گا جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ایک تو یہ adjournment motion بنتی نہیں ہے' نہ recent ہے۔ یہ subjudice ہے۔ اس کے باوجود اگر ڈاکٹر صاحب کو کوئی particular اس سلسلے میں بات کرنی ہو' کسی particular کیس میں تو یہ میرے پاس میرے چیمبر میں تشریف لائیں۔ میں اس سلسلے میں ان کو مطمئن کروں گا۔ لیکن محکمہ خزانہ کے پاس کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جہاں پر کہ کسی کی تنخواہ بند ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ میرے خیال میں شفیق صاحب بھی اب ذہانت کا مظاہرہ کریں گے کیونکہ

جو آپ کے نوٹس میں تھا' وہ بات علم میں آ گئی ہے۔(مداخلت) ۔ وہ خواہ مخواہ ڈپٹی گے نہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ کی فراخ دلانہ پیش کش کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے دعوت دی ہے۔ جہاں تک ٹیکنیکل حوالوں کا تعلق ہے' میں اس بحث میں نہیں جاؤں گا۔ subjudice ہونے کا سوال یہ ہے کہ اگر کسی کی حق رسی نہ ہو' اگر کوئی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائے تو وہ خوشی کے ساتھ نہیں جاتا۔ اور وہاں کے جو پروسیجرز ہیں وہ بھی کسی سے مخفی نہیں ہیں۔ تو صرف اتنی استدعا ہے کہ آپ ان سے ایک بار پھر' پھر قند مکرر کے طور پر وہ دوبارہ assurance دے دیں کہ کتنے عرصے میں یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میرا اور کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں یہ چاہ رہا ہوں کہ اس پر جلد از جلد ان کے مسائل کو حل کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے ڈاکٹر شفیق صاحب کی خدمت میں' میں عرض کرتا ہوں۔ میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ محکمہ خزانہ کے علم میں ایسی کوئی مثال نہیں ہے جہاں پر تنخواہ بند ہو۔ لیکن اگر ڈاکٹر صاحب کے پاس کوئی ایسی چیز ہے تو میں اس ہاؤس میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کی تنخواہ جاری کر دی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، ٹھیک ہے۔ میں پریس نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بڑی مہربانی۔ ڈاکٹر صاحب نے وزیر موصوف کی اس statement کے بعد اس کو پریس نہیں کیا۔ لہٰذا یہ dispose of تصور ہو گی۔

سید تابش الوری، میری ایک تحریک التوائے کار ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مجھے کام کرنے دیں۔ میں اسی طرف پہنچ رہا ہوں جلدی۔ اس طرح سے اگر ہم کریں تو تمام ایک دن میں نکل سکتی ہیں۔ نمبر۳۱' راجہ جاوید اخلاص!

راجہ محمد جاوید اخلاص، شکریہ۔

محکمہ بلدیات و دیہی ترقی راولپنڈی کے ترقیاتی منصوبہ جات کی عدم تکمیل

اجہ محمد جاوید اخلاص: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک م اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ معاملہ یہ ہے ہ میرے حلقہ کے لاکھوں روپے کے منصوبے جو محکمہ بلدیات ' دیہی ترقی راولپنڈی نے شروع کیے ۔ ھورے چھوڑ دیئے ۔ جس سے حکومت کی لاکھوں روپے کی گرانٹ ضائع ہو رہی ہے اور عوام مشکلات سے دو چار ہیں اور سخت بے چینی پائی جاتی ہے ۔ منصوبوں کی تفصیل لف ہذا ہے ۔ اس تحریک کو ری طور پر بحث کے لیے منظور کیا جائے ۔ منصوبہ جات کی فہرست لف ہے ۔

1- لنک روڈ بجاڑ

2- لنک روڈ راماں تا کاک براستہ تھیہ عالم شیر

3- لنک روڈ اڈا سید تا سید

4- لنک روڈ پونھی بجینال 5- لنک روڈ رکھ موڑ تا حامد جھنگی

اب ڈپٹی سپیکر، اس کی کوئی آئی ہے؟

زیر قانون، جناب والا! نمبر ۳۱' ۳۲' ۳۳' ۳۴ تقریباً ایک ہی محکمے سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کا ابھی تک لی بخش جواب موصول نہیں ہوا۔ تو ان کو کل تک اگر پینڈنگ کر دیں تو۔

اب ڈپٹی سپیکر، یہ راجہ جاوید اخلاص کی ہیں؟ ــــ (مداخلت) ہمیں تابش الوری تک پہنچنا ہے۔

زیر قانون، میں بھی انھی تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔

اب ڈپٹی سپیکر، تو یہ تمام پینڈنگ کر دیتے ہیں۔ کل پڑھنے کی اجازت دے دیں گے۔ پینڈنگ ہو گئی۔ تو نمبر ۳۴' ملک غلام شبیر جوئیہ۔ تشریف رکھتے ہیں؟ اگر لابی میں تشریف رکھتے ہیں تو وہ ریف لے آئیں۔ ان کی تحریک التوائے کار نمبر ۳۴ ہے۔ ان کو کاپی دی جائے۔

ٹاؤن کمیٹی کندیاں کے سیوریج کی ناقص تعمیر

ملک غلام شبیر جوئیہ: میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے

کہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ میانوالی نے ٹاؤن کمیٹی کندیاں کے لیے سیوریج سکیم کا کام قریباً 40 لاکھ روپے کی لاگت سے شروع کیا کام اس قدر ناقص تھا کہ وہاں کے شہریوں نے حکام بالا کو مطلع کیا کہ کام انتہائی ناقص ہے اس طرف فوری توجہ دی جائے چنانچہ ٹاؤن کمیٹی کندیاں نے بھی یہ سکیم پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سے اس بناء پر اپنے سپرد لینے سے انکار کر دیا کہ کام انتہائی غیر معیاری اور ناقص ہے لہذا ٹاؤن کمیٹی اس کی ذمہ داری قبول کرنے سے قاصر ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ سیوریج کے نکاسیٔ آب کا نظام اس قدر خراب ہوچکا ہے کہ شہر میں سڑکوں اور گلیوں میں جگہ جگہ گندہ پانی کھڑا ہے اور شہریوں کو انتہائی دقت کا سامنا ہے۔ وبائی امراض پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ کی طرف سے فنڈز خورد برد کرلیے گئے اور ناقص میٹریل لگا کر منصوبہ کو اپنے سر سے اتارنے کی کوشش کی ہے۔اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اورغم وغصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جناب لاء منسٹر!

وزیر قانون، جناب والا! ان کے ابھی جواب موصول نہیں ہوئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کل تک پینڈنگ کر دیں؛

وزیر قانون، کل تک پینڈنگ کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کل تک لازمی آجائے۔

وزیر قانون، میں concerned minister سے بھی بات کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر چاہے تشریف نہ لائیں' پھر بھی آپ جواب دیں۔ اس کو پینڈنگ کیا جاتا ہے کل کے لیے۔ آگے ہے سید تابش الوری صاحب' نمبر ۳۵۔

بہاول پور شہر کی ترقیاتی پیکج سے محرومی

سید تابش الوری، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔مسئلہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب کے پانچ مخصوص بڑے شہروں کے لیے ایک ترقیاتی پیکج تیار کیا گیا ہے جبکہ صوبے کے

باقی چھوٹے بڑے شہر نظر انداز کردیئے گئے ہیں جن کے مقابلتاً وسائل بے حد محدود اور مسائل لامحدود ہیں۔ نتیجہ عوام پانی، سیوریج صحت و تعلیم صفائی اور سڑکوں سے متعلق بنیادی شہری سہولتوں سے عموماً محروم نظر آتے ہیں۔ بہاولپور کو صوبائی حکومت نے "بڑا شہر" قرار دیا رکھا لیکن اسے بھی بڑے شہروں کے ترقیاتی پیکج میں شامل نہ کرکے امتیازی سلوک روا رکھا گیا ہے جس سے عوام میں محرومی اور حق تلفی کے جذبات جنم لے رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، رانا اکرام ربانی صاحب!

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)، جناب سپیکر! میں اپنے محترم دوست سید تابش الوری صاحب کا بیحد مشکور ہوں کہ انھوں نے اپنی اس تحریک کے ذریعہ سے پی۔ ڈی۔ ایف کی گورنمنٹ کو اس الزام سے خود ہی باعزت بری قرار دے دیا ہے جس کا اکثر اس ایوان میں یہ ذکر ہوتا ہے کہ یہ بڑے شہر جو ہیں چونکہ پی۔ ڈی۔ ایف کے اراکین یہاں سے منتخب نہیں ہو سکے لہذا ان کے مسائل کی طرف توجہ نہیں دی جاتی اور ان شہریوں کو اس بات کی سزا دی جاتی ہے کہ انھوں نے پی۔ ڈی۔ ایف کے اراکین کو ووٹ نہیں دیے۔ میں ان کا مشکور ہوں کہ انھوں نے خود ہی اس تحریک کے ذریعہ سے اعتراف کر لیا ہے کہ پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت کے نزدیک ووٹ دینا یا نہ دینا ترجیح نہیں ہے، ترجیح یہ ہے کہ صوبہ کے عوام کو ان کی بنیادی سہولتیں مہیا کی جائیں جس کے لیے میں ان کا مشکور ہوں۔

جہاں تک ان کی تحریک کا تعلق ہے تو پنجاب کے تمام چھوٹے اور بڑے شہروں کی آبادی کو پینے کے پانی، نکاسی آب، سیوریج، سڑکات اور صفائی کے لاتعداد مسائل کا سامنا ہے۔ حکومت نے ان مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک مرحلہ وار پروگرام شروع کیا ہے۔ پہلے مرحلہ میں پندرہ لاکھ اور اس سے زیادہ آبادی والے شہروں کے لیے ایک ترقیاتی پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں صوبائی وزیر خزانہ کی سرکردگی میں ایک کمیٹی ان شہروں میں خود جا کر ان کی ضروریات کا جائزہ لے رہی ہے۔ یہ پروگرام ترتیب دینے کے بعد دوسرے شہروں کے لیے بھی مرحلہ وار پروگرام بنایا جائے گا۔ جہاں تک بہاولپور کا تعلق ہے چونکہ اس شہر کی آبادی چار لاکھ ہے اس لیے اسے دوسرے مرحلہ میں رکھا جائے گا لیکن اس وقت بھی بہاولپور میں مندرجہ ذیل منصوبے زیر تکمیل ہیں۔

واٹر سپلائی اور سیوریج، اوور ہیڈ برج، ریلوے کراسنگ ملتان روڈ، اوور ہیڈ برج، کے۔ ایل۔ پی

روڈ، بائی پاس، سٹیٹ ہائی وے، سڑکوں کی repair اور improvement، گرلز کالج کو ڈگری کالج کا درجہ دینا اور بہاولپور انسٹی ٹیوٹ آف میڈیسن اینڈ ایکالوجی۔ لہذا یہ تاثر لینا کہ کسی شہر یا علاقہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے مناسب نہیں ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کی technicality پر بھی کہ بھئی آیا اس کو ہم treat کریں یا نہ؟ تحریک التوائے کار کا ان کا مقصد ہے ناں۔ یہ تو ان کی اس بات کا جواب ہو گیا۔ اب اس کا یہ ہے کہ یہ تحریک التوائے کار بھی بنتی ہے یا نہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، میں یہی عرض کر رہا ہوں کہ انھوں نے جس چیز کا اس میں کہا ہے کہ عوام میں محرومی ہے اور یہ تحریک التواء دے رہے ہیں جو کہ recent occurrence ہے۔ اس قسم کی اس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ اس لیے میں technical ground پر بھی اور issues کے حوالے سے بھی آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ میری اس وضاحت کے بعد یا تو وہ اس پر زور نہ دیں یا اگر وہ اس پر اصرار کریں تو پھر آپ technically اسے out of order قرار دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سید تابش الوری صاحب بھی ڈاکٹر شفیق کی طرح میرے خیال میں مثبت بات کریں گے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں کوشش کرتا ہوں کہ ہمیشہ مثبت انداز فکر اور انداز بیان اختیار کروں۔ وزیر موصوف نے فرمایا کہ الزام یہ عائد کیا جاتا ہے کہ پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت شہروں کو نظرانداز کر رہی ہے اور اس تحریک میں بھی بنیادی الزام یہی ہے کہ صرف چند مخصوص شہر منتخب کر کے ایک بڑا ترقیاتی پیکج جو اربوں میں ہے تیار کیا جا رہا ہے جبکہ ان شہروں میں ان کے اپنے وسائل لامحدود ہیں، خود ان کے اپنے کروڑوں کے فنڈز ہیں، پھر بین الاقوامی اداروں سے اور فیڈرل گورنمنٹ سے بھی ان کو کروڑوں، اربوں روپے کے قرضے ملے ہوئے ہیں، اس کے مقابلے میں جو پنجاب کے دوسرے شہر ہیں مثلاً بہاولپور، رحیم یار خان، ڈیرہ غازی خان، بہاولنگر اور ساہیوال بے شمار ایسے شہر ہیں جو بنیادی شہری سہولتوں سے محروم ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیے! میں نے وہی بات کی تھی ناں---

سید تابش الوری، میرا الزام اس میں یہ ہے کہ ان تمام شہروں سے اپوزیشن منتخب ہو کر آئی ہے اس

لیے ان پانچ بڑے شہروں سے بھی اپوزیشن منتخب ہوئی ہے اور دوسرے شہروں سے بھی منتخب ہوئی ہے---

جناب ڈپٹی سپیکر: تابش الوری صاحب دیکھیں! میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ اس میں بتائیں' آپ نے ان کی جو بات تھی اس کے جواب میں ایک تقریر شروع کر دی حالانکہ آپ سے بہتر کون جانتا ہے کہ ہر یک التوائے کار آپ نے پڑھنا ہوتی ہے' وزیر موصوف نے اس کا جواب دینا ہوتا ہے' اس چیئر نے اس کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور بس۔ یہ function ہے' یہ نہیں ہے کہ اس پر ہم پھر بحث شروع کر دیں۔

سید تابش الوری: میں بحث نہیں کر رہا۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ انھیں کہنا یہ چاہیے' ہم اس پر توجہ دہانی یہ چاہتے ہیں کہ---

وزیر خزانہ (چودھری محمد افضل سندھو): پوائنٹ آف آرڈر---

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں افضل سندھو صاحب۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! مسئلہ زیر بحث جو ہے جس پہ تابش الوری صاحب نے تحریک پیش کی ہے اس سلسلے میں ہمارے بھائی اکرام ربانی صاحب جیسے بات کر رہے ہیں ایک تو میں ان کا یہ شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جس طریقے سے انھوں نے یہ بات کہی ہے کہ ان شہروں سے اپوزیشن جیتی ہے اس سے جو بات میں آپ کی خدمت میں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور---

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' آپ پوائنٹ آف آرڈر مجھے دیں۔

وزیر خزانہ: پوائنٹ آف آرڈر سر۔ میں پوائنٹ آف آرڈر میں اسی کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی' وہ بات کریں۔

وزیر خزانہ: کہ پاکستان پیپلز پارٹی اور پی۔ ڈی۔ ایف کی حکومت ایسی کوئی تخصیص نہیں رکھتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وہ تو رانا صاحب نے پہلے ہی بتا دیا ہے۔

وزیر خزانہ: کہ کس شہر سے کون جیتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان بڑے شہروں میں پچھلے تین سالوں میں جس طریقے سے آبادی بڑھی ہے' جس طریقے سے ان شہروں کے لوگوں کی اس بات کے باوجود کہ

ایک خاص جماعت کو انھوں نے ووٹ دیے ہیں' جس طریقے سے ان شہروں میں بسنے والے لوگوں کو بنیادی سہولتوں سے محروم رکھا گیا ہے' اس بات کا احاطہ کرتے ہوئے موجودہ حکومت نے ان پانچ شہروں کو اس پیکج میں شامل کیا ہے لیکن یہ بات حتمی نہیں ہے جو میں کرنی چاہتا ہوں' باقی شہر بھی اس میں شامل کیے جائیں گے۔ آپ کی مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: I am very sorry. This is no point of order

سید تابش الوری: جناب سپیکر! اس میں میرا جو نکتہ ہے وہ یہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہ۔ دیکھیں! میں نے جو وزیر ہیں' میرے دوست بھی ہیں' میرے ضلع کے بھی ہیں' میں نے ان کو بھی جواب واضح دیا ہے۔

سید تابش الوری: میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے بھی تھوڑی سی بات واضح کی ہے۔ اس میں جو بات اور پوائنٹ ہے وہ یہ ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ وزیر موصوف سے اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

سید تابش الوری: میں یہ چاہتا ہوں کہ بڑے اور چھوٹے شہروں کے درمیان یہ جو امتیاز قائم کر دیا گیا ہے یہ قابل اعتراض ہے۔ چھوٹے شہر زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔ انھیں یہ بتانا چاہیے کہ ان شہروں کے لیے ان کا پروگرام کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: رانا صاحب' ذرا اس بات کو واضح کر دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات: جناب سپیکر! جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ مرحلہ وار ایک پروگرام ہے۔ اس میں' میں نے categorically کہا ہے کہ بہاولپور شہر کو بھی اس میں شامل کیا جائے گا۔ اب چونکہ انھوں نے تھوڑی سی بات کی ہے کہ ان شہروں کے اپنے وسائل ہیں۔ over the years بڑے شہروں کی طرف جو population بذریعہ migration بڑھی ہے اس کی وجہ سے ان کی میونسپل کارپوریشنز' ان کی اپنی ڈویلپمنٹ اتھارٹیز' ان کے فنڈز' ہم نے ان شہروں میں جا کر دیکھا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ وہ اپنے resources سے ان مسائل کو meet کر سکیں۔ یہ پہلی دفعہ ایک integrated programme جس میں فیڈرل گورنمنٹ کی تمام ایجنسز' صوبائی گورنمنٹ کے تمام لائن

ڈیپارٹمنٹس کو شامل کر کے ایک پیکج بنایا جائے گا۔اب کسی بھی گورنمنٹ کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمام شہروں میں بیک وقت اس قسم کا ایک بڑا منصوبہ شروع کیا جائے۔ اس لیے یہ بڑے شہر جن کی آبادی 15 لاکھ سے زیادہ ہے' یہ مخصوص کا ذکر کرتے ہیں' اس لیے میں نے اس جواب میں یہ وضاحت کی ہے کہ جو شہر 15 لاکھ سے زیادہ آبادی کے ہیں ان میں یہ integrated programme جو ہیں وہ implement کیے جائیں گے اور اس کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ صوبہ پنجاب میں باقی تمام شہروں میں بھی مرحلہ وار کوشش کی جائے گی کہ ہر شہری کو اس کی بنیادی ضرورت اس کے دروازے تک پہنچائی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ وزیر موصوف کی سٹیٹمنٹ کے بعد آپ تابش صاحب اس کو press نہیں کرتے؟

سید تابش الوری، جی میں press نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ press نہیں کرتے ہیں اور یہ بڑا اچھا موقف ہے' بڑی مہربانی۔ تحریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔ (مداخلت) ہاں' ایک منٹ۔۔۔ نوابزادہ صاحب کی ایک مجھے چٹ آئی تھی نمبر 27 جو تھی وہ تحریک التوائے کار سید عارف حسین بخاری کی تھی' انھوں نے چونکہ application دی ہوئی تھی کہ بھئی آپ نمبر 14 کو لیں اس لیے میں نے وہ پکاری نہیں تھی کہ وہ یہاں تشریف نہیں رکھتے تھے لیکن application دے گئے ہیں لہذا یہ کل treat ہو گی۔ اب چھٹی کی درخواستیں ہیں۔ ---------

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔جی' سیکرٹری صاحب۔

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب سردار محمد عبداللہ ڈاہار کن' صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"میری طبیعت ناساز ہے جس کی وجہ سے 14 مارچ 1996ء کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔ رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

I am leaving for Rawalpindi to see my ailing uncle there and would not be able to attend the Assembly session on 14th and 15th of March, 1996 I request you to kindly grant me leave for the said dates

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

سیکرٹری اسمبلی، نواب زادہ منصور احمد خان، (وزیر مال)۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چونکہ منسٹر کو چھٹی لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے ایسی درخواست کو یہاں پیش کیا جانا یا اس کو اجازت دینے کا کوئی سوال نہیں ہے۔ آگے چلیں۔

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب عبدالرؤف مغل (بوساطت میاں عبدالحمید) رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

"ان کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ اسمبلی اجلاس میں شرکت نہ کر سکے۔ 7 تا 12 مارچ 1996ء کی رخصت منظور کی جائے۔"

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

سردار حسن اختر موکل، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں انفرمیشن کے لیے آپ سے پوچھنا چاہتا تھا کہ کل یہاں پر سید تابش الوری صاحب نے جو ایک قرارداد پیش کی تھی اور اس پر کوئی اڑھائی، تین گھنٹے بحث بھی ہوئی اس پر ووٹنگ نہیں ہو سکی تھی اس بارے میں کیا لائحہ عمل اختیار کیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ میں بتا دیتا ہوں ۔ ایک موشن ہمارے زیر بحث تھی ۔ اس پر تقاریر ہوتی رہیں اور مختلف تجاویز آتی رہیں سپیکر صاحب تشریف لے آئے کسی طرف سے یہ مطالبہ نہیں ہوا کہ اب ہم اس پر تقریر جاری نہیں رکھنا چاہتے اس پر ووٹنگ کرائی جائے ادھر اجلاس کا وقت ختم ہو گیا وہ مرحلہ ہی درپیش نہ آیا تو لہذا وہ talk out ہو گئی ۔ talk out کا مطلب ہوتا ہے وہ باتوں باتوں میں ہی ختم ہو گئی ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! اس کا کوئی پروسیجر تو ہو گا کہ یہ آئندہ کسی پرائیویٹ ممبر ڈے پر آئے گی ۔ اس کا end تو کوئی نہ ہوا ۔ ایک چیز پر اگر بحث چلتی ہے تو اس کا آخر تو کوئی ہوتا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ اسی طرح ہوتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ میں ایوان کی خدمت میں بتانا چاہتا ہوں کہ ایوان میں بعض ایسی باتیں آ جاتی ہیں جس کو حکومت oppose کرنے کی متحمل نہیں ہوتی یعنی نہ ووٹنگ کرانا چاہتی ہے کیونکہ اس کے خلاف ووٹ کیسے دیا جائے تو اس کا بہترین طریقہ یہی ہوتا ہے کہ ممبران اس پر اس قدر بحث کرتے ہیں کہ ووٹنگ کا مرحلہ ہی نہیں آتا اور وہ talk out ہو جاتی ہے ۔ مہربانی ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب سپیکر! اس کا پھر مطلب یہ لیا جائے کہ حکومت راہ فرار اختیار کر گئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کوئی بھی فیصلہ کر لیں ۔ میں نے آپ کو صحیح بات بتا دی ہے ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! سردار صاحب کو بعد میں خیال آتا ہے جب وقت گزر جاتا ہے ۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! آج خیال آیا کہ یہاں جو پارلیمنٹ میں ہم نے کل کا دن گزارا تھا اور جس پر اتنی بحث کی گئی اس کا فائدہ کیا ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔

پاپولیشن پلاننگ پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر، آج ہماری پاپولیشن پلاننگ پر بحث ہے ۔ میرے پاس جو لسٹ پہنچی ہے اس میں سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ' پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ' حاجی عبدالرزاق ' میاں عمران مسعود ' اور جناب ایس ۔ اے حمید کے نام ہیں تو گورنمنٹ سائڈ سے بھی اگر کوئی تقریر کرنا چاہے تو وہ بھی تقریر کر سکتے ہیں مجھے اپنے نام بھجوا دیجیے ۔

وزیر قانون صاحب! پاپولیشن پلاننگ پر گورنمنٹ سائڈ سے جو فاضل اراکین حصہ لینا چاہتے ہیں ان کی لسٹ بھی مجھے بھیج دی جائے۔ جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب!

جناب ایس اے حمید : جناب والا! وہ لابی میں تشریف رکھتے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو دوسرے دوست کو بلا لیا جائے ۔ دوسرے نمبر پر پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب ہیں ۔ جی پروفیسر صاحب!

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، جناب سپیکر! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع عطا فرمایا۔ جناب سپیکر! سب سے پہلے میری عرض یہ ہے کہ جس کو پاپولیشن پلاننگ کہا گیا ہے اس کا مفہوم کیا ہے ۔ ہمارے ہاں آج کل جو غلط فہمی چل رہی ہے اس کا نام پہلے فیملی پلاننگ تھا ۔

جناب والا! کھوسہ صاحب تشریف لے آئے ہیں اگر وہ بولنا چاہیں تو بول لیں میں بعد میں بولنے کو تیار ہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تو کھوسہ صاحب کی مرضی ہے اگر ڈاکٹر صاحب کے بعد اپنی باری لے لیں تو اچھی بات ہو گی ۔ آپ کو ہم پورا ٹائم دیں گے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پہلے اب ڈاکٹر صاحب اپنی تقریر کر لیں میں ان کے بعد کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، پروفیسر صاحب! آپ ہی اپنی تقریر جاری رکھیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، یہ جو بات چلی کہ فیملی پلاننگ کے اندر کم بچے پیدا کئے جائیں sources پر بوجھ زیادہ ہو گیا ہے اتنے بڑے بڑے کارٹون دکھاتے تھے کہ ایک آدمی کھڑا ہے اس کے بچے نیچے لٹک رہے ہیں اور source کم دکھائے گئے تھے اس کا مطلب یہی تھا کہ یہ قوم ' یہ

امت اتنے بچے پیدا نہ کرے اور لوگوں کو ذہنی طور پر تیار کیا جائے کہ وہ فیملی پلاننگ پر عمل کریں اس طرح سے کم بچے پیدا ہوں گے اور جب بچے کم پیدا ہوں گے تو آبادی کم ہو گی اس کا مقصد یہ ہو گا کہ آبادی زیادہ ترقی کرے گی حالانکہ یہ ہماری غلط سوچ تھی یہ ہے ہی سرے سے غلط ۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس امت کے سب سے زیادہ خیر خواہ تھے اور دنیا کو سب سے بہترین economic order دینے والے تھے انہوں نے بھی اس چیز کو condemn کیا بلکہ انہوں نے امت کو تلقین کی کہ ایسی عورتوں سے شادی کرو جو زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کریں تا کہ قیامت کا دن جب آئے تو میں تمہارے ہونے پر انبیاء اور دوسری قوموں پر فخر کر سکوں کہ میری امت کتنی بڑی زیادہ ہے لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ کیونکہ ہمارے sources کم ہیں اس لیے بچے کم پیدا کئے جائیں۔ تھوڑے بچے ہوں گے تو ان کی بہتر ٹریننگ ہو گی ان کی سکولنگ بہتر ہو گی ان کے لیے means بہتر ہوں گے لیکن یہ ہماری ساری کی ساری غلط فہمی ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم اتنے خود غرض ہو گئے ہیں کہ ہم اپنی ذات کی خاطر ' اچھے رہنے کی خاطر ایک آنے والی نسل کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ۔ جناب سپیکر! یہ خود غرضی کی حد ہے کہ ہم بہترین پلاننگ نہیں کر سکتے۔ غالباً ہمارے پاس economists کی کمی ہے پلاننگ ہمارے پاس نہیں ہے ہمارے پاس پالیسی میکرز لوگ نہیں ہیں ہم کیوں نہیں پلاننگ کرتے ۔ ہم اچھی طرح پلاننگ کریں تا کہ جو نسل پیدا ہو اس کے لیے بہتر sources ' اس کے لیے بہتر prospects ' اس کے لیے بہتر ایجوکیشن ' اس کی بہتر سکولنگ ہو اس کو آپ پاپولیشن پلاننگ کہہ سکتے ہیں اور جو ہم کہہ رہے ہیں کہ بچے کم پیدا کریں اس کی میں نفی کرتا ہوں اور میں اس کے حق میں ہر گز نہیں ہوں ۔ جناب والا! اصل پلاننگ کیا ہو گی Capitalism نے ہم سے یہ بڑی غلطی کرائی ہے کہ Capitalism والوں نے جو ان کے economists ہیں جو مارشل پلے ہے ان کے اپنے امریکہ میں تو فیملی پلاننگ کی تو بات نہیں ہو گی British میں تو اس قسم کی بات نہیں ہو گی لیکن پاکستان ' ایک اسلامک سٹیٹ میں ہم غریب لوگوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ تم تو پل نہیں سکتے ہو کہ جب تک تم بچوں کو نہیں مارو گے ۔ لیکن وہ اپنے لیے جو کچھ بھی چاہیں وہ کریں ۔ ہمارے sources وہ اپنے پاس لے جائیں ہمارا روپیہ سود کے ذریعے اپنے پاس channelize کر لیں۔ ہمیں کچھ بھی دے کر یہ سکھائیں کہ تم تو چونکہ غریب ہو اپنے بچے کم پیدا کرو یہی تمہاری سلامتی کی تعلیم ہے اور یہی تمہاری ضرورت ہے حالانکہ ہم اس کی نفی کرتے ہیں

ہم اس بات کو ہرگز نہیں مانتے ۔ ہم بہتر پلاننگ کر کے ' بہتر سوچ رکھ کر اپنی آنے والی نسل کو بہتر future دے سکتے ہیں اس کے لیے ہم نے کام کرنا ہے ۔ اس کے لیے میں آپ کے سامنے عرض کروں گا کہ ہم نے اصل میں کیا کرنا ہے ۔ جناب سپیکر! غلطی یہاں ہوئی ہے کہ capitalism نے ہم پر ایک اور وار کیا ہے یہاں equal distribution ہے وہ نہیں دی گئی ۔ ہم سے غلطی یہاں پر ہوئی ہے کہ کچھ لوگوں کے پاس sources ہیں۔ ظلم یہاں تک ہے کہ ایک کے جوتے پر چمک ہے اور دوسرے کے چہرے پر بھی چمک نہیں ہے ۔ ایک کے پاس سب کچھ ہے اور دوسرے کے پاس کچھ بھی نہیں ہے ۔ یہ غلطی ہم سے ہوئی ہے کہ جس کی بنیاد پر ہم نے سوچنا شروع کر دیا ہے کہ جو غریب لوگ ہیں وہ بچے کم پیدا کریں گے اور امیر لوگوں کے جتنے مرضی زیادہ بچے ہو جائیں ان کو کیا پروا ہے ۔ ہمیں کرنا یہ ہے کہ ہمیں بہتر فیصلہ کرنا ہے کہ آنے والی نسل کو ہم نے کیسے بہتر بنانا ہے ۔ اس کے لیے جو بہترین چینل اور بہترین ٹول ہمارے پاس ہے وہ یہ ہے کہ ہم برابری کی بنیاد پر معاشی وسائل کی تقسیم کریں ۔ جتنے لوگ ہیں ان سب کو برابر کے مواقع ملنے چاہییں کہ وہ جہاں سے چاہیں کمائیں اور جتنا چاہیں کمائیں اور اپنے بچوں کی کفالت کریں اور ان پر کوئی چیک یا رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے ۔ اس سلسلہ میں آپ کو دنیا کے بہترین سسٹم دینے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف آپ کو سناتا ہوں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ کرام سے یہ فرمایا تھا کہ تمام دنیا کے انسان تین چیزوں میں برابر ہیں ۔ ان سب کو برابر طور پر یہ حق حاصل ہے کہ وہ ان تین چیزوں کو استعمال کر کے اپنی بنیادی ضروریات کے لیے اپنے آمدنی کے وسائل کو استعمال کریں ان پر عمل کریں ۔ اس سے کمائیں اور اپنے آپ کو maintain کریں۔ اور وہ تین چیزیں کیا ہیں ۔ ایک پانی ' دوسرا گھاس اور تیسری آگ ۔ یہ بات آپ کو بڑی سادہ سی لگی ہو گی ۔ لیکن جب ایک ماہر معاشیات کے طور پر بات کی جائے گی تو پانی سے مراد پینے کا پانی نہیں ہے ۔ اریگیشن کا پانی ' بوٹنگ کے لیے پانی ' فشری کے لیے پانی اور تمام جو بڑے بڑے دریا ہیں اور سارے بڑے بڑے جو سمندر ہیں وہ تمام انسانوں کے لیے برابر ہیں ۔ جب سب لوگوں کو آپ اجازت دیں گے ۔ تو کتنے لوگ ہیں جو اپنی روزی دریاؤں سے کما لیں گے ۔ کتنے لوگ ہیں جو کمیونیکیشن کے ذریعے ٹرانسپورٹیشن سے روزی کمائیں گے ' کتنے لوگ ہیں جو سمندروں کی مائننگ کر لیں گے ۔ وہاں سے ہیرے موتی نکال لیں گے ۔ کتنے لوگ ہیں کہ جو رہنے کے لیے ہم سے بہتر سسٹم بنا لیں گے ۔ اس کو اگر آپ چند لوگوں کے لیے

monoply نہ بنا دیں ۔ کچھ لوگوں کا قبضہ نہیں ہو گا تو میرے خیال میں عام لوگوں کو اپنی روزی کمانے کا اس سے بہتر طور پر ذریعہ مل جائے گا۔ اور اپنی روزی اچھے انداز سے کما سکیں گے ۔ یہ میں نے چھوٹی سی بات کی ہے ۔ پانی سے آپ بجلی بھی لیں گے ۔ جو بجلی کے ذرائع ہیں ان کو آپ جتنی توسیع دیں گے اتنی زیادہ بات چلے گی ۔

دوسرا " الفتح " جس کا مطلب گھاس ہے ۔ گھاس کے اندر جنگل کی لکڑی ایندھن سے لے کر عمارتی لکڑی ہے ۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکنامک آرڈر کے اندر تمام لوگوں کو برابر برابر فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ہے ۔ آپ سچی بات بتائیے کہ اگر تمام لوگوں کو اس کے برابر طور پر حقوق مل جائیں تو اس میں کتنے لوگوں کی بہتری ہو سکتی ہے ۔

اور تیسری بات " آگ" بتائی ۔ آگ سے مراد تاپنے والی آگ نہیں ہے ۔ تمام طاقت کے وسائل ' جتنے لوگ اس سے قوت حاصل کر سکتے ہیں یہ تمام انسانوں کے لیے مشترک ہیں ۔ ان سے جس طرح لوگ چاہیں گے فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے آپ کو معاشی طور پر maintain کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس پر عمل کر لیا جائے اس کے بعد یہ فیملی پلاننگ ' یہ پاپولیشن ویلفیئر پر اس طرح سے غلط انداز سے سوچنے کی ضرورت نہیں ہو گی جیسے آج ہم سوچ رہے ہیں۔ میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ ہم اپنی جو پاپولیشن ویلفیئر کر سکتے ہیں اور جو ہماری پاپولیشن پلاننگ ہو سکتی ہے اس کا بنیادی طور پر ایک اہم جزو یہ ہو کہ ہم تمام لوگوں کو برابر حق دیں کہ جتنے بھی معاشی وسائل ہیں ان سے فائدہ اٹھانے والے بن جائیں ۔ لیکن ہمارے ہاں جو بڑی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ دیہاتی علاقے کو ہم بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور ساری سہولتیں شہری علاقوں کو دے دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ہم سے بڑی غلطی ہو رہی ہے کہ شہروں کے اندر جو آبادی کی شرح بڑھ رہی ہے اس میں غلطی غالباً یہ ہے کہ شہر والوں کے پاس سہولیات زیادہ ہیں ۔ دیہاتی غریب روزی کمانے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ اور دیہاتوں میں چونکہ اس قسم کا سسٹم نہیں ہوتا اس لیے دیہاتی آبادی کو اگر شہروں میں منتقل ہونے سے اگر روکنا ہے اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس کی بجائے آپ سارے وسائل لاہور کی مال روڈ پر خرچ کر دیں ۔ یو ہسپتال پر خرچ کر دیں ۔ اس کی بجائے آپ دیہات میں ماڈل دیہات بنائیں' وہاں پر ہسپتال بنائیں ۔ اور اگر بہتر ہو سکے تو جو کارخانوں کا آپ شہروں کے اندر jumble کر رہے ہیں آپ یہ کارخانے دیہات میں لگائیں لوگ وہاں دیہات ہی میں رہیں گے اور وہاں اپنی روزی کمائیں گے ۔ نہ

شہروں میں ان کی زیادہ آبادی آئے گی اور نہ شہروں کے اندر ان کے مسائل پیدا ہوں گے ۔ اور نہ آپ کو فلائی اوور بنانے کا سوچنا پڑے گا۔ اگر آپ دیہاتوں کے ساتھ برابر طور سلوک کریں گے تو زیادہ بہتری ہو گی ۔ اس نکتے پر میں ایک بات کہوں گا جو میں اکثر نہیں کرتا ۔ کہ پیپلز پارٹی جو کہ اپنے آپ کو غریبوں کی پارٹی کہتی ہے کے لیے بھی ایک بات یہ ہے کہ کہا یہ جاتا ہے کہ شہروں کے اندر مسلم لیگ(ن) نے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہیں اور دیہاتوں میں پیپلز پارٹی نے زیادہ ووٹ حاصل کیے ہیں۔ ایک بات دکھ اور ایمان سے کہتا ہوں ۔ آپ بھی سپیکر ہیں اور آپ کا تعلق بھی دیہات سے ہے ۔ آپ سوچیں کہ دیہات کے لیے اب تک کتنا کچھ کیا گیا ہے ۔ میں کوئی متنازعہ نکتہ پر بات نہیں کرنا چاہتا ۔ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ میں بھی ایک دیہاتی ہوں ۔ دیہات سے میرا بھی تعلق ہے ۔ وہ کسان جو کہ ہمارے لیے روزی اگاتا ہے اس کسان کے کھیت سے صرف بھوک اگتی ہے ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جس کی روئی سے زرق برق لباس تیار کیا جاتا ہے اس کی بیٹی کا سر ننگا ہوتا ہے ۔ اس کے پاؤں میں جوتا نہیں ہوتا ۔ اس کے کھیت میں صرف بھوک نے اگنا ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے ۔ اس بات پر سوچنا ہو گا کہ ہم دیہاتی علاقے کی ترقی کے لیے سوچیں ۔ بلکہ ایک اور ظلم ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جن کا مسلم لیگ(ن) گروپ سے تعلق تھا آپ نے اس بار رورل ڈویلپمنٹ کے لیے فنڈز نہیں دیے ہیں۔ اس کے فنڈز آپ نے روکے ہوئے ہیں ۔

جناب سپیکر! ایک بات مجھے بتائیں ۔ اگر میرے حلقے میں کام ہو گا تو کیا مسلم لیگ (ن) گروپ کے لوگ چلیں گے ۔ اس پر تو پیپلز پارٹی والے بھی چلیں گے ۔ اگر سولنگ لگے گا تو ان کو بھی فائدہ ہو گا۔ اس لیے میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ یہ چیز سوچیں کہ پاپولیشن ویلفیئر کے لیے ، دیہاتی علاقے کی بہتری کے لیے----------

جناب ڈپٹی سپیکر ، شاہ صاحب! غفاری صاحب کی تقریر بڑی knowledgeable ہے ۔ آپ نہ سنیں دوسروں کو تو سننے دیں۔

وزیر بہبود آبادی، میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پروفیسر صاحب تقریر کر کے چلے جائیں گے اور پھر میں نے تقریر کا جواب دینا ہے اور آپ نے سننا ہے ۔ آپ اور میں ہوں گے ۔ پروفیسر صاحب نہیں ہوں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ بیٹھیں گے ۔

وزیر بہبود آبادی، دیکھ لیتے ہیں۔ کھوسہ صاحب سے بھی کہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کم از کم دوسروں کو سننے کا موقع دیں۔

پروفیسر نور محمد غفاری، شاہ صاحب کی اطلاع کے لیے میں عرض کر دوں۔ وہ میرے بھائی ہیں۔ جب سے میں اسمبلی کا ممبر بنا ہوں ۔ اللہ کا فضل ہے کہ میری ایک دن کی بھی غیر حاضری نہیں ہے۔ جناب سپیکر! میں یہاں پر یونیسف کی بہت اچھی رائے کا حوالہ دینے کو بہت پسند کروں گا۔ یونیسف کے جو ایکسپرٹس نے کہا ہے کہ تمہاری کامیابی شہروں میں بڑی بڑی بلڈ نگز بنا لینے میں نہیں ہے' شہروں میں بڑی بڑی شاہرات تعمیر کر لینے میں نہیں ہے 'بڑی بڑی کوٹھیاں تعمیر کرنے میں نہیں ہے۔ اصل تمہاری کامیابی اور ترقی یہ ہے کہ تم نے ایک دیہاتی کو کیا دیا ہے؟ تم نے اپنے بچوں کے لیے کیا کیا ہے؟ تم نے ان کو تعلیم کیسے دی ہے؟ تم نے ان کے ذرائع آمدورفت کیا بنائے ہیں؟ اگر یہ کچھ کیا ہے تو پھر تو ترقی ہے اگر یہ نہیں ہے تو پھر ترقی نہیں ہے۔ جناب سپیکر! جب کوئی آدمی باہر سے آ کر اسلام آباد کی سڑکوں پر چلتا ہے یا لاہور کی مال روڈ پر چلتا ہے 'یا کراچی کی کھلی کھلی سڑ کوں پر چلتا ہے اور بڑی بڑی فلک بوس عمارتیں جب دیکھتا ہے تو وہ کبھی نہیں سوچتا کہ پاکستان ایک غریب ملک ہے۔ کہتا ہے کہ پاکستان تو بڑا امیر ملک ہے۔ یہاں کے لوگوں کو بڑی سہولتیں ہیں۔ لیکن اگر وہ دیہات کا رخ بھی کر لے کہ جہاں پر کوئی سڑک نہیں ہے۔ جہاں پر کوئی پل نہیں ہے 'لوگوں کو پینے کا پانی نہیں ملتا۔ اس وقت ہم نے سوچنا ہے کہ بچے کم پیدا کرنے کی تلقین تو کی جاتی ہے لیکن یہ تلقین نہیں کی جاتی کہ جو فنڈز ہیں ان کو دیہات کی ترقی کے لیے بھی خرچ کیا جائے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے۔ میری عرض یہ ہے کہ اگر آپ نے ترقی کرنی ہے تو آپ کو دیہاتی علاقے کو بھی برابر درجہ دینا ہو گا بلکہ اس کو top priority اور prefer کرنا ہو گا۔ ان کو ترجیح دیں کہ وہ بھی بہتر طور پر رہ سکیں۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے ووٹ سے جیت کر ہم لوگ اسمبلی میں آئے ہیں۔ پاکستان کی جو ستر فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے ہیں اور آپ اس حد تک دیہاتی علاقوں کا ووٹ لے کر اسمبلی کے ممبر بنے ہیں یہ کتنا ظلم ہے کہ ہم ان کے لیے کچھ بھی نہ کریں۔ ہم ان کے لیے کچھ بھی نہ سوچیں۔ یہ ہماری دیانت داری کا تقاضا ہے کہ ہم غریب دیہاتیوں کے لیے اور farmers کے لیے سوچیں 'ان کے لیے کچھ کریں۔ جناب سپیکر! بات سے بات آ رہی ہے کہ جب سے

قیمتیں بڑھ رہی ہیں ' میں نے قیمتوں پر بولنا تھا لیکن میرا نمبر نہیں آیا۔ جب سے قیمتیں بڑھ رہی ہیں آپ جا کر غریب کسان سے پوچھیں کہ وہ ٹریکٹر میں تیل کیسے ڈالتا ہے ؟ ڈیزل کی قیمت کتنی بڑھ گئی ہے ؟ اس کو کتنی دقت اور تنگی ہے ؟ پہلے وہ بے چارہ بینک سے قرض لے کر ٹریکٹر لیتا تھا اب ٹریکٹر لینا بھی اس کے لیے مشکل ہو گیا ہے۔ اگر ہم اس طبقے کے لیے کچھ claim نہیں کریں گے ' ہم اگر ان کو کچھ نہیں دیں گے تو It means we are not sincere to Pakistan, we are not sincere to Punjab. یہ اس وقت ممکن ہے جب آپ دیہات کے لوگوں کو اور غریب طبقے کو equally طور پر ecnomic resources استعمال کرنے کی اجازت دیں گے اور جب تک یہ نہیں ہو گا اس وقت تک آپ ترقی کا خواب نہ دیکھیے۔ میری تقریر ہو جائے گی ' وزیر صاحب جواب دے کر چلے جائیں گے اللہ اللہ خیر صلا۔ اس سے بات نہیں بنے گی ہمیں کچھ کرنا ہو گا۔ اب میں آگے چلتا ہوں۔ جناب سپیکر! دوسری جو بات مجھے عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ ہم لوگوں نے یہ planning کہاں پر کرنی ہے۔ میں کچھ رائے دوں گا۔ سب سے پہلے تو ہمیں لوگوں کی education پر زور دینا ہو گا کہ how to educate the people in appropriate manner. جناب والا ! کتنا ستم ہے کہ بڑے لوگوں کے بچے تو ایچی سن کالج میں پڑھیں' چیف کالج میں پڑھیں اور غریب کا بچہ عام کالجز میں پڑھے وہ بچہ جس نے کل ان prince or princess سے مقابلہ کرنا ہے تو how it is possible? میں خود ایک عرصہ تک CSS کا paper setter رہا ہوں۔ جب میں پرچے دیکھتا تھا تو میں feel کرتا تھا کہ یہ جو انگریزی کا بڑا اچھا expression دیا گیا ہے یہ بڑی quality ' بڑے خاندانوں کے لوگوں کے بچے ہیں اور جب میں یہ دیکھتا کہ یہاں کچھ کام کمزور ہے تو میں یہ سوچتا کہ یہ ضرور غریب کا بچہ ہو گا۔ اس سے آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے غائب کا علم تھا۔ نہیں بلکہ میں محسوس کر لیا کرتا تھا۔ اور غریب کے بچے کے لیے قدرتی طور پر دل میں ہمدری پیدا ہوتی تھی اور I tried my level best to accommodate all the people. یہ میری ایک ذاتی رائے تھی کہ میں غریب کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا اس لیے کہ غریب آبادی کو کچھ نہ کچھ دینا چاہیے اور میں اپنے اندر سے جو میرے اندر ایک آواز ہوتی تھی اس کے لیے میں کوشش کرتا تھا۔ جناب والا ! ایک تو ان کی proper education ہونی چاہیے۔ اس کے بعد health facilities انہیں مہیا ہونی چاہیے۔ آپ دیکھ لیں کہ جتنے بھی ڈاکٹر صاحبان ہیں وہ دیہات میں نہیں جانا چاہتے۔ اللہ بھلا کرے ہمارے صدر صاحب کا میں تو ان کے

یے دعا کرتا ہوں انھوں نے خود فرما دیا کہ ان کے اپنے علاقے ڈیرہ غازی خان میں جن میڈیکل ڈاکٹرز appointment کی گئی تھی انھیں بھی پنجاب حکومت نے رشوت اور سفارش کے ذریعے تبدیلی رکے دوسری جگہوں پر بھیج دیا ہے۔ تو پھر میرے اور آپ کے حلقے کی کیا حیثیت ہو گی؟ یہ جو ے بنیادی مراکز صحت بنے ہوئے ہیں آپ جا کر دیکھ لیں وہاں پر کوئی ڈاکٹر نہیں ہوتا صرف ایک compounder ہوتا ہے لوگ انہی سے دوائی لیتے ہیں' اللہ اللہ خیر صلا۔ جب ہم ان کی basic health کے بارے میں نہیں سوچیں گے' ان کی صحت اچھی نہیں ہو گی تو پھر ہم ان کی population welfare کے لیے کون سی planning کر رہے ہیں؟ ایک تو ہمیں یہ کرنا ہو گا اس ے بعد۔۔۔

یر بہبود آبادی (سید ناظم حسین شاہ) : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

اب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیے۔

یر بہبود آبادی: جناب سپیکر! میں پروفیسر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ جن ڈاکٹرز صاحبان کا لر فرما رہے ہیں مہربانی سے یہ بھی واضح کرتے جائیں کہ یہاں ڈاکٹر سے ان کی کیا مراد ہے؟ کیا یہ ہ پاپولیشن سے متعلق فرما رہے ہیں یا پھر محکمہ صحت کے ڈاکٹرز کے بارے میں فرما رہے ہیں؟

وفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری : جناب والا! doctor means the medical officer ment for the health services of the people میں پی ایچ ڈی ڈاکٹر کی بات نہیں کر رہا۔ اللہ کا شکر ہے ، وہ میں ہوں۔ جناب والا! میں آپ سے عرض کر رہا تھا کہ وہ ڈاکٹرز جنھوں نے۔۔۔

اب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

اب ڈپٹی سپیکر : جی فرمائیے۔

اب محمد ظہیر الدین خان : جناب سپیکر! کیا پاپولیشن ویلفیئر کا کوئی net work دیہات میں ے؟

اب ڈپٹی سپیکر : کیا یہ وقفہ سوالات ہے کہ آپ ضمنی سوال پوچھ رہے ہیں؟

اب محمد ظہیر الدین خان : نہیں جناب میں نے ویسے ہی پوچھ لیا ہے۔ چونکہ مجھ سے پہلے وزیر

صاحب نے پوچھا ہے کہ پروفیسر صاحب کون سے ڈاکٹر کی بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : میں نے ذرا ان کا احترام کیا کہ وہ وزیر ہیں اس لیے اجازت دے دی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان : جناب والا! کیا میں احترام کے قابل نہیں ہوں؟

جناب ڈپٹی سپیکر : آپ میرے برخوردار ہیں' قابل عزت ہیں۔ جی پروفیسر صاحب!

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں پہلے پیپلز پارٹی کی حکومت کے رویے کے بارے میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ میرا ہر گز کبھی یہ موضوع نہیں رہا کہ کسی پر خواہ مخواہ تنقید کی جائے۔ میں نے آج تک جتنی بھی تقریریں کی ہیں ان میں کبھی بھی کسی پر خواہ مخواہ تنقید نہیں کی۔ میری پیپلز پارٹی کی حکومت سے بڑی humble request ہے کہ تعلیم کے بارے میں' صحت کے بارے میں' means of communications کے بارے میں' ہمارے فنڈز کے بارے میں' غریبوں کی uplifting کے لیے' پاپولیشن پلاننگ کے لیے' پاپولیشن ویلفیئر کے لیے جو میں نے گزارشات کی ہیں ان پر عمل فرمائیں' اس پر سوچیں۔ انشاء اللہ اگر پاکستان کی بہتری ہو گی تو میرے خیال میں سب کی بہتری ہو گی اور اگر پاکستان کی بہتری نہیں ہو گی تو ہم میں سے کسی کی بھی بہتری نہیں ہو گی۔ میں نے آپ کا بہت سا وقت لیا ہے۔ اب آپ گھڑی کو دیکھ رہے ہیں اس لیے میں اپنی تقریر کو ایک خلیفہ راشد کے قول پر ختم کر رہا ہوں جن کو پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! میری وزیر صاحب سے آپ کی وساطت سے گزارش ہے کہ میری یہ بات ضرور سنیں بے شک انھوں نے میری پہلی باتیں نہیں سنیں۔ انھیں میری طرف متوجہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ناظم شاہ صاحب! توجہ فرمائیں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آپ کو ایک بات بتا رہا ہوں۔ ان کی بیوی راوی ہیں جو کہ first hand ravi ہوتی ہیں کہتی ہیں میں نے دیکھا کہ رات آپ مصلے پر بیٹھے رو رہے ہیں ------

جناب سعید اکبر خان : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : سعید اکبر خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! میں نے کوشش کی کہ میں یہ سوال نہ کروں لیکن مجھ سے رہا نہیں گیا۔ آپ نے ظہیر الدین صاحب سے فرمایا کہ چونکہ ناظم شاہ صاحب وزیر ہیں اس لیے مجھے ان کا لحاظ ہے۔ تو کیا آپ صرف لحاظ وزیر کا کرتے ہیں جو ایم پی ایز ہیں ان کا آپ لحاظ نہیں کرتے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں آپ تشریف رکھیں اور مجھ سے اس بارے میں observation نہ لیں تو بہتر ہو گا۔

جناب سعید اکبر خان: جناب والا! آپ ہمارے لیے نہایت معزز اور قابل احترام ہیں۔ جب آپ ہاؤس میں صدارت کر رہے ہوتے ہیں تو تمام دوستوں کو بحیثیت ایم پی اے اور بحیثیت colleague آپ احترام دیتے ہیں۔ اس میں تفریق پیدا کرنا میرے خیال مناسب نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ آپ یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا میں وزراء کو زیادہ اہمیت دیتا ہوں اور عام رکن کو اہمیت نہیں دیتا۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ میں ہر ایک سے برابری کا سلوک کرتا ہوں۔

جناب سعید اکبر خان: میرے خیال میں آپ کی زبان سے سہواً نکل گیا ہے کیونکہ مجھے علم ہے کہ آپ ایم پی اے کو زیادہ احترام دیتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ یہ ہے کہ شاہ صاحب چونکہ کافی عرصہ سے کبھی ہاؤس میں نہیں بولے اور آج بولے ہیں تو میں پہلی دفعہ انھیں ایسا کیوں کہتا۔

وزیر بہبود آبادی: جناب سپیکر! Point of personal explanation

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں میں اس بحث کو اب ختم کرتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں میں اجازت نہیں دیتا۔ جی پروفیسر صاحب! آپ اپنی بات مکمل کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری: شکریہ جناب سپیکر! میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ عرض کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک رات مصلے پر بیٹھے آپ رو رہے تھے۔ بیوی نے پوچھا کہ کیا واقعہ گزرا ہے؟ آگے سے جواب دیتے ہیں کہ اللہ نے مجھے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے عرب وعجم کا بادشاہ بنایا ہے، ان کا حاکم مقرر کیا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو دور دراز علاقوں میں رہنے کی وجہ

سے مجھ تک نہیں پہنچ سکتے ، کتنے بھوکے ہوں گے کہ جن کی بھوک کا میں انتظام نہیں کر سکتا ، کتنے مریض ہوں گے جن تک میں آج تک medical امداد نہیں پہنچا سکا ، کتنے لوگ ہیں جن کی خبر مجھے نہیں ہو گی ۔ اس پر مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن جب میں اللہ کے سامنے پیش ہوں گا تو نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان غریبوں کی طرف سے آ کر جب میرے سے تکرار اور بحث کریں گے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے میں بالکل argue نہیں کر سکوں گا ۔ میں ہار جاؤں گا اس دن میری کیا حالت ہو گی؟ میں کہتا ہوں کہ ہم لوگ جتنے بھی ترقی یافتہ ہو جائیں ، ہم لوگ کہیں چلے جائیں مجھے بے شک آپ ملاں ہونے کا طعنہ دے دیں لیکن ہم نے مرنا ہے اور ہم ابھی تک بھی اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر فخر محسوس کرتے ہیں ۔ کیا جو کچھ ہم کر رہے ہیں یہ ہم لوگوں کی ویلفیئر کے لیے کر رہے ہیں ؟ میرے خیال میں ہم سے غلطی ہو رہی ہے ۔ میں اسی پر اپنی تقریر ختم کروں گا ۔ آپ کا شکریہ اور میری پارٹی کا بھی شکریہ کہ انھوں نے مجھے موقع دیا ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی ۔ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: شکریہ جناب سپیکر! اچھا ہی ہوا کہ میں ذرا سی تاخیر سے اندر آیا اور آپ نے پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب کو floor دے دیا تھا اور انھوں نے یہاں پر نہایت ہی عالمانہ اور فاضلانہ بیانات دیے۔ میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں عالم ہوں یا فاضل ہوں یا اس موضوع پر جو آج زیر بحث ہے اس پر قرآن کریم کی کوئی آیت quote کر سکتا ہوں یا احادیث مبارکہ quote کر سکتا ہوں میرا یہ دعویٰ بالکل نہیں لیکن میں مسلمان ہوں اور قرآن کریم اور احادیث کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتا ہوں۔ لیکن اس مسئلے پر کوئی حتمی رائے دینے کی بجائے میں تو علمائے کرام کا محتاج ہوں کہ وہ اس topic پر قرآن و احادیث کے حوالے سے اپنی کوئی رائے قائم کریں۔ ملک میں یہ ایک مسئلہ ہے یہ ایک حقیقت ہے جسے ہم دیکھ رہے ہیں اور چشم پوشی نہیں کرنی چاہیے۔ جناب والا! چند تلخ حقائق ہیں میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کی توجہ ان کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ کچھ عرصہ وزارت آبپاشی پنجاب کا قلمدان میرے پاس رہا چونکہ واپڈا اور پنجاب کی وزارت آبپاشی کا ایک گہرا تعلق ہوتا ہے اس لیے میری واپڈا کے حکام اور افسران سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی اور ایک موقع پر اس وقت کے چیئرمین واپڈا نے مجھ سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو میں ان سے ملا۔ اس وقت ملک کے جو

بود ڈیمز ہیں جو پانی کے reservoir ہیں ان کے بارے میں انھوں نے اپنی تشویش کا اظہار کیا اور
میں ڈیمز کے جو اور مواقع ہیں جہاں پر نئے ڈیمز اور نئے reservoir بن سکتے ہیں ان کے حق میں
ں نے دلائل پیش کیے۔ وہ اپنی جگہ ایک اہمیت رکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ حکومت ان
ئل کی طرف توجہ دے رہی ہو گی لیکن جب پانی کے وسائل کو بڑھانے کی بات ہو رہی تھی تو انھوں
ے وہاں پر مجھے ایک ایسی حقیقت سے آگاہ کیا جس سے کم از کم میں تو کانپ اٹھا اور وہ یہ ہے کہ ایک
ب تو جس تیزی سے پاکستان کی شرح آبادی بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف جس تیزی سے زرعی
قبے سیم و تھور اور دیگر un- controlable وجوہات کی بنا پر پیداوار سے مٹتے جا رہے ہیں۔ میں بڑھتی
ی آبادی کا نقصان تو نہیں کہہ سکتا لیکن بڑھتی ہوئی آبادی ایک طرف اور رقبے کا نقصان ایک طرف تو
کی consultancy جو انھوں نے کسی foreign firms کے ذریعے ڈیمز اور reservoir کے
لے میں رپورٹ تیار کروائی تھی۔ اس رپورٹ میں انھوں نے کہا ہے کہ 2010ء میں جو آبادی کا تخمینہ
ہے اور اس کے برعکس ہمارے جو رقبے بنجر بنتے جا رہے ہیں اور ناکارہ بنتے جا رہے ہیں اس سے جو
اوار ہو گی وہ اپنی آبادی کو خوراک بہم پہنچانے کے لیے جو target meet کرنا ہو گا وہ 20 ملین
گندم در آمد کرنی پڑے گی۔ فرض کر لیں کہ حکومت پاکستان کے پاس 20 ملین ٹن گندم خرید
نے کے لیے زر مبادلہ موجود ہے۔ ہم یہ بھی تصور کر لیں کہ باہر کے کچھ ایسے ممالک ہیں جن کے
ں فالتو گندم ہے اور وہ جملہ طور پر 20 ملین ٹن فروخت کر سکتے ہیں۔ جناب والا! ہمارے پاس تو ایک
بندر گاہ ہے اور وہ کراچی کی ہے۔ کراچی کی بندرگاہ پر 20 ملین ٹن گندم اتارنے کی گنجائش ہی
ہا۔ ہم یہ بھی تصور کر لیں کہ آئندہ سولہ سترہ برس میں 2010ء میں جتنے بھی سال باقی ہیں اس میں
حکومتیں بھی آتی رہیں گی وہ کراچی کی بندر گاہ میں اضافہ کر لیں گی docks میں اضافہ کر لیں گی
20 ملین ٹن گندم اتارنے کی سہولیات بنا لیں گی لیکن اس گندم کو اندرون ملک پہنچانے کے لیے
ے پاس infrastructure نہیں ہے نہ ریل گاڑی کا نظام اور نہ سڑکوں کا نظام کافی ہے کہ اتنی
ی مقدار میں گندم کو اندرون ملک پہنچایا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر حکومت پاکستان وہ گندم در آمد
بھی سکے تو وہ بندرہ گاہ پر پڑی پڑی گل سڑ جائے گی۔اس صورت حال سے نپٹنے کے لیے میں ایک
یز تو یہ دے سکتا تھا کہ جس طرح میرے پیش رو جناب پروفیسر صاحب نے اپنی طرف سے یہاں
یز دی ہیں کہ پاپولیشن کو کنٹرول کرنا یا نسل کو بڑھنے سے کنٹرول کرنا شریعت اور دین اسلام

کے خلاف ہے احادیث کے خلاف ہے اور ہمیں اس قسم کے اقدام نہیں کرنے چاہیں بالکل بجا ہے ان کی یہ سٹیٹمنٹ نا قابل تردید ہے لیکن حکومتوں کو جو پلاننگ کرنی چاہیے اب تک اس میں کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے پاپولیشن شفٹنگ کا ذکر کیا لیکن یہاں پاپولیشن شفٹنگ کا مسئلہ نہیں ہے اگر لوگ دیہات سے شہروں کی طرف رخ کر رہے ہیں کیونکہ یہاں سہولیات ہیں ملازمت مل جاتی ہے یا روز گار مل جاتا ہے یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن مسئلہ ہے پاپولیشن بڑھنے کا۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو جو خوراک ہے باقی سہولیات تو بعد کی باتیں رہیں اس کی فراہمی کے لیے میں ایک حکومت کا ذکر نہیں کہہ رہا بلکہ جو حکومتیں ماضی سے چلی آ رہی ہیں انھوں نے کیا کیا ہے ہمیں اس پر غور و فکر کرنا چاہیے۔ میں تو یہ کہوں گا کہ صحیح معنوں میں اسلامی نکتہ نگاہ پوچھنے کے لیے حکومت وقت کو اس پر فکر مندی کرنی چاہیے علماء اور مشائخ کی کوئی کونسل تشکیل دے دی جائے جو قرآن و احادیث سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوں اور ان سے اس بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلے کا حل پوچھا جائے اگر اسلام اور شریعت اس پر اجازت دیتی ہے کیونکہ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ ہمارے برادر مسلم ممالک نے یہ پالیسی اپنائی ہے مثلاً مصر، ایران، انڈونیشیاء وہاں یہ پالیسی اپنائی گئی ہے اور اگر وہاں پر علمائے کرام کی طرف سے کوئی احتجاج نہیں آیا تو پھر ان کے مشورے سے ان کی مشاورت سے یہ پالیسی اپنائی گئی ہو گی۔ تو میں اس مثال کی بنیاد پر حکومت سے یہ سفارش کروں گا کہ یہاں بھی علمائے کرام اور مشائخ کو اکٹھا کیا جائے ان کی ایک کونسل بنا دی جائے جو اس مسئلے کو بغور study کریں اور اپنی سفارشات دیں۔ اگر اس میں پاپولیشن پلاننگ کی کوئی گنجائش ہے تو وہ ان کی رائے سے ظاہر ہوسکتی ہے ورنہ دوسری تجاویز جو میرے ساتھی اپنی تقریر کے دوران کہہ رہے تھے کہ حکومت وقت کو اب سوچنا یہ چاہیے کہ آبادی پر تو ہم شرعاً یا دین اسلام کی رو سے کنٹرول نہیں کر سکتے تو اس کی خوراک کی جو ضروریات ہیں ان کو کس طرح پورا کریں گے۔ چلیے کپڑا بعد کی بات ہے جو تا بعد کی بات ہے تعلیم بعد کی بات ہے لیکن خوراک تو ہر انسان کی ہر جی دار کی بنیادی ضرورت ہے ہم اس طرف دیکھ رہے ہیں کہ کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی۔ ایک کالا باغ ڈیم کا نام لیا جاتا ہے جسپر بدقسمتی سے یہ حکومت اب تک اتفاق رائے قائم نہ کروا سکی لیکن اس کے علاوہ اور بھی مواقع ہیں جہاں یہ ڈیم یہ reservoir یہ بندات بنائے جا سکتے ہیں جس سے ہمارا بہت سا ایسا رقبہ زیر کاشت آ سکتا ہے مثال کے طور پر میں صرف پنجاب کے بارے میں عرض کر دوں کہ کم و بیش 42 لاکھ ایکڑ نہایت زرخیز رقبہ پنجاب

میں موجود ہے اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت پیداواری رقبہ نہیں ہے اور اسی طرح صوبہ سندھ میں بھی بے شمار رقبہ ہے۔ صوبہ سرحد میں بھی ہے ' صوبہ بلوچستان میں بھی ہے جس کی آج تک کسی حکومت نے پلاننگ نہیں کی کہ اس ناکارہ رقبے کو پانی کی ترسیل سے کار آمد بنایا جائے۔ جناب والا یہ ہر شہری کے لیے باعث تشویش ہے کہ خوراک کتنی گراں ہو چکی ہے۔ گندم کی قیمت کہاں پہنچ چکی ہے۔ چینی کی قیمت کہاں پہنچ چکی ہے۔ دالیں جسے ایک زمانے میں غریب کی خوراک کہا جاتا تھا ان کی قیمت کہاں پہنچ چکی ہے۔ پیاز کی قیمت کتنی ہے؟ یہ سب وہ چیزیں ہیں جسے غریب کی خوراک کہا جاتا تھا۔ اگر حکومت وقت کی اسی طرح غیر ذمہ دارانہ پالیسیاں جاری رہیں تو اس گرانی میں اور بھی اضافہ ہو گا کمی نہیں ہو گی۔ عام آدمی میں بے چینی بڑھے گی' عام آدمی کو سہولیات نہ ملنے کی وجہ سے بد امنی کے امکانات بھی ہوتے ہیں' چوری چکاری ڈکیتیاں بڑھتی جائیں گی۔ یہ وقت ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کیا جائے اور یہ جو بڑھتے ہوئے جرائم اور بد امنی ہے' تخریب کاری کے رجحانات ہیں اسے درست کیا جائے۔ ان چیزوں کو خوشحالی ہی روک سکتی ہے۔ خوشحالی کے لیے میں نہیں سمجھتا کہ اس حکومت نے پچھلے اڑھائی سال سے کوئی اقدامات کیے ہوں۔ جناب والا! آخر میں میں آپ کی وساطت سے اس ہاؤس کی خدمت میں اور ہمارے اخبار نویس ساتھی جو یہاں پر بیٹھے ہیں ان کی خدمت میں دو ممالک کی مثال پیش کرتا ہوں جہاں پر غلط پلاننگ کی وجہ سے ناقص منصوبہ بندی کی وجہ سے قحط نمودار ہو گیا ہے۔ جناب والا! یہ دونوں ہمارے مسلمان ملک ہیں۔ سوڈان جس کی آبادی غیر مسلموں کی خیرات کے رحم و کرم پر وہ آبادیاں پڑی ہوئی ہیں۔ جناب والا! ہر وقت ان کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی ہیں کہ کب یو این او کے امریکہ کے یا کسی اور مغربی ملک کے ہوائی جہاز آئیں گے اور ان کے لیے غذا پھینکیں گے۔ خدانخواستہ خدانخواستہ اگر ہمارے ملک میں میں بھی صحیح اقدامات نہ کیے گئے تو ہم بھی اسی صورت حال کا شکار ہو جائیں گے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ اس کے بعد ظہیر الدین خان!

جناب محمد ظہیر الدین خان ، جناب سپیکر! نہ صرف ہمارے صوبے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ملک کا بھی سب سے بڑا مسئلہ آبادی میں اضافہ ہے ۔ جناب والا! جس وقت بنگلہ دیش ہم سے علیحدہ ہوا تو اس وقت ہماری آبادی کی شرح پیدائش 3.1 تھی اور اب بنگلہ دیش میں شرح پیدائش 2.2 ہو چکی ہے

اور ہمارا تناسب بڑھ کر 3.2 ہو چکا ہے۔ جناب والا! ہماری جو بھی حکومت ہو اور کسی قسم کی کوئی پلاننگ ہو تمام ترقی اور منصوبوں کو آبادی کا اضافہ کھا جاتا ہے اور اس طرف بہت کم لوگوں کا دھیان جاتا ہے ۔ میرے خیال کے مطابق تمام تکالیف اور برائیوں کی جڑ آبادی کا اضافہ ہے ۔ بلجیم میں 1952ء میں جتنی آبادی تھی آج بھی اتنی ہی آبادی ہے کیونکہ per decade ایک دفعہ نیگیٹو اور ایک دفعہ postive growth introduce کرواتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی آبادی نہیں بڑھتی۔ جناب والا! جس طرح ہمارے صوبے میں پاپولیشن پلاننگ کا محکمہ ہے اسی طرح بنگلہ دیش فلپائن اور انڈونیشیا میں بھی یہ محکمے موجود ہیں لیکن اس کی ڈائرکشن درست کرنے کی اور بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ آج سے تقریباً دو دہائی پہلے جب ہم اپنے گاؤں میں جایا کرتے تھے تو خال خال کسی کسی جگہ شام کو کسی آبادی میں بچے نظر آتے تھے اور اب اگر ہم شام کو جائیں تو گلیاں بچوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں۔ جناب والا! تقریباً 35 لاکھ بچے ہر سال ہمارے ملک میں پیدا ہوتے ہیں۔ آج سے پانچ سال پہلے جو 35 لاکھ بچے پیدا ہوئے ہیں ان کے لیے آج ہمیں سکول چاہیں، سکول جانے کے لیے ٹرانسپورٹ چاہیے اور اس کے ساتھ طبی سہولت چاہیے لیکن ہمارے وسائل اتنے نہیں ہیں کہ ہم انکو بنیادی ضرورتیں مہیا کر سکیں۔ اس لیے محکمہ سوشل ویلفیئر و پاپولیشن پلاننگ کو زیادہ موثر کرنے کے لیے زیادہ فنڈز دیے جائیں۔ جناب والا! ہماری پاپولیشن پلاننگ کا جو نیٹ ورک ہے وہ شہروں کی حد تک ہے گاؤں میں ان کا کوئی آفس نہیں ہے البتہ اب حال ہی میں وزیر اعظم پاکستان محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے اس سلسلے میں ایک سکیم شروع کی ہے اور اس پر اب کچھ کام بھی شروع ہو چکا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ آبادی کو کنٹرول کرنے کے لیے ہمیں اپنے بجٹ اور پلاننگ کی ترجیحات میں تبدیلی لانی چاہیے اور جب تک ہمیں آبادی پر کنٹرول حاصل نہیں ہوتا اسے اپنی پہلی ترجیح میں رکھنا چاہیے۔ جناب والا! آبادی میں اضافہ کی وجہ سے اس وقت صورت حال یہ ہے کہ ہمارے دیہی علاقوں کے نوجوان بے روزگار ہیں اور اس وقت روزگار حاصل کرنے کا road side robbery کا راستہ اس وقت میسر ہے۔ جناب والا! یہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ ہم ان کو روزگار مہیا کرنے میں ناکام ہیں ہمارے وسائل اتنے نہیں ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ آبادی بڑھنے کی شرح بہت زیادہ ہے۔ sacred cow سمجھ کر اس پر ہم اپنی تجاویز نہیں دینا چاہتے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ وقت آ گیا ہے اور ہمیں اپنی تجاویز دینی چاہییں۔ ایک تو یہ ہے کہ ہمیں دوسری

موں کی طرح اپنا wild west conquer کرنا چاہیے۔ ہمارا جو چولستان کا علاقہ ہے اور ہمارے جو کھوں ایکڑ بنجر علاقے ہیں ان کو آباد کرنا چاہیے اور قابل کاشت بنانا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس کے لیے جو ضروری چیزیں ہیں جیسے چشمہ رائٹ بنک کینال اور کالا باغ ڈیم کا بنایا جانا بہت ضروری ہے۔ ں ایک پنجابی کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ کالا باغ ڈیم کا بنایا جانا بہت ضروری ہے۔ یہ اس لیے ں ضروری ہے کہ آبادی کو cater کرنے کے جو مسائل ہیں وہ ادھر سے نکلتے ہیں اور ان کو ہم نے را کرنا ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! نئے شہر آباد کیے جائیں اور لوگوں کو educate کیا جائے ب تک لوگوں کو educate نہیں کیا جائے گا اس وقت تک بہتر نتائج حاصل نہیں ہو سکتے۔ جناب الا! ٹیلی ویژن کے ذریعے سے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے لوگوں کو اس مسئلے پر educate کیا جائے۔ ناب والا! ہمارے ممبر و محراب سے بھی اس بات کی تلقین ہونی چاہیے کہ ہم اپنے وسائل میں رہ کر م کریں تاکہ ہم اپنی آنے والی نسل کو اچھے طریقے سے رکھ سکیں۔ جناب سپیکر! میں یہ بھی گزارش لروں گا کہ ہمارے جو دیہی علاقے ہیں ان کو اگر ٹیکس فری زون قرار دے دیا جائے اور وہاں پر ڈسٹری لگ جائے تو وہاں کے لوگوں کو روزگار مل جائے گا اور ملک و قوم کے لیے بھی بہتر ہو گا۔ یونکہ ہمارے علاقوں میں کسی قسم کی کوئی سہولت موجود نہیں ہے۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ بادی کو کنٹرول کیے بغیر ہر قسم کی پلاننگ ناکام ہو گی۔ علاوہ ازیں آبادی کو کنٹرول کیے بغیر ہم پنے صوبے اور ملک کی فلاح بہبود نہیں کر سکتے۔ انہی تجاویز کے ساتھ میں جناب کا شکریہ ادا کرتا ہوں ہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا۔

دھری شوکت داؤد، جناب والا! میں نے یہ تحریک پیش کرنی تھی اس کی اجازت دی جائے۔

ناب ڈپٹی سپیکر، اجازت ہے پڑھیں۔

مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ
ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

دھری شوکت داؤد، جناب والا میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و لیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 مئی 1996ء تک توسیع کر دی

جائے"۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ۔

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 مئی 1996ء تک توسیع کی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

پاپولیشن پلاننگ پر بحث (--------جاری)

جناب ڈپٹی سپیکر: حاجی عبدالرزاق!

حاجی عبدالرزاق: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد جناب سپیکر! اسلام چند رسومات اور عبادت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے پر حاوی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کے لیے کوئی ضابطہ اخلاق بھیجا ہے اور وہ ضابطہ ہمارے پاس قرآن کریم ہے۔ جس طرح دنیا میں انسان کسی چیز کی ایجاد کرتا ہے، موجد ہوتا ہے اس کے ساتھ کچھ قوانین وضوابط بھی بناتا ہے۔ اگر آپ قوانین و ضوابط کے مطابق اس چیز سے کام لیں گے تو وہ چیز ٹھیک طرح سے کام کرے گی لیکن اگر آپ ان اصولوں کے خلاف کام کریں گے تو لامحالہ اس کے نتائج وہ نہیں نکلیں گے جو آپ چاہتے ہوں گے۔ اسی طرح جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن بنایا ہے۔ اور اس نے اس کے لیے ضابطہ اخلاق، قانون بنا دیا ہے۔ اور وہ قانون قرآن مجید ہے۔ اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل ہی ہمارے لیے دنیا میں ترقی اور آخرت میں سرخروئی کے لیے نہایت اہم ہے۔ قرآن مجید میں آٹھویں پارہ سورۃ انعام میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "اور نہ تم قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے۔ ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو بھی۔ دوسری جگہ پندرھویں پارے میں سورۃ بنی اسرائیل میں فرماتے ہیں کہ تم اپنی اولاد کو مفلسی کے ارادے سے قتل نہ کرو ہم ان کو رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی رزق دیتے ہیں بے شک ان کا قتل ایک بڑی گمراہی ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ آج کل ہم جس معاشرے یورپ کی تقلید کر رہے ہیں اور ان کے فلسفے پر اپنی ساری بنیاد رکھ رہے ہیں جو کہ غلط ہے ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ ہماری تو اپنی ایک

ideology ہے ' ہمارا اپنا ایک قانون اور قاعدہ ہے جو کہ اللہ نے ہمیں دیا ہے ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک منہ کھانے کے لیے دیا اور کمانے کے لیے دو ہاتھ دیئے ہیں۔ میں اٹھارھویں صدی کا پس منظر تھوڑا سا بیان کرنا چاہتا ہوں کہ جب یورپ میں صنعتی انقلاب آیا۔ تو وہاں پر لوگوں نے دیہات سے شہروں میں نقل مکانی کی اور اس نقل مکانی میں انھیں اپنی فیکٹریوں اور کارخانوں کو چلانے کے لیے جب افراد کی ضرورت پیش آئی تو انھوں نے عورتوں کو بھی اس کام پر لگا دیا۔ حالانکہ عورت کا یہ مقام نہیں ہے۔ عورت کا مقام تو اپنے گھر میں رہنا اور اپنے بچوں کی پرورش اور ان کی حفاظت کرنا ہے۔ عورت کا تو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام بنایا ہے۔ مجبوری سے تو انسان ہر کام کرسکتا ہے۔ اگر کسی کو مجبوری ہے تو وہ دفتر میں بھی جا سکتا ہے وہ کام بھی کرسکتا ہے وہ تجارت بھی کرسکتا ہے۔ لیکن عورت کا جو فطری کام ہے وہ یہی ہے کہ عورت اپنے بچوں کی پرورش کرے اور اپنے گھر میں رہے۔ جب ان کو اپنے کارخانوں اور فیکٹریوں کو چلانے کے لیے مزدوروں کی زیادہ ضرورت پیش آئی تو انھوں نے عورتوں کو بھی اس کام میں شامل کر لیا۔ اور جب عورتوں پر اس بات کا بوجھ پڑا کہ ایک طرف تو وہ بچوں کی پرورش کرے لیکن دوسری طرف وہ مردوں کے شانہ بہ شانہ دفتروں میں فیکٹریوں میں اور کارخانوں میں کام کرے تو اس کے لیے بڑی دقت پیش آئی۔ وہاں کے جو مفکر تھے اور ماہرین معاشیات تھے انھوں نے سوچا کہ اس کا کوئی حل سوچنا چاہیے۔ انھوں نے یہی حل سوچا کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ بچوں کی پرورش کم کردیں تاکہ ہمارا یہ مسئلہ ہی حل ہوجائے۔ اور جس وقت وہاں پر یہ مسئلہ پیش ہوا۔ تو انھوں نے اس کو ذرائع ابلاغ میں استعمال کیا۔ ایسی ادویات ایجاد کیں تاکہ بچوں کی پیدائش کم ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ اس بات میں آگے بڑھتے گئے۔ میں یہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ second great war میں اس وقت وہاں یورپ میں پیدائش کی شرح بہت کم ہوچکی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنی نے فرانس کو ایک ہفتے کے اندر اندر ہی پامال کردیا۔ آج فرانس میں یہ حالت ہے اور 1960ء کے اعداد و شمار کے مطابق پانچ سو شادیوں میں سے ایک شادی کامیاب ہوتی تھی۔ چار سو ننانوے شادیاں طلاق پر مشتمل ہوتی تھیں۔ یہ اسی فرسودہ سوچ کا نتیجہ تھا جو انھوں نے سوچا تھا۔ جب انھوں نے عورتوں کو کلبوں میں اور اپنے عشرت کدوں میں گھسیٹا تو اس کے لیے عورتوں کے بچے ان کے لیے پابہ زنجیر ثابت ہوئے۔ اور انھوں نے اس زنجیر کو کاٹنے کے لیے یہ کہا کہ آپ بچوں کی پیدائش کم کریں۔ اور ان بچوں کے اخراجات بڑھے تو انھوں نے ان اخراجات کو

کم کرنے کے لیے بھی کہا کہ بچوں کی پیدائش کو کم کرو۔ یہ اس یورپ کا فلسفہ ہے جس کی آج صورت حال یہ ہے کہ کروڑوں مرد اور عورتیں کسی بھی مذہبی بنیاد کو چھوڑ کر میاں بیوی کے طور پر رہ رہے ہیں صرف اس خاطر کہ بچے پیدا نہ کیے جائیں۔ اور اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے اور وہاں کے مفکر یہ سوچنے پر مجبور ہیں اور اس بات سے پریشان ہیں کہ اس کا اب کیا علاج کیا جائے۔ ہم آج جو سوچ رہے ہیں ہم تو ان سے پچاس سال پیچھے ہیں۔ وہ پچاس سال اور آگے ہیں۔ انھوں نے جو پہلے کام کیے ہیں وہ اس کے مطابق آج پریشان ہیں۔ اگر ہم نے بھی اسی خط پر سوچنا شروع کیا تو ہم بھی پچاس سال بعد ضرور پریشان ہوں گے۔ آج فرانس میں جس کے بچے نہیں ہیں اس پر دہرا ٹیکس ہے۔ جس کے بچے ہیں اس کو اتنی ہی سہولت دی جا رہی ہے۔ وہ اب اس بات پر سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ایسے تو ہماری نسلیں ختم ہو جائیں گی اگر ہم نے اسی بات پر عمل کیے رکھا۔ ہمیں اس بات کو سوچنا چاہیے اور ہمیں اس پر قطعاً عمل نہیں کرنا چاہیے کہ یورپ والوں نے یہ بات کی ہے ہم بھی وہی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آپ کے پاس تو اتنی اتنی وسیع زمینیں ہیں' پورا بلوچستان خالی پڑا ہے' سندھ کی زمینیں ہیں' چولستان ہے اور پنجاب کے اندر لاکھوں ایکڑ زمین بے کار پڑی ہے۔ آپ اس کو استعمال میں لاسکتے ہیں' اپنی پیداوار کو بڑھائیے۔ اور اس پاپولیشن پر توجہ نہ دیجئے کہ یہ کم ہو۔ پاپولیشن کم کیوں کی جائے؟ آپ کا دشمن آپ سے تین گنا بڑا ہے۔ اور وہ ہر وقت اس طاق میں رہتا ہے' کہ جب بھی موقع ملے وہ آپ کے ملک کو تخت و تاراج کر دے۔ اگر آپ کے پاس main power نہیں ہو گی تو آپ کیا کریں گے۔ آپ کا بھی پھر وہی حال ہو گا جو second great war میں جرمنی نے فرانس کا کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ میں اس بات کے سخت مخالف ہوں۔ لیکن اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے اور اسلامی ممالک میں اس بات کے لیے کچھ علماء نے اس پر فتوے بھی جاری کیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک وفد بنایا جائے جس میں سرکاری لوگ بھی ہوں اور ہر مکتبہ فکر کا ایک ایک آدمی شامل کیا جائے۔ اور وہ ان ملکوں کے دورے کرے اور ان علمائے کرام سے جاکر ملے اور جانچ پڑتال کرے کہ انھوں نے ایسا کس بنیاد پر کیا ہے۔ آیا انھوں نے شرح کے مطابق کام کیا ہے تو پھر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم شرح کے اندر رہتے ہوئے ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہیں جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے متصادم نہ ہو۔ مگر ہر اس کام کی مخالفت کریں گے جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق نہیں ہو گا۔ بس میں تو اتنا ہی عرض کرنا چاہتا تھا۔ وما علینا الا

بلاغ۔

ناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

راجہ ریاض محمود: جناب سپیکر!

ناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ کی سیٹ نہیں ہے خواجہ صاحب۔ نہیں یہ آپ کی سیٹ نہیں ہے آپ نی سیٹ پر جا کر بولیے۔ "ایں تے نا کرو جتھے مرضی آئی اوتھے ای بولن لگ پئے۔"

راجہ ریاض محمود: میں وہاں پر بھول کے بیٹھ گیا تھا۔ میں آپ کی وساطت سے قبلہ محترم حاجی ماحب جو ہمارے ماشاء اللہ لیڈر ہیں، رہنما ہیں۔ ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے اپنے کتنے بچے ہیں؟

ناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ نہیں پوچھ سکتے۔

جی عبدالرزاق: جناب والا! ان سے بھی پوچھیں کہ ان کے کتنے بچے ہیں؟

ناب ڈپٹی سپیکر: میں نے ان کی بات جائز ہی نہیں سمجھی تو پھر آپ خوامخواہ کھڑے ہوگئے۔ خود ود آپس میں سوال جواب نہ کیجئے۔ جی ----

یاں عمران مسعود: جناب والا! آپ کا بہت شکریہ I am grateful that I have been given a chance to speak on the Population Welfare۔ جناب والا! یہ پاپولیشن ویلفیئر کا محکمہ جو کہ مت ہی سست محکمہ ہے۔ جس پر اس حکومت نے کسی قسم کی کوئی توجہ نہیں دی۔ میں سمجھتا ہوں ومت کو چاہیے تھا کہ اس کو اپنے priority programme پر رکھتی اور top priority پاپولیشن یلفیئر کو دی جاتی۔ جناب والا! پاپولیشن ہمارے لیے ایک اٹامک بم کی طرح ہے۔ اگر ہم نے اس کی رح دھیان نہ دیا تو یہ ایٹم بم کسی وقت بھی explode کر سکتا ہے۔ اور میرے خیال کے مطابق جتنے ں مسئلے مسائل ہیں وہ ہم پاپولیشن کے ذریعے ہی face کر رہے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ کہ یہ پولیشن ویلفیئر کا subject جو کہ فیڈرل گورنمنٹ کا تھا۔ 1990ء میں پچھلی حکومت نے اس کو پہلی نہ provincialise کیا۔ اور یہ کوشش کی کہ اس کو provincial subject بنا کر ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ اس کی کوآرڈینیشن کر کے اس کو کسی طریقے سے چلایا جائے۔ 1990ء کی پچھلی مرکزی ومت کی یہ ایک اچھی کوشش تھی لیکن وہ پروگرام ابھی آگے چلنا تھا۔ اس subject کو یا اس

ڈیپارٹمنٹ کو ابھی پورے طریقے سے provincialise نہیں کیا گیا۔ اس کے جتنے بھی فنڈز ہیں وہ فیڈرل گورنمنٹ دیتی ہے اور اس کے جتنے بھی ایڈمنسٹریٹر آرڈرز ہیں وہ اوپر سے ہی دیے جاتے ہیں۔ لہذا میں چاہوں گا کہ اگر اس کو provincialise کر کے priorities کر دیا جائے تو اس میں ہمیں بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ دوسری سب سے بڑی یہ بات ہے کہ جب تک ہماری حکومت کی یا کسی بھی حکومت کی determination to work یا اس چیز میں اس کی will نہیں پائی جائے گی تو کوئی بھی محکمہ یا کوئی بھی حکومت صحیح طریقے سے نہیں چل سکتی۔ جناب والا! مجھے اس چیز میں کوئی اعتراض نہ ہو گا کہ میں کھلے الفاظ میں یہاں یہ کہوں کہ پاپولیشن ویلفیئر کے بارے میں ہمیشہ سے conflict of decision رہا ہے جب سے ہمارا ملک بنا ہے 1947ء سے لے کر اب تک ہماری حکومتوں نے پاپولیشن ویلفیئر کا یہ ساتواں پانچ سالہ پروگرام بنایا جس کو ہم ابھی تک implement نہیں کروا سکے اور کسی قسم کے goals ہم نے ابھی تک achieve نہیں کیے۔ جناب والا! ساتواں پانچ سالہ پروگرام 88ء سے لے کر 93ء تک تھا جو کہ ختم ہو چکا ہے اس کے بعد پاپولیشن ویلفیئر کا کوئی نیا پروگرام ہمیں ابھی تک نظر نہیں آ رہا اور نہ ہی پتا چل رہا ہے کہ یہ حکومت کیا چاہ رہی ہے۔ جناب والا! کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر باقی اسلامی ممالک کی طرح جس طرح انڈونیشیا ہے' Egypt' ملائیشیا اور بے شمار دوسرے اسلامی ممالک ہیں۔ جناب والا! آپ بنگلہ دیش کو لے لیں کہ ان کا سب سے بڑا مسئلہ آبادی کا تھا کیونکہ اس کے بارے میں ہمیشہ سے دو decisions رہے ہیں کچھ لوگ اس کو Islamic کہتے ہیں اور کچھ لوگ اس کو un-Islamic کہتے ہیں۔ جناب والا! ان سارے اسلامی ممالک نے اپنے علماء سے فتوے داغ کروا کر اسلامی حوالے سے' حدیث کے حوالے سے' قرآنی آیات کے حوالے سے فتوے کی ایک کتاب چھاپی جس میں تمام مسلم ممالک کے فتوے لکھے تھے اور اس کے بعد ان فتوؤں کو اسلامی نظریاتی کونسل جو کہ نیشنل اسمبلی سے بھی higher forum ہے وہاں سے legislate کروا کر ان ممالک نے اپنے اپنے ملک میں بطور قانون نافذ کروا دیا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ اگر ہمارے ملک میں یہ جو Islamic اور un-Islamic کے درمیان confusion چل رہی ہے اس کو دور کر دیا جائے۔ جناب والا! اسلامی ممالک تو کئی ہیں لیکن میرے نزدیک اسلام ایک ہے اگر باقی تمام اسلامی ممالک میں اس چیز کو رائج کر دیا ہے کہ پاپولیشن پلاننگ اسلامک ہے تو جناب والا! ہمارے ملک میں اس کو نافذ کیوں نہیں کیا جا رہا جب تک ہم اس confusion سے نہیں نکلیں گے ہم اپنے targets حاصل نہیں کر سکتے۔ جناب والا! انڈونیشیا میں مجھے

جانے کا اتفاق ہوا وہاں پر علماء اور مولوی حضرات جمعہ کی نماز کے خطبے میں پانچ منٹ پاپولیشن پہ لیکچر دیتے ہیں اسی طریقے سے Egypt میں' ملائیشیا میں اور کئی ممالک ایسے ہیں انھوں نے کہا کہ آپ کم بچے پیدا کریں کیونکہ اگر زیادہ افراد ہوں گے تو ان کو بہتر سہولیات زندگی فراہم نہیں کی جا سکیں گی اور یہی وجہ ہے کہ انڈونیشیا نے 69ء یا 70ء کے قریب ہمارا پروگرام لے کر گئے اور آج بیس سال بعد انھوں نے اپنے نتائج حاصل کر لیے ہیں اور وہ ترقی کی طرف چل پڑے ہیں۔ جناب والا! اگر افراد زیادہ ہوں گے اگر آبادی زیادہ ہو گی تو یہ سکول' کالجز' یہ سڑکیں' یہ بنگلے یہ تمام چیزیں کم پڑ جائیں گی۔ جناب والا! میں نے جو data اکٹھا کیا ہے میں چاہوں گا کہ تھوڑا سا میں ان حقائق کا ذکر کر دوں۔ جناب والا! میری معلومات کے مطابق آزادی کے بعد ہماری آبادی 32.5 ملین تھی۔ جناب والا! یہ بڑھ کر اس وقت 119 ملین ہو چکی ہے اور اس میں چار گنا اضافہ ہوا ہے اور جو سب سے حیرانگی کی بات ہے کہ کئی ایسے گنجان آباد ممالک جس طرح چائنہ یا انڈیا ہے وہ ہم سے آبادی میں تو بہت آگے ہیں لیکن پاکستان کا growth rate پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے جو کہ 3.2 some thing ہے۔ جناب والا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس ملک میں ایک منٹ میں نو بچے پیدا ہوتے ہیں جب کہ ایک منٹ میں دو اموات ہوتی ہیں دوسرے الفاظ میں سات سیکنڈ کے بعد ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور تیس سیکنڈ کے بعد ایک موت واقع ہوتی ہے۔ جناب والا

Every day about eighty new born babies become motherless due to maternal deaths. In other words every hour about three mothers due to child birth.

The annual population growth rate of 3.1 percent in Pakistan is the highest as compared to countries like China, India, Indonesia, Bangla Desh & Nigeria.

جناب والا! اگر ہم ان چیزوں کا خیال نہیں رکھیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسا موقع آ جائے گا کہ اس چیز کا ہمیں حل نہیں ملے گا۔ جناب والا! کچھ اور ایسے حقائق ہیں جو کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں بتانے بہت ضروری ہیں کہ آبادی میں اضافے کی وجہ سے نہ تو بچوں کو صحیح معیار زندگی مل رہا ہے نہ ہی پڑھے لکھے لوگوں کو کسی قسم کی نوکری مل رہی ہے تو جب تک ہم ان مسائل کو حل نہیں

کریں گے یہ حل نہیں ہو سکتا۔ جناب والا! دوسری بات یہ تھی کہ محکمہ بہبود آبادی محکمہ صحت کی co-ordination کے ساتھ چلتا ہے اس وقت محکمہ بہبود آبادی نے اپنے پاپولیشن سنٹر تحصیل سطح پہ اور ضلع کی سطح پر کھول رکھے ہیں۔ جناب والا! میں چاہوں گا کہ اس کے کام کو موثر بنایا جائے اور ایسی ہیڈی ہیلتھ ورکرز کو اس قسم کی تعلیم دی جائے ان کو اس قسم کی ٹریننگ دی جائے تا کہ وہ گاؤں میں جائیں اور وہاں کی خواتین کو بتائیں کہ جب تک آپ ان قوانین یا ان اصولوں یا ایسے طریقوں پہ پابند نہیں رہیں گی تو آپ کو بڑی مشکل ہو جائے گی۔ جناب والا! مجھے آج بھی یاد ہے کہ آج سے دو اڑھائی سال پہلے امام مسجد کی بیوی نے پاپولیشن سنٹر میں جا کر کہا کہ میرے بچے بہت زیادہ ہیں اور مجھے کوئی ایسا طریقہ بتایا جائے کہ یہ بچے کم ہو جائیں کیونکہ میں ان کا روٹی پانی پورا نہیں کر سکتی۔ جناب والا! 1970ء میں جب ٹیمیں بنی تھیں، فیلڈ ورکرز بنے تھے جو کہ علاقوں میں جا کر فلمیں دکھایا کرتے تھے اور contraceptive کے استعمال، pills اور منصوبہ بندی کے بارے میں جب یہ لوگ وہاں جا کر ٹریننگ دیا کرتے تھے تو گاؤں کے بچے ان کو پتھر مار کر وہاں سے بھگا دیا کرتے تھے اور وہاں کے امام مسجد یہ کہا کرتے تھے کہ یہ انگریز کہاں سے آ گئے جو کہ ایک un-Islamic کام کو رائج کروانا چاہتے ہیں۔ جناب والا! جب تک یہ confusion، جب تک یہ conflict of mind دور نہیں کیا جائے گا تب تک بہبود آبادی کا بالکل کوئی فائدہ نہیں۔ یونائیٹڈ نیشن ڈویلپمنٹ پلان اور این جی اوز اور فارن ایڈڈ پروگرامز کے تحت بے تحاشا ایسے ممالک ہیں جو کہ پاپولیشن ویلفیئر کے لیے این جی اوز کے ذریعے بہت زیادہ پیسہ دیتے ہیں۔ جناب والا! ان کو موثر بنایا جائے تا کہ اس پیسے کو این جی اوز کے تحت عوام میں خرچ کروایا جائے۔ جناب والا! اس میں بیورو کریسی کا بالکل کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ فارن ایڈڈ پروگرامز یا باہر کے ممالک سے جو پیسہ این جی اوز کو دیا جاتا ہے اس پر بیورو کریسی کا embargo بالکل نہیں ہونا چاہیے بلکہ این جی اوز کو establish ہونا چاہیے کیونکہ بہبود آبادی کے سسٹم اور نظریے کو جب تک سوشل ورکرز کے ذریعے آپ نافذ نہیں کروائیں گے تب تک آپ نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ جناب والا! وفاقی گورنمنٹ کے اس بہبود آبادی کے محکمے نے کئی قسم کے ایسے contraceptives نکالے ہیں، انھوں نے pills بنائی ہیں اور یہ لوگوں کو ایسے اصول بتاتے ہیں کہ جس سے بہبود آبادی کی بڑی خدمت کی جا سکتی ہے لیکن میں بار بار آپ کی وساطت سے وزیر موصوف سے یہی گزارش کروں گا کہ جب تک ہم اس confusion کو دور نہیں کریں گے تب تک ہم ان نتائج

کو حاصل نہیں کر سکتے۔ میرے نزدیک ہمارے تمام مسائل کا حل صرف ایک ہے کہ ہم اپنی آبادی پہ
ابو پالیں اور اس کا negative effect یہ مل رہا ہے کہ پڑھے لکھے لوگ اور جو صاحب جائداد اور مال دار
گ ہیں وہ تو بچے کم پیدا کر رہے ہیں یعنی ایک یا دو بچے پیدا کر رہے ہیں اور جو غریب غرباء اور ان
ڑھ ہیں ان بے چاروں کے پانچ پانچ' چھ چھ' سات سات اور تیرہ تیرہ بچے ہیں اور یہ جو امیر لوگ ہیں جو
کہ اچھی تعلیم دے سکتے ہیں چاہے دو بچے ہوں یا چار ہوں یا چھ ہوں اس طرف سے بھی ہم لوگ
decrease ہو رہے ہیں اور ہمارا لٹریسی ریٹ بھی کم تر ہوتا جا رہا ہے لہذا میں چاہوں گا کہ اس کے
رے میں بھی ایک ایسا بیلنس پیدا کیا جائے اور وزیر صاحب کو چاہیے کہ وہ یہاں اٹھ کر اس محکمے کی
confusion کو اپنی پالیسی statement سے کلیئر کرے چونکہ ہمارے اسی ہاؤس میں ایسے بھی
حضرات ہیں جو کہ اس Population Planning concept یا Population Welfare concept کے
کل خلاف ہے ۔ لہذا میں یہ چاہوں گا کہ اس بارے میں ہمارے بڑے لمبے اجلاس ہونے چاہئیں بڑے
Facts finding مشن ہونے چاہئیں۔ ہمیں قرآن مجید سے اس مسئلے کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ پہلے ہی
انی ایسے اسلامی ممالک ہیں جنھوں نے اس مسئلے کا حل تلاش کر لیا ہے۔ آج آپ دیکھیں کہ انڈونیشیا
ں سوہارتو کی حکومت نے ایسا زبردست ملک بنا دیا ہے ۔ کہ وہ بڑے بڑے ممالک کے ساتھ مقابلہ کر رہا
ہے۔ لہذا میں بھی یہ چاہوں گا کہ ہمارا ملک بھی اس فلسفے سے یا اس صورتحال سے نکلے اور ایسے پالیسی
بنا دیے جائیں۔ جن سے ابہام دور ہوں۔ انہی الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! اگلے سپیکر ہیں جناب ایس اے حمید صاحب۔

ناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! اسمبلی میں آج بڑی دیر کے بعد پہلی دفعہ فیملی پلاننگ کا
وضوع زیر بحث ہے ۔ آج کی دنیا کا نقطہ نظر آبادی کے بارے میں یہ ہے کہ یہ ایٹم بم سے زیادہ
طرناک ہے۔ یہ مسائل اور وسائل کی ایک ایسی جنگ ہے جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ
ت سے ملک صرف وسائل کم ہونے کی وجہ سے' آبادی میں اضافہ ہونے کی بناء پر غربت کے چنگل
سے بچ نہیں سکے۔ جناب سپیکر! آج کی ترقی یافتہ دنیا میں اس بارے میں مکمل طور پر منصوبہ بندی کی جا
ی ہے۔ یورپ اور امریکہ اور دوسرے جتنے ترقی یافتہ ملک ہیں ۔ انھوں نے اس کو بنیاد بنا کر اپنے آپ
کو ترقی کی راہوں پر گامزن کیا ہے۔ جناب سپیکر! ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا ان کا طرز معاشرت ' ان کا

طرز زندگی ان کی منصوبہ بندی کیا اسلام کے مطابق پاکستانیوں کے لیے اس ملک کے عوام کے لیے فائدہ مند ہے یا نہیں۔ یا اسلام ہمیں اس کی اجازت دیتا ہے یا نہیں۔ جناب سپیکر! چونکہ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے اور اس کی بیشتر آبادی مسلمان ہے۔ ہمارا دین ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے ۔ اس لیے جب تک پوری قوم کے ذہن میں یہ بات Clear نہ ہو کہ آیا فیملی پلاننگ جائز ہے ۔ اس وقت تک مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ جناب سپیکر! یہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں literacy rate بہت ہی کم ہے اور اس کی بناء پر ہر پاکستانی اپنے اپنے مزاج کے مطابق اپنی اپنی سوچ سمجھ کے مطابق اپنی اپنی دنیاوی اور دینی علوم کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے ۔ آج اس امر کی ضرورت ہے کہ literacy rate کو بڑھا کر کم از کم لوگوں کو اس فیملی پلاننگ کے تصور کے بارے میں معلومات Clear ہوں۔ کہ ہم نے کرنا کیا ہے۔ ہماری منزل کیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ ایک عام بات ہے کہ غرباء مڈل کلاس کے لوگوں کے بچوں کی تعداد زیادہ ہے ۔ لیکن اگر آپ قرآن پاک کا بنظر غور مطالعہ فرمائیں تو اس میں حکم ہے کہ مائیں بچے کی پیدائش کے بعد اسے دو سال تک دودھ پلائیں ۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ دو سال کے وقفے کے دوران دوبارہ Pregnancy نہیں ہوسکتی۔ اس کے فوراً بعد اگر Pregnancy ہو جائے تو پھر نو ماہ چاہئیں ۔ یعنی ایک قدرتی وقفہ پونے تین سال کا بنتا ہے۔ اگر اس میں قدرتاً دیر ہو جائے تو تین سوا تین سال بھی ہو جاتا ہے۔ اگر پچھلی Generation کو دیکھیں ' ہماری یا ہم سے پہلے کی Generation کو دیکھیں تو ان تمام خاندانوں میں یہ وقفہ آپ کو نظر آئے گا۔ وہاں پر سال سال کا وقفہ نظر نہیں آئے گا۔ وہاں پر تین سال چار سال سے کم وقفہ نہیں ہے۔ لیکن اب یہ وقفہ کم ہوتا ہوتا یہ ایک سال اور دس مہینے تک آ گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے ۔ ہمیں غور و فکر کرنا ہے کہ آخر یہ کیوں ہے۔ جناب سپیکر ! یہ اس لیے ہے کہ ماؤں نے اپنے فرض سے کنارہ کشی کر لی ہے۔ انھوں نے دودھ پلانے کا ٹھیکہ خشک دودھ بنانے والوں کو دے دیا ہے۔ جب بچے خشک دودھ پر پلنے لگے تو پھر یہ وقفہ کم ہوتا گیا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ اگر ہم قرآن پاک کی جو منشاء ہے اس کو لیں خدا کی منشاء بھی یہی تھی کہ یہ وقفہ مناسب ہو۔ اگر اسی بات کو لے لیں کچھ بھی نہ کریں کسی فیملی پلاننگ کے طریقے کو نا اپنائیں۔ جو طریقے مغرب نے ایجاد کیے ہیں۔ جس میں سوائے بدمعاشی کے ' عیاشی کے کچھ نہیں۔ جو غلط استعمال ہو رہے ہیں ۔ جو good attention کے لیے نہیں ہیں۔ بلکہ بدنیتی کے لیے ہیں۔ اگر ان پر آپ ایک پائی بھی خرچ نہ کریں تو پوری قوم کی اولاد میں عملی طور پر تین سال کا وقفہ آ جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب انعام اللہ خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! جناب ایس اے حمید صاحب سے معذرت کے ساتھ۔ جناب والا! مجھے جانا تھا۔ میرا ہیلتھ کا سوال نمبر 1602 ہے۔اس کو پہلے بھی pending کرانے کی request کی گئی تھی۔ میں خود بھی request کرتا ہوں کہ اس کو pending کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: میں نے کہا تھا کہ اگر آپ چاہیں گے۔ اس لیے اسے Pending کیا جاتا ہے۔ جی ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کی دنیا میں ہم بچوں کی تعداد کم کرنے کے لیے مصنوعی طریقے اختیار کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کی Spirit کیا ہے۔ آیا اسلام ہمیں بچوں کی پیدائش میں مناسب وقفے کے لیے کوئی گائیڈ لائن دیتا ہے۔ ہمارے پاس چار ذریعے ہیں۔ سب سے پہلے قرآن پاک قرآن فرقان اس کے بعد حدیث نبوی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جناب سپیکر! اجماع اور چوتھا نمبر پر قیاس ہے۔ یہ چار چیزیں ہیں اسلام نے ہمیں ایک لڑی دے دی کہ اگر آپ کو کوئی چیز قرآن پاک سے نہیں ملتی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتی تو اجماع کر لو اگر اس سے نہیں ملتی تو پھر قیاس کر لو۔

جناب سپیکر: اجتہاد کے بارے میں کیا رائے ہے؟

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! بالکل ٹھیک ہے اجتہاد بھی ہے۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ Struggle for a right thing is IJTHAD جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اب قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ جب ایک بچہ پیدا ہو تو اس کو اس کی ماں دو سال کے لیے دودھ پلائے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن پاک نے ہمیں ایک لائن دے دی کہ عورت اپنے بچے کو دو سال تک دودھ پلائے۔ اس کے بعد اگر دوبارہ عورت pregnant ہو تو قدرتی طور پر تین سال کا وقفہ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: میری خواہش تھی کہ یہ بات سننے کے لیے ہاؤس میں سارے ممبران موجود ہوتے۔ آپ جو دلیل دے رہے ہیں یہ بہت ہی اہم ہے۔ اس پر عمل کرتے ہوئے مشرقی پاکستان میں جو اب بنگلہ دیش بن گیا ہے بہت کامیابی سے یہ پروگرام چلایا جا رہا ہے۔ میں درخواست کروں گا کہ جو دوست

اتفاق سے بیٹھے ہوئے ہیں یا جو لابی میں سن رہے ہیں۔ وہ ایس اے حمید صاحب کی یہ دلیل توجہ سے سنیں اس کے اندر اس مسئلے کو حل کرنے کا بہت صحیح راستہ ہے۔ جی حمید صاحب آپ میری خاطر اور اس ہاؤس کے دوستوں کی خاطر اپنی تجویز کو دوبارہ بیان کریں۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج کی دنیا میں ہم جو کچھ لے رہے ہیں مغرب سے لے رہے ہیں' امریکہ سے لے رہے ہیں' جاپان سے لے رہے ہیں' جرمنی سے لے رہے ہیں' برطانیہ سے لے رہے ہیں۔ ان کی ترقی کا راز ان کے بقول صرف اس بات میں ہے کہ ان کے پاس انسانوں کی کمی ہو وسائل کا اضافہ ہو۔ انھوں نے یہ فلسفہ ایجاد کیا ہے کہ اگر انسان کم ہوں گے تو وسائل زیادہ ہوں گے تو ہم خوشحال ہوں گے۔ چنانچہ انھوں نے اس بات پر عمل کرنے کے بعد اپنی آبادیوں کو کم کیا۔ مجھے جنیوا جانے کا اتفاق ہوا' سوئٹزر لینڈ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میلوں میل سفر کرنے کے باوجود کوئی انسان سڑک پر کسی فارم میں نظر نہیں آتا۔ اتنی کمی ہے۔ اسی طرح دیگر یورپی ممالک میں کمی ہے۔ انھوں نے یہ فارمولا ایجاد کرنے کے بعد اس کے اوپر عمل کیا اور پھر یہ فارمولا ہمیں دے دیا' تھرڈ ورلڈ Countries کو دے دیا کہ آپ بھی فیملی پلاننگ کریں۔ اس کے لیے پھر انھوں نے جو طریق کار وضع کیے جس میں' pills ہیں' condoms ہیں' دوسری چیزیں ہیں' اور medicines ہیں کہ آپ ان کو برتھ کنٹرول کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔ اب ان کے after affects ہیں۔ اگر آپ ان کو استعمال کریں گے۔ بے شمار عورتیں ایسی ہیں جن کو ان کے استعمال کے بعد موٹاپا آ گیا۔ بے شمار عورتیں ایسی ہیں جن کے periods کے duration خراب ہو گئے۔ دیگر complications پیدا ہو گئیں۔

جناب سپیکر: جیسے breast cancer ہو گیا۔

جناب ایس اے حمید: جی ہاں breast cancer ہو گیا۔

جناب سپیکر: یہ اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

جناب ایس اے حمید: یہ ایک قدرتی عمل میں رکاوٹ پیدا کرنے کا ذریعہ بنا۔ میرے ذاتی علم میں یہ بات ہے کہ میں نے بے شمار کیس ایسے دیکھے کہ جس میں صرف اس وجہ سے کمی آ گئی کہ اس میں unnatural methods اختیار کیے گئے۔۔۔۔

محمد انور سعید، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ I am sorry Sir کہ میں نے بڑی اچھی بات میں disturbanc پیدا کی ہے لیکن میں ایک بات آپ کے علم میں لانا چاہ رہا تھا کہ کافی روز سے یہ افواہیں زیادہ پھیلی ہوئی ہیں کہ نیا قائد ایوان منتخب کر لیا گیا ہے اور آج ایسا محسوس ہو رہا ہے' کیونکہ امان خان قائد ایوان کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ہیں' تو کیا یہ درست ہے کہ ایسا ہو چکا ہے؟

ب سپیکر، یہ درست نہیں ہے۔ وہ شوقیہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

محمد انور سعید، اگر ایسا ہے تو ہم انھیں ویلکم کریں گے۔

ب ایس اے حمید، جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ پوری پاکستانی قوم باوجود اس بات کے ہم میں سے اکثریت نماز نہیں پڑھتی۔ ہم میں سے اکثریت دین کی طرف رجوع نہیں کرتی۔ ہم میں اسلام کی اصولوں کو اختیار نہیں کرتی۔ لیکن اس بات سے پوری قوم متفق ہے کہ اگر اسلام میں duratic کو مصنوعی طریقے سے بڑھانا غلط ہے تو ہم اس کی پابندی نہیں کریں گے۔ یہ رزلٹ ہے بات کا کہ اٹھارہ اٹھارہ بچے ایک فیملی کے ہیں۔ اور خاص طور پر غرباء کی فیملیوں کے ہیں۔ دوسرے ں میں یہ intelligentsia جو کمیونٹی ہے وہ diminish ہو رہی ہے اور جو اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتے ان کا اضافہ ہو رہا ہے۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہم اس بارے clear ہو جائیں اور clear ہونے کے لیے کیا طریق کار ہے؟ آج تک پاکستان میں ایوب خان نے یہ فیملی پلاننگ کا پروگرام شروع کیا 1962ء میں' اس سے لے کر آج تقریباً چونتیس سال ہو گئے' clear نہیں ہو سکی۔ قوم کو کوئی واضح لائن نہیں دی گئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج قوم کو واضح لائن سکتی ہے۔ کیسے مل سکتی ہے؟ جناب سپیکر! میں نے پچھلے دنوں بنگلہ دیش کا دورہ کیا۔ بنگلہ دیش کے ان ہم سے بہتر مسلمان ہیں۔ وہ باجماعت نماز پڑھتے ہیں اور دین کے بارے میں بڑے sensitive باوجود اس بات کہ ہندوستان کے ساتھ مل کر انھوں نے آزادی حاصل کی۔ لیکن ہندوستان کو دل برا سمجھتے ہیں اور کوئی بھی ہندوستان کے بارے میں اگر بہتری کی بات کرتا ہے تو وہ اسے conder کرتے ہیں۔ وہ اسلام کے غلبے کو چاہتے ہیں۔ انھوں نے اسی بات پر تحقیق کی۔ ۱۹۶۴ء میں وہاں جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ وہاں میں نے یہ دیکھا کہ ڈھاکہ سے لے کر چٹاگانگ تک ریلوے لائن دونوں طرف جھگیاں بنی ہوئی تھیں۔ لوگ ننگے پاؤں تھے۔ ان کے مردوں کے صرف تہمد تھا۔

عورتوں کے پاس صرف ایک کپڑا تھا۔ جس سے ان کا تقریباً آدھا جسم ننگا تھا۔ اور بچے بالکل الف ننگے تھے۔ یہ ان کی حالت تھی۔ اب ۱۹۹۶ء میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا تو میں نے وہاں تبدیلی دیکھی۔ پھر میں نے وہاں معلومات کیں کہ بھائی' آپ نے کیسے اس نظریے کو ڈویلپ کیا۔ کس طور پہ فیملی پلاننگ کا پروگرام آپ نے قوم کو دیا۔ کیسے قوم اس بات پر قانع ہوئی۔ کیونکہ اس وقت یہ حالت تھی کہ ایک ان کا طریق کار تھا کہ بنگالی ایک شادی کرتا تھا' دو تین سال کے بعد اس نے اپنی بیوی کو مانگنے کے اوپر لگا دینا اور دوسری شادی کر لینا۔ پھر اس کے دو تین سال بعد اس نے دوسری بیوی کو اس کام پر لگا دینا۔ تو چار چار شادیاں کرنا۔ اسی بنیاد پر ایوب خان نے وہ فیملی آرڈیننس جاری کیا تھا تاکہ یہ کنٹرول ہو سکے۔ تو اب انھوں نے کیا کیا ہے؟ اب ان کے مفسرین کرام نے' علمائے کرام نے اس بارے میں تحقیق کی کہ کیا اسلام ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ جب انھیں اس بارے میں یہ آیات ملیں تو انھوں نے اس کے اوپر ایک consensus develop کیا۔ علمائے کرام نے اس کے اوپر پروگرام بنایا کہ ہم قوم کو بتائیں گے کہ اسلام ہمیں وقفے کی اجازت دیتا ہے۔ اب انھوں نے کس بنیاد پر اس کو آگے بڑھا لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب قرآن کا حوالہ مل جائے تو اس کے بعد پھر دوسرے کسی حوالے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جناب سپیکر! چار فی صد ان کا growth rate تھا۔ آج ان کا growth rate ۸ فی صد رہ گیا ہے۔ اور پھر جناب سپیکر! اس کا رزلٹ اور کیا نکلا؟ چوبیس سال کا عرصہ ان کو ہو گیا ہے۔ کہہ رہے تھے کہ بنگلہ دیش اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ ہندوستان کی اکانومی اس کو برباد کر دے گی' کیونکہ ہندوستان کا بہت سا بارڈر اس کے ساتھ ہے۔ لیکن انھوں نے اتنی محنت کی ہے کہ ان کے پاس چار بلین ڈالر کے ریزروز ہیں۔ اور پھر ان کے پاس گارمنٹس کی انڈسٹری جو دنیا میں تیسرے نمبر پر ہے۔ چار بلین ڈالر کی ایکسپورٹ ان کی ایک آئیٹم کی ہے۔ آج سینٹ مائیکل میں ان کا گارمنٹ فروخت ہوتا ہے۔ تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب کوئی قوم اس بات کا تہیہ کر لے کہ ہم نے یہ کام کرنا ہے' یہ منزل achieve کرنی ہے۔ تو پھر راستے میں رکاوٹ کوئی نہیں رہتی۔ اب دوسرے نمبر پر انڈونیشیا لے لیں۔ بالکل انڈونیشیا نے اسی لائن پہ کام کیا۔ وہاں بھی انھوں نے خاصی اس معاملے میں پیش رفت کی اور علمائے کرام بذات خود اس بات کی پیروی کرتے ہیں' اس بات کو propagate کرتے ہیں' اور انھوں نے کنٹرول کیا۔ جناب سپیکر! ایران نے اسی لائن پر کام کیا۔ اگر ہم پاکستان میں بیٹھ کر وہاں کے لٹریچر سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اپنے مفسرین کو' اپنے علمائے کرام کو

بٹھائیں۔ وہ لٹریچر کا مطالعہ کریں اور اگر ان کا ذہن clear cut اس بات پر آمادہ ہو جائے کہ خالی ایک بات کو educate کرنے سے کہ بھائی، مائیں اپنے بچوں کو دو سال تک دودھ پلائیں۔ خالی اس بات کو پورے ملک میں propagate کر دیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں جناب سپیکر! کہ ہماری جو اس وقت شرح افزائش ہے، وہ چار فی صد سے کم ہو کر کم از کم اڑھائی فی صد پر آ جائے گی۔ تو میری یہ درخواست ہوگی کہ چونکہ مرکزی حکومت، پنجاب حکومت، بلکہ تمام صوبوں کی حکومتیں اس بارے میں لائحہ عمل بنا رہی ہیں تو جب تک ایران، جب تک انڈونیشیا، جب تک بنگلہ دیش کے ان علمائے کرام کے وہ حوالہ جات سامنے نہ لائے جائیں گے۔ اس وقت تک ہم شاید کوئی صحیح فیصلہ نہ کر سکیں۔ مجھے امید کامل ہے کہ اگر ہم اس بات کو پکڑ لیں گے تو بغیر کوئی پیسہ خرچ کیے ہم وہ مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں جن کے لیے آج پوری قوم پریشان ہے۔ بہت بہت شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، آگے بڑھنے سے پہلے میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، وزیر بہبود آبادی تشریف رکھتے ہیں، سید ناظم حسین شاہ صاحب، کہ جس طرح بہت سے subjects کی کمیٹیاں بنی ہوئی ہیں کیا اسمبلی کی طرف سے پاپولیشن پر بھی کوئی کمیٹی بنی ہوئی ہے؟

وزیر بہبود آبادی، ویسے پہلے بنی ہوئی ہے۔ اس کے منسٹر صاحب بھی ہیں، منسٹر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بھی ہیں۔ فنانس منسٹر بھی ہیں۔ ایک یہ کمیٹی ہے جس میں کافی منسٹرز ہیں۔ اگر آپ حکم دیں گے تو .....

جناب سپیکر، جی، ذرا مہربانی فرمائیں، کیونکہ میری خواہش ہے کہ اسمبلی کا ایک اچھا خاصا گروپ، "پاپولیشن گروپ" کے نام سے تشکیل دیا جائے جس میں حکومت کے ساتھ ساتھ اپوزیشن سے کافی تعداد میں دوست لیے جائیں۔ جس میں اقلیت کے ساتھی بھی شامل کیے جائیں۔ اس میں خواتین بھی شامل کی جائیں۔

وزیر بہبود آبادی، اگر آپ اجازت دیں تو میں پڑھ دوں۔

جناب سپیکر، جی، مہربانی فرمائیں۔

وزیر بہبود آبادی، ایک کمیٹی ہے جس کے چیف منسٹر صاحب چیئرمین ہیں۔ منسٹر فار پاپولیشن ویلفیئر ممبر، منسٹر فار ہیلتھ، منسٹر فنانس، منسٹر ایجوکیشن، منسٹر لوکل گورنمنٹ، منسٹر سوشل ویلفیئر، منسٹر لیبر،

چیف سیکرٹری، چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ، Representative of the NGOs. سیکرٹری ڈائرکٹر جنرل پاپولیشن ویلفیئر۔ یہ ایک کمیٹی ہے۔ دوسری Inter Departmental Committee ہے۔ اس کے چیئرمین منسٹر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ہیں۔ منسٹر پاپولیشن ویلفیئر ممبر، منسٹر ہیلتھ ممبر، منسٹر ایجوکیشن ممبر، منسٹر فنانس ممبر، چیئرمین پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ بورڈ ممبر، سیکرٹری ڈائریکٹر (جنرل) پاپولیشن ویلفیئر ممبر۔ اس کے علاوہ ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر کمیٹیز بھی بنی ہوئی ہیں۔ اس میں چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل ہیں، ڈپٹی کمشنر وائس چیئرمین، این۔ جی۔ او کے نمائندے ممبر، مقامی ایم۔ پی۔ اے صوبائی اسمبلی بھی اس میں ممبر ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ آفیسر، ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر، لوکل گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ، اسسٹنٹ ڈائریکٹر ڈسٹرکٹ سوشل ویلفیئر، اسسٹنٹ ڈائریکٹر لیبر آفیسر ڈسٹرکٹ پاپولیشن ویلفیئر۔ ایک ڈسٹرکٹ ٹیکنیکل کمیٹی بھی ہے---

جناب سپیکر، شاہ صاحب! میری گزارش یہ ہے کہ قومی اسمبلی میں ایم۔ این۔ اے حضرات پر مشتمل ایک گروپ تشکیل دیا گیا ہے۔ اس کے ہیڈ وہاں شاید ڈپٹی سپیکر صاحب ہیں۔ انھوں نے مجھے پچھلے دنوں میں خط بھی لکھا تھا اور ایک سیمینار بھی قومی اسمبلی کے زیر اہتمام ہوا تھا۔ میں اسے attend کرنے کے لیے گیا تھا اور اس میں تمام اسمبلیوں کے سپیکرز کو وہاں دعوت دی گئی تھی اور ان سے یہ کہا گیا تھا کہ آپ بھی ازراہ کرم اپنی اپنی اسمبلی میں اراکین پر مشتمل ایک گروپ بنائیں۔ اب یہ جو آپ نے کمیٹیز بنائی ہیں، بجا ہے، یہ بڑی ہائی پاور کمیٹیز ہیں لیکن اس میں این۔ جی۔ اوز اور آفیسرز حضرات بھی ہیں اور وزیر صاحبان ہیں۔ میری گزارش یہ تھی کہ اس پہ سنجیدگی سے غور کر لیا جائے اور ہاؤس consensus دے دے تو ہاؤس کے ممبروں پر مشتمل کم از کم بیس نہیں تو چوبیس ممبروں پر مشتمل ایک اچھا بڑا گروپ تشکیل دیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ وسیع پیمانے پر عوامی نمائندے اس مہم میں شامل کیے جائیں۔ اس لیے ایک نیا گروپ جو ہے، اتفاق سے لاء منسٹر صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں، یہ آپ کا متعلقہ محکمہ ہے، آپ دونوں حضرات محترم کھوسہ صاحب سے، محترم پرویز الہیٰ صاحب سے باہم مشورہ کر کے ایک بڑا گروپ تشکیل دیں جو خالصتاً ممبرز پر مشتمل ہو اور جیسے میں نے گزارش کی ہے آپ اس میں دونوں سائیڈوں سے دوست لیں، اقلیت کے دوست بھی لیں، خواتین بھی لیں، علماء کرام کو بھی شامل کریں کیونکہ ان کی تائید اور ان کی جو مدد ہے وہ بھی نہایت

ری ہے اور جیسے محترم ایس اے حمید صاحب نے قرآن مجید سے استنباط کرتے ہوئے ایک دلیل ہے تو اس کی روشنی میں، میں سمجھتا ہوں کہ ایک اچھا فعال اور موثر گروپ تشکیل دینا چاہیے۔ از راہ م اگر آپ ایسا کر سکیں تو پھر میں بھی قومی اسمبلی کو مطلع کر دوں گا کہ ہم نے بھی ایسا گروپ بنا ہے اور آپ کا اس گروپ کے ساتھ بھی ایک relationship ایک تعلق، live contact ہو جائے و وہاں کوشش ہو رہی ہے وہی کوشش صوبائی سطح پر بھی ہو جائے اور ایسے رستوں سے اور ایسے توں سے ہو جو قابل قبول ہوں، ہماری آبادی کے لیے ہماری جو دینی، روحانی اور ثقافتی روایات ہیں ان حوالے سے اس کی سرگرمیاں ہوں تاکہ اس ملک کے اندر جو پروگرام ہے وہ لوگوں کی مرضی کے ب نہیں بلکہ ان کی صوابدید اور ان کی پسند کے مطابق ہو۔

ز ممبران: بالکل ٹھیک ہے۔

یر بہبود آبادی: جناب سپیکر! آپ کی بات بجا طور پر صحیح ہے۔ ہمارے ہاں یہاں پر problem ہی ہے کہ میں اپنی تقریر میں جب آپ مجھے موقع فراہم کریں گے تو میں عرض کروں گا۔

ب سپیکر: جی بس میں نے اپنی بات کر لی ہے آپ بیشک اپنی بات کریں۔

یر بہبود آبادی: جناب والا! جو آپ نے تجویز دی ہے وہ بہت مثبت تجویز ہے۔ ہمارے ملک میں یا ی طور پر ہمارے صوبہ پنجاب میں problem ہی یہی ہے کہ ہم ایک چیز کو جب صحیح سمجھتے ہیں تو اس م مَن و عَن اعتراف تو کرتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔

ب سپیکر: مِن و عَن۔

یر بہبود آبادی: جناب والا! Thank you sir for correction۔ آپ ہمیشہ ہی میری correction تے رہتے ہیں۔ میں اس کے لیے آپ کا شکر گزار ہوں۔

ب سپیکر: عربی کا لفظ ہے مِن و عَن ہے۔

یر بہبود آبادی: جناب! آپ میرے پرانے استاد ہیں۔ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

ب سپیکر: مہربانی۔

یر بہبود آبادی: جناب والا! اس میں آپ کی جو تجویز ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ عمل ہو گا۔ یہ بہت

مثبت تجویز ہے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیے۔ کیونکہ جیسے آپ نے فرمایا کہ جب تک عوامی نمائندے اس میں ملوث نہیں ہوں گے اور عوام کی صحیح نمائندگی نہیں ہو گی تو اس وقت تک کوئی بھی مقاصد ہم صحیح طور پر حاصل نہیں کر سکیں گے۔ تو اس لیے اب آپ نے اگر مجھے اجازت دے دی ہے تو میں اس کو wind up کروں۔

جناب سپیکر: ضرور۔

وزیر بہبود آبادی: جناب والا! سب سے پہلے تو میں آج آپ کا شکر گزار ہوں کیونکہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب تک ہم کسی چیز کا اعتراف نہیں کرتے، جیسے عبادت ہے، بے لطف ریاضت کبھی عبادت نہیں ہوتی اور جب تک کسی آدمی کی صحیح بات کا مثبت طریقہ سے جواب نہ دیا جائے اور تعریف نہ کی جائے، جہاں تعریف میں خوشامد کا عنصر پایا جاتا ہے وہاں یہ بھی ہوتا ہے کہ جیسے ایک باپ اپنے بچے کو اچھے کپڑے پہناتا ہے، کپڑے تو اچھے بچہ پہن رہا ہوتا ہے مگر تسکین باپ کو ہو رہی ہوتی ہے تو اس لیے مجھے آج یہ دلی تسکین ہو رہی تھی کہ اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے چاہے ممبر اِدھر سے تھے یا اُدھر سے تھے، واقعی انھوں نے آج ایک قومی جو نکتہ تھا، جو ہماری نمبر ون problem ہے، priority ہے، اس پر انھوں نے بڑے مثبت انداز پر بات کی۔ مخالفت برائے مخالفت کی بات نہیں کی اور میں آئندہ کے لیے بھی یہ توقع کرتا ہوں کہ ہمارے بھائی جب بھی قومی مسئلے کے اوپر بات کریں گے تو پوری سنجیدگی سے یہ بات کریں گے، صرف مخالفت برائے مخالفت نہیں ہو گی۔ تو اس لیے میں عمران مسعود صاحب کا، ایس اے حمید صاحب کا اور باقی سب دوستوں کا بھی شکرگزار ہوں، سب نے اس چیز کا اعتراف کیا ہے کہ یہ problem ہے۔ ہمیں صرف دیکھنا یہ ہے کہ ابہام کہاں ہے جب ہم کہتے ہیں کہ یہ شرعی ہے یا غیر شرعی۔ یہاں پر ہمیں ابہام ہے۔ میں ابھی حال ہی میں ایران سے آیا ہوں وہاں پر اس معاملے کے اوپر انھوں نے قابو پایا ہوا ہے حالانکہ وہ ملک ہم سے رقبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ ہمارے صوبہ پنجاب کی حالت یہ ہے کہ یہ رقبے کے لحاظ سے 26 فیصد ہے اور آبادی کے لحاظ سے غالباً 57 فیصد ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں پر عمران مسعود صاحب کچھ figures پڑھ رہے تھے یعنی کہ اس وقت ہمارے صوبہ پنجاب کی آبادی 71 ملین ہو چکی ہے اور بڑا سیدھا سا مسئلہ ہے سپلائی اینڈ ڈیمانڈ کا کہ جیسے جتنی ڈیمانڈ ہو گی اتنی اگر سپلائی نہیں ہو گی تو ہر چیز کی shortage ہو جائے گی۔ یہ

اکنامکس کا ایک مسئلہ ہے اور قومی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ ہمارے فرض میں بھی شامل ہے کہ جس چیز کو ہم صحیح سمجھتے ہیں تو ہمیں بلاخوف و خطر نتائج کی پرواہ کیے بغیر اس چیز کا پرچار کرنا چاہیے کیونکہ اگر ہم نہ کریں تو First a person is mentally defeated then he is physically defeated. جب ہم ذہنی طور پر کسی چیز کی شکست قبول کر لیں گے تو پھر ظاہری طور پر بھی اس کی شکست کو کوئی نہیں روک سکتا۔ میرے دوست فضل کریم صاحب نے بھی ایک دن یہاں یہ نکتہ اٹھایا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اس نے حقوق بھی دو رکھے ہیں' حقوق اللہ بھی ہے اور حقوق العباد بھی ہے۔ حقوق اللہ کا براہ راست تعلق اللہ کے ساتھ ہے یعنی کہ اللہ کے قوانین میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اس کو اگر آپ توڑیں گے تو آپ کو سزا ملے گی مگر حقوق العباد جو ہیں' ہمیں اشرف المخلوقات بنایا ہے حالانکہ فرشتوں کی عبادت ہم سے زیادہ ہے' جنات میں غضبناکی زیادہ ہے' درندوں میں طاقت ہم سے زیادہ ہے مگر ہمیں اشرف المخلوقات اس لیے بنایا ہے کہ ہمیں عقل سلیم کے ساتھ نوازا گیا ہے اور وہ اس لیے دی ہے کہ ہر age کی اپنی priorities ہوتی ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جب گھوڑے کی بہت قدر ہوا کرتی تھی' آج یہ ہے کہ کسی کے پاس وہ نہیں ہے' کسی نے خاص خاص رکھے ہوں' جب ہمارے اپنے بھی اصطبل ان چیزوں سے بھرے ہوئے ہوتے تھے تو آج جناب والا! جب میں نے 12 سال کی عمر میں نیزہ بازی شروع کی تھی میرے بچے نے آج تک گھوڑے پہ چڑھ کر نہیں دیکھا کیونکہ priorities change ہو گئی ہیں۔ تو ایک زمانہ وہ تھا جب آبادی کی کمی تھی تو اس وقت کی نمبر ون priority یہی تھی اور اسلام جو مکمل دین ہے اس میں بھی اسی لیے چار شادیوں کی اجازت دی گئی تھی کہ کفار کے مقابلے میں مسلمان اقلیت میں تھے۔ تو اس وقت نمبر ون priority یہ تھی کہ ہم ان کے برابر آجائیں۔ مگر جناب والا! اگر آپ دیکھیں تو آج کی ہماری priority یہ ہے کہ زمین تو وہی کی وہی ہے' وسائل وہی کے وہی ہیں' زمین نے نہ بڑھنا ہے نہ کم ہونا ہے بلکہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم حقیقتوں کا صحیح طور پر مردانہ وار مقابلہ نہیں کرتے۔ ہمیشہ سے یہ ایک فطرت ہے کہ پانی شمال سے آتا ہے اور جنوب کو جاتا ہے۔ مگر آج بھی ہم دیکھیں کہ جنوب کی طرف عموماً سمندر ہے۔ وہاں پانی کا اخراج نہیں ہوتا۔ رقبے سیم زدہ ہو رہے ہیں مگر پانی کی ڈیمانڈ اسی طریقے سے ہے۔ حالانکہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سیم سے رقبہ ختم ہو جائے گا۔ تو اس لیے جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ آج ہم جو بھی ترقی کریں اس کا نتیجہ زیرو ہو جاتا ہے۔ آج ہم گندم کیوں درآمد کر رہے ہیں۔

یہ ملک جس کو سونے کی چڑیا کہا جاتا تھا ۔ جناب والا ' آج حالت یہ ہے کہ ہمیں گندم بھی باہر سے درآمد کرنی پڑتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جتنی بھی ترقی کرتے ہیں آبادی کی وجہ سے ڈیمانڈ زیادہ ہو جاتی ہے اور سپلائی کم ہو جاتی ہے ۔ اس لیے جناب والا ' ہمیں یہ باتیں سوچنی چاہییں ۔ جیسے آج میرے دوستوں نے اس چیز کا اظہار کیا ہے کہ یہ ہماری نمبر 1 ترجیح ہے ۔ صرف لکیر کا فقیر نہیں ہونا چاہیے ۔ یہ ہندو کا فلسفہ تھا کہ اتم برہمن کشتری ویش اور شودر جو کام کرتا تھا وہ پیشے کی وجہ سے منسوب کر دیتا تھا ۔ مگر ہمارے اسلام میں ' ہمارے مسلمانوں میں پیشے کی وجہ سے نہ کسی کو حقارت کی وجہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ آپ دنیا میں جتنے بھی پیشے دیکھیں ان کا موجب کوئی نہ کوئی پیغمبر ہے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جب انسان جانوروں کی طرف ندی اور نالے سے پانی پیتا تھا تو انھوں نے برتن بنانے کا طریقہ بتایا ۔ حضرت ادریس علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جنھوں نے کپڑا بننے کا طریقہ ہمیں بتایا ۔ مگر فلسفہ دیکھیں ' یہاں پر جو پروپیگنڈہ ہوتا ہے وہ دیکھیں کہ اس کپڑا بننے والے محنت کش کو کن الفاظ سے نوازا جاتا ہے ۔ حضرت لوط علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جنھوں نے کھیتی باڑی کی ابتداء کی ۔ اس کا طریقہ بتایا ۔ اسی طریقہ سے حضرت داؤد علیہ السلام جن پر ساڑھے آٹھ سو سال قبل مسیح زبور اتری وہ پیغمبر ہیں کہ جنھوں نے لوہے کو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے کارآمد بنانے کا طریقہ بتایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کا ساڑھے بارہ سو یا ساڑھے تیرہ سو سال قبل مسیح (دو مختلف روایتیں ہیں) نزول ہوا ۔ جن پر توریت اتری ۔ ان کے متعلق یہ بات ہے کہ جب انسان غاروں میں رہتا تھا انھوں نے بتایا کہ کس طرح مکانوں میں رہیں ۔ ویسے بھی آپ دیکھیں کہ ہمارا پروپیگنڈا اتنا کمزور رہا کہ یونانی تہذیب کہ جس کا بہت پرچار کیا جاتا ہے ۔ وہ بارہویں تہذیب ہے ۔ اس سے پہلے میسوپوٹامیہ تہذیب تھی ۔ میسوپوٹامیہ کی تہذیب سب سے پرانی تہذیب ہے ۔ یہ تہذیب دجلہ اور نیل کے درمیانی علاقے سے چلتی ہے ۔ جس کو آج عراق کہا جاتا ہے ۔ بابل کی تہذیب اور نینوا اس کا علاقہ ہے ۔ پھر دوسری تہذیب مصری تہذیب ہے ۔ یہ چار ہزار سال قبل از مسیح کی تہذیب ہے ۔ جناب والا! آپ دیکھیں کہ چھ ہزار سال قبل مسیح عراق اور دجلہ کی میسوپوٹامیہ تہذیب میں گندم کی کاشت کی جاتی تھی ۔ اور چھ ہزار سال قبل مسیح اینٹیں ترکی میں استعمال ہوتی تھیں ۔ اور تیسری تہذیب ہماری اور آپ کی دریائے سندھ کی تہذیب ہے ۔ اس کے بعد Assyrians ہیں Merians ہیں ۔ تو یونانی تہذیب بارھویں تہذیب ہے ۔ ہمیشہ مشرق نے مغرب کے اوپر غلبہ حاصل رکھا ۔ ہمارے نبی اس لیے

نبیاء کے سردار ہیں کہ کسی نبی نے بھی یہ نہیں کہا کہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔ ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعویٰ کیا اور انھوں نے یہ بھی کہا کہ اگر علم حاصل کرنے کے لیے آپ کو چین بھی جانا پڑے تو جاؤ۔

جناب سپیکر، ذرا تہذیب سے آبادی کی طرف بھی آ جائیں۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ محترم ناظم حسین شاہ صاحب نے فرمایا کہ انا مدینۃ العلم و علی بابہا۔ اس میں تو کوئی شک نہیں۔ لیکن میری رائے ہو گی کہ یہ اپنی تقریر اپنے نقطہ نظر کے مطابق فرمائیں۔ چونکہ میں بھی اس کو oppose کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی تجویز سے مجھے بہت اتفاق ہے کہ جس میں آپ نے یہ فرمایا کہ پچیس ارکان اسمبلی پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے جو قرآن اور حدیث اور فقہائے اسلام کے اجتہاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس مسئلے کا حل پیش کرے۔ میں ان سے یہ عرض کروں گا کہ یہ مسئلہ نہ عقلی ہے اور فہمی ہے اور نہ یہ راست سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ جہاں پر قرآن اور احادیث کے واضح احکامات موجود ہوں اور جس پر امت مسلمہ کا اجماع بھی ہو۔ فقہائے اسلام بھی جس بات پر متفق ہوں تو اس کو تعبیر اور تشریح کے حوالے سے اپنے نقطہ نظر سے پیش کرنے سے نقصان کے احتمالات بہت زیادہ ہیں۔ چونکہ میں ویسی زبان استعمال نہیں کرتا جو اکثر ایوان میں دیگر حضرات استعمال کرتے ہیں۔ آپ کی دعا سے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ایک ایسے دینی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک دینی جماعت میں ہم نے پرورش پائی کہ جو بات سننے کی بھی اہلیت رکھتی ہے اور بات کو دلیل سے کرنے کی بھی اہلیت رکھتی ہے۔ انھوں نے اپنے نقطہ نظر سے جو بیان فرمایا ہے۔ اپوزیشن کے فاضل اراکین نے بھی اپنے اپنے نقطہ نظر کے مطابق بھی بیان فرمایا۔ حکومتی بنچز کی طرف سے بھی اپنے اپنے نقطہ نظر سے بیان فرمایا ہے ہیں۔ میری اس میں یہ رائے ہو گی کہ پچیس رکنی کمیٹی کو آپ finalise کریں۔ اس پر مزید شرعی استدلال نہ دیں۔ ہم اس پر حاضر ہیں کہ یہاں پر بحث کرنی ہے۔ اگر کمیٹی کے اندر بحث کرنی ہے تو اس کے لیے بھی ہم حاضر ہیں۔ اس کے اگر معیشت کے اندر کوئی مسائل ہیں تو ان کا بھی یک حل ہے۔ آپ دیکھیں کہ بیس ارب روپیہ اس وقت صدر، وزیر اعظم، گورنر اور چیف منسٹر کے صوابدیدی فنڈ کے لیے مختص ہے۔ اس سے معیشت تباہ نہیں ہوتی۔ لیکن قرآن اور حدیث کے واضح

احکامات کہ جن پر فقہائے اسلام متفق ہیں آبادی کے بڑھنے سے اس کی تباہی و بربادی کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ اس کے لیے اتنے ہی اس کے لیے فکر مند ہیں تو یہاں پر بچے پیدا کر کے یا ان کو مسلمان بنا کر اور ان کی پرورش کر کے مختلف محاذوں پر باہر بھیج دیا جائے تو بہت سا کام ہو سکتا ہے۔ میری ان سے ادب سے گزارش ہو گی کہ اس مسئلے پر اپنا استدلال نہ دیں۔

جناب سپیکر، آپ نے اپنا نقطہ نظر پیش کیا اور چونکہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس میں مذہبی سطح پر اور روحانی سطح پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔ ہر مسلمان اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ متعلقہ محکمہ کے وزیر ہیں۔ اس لیے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ زیادہ اختلافی بات کی بجائے زیادہ ایسی بات کریں جس پر اتفاق رائے ہو۔ از راہ کرم اپنی گفتگو کو آگے بڑھائیے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا' آپ کی اجازت سے میں عرض کروں گا کہ ایک تو وزیر صاحب کی جیب بول رہی ہے۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ جب وہ اپنی تقریر وائنڈ اپ کریں کہ میرے ذہن میں اکثر یہ بات آتی ہے کہ ہمارے ملک میں ایک اسلامی نظریاتی کونسل بنی ہوئی ہے۔ جس کو اقبال احمد خاں preside کرتے ہیں۔ جناب والا! جب بھی کبھی رمضان شریف یا عید کا کوئی مسئلہ ہوتا ہے تو صوبہ سرحد والے ہم سے ایک دن پہلے ہی عید کر لیتے ہیں۔ ہم لوگ کبھی ایک دن بعد کرتے ہیں اور کبھی دو دن بعد کرتے ہیں۔ یعنی عید پر بھی ہمارا آج تک consensus نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، ہمارے دین میں جمہوریت ہے ناں۔

میاں عمران مسعود، اس کے بعد رویت ہلال کمیٹی بھی بنی ہوئی ہے۔ وہ چاند دیکھتی ہے۔ ان کا اپنا ایک طریقہ ہے۔ لیکن سرحد والے اچھے ہیں کہ ان کا سعودی عرب سے براہ راست تعلق ہے۔ جس دن وہاں عید ہوتی ہے اس دن وہ وہاں بھی عید کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر، یا تو وہ اس طرح کریں تو ٹھیک ہے لیکن تین ہی دن وہ کرتے ہیں ایک دن وہ ہمارے ساتھ کرتے ہیں۔ ایک دن اپنی کرتے ہیں۔ ایک دن سعودیوں کے ساتھ کر لیتے ہیں۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! میرا مشاہدہ ہے کیونکہ میں delegation میں بھی کئی جگہ گیا اور میں پارلیمنٹیرین ویلفیئر سے بھی attach رہا I was the Parliamentary Secretary میں یہ چاہتا تھا کہ جس طرح کا صاحبزادہ کا بھی ایک point of view تھا یا جس طرح ناظم صاحب کا یا جس طرح آپ

کمیٹی بنا رہے ہیں ۔ آپ یہ کمیٹی یہاں ضرور بنائیں اس میں اجتہاد اور بحث و مباحثہ بہت ہونا چاہیے لیکن ہماری اسلامک نظریاتی کونسل پہلے ہی بنی ہوئی ہے یہ مسئلہ ان کے پاس کیوں نہیں put کرتے ۔ ان سے ہم حتمی رائے کیوں نہیں لیتے ۔ جناب وہ بتائیں کہ یہ islamic ہے یا un-islamic ہے ۔ اگر تو وہ کہیں کہ جناب یہ اسلامک ہے تو اس کو زور وشور سے propogate کریں۔

جناب سپیکر، محترم عمران صاحب! ماشاء اللہ آپ نے بڑی دلیل سے بات کی ہے تو کیا ہی اچھا ہو کہ جو بھی مسئلہ درپیش ہو اس ایوان کو بھی wind up کر کے وہ اسلامی مشاورتی کونسل کو بھیج دیا کریں اور اس سے ایک حتمی رائے منگوا لیا کریں اس بحث و مباحثہ سے بچیں۔ لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی فساد بھی ہو جاتا ہے۔ میرے خیال میں یہی بہتر ہے کہ آپ پوری قوم کو اس میں involve کریں اور جمہوریت میں جو صحیح معاشرہ ہوتا ہے اس پر بحث کو کھلا رکھتے ہیں ۔ ہاں ان کا بھی ایک مقام ہے ان سے بھی مشورہ لیں لیکن اپنے آپ کو بھی اس حق سے محروم نہ کریں آپ بھی ماشاء اللہ عقل سلیم کے مالک ہیں اور عوام نے آپ کو اسی کام کے لیے ان ایوانوں میں بھیجا ہے کہ ہمارے مسائل میں بحث مباحثے کے بعد کسی افہام و تفہیم کے نتیجہ میں کسی نتیجہ پر پہنچیں۔ یہ ایوان اس لیے تشکیل دیے گئے ہیں۔

میاں عمران مسعود ، جناب والا! میں آپ کی بات سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں ۔ چونکہ یہ ایک اسلامک نکتہ تھا ۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ چونکہ اس کا تعلق دین سے تھا ، قرآن مجید سے ہے اور ہمارے اسلام سے ہے ۔ صرف اس مسئلے پر میں کہہ رہا تھا۔

جناب سپیکر ، عمران صاحب ! میری ناچیز رائے میں یہ پاپولیشن کا مسئلہ صرف دینی مسئلہ نہیں ہے ۔ دین تو ہر چیز پہ حاوی ہے ۔ اس اعتبار سے ہر مسئلہ ہی دین کا ہے ۔ اقتصادی اور سیاسی مسئلہ بھی ۔ دین میں سب چیزیں شامل ہیں لیکن پاپولیشن کا جو مسئلہ ہے یہ بنیادی طور پر ایک اقتصادی اور معاشرتی مسئلہ ہے۔ اس کے کچھ یقیناً سیاسی مسئلے بھی ہیں۔ اور اس پر ہمیں دین سے بھی روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں پورے معاشرے کو اور پوری اقتصادی زندگی میں جو لوگ بھی حصہ دار ہیں ان سب کو بحث کا حق ہے اور اسی حق کو استعمال کرتے ہوئے اسے اس ایوان میں بھی زیر بحث لایا جا رہا ہے ۔ البتہ اس مسئلہ پر جو ہم اپنے دین کے پابند ہیں ہمیں دین سے بھی واضح روشنی

لینی چاہیے ۔ جناب وزیر موصوف!

وزیر بہبود آبادی، جناب والا! جناب فضل کریم صاحب نے اور آپ نے بالکل صحیح بات کی ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ دین کے معاملے میں کسی کی اجارہ داری نہیں ہے ۔ میں نے اپنی سمجھ میں ایسی کوئی اختلافی بات نہیں کی ۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اچھے طریقے سے بیان کر سکتے ہوں ۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم : میں تو آپ کا بھی خادم ہوں ۔ چونکہ ہم نسبتوں والے لوگ ہیں۔ ہم تو ویسے بھی سادات کا احترام کرتے ہیں۔

وزیر بہبود آبادی، میں اپنی جہالت اور اپنی کم علمی کی وجہ سے اس طرح بیان نہ کر سکوں ۔ میں اس پر بھی ان کا مشکور ہوں۔ مگر میں نے صرف یہی کہا ہے کہ جناب والا! یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی نبی نے دعوی نہیں کیا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور انھوں نے علم کا دعوی کیا ہے۔ کیونکہ علم کا مقصد کیا ہے۔ یہ علم ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد۔ حقوق العباد کیوں؟ اس لیے کہ جب ہمیں عقل سلیم سے نوازا گیا ہے اور علم کی دولت سے مالا مال کیا گیا ہے کہ ہم اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے جیسے آپ نے فرمایا کہ اس دنیا کے اقتصادی اور معاشی مسائل کو حل کریں۔ ہر دور کی اپنی اپنی ترجیحات ہوا کرتی ہیں اور آج کے دور کی بھی کچھ ترجیحات ہیں۔ 1900ء میں برصغیر کی آبادی چھ کروڑ تھی ۔ آج آپ دیکھ لیں کہ آج آپ کہاں ہیں۔ اس وقت ہمارے اپنے ملک کی آبادی 13 کروڑ کے قریب ہے ۔ جناب والا! جیسے 1975ء میں جب آپ کی سربراہی میں یہ قانون پاس ہوا کہ جہیز کے اوپر تین ہزار کی حد رکھیں ۔ ہر آدمی اس سے بچنا چاہتا ہے۔ مگر اس کو موقع فراہم نہیں ہوتا ۔ موقع فراہم کیا گیا۔ مجھے اتنی خوشی ہو رہی تھی اس وقت جب ہمارے اس طرف کے دوستوں نے اس بات کو تسلیم کیا کہ یہ نمبر 1 مسئلہ ہے ۔ اس کو ہمیں حل کرنا چاہیے ۔ انھوں نے ایران کا حوالہ دیا ۔ وہ بھی ایک اسلامی ملک ہے ' انڈونیشیا کا بھی کہا ' بنگلہ دیش کا بھی کہا کہ وہاں جا کر ہمیں معلوم کرنا چاہیے ۔ تو جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے ملک کا نمبر 1 مسئلہ ہے۔ جیسے ایس اے حمید صاحب کہہ رہے تھے کہ اپر کلاسز میں اس کی خود بخود پابندی ہے ۔ قرآن شریف کا بھی حوالہ دیا گیا۔ جہاں انھوں نے یہ بھی کہا تین پونے تین سال کا وقفہ ہو وہاں پر یہ بھی ہے کہ

، اپنے بچوں کو پاک دودھ پلائیں۔ وہ کس وقت ہوتا ہے کہ جب ایسا عمل نہ ہو۔ کہ جو دودھ موجود
. وہ پاک ہونا چاہیے ۔ اس کے بارے میں جناب والا! آپ بہتر طور پر سمجھتے ہیں۔ مقصد کیا تھا ۔
ر یہی تھی کہ ایک توازن برقرار رہے ۔ ایک سپلائی اور ڈیمانڈ کا توازن برقرار رہے۔ اس لیے جب وہ
ن برقرار نہیں رہے گا تو میں پہلے بھی یہ عرض کر رہا تھا کہ پیشے جتنے اس دنیا میں ہیں ان کا موجب
ں نہ کوئی پیغمبر رہا۔ مگر غلط پروپیگنڈے کی وجہ سے آج ہم کچھ لوگوں کو پیشوں کی وجہ سے
ت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو اس لیے آج بھی جب ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا ایک نمبر مسئلہ ہے تو
اس کا ہمیں حل بھی سوچنا چاہیے ۔ آپ نے بہت صحیح بات فرمائی کہ ایک کمیٹی بننی چاہیے

there is no greater friendship than consultation and there is no greater wealth
than wisdor کیونکہ جب بہت سارے دوست مل کر بیٹھتے ہیں تو بہت ساری عقلیں اکٹھی ہو
ہیں اور مشاورت میں ہی اچھا نتیجہ نکلتا ہے ۔ and there is no such greater destitution
than ignoranc تو ignorance کب آتی ہے ۔ جب آپ کسی سے مشورہ نہ کریں۔ اس لیے
آپ کی بات ' صاحبزادہ فضل کریم کی یا جناب عمران مسعود صاحب کی بات پر ہمیں کوئی اعتراض
، مگر صرف یہی ہے کہ اس کے prose and cons دیکھنے کے لیے ہمیں وقت چاہیے ۔

ب سپیکر ، پہلے آپ کمیٹی تو بنا لیں ۔ ازراہ کرم آپ اور وزیر قانون اپوزیشن کے قائدین سے مل
. ایک چوبیس پچیس افراد پر مشتمل ایک کمیٹی جو خالصتاً ممبران اسمبلی پر مشتمل ہو بنا لیں۔ بعد
آپ ایڈوائس کے طور پر کسی ٹیکنیشن کو بلانا چاہتے ہوں تو اس کو بلا لیں لیکن یہ گروپ خالصتاً
لین اسمبلی پر مشتمل ہونا چاہیے ۔ اور ہم اسے " پنجاب اسمبلی کا گروپ فار پاپولیشن پلاننگ " کہہ لیں
یا جو بھی آپ اس کا نام تجویز کریں اور یہ گروپ تشکیل کر کے ایوان سے اس کی منظوری ہو
ئے اور اس کا اعلان کر دیا جائے۔ اس طرح اس کی ابتداء ہو جائے گی۔ اس کے بعد ایک قدم آگے
ں گے۔

ر بہبود آبادی : جناب والا! جیسے آپ سمجھتے ہیں کہ I being in a subjective position on
my own and my self and the Law Minister can not take the decisic آپ کی جو
ز ہے ۔ میں تو ذہنی طور پر اس سے متفق ہوں اور لاء منسٹر صاحب بھی متفق ہیں ۔ مگر ہم ان کی

خدمت میں پیش کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ جیسے کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ میرے دوستوں نے جو مثبت کردار ادا کیا ہے ان کو ضرور شامل ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، میں اس کو اس طرح سے لیتا ہوں کہ ایوان کی یہ متفقہ رائے ہے ۔ جو بھی ہاؤس یہاں بیٹھا ہے دس ممبران ہیں یا سو ممبران ہیں ۔ ایوان کی یہ رائے ہے کہ ایسی کمیٹی بننی چاہیے اس سے آپ چیف منسٹر صاحب کو بھی مطلع کر دیجیے اور آپ اپنے قائد حزب اختلاف کو مطلع کر دیجیے ۔ آپ باہم مل کر اس کے ممبران کی ایک لسٹ بنا لیجیے ۔ کام کو آگے بڑھنا چاہیے ۔

وزیر بہبود آبادی، جناب والا! جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس ایوان کی ایک کمیٹی بننی چاہیے۔ باقی یہاں پر کچھ دوستوں نے کہا کہ 1960ء میں یہ ہمارا پروگرام شروع ہوا تھا ۔ اس وقت یہ چلا مگر اس کے بعد کچھ لوگوں کی عدم دلچسپی کی وجہ سے یہ پروگرام یہاں تک پہنچا کہ اس محکمہ کو ہی ختم کر دیا گیا۔ بلکہ یہ کہا گیا کہ صرف آپ تنخواہیں لیں اور آپ نے فیلڈ میں نہیں جانا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے پنجاب میں فیلڈ میں صرف پانچ فیصد اس پروگرام پر عمل ہو رہا ہے ۔ کیونکہ جب propogate ہی نہیں کیا گیا۔ جب صحیح طریقے سے بتایا ہی نہیں گیا ۔ اصل چیز یہ ہے کہ اس کا propogate نہ ہونا ۔ اور ہمارے دیہاتوں کی آبادی آپ کو علم ہے کہ زیادہ ہے ۔ اس وجہ سے جب 5 فیصد تک اس کی achievement رہی اور شہروں میں تقریباً 54 فیصد کے قریب تھی۔ تو جب ان چیزوں کو ختم کر دیا گیا تو جیسے اس ایوان کی بھی رائے ہے اور آپ نے بھی فرمایا ہے اور آپ جیسے سرپرست بھی ہمیں آج مہیا ہیں۔

جناب سپیکر، میرے جیسے سرپرستوں کے علاوہ آپ جیسا موثر اور فعال وزیر بھی ماشاء اللہ اب اس محکمے کو مل گیا ہے لہذا بہتر ہے کہ اب کارکردگی کو جو پہلے اچھی نہیں تھی اسے اچھا بنائیں لیکن جیسے صاحبزادہ صاحب نے بھی فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ پیغام اسی وقت لوگوں کے لیے قابل قبول ہو گا جب اس کو آپ اس ملک کی دینی اور ثقافتی روایات کے مطابق بنا کر پیش کریں گے اگر یہ محض مغرب کی نقالی کی صورت میں پیش کیا جائے گا تو یہاں کے عوام اسے قبول نہیں کریں گے اور اگر ان پر زبردستی ٹھونسا جائے گا تو اس کا ردِعمل ہو گا ۔ اسی لیے اس گروپ کو تشکیل دیا جا رہا ہے کہ جو مغالطے ہیں اور جس غلط روش سے ہم پہلے کام لیتے رہے ہیں اس پر ایک نظر ڈال کر اس میں اصلاح کر

لی جائے۔ پیغام کا انداز بہتر بنا لیا جائے' زیادہ قابلِ قبول بنا لیا جائے اور اسے اپنی دینی روایات سے ہم آہنگ کر لیا جائے۔ اور انشاء اللہ آپ جیسے موثر وزیر سے بھی ہمیں پوری توقع ہے کہ آپ اس پروگرام کو جب ان خطوط پر آگے بڑھائیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو شاندار کامیابی عطا فرمائے گا۔ سید ناظم شاہ صاحب ! ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب wind up ہو جائے' بس اب چھٹی کریں۔

وزیر بہبود آبادی، بہتر ہے میں آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی بات یہیں پر ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، اجلاس کل صبح 10 - بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا اکتیسواں اجلاس)

جمعرات 14۔ مارچ 1996ء

(پنج شنبہ 23۔ شوال 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 10 بج کر 2 منٹ پر منعقد ہوا۔

جناب سپیکر محمد حنیف رامے کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا
اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ
فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ
الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ
وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾
اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا
تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾
يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ
عَذَابًا اَلِيْمًا

سورة الدهر: 24 تا 31

تو اپنے پروردگار کے حکم کے مطابق صبر کیے رہو۔ اور ان لوگوں میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہا نہ مانو o اور صبح و شام اپنے پروردگار کا نام لیتے رہو o اور رات کو بڑی رات تک اس کے آگے سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو o یہ لوگ دُنیا کو دوست رکھے ہیں اور (قیامت کے) بھاری دن کو پس پشت چھوڑے دیتے ہیں o ہم نے ان کو پیدا کیا اور ان کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کے بدلے انہی کی طرح اور لوگ لے آئیں o یہ تو نصیحت ہے o جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا رستہ اختیار کرے o اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو o بے شک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے o جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کے لیے اس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے o

وما علینا الا البلاغ o

جناب سپیکر، نوٹس پانے برائے طلبی توجہ ہیں لیکن جناب وزیر اعلیٰ صاحب کا پیغام ملا ہے کہ آج وہ اسلام آباد میں مصروفیت کی وجہ سے ہاؤس میں تشریف نہیں لا سکیں گے ۔ وزیر قانون صاحب ! آپ توجہ دیجیے ۔ انعام اللہ نیازی صاحب تو تشریف نہیں رکھتے۔ دوسرا سوال ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب کا ہے۔ تو ڈاکٹر صاحب کا سوال pend کر لیا جاتا ہے اور انعام اللہ خان نیازی صاحب کا سوال dispose of کر دیا جاتا ہے ۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے ۔

چودھری شوکت داؤد: جناب والا! بات تو ایک ہی ہے اگر وزیر اعلیٰ صاحب نہیں ہیں تو پھر آپ انعام اللہ خان نیازی صاحب کے سوال کو بھی Pend کر لیں ۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے میں آپ کی بات مانتا ہوں اور یہ دونوں سوال pend کر لیتے ہیں ۔ اس کے بعد تحریک استحقاق ہے۔۔۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر : جی ڈاکٹر صاحب ! فرمائیے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب سپیکر ! Call Attention Notices کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو نہایت ہی vital ، فوری اور ناگزیر مسائل ہوتے ہیں ان کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے ۔ ایک تو آج وزیر اعلیٰ صاحب تشریف نہیں لائے اور دوسرا آج آپ اجلاس بھی ختم کر رہے ہیں ۔

جناب سپیکر : اسی لیے ان کو pend کر دیا گیا ہے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری: بجا ہے آپ نے pend تو کر دیا لیکن جس مسئلے کی طرف میں نے توجہ دلائی ہے وہ اتنا حساس ہے کہ اس کا تعلق ایک قتل کے مقدمے سے ہے ۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: ڈاکٹر صاحب! میری بات سنیے ۔ ظاہر ہے کہ وزیراعلیٰ کو اگر وفاقی حکومت کی طرف سے کوئی call آتی ہے ، کوئی ضروری بات ہے تو ایسا ہو جاتا ہے ۔ خدانخواستہ کسی کی ایسی نیت

نہیں ہے کہ آپ کے سوال کا جواب نہ دیں۔ آپ کا سوال میں نے pend کیا ہے اور اس کا جواب دیا جائے گا۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری : جناب سپیکر! میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں انصاف چاہیے۔ ایک تو پرچہ درج نہیں ہوا، جو مدعی پرچہ درج کروانے گیا اسے حوالات میں بند کیا ہوا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے انصاف کے لیے وزیر قانون یا حکومت کے جو بھی نمائندے اس وقت بیٹھے ہیں وہ کیا اقدام کریں گے؟ میرا مطلب یہ ہے آپ اس کے لیے کچھ نہ کچھ تو کیجیے، کوئی حل بتائیے تاکہ ان سے انصاف ہو سکے۔

جناب سپیکر : جب کوئی ایسی چیز چھپ جاتی ہے تو اس کا فوری طور پر ایک اچھا ردِعمل ہوتا ہے۔ آپ تسلی رکھیں یہ معمولی بات نہیں کہ وزیراعلیٰ کی ہاؤس میں جواب دہی ہو۔ انھوں نے Call Attention Notice کا جواب دینا ہوتا ہے۔ اس سے سارے محکمے ہل جاتے ہیں آپ فکر نہ کریں آپ کی بات ریکارڈ پر آ گئی ہے۔ اس کا due notice لے لیا جائے گا۔ جناب عبداللہ شیخ صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ شیخ صاحب آج بھی تشریف نہیں لائے اس لیے میں اسے dispose of کرتا ہوں۔ اس کے بعد تحریک استحقاق نمبر 3 ہے جس پر میں نے اپنی رولنگ pend کی تھی۔ میں اپنا فیصلہ سنانا چاہتا ہوں۔

قائد حزب اختلاف کو جیل میں مناسب سہولتیں مہیا نہ کرنے کے بارے میں تحریک استحقاق پر جناب سپیکر کی رولنگ

MR SPEAKER: I will now give my ruling on Privilege Motion No. 3 moved by Syed Zafar Ali Shah and 85 other MPAs regarding the provision of facilities in Jail to Mian Muhammad Shahbaz Sharif, Leader of the Opposition.

Syed Zafar Ali Shah and 85 other Members of the Opposition moved Privilege Motion No. 3, maintaining that the privilege of the Leader of the Opposition as well as that the Provincial Assembly of the Punjab has been breached because Mian Muhammad Shahbaz Sharif, Leader of the Opposition is not being provided health and other facilities, admissible to him under the

law and the Jail Manual, and restrictions have been imposed on visits.

In his short statement, Syed Zafar Ali Shah MPA dilated upon the basis of the motion. Ministrer for Law, in his reply, stressed that all the facilities and amenities admissible under the Jail Manual to the class of prisoners to which Mian Muhammad Shahbaz Sharif belongs are being provided to him without any let or reservation. Highlighting the said facilities, he emphasised that two servants, one cook and one attendant have been provided to the Leader of the Opposition; books, journals and newspapers are being regularly supplied; health facilities under the expert advice are being extended to him and he has since been examined by the Eye Surgeon and Orthopaedic Surgeon as also at PIMS; he is free to use the courtyard of about three kanals in front of his Cell; there are no restrictions on the members of his family or legal advisors to visit him. However, in view of persistent violations of Rules 265 and 561 of the Jail Manual, certain reasonable restrictions have been imposed on other visitors so that the visits are not used for political purposes The Law minister further stressed that a prisoner in jail is governed by the provisions of the Jail Manual Different facilities are admissible to various categories of the prisoners He also placed on record a judgement by which the Honourable High Court has passed orders regarding the facilities to the Leader of the Opposition He was of the view that no breach of the privilege was involved and the intervention of the Assembly was not necessary in the matter. I have given my anxious thought to the matter in hand, especially because it relates to the Leader of the Opposition in the Punjab Assembly and has been moved by 85 members Mian Muhammad Shahbaz Sharif, Leader of the Opposition is confined in jail on account of

certain criminal cases. In jail, he is entitled to the facilities that are admissible to the class of the prisoners to which he belongs. I have not been able to find out any provision in the Jail Manual or in any other law or rules, whereby an MPA, confined in jail on a criminal charge, is made entitled to any privileges over and above those admissible to other prisoners in the same class. The Law Minister has informed the House that all the facilities admissible to the 'B' class prisoners are being provided to the Leader of the Opposition. Legal advisors or the members of his family are free to visit him under the Jail Manual. Certain restrictions on other visitors have however been imposed under the rules for persistent violation of the provisions of the Jail Manual.

I am of the view that no breach of privilege either of the Leader of the Opposition or of the House is involved in this case Any denial of the facilities to the Leader of the Opposition admissible under the Jail Manual cannot be construed to be the breach of the privilege. In case there is any violation of the provisions of the Jail Manual at any time, he may approach the competent forums In fact, the Honourable Court, in Crl. Misc. 474-B/1996 Mian Muhammad Shahbaz Sharif vs the State, had already passed an appropriate order in the matter The relevant portion reads -

> "Since the persons who are desirous of having an interview with the petitioner are men of status in the society and one of them is ex-Governor of the Govt of Punjab, we see no harm in granting the application and direct the Jail Authorities to provide an opportunity to them to see the petitioner in jail once a week The family members of the petitioner are also allowed to see him on every alternate day if so requested by

them but their number shall not exceed as provided in the Jail Manual. The Jail Authorities are directed to provide to the petitioner all the availabe medical treatment in jail and to arrange his physiotherapy in P.I.M.S, Islamabad as may be advised by the specialists."

On the basis of the aforementioned facts, I hold the motion to be out of order.

سید تابش الوری، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی فرمائیے

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ نے رولنگ دے دی ہے میں صرف آپ کے توسط سے حکومت سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا ہائی کورٹ کی اس direction پر کہ شہباز شریف صاحب سے ملاقات پر بظاہر کوئی پابندی نہیں ہونی چاہیے اور کوئی تاریخ مقرر کر دی جائے تو کیا اس سلسلے میں صوبائی حکومت نے متعلقہ جیل اتھارٹیز کو کوئی ہدایات جاری کر دی ہیں کہ اگر ایم این ایز، ایم پی ایز، یا سابق وزراء ملنا چاہیں تو ہر آدمی کو ہائی کورٹ میں درخواست دے کر نہ ملنا پڑے بلکہ ایک direction جاری کر دی جائے کوئی ایک دن مقرر کر دیا جائے جس میں جو ملاقات کرنا چاہے وہ جیل اتھارٹیز کے قواعد کے مطابق ملاقات کر سکے۔

جناب سپیکر، جناب لا منسٹر صاحب آپ کچھ کہنا پسند کریں گے کہ آپ کوئی اس طرح کی صورت حال پیدا کر سکتے ہیں؟

وزیر قانون، جناب والا! چونکہ اس وقت یہ محکمہ میرے متعلق نہیں ہے تو میں اس کے متعلق پتا کر کے بتا سکتا ہوں۔

جناب سپیکر، دیکھیں ہائی کورٹ نے جو ہدایات دی ہیں ان پر پوری طرح سے عمل در آمد کی ذمہ داری تو آپ لیتے ہیں؟

وزیر قانون، ان پر عمل ہو گا۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ہائی کورٹ کی جو ہدایات ہیں ان پر مکمل عمل ہو گا۔

جناب سپیکر، بجا ہے

راجہ محمد جاوید اخلاص، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی فرمائیے

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل ہی ہمارے دوست چودھری ریاض صاحب میاں محمد شہباز شریف صاحب سے جیل کے اندر مل کر آئے ہیں اور میاں شہباز شریف نے تحریری طور پر لکھ کر چودھری ریاض کے ہاتھ مجھے بھجوایا ہے کہ ہائی کورٹ کے فیصلے کے مطابق جو طبی سہولتوں کی فراہمی تھی اس پر عمل در آمد نہیں ہو رہا بلکہ اس سے پہلے یہاں پر جو تحریک استحقاق take up ہوئی تھی اس میں بھی وزیر قانون جناب افضل حیات صاحب نے جو یہاں پر سٹیٹمنٹ دی تھی وہ حقیقت پر مبنی نہ ہے اور میاں شہباز شریف نے کبھی اس بات کا انکار نہیں کیا کہ میں PIMS میں جا کر یہ سہولت avail نہیں کرنا چاہتا۔ یہاں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اس سلسلے میں میں نے اور چودھری ریاض صاحب نے ایک تحریک استحقاق جو میاں شہباز شریف صاحب سے جیل میں ملاقات کے بعد move کی ہے کہ مجھے وہ سہولیات فراہم نہیں کی جا رہیں جن کا عدالت عالیہ کی طرف سے فیصلہ ہوا ہے اور یہاں ہاؤس میں بھی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے اور ہائی کورٹ کا جو فیصلہ ہوا ہے وہ بھی جیل حکام نے دس بارہ دنوں کے بعد شام پانچ بجے میاں شہباز شریف کو کہا کہ آپ کے لیے یہ فیصلہ ہے تو انھوں نے کہا کہ ابھی تو پانچ بجے ہیں اس لیے اس وقت تو میں نہیں جا سکتا۔ I will let you know after due course of time اور اس کے بعد آج تک انھوں نے رابطہ نہیں کیا تو اس سلسلے میں ہماری تحریک استحقاق بھی آئی ہوئی ہے امید ہے آپ اسے take up کریں گے۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! آپ نے جس تحریک استحقاق کی طرف اشارہ کیا ہے وہ میں نے دیکھی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اسے take up نہیں کیا جا رہا اس لیے کہ اس میں نہایت واضح طور پر یہ درج ہے کہ جناب شہباز شریف صاحب کو یہ offer کی گئی کہ آپ PIMS میں علاج کے لیے تشریف لے جائیں تو انھوں نے کہا کہ میں اس پر سوچ کر بتاؤں گا اور اس دن سے لے کر آج تک جب کہ بیچ میں پندرہ دن ہو گئے ہیں انھوں نے سوچ کر جواب نہیں دیا۔ تو جب انھوں نے جواب نہیں دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہیں جانا چاہتے۔ تو اس لیے یہ جو آپ کہہ رہے ہیں------

راجہ محمد جاوید اخلاص: انھوں نے لکھ کر دیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ صورت حال یہ نہیں ہے ۔ صورت حال کا جائزہ لیا گیا ہے اور یہ ان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ وہاں نہیں گئے۔جی لاء منسٹر صاحب

وزیر قانون: جناب والا! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میں ادھر غلط بیانی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ انھوں نے جو لکھ کر دیا ہے اس کی نقل موجود ہے اگر آپ چاہیں تو میں پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی بتائیے

وزیر قانون: اس آرڈر پر انھوں نے لکھا ہے کہ :

"This order was produced before me for knowing my willingness. I shall inform the jail authorities in due course"

یہ انھوں نے دستخط کیے ہوئے ہیں اور تاریخ پڑی ہوئی ہے۔

MR SPEAKER: " I shall inform the jail authorities in due course" [illegible] not inform the jail authorities till today

وزیر قانون: جناب والا! میرا جو ادھر بیان ہے اس میں کسی قسم کی غلط بیانی نہیں ہے ۔

جناب سپیکر: جی یہی پوزیشن ہے ۔ میں نے یہاں چیک کیا ہے اس لیے اس پر یہ سوال نہیں بنتا۔

سید تابش الوری: جناب والا! وزیر موصوف نے فرمایا تھا کہ انہوں نے علاج کروانے سے انکار کر دیا' یہ انکار نہیں ہے ۔

جناب سپیکر: انکار نہیں ہے تو اقرار بھی نہیں ہے ۔ اقرار کرنے کے کئی طریقے ہیں

سید تابش الوری: جناب والا! اقرار کیا ہے ۔ مطلب یہ تھا کہ وہ inform کریں گے کہ وہ کب علاج کروانا چاہتے ہیں ....

جناب سپیکر: لیکن ابھی تک انہوں نے inform نہیں کیا ۔

سید تابش الوری: لیکن جناب والا! اس پر یہ کہنا کہ انہوں نے علاج کروانے سے انکار کر دیا ہے یہ صحیح نہیں ہے ....

جناب سپیکر ، یہ بھی صحیح نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ میں علاج کروانے کے لیے جانا چاہتا ہوں اور انہیں لے کر نہیں گئے ۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں بتاؤں گا کہ میں جانا چاہتا ہوں یا نہیں جانا چاہتا ۔ ابھی تک انہوں نے نہیں بتایا جس دن وہ کہیں گے کہ میں جانا چاہتا ہوں وہ انہیں لے جائیں گے ۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! قائد حزب اختلاف سے ملاقات کا مسئلہ ہے میں آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ میں نے اپنے چھ ایم پی ایز ساتھیوں کے ساتھ وزیر جیل خانہ جات سے ملاقات کے لیے اجازت مانگی ۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ میاں صاحب سے مل سکتے ہیں۔ جب ہم وہاں گئے تو جیل سپرنٹنڈنٹ نے نہ صرف ملنے نہیں دیا بلکہ جیل کے وزیر صاحب ہیں انہوں نے بھی disown کیا ہے کہ ٹھیک ہے جی آپ کی مرضی ہے میں نے تو ویسے ہی لکھ کر دے دیا تھا ۔ جناب والا ! بطور custodian یہ فرمائیں کہ یہاں ہاؤس کے اندر وزیر موصوف ہماری درخواست کے اوپر لکھ کر دیتے ہیں کہ allowed ۔ اس کے بعد ایم پی اے صاحبان ملنے جا رہے ہیں اس کے بعد وہ مکر جائیں اس کی کوئی سزا اس کا کوئی تدارک ہے ؟

جناب سپیکر ، وزیر قانون نے واضح طور پر جواب دیا ہے اس سلسلے میں ہائی کورٹ نے بھی واضح ہدایات جاری کی ہیں ۔ امید ہے کہ ہائی کورٹ کی اس ہدایت کے بعد ہائی کورٹ کے فیصلے کے احترام میں ' حکومت ملاقاتیوں کو میونل کے مطابق جو سہولتیں ہیں جو ان کا حق ہے وہ دے گی ۔

وزیر قانون ، حق دیں گے ۔

جناب سپیکر ، آگے چلتے ہیں تحریک استحقاق جناب ایس اے حمید صاحب' جناب ارشد عمران سلہری ' منشاء اللہ بٹ ۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا ! میں یہی گزارش کرنا چاہ رہا تھا کہ آپ نے جو ارشادات فرمائے ہیں ۔ بات جناب سپیکر! عمل کی ہوتی ہے ۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ جیسے آپ فرما رہے ہیں کہ یہ سہولتیں انہیں دے رہے ہیں ۔ ہماری آپ سے یہ گزارش ہے کہ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں ۔ بات صرف عمل کی ہے ' ایسا طریقہ کار اختیار کیا جانا ہے کہ اس پر عمل نظر آئے ۔ ہم اگر انہیں ملنا چاہیں تو مل سکیں ۔ یہی عمل ہوگا اور اب اگر وہ تکلیف محسوس کر رہے ہیں ' علاج کروانا چاہتے ہیں آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ علاج کے لیے مجھے بھیجا جائے تو اگر انہیں

بھیجا جائے گا تو عمل ہو گا۔ میری یہ گزارش ہے کہ عمل کی طرف ہمیں چلنا چاہیے۔

جناب سپیکر ، آپ کی بات درست ہے میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور وزیر قانون صاحب اس پر توجہ دیں گے۔

سید تابش الوری ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر ! قائد حزب اختلاف میاں شہباز شریف صاحب کو عیدالفطر کے موقع پر نماز پڑھنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اس سلسلے میں جناب کو ایک تحریک استحقاق بھی بھجوائی جس کے متعلق یہ کہا گیا کہ آپ نے اس کی consent withhold کر لی ہے ۔ میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ میاں شہباز شریف صاحب اور شیخ رشید صاحب دونوں کو نماز عید پڑھنے کی اجازت نہیں دی گئی ۔ شیخ رشید صاحب کو نماز عید پڑھنے کی اجازت نہ دینے کے متعلق کل ہی قومی اسمبلی میں تحریک استحقاق پیش ہوئی .....

انعام اللہ خان نیازی ، (جناب رشید بھٹی صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ۔) جناب اسے ب دی غیرت آئی اسے ۔

سپیکر ، پگ توں بغیر ' پگ کتھے چھڈ آئے او ؟

ید تابش الوری، جناب والا ! میرے خیال میں ان کی پارٹی نے ان کی پگ چھین لی ہے یا اتار دی ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں نہیں

سید تابش الوری ، لیکن مجھے یقین ہے کہ بھٹی صاحب ایسا نہیں ہونے دیں گے ۔

جناب سپیکر ! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اسی قسم کی تحریک استحقاق قومی اسمبلی میں کل پیش ہوئی اور جناب سپیکر نے اس کی اجازت دی اور اسے admit کیا اور وزیر قانون نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ کہا کہ اس تحریک استحقاق کو مجلس استحقاق کے سپرد کر دیا جائے ۔ میں چاہتا ہوں کہ قومی اسمبلی جو ایک بڑا ادارہ ہے اور قابل تقلید ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ کسی قاعدے اور قانون سے اسے withhold نہیں کیا جا سکتا ۔ چونکہ نماز پڑھنا ایک شرعی حکم ہی نہیں ہے بلکہ ہمارے سماج کی ایک روایت ہے اور قانون میں اس کی اجازت موجود ہے نماز پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی جا سکتی ' ایک مسلمان کی حیثیت سے ایک شہری کی حیثیت سے استحقاق کی پامالی ہے .....

جناب سپیکر ، نماز پر کوئی پابندی نہیں ہے ۔صرف یہ ہے کہ وہ اگر چاہیں کہ سارے قیدیوں کے ساتھ جا کر وہ نماز پڑھیں اور وہاں ایک دنگا فساد ہو ۔ اس وجہ سے بعض اوقات اجازت نہیں دی جاتی ۔

سید تابش الوری ، جناب والا ! اگر آپ پر پابندی لگا دی جائے کہ عید کی نماز آپ اپنے گھر میں پڑھیں اور آپ کو نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی جائے

جناب سپیکر ، جیل اور گھر میں فرق ہے ۔

سید تابش الوری ، تو کیا آپ نہیں سمجھیں گے کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔

جناب سپیکر ، میں خود جیل میں رہا ہوں عید بھی میرے اوپر جیل میں گزری ہے ' مجھے بھی کسی نے اجتماع میں جا کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی تھی ' یہ مسئلہ اس طرح سے نہیں ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر ۔۔

جناب سپیکر ، نہیں اس میں ایسی بات نہیں ہے ۔ جیل جیل ہوتی ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر ! اگر ایک اسلامی ملک میں نماز پڑھنے کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی مجھے بتائیے کہ ایک سیکولر ملک ایک ملحد ملک کہنا مناسب ہے یا اسلامی ملک کہنا مناسب ہے ؟

جناب سپیکر ، جی نہیں ایسا نہیں ہے ۔

سید تابش الوری ، اور آپ کی موجودگی میں ' اگر ان معاملات پر بھی آپ ہماری تحاریک کو قبول نہیں فرمائیں گے تو مجھے بتائیں کہ وہ کون سی تحریکیں ہیں جنہیں آپ قبولیت کا شرف بخشنا چاہتے ہیں ۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔ میری بات سنیں ۔ نماز پر کوئی پابندی نہیں ' نماز پر کسی نے پابندی نہیں لگائی ' پابندی کس چیز کی ہوتی ہے ؟ جیل خود ایک پابندی ہے ۔ کل کو کوئی کہے کہ میں جیل میں ہوں عید آئی ہے میں شاہی مسجد میں نماز پڑھنے جاتا ہوں اور آپ کہیں دیکھیں جی اسلامی ملک میں اس شخص کو نماز بھی نہیں پڑھنے دی گئی ۔ اسی طرح جیل میں اپنی چکی میں وہ نماز پڑھیں لیکن اگر وہ چاہتے ہیں کہ جیل کے تین ہزار آدمیوں کے ساتھ جا کر وہ نماز پڑھیں تو یہ مناسب نہیں ہے ۔ (قطع کلامیاں)

جناب انعام اللہ خان نیازی ، جناب والا ! اصل بات یہ نہیں ہے جھوٹ کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر ، آپ تشریف رکھیں ۔ (قطع کلامیاں)

راجہ ریاض احمد ، جناب سپیکر کورم نہیں ہے گنتی کروائی جائے ۔

آوازیں: شیم شیم

جناب سپیکر ، گنتی کی جائے ---- گنتی کی گئی ---- کورم نہیں ہے پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(گھنٹیاں بج رہی ہیں)

جناب سپیکر، گنتی کی جائے --- گنتی کی گئی --- کورم نہیں ہے ۔ آدھے گھنٹے کے لیے جو maximum ہے اس کے لیے اجلاس ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی آدھے گھنٹے کے لیے ملتوی ہوئی ۔)

(جناب سپیکر گیارہ بج کر چار منٹ پر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر، گنتی کی جائے ---- گنتی کی گئی ---- جب کورم point out ہو جاتا ہے تو پھر کورم ہی کا مسئلہ حل ہوتا ہے۔ کورم point out ہو چکا ہے۔ گنتی ہوئی ہے۔ کورم نہیں ہے۔ میں گورنر پنجاب کا حکم پڑھ کر سناتا ہوں۔

"In exercise of the powers conferred on me under Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, **Lt Gen (Retd) Raja Saroop Khan**, *Governor of the Punjab*, hereby prorogue the Assembly with effect from March 14, 1996 after the completion of the proceedings on that day.

اجلاس کی طلبی کا فرمان

"In exercise of the powers conferred by clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan, I, **Muhammad Haneef Ramay**, *Speaker*, Provincial Assembly of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Thursday 21st, March, 1996, at 10.00 a. m. in the Assembly Chambers, Lahore.

Dated Lahore, the
16th March, 1996.

MUHAMMAD HANEEF RAMAY
SPEAKER
Provincial Assembly of the Punjab"

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا بتیسواں اجلاس)

جمعرات' 21۔ مارچ 1996ء

(پنج شنبہ یکم ذی القعد' 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں 10 بجے صبح منعقد ہوا۔

جناب ڈپٹی سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٦٢﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٤﴾

سورۃ العنکبوت آیات 61 تا 64

اور اگر ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیر فرمان کیا تو کہہ دیں گے۔ اللہ نے تو پھر یہ کہاں الٹے جا رہے ہیں۔ ۝ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ۝ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے لیکن ان میں اکثر نہیں سمجھتے ۝ اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے۔ کاش یہ (لوگ) سمجھتے ۝

وما علینا الا البلاغ ۝

چیئرمینوں کا پینل

جناب ڈپٹی سپیکر: پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا جائے۔

سیکرٹری اسمبلی: قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973ء کے قاعدہ 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقدیم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے:

1۔ جناب تاج محمد خان زادہ
2۔ ڈاکٹر شیلا بی۔ چارلس
3۔ جناب انعام اللہ خان نیازی
4۔ میاں ریاض حشمت جنجوعہ

پوائنٹ آف آرڈر

حزب اختلاف کی جانب سے ریکوزیشن پر اجلاس بلوانے کی آئینی شق کا غلط استعمال

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی پوائنٹ آف آرڈر پر وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! جو سیشن requisition ہوتا ہے میں نے کوئی تین چار ماہ پہلے بھی اس بارے میں پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔ اس requisition کے بارے میں کچھ ادھر بھی بحث ہوئی پھر تین چار میٹنگز میں کافی سیر حاصل بحث جناب سپیکر کے چیمبر میں ہوئی جہاں پر اپوزیشن کے فاضل اراکین نے بھی حصہ لیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ اور اپوزیشن کے مابین افہام و تفہیم ہو گئی اور ایک شیڈول طے ہو گیا کہ اجلاس کس طرح طلب کیے جائیں گے۔ اس طرح ایک پروسیجر ریکویٹ کر دیا گیا۔ اس کے باوجود پھر اس پاور کو اسی طرح misuse کیا گیا اسی طرح اس کو exploit کیا گیا صرف نمبر کی وجہ سے کہ اس میں ہماری تعداد زیادہ ہے۔ پھر اس میں نہ ایجنڈا اور نہ کوئی چیز صرف وقت اور پیسے کا زیاں کرنے کے لیے ایسا کیا گیا۔ میری اس میں گزارش ہے کہ جب جناب سپیکر نے

فرمایا کہ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کی وجہ سے گورنمنٹ اور اپوزیشن میں ایک افہام وتفہیم ہو گئی ہے اور ہم نے ایک شیڈول طے کر لیا ہے کہ کب کب اجلاس بلائیں گے تو پھر میں نے کہا کہ میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو press نہیں کرتا لیکن اسی اجلاس کے فوراً بعد اسی دن ریکوزیشن دے دی گئی۔ اب میری یہ گزارش ہے کہ میرا وہی پوائنٹ آف آرڈر بحال کیا جائے یا میں وہ سارا دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔ آپ کے گوش گزار کر دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کافی عرصہ جناب سپیکر کے زیر غور رہا۔ پھر آپ نے پچھلے سیشن میں بھی بات کی۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! میں دوبارہ raise کر دیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' میری بات تو سنیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک پوائنٹ آف آرڈر تھا جو ان کے زیر غور رہا۔ جب وہ تشریف لائیں تو اس وقت آپ اس کو raise کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! آپ کو سپیکر کے وہی فرائض حاصل ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں' وہ میں سمجھتا ہوں۔ سپیکر میں ہوں اور وہی فرائض ہیں لیکن اگر کوئی ایک judgement دے جائے تو اس کا اسی کے پاس آنا چاہیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! میں judgement کے لیے نہیں کہتا۔ آپ judgement reserve کر لیں۔ میرا اس پوائنٹ آف آرڈر کا مدعا وہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اسے جناب سپیکر صاحب پر ہی چھوڑتا ہوں۔ جب وہ آئیں گے تو اس وقت آپ گزارش کریں۔ مہربانی' شکریہ۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب! اس میں میری ایک گزارش ہے جو جناب سپیکر تک پہنچنی چاہیے کہ اس پر جو بھی بحث ہو وہ ہاؤس کے اندر ہو تاکہ پوری قوم ان کا کردار دیکھے' ان کا لائحہ عمل دیکھے۔ آئندہ جو بحث ہو وہ چیمبر کی بجائے ادھر ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مہربانی' شکریہ۔ (شور و غل) آپ میں سے تابش الوری کو پہلے فلور دے دوں۔ جی تابش الوری صاحب I call the House to order

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ نے بجا طور پر ان کے پوائنٹ آف آرڈر کے سلسلے میں وضاحت فرما دی ہے۔ اس مسئلے پر کئی sittings ہوئی ہیں اور جناب راجے اس سلسلے میں اپنا قائل مؤقف یا رولنگ دیں گے لیکن انھوں نے اس سلسلے میں جو یہ بات کہی ہے کہ اپوزیشن سے کوئی معاہدہ یا کوئی افہام و تفہیم ہوئی ہے۔ یہ بات غلط ہے۔ انہی کے اس پوائنٹ آف آرڈر کے حوالے سے جناب سپیکر نے ایک میٹنگ طلب کی تھی اور اس میں یہ بات طے پائی تھی کہ چونکہ رولنگ پارٹی اپنے constitutional requirement کے مطابق بھی اجلاس طلب نہیں کر رہی ہے اس لیے ہمیں مجبوراً ریکوزیشن کا جو حق ہے وہ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس پر تجویز یہ آئی کہ اگر رولنگ پارٹی ایک سال بھر کا شیڈول دے دے جس طرح قومی اسمبلی اپنے اجلاسوں کا سال بھر کا شیڈول دیتی ہے تو ممکن ہے کہ ریکوزیشن کی ضرورت کم پیش آئے۔ چنانچہ انھوں نے وہ شیڈول دیا اور یہ طے کیا گیا' انھوں نے خود یہ پیش کش کی کہ سال میں چھ اجلاس ہوا کریں گے۔ ہم نے واضح طور پر یہ کہہ دیا تھا کہ اس شیڈول کے باوجود ہمارے ریکوزیشن کا حق اسی طرح برقرار رہے گا اور آپ کا بھی یہ حق برقرار رہے گا کہ اس شیڈول کے علاوہ بھی اگر آپ کوئی اجلاس بلانا چاہیں تو آپ بلالیں۔ اس لیے یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ ہمارا نہ کوئی معاہدہ ہوا ہے اور نہ اس سلسلے میں کوئی افہام و تفہیم ہوئی ہے۔ یہ ایک طریق کار ہے جو اسمبلی کے معاملات ہیں انھیں نمٹانے کے لیے جناب سپیکر نے خود طے کیا ہے۔ اس پر عمل ہونا چاہیے لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے طے شدہ ایجنڈے کے باوجود پچھلے اجلاس میں انتخابی اصلاحات ڈسکس نہیں ہوئیں اور ہمیں یہ ریکوزیشن اسی کے نتیجے میں کرنی پڑی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' مہربانی۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! چونکہ انھوں نے مجھے ہی الزام دیا ہے اور مجھے ہی کہا ہے کہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے اس لیے میں personal explanation پر عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ یہ بات چھوڑیں ناں۔ اگر اس طرح بات چلے گی تو کارروائی نہیں چل سکے گی۔ انھوں نے اپنا ایک موقف بیان کیا' آپ نے ایک بیان کیا۔ اب بات ختم ہو جانی چاہیے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! میں صرف تین فقروں کی personal explanation کرنا

چاہتا ہوں۔ مجھے لمبی تقریر کا کوئی اتنا شوق نہیں ہے۔ میں ہمیشہ مختصر ہی بات کرتا ہوں۔ اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اس ڈسکشن میں سید تابش الوری موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تمام صوبوں کے سپیکر اور قومی اسمبلی کے سپیکر کی اس issue پر میٹنگ کر لی جائے۔ اس پر ان کی موجودگی میں طے ہوا کہ' نہیں' گورنمنٹ سے افہام و تفہیم کے ساتھ ایک سالانہ شیڈول طے کر لیا جائے اور اس کے تحت وہ شیڈول طے ہوا۔ اب انھوں نے بالکل غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ یہی تو میں کہتا ہوں کہ ڈسکشن ہاؤس میں ہو تا کہ لوگ دیکھیں کہ یہ مسئلہ ہے کیا؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔

جناب عبدالرؤف مغل، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کریں۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! میں صوبہ پنجاب جو کہ پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس کے پچاس ہزار مزدوروں کی بات کرنا چاہتا ہوں جو کم از کم چار ماہ سے بےروزگار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان سٹیل ملز کا چیئرمین وفاقی سیکرٹری کا جو بھائی مقرر کیا گیا ہے وہ وہاں لمبی دھاندلی کر رہا ہے جس کی وجہ سے پاکستان سٹیل ملز جو کہ raw material کا واحد ذریعہ ہے وہ پنجاب کو دستیاب نہیں ہو رہا اور لمبی بلیک ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی میں صرف جاگیردار اور سرمایہ دار کی بات ہوتی ہے۔ شاید یہ جاگیردار اور سرمایہ دار آدم کے بیٹے ہیں اور مزدور جو ہیں وہ آدم کے بھولے بھائی کے بیٹے ہیں جن کی بات یہاں نہیں ہوتی۔ یہاں پر قانونی موشگافیاں ہوتی ہیں اور چند ایک لوگ ہیں جو یہاں ہر وقت فلور کو اپنے قبضہ میں کیے رکھتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں' آپ کو میں نے کہا کہ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کریں تو آپ ایک تقریر شروع کر رہے ہیں۔

جناب عبدالرؤف مغل، وہ آدھا گھنٹہ بات کریں تو آپ کو اعتراض کی ضرورت نہیں ہو گی اور جب میں بات کر رہا ہوں تو آپ کو اعتراض کی ضرورت پیش آ گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری بات سنیں۔ میری بات تو سنیں۔ اب جونہی یہ اجلاس کال ہوا تو چودھری

وصی ظفر نے at the moment ریکوزیشن پر اجلاس کو بلانے کی بات کی۔ وہ relevant پوائنٹ آف آرڈر تھا لیکن میں نے اس کو ابھی treat نہیں کیا۔ میں نے وہیں چھوڑ دیا۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر کس نقطہ نظر پر ہے اور at the moment یہ مسئلہ اسمبلی کے سامنے زیر غور ہے یا کیا بات ہے؟

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! میں بات کرتا ہوں کہ یہ پنجاب کے ساتھ زیادتی ہے اور وفاق کی طرف سے زیادتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ I rule it out. This is no point of order. ۔ یہ مرحلہ آنے کا۔ آپ کے پاس بڑا وقت ہوتا ہے۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! میں نے ایک تحریک التوائے کار دی تھی اس کو kill کر دیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جب تحریک التوائے کار کا وقت آئے گا تو اس وقت میرے بھائی بات کریں۔ یعنی یہ ایسی بات نہیں ہے کہ آپ جس وقت چاہیں، جو چاہیں کھڑے ہو کر بات کرنا شروع کر دیں۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ شکریہ۔

آیا ایسے وقت میں جب ایوان کی کارروائی کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے معطل ہو اجلاس کے انقطاع کے بارے میں گورنر کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا جا سکتا ہے

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ریاض حشمت جنجوعہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میرا نکتہ اعتراض یہ ہے کہ دستور پاکستان کے آرٹیکل 109 (1) کے تحت گورنر کو صوبائی اسمبلی کا اجلاس summon کرنے کا اور 109 (2) کے تحت صوبائی اسمبلی کا اجلاس prorogue کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ جب آپ بطور سپیکر گورنر صاحب کا وہ فرمان یہاں پر پڑھ کر سناتے ہیں تو وہ اسمبلی کی کارروائی کا حصہ ہوتا ہے اور اسمبلی کی کارروائی میں باقاعدہ

شائع ہوتا ہے۔ میں اس نکتہ اعتراض پر آپ کی رولنگ چاہتا ہوں کہ کیا گورنر کا یہ فرمان ایسے وقت اسمبلی میں پڑھا جا سکتا ہے جب ایوانِ کورم میں نہ ہو؟

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ نکتہ اعتراض بہت درست ہے۔ ٹھیک ہے آئین اور لاء کی interpretation انہوں نے مانگی ہے تو بہرحال میں اس پر غور کرنے کے بعد میں اپنی پوری رولنگ دوں گا لیکن یہ مسئلہ نہایت اہم ہے کیونکہ جب کورم ہاؤس میں نہ ہو تو کوئی کارروائی ہو نہیں سکتی' کوئی لکھی نہیں جا سکتی۔ اس کے باوجود آیا جب وہ ہاؤس میں پڑھا جائے تو اس کی کیا پوزیشن ہو گی؟ میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو admit کرتا ہوں لیکن رولنگ اس پر غور و خوض کے بعد دوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) سید ظفر علی شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ ظفر علی شاہ! آپ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں؟

سید ظفر علی شاہ، جی میں آ رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' تشریف لائیں۔ آپ نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا' افضل سندھو صاحب نے بھی اس پر پوائنٹ آف آرڈر raise کیا تھا اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ میں اس پر رولنگ دوں گا۔ وہ رولنگ میں اس روز ہی دینے والا تھا لیکن اس روز ہاؤس prorogue ہو گیا۔ تو آج میں پہلی opportunity میں وہ رولنگ دیتا ہوں۔ اب میں اسے پڑھ رہا ہوں۔

پاکستان کرکٹ ٹیم کی ورلڈ کپ میں شکست سے متعلق تحریک التوائے کار پر چیئر کی رولنگ

Mr Deputy Speaker: On March 10, 1996, Syed Zafar Ali Shah, MPA gave a notice of Adjournment Motion seeking to discuss the factors involving the defeat of the Pakistan Cricket Team in the quarter Final of the 6th World Cup at Banglore, India. The notice was placed before the Speaker who was pleased to withhold his consent for the moving of the adjournment motion inter alia for the reason that the matter raised in the notice did not concern the Government of the Punjab and was, thus, inadmissble under rule 67(c) of the Rules of

Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1973. Syed Zafar Ali Shah was accordingly informed by the Secretariat.

On March 12, 1996, Syed Zafar Ali Shah, on a point of order, wanted to question the decision of the Speaker withholding consent, on the plea that he could establish that the Government of the Punjab had financial interest in the matter and, therefore, the Adjournment Motion fulfilled the requirement of the rule 67(c) of the rules ibid. Mr Muhammad Afzal Sindhu, Minister for Finance and Mr. Muhammad Afzal Hayat, Minister for law, objected to the raising the point of order on the ground that the said matter was not, at that time, before the Assembly.

The point of order raised by Syed Zafar Ali Shah involves the determination of two question:-

a) whether a member can, on a point of order question the decision of the Speaker in his Chamber withholding his consent to moving an Adjournment Motion; and

b) whether the point of order raised by Syed Zafar Ali Shah was in order and according to the rules.

I have given thought to the arguments on both sides and have also considered established parliamentary practices on the subject.

Under rule 65 of the Rules ibid, an Adjournment Motion can only be moved with the consent of the Speaker. The Speaker's decision withholding his consent, cannot directly or indirectly, be raised in the House. On the basis of a

number of rulings, Kaul in Practice and Procedure of Parliament (4th Edition) pp 461. has observed as under:-

"When the Speaker withholds his consent to the moving of an adjournment motion in his Chamber, it is neither obligatory to read out the motion to the House nor to give the reasons for refusing the consent. After a member is informed of the Speaker's decision withholding his consent, no question is permitted to be raised in the House either on the subject-matter, of the notice or the reasons for disallowance thereof. If, however, a member would like to make a submission to the Speaker to reconsider his decision, he can do so either in person to the Speaker in his Chamber later during the day or by submitting a written representation to the Speaker in that behalf"

A point of order can be raised strictly in accordance with the requirements of rule 184 of the Rules of Procedure. Precisely to say, a point of order must relate to the interpretation of enforcement of these rules or such Articles of Constitution as regulate the business of the Assembly and must relate to the business or matter before the Assembly at the time when the point of order is raised. When Syed Zafar Ali Shah, MPA raised his point of order questioning the decision of the Speaker, the matter relating to the defeat of Pakistant Cricket Team was not before the Assembly at that time. In the circumstance I am of the view that:

(a) an adjournment motion can only be raised with the consent of the Speaker and after a member is informed of the Speaker's decision withholding his consent, no

question about that can be raised in the House either on the subject-matter of the notice or the reasons for withholding consent by him; and

b) a point of order can be raised only in respect of the matter which is before the Assembly at the relevant time and it must relate to the interpretation or enforcement of the rules or the relevant Articles of the Constitution

With these observations, the point of order is disposed of.

جناب سپیکر، اب Call Attention Notice کا وقت ہے ۔ جی وزیر قانون۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ اس وقت ایوان میں تشریف فرما نہ ہیں ۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، (پوائنٹ آف آرڈر) ۔ جناب سپیکر! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو چیئرمین کا پینل ہوتا ہے اس کا کیا کوئی خاص معیار ہوتا ہے کہ بار بار وہی ممبر بنتے رہیں یا سارے ممبروں کا حق ہوتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اس بارے میں کوئی hard and fast rule نہیں ہے کہ اس میں یہ ہو ۔ اس میں تقریباً چار کا پینل ہوتا ہے ۔ پریکٹس یہی ہوتی ہے کہ ایک اپوزیشن سے اور تین ادھر سے ۔ یا کبھی دو ادھر سے اور دو ادھر سے ۔ اس طرح کی پریکٹس ہوتی ہے یہ سپیکر کا ایک prerogative ہے کہ وہ جس کو چاہے اس پینل میں لے آئے ۔ اس کو question نہیں کیا جا سکتا ۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر ، اب یہ تکرار کی بات نہیں ہے ۔ آپ نے ایک پوائنٹ آف آرڈر raise کیا اور میں نے اس کا جواب دے دیا ۔

حاجی عمر خان احمد خان ڈاہا، جناب والا! یہ بالکل صحیح ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اگر مطمئن نہیں ہیں تو آپ کو مطمئن ہونا چاہیے۔

حاجی عمر خان احمد خان ڈاہا، جناب میں مطمئن ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں اور میں اپنی ذات کے بارے میں عرض کر رہا ہوں کہ میں اس اسمبلی کا تیسری دفعہ ممبر بن کر آیا ہوں اور اتفاق سے کبھی بھی میرا نام Panel of Chairmen میں نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انشاء اللہ آئندہ آپ کو بنائیں گے۔

حاجی عمر خان احمد ڈاہا، **********

جناب ڈپٹی سپیکر، میں یہ ساری تقریر کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ شرقپوری صاحب' ایسی بات نہ کریں۔ آپ میری بات بھی تو سنیں شاید آپ مطمئن ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اپنی بات کریں۔ بات یہ تھی کہ وہ پرائیویٹ ممبرز ڈے تھا۔ تابش الوری صاحب سے پہلے آپ کی قراردادیں تھیں۔ از خود میں نے جب نام پکارا تو انھوں نے کہا کہ اس کو آپ بعد میں رکھیں پہلے تابش صاحب کی قرارداد لے لیں۔ سید تابش الوری صاحب کی قرارداد پر میں کسی کو تقریر کرنے سے روک نہیں سکتا تھا۔ آپ اگر یہ کہتے کہ ہم تقریر نہیں کرتے۔ اب آپ اس پر ووٹنگ کرائیں۔ کوئی شخص یہ اعتراض کرتا تو پھر بات بھی تھی۔ آپ میری بات سن لیں۔ آپ میرے پاس آئے۔ میں نے یہی کہا کہ آپ کی قرارداد کی کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔ لیکن جب کسی دوست نے آپ کو وقت ہی نہ دیا۔ اسی پہ بولتے رہے۔ بالآخر رامے صاحب آئے اور وقت بھی ختم ہو گیا۔ ووٹنگ کی بھی صورت حال نہ آئی تو وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے اور میں بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا آپ کو یہ خوامخواہ گلا پیدا ہو گیا ہے۔ ہم قطعاً اس بات کے حامی نہیں تھے۔ رولز آف پروسیجر اجازت دیتے ہیں کہ اگر پرائیویٹ ممبرز ڈے میں ایک قرارداد زیر بحث ہو تو اس پر چاہے ساری اسمبلی بولتی جائے سپیکر ان کو منع نہیں کر سکتا۔ تاوقتیکہ ہاؤس کی رائے نہ ہو کہ اس پر ووٹنگ کرائی جائے' ہم اس پر بحث کو بند کرتے ہیں۔

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری، موہل صاحب ہمارے بزرگ ہیں ۔ میں ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ کئی دفعہ وقت بڑھایا جاتا ہے تو وہ غیر قانونی نہیں ہوتا ۔ اور جب اعلان کیا گیا تھا اس وقت کورم پورا تھا ۔ پچھلے اجلاس میں بڑے کام غیر قانونی ہوئے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ میرے پاس آ جائیں ۔ میں آپ کو مطمئن کر دوں گا۔ کال اٹینشن نوٹس کے بارے میں کیا صورت حال ہے ۔ کیا وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لا رہے ہیں؟

وزیر قانون، وزیر اعلیٰ صاحب تھوڑی دیر ہوئی اسلام آباد سے تشریف لائے ہیں ۔ آدھ پون گھنٹے میں وہ یہاں آ جائیں گے ۔ ان کے آنے پر اس کو لے لیں گے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ٹھیک ہے ۔ اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ ، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جس طرح اس ایوان کو چلانے کے لیے کورم ضروری ہے اسی طرح اس ایوان کا decorum بھی بہت ضروری ہے ۔ اور یہ بات اس ایوان کے آداب میں شامل ہے کہ جب جناب سپیکر بات کر رہے ہوں تو تمام ارکان کو اپنی نشست پر تشریف فرما ہونا چاہیے ۔ لیکن آپ جتنی دیر تک بات کرتے رہے جناب صاحبزادہ شرقپوری اپنی نشست پر مسلسل کھڑے رہے ۔ نہ تو انھوں نے بیٹھنے کی زحمت گوارا کی اور نہ ہی آپ نے ان کو بیٹھنے کے لیے کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی کے رولز کی خلاف ورزی ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے ۔ ایسے ہونا چاہیے لیکن جب شرقپوری صاحب کھڑے ہوں تو اس وقت رولز لاگو نہیں ہو سکتے ۔ نہ ہی کوئی کروا سکتا ہے ۔ اس لیے ہم نے ان کو مستثنیٰ قرار دیا ہوا ہے ۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر! میں جناب کی توجہ رولز 12 کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔

Rule. 12

(1). In addition to the specific functions and powers provided by these rules. the Speaker shall take the Chair at every sitting of

the Assembly at the hour to which the Assembly was adjourned at the last sitting or at the hour at which the Assembly has been summoned to meet

جیسے کہ اب ہو رہی ہے۔

(2) The Speaker shall call the sitting to order

(3) The Speaker shall preserve order and decorum , shall have all powers necessary for the purpose of enforcing his decision and, in the case of disturbance or disorder in the galleries, may cause them to be cleared.

(4) The Speaker shall decide all points of order.

(5) In the absence of Speaker , the Deputy Speaker shall take the Chair at the sitting.

Whether the Speaker of the Assembly is absent from Lahore or the premises of the Assembly or the building of the Assembly or from the chamber of his own .

اگر وہ غیر حاضر ہیں یہاں پر نہیں ہیں، لاہور میں نہیں ہیں، چیمبر میں نہیں ہیں، اسمبلی میں نہیں ہیں تو پھر تو قاعدہ 12 کے تحت بطور سپیکر آپ صدارت کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر سپیکر یہاں ہیں پھر رول 12 کے تحت بالخصوص جب کہ اسمبلی summon کی گئی ہو یا adjourn کی گئی ہو تو اس وقت sitting ہو رہی ہے۔ اب مجھے پتا نہیں ہے کہ آپ یہ بتائیں گے کہ سپیکر صاحب کی کیا پوزیشن ہے۔ لیکن میری اطلاع کے مطابق وہ اپنے چیمبر میں موجود ہیں۔ اور اس sitting کی صدارت جناب سپیکر نے کرنا تھی ڈپٹی سپیکر نہیں کر سکتے۔ اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کا اعتراض بھی ایک قانونی نکتہ ہے۔ میں اس کو admit کرتا ہوں لیکن

اس پر رولنگ بعد میں دوں گا۔ کیونکہ یہ بڑا اچھا اعتراض ہے اس قسم کے اعتراضات واقعی قابل ستائش ہیں۔ ایک بات آپ نے کہی when the Assembly has been summoned. تو آیا اس میں کیا پوزیشن ہوتی ہے۔ میں اس نکتہ اعتراض کو منظور کرتا ہوں لیکن either it is right or wrong کا فیصلہ کچھ سٹڈی کر کے دیا جائے گا۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر، ویسے تو یہ آپ کی صوابدید ہے کہ آپ جس وقت چاہیں جب چاہیں اس کا فیصلہ دے دیں لیکن پھر یہ ساری کارروائی ایسے ہی ہو جائے گی۔ اسی میں یہ لکھا ہوا بھی ہے کہ The point will be decided by the Speaker. اب یہ پوائنٹ آف آرڈر بھی ہے، فیصلہ بھی ہے، sitting کے بارے میں ہے، خود سپیکر کے بارے میں بھی ہے۔ اگر یہ ممکن ہو سکے تو دس پندرہ منٹ میں جناب اس کا فیصلہ دے دیں یا جناب سپیکر کو بلا لیں وہ اس کا فیصلہ دے دیں۔

مسئلہ استحقاق

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے سامنے یہ مسئلہ پیش ہوا ہے۔ میں اس کی رولنگ دوں گا۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ جناب انعام اللہ خان نیازی، آج آپ کو پینل میں یہاں بٹھا نہ دیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا، یہ آپ کی بے رخیاں ہیں۔ جناب سپیکر، جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے۔ اسمبلی کے اندر ایک روایت چلی آ رہی ہے اور ایک طریقہ کار چلا آ رہا ہے کہ ہمیشہ کال اٹینشن نوٹس سب سے پہلے یہاں پر serve کیے جاتے ہیں۔ لیکن کافی عرصے سے بات دیکھنے میں آ رہی ہے کہ جب بھی کال اٹینشن نوٹس یہاں پر آتا ہے تو وزیر اعلیٰ کے مزاج اور پروگرام کے مطابق اس کو نمبر دیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر، اگر اس اسمبلی کو وزیر اعلیٰ کے اختیار میں دینا ہے یا ان کی مرضی کے مطابق چلنا ہے ان کے رحم و کرم پر چلنا ہے تو اس فلور پر بیٹھے ہوئے ہر ممبر کا استحقاق برابر ہے اور ہر ممبر برابر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں پر عہدوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ وزیر اعلیٰ صاحب کی availability یا ان کے وقت کے مطابق کال اٹینشن نوٹس کو وقت دیتے ہیں تو یہی رعایت ہر ممبر کو دی جائے۔ مجھے بھی دی جائے۔ اگر میرا کال اٹینشن نوٹس ہو تو میں اپنی availability پر اس کا وقت مقرر کراؤں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ آپ نے

میاں منظور احمد وٹو یہاں وزیر اعلیٰ تھے تو ان کے ہوتے ہوئے جب اس بات کو discuss کیا گیا تھا اور آپ نے بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ یہ حکم نامہ جاری کیا تھا۔ کہ وزیراعلیٰ کے زیر اثر اسمبلی نہیں ہے اس لیے وزیراعلیٰ صاحب کو وقت پر آنا چاہیے۔ ----

جناب ڈپٹی سپیکر : نیازی صاحب ! میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ آپ کا نکتۂ اعتراض جائز ہے لیکن جو سپیکر صاحب کی رولنگ ہوتی ہے وہ all time to come ' تمام وقتوں کے لیے ہوتی ہے۔ میں نے اُس وقت جو رولنگ دی تھی وہ آج بھی قائم ہے۔ رولنگ کسی particular شخص کے لیے نہیں ہوتی بلکہ وہ تمام وقتوں کے لیے ہوتی ہے ' آئندہ آنے والوں کے لیے بھی وہی رولنگ قائم رہتی ہے۔ لہٰذا میری آج بھی یہی رولنگ ہے کہ وزیراعلیٰ اس ہاؤس سے بالا نہیں ہے بلکہ یہ ہاؤس بالا ہے۔ وزیراعلیٰ کو اس کے قواعد و ضوابط کا بعینہٖ اسی طرح عزت و احترام ملحوظ رکھنا چاہیے جس طرح کہ ایک عام ممبر رکھتا ہے لہٰذا میں وزیر قانون کی وساطت سے یہ رولنگ پھر دیتا ہوں کہ وزیراعلیٰ صاحب کو کہیں کہ جب بھی Call Attention Notices ہوں وہ مہربانی فرما کر ہاؤس میں وقت پر آیا کریں کیونکہ یہ ایک اچھی بات ہے ' اچھی روایت سے ہاؤس کی ' ہم سب کی اور ان کی اپنی بھی dignity قائم ہو گی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا ! اگر آپ کی اس رولنگ پر عمل درآمد نہ ہو تو پھر اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر : نیازی صاحب ! میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ کون سی دفعہ لاگو ہو گی لیکن اتنا جانتا ہوں کہ عقل مند کے لیے اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔ وزیراعلیٰ کے لیے یہ رولنگ ہی sufficient ہے اس سے زیادہ بات نہیں کی جا سکتی۔ وزیر قانون صاحب ! آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں ؟

وزیر قانون : جناب سپیکر ! میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ وزیراعلیٰ آپ کی رولنگ کے مطابق عمل کرتے ہیں صرف بعض اوقات مصروفیت کی وجہ سے ایسا ہو جاتا ہے۔ میں اور انعام اللہ خان نیازی صاحب دونوں اکٹھے رات کو تقریباً ڈیڑھ بجے جہاز میں آئے ہیں۔ چونکہ موسم خراب تھا ' جہاز تاخیر سے آئے اور وزیراعلیٰ صاحب بھی موسم کی وجہ سے آج صبح تشریف لائے ہیں اور وہ تھوڑی دیر تک ہاؤس میں آتے ہی ہوں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر : چلیں آج تو یہ خاص وجہ تھی لیکن نیازی صاحب کا مقصد یہ ہے کہ عام حالات

میں اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر! جو گزارش میں نے آپ سے کی ہے اسے بھی آپ تھوڑا سا consider کریں کیونکہ اگر آپ ایک رعایت کسی ممبر کو دیتے ہیں تو وہی رعایت دوسرے ممبر کو بھی دیں۔ یعنی میری بھی۔ availability کا خیال رکھا جائے جب مجھے وقت ملے تو میں اپنا Call Attention Notice دوں۔ میں موجود نہیں ہوتا تو آپ فوراً فیصلہ دے دیتے ہیں کہ یہ Call Attention Notice اب ختم ہو گیا ہے۔ اگر وزیراعلیٰ صاحب کسی وجہ سے ہاؤس میں نہیں آتے تو آپ ان کی جگہ کسی اور کو یہ authority دے دیں کہ وہ اس کا جواب دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر : نیازی صاحب! وزیراعلیٰ اور قائد حزب اختلاف کا ایک اپنا احترام ہوتا ہے۔ اگر تمام 248 معزز ممبران کی availability کو مدنظر رکھا جائے تو پھر کوئی بھی مسئلہ طے نہیں ہو سکے گا۔

جناب وزیر قانون: جناب والا! میں ریکارڈ کی درستی کے لیے عرض کرتا ہوں کہ میرے عزیز بھائی کا جب پچھلی دفعہ نام پکارا گیا تو وہ ہاؤس میں تشریف نہیں رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے سوال کو آج کے لیے pending کر دیا گیا تھا۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر : جی جنجوعہ صاحب! فرمائیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : جناب سپیکر! میرا نکتۂ اعتراض یہ ہے کہ میں نے پچھلے اجلاس کے آغاز میں ایک تحریک استحقاق پیش کرنا چاہی تھی جس پر جناب سپیکر نے اپنی consent withhold کر لی۔ میں نے اس پر agitate کیا تو انھوں نے میری اس تحریک استحقاق کو اپنے چیمبر میں آپ کی حتمی رائے کے لیے آپ کے سپرد کر دیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ریاض حشمت جنجوعہ صاحب! آپ کی تحریک استحقاق circulate ہو گئی ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ : شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : اب ہم تحریک استحقاق نمبر 10 کو لیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ ہاؤس میں پڑھی جا چکی ہے۔ یہ تحریک جناب ایس اے حمید، جناب ارشد عمران سلہری، جناب محمد منشاء اللہ بٹ، راجہ

جاوید اخلاص، صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم اور میاں فضل حق کی طرف سے ہے ۔ یہ مساوات اخبار سے متعلق ہے۔ یہ پڑھی جا چکی تھی لیکن پھر یہ اس بات پر pending کر لی گئی تھی کہ اپوزیشن اس بارے میں فیصلہ کرے گی کہ وہ کیا لائحہ عمل اختیار کرتی ہے ۔ اب آپ بتا دیں کہ اس بارے میں آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے ؟

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! آپ نے جو کچھ ابھی فرمایا ہے ہم سمجھ نہیں سکے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مسئلہ یہ ہے کہ آپ کی تحریک استحقاق نمبر 10 مساوات اخبار سے متعلق تھی ۔ پچھلے اجلاس میں یہ ہاؤس میں پڑھی جا چکی ہے اور اس پر سپیکر صاحب آپ کے مشورے سے یہ فیصلہ کر گئے تھے کہ اس تحریک کو ہم آپ پر چھوڑتے ہیں ۔ یعنی اگر اپوزیشن اس تحریک کو admit کرانا چاہتی ہے تو آپ بتائیں گے اگر admit نہیں کرانا چاہتے تو پھر بھی آپ بتائیں گے ۔ اب آپ نے فرمانا ہے کہ آیا اس کو admit کیا جائے یا نہ کیا جائے ؟ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! ہمیں تھوڑا سا وقت دیں ہم آپ کو 10 منٹ بعد بتا دیتے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : ٹھیک ہے اس کو pending رکھ لیتے ہیں ۔ اگلی تحریک استحقاق جناب غلام احمد خان کی ہے ۔

ڈی پی آئی سکولز کے، منتخب ارکان اسمبلی کے بارے میں ہتک آمیز ریمارکس

جناب غلام احمد خان : جناب سپیکر ! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں پچھلے دنوں ڈی پی آئی سیکنڈری سکولز کے پاس گیا اور ان سے یہ دریافت کیا کہ کیا گورنمنٹ ہائی سکول ٹھرو منڈی ضلع سیالکوٹ میں کسی ہیڈ ماسٹر کا تقرر کر دیا گیا ہے ؟ انھوں نے فرمایا کہ رانا محمد اشرف کی تقرری کے احکام جاری کر دیے گئے ہیں ۔ میں نے انھیں بتایا کہ اس سکول میں کسی اور کی تقرری کر دی جائے کیونکہ اس کی تعیناتی سے سکول کا تعلیمی ماحول برباد ہو کر رہ جائے گا ۔ اس پر ڈی پی آئی صاحب نے فرمایا کہ ۔

" کھاتے تو تم لوگ ہو آدھے حکومت میں چلے جاتے ہو آدھے اپوزیشن میں "

ذی پی آئی کے متذکرہ ریمارکس منتخب ارکان اسمبلی کے لیے انتہائی ہتک آمیز ہیں ۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

جناب سپیکر ! جہاں تک میری اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے یہ حرف بحرف درست ہے لیکن کچھ عوامل ایسے ہیں کہ میں اپنی اس تحریک کو press نہیں کرنا چاہتا ۔

جناب ڈپٹی سپیکر : مہربانی ۔ آپ کا شکریہ ۔ اگلی تحریک بادشاہ میر خان آفریدی صاحب کی ہے ۔

سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی کے عملے کا رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب سپیکر : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 18 مارچ 1996ء کو میں سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں شیخ رشید احمد ایم این اے کی رہائی پر ان کے استقبال کے لیے پہنچا ۔ جیل سپرنٹنڈنٹ اور جیل کے دیگر عملہ نے ہر شخص کو جیل کی حدود میں جانے دیا جبکہ مجھے گیٹ کے باہر روک دیا گیا اور کہا کہ آپ اندر نہیں جا سکتے ۔ جیل حکام کے اس رویے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے ۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے ۔

MR DEPUTY SPEAKKER: I call the House to order.

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب والا ! 18 مارچ کو جس دن شیخ رشید کی رہائی عمل میں آئی میں سنٹرل جیل پہنچا تو جیل کے مین گیٹ پر وہاں کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ شوکت ٹوانہ نے کہا کہ ہمیں اوپر سے حکم ملا ہے کہ آپ اندر نہیں جا سکتے ۔ میں نے اسے کہا کہ آپ کے پاس اتھارٹی نہیں ہے کہ آپ مجھے اندر جانے سے روک سکیں اگر آپ کی کوئی انتظامی مشکل ہے تو آپ مجھے آفس تک جانے دیں وہاں میری بات سن لیں اس کے بعد جو آپ نے کرنا ہے بھلے کریں تو انھوں نے کہا کہ ہم کسی قیمت پر بھی آپ کو جیل کے اندر نہیں جانے دیں گے ۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وجہ کیا ہے؟ آپ مجھے black & white میں لکھ کر دے دیں کہ آپ مجھے جیل کے اندر نہیں جانے دے رہے تو اس نے واضح الفاظ میں کہا کہ ہم جیل کے بادشاہ ہیں ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ جا کر تحریک استحقاق دائر کریں یا وزیر جیل خانہ سے بات کریں پہلے بھی آپ لوگوں نے ہمارے خلاف اتنی تحاریک

استحقاق جمع کرائی ہیں ان کا کیا حشر ہوا جو اب کوئی نیا کام کر لیں گے۔ میں اس بات کا برملا اعتراف کرتا ہوں کہ ان کے اس دھمکی آمیز رویے کے بعد میں نے بھی سخت الفاظ کہے کہ تم مجھے روکنے کے مجاز نہیں ہو۔ اس وقت وہاں پر ہمارے ہزاروں ورکرز موجود تھے میری اس تذلیل کے بعد ان ورکروں نے جذبات میں آ کر جیل کا گیٹ بھی توڑ دیا لیکن اس ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو ابھی تک غیرت نہیں آئی۔ جناب والا! جیل حکام کا یہ معمول بن چکا ہے وہ سب اس لیے کرتے ہیں کہ انھیں واضح طور پر حکومت کی سرپرستی حاصل ہے اور حکومت نے ان کو یقین دہانی کرا رکھی ہے کہ یہ تحریک استحقاق کیا چیز ہوتی ہے۔ آپ بالکل ان کو دبا کر رکھیں ہم جانیں اور وہ جانیں ہم ان کو اسمبلی میں face کرلیں گے ۔ جناب والا! اس تحریک استحقاق میں میرا مسئلہ نہیں ہے اس میں پورے ایوان کا مسئلہ ہے اور میں اسی تحریک استحقاق کے توسط سے آپ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ استحقاق کمیٹی کو اتنا مؤثر بنائیں تاکہ کوئی بھی خود سر سرکاری ملازم اپنے اختیارات کو بے جا استعمال نہ کر سکے اور ہمارے استحقاق کو مجروح نہ کر سکے ۔ جناب والا! یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے جو میرے ساتھ پیش آیا ہے اس سے پہلے ان واقعات کا ایک تسلسل ہے اور اگر میں جیل کے اندر سپرنٹنڈنٹ کے آفس تک چلا جاتا تو کوئی قیامت نہیں آ جانی تھی۔ یہاں پر چودھری پرویز الٰہی بیٹھے ہیں میرے بعد ان کو اور چودھری شجاعت کو بھی گیٹ پر روکا گیا اور انھوں نے تو کسی سینیٹر کسی ایم این اے یا ایم پی اے کی بالکل پرواہ نہیں کی۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس تحریک استحقاق کو منظور فرما کر مجاز افسران کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کریں تاکہ آئندہ انھیں کسی ممبر کا استحقاق مجروح کرنے کی جرأت نہ ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی لاہ منسٹر

وزیر قانون، جناب والا! ابھی چند منٹ پہلے بادشاہ میر خان آفریدی کی تحریک استحقاق مجھے ڈ ہے اور شاید میرے پڑھنے سے پہلے ہی انھوں نے فرمایا ہے ۔ میں ابھی اس پر کوئی حقائق بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ابھی تک میرے پاس اس کی کوئی رپورٹ نہیں آئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، لیکن پھر آپ اس کا جواب کیسے دیں گے۔ میرے خیال میں اجلاس تو ایک ہ دن کا ہے ۔

وزیر قانون، جی ہاں

جناب ڈپٹی سپیکر، تو پھر اس کو pending رہنے دیں۔

وزیر قانون، جی pending کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آفریدی صاحب آپ نے لاء منسٹر صاحب کی بات سنی ہے؟

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! وہ دھیمے لہجے میں بول رہے تھے اس لیے سمجھ نہیں آئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، انھوں نے کہا ہے کہ یہ تحریک آج ہی ملی ہے تو میں متعلقہ محکمے سے اس کا جواب نہیں لے سکا اس لیے میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس کے بارے میں کچھ کہوں۔ تو پھر میں نے ان کو کہا ہے کہ چونکہ اجلاس تو آج کا ہی ہے تو پھر یہ kill ہو جائے گی تو میں نے ان سے یہ مشورہ کیا ہے کہ اس کو اگلے اجلاس تک pending رکھ لیتے ہیں تو انھوں نے کہا ہے کہ ٹھیک ہے pending رکھ دیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، جناب والا! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن صورت حال یہ ہے کہ ـــــ

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں اس لیے کیونکہ راجے صاحب بھی اس پر یہاں رولنگ دے چکے ہیں اس پر کوئی ابہام نہیں ہے اس کے باوجود بھی اگر ایسا ہوتا ہے تو ہم اس کو اگلے اجلاس تک pending رکھ لیتے ہیں۔

جناب باد شاہ میر خان آفریدی، ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مہربانی، شکریہ۔ اگلی تحریک استحقاق نمبر 3 چودھری اختر رسول کی ہے۔ جی اختر رسول۔

روزنامہ "خبریں" کی رکن اسمبلی کے خلاف کردار کشی کی مہم

چودھری اختر رسول، شکریہ جناب سپیکر! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" لاہور کی اشاعت مورخہ 20 مارچ 1996ء میں میری کردار کشی کے لیے بعض اداروں کی طرف سے یہ خبر شائع کرائی گئی ہے کہ میں نے پنجاب سپورٹس بورڈ

کے چیئرمین کے عہدہ پر فائز ہوتے ہوئے کچھ بد عنوانیاں کی تھیں ۔ اب سپورٹس بورڈ، محکمہ انٹی کرپشن اور حبیب بنک نے جملہ ریکارڈ غائب کر دیا ہے اور مزید انکوائریاں بند کر دی گئی ہیں۔ حبیب بنک قذافی سٹیڈیم کی طرف سے انکشاف کیا گیا ہے کہ با اثر شخصیات کی طرف سے ٹیلی فون آنے پر بنک نے ان چیکوں کی لسٹیں بنانے سے انکار کر دیا ہے جو میرے عہدہ چیئرمینی کے دوران جاری ہوئے تھے اگر ایسا ہے تو وہ پر اسرار ٹیلی فون کس شخصیت نے کیا تھا اور کس ہستی کو کیا گیا تھا نیز اس ٹیلی فون کال پر حکومت دباؤ میں کیوں آ گئی۔ سپورٹس بورڈ اور محکمہ انٹی کرپشن کا کوئی ریکارڈ گم ہوا ہے تو وہ کب ہوا کس نے کیا اور اس سلسلہ میں ذمہ دار اہلکاروں کے خلاف کیا کارروائی عمل میں لائی گئی اور اس کا تعلق میرے ساتھ کیا ہے۔ اس خبر کو شائع کر کے میری کردار کشی کی گئی ہے۔ جس سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے لہٰذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! پچھلے کئی مہینوں سے "خبریں اخبار" جو ضیاء شاہد کا ہے میری کردار کشی کر رہا ہے اور اس نے میرے خلاف ایک سیاسی مہم چلا رکھی ہے۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ میں اس کے لکھنے کی پرواہ نہیں کرتا کیونکہ میں تو اپنے آپ کو اس مسافر کی طرح سمجھتا ہوں جو کسی کی آواز سن کر اپنی منزل کی طرف جانے سے رک نہیں جاتا، میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہتا ہوں اور "خبریں" اخبار جو میری کردار کشی کر رہا ہے میری بدعنوانیاں اور گھپلوں کی رپورٹیں اخبارات میں شائع کر رہا ہے۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اس معزز ایوان کو اور پنجاب کی عوام کو اور پاکستان کی عوام کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر اختر رسول کے خلاف ایک ٹیڈی پیسے کی بد عنوانی ثابت ہو جائے تو اسمبلی ہال کے سامنے پھانسی لگا دی جائے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور دوسری بات کہ یہاں پر وزیر قانون بیٹھے ہیں وہ وزیراعلیٰ کو بھی بتائیں وہ بھی آئیں اور یہ بتائیں کہ حکومت کی طرف سے یہ ٹیلی فون کال کس نے کی ہے ۔ کیا میں حکومت کے پاس گیا ہوں؟ جناب والا! پھر ریکارڈ غائب کرنے کی بات کی گئی ہے ۔ یہ ریکارڈ کس نے غائب کیا ہے اور کہاں سے غائب ہوا ہے؟ اس کو بھی میرے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! سارا زمانہ جانتا ہے کہ ضیاء شاہد ایک بلیک میلر ہے اور وہ بلیک میلنگ کر کے شریف لوگوں کی عزت نفس کو مجروح کرتا ہے ۔ قوم کو کب سمجھ آئے گی؟ آپ لوگوں کو کب سمجھ آئے گی ؟ جناب والا! اب آپ سپورٹس کی دنیا میں دیکھیں کہ اگر کوئی کھلاڑی غلطی کرتا ہے تو قوم احتساب کے لیے تیار ہوتی ہے اگر کسی اور شعبہ میں غلطی ہوتی ہے تو قوم احتساب کے لیے تیار

ہوتی ہے۔جناب والا! صحافت ایک ایسا ادارہ ہے جس کا میں احترام کرتا ہوں ۔ میں صحافیوں کا احترام کرتا ہوں لیکن اگر صحافیوں کے اندر بھی کوئی ایسا عمل کیا جائے اگر کوئی صرف اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دوسروں کی کردار کشی کرے تو اس کا بھی احتساب ہونا چاہیے۔ جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ پچھلے چار ماہ سے مسلسل اس اخبار نے جس طرح میرے خلاف ایک مہم چلا رکھی ہے برائے مہربانی آپ یہاں ایک کمیٹی قائم کیجیے اور اگر اس کے لگائے گئے الزامات میں سے ایک الزام بھی درست ثابت ہو جائے ـــــــــــ جناب والا! ابھی نکئی صاحب تشریف لا چکے ہیں یہ قائد ایوان ہیں میں ان سے خود کہتا ہوں کہ اگر ایک بھی الزام ثابت ہو جائے تو یہاں اسمبلی ہال کے سامنے مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ میں کھلاڑی ہوں اور میں نے جس طرح اللہ کے فضل و کرم سے اور ایک spirit کے ساتھ ایک صاف ستھرے جذبے کے ساتھ کھیل کے میدان میں اپنا عمل جاری رکھا ہے میں اسی جذبے کے ساتھ سیاست کے اس میدان میں آیا تھا لیکن سیاست کے میدان میں ایسی کالی بھیڑیں بھی موجود ہوتی ہیں جو شریف لوگوں کو جینے نہیں دیتیں ۔ جناب والا! میں ان سے ڈرتا نہیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جب ٹرین چلتی جائے چلتی جائے اور جتنی تیز رفتاری سے چلے تو پٹڑی پر پڑے ہوئے پتھر اٹھ اٹھ کر اسے لگتے ہیں اور اگر ٹرین ان پتھروں کو دیکھ کر رک جائے تو منزل مقصود کی طرف نہیں پہنچ سکتی۔ جناب والا! مجھے یہ علم ہے کہ ان پتھروں کو لگتے رہنا ہے لیکن ٹرین کو چلتے رہنا ہے ۔ اگر پتھر مارے جائیں تو اس کا بھی احتساب کیا جانا چاہیے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

حاجی مقصود احمد بٹ :پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا میں چودھری اختر رسول کی اس بات کی تائید کرتا ہوں اور آپ کے علم میں یہ بات بھی لانا چاہتا ہوں کہ آج سے دو سال پیشتر یہی ضیاء شاہد جس کے بارے میں میں نے یہ کہا تھا کہ یہ بلیک میلر ہے اور مجھے کہا گیا تھا کہ آپ یہ نہ کہیں .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا

حاجی مقصود احمد بٹ ، لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ صحافت کی دنیا کا سب سے بڑا بلیک میلر ضیاء شاہد ہے اور یہ نئی بات نہیں ' چودھری صاحب کے خلاف بھی انہوں نے بات کی ہے میرے خلاف بھی کی بادشاہ میر خان آفریدی کے خلاف بھی کی اور اس طرح اور بھی بہت سارے لوگوں کے خلاف

اس طرح کی باتیں لکھ چکا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہاں اس کو پیسے ملتے ہیں وہاں یہ بات ٹھپ کر دیتا ہے .....

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ انہوں نے یہ بات پہلے ہی کر دی ہے۔

حاجی مقصود احمد بٹ ، مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وزیر قانون

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب والا میں بھی چودھری صاحب کی حمایت میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ ...

جناب ڈپٹی سپیکر ، نہیں ابھی حمایت کا وقت نہیں ہے ۔ پہلے وزیر قانون بات کریں گے اس کے بعد میں ایوان کی sense لوں گا۔

وزیر قانون ، جناب والا! جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے یہ بھی جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ ابھی دس منٹ پہلے ملی ہے ۔ ویسے اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر آپ کمیٹی بنانا چاہیں اور اس مسئلے کی چھان بین کرنا چاہیں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے ....

جناب ڈپٹی سپیکر ، گورنمنٹ کو اعتراض نہیں ہے اگر یہ تحریک استحقاق استحقاق کمیٹی کو چلی جائے ....

وزیر قانون ، نہیں جناب چودھری صاحب نے اپنے متعلق ایک کمیٹی بنانے کے لیے کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، وہ تو ایک علیحدہ بات ہے میرے سامنے تو تحریک استحقاق ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! دوسری بات میں یہ عرض کروں گا کہ جس طرح "مساوات" اخبار کا مسئلہ تھا یہ بھی اسی سے ملتا جلتا مسئلہ ہے اور جناب سپیکر نے جس طرح ہدایت دی تھی آپ دیکھ لیں کہ اسے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجنا چاہیے یا نہیں اس کے مطابق آپ اس پر فیصلہ کر لیں

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ۔ سردار سکندر حیات صاحب۔

وزیر مواصلات و تعمیرات ، جناب والا صحافت میں اب یہ رواج بن گیا ہے ، سسٹم بن گیا ہے ، اس کے لیے باقاعدہ پلاننگ ہوتی ہے اور اس کے لیے میٹنگیں ہوتی ہیں کہ کس کی کردار کشی کس طرح سے کی جائے اور باقاعدہ پھر جھوٹ شائع کیا جاتا ہے ۔ لہٰذا میری یہ تجویز ہے کہ اس سلسلے میں ہمیں ایک مشترکہ ریزولیشن پیش کرنا چاہیے اور اس میں کسی ایک اخبار کی بات نہ کریں سب اخبارات کی بات کریں اور اس میں یہ بات ہونی چاہیے کہ کسی کے خلاف غلط خبریں شائع ہوں اور نہ ہی کسی کی کردار کشی کی جا سکے۔ اگر کوئی اخبار ایسا کرے تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے ۔ دونوں طرف کے اراکین مل کر ریزولیشن پاس کریں اور اگر ضرورت ہو تو قانون سازی کریں اور صوبائی اور مرکزی حکومت کو بھی اس بات کی سفارش کرنی چاہیے کہ اس کے لیے باقاعدہ کوئی قانون وضع کیا جائے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔ جناب بادشاہ میر خان آفریدی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جناب والا بد قسمتی سے اس اخبار کا ایک شکار میں بھی ہوں اور جیسا کہ چودھری اختر رسول نے آج تحریک استحقاق پیش کی ہے ، میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ایسے گندے انڈوں کے خلاف ، یہ جو صحافتی دہشت گرد ہے جو صحافت کی آڑ میں معزز ممبران کو بلیک میل کر کے اپنے بنک بھرنا چاہتے ہیں ان کو expose کرنا چاہیے اور ان کے خلاف سخت سے سخت کارروائی کرنی چاہیے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس اخبار میں جرأت ہے تو اپنے ایڈیٹر خوشنود علی خان کے خلاف لکھے جس نے راولپنڈی کے ایک شخص شیخ افتخار عادل کو بلیک میل کرنے کی کوشش کی اور اس نے اس کی کیسٹیں ریکارڈ کیں ۔ اگر اس میں ہمت ہے تو اپنے اس ریذیڈنٹ ایڈیٹر کے خلاف لکھے لیکن اس کے خلاف یہ اس لیے نہیں لکھتا کہ یہ رات کو مل بیٹھ کر اپنی پتی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ آپس میں حصے دار ہیں پارٹنر ہیں لیکن ہم لوگوں کو یہ expose کرتے ہیں ۔ میں اس فلور سے ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ یہ میرے ساتھ فوارہ چوک یا میکلوڈ روڈ پر آ کر مناظرہ کر لیں اگر میں غلط ثابت ہوں گا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سیاست چھوڑ دوں گا اور اگر میں نے اس کالے بھیڑیے کو غلط ثابت کر دیا تو یہ صحافتی برادری کا ساتھ چھوڑ کر کسی کونے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے ۔ جناب

والا! اس کا تو کام ہی بلیک میل کرنا ہے۔ جناب والا! اس نے بھری محفلوں میں لوگوں کے سامنے کہا کہ یہ جو خاتون رپورٹر جا رہی ہے آپ کو پتا ہے کہ اس کے ہونٹ موٹے کیوں ہیں؟ اس کے ہونٹ میں نے چوس چوس کر موٹے کیے ہیں۔ جناب والا! یہ ضیاء شاہد کے الفاظ تھے۔ میں صحافتی برادری سے بھی گزارش کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنی صفوں سے دھکے دے کر نکالدیں کیونکہ یہ شخص پوری صحافتی برادری کے لیے بدنامی کا باعث بن رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ملک عبدالرحمٰن کھر صاحب

وزیر سمال انڈسٹریز (ملک عبدالرحمٰن کھر): جناب والا! خبریں اخبار کا خاص طور پر جو تذکرہ شروع ہوا ہے۔اس کا نشانہ کون کون بنا ہے آپ کو بھی پتا ہے اور یہاں ہاؤس میں بھی اس کے متعلق بات کی گئی۔ جناب والا! میں عرض کروں گا کہ اس کا نشانہ ہمارے خاندان کو بھی بنایا جا رہا ہے .....

MR DEPUTY SPEAKER: I call the House to order.

وزیر سمال انڈسٹریز: جناب والا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ "خبریں" اخبار میں میرے خلاف بھی اس قسم کی رپورٹنگ کی گئی ہے اور چودھری اختر رسول نے جو بھی کہا ہے اس کے لیے ہم بھی حاضر ہیں' ہم اس بات کے لیے حاضر ہیں کہ اگر ہم نے کچھ کیا ہے تو ہمارا اسمبلی کے سامنے پتا لگنا چاہیے لیکن ان سے بھی پوچھیں کہ جنہوں نے ہم سے ووٹ مانگا تھا اور ہم نے انہیں ووٹ نہیں دیا جس کی وجہ سے یہ ساری کردارکشی کی جا رہی ہے۔ جناب والا! اس کا پھر کون جواب دے گا؟ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ سعید اکبر خان

جناب سعید اکبر خان: جناب والا میری اس ضمن میں یہ گزارش ہے کہ کسی بھی شریف آدمی کی کوئی بھی اخبار جب کردارکشی کرتا ہے تو اس کو زمانہ پڑھتا ہے اور اس کے بارے میں مختلف آراء قائم ہو جاتی ہیں اور اس سلسلے میں جب ان سے کوئی بات کی جائے تو وہ یہ فرماتے ہیں کہ ہم اس کی تردید کر دیتے ہیں۔ لیکن جس طریقے سے وہ اس کے خلاف خبر لگاتے ہیں تردید اتنی چھوٹی لگاتے ہیں جس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اور تردید یہ لگاتے ہیں کہ جتنی خبر ہم نے لگائی وہ غلط تھی۔

جس طرح چودھری صاحب خان صاحب اور ملک صاحب نے فرمایا ہے اسی طرح ہمارے خلاف بھی " فرائی ڈے ٹائم" میں خبریں لگیں ۔ اس نے اس میں ایک لمبی ہسٹری شروع کر دی ہے لیکن ہم نے اس کا نوٹس اس لیے نہیں لیا کیونکہ ہمیں پتا تھا کہ یہ سب جھوٹ کا پلندہ ہے ۔ ان کا پتا نہیں کیا مقصد ہے یا اس کے پیچھے کوئی اور آدمی ہے ۔ لہٰذا مجھے اس بات پر یہ گزارش کرنی ہے کہ ان کو یہ ہدایت فرمائی جائے کہ جو بھی بات کریں کم از کم وہ اس کی تسلی کر لیں کہ یہ بات صحیح ہے یا نہیں ہے؛ اگر میرے خلاف کسی نے خبر دی ہے تو اس کی تصدیق کرنے کے لیے وہ متعلقہ آدمی سے پوچھ سکتے ہیں ۔ جب ایک بات اخبار میں آ جاتی ہے تمام لوگ پڑھ لیتے ہیں تو اس کے بعد اگر تردید بھی آئے تو اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا ۔ اس لیے میری پورے ہاؤس سے یہ گزارش ہے کہ اس بات سے آج متفقہ فیصلہ کریں کہ آئندہ کسی کی بھی کردار کشی کی گئی ' یہ نہیں کہ کوئی ایم پی اے' ہو عوام میں سے بھی اگر کسی کی کردار کشی کی جائے تو اس کا کوئی نوٹس لینے والا بھی ہو۔ کسی کے خلاف ایک دفعہ لکھ دیا جائے اور بعد میں کوئی پوچھنے والا ہی نہ ہو۔ صوبے میں ہو یا ملک میں ہو اس وقت یہ ایک طریقہ کار بن چکا ہے کہ اگر کسی کے پاس کوئی آیا ہے اور وہ اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس سے اچھے طریقے سے نہیں مل سکا تو دوسرے دن اس کے خلاف کسی نہ کسی ذریعے سے خبر لگا دی جاتی ہے ۔ لہذا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ کم ازکم صوبے کے عوام کو اور ان منتخب نمائندوں کو ان باتوں سے بچایا جائے اور تحفظ دیا جائے تاکہ یہ سلسلہ بند ہو ۔ تردید کرنا تو کوئی بات نہیں ۔ ہر خبر کو authenticated طریقے سے شائع کیا جائے ۔ فرائی ڈے ٹائمز کے پچھلے ایڈیشن میں بھی کافی شریف آدمیوں کے خلاف مواد چھپا ' وزیر اعلیٰ کے خلاف بھی انہوں نے لکھا۔ اپنی مرضی سے لکھ دیتے ہیں اور اپنی مرضی سے تردید کر دیتے ہیں۔ لہذا میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے اور اس بات کو سختی سے روکا جائے ورنہ کوئی آدمی اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ ۔ وزیر اطلاعات آپ اس پر کچھ کہنا چاہیں گے ؟

وزیر اطلاعات (مہر سعید احمد پڈھیار)، جناب سپیکر ! میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا میں چند

روز پہلے بھی ایک تجویز دے چکا ہوں کہ ہم اخبارات پر کوئی کنٹرول نہیں کرنا چاہتے ' ہم اخبارات کی آزادی میں ان کے ساتھ ہیں اور نہ ہی ان کی آزادی میں کوئی خلل ڈالنا چاہتے ہیں لیکن میری ایک تجویز تھی کہ ہم سب لوگ مل کر ' اکٹھے ہو کر اخبارات کی نمائندہ تنظیموں کو بھی ساتھ ملا کر ایک ایسا code of ethics تیار کریں اور اس کو کوئی legal cover دیں جس کے بعد کسی شخص کی' کسی عام شہری کی عزت کو یا پگڑی کو اچھالا نہ جائے۔ آج پورے ہاؤس کا موڈ اس طرح لگ رہا ہے کہ واقعی اس legislation کی اشد ضرورت ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس میں اگر آپ ایک کمیٹی بنا دیں جو میڈیا کے ساتھ مذاکرات کرے اور خاص طور پر پریس میڈیا کے ساتھ مذاکرات کرے اور اس کے بعد حکومت کی طرف سے' اس ہاؤس کی طرف سے متفقہ طور پر جو سفارشات آئیں اس کو legal sanctity دینے میں حکومت کو کوئی اعتراض نہ ہو اور یہ بڑی اچھی بات ہو گی کہ جب ہم آزادی صحافت کی بات کرتے ہیں تو پھر اس کے ساتھ ساتھ آزادی صحافت کے حوالے سے ہمارے جرنلسٹ بھائیوں پر بہت سی ذمہ داریاں آتی ہیں ' بہت سی obligations ہوتی ہیں۔ جہاں right ہو وہاں obligation ضرور ہوگی۔ اس لحاظ سے میری یہ استدعا ہے کہ چند روز پہلے والی گزارش کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک ایسی کمیٹی تشکیل دی جائے جو law making میں ساری consultation کے بعد اخباری مالکان سے consultation کے بعد ' صحافی برادری سے consultation کے بعد ایک ایسا code of ethics ضرور evolve کریں جس میں حقائق کو تو روکنا نہیں چاہیے لیکن بے جا طور پر کسی کے خلاف ' عام شہری کے خلاف یا کسی institution کے خلاف یا اپوزیشن کے خلاف یا حکومت کے خلاف یا ایک عام آدمی کے خلاف غیر ضروری طور پر لغو اور frivolous باتوں کو ختم کرنے کے لیے ہمیں ایسا code of ethics تیار کرنا چاہیے جس میں اس کی lawful sanction ہو اور وہ اسی طریقے سے ہو سکتی ہے کہ اگر آپ ایک کمیٹی فارم کریں اور کمیٹی اپنی رپورٹ submit کرے کہ اس میں کیا کیا improvements ہو سکتی ہیں۔ آزادی صحافت بھی پامال نہ ہو مگر اس کے ساتھ ساتھ صداقت اور دیانت داری اور راست اقدام کی روح پروان چڑھے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ! بس ٹھیک ہے۔ وزراء بول چکے ہیں۔ اب میں اپنی بات کرنے لگا ہوں۔

چودھری اصغر علی گجر، میں بھی اس سلسلے میں اپنا موقف پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کا موقف سننا نہیں چاہتا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ کافی باتیں ہو گئی ہیں۔ وزیر اطلاعات نے wind up بھی کر دیا ہے۔ اس کے بعد میں پھر شروع کردوں۔ آپ سمجھ دار ہیں۔ میرے محسن ہیں تشریف رکھیں مہربانی ہو گی۔ میں آپ کو کمیٹی میں شامل کرلوں گا تشریف رکھیں۔ آج یہاں پر یہ جو صورت حال پیدا ہوئی ہے اس سے پہلے بھی جس طرح باقی ساتھیوں اور وزیر اطلاعات نے بیان کیا ہے۔ صحافت ایک مقدس پیشہ ہے لیکن جس طرح کہ ہمارے ملک میں صورت حال بن گئی ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اس کو کنٹرول کرنا بھی میرے خیال میں حکومت کا فرض ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ جمہوریت میں صحافت کو آزادی حاصل ہوتی ہے اس کو آزادی دی جائے۔ موجودہ حکومت یا کسی بھی حکومت کا یہ ذہن نہیں ہونا چاہیے کہ اخبارات کو ہم اپنے لیے یا حکومت کے لیے استعمال کریں۔ لہٰذا میں نے ہاؤس کی sense کو observe کر لیا ہے۔ اس پر میں یہ رولنگ دیتا ہوں کہ "میں سات رکنی کمیٹی بناتا ہوں۔ جس کے چیئرمین وزیر اطلاعات ہوں گے۔ حکومت کی طرف سے وزیر قانون، وزیر خزانہ اور چودھری اصغر علی گجر بھی اس میں شامل ہوں گے۔ اپوزیشن کی طرف سے چودھری اقبال صاحب ہوں گے، سید ظفر علی شاہ صاحب اور ایس اے حمید صاحب ہوں گے۔ یہ میں نے سات رکنی کمیٹی بنا دی ہے۔ اب ان کے ذمے کام یہ ہے کہ سب سے پہلے دو ماہ کے اندر اندر یہ اخبارات کے مالکان سے، مدیران سے ایک لائحہ عمل طے کرے۔ اس میں مقصد اور مدعا یہ ہو گا کہ ہم اخبارات کو کنٹرول کرنا نہیں چاہتے، ان کی آزادی کو سلب کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ فاضل اراکین خواہ ایم این اے ہوں خواہ ایم پی اے ہوں یا سینیٹر ہوں وہ عوام کے منتخب نمائندہ ہیں۔ جس کی عزت و احترام لازماً کرنا چاہیے۔ خوامخواہ سنی سنائی بات سے اس کی ساری زندگی کی محنت پر پانی نہ پھیر دیا جائے اور اس کو بدنام نہ کیا جائے۔ اس لیے کمیٹی نے اس پر ایک طریق کار ان سے طے کرنا ہے۔ اس کے بعد جناب قائد ایوان بھی تشریف رکھتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں بھی یہی کہوں گا کہ اس کے بعد آپ کیبنٹ کے through اس کی legislation کریں۔ جو رولز طے ہو جائیں، جو رپورٹ آجائے اس پر دونوں طرف سے ایک consensus پیدا کرکے اچھی رپورٹ آجائے تو اس پر

آپ law بنوائیں۔ اگر سنٹر سے کرنی پڑے تو پھر بھی آپ ان کو گزارش کریں کہ ہمارے ملک میں یہ جو دستور بن گیا ہے کہ جس کی چاہے پگڑی اچھال دی۔ پھر تردیدوں سے کچھ بات نہیں بنتی۔ لہٰذا میرے خیال میں اس پر legislation بھی لازمی کی جائے۔ وہ legislation کیسے ہوتی ہے اس کے بارے میں محکمہ قانون سب کچھ جانتا ہے۔ کون رپورٹ درج کرے گا؟ کیسے اس کی proceeding ہوگی؟ وہ تمام کارروائی اس کے مطابق کی جائے۔ اب اگر چودھری اختر رسول اس کے باوجود بھی چاہتے ہیں کہ اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تو اس بارے میں اب آپ کی کیا رائے ہے؟

چودھری اختر رسول: جناب والا! آپ نے پورے ہاؤس کے جذبات کا احساس کیا ہے۔ اور صحافت کا جو طرہ امتیاز ہونا چاہیے اس کے مطابق کمیٹی عمل کرے گی۔ جہاں تک اس تحریک استحقاق کا تعلق ہے۔ چونکہ وزیر قانون بھی اس سلسلے میں اپنی رائے دے چکے ہیں۔ آپ کا شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں نے تو آپ سے پوچھا ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ وزیر قانون نے جو بات کی تھی وہ یہ کہ "مساوات" کی بات آئی تھی وہ کارٹون کا مسئلہ تھا۔ وہ کسی کی پگڑی نہیں اچھالی گئی تھی وہ تو ایک کارٹون کا مسئلہ تھا۔ اس پر راے صاحب نے صحیح رولنگ دی اور پوچھا کہ آپ جو کرنا چاہیں کریں اور تمام صورت حال کو assess کرکے جانیں۔ لیکن یہ مسئلہ ایک الگ مسئلہ ہے۔ اس میں خاص طور پر فاضل اراکین کے نام لے کر ان کی مٹی پلید کی گئی ہے، ان کی پگڑی اچھالی گئی ہے، ان کو رسوا کیا گیا ہے۔ لہٰذا میں اس تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ دو ماہ کے اندر اس کی رپورٹ پیش کرے۔ (نعرہ ہائے تحسین) تحاریک استحقاق کا وقت ختم ہوتا ہے۔ اب ہم کال اٹینشن نوٹس لیتے ہیں۔

میرے خیال میں خانزادہ تاج محمد کافی دیر سے کھڑے ہیں۔ خانزادہ صاحب! آپ نے کوئی بات کرنی ہے؟

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Most respectfully I would like to draw your attention to the fact that I have been standing for fifteen minutes and I wanted to contribute few comments on the decision which you have

graciously taken which is a correct decision. But, my dear Speaker, you speak more than the whole House put together. At least give us a chance so that we should also express our views on this very important spirit of liberty. The Press is the third government and you don't even give people like me, who have fifty years' parliamentary life here, an opportunity to speak. I am sorry, Sir. If you will allow me to speak. I would speak for a few minutes. If you don't, I will resume my seat

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اسی پر بولنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو میں اجازت دیتا ہوں لیکن میں رولنگ دے چکا ہوں۔

جناب تاج محمد خانزادہ، شکریہ جناب

وزیر مواصلات و تعمیرات، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کے برخودار ہیں۔ سردار سکندر حیات

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب! میں آپ کی اجازت سے انگریزی میں بات کروں گا۔ Sir after the Ruling has come it can not be discussed لیکن with the permission of the Chair اگر وہ سراہنا چاہتے ہیں تو میں بھی درخواست کروں گا کہ ان کو اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی میں نے بھی وقت دے دیا ہے۔ جی خانزادہ صاحب۔

جناب تاج محمد خانزادہ، میں اردو میں بولوں گا تاکہ میں اپنے جذبات سب کو سمجھا سکوں۔ پہلے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ پہلا موقعہ ہے کہ دونوں طرف سے انھوں نے ایک ایسی چیز کو منظور کیا جو قوم اور ملت کے فائدے میں ہے۔ میں ان کو مبارک باد دیتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے میں پریس کے ان ممبران کو مخاطب ہوں۔ اگر مسلمان میں کمزوریاں بھی ہوں تو یہ قرآن و حدیث کے مطابق مناسب نہیں ہے۔ یہ غیر اسلامی ہے کہ آپ صرف اس کی برائی کریں بلکہ اخباروں میں لکھیں۔ اس کے علاوہ برائی کرنا بذات خود بھی گناہ ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں،

جو کہ میں مبارکباد بہت کم دیتا ہوں کہ آپ نے یہ کمیٹی قائم کی اور میں کہتا ہوں کہ اس میں ہمارے ساتھیوں کو مکمل طور پر نمائندگی ملنی چاہیے۔ تاکہ جو صحافی غلط باتیں لکھیں اس کا صحافی اور سیاستدان اور عوام برابر سدباب کریں ۔ تاکہ وہ اس چیز سے discourage ہوں ۔ ایک آدمی خواہ وہ کوئی بھی ہو اس کے خلاف آپ خرافات لکھتے ہیں۔ جب آپ اخبار میں لکھتے ہیں اور بعد میں آپ کہتے ہیں کہ میں نے غلطی کی لیکن اس کی بدنامی تو ہو گئی ۔ جو آپ نے تردید کی وہ کوئی نہیں پڑھتا۔ لیکن آپ ہیڈ لائن میں یہ لکھتے ہیں کہ فلاں یہ ہے' فلاں وہ ہے' فلاں نے یہ کیا' وہ کیا۔یہاں پر ذاتیات آ جاتی ہیں۔ خدارا میں آپ سے بھی اپیل کرتا ہوں اور اس اسمبلی کی کمیٹی کو بھی کہ آپ صحافیوں سے مل کر ایسا Code of conduct تیار کریں کہ یہ بلیک میلنگ کا نام صحافیوں کے نام سے بالکل مٹ جائے۔

Thank you very much

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! جی پوائنٹ آف آرڈر پر ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید، جناب سپیکر! شکریہ۔ میں آج یہاں وزیر اعلیٰ کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ پچھلے اجلاس میں وزیر اعلیٰ نے فرمایا تھا کہ 33/32 آدمیوں کے فنڈز میں نے جاری کر دیے ہیں۔ اس پر جناب سپیکر نے رولنگ دی تھی کہ اس کی فہرست مہیا کی جائے۔ پچھلے اجلاس میں بھی فہرست مہیا نہیں کی گئی۔ میں چاہوں گا کہ اس بارے میں وزیر اعلیٰ آج وضاحت فرمائیں کہ وہ کون سے 32/33 آدمی ہیں ۔ میری معلومات کے مطابق صرف ایک اپوزیشن کا آدمی ہے جس کو فنڈز مہیا کیے گئے ہیں۔ یہ میری کل کی معلومات ہیں۔ یہ 32/33 آدمیوں کا معاملہ نہیں ہے ۔ میں چاہوں گا کہ وزیر اعلیٰ نے چونکہ on the floor of the House بات کی ہے ۔ ذمہ دار انسان ہیں ' وزیر اعلیٰ ہیں اور صوبہ پنجاب کے عوام کے اس وقت سربراہ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! لاء منسٹر صاحب کوئی ایسی بات ہاؤس میں ہوئی تھی؟

وزیر قانون، جناب والا! اس کے متعلق وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ہی بات کر سکتے ہیں ۔ وہ اس وقت موجود نہیں ہیں۔ یہ نہیں کہا گیا تھا کہ 32 آدمیوں کو فنڈز دیے گئے ہیں۔ صرف وزیر اعلیٰ صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ آپ کی proposal ابھی نہیں ملیں ۔ غالباً اس قسم کی بات ہوئی تھی ۔ I am not

sure about it

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کو فہرست مہیا کر دیں۔ ڈاکٹر محمد شفیق چودھری صاحب کا Call Attention Notice ہے میں امید کرتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ ہاؤس سے نہیں جائیں گے۔

تھانہ کھڑریانوالہ ضلع فیصل آباد میں دو بھائیوں کا قتل

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب سپیکر میں آپ کے توسط سے جناب وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 23 فروری 1996 کو چک نمبر 91/RB دھنوانہ تھانہ کھڑریانوالہ ضلع فیصل آباد میں عاطف سلیم ولد سلیم خان کو دن دیہاڑے قتل کر دیا گیا۔ جس کے انتقام میں اسی دن مقتول کے دو بھائیوں نے مخالف فریق کے دو افراد کو قتل کر دیا ان دونوں قتل کے واقعات میں کم از کم دو گھنٹے کا وقفہ تھا۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مقتول عاطف سلیم کا چچا صدیق خان ایف آئی آر درج کرانے تھانہ کھڑریانوالہ گیا تو نہ صرف اس کا پرچہ درج نہ کیا گیا بلکہ 8 روز تک اسے تھانہ میں بٹھائے رکھا۔ میں اس میں تھوڑی ایڈیشن کروں گا کہ آج تک اسے تھانے میں بٹھایا ہوا ہے۔ بلکہ حوالات میں بند کر دیا گیا ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ خوشحال خان اور علی جیلانی کے قتل میں مقتول عاطف سلیم کے دو ملزم بھائیوں کے علاوہ گیارہ بے گناہ افراد کو ملوث کیا گیا ہے اور بارہویں بے گناہ مقتول عاطف سلیم کا نام بھی شامل ہے جو پہلے ہی قتل ہو چکا تھا۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پولیس کی زیادتی سیاسی دباؤ کا نتیجہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب قائد ایوان۔

وزیر اعلیٰ (سردار محمد عارف نکئی)، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(الف) مورخہ 23-02-96 کو چک نمبر 91 ر ب کھڑریانوالہ ضلع فیصل آباد میں دو پارٹیوں جن کے

درمیان سابقہ قتل پر دشمنی ہے ۔ ان کے مابین کراس فائرنگ ہوئی ۔ جس کے نتیجہ میں ایک پارٹی کے دوافراد خوش حال خان اور عطا جیلانی ہلاک ہو گئے۔ جب کہ دوسری پارٹی کا عاطف سلیم خان بھی ہلاک ہو گیا۔ اس سلسلے میں پہلی پارٹی کی طرف سے ایف آئی آر نمبر 84 مورخہ 23-2-96 بجرم 302/148/149/109 ت پ تھانہ کھڑریانوالہ میں درج ہوئی۔ جبکہ دوسری پارٹی کے مقتول عاطف سلیم خان کے قتل کے سلسلے میں محمد صدیق کی درخواست پر مندرجہ بالا مقدمہ میں cross question قائم کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اعلیٰ عدالتوں کی رولنگ کے پیش نظر ایک وقوعہ کی ایک ہی ایف آئی آر درج ہو سکتی ہے۔ مقدمہ کی تفتیش میرٹ پر کی جا رہی ہے ۔ عاطف سلیم مقتول کے والد محمد سلیم کی درخواست پر مقدمہ کی تفتیش ایڈیشنل ایس پی فیصل آباد کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اگر تفتیش کے نتیجے میں cross question درست پایا گیا تو cross question میں نامزد ملزمان کو چالان کیا جائے گا۔

(ب) مقتول عاطف سلیم کا چچا صدیق خان ایف آئی آر درج کرانے کے لیے ایک تحریری درخواست لے کر مورخہ 25-2-96 کو ' وقوعہ 23-02-96 تاریخ کا ہے وہ تھانے میں آیا۔ جس کی درخواست پر عاطف سلیم کے قتل کا cross question قائم کر دیا گیا۔ چونکہ جیسا کہ جز "الف" میں وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس وقوعہ کا مقدمہ درج ہو چکا تھا۔ مذکورہ صدیق خان کو اسی دن تھانہ سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ لہذا یہ درست نہیں ہے کہ اسے آٹھ دن تک تھانے میں بٹھائے رکھا گیا۔

(ج) خوشحال خان اور عطا جیلانی کے قتل کے سلسلے میں مدعی غلام رسول کی طرف سے درج کرائی گئی ایف آئی آر نمبر 84/96 کے مطابق عاطف سلیم اور اس کے دو بھائیوں کے علاوہ دیگر گیارہ افراد کو ملوث کیا گیا ہے۔

(د) درست نہیں ہے۔ کسی سیاسی دباؤ کے تحت کوئی زیادتی نہیں کی گئی۔ بلکہ تمام کارروائی قانون کے مطابق کی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ! جی ضمنی سوال

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا میری اطلاع کے مطابق----

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' اطلاع نہیں۔ آپ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، میں ضمنی سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ جناب وزیر اعلیٰ غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں کہ صدیق خان جو کہ مقدمہ درج کرانے گیا ہے ابھی تک تھانے والوں نے نہیں چھوڑا بلکہ چند دن اسے حوالات ----

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ بتا رہے ہیں کہ اس کا اس پرچے میں نام ہے ۔ایک وقوعہ ہوا دونوں طرف سے ہوا۔ ایک پرچہ درج ہو گیا۔ دوسرا cross case ہے۔ وہ درج ہو نہیں سکتا کیونکہ ہائی کورٹ کی رولنگ ہے۔ اس کو اسی کے اندر رکھا جاتا ہے ۔ اگر وہ ثابت ہو گیا تو وہ گرفتار ہو جائیں گے۔ وہ بھی چالان ہو جائیں گے۔ اب اس کے علاوہ کوئی بات ہے تو وہ ضمنی سوال کریں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس والوں نے 23-2-96 سے 25-2-96 تک روزنامچہ بند رکھا۔ اور اس کے بعد پہلی درخواست صدیق خان کی آئی ہے ۔ اس کے باوجود پرچہ نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ غلط آدمیوں کو شامل کیا گیا ہے کہ جو شخص پہلے قتل ہو چکا ہے اس کو بھی قاتلوں میں شامل کیا گیا ہے۔ میں جناب وزیر اعلیٰ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا وہ مقامی پولیس جو کہ اس وقت جانبدار ہے اس کی بجائے کسی اور ایجنسی سے اس کی تحقیق کرا کر انصاف مہیا کرنے کے لیے تیار ہیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب والا! میں نے اپنے جواب میں عرض کی تھی ۔ شاید میرے بھائی نے نہیں سنا کہ آپ کی پارٹی کی طرف سے درخواست دی گئی تھی کہ ہمیں متعلقہ پولیس پر اعتماد نہیں ہے۔ ایڈیشنل ایس پی کے پاس یہ تفتیش لگا دی جائے۔ تو کل یہ تفتیش تبدیل کر کے ایڈیشنل ایس پی فیصل آباد کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اگر اس کے بعد بھی آپ کہیں گے کہ آپ کی تسلی نہیں ہوئی یا زیادتی ہوئی ہے۔ تو ہم دوبارہ بھی تفتیش تبدیل کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس سلسلے' میں میں ایک چیز عرض کر دوں۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں پر کوئی ایسی بات بھی کی جائے جس سے اس مقدمہ میں کسی فریق پر

برا اثر پڑے۔ ہائی کورٹ میں ان کی پارٹی نے ایک درخواست دی ہوئی ہے۔ اور 25-3-96 کو اس کی تاریخ ہے۔ اس پر جو فیصلہ ہو گا اس کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ میرے خیال میں انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ آپ کی پارٹی کے کہنے پر تفتیش بدل دی گئی ہے۔ مزید بھی ضرورت ہوئی تو وہ انصاف کے لیے تفتیش بدلنے کو تیار ہیں۔ لیکن 25-3-96 کو ہائی کورٹ میں ایک تاریخ مقرر ہے۔ جو فیصلہ ہو گا اس کی روشنی میں بات ہو گی۔ میرے خیال میں اب بات clear ہے۔ آگے چلیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری، جناب والا! انھوں نے جو ایکشن لیا ہے میں اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔ اور یقین دہانی پر بھی کہ آئندہ بھی وہ ایسے اقدامات اٹھانے کے لیے تیار ہوں گے۔ لیکن میں یہ وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میری کوئی پارٹی نہیں ہے۔ میں انصاف کے لیے اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے اس سوال کو یہاں لایا ہوں۔ امید ہے کہ وزیر اعلیٰ آئندہ بھی اس قسم کے فوری ایکشن لیتے رہیں گے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ پوچھتے ہیں کہ جس طرح آپ نے یہاں فوری ایکشن لیا ہے یا جو انصاف کر رہے ہیں' آئندہ بھی ہر مسئلے میں انصاف ہو گا؟

وزیر اعلیٰ، جب سے میں لیڈر آف دی ہاؤس بنا ہوں یا اس سے پہلے بھی' میں نے ہمیشہ مظلوم کی امداد کی ہے۔ میں نے ظالم کی کبھی امداد نہیں کی۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور آئندہ بھی جو مظلوم ہو گا اس کی امداد کروں گا' ظالم کی امداد نہیں کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ جی۔

حاجی عمر خان احمد خان ڈاہا، کیا وزیر اعلیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ آج سے تقریباً ایک سال پہلے خانیوال میں ایک وقوعہ ہوا تھا۔ ڈاکٹر عابد کی ٹانگیں کاٹ دی گئی تھیں۔ اور اس وقت کے وزیر اعلیٰ میاں منظور احمد وٹو نے جواب دیا تھا کہ اس کے لیے مالی امداد دیں گے۔ ابھی تک اس کو مالی امداد نہیں ملی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ اِس سوال سے متعلق نہیں ہے۔ آپ اس سوال سے متعلق ضمنی سوال پوچھ سکتے ہیں۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا، آپ نے کہا ہے ناں کہ ہر ایک کے ساتھ برابری کا سلوک کیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آئندہ جو ان کے دور میں ہو گا۔ وہ تو آپ پچھلی بات کر رہے ہیں۔ This is no supplementary question. جناب انعام اللہ خان نیازی۔

طالب علم لیڈر ارشد امین چودھری کا قتل

جناب انعام اللہ خان نیازی، شکریہ۔ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں ایک طالب علم لیڈر ارشد امین چودھری کو قتل کر دیا گیا اگر ایسا ہے تو اسے کب اور کس جگہ قتل کیا گیا؟

(ب) جز (الف) بالا کی روشنی میں اس قتل میں کون کون لوگ ملوث پائے گئے آیا ان لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے؟

(ج) کیا اس قتل سے متعلق کوئی مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ایف آئی آر کی نقل ایوان میں پیش کی جائے نیز جن لوگوں کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ہے ان کے نام اور پتے کیا ہیں؟ اگر کوئی مقدمہ درج یا کوئی گرفتاری عمل میں نہیں لائی گئی تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، وزیر اعلیٰ۔

وزیر اعلیٰ (سردار محمد عارف نکئی)،

(الف) ہاں، یہ درست ہے کہ مورخہ 96-03-09 کو بوقت 7 بج کر 45 منٹ شام ارشد امین چودھری سابقہ طالب علم لیڈر اور اس کے ساتھی عارف چودھری اور گن مین اشفاق احمد ہیڈ کانسٹیبل کو چناب پارک کے نزدیک دفتر واسا علامہ اقبال ٹاؤن قتل کر دیا گیا۔

(ب) اس واقعے میں شاہد پرویز برادر عارف مقتول کے بیان کے مطابق احمد بخش سکنہ کوٹ لکھپت، جمیل اصغر بھٹی عرف تحصیل، عقیل عرف گوگی سکنہ گوالمنڈی، تنویر خاکوانی سکنہ ریواز گارڈن مسلح کلاشنکوف بمعہ پانچ کس نامعلوم مسلح اسلحہ آتشین نے موقع پر فائرنگ کر کے میاں ارشد سکنہ پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن اور خواجہ اظہر گلشن و خواجہ

تعریف گلشن عرف طیفی بٹ سکنہ گلبرگ III لاہور کے ایماء اور ملی بھگت سے قتل کیا۔ ان میں سے میاں ارشد ملزم کو گرفتار کیا گیا ہے جو ریمانڈ جسمانی پر ہے۔ اور خواجہ اظہر گلشن و تعریف گلشن الزام علیہان نے عدالت جناب امان اللہ خان ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج لاہور عبوری ضمانتیں کروالی ہیں جن کو شامل تفتیش کر لیا گیا ہے۔ آئندہ تاریخ پیشی مورخہ 25-03-96 ہے۔

(ج) اس واقعے سے متعلق مقدمہ نمبر 40' مورخہ 04-03-96 جرم 148/149/303/109 ت پ تھانہ علامہ اقبال ٹاؤن درج کیا گیا ہے۔ ایف آئی آر کی نقل پیش کی جا رہی ہے۔ مندرجہ ذیل ملزمان کے خلاف مقدمہ درج ہوا ہے۔

عامر بٹ ولد محمد حنیف بٹ قوم کشمیری سکنہ کوٹ لکھپت لاہور' جمیل اصغر ولد ماسٹر بشیر احمد قوم بھٹی سکنہ لدھیکے سٹی رائے ونڈ لاہور' عقیل عرف گوگی ولد عبدالرشید قوم کشمیری سکنہ 45۔ چیمبرلین روڈ گوالمنڈی' تنویر خاکوانی ولد نسیم احمد خان قوم پٹھان خاکوانی سکنہ 223۔ ریواز گارڈن' حال ایم اے او کالج لاہور' پانچ کس ملزمان نامعلوم' میاں ارشد ولد عبدالغنی قوم کشمیری سکنہ 926۔ پاک بلاک علامہ اقبال ٹاؤن' خواجہ اظہر گلشن ولد خواجہ غلام حسین گلشن سکنہ ۵۲۔ ایم گلبرگ III لاہور' خواجہ تعریف گلشن عرف طیفی بٹ ولد غلام حسین سکنہ 50۔ ایم گلبرگ لاہور III۔ عقیل عرف گوگی کے مسکن پر گزشتہ رات ریڈ کیا گیا۔ وہاں سے مندرجہ ذیل اسلحہ برآمد ہوا۔

رپیٹر گن 1' پمپ ایکشن 1' ٹرپل ٹو 2' گولیاں 308 ضرب۔

احمد بخش کے مسکن کوٹ لکھپت ریڈ کیا گیا ہے اور اس کے والد کو شامل تفتیش کیا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ کوئی ضمنی سوال۔

جناب انعام اللہ خان نیازی۔ جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ یہ بیان فرمائیں گے کہ ارشد امین چودھری مقتول کا تعلق کون سی جماعت سے تھا؟

وزیر اعلیٰ: اس کا تعلق میری جماعت کے ساتھ تھا۔ (مداخلت) مسلم لیگ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسلم لیگ۔ انھوں نے بتا دیا ہے۔ آپ سمجھ جائیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! میں سمجھ گیا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگلا ضمنی سوال۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! کیا وزیر اعلیٰ صاحب یہ بیان فرمائیں گے کہ نامزد ملزمان کا تعلق کون سی جماعت سے ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر اعلیٰ: ان کا تعلق مسلم لیگ (ن) کے ساتھ بھی ہے' پیپلز پارٹی کے ساتھ بھی ہے اور دیگر جماعتوں کے ساتھ بھی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: کیا جناب وزیر اعلیٰ یہ فرمائیں گے کہ مسلم لیگ (ن) کے ساتھ کون سے ملزمان کا تعلق ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی۔

وزیر اعلیٰ: اس کے لیے میں کل جواب دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دریافت کر کے۔ میری بات سنیں۔ کوئی قاتل ہے' کوئی آدمی ہے۔ وزیر اعلیٰ کو سیاسی affiliation کا تو پتا نہیں ہو سکتا۔ ایک آدمی جس نے قتل کیا ہے ----

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب' سیاسی وابستگیاں کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہوتیں۔ سیاسی وابستگیاں ہر ایک پر عیاں ہوتی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مسئلہ یہ ہے کہ وہ اگر چھپی نہیں ہیں تو آپ کو اس کا پوچھنے کا کیا فائدہ؟ میری بات سنیں۔ بات وہ کریں جس کی اس مقدمے کے مفاد میں کوئی بات ہو' کوئی چیز ہو۔ اس کا تو کوئی فائدہ نہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، ٹھیک ہے جناب والا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سردار حسن اختر موکل، جناب والا! وزیر اعلیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اس کا جواب کل دیں گے۔ کل تو جمعہ ہے' یہ کیسے جواب دے لیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، کل کا مطلب ہے جو بھی اگلا سیشن آئے گا اس میں۔ جی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ یہ بیان فرمائیں گے کہ جن ارکان کا تعلق پیپلز پارٹی سے ہے ان کے نام کیا ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کے نام جانتے ہیں؟

وزیر اعلیٰ، میں نے آپ سے پہلے بھی کہا ہے کہ میں نے یہ معلوم نہیں کیا کہ کون کون سی پارٹی میں کس کس کا تعلق ہے۔ مجھے یہ پتا تھا کہ ارشد امین ہماری پارٹی سے تعلق رکھتا تھا اور ایم ایس ایف کا لیڈر تھا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، وزیر اعلیٰ صاحب نے مسلم لیگ (ن) کا نام لیا ہے تو کس ضمن میں انھوں نے مسلم لیگ (ن) کا نام لیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، مسئلہ یہ ہے کہ ان کو بتایا گیا ہو گا کہ یہ political لوگ ہیں۔ ایک کا تعلق یہ ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! ان کے نام بتا دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وزیر اعلیٰ کو یہ یاد تو نہیں ہو سکتا کہ فلاں-----

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ by name اور party affiliations بتائی ہوئی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری فاروق صاحب!

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! مذکورہ واقعے میں' جیسے وزیر اعلیٰ صاحب نے ارشاد فرمایا ہے' ارشد امین پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی صدر تھے۔ دوسرا مقتول عارف پاکستان مسلم لیگ کے یوتھ ونگ کا

مرکزی جنرل سیکرٹری تھا۔ اس وقوعہ کے تین روز بعد لاہور ڈویژن پاکستان مسلم لیگ (جونیجو گروپ) یوتھ ونگ کا صدر بھی قتل کر دیا گیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ضمنی سوال کیجیے۔

چودھری محمد فاروق، میرا ضمنی سوال یہ ہے آیا وزیر اعلیٰ صاحب ارشاد فرمائیں گے کہ جب ان کی اپنی حکومتی جماعت کا مرکزی صدر، یوتھ ونگ کا سیکرٹری اور لاہور ڈویژن کا صدر قتل کر دیے گئے ہیں تو عوام ان کی حکومت پر اپنے تحفظ کے لیے کیسے اعتماد کر سکتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

وزیر اعلیٰ، جناب والا! اس سلسلے میں، میں یہ گزارش کروں گا کہ تین ملزمان ہم نے اب تک گرفتار کر لیے ہیں، باقی ملزمان کے لیے کوشش کی جا رہی ہے اور انشاء اللہ چند یوم کے اندر باقی ملزمان بھی گرفتار کر لیے جائیں گے۔ جہاں تک یہ قتل کے اسباب ہیں تو ان میں پارٹی کا کچھ نہیں ہے کہ یہ پارٹی کی وجہ سے قتل کیے گئے ہیں۔ یہ آپس میں ناچاقیوں اور دشمنیوں کی وجہ سے قتل ہوئے ہیں۔ پھر جو برا کام کریں گے ان کو اس کی سزا دی جائے گی وہ چاہے جدھر سے بھی ہوں۔ ملزمان خواہ کوئی بھی ہوں اس کیس میں یا کسی اور کیس میں ان کو نہیں چھوڑا جائے گا اور انشاء اللہ چند روز میں ملزمان کو گرفتار کر کے انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے شکریہ۔ جی نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا یہ صحیح ہے کہ جو ایف آئی آر کا نامزد ایک ملزم میاں ارشد پولیس کی حراست میں ہے وہ جہانگیر بدر سینیٹر کا ذاتی اور قریبی دوست ہے۔ (ب) کیا یہ ---

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ایک ہی پوچھیں۔ ضمنی سوال ایک ہی ہوتا ہے۔ کیا اس بارے میں آپ کو پتا ہے کہ وہ کوئی ارشد جو ہے وہ جہانگیر بدر کا قریبی دوست ہے؟

وزیر اعلیٰ، یہ مجھے معلوم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے شکریہ۔ اگلا سوال پوچھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، کیا یہ صحیح ہے کہ جہانگیر بدر سینیٹر اس سازش میں ملوث ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کو چاہی نہیں ہے تو پھر اس بارے میں ان سے اگلا سوال نہیں کیا جا سکتا۔ I rule it out اسمبلی یا سپیکر تفتیشی ٹیم تو نہیں ہے ناں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! آپ کیسے rule out کر سکتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں rule out کر سکتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، وہ میرے سوال کا جواب دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، نہیں، اگر وہ سوال ایسا ہے کہ میں اس کا جواب دریافت نہ کروں۔ یہ تو میں نے ہی فیصلہ کرنا ہے کہ وہ سوال ایسا ہے یا نہیں؟ جی آگے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، اچھا جناب والا۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ نامزد ملزم میاں ارشد کو اس وقت تھانے میں VIP کا درجہ حاصل ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی یہ بتائیے۔

وزیر اعلیٰ، ان کو کوئی VIP کا درجہ حاصل نہیں ہے۔ ان کے خلاف پوری تفتیش ہو رہی ہے۔ میں نے تفتیش تبدیل کر کے سی۔ آئی۔ اے کے سپرد کر دی ہے۔ اس میں اس سے کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔ اگر وہ ملزم ہوئے تو ان کو بخشا نہیں جائے گا اور اگر وہ بے گناہ ہوئے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تو ان کو تھانے میں بی کلاس کی کوئی سہولت نہیں ہے؟

وزیر اعلیٰ، نہیں، کوئی سہولت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں، میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ میرے بھائی نے (مداخلت بھتیجے نے) بھتیجے نے یہ کہا تھا کہ اس کو کچھ دوستوں کی امداد حاصل ہے۔ تو میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ جب یہاں پر FIR میں تو کسی کا نام درج نہیں ہے، اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ کل ہمارے برخوردار بھی اس میں شامل ہیں تو پھر وہ تو بات نہیں بنتی ناں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی، وہ تو کوئی بات نہیں بنتی۔ جی کرمانی صاحب۔

سید سجاد حیدر کرمانی، جناب سپیکر! میں محترم وزیر اعلیٰ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اخباری

اطلاعات کے مطابق ایک سرکاری ملازم جو کہ ارشد امین کو بطور محافظ دیا گیا تھا وہ اس واقعہ میں لقمہ اجل بن گیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ اس ملازم کے لیے' اس کے بچوں کے لیے اور وارثانِ باز گشت کے لیے کیا اقدامات کیے ہیں؟

وزیر اعلیٰ، میں نے پچاس پچاس ہزار روپیہ تینوں کے لیے دیا ہے۔

خواجہ محمد اسلام، جناب سپیکر! جیسا کہ وزیر اعلیٰ صاحب یہ مان چکے ہیں کہ مقتول کا تعلق ان کی پارٹی کے ساتھ تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ ہمارے پنجاب کے سیاسی وڈیروں میں یہ رواج ہے کہ جب کوئی personality ان پر بار بن جائے تو پھر اس کو یہ خود ہی قتل کروا دیتے ہیں جیسا کہ ارشد امین پر کئی قبضے اور میاں نواز شریف پر فائرنگ اسی زمرے میں آتی تھی۔ میں یہ سمجھتا کہ انھوں نے اسے خود ہی قتل کروایا ہے تاکہ کل کو اس بات کی leakage نہ ہو جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ This is no supplementary question ۔ جی نیازی صاحب۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ صاحب یہ فرمائیں گے کہ ایف۔ آئی۔ آر میں نامزد ملزم غلط ہیں اور اصل ملزموں کو بچایا گیا ہے؟

جناب وزیر اعلیٰ، یہ بالکل غلط ہے۔ جو ملزم نامزد کیے گئے ہیں ان کے خلاف پرچہ دیا گیا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں کی گئی کہ ملزم اور ہوں اور پرچہ کسی اور کے خلاف کیا گیا ہو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' ٹھیک ہے۔ چودھری فاروق صاحب آخری ضمنی سوال۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ صاحب ارشاد فرمائیں گے کہ پاکستان مسلم لیگ یوتھ ونگ کے تین مرکزی رہنماؤں کا پے در پے قتل مسلم لیگ (جونیجو گروپ) کی سیاسی ساکھ اور سیاسی قوت کو ختم کرنے کی ایک سازش نہیں ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، کوئی سازش نہیں ہے؟

وزیر اعلیٰ، جی نہیں ہے اور جو تیسرے قتل کے متعلق انھوں نے کہا ہے اس کے ملزم بھی گرفتار ہو چکے ہیں' ایف۔ آئی۔ آر میں جو تینوں ملزم درج تھے وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور ان کے بھی ملزمان گرفتار کر لیے جائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ' اب یہ ختم ہوتا ہے۔ یہ آخری ضمنی سوال تھا۔ اس پر آٹھ دس ضمنی سوال ہو گئے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کر رہا تھا کہ سوال میرے ہیں مجھے ضمنی سوال کر لینے دیجیے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہاں' تو کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! کیا وزیر اعلیٰ یہ وضاحت فرمائیں گے کہ ارشد امین چودھری کس کردار کا آدمی تھا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔ This is no supplementary question. کسی کے اخلاقیات پہ اور کسی کے conduct پہ ضمنی سوال نہیں ہو سکتا۔ انھوں نے یہ خود کہا ہے کہ جو برے آدمی ہوتے ہیں ان کا انجام برا ہوتا ہے۔ یہ ان کی آپس میں مخالفتیں تھیں۔ یہ بھی انھوں نے کہا ہے۔ اب آپ ان سے categorically کیسے پوچھتے ہیں کہ ان کا کردار کیسا تھا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، چلیں چھوڑیں۔ ایک اور سوال ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ ارشد امین چودھری کو نامزد ملزمان نے نہیں گورنمنٹ کی ایجنسیز نے قتل کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیں! یہ سوال وزیر اعلیٰ کیسے admit کر سکتے ہیں۔ پھر ان کا یہی جواب ہو گا کہ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ لہذا وہ بات پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں' ریکارڈ کی کوئی بات نہیں ہے۔ جی قریشی صاحب! ضمنی سوال۔

جناب احسان الدین قریشی، جناب سپیکر! ہم نے حدا کو جان دینی ہے۔ ہمیں ضمنی سوال کرنے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ نے آٹھ دس ضمنی سوال کر لیے ہیں۔ کال اٹینشن نوٹس کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ، جناب سپیکر! ایک سوال جو نیازی صاحب نے کیا ہے اس کا میں جواب دینا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

وزیر اعلیٰ، ********** ********** **********

جناب انعام اللہ خان نیازی، **********

جناب ڈپٹی سپیکر، کال اٹینشن نوٹس کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، **********

جناب ڈپٹی سپیکر، جو نیازی صاحب کہہ رہے ہیں میں یہ تمام کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ آپ بات کو ختم کیجیے۔ آپ اس کو ختم کیجیے۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ آپ کا view ہو سکتا ہے۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔ یہ بات ریکارڈ کا حصہ نہیں ہو گی۔ تشریف رکھیں، تشریف رکھیں، تشریف رکھیں، مہربانی، مہربانی۔ اب ہم آگے چلیں۔ اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، **********

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ تمام الفاظ کارروائی کا حصہ نہیں ہیں۔ میں ان کو expunge کرتا ہوں، نہ ہی یہ کارروائی اخبارات میں آئے گی۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، میں باہر جا کر پریس کانفرنس کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ آپ کا حق ہے۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! ---

جناب ڈپٹی سپیکر، جی جناب قائد حزب اختلاف چودھری پرویز الٰہی!

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ یہ الفاظ جو ابھی کہے گئے ہیں یہ کارروائی سے حذف کر دیے گئے ہیں اور میری آپ سے یہ گزارش ہو گی کہ جو الفاظ میاں نواز شریف

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

کے بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے کہے ہیں ان کو بھی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

وزیر اعلیٰ: **********

جناب ڈپٹی سپیکر، یعنی ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ نہیں کر سکتے۔

وزیر اعلیٰ، جناب میں نے کہا کہ کوئی بھی لیڈر ایسا نہیں کر سکتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چلو، چودھری صاحب اس بات سے لے کر جو انہوں نے بات کی وہ بھی حذف اور جو وزیر اعلیٰ صاحب نے کی وہ بھی حذف۔ تاکہ تمام کا تمام رابطہ ہی ختم ہو۔ اس کو بھی ہم expunge کرتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ جو سوال کیا گیا ہے اس سے لے کر ساری کارروائی کو حذف کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وہ میں نے کہا ہے کہ جب سے انہوں نے implicate کرنے کی کوشش کی ہے وہاں سے میں نے کارروائی حذف کی ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرے نقطہ نظر سے وزیر اعلیٰ پنجاب اسمبلی کی رکنیت سے نا اہل ہو چکے ہیں۔ یہ قانون ہے۔ اور چونکہ میں نے یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پر کی ہے۔ وزیر اعلیٰ اس دن کے بعد سے پنجاب اسمبلی کے رکن نہیں رہے ------

جناب ڈپٹی سپیکر، کس دن کے بعد؟

صاحبزادہ محمد فضل کریم، **********

MR DEPUTY SPEAKER: No. No.

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! آپ میری بات سنیں۔ میں آئینی بات کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں، نہیں۔ میں بالکل نہیں سننے دوں گا۔ میں آپ کو ایک منٹ نہیں چلنے دوں گا۔ میں نے اپنی رولنگ دے دی ہے۔ This is no point of order. ------ یہ کیا بات ہوئی یہ

***(بحکم جناب ڈپٹی سپیکر حذف کر دیا گیا)

آپ مذہبی نقطہ نظر کو بیان کر کے سپیکر پر دھونس ڈالتے ہیں ۔ میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ میں قطعاً اجازت نہیں دیتا--- یہ کیا بات ہوئی۔ اس روز سے لے کر کے --- یہ کیسے بات ہوئی --- آپ بیٹھ جائیں ۔ (Interrupttion)

MR DEPUTY SPEAKER: Have your seat please.

میں آپ کو اجازت ہی نہیں دیتا۔ یہ آپ نے کیا بنایا ہوا ہے---- آپ بیٹھ جائیں----(قطع کلامیاں) میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں---- آپ کی مہربانی ہو گی۔ No, No. میں آپ کی بات ہی نہیں سنتا۔ یہ relevant نہیں ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا ہے تو لہذا میں آپ کو اجازت کیوں دوں ۔ یہ بالکل پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے---- بالکل نہیں ہے---- آپ بیٹھ جائیں ----(قطع کلامیاں) آپ بیٹھ جائیں ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ ---- یہ ایسے نہیں ہے ۔ میں نے آج ہی اس پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں رولنگ دی ہے ۔ at the moment جو اسمبلی کے سامنے کوئی بات ہو اور اسی لمحے ہو رہی ہو اس پر آپ بات کر سکتے ہیں ۔ یہ نہیں ہے کہ کوئی باہر بات کی ہو اس کو آپ پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے یہاں پر اٹھائیں ۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب ایک دینی جماعت ---------

جناب ڈپٹی سپیکر ، دیکھیں۔ میں آپ کو بات بتاؤں۔ یہاں Rules and Procedures میں---- میں آپ سے بالکل نہیں ڈرتا۔ میں آپ کی بات سننے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں۔ (قطع کلامیاں) I call the House to order, please .. I call theHouse to order, please.

وزیر قانون، جناب سپیکر----

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی، وزیر قانون صاحب۔

MINISTER FOR LAW: Sir, the House is not in order.

جناب ڈپٹی سپیکر ، دیکھیں، اگر آپ نے یہی کرنا ہے تو میں ہاؤس کو adjourn کر دوں گا۔ اگر آپ ہاؤس کو order میں نہیں رکھنا چاہتے ----- (قطع کلامیاں) اگر ہاؤس order میں نہیں ہو گا تو بات ہو نہیں سکتی ۔---

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سمجھ گیا۔ آپ نے کہا کہ انہوں نے جو باہر بات کی ہے اس پر میں پوائنٹ آف آرڈر کرتا ہوں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! میں آئین کی بات کرنا چاہتا ہوں اگر آپ مجھے اجازت دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کریں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، کیا آئین سے آپ کی شخصیت، وزیر اعلیٰ کی شخصیت یا ہم میں سے کسی آدمی کی شخصیت ماورا ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے اپنی رولنگ دی ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، آپ پہلے میری بات سن لیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب آپ آئین کے خلاف کیا رولنگ دے رہے ہیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر، میں آپ کی بات نہیں سنتا۔ مجھے بھی پتہ ہے کہ کوئی کیسے پوائنٹ آف آرڈر کرتا ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب یہ کیا بات ہوئی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں بات سمجھتا ہوں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، اس کا مطلب ہے کہ ہم یہاں پر آئین کی پاس داری نہیں کر رہے۔ آپ آئین کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر، میں ہاؤس کو بیس منٹ کے لیے adjourn کرتا ہوں۔

(وقفے کے بعد کی کارروائی)

(12.19 پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، تحریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے۔ میاں عثمان ابراہیم کی تحریک التوائے کار

ہے یہ pend ہوئی ہوئی ہے؟

وزیر قانون، جی

راجہ محمد جاوید اخلاص، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس دن میری ایک تحریک التوائے کار پیش ہو چکی تھی اور ایوان میں پڑھی بھی جا چکی ہے تو منسٹر صاحب نے کہا تھا کہ ـــــــ

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ابھی دیکھتے ہیں شاید اس کی باری آ جائے۔ میاں عثمان ابراہیم کی تحریک التوائے کار ہے۔

قائد حزب اختلاف(چودھری پرویز الٰہی)، جناب سپیکر! میں نے ساتھیوں سے بھی گزارش کی ہے اور آپ سے بھی کر رہا ہوں کہ میں نے ایک قرار داد پیش کی ہے اور آپ مہربانی کر کے تحاریک التوائے کار سے پہلے اسے پڑھنے کی اجازت دے دیجیے۔

جناب سپیکر، نہیں ۔ اس کی اجازت نہیں دی جا رہی ۔ وہ میرے پاس آئی تھی لیکن اس کی اجازت نہیں دی جا رہی ۔

چودھری پرویز الٰہی، وہ تو میں نے صبح کی دی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر، وہ میں نے دیکھی ہے ۔

چودھری پرویز الٰہی، آپ نے دیکھی ہے؟

جناب سپیکر، میں نے دیکھی ہے لیکن اس کی اجازت نہیں دی جا رہی۔

چودھری پرویز الٰہی، اجازت نہیں دی جا رہی؟

جناب سپیکر، نہیں

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بارے میں ہے ـــــــ

جناب سپیکر، مجھے پتا ہے۔ لیکن جب اجازت نہیں دینا تو آپ کیوں بتا رہے ہیں۔

چودھری پرویز الٰہی، آپ سپریم کورٹ کے فیصلے کی حمایت اور تائید کی اجازت نہیں دے رہے؟

جناب سپیکر، نہیں دے رہا۔اس لیے کہ اس کا proper notice نہیں ہے۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اتنا تاریخ ساز فیصلہ ہوا ہے ـــــــ

جناب سپیکر، آپ اتنا افسوس نہ کیا کریں۔ آپ ہر وقت افسوس کرتے رہتے ہیں۔ افسوس نہ کیا کریں۔

چودھری پرویز الٰہی، اس تاریخ ساز فیصلے کو endorse کرنے کے لیے پنجاب اسمبلی جو کہ سب سے بڑا ہاؤس ہے وہ اس کی تائید کے لیے ----

جناب سپیکر، جب اجازت نہیں تو پیش نہیں ہو سکتی۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری پرویز الٰہی، اس سے عدالتوں کا وقار بلند ہوا ہے۔ عدالتوں کی جو ساکھ خراب ہو چکی تھی اس کی بحالی کے لیے یہ اتنا عظیم فیصلہ ہوا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ہمیں اجازت نہیں دے رہے۔

جناب سپیکر، جی نہیں دے رہے ۔ آپ مہربانی سے تشریف رکھیں ۔ اس لیے اجازت نہیں دے رہے کہ اس کے لیے proper notice نہیں ہے۔ اس کے لیے سات دن کا نوٹس ہونا چاہیے۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! واقعہ کل ہوا ہے اور سات دن پہلے نوٹس کیسے دیتے۔

جناب سپیکر، تو جب وقت آئے گا پھر اس کا proper notice ہو گا اور پھر اسے زیر بحث لائیں گے۔

چودھری پرویز الٰہی، یہاں پر ایسی قرار دادیں پیش ہوتی رہی ہیں۔

جناب سپیکر، جی نہیں۔ ہوتی بھی رہتی ہیں لیکن میری اجازت سے ہی ہوتی ہیں۔ جب میں نے اجازت نہیں دی تو نہیں ہو گی۔

چودھری پرویز الٰہی، تو آپ سپریم کورٹ کے فیصلے سے خوش نہیں ہیں؟ آپ کی پارٹی خوش نہیں ہے؟

جناب سپیکر، یہ ہاؤس کی مرضی سے نہیں یہ سپیکر کی consensus سے ہوتا ہے ۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! سپریم کورٹ کے اس عظیم فیصلے پر ساری دنیا خوش ہے۔

جناب سپیکر، بڑی خوشی ہے ہو سکتا ہے سب خوش ہوں۔

چودھری پرویز الٰہی، اور آپ ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں خوشی نہیں ہے اور آپ رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔

جناب سپیکر، میں نے یہ نہیں کہا کہ خوشی نہیں یا غمی ہے۔

چودھری پرویز الٰہی، تو پھر آپ پیش کیوں نہیں کرنے دیتے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

چودھری پرویز الٰہی، آپ نہیں چاہتے کہ عدالتوں کا جو وقار بلند ہوا ہے وہ صحیح ہوا ہے۔ آپ نہیں چاہتے کہ یہاں انصاف کے تقاضے پورے ہوں؟

جناب سپیکر، یہ چاہنے نہ چاہنے کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ مسئلہ ہے کہ اگر ایک تحریک قواعد و ضوابط کے مطابق پیش ہو گی تو ہو سکتی ہے اور اگر وہ اس کے مطابق نہیں ہے تو میں رولز suspend کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جناب کھوسہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! میں پہلی بات آپ کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جناب پرویز الٰہی صاحب کی طرف سے تحریک نہیں ہے قرار داد کی اجازت مانگی گئی ہے------

جناب سپیکر، جی مجھے پتا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آپ ایک دفعہ اس کا متن سن لیں۔

جناب سپیکر، جناب میں نے تو پڑھا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، تو آپ ہاؤس سے رائے لے لیں اگر ہاؤس اسے پیش کرنے کی اجازت دے دے تو ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر، نہیں۔ ہاؤس کی رائے تو تب ہو گی جب میں اس کی consent دوں گا۔ But I am not giving the consent

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! آپ نے بار ہا اس طرح کی قرار دادوں کی اجازت دی ہے اور یہ تو ملکی لیول کی قرار داد ہے۔

جناب سپیکر، میں معافی چاہتا ہوں۔ کبھی اجازت دی ہے کبھی نہیں دی ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اس سے اپوزیشن یا گورنمنٹ کا تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر، نہیں ۔ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میری درخواست ہے کہ آپ ہاؤس کو put کر دیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں یہ درخواست قبول نہیں کر رہا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، آپ اپنے اوپر ذمہ داری نہ لیں۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! آپ ہاؤس کی consensus لے لیں۔

جناب سپیکر، جی نہیں

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آپ ہاؤس کی رائے لے لیں۔

جناب سپیکر، یہ فیصلہ ہاؤس کی رائے سے نہیں ہوتا۔ یہ سپیکر کی consent ہے I am not giving the consent

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! روایات یہی رہی ہیں۔

میاں فضل حق، جناب والا! میرے خیال میں ابھی تک وفاقی حکومت سے آپ کو کوئی ہدایات نہیں آئیں----

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ آپ سپیکر کے بارے میں اس طرح کے ریمارکس نہ دیا کریں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ہم معذرت چاہتے ہیں لیکن آپ نے یہ روایات پہلے بھی رکھی ہیں آپ نے کئی دفعہ ہاؤس کو put کیا ہے اب بھی ہاؤس کی رائے لے لیں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ کئی دفعہ کیا ہے اور کئی دفعہ نہیں بھی کیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، میں اسی روایت کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ I am not giving the consent.

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! میں خاص طور پر محمد حنیف رامے سے مخاطب ہوں جب بھی آپ کوئی قابل تعریف بات کرتے ہیں تو ہمیشہ ہم اس کی تعریف بھی کرتے ہیں اس کو سراہتے بھی ہیں۔ جناب والا! آپ خود دیکھیے اور آپ کے اندر کا جو انسان ہے ذرا اس کو ٹٹولیے اور دیکھیے کہ وہ آپ کو

کیا کہہ رہا ہے۔ اس وقت آپ اس کرسی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو وہ واقعہ بھی یاد ہو گا جب آپ قلعے کے اندر تھے اور اس وقت آپ عدالتوں کو پکار رہے تھے اور آپ کو انصاف نہیں مل رہا تھا جب آپ باہر آئے تو آپ نے سب سے پہلے عدالتوں کے حق کی بات کی تھی اور آج عدالتوں کے حق میں انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے سپریم کورٹ جو کہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت ہے اس نے ایک ایسا تاریخ ساز فیصلہ کیا ہے جس کو نہ صرف ملک کے اندر بلکہ ملک کے باہر بھی سراہا جا رہا ہے (نعرہ ہائے تحسین) اور آپ کہہ رہے ہیں کہ میں پیش نہیں کرنے دیتا۔ (اس مرحلے پر اپوزیشن کی طرف سے سپریم کورٹ زندہ باد کے نعرے لگائے گئے)۔

جناب سپیکر، مہربانی۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! آج آپ ان تمام مجبوریوں سے ہٹ کر یہ فیصلے کریں اور یہ ایک تاریخ ساز فیصلہ ہو گا۔ جناب سپیکر! ایک فیصلہ تو سپریم کورٹ نے کیا ہے جس سے عدالتوں کی عزت و وقار بحال ہوا ہے۔ ایک فیصلہ آج محمد حنیف رامے کریں اور یہاں ہماری قرار داد put کریں جس سے نہ صرف آپ کا وقار بلند ہو گا بلکہ اس ہاؤس کا وقار بھی بلند ہو گا اس کی عزت میں اضافہ ہو گا۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ I am not giving the consent

حاجی احسان الدین قریشی، جناب والا! آپ بھی ایک تاریخ ساز فیصلہ کر دیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! یہ شکریے والی بات نہیں ہے۔ آج تاریخ بن رہی ہے۔ ادھر سپریم کورٹ کے فیصلے آ رہے ہیں انصاف کے تقاضے پورے ہو رہے ہیں اور یہاں ہمارا سپیکر محمد حنیف رامے جو کہ کبھی اصولوں پر، انصاف پر فیصلے کیے کرتا تھا۔ آج کس منہ سے بے اصولی اور بے انصافی کر رہا ہے۔

جناب سپیکر، میں کوئی بے اصولی نہیں کر رہا۔ میں قاعدے اور قانون کے مطابق کر رہا ہوں۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب والا! ایسا نہ کیجیے۔ اس سے بڑا قانون اور قاعدہ کیا ہو سکتا ہے جس کی تشریح سپریم کورٹ نے کی ہے۔ آپ کیا تشریح کریں گے۔

جناب سپیکر، بڑی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

چودھری پرویز الٰہی، نہیں۔ میں آج تشریف نہیں رکھوں گا۔

جناب سپیکر، میں اس ہاؤس میں ہی کروں گا۔

چودھری پرویز الٰہی، نہیں۔ جناب والا! یہ سراسر زیادتی ہے۔

چودھری اختر رسول، جناب والا! انھوں نے آپ کو وزیر اعلیٰ بنانے کا لارا لگا رکھا ہے۔ آپ اپنے ایمان پر اور اصول پر کھڑے ہو جائیں ----

جناب سپیکر، مہربانی۔ یہ وزیر اعلیٰ والا لارا تو 20 سال پہلے ہو چکا ہے۔ اب 20 سال بعد مجھے اس کی کوئی ایسی ہوس یا خواہش نہیں ہے۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! مذکورہ تاریخ ساز فیصلے کے بارے میں آج صدر پاکستان نے جو بیان دیا ہے وہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ خوش آئند ہے اور عدلیہ کے حوالے سے انھوں نے اس تاریخ ساز فیصلے کی تعریف کی ہے۔ تو وہ issue جس کی صدر پاکستان بھی تعریف کرتے ہیں اگر پنجاب اسمبلی کے اندر اس معاملے کی تعریف کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ اسمبلی کی عزت و وقار میں اضافہ ہو گا----

جناب سپیکر، چودھری صاحب میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid قرار نہیں دیتا اس لیے کہ اس وقت یہ مسئلہ زیر بحث نہیں ہے۔ میاں عثمان ابراہیم صاحب کی تحریک التوائے کار ہے۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! سپریم کورٹ کے فیصلے کے متعلق جو قرار داد ہے وہ کوئی عمومی نوعیت کی قرار داد نہیں ہے جسے آپ اتنی آسانی کے ساتھ نظر انداز کر دیں۔ جناب والا! یہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت کا فیصلہ ہے جو انصاف، قانون اور دستور کی بالادستی کی خاطر اپنی جگہ ایک تاریخی اہمیت رکھتا ہے----

جناب سپیکر، اس ایوان کے بھی کچھ قانون، قواعد و ضوابط ہیں انہی قانون، قواعد و ضوابط کی پابندی کرتے ہوئے میں consent نہیں دے رہا۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ قاعدہ 202 کے تحت اس کو put کر دیجیے

اگر ہاؤس اس کی اجازت دے دے تو آپ ہمیں پیش کرنے دیں اور اگر ہاؤس اجازت نہ دے تو آپ مسترد کر دیں۔

جناب سپیکر، یہ ہاؤس کی اجازت سے نہیں، یہ سپیکر کی consent سے ہو گا۔ I am not giving the consent.

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ چاہتے ہیں کہ اسمبلیاں اتنی بے بس ہو جائیں ----

جناب سپیکر، جی میں چاہتا ہوں کہ اسمبلیاں قواعد و ضوابط کے مطابق چلیں۔

سید تابش الوری، کہ اسمبلیوں کو اتنا بے بس اور مفلوج کر دیا جائے کہ جو قومی اہمیت کے معاملات ہیں جو دستوری معاملات ہیں ان پر بھی بحث نہ کر سکیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ آج اس سے زیادہ اہم ترین کون سا مسئلہ ہے جس پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں اور جناب والا اس کی اجازت نہیں دے رہے۔ جناب والا! آپ کو یاد ہے کہ اگر یہ عدالتیں کمزور ہو جائیں تو پھر لوگوں کو انصاف نہیں ملتا، لوگوں کو قانون کی بالادستی سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ آپ کو یاد ہے کہ جب آپ پر ہی ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے تو آپ نے دیوار پھاند کر رات کو چیف جسٹس کے ہاں سے ضمانت کروائی تھی ----

جناب سپیکر، نہیں۔ میں نے دیوار نہیں پھاندی تھی۔

سید تابش الوری، آج آپ سپیکر کے اس عہدے پر بیٹھ کر وہ تمام روایات بھول گئے۔

جناب سپیکر، کندھاں پن والے کوئی ہور ہون گے۔

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی شاہ صاحب فرمائیے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں اور ابھی قرار داد کے بارے میں مسئلہ ہے جس کے لیے آپ نے بجا فرمایا کہ رول یہ کہتا ہے کہ سات دن پہلے کا نوٹس ہونا چاہیے۔ میں جناب کی توجہ اس رول کی طرف بھی دلاتا ہوں جو کہ یہ کہتا ہے کہ سات دن پہلے کا نوٹس ہونا چاہیے اور ابھی جس کی طرف چودھری پرویز الٰہی صاحب، تابش صاحب اور کھوسہ صاحب نے 202 کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر آئین کی طرف بھی جو کہ ہمارے ملک کا Supreme Law ہے۔ اور آج بھی بات زیادہ تر اسی کے متعلق ہو رہی ہے۔ جس طرح قائد حزب اختلاف نے ابھی فرمایا ہے کہ جس مسئلے کے لیے

ریزولوشن ایوان میں پیش کرنے کے لیے کہا ہے وہ مسئلہ ہی ایسا ہے جو اس وقت سے چوبیس گھنٹے پہلے announce کیا گیا ہے۔ اب یہ تو اس معزز ایوان پر منحصر ہے کہ وہ اس فیصلے کو hail کرتا ہے یا reject کرتا ہے۔ لیکن وہ فیصلہ ہی چوبیس گھنٹے پہلے ہوا ہے اسی لیے رول 202 بنا ہے' سات دن والی شرط اس پر ویسے بھی لاگو نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ جو ریزولوشن ہم لانا چاہتے ہیں اس کا فیصلہ تو چوبیس گھنٹے پہلے ہوا ہے ۔ جب اس قسم کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے تو اس وقت رول 202 کو استعمال کیا جاتا ہے ۔ جناب فرما رہے ہیں کہ اس میں میری consent ضروری ہے ۔ اس پر بھی میں عرض کر دیتا ہوں کہ یہ اسمبلی سپریم ادارہ ہے 'یہ اس کا فیصلہ کرتی ہے اور اسی لیے آئین میں کہا گیا ہے اور آپ آرٹیکل 55 سامنے رکھ لیں جس کو ہم کسی صورت میں بھی over rule نہیں کر سکتے۔

Now, the question has arisen

MR SPEAKER: Article number

SYED ZAFAR ALI SHAH: It is Article No 55 read with Article 127

Article 55 regulate the National Assembly and with reference to Article 127 regulate the Provincial Assemblies

It says Subject to the Constitution all decisions . . . "all decisions" of the National Assembly It would be interpretted like this that all decisions of the Provincial Assembly shall be taken by majority of the members present and voting , but the person presiding shall not vote except in the case of equality of votes.

یہ سپریم لاء ہے اور اسی لاء کے بارے میں آئین کے بارے میں جو تشریح سپریم کورٹ نے کی ہے اور اس پر فیصلہ اب سے چوبیس گھنٹے پہلے کیا ہے ۔ یہ کسی کو پسند ہو یا نہ ہو اس پر مختلف آراء آ رہی ہیں ۔ جناب والا! ہماری اسمبلی ایک قانون ساز ادارہ ہے ' آئینی فورم ہے ۔ اس پر آئینی قرار داد یا ایسی قرار داد جو آئین سے متعلق ہے اس کو اس طرح سے ایک سائیڈ پر نہ رکھیں ۔ ممکن ہے کہ سارا ہاؤس اس نتیجے پر پہنچے کہ ابھی اس کو موخر کر دیتے ہیں ۔ دو دو وزراء قانون بیٹھے ہوئے ہیں

ممکن ہے کہ وہ کہیں کہ ہم اس کی حمایت کرتے ہیں ۔ جس طرح صدر پاکستان نے بھی کہا ہے کہ اس پر فوراً عمل درآمد ہونا چاہیے ۔ اس لیے جناب سپیکر میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بے ضرر ریزولوشن ہے اور یہ ایک ایسا ریزولوشن ہے جس کے پورے ملک پر دور رس اثرات ہونے ہیں ۔ ہمارے آنے والی نسلوں کی political atmosphere پر ملک کے قانون پر ' آئین پر کورٹس پر اس کے اثرات ہونے ہیں۔ اس لیے جناب سپیکر میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں rigidity نہیں ہونی چاہیے آئین کے آرٹیکل 55 کے تحت فیصلہ ایوان پر چھوڑ دیں .....

جناب سپیکر ، شاہ صاحب فیصلے کی بات بعد کی ہے ' پہلی بات یہ ہے کہ اسے پیش کرنے کی consent دی جائے یا نہ دی جائے ۔ consent دینے کے بعد یہ مسئلہ آئے گا کہ اس کے حق میں کون ہے اس کے خلاف کون ہے اور فیصلہ بھی اکثریت سے ہو گا لیکن consent دینا صرف اور صرف سپیکر کا حق ہے which I am not giving.

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! آپ رول کی بات کر رہے ہیں میں آئین کی بات کر رہا ہوں ۔

MR SPEAKER: Constitution is talking about the decisions, constitution is not talking about the consent

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا اسی لیے تو میں کہہ رہا ہوں کہ consent کی ضرورت نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، نہیں' ضرورت ہے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب آپ رولز کے متعلق کہہ رہے ہیں ۔ اب دیکھیں With due respect ! اگر سپیکر صاحب rigid ہو جائیں تو اس کا تو ہمارے پاس کوئی علاج نہیں ہے ۔ اسی لیے اس کا علاج آرٹیکل 55 ہے ۔ صوبائی اسمبلی کے تمام decisions اکثریتی فیصلے سے ہوں گے ۔

MR SPEAKER: Decision "when the question is put"..... It is whether the "question" should be put or not, that has to be decided by the consent of the Speaker, which I am not giving.

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! consent والی پابندی آئین میں نہیں ہے .....

جناب سپیکر ، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آئین میں اگر کسی لفظ کا ذکر نہیں ہے تو اس کا کوئی قانون یا رول موجود نہیں ہے ۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر!میں عرض کرتا ہوں جس طرح سے قائد حزب اختلاف نے فرمایا ہے اور باقی دوستوں نے بھی فرمایا ہے آپ اسے ایوان میں پیش ہونے دیں ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس میں touchy مسئلہ کیا ہے ؟

جناب سپیکر ، کوئی touchy مسئلہ نہیں ہے سوائے اس کے یہ قاعدے کے مطابق نہیں۔

SYED ZAFAR ALI SHAH: Why the learned Speaker is reluctant to exercise his right by giving due importance to the Constitution.

جناب سپیکر ، ایک طرف تو آپ کہہ رہے ہیں کہ صدر مملکت نے اس کی تعریف کی ہے ۔ تعریف یا بد تعریفی کا مسئلہ نہیں ہے ۔ مسئلہ یہ ہے کہ یہ ریزولوشن قواعد وضوابط کے مطابق نہیں ہے ۔ اس لیے میں اس پر اپنی consent نہیں دے رہا۔

سید ظفر علی شاہ ، نہیں جناب یہ تو کوئی بات نہیں .....

سید تابش الوری ، جناب والا!مسئلہ تعریف یا بد تعریفی کا نہیں ہے ۔ اس وقت بہت بڑا آئینی اور عدالتی بحران پیدا ہونے والا ہے ' کیونکہ حکومت کے ترجمان نے یہ کہا ہے کہ یہ فیصلہ آئین اور قانون سے متصادم ہے ۔

جناب سپیکر ، الوری صاحب جب میں نے رولنگ دے دی ہے کہ اس پر میں consent نہیں دے رہا۔

سید تابش الوری ، جناب والا!اس سے ایک ایسا بحران پیدا ہوگا کہ موجودہ حکومت اس طوفان میں غرق ہو کر رہ جائے گی۔

MR SPEAKER: I have given my ruling that I am not giving my consent.

سید تابش الوری ، پاکستان کے دستور اور عدلیہ کا اہم ترین مسئلہ ہے ' یہ آئینی بحران کا مسئلہ ہے ۔ پاکستان کی سب سے بڑی اسمبلی کا یہ فرض ہے .....

جناب سپیکر : آپ اس کارروائی کو چلنے دیں ....

سید تابش الوری : اس ملک کو آئینی بحران سے بچانے کے لیے آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اسے زیر بحث لائیں اور وفاقی حکومت کو مجبور کریں کہ وہ سپریم کورٹ کے اس فیصلے کو من وعن تسلیم کرے اور اس پر عمل درآمد کرے ورنہ اس ملک میں ایسا آئینی بحران اور طوفان جنم لے گا جس میں یہ حکومت اور یہ ادارے غرق ہو جائیں گے ۔ اس لیے میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ نظر ثانی کریں اور ہمیں اس اہم ترین مسئلے کو یہاں پر زیر بحث لانے کی اجازت دیں ۔

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر! کیا آپ ایک منٹ کے لیے اس پر بات کرنے کی اجازت نہیں دے سکتے ۔ یہاں ایک کی بجائے دو دو وزراء قانون بیٹھے ہیں کم ازکم آپ ان سے پوچھ لیں کہ سپریم کورٹ کا جو فیصلہ ہے انہیں اس پر اعتراض کیا ہے ۔

جناب سپیکر : ہو سکتا ہے کہ انہیں بالکل اس پر کوئی اعتراض نہ ہو ۔

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر آپ کو اس پر کیا اعتراض ہے ؟

جناب سپیکر : میں اس پر اپنی consent نہیں دے رہا ۔ ان کے اعتراض کا مسئلہ تو بعد کی بات ہے ۔

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر اگر گورنمنٹ کو کوئی اعتراض نہیں ' صدر پاکستان کو اعتراض نہیں ---

جناب سپیکر : مجھے نہیں پتا گورنمنٹ کا کیا نقطہ نظر ہے۔ I am sorry

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر! آپ اتنی زیادہ بے انصافی کریں گے؟ اس ہاؤس کے وقار کی خاطر میں آپ سے یہ گزارش کر رہا ہوں ...

جناب سپیکر : مہربانی ۔

چودھری پرویز الٰہی : کہ یہ بے انصافی نہ کیجیے ...

جناب سپیکر : میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ.....

چودھری پرویز الٰہی : جناب والا کل کو آپ جواب نہیں دے سکیں گے ' اس ہاؤس کو بھی جواب نہیں دے سکیں گے' بلکہ جناب سپیکر میں تو معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ **********

جناب سپیکر : کوئی ناانصافی نہیں کی ۔ I am sorry.

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر یہ ایک بہت تاریخ ساز فیصلہ ہے اور پنجاب اسمبلی اس تاریخ ساز فیصلے کی تائید نہ کرے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب سے بڑی زیادتی ہے ۔

جناب سپیکر : قاعدے قانون کے مطابق چلنا چاہیے ۔

چودھری پرویز الٰہی : جناب والا ہم نے سپریم کورٹ کے فیصلے کی حمایت کرنی ہے اور ہر حالت میں حمایت کرنی ہے ۔ جناب سپیکر یہ پاکستان کا سب سے بڑا ہاؤس ہے اس لیے ہم نے ہر شکل میں اس کی حمایت کرنی ہے ۔ جب آپ معاشرے کو انصاف نہیں دے سکتے تو آپ کا کیا حق بنتا ہے کہ آپ یہاں اسمبلیوں میں بیٹھیں اور ایک اچھا اور سنہری فیصلہ اگر سپریم کورٹ نے کیا ہے تو اس کی تعریف میں دو کلمے نہیں کہہ سکتے ۔ (قطع کلامیاں) (شور و غل)

(اس مرحلے پر اپوزیشن کے معزز اراکین اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر : I call the House to order. (قطع کلامیاں) اگر آپ in order نہیں ہوں گے تو میں اجلاس برخاست کر دوں گا ۔ (شور وغل)

I adjourn the House for another twenty minutes.

(اس کے بعد اجلاس کی کاروائی 20 منٹ کے لیے ملتوی کر دی گئی)

(جناب سپیکر بارہ بج کر انسٹھ منٹ پر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر : تحریک التوائے کار' میاں عثمان ابراہیم صاحب۔

صاحب زادہ محمد فضل کریم : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی' صاحب زادہ صاحب۔

صاحب زادہ حاجی محمد فضل کریم : قائم مقام قائد حزب اختلاف نے جس طرف آپ کی توجہ مبذول

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

کروائی اس سلسلے میں' میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک ہے آپ کا personal conduct اور ایک ہے ہاؤس کی رائے۔ چونکہ یہ جمہوری ادارہ ہے اور جمہوریت کو پروان چڑھانے کے لیے یہ ادارے اہم کردار ادا کرتے ہیں تو میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنی رائے کو بدل کر اس ادارے کی رائے کو اہمیت دیتے ہوئے اس کے اندر رائے لے لیں۔ اور پھر اس کے متعلق میں عرض کروں۔ جناب والا! آپ اس کو رول آؤٹ کر دیں گے۔لیکن آنے والے دنوں میں تاریخ دان جو تاریخ مرتب کرے گا اس کے کیا اثرات ہوں گے' اس پر بھی آپ غور فرمالیں۔ اور انٹرنیشنل میڈیا کیا کہے گا کہ پاکستان کی سب سے بڑی عدالت' سپریم کورٹ -----

جناب سپیکر، جی تشریف رکھیں۔ I call the House to order ۔ امان اللہ خان صاحب! بیٹھ جائیے۔ تشریف رکھیے۔ جی۔

صاحب زادہ حاجی محمد فضل کریم، سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کے بعد پنجاب جو کہ ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے' اس کی مقننہ نے قرارداد کی تائید کے لیے کہا تو سپیکر نے اس کی اجازت نہیں دی۔ خدارا' حکومت کی ہاں میں ہاں مت ملائیں۔ اس کرسی کے تقدس کا خیال رکھیں۔ آپ کو میں یہ ایمان داری کے ساتھ مشورہ دوں گا کہ اگر آپ کو سپیکرشپ بھی چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دیں۔ یہ چیزیں آنے جانے والی ہیں۔اور یہ رولنگ جو سپریم کورٹ کی آئی ہے اس پر آپ فیصلہ کر دیں۔ اور آپ اگر ہمیں اس بات کا یقین دلائیں تو یقیناً آج اپوزیشن آپ کے ساتھ تعاون کرے گی۔ اور پھر انشاء اللہ اس کرسی اقتدار پر آپ ہی متمکن ہوں گے۔ آپ دیکھیں کہ تاریخ پر اس کے کیا برے اثرات مرتب ہوں گے اور بین الاقوامی میڈیا آپ کو کیا کہے گا۔ ابھی حوالہ کیس کے سلسلے میں انڈیا کی عدالتیں دیکھیں کہ انڈیا کی عدالتوں نے جو فیصلے کیے وہاں کی مقننہ نے ان کو خراج تحسین پیش کیا۔ ہم مسلمان ہیں اور مسلمان کی حیثیت سے ہماری عدالتیں جو فیصلے کرتی ہیں اگر اس ہاؤس سے ان کو مسترد کر دیا گیا تو پھر کل قوم اس کے متعلق کیا رائے رکھے گی۔میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس سلسلے میں خصوصی مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ اب آپ میری بات سنیں۔ آپ نے ایک پوائنٹ اٹھایا میں اس کا

جواب دیتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیں ----- سپریم کورٹ ----- پلیز' مولانا صاحب! تھوڑی سی توجہ۔ سپریم کورٹ ملک کی عدلیہ کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ یہ کہنا کہ حکومت کوئی الگ چیز ہے اور عدلیہ اس سے الگ ہے' حکومت کے تین شعبے ہوتے ہیں، اس میں عدلیہ بھی شامل ہے' اس میں انتظامیہ بھی شامل ہے' اس میں مقننہ بھی شامل ہے۔

میاں عبدالستار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نہیں' آپ تشریف رکھیں۔ میری بات آپ سنیں گے۔ When the Speaker is speaking no body can speak

میاں عبدالستار، ریاست کے تین ستون ہوتے ہیں' حکومت کے نہیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ (مداخلت) جی' بو کھلائے ہوئے نہیں۔ آپ بھی بو کھلائے ہوئے ہیں۔ شاید آپ ہی کا حصہ ہوتے ہوئے کچھ میں بھی بو کھلا گیا ہوں۔ تشریف رکھیے۔ بات سنیے۔

سپریم کورٹ بےشمار فیصلے کرتی ہے۔ سپریم کورٹ سپریم کورٹ ہے۔ اس کے فیصلے کا سب کو احترام ہوتا ہے۔ اس لیے میں نے جس وجہ سے اس کی اجازت نہیں دی اگر آپ وہ وجہ بھی سننا چاہتے ہیں تو میں سپریم کورٹ کے کسی فیصلے کو یہاں زیر بحث لا کر اسے controversial نہیں بنا سکتا۔ اور نہیں بنانا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ ایک آدمی بھی کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ جی' میں اس پر نہیں رائے دیتا۔ یہ کوئی تک نہیں ہے کہ سپریم کورٹ کوئی فیصلہ کرے' قتل کے مقدمے کا فیصلہ کرے' آپ کے حق میں ہو جائے آپ کہیں گے' اس کی داد دینی چاہیے۔ اس نے ایک فیصلہ کیا ہے۔ آپ کہتے ہیں' تاریخ ساز ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے' تاریخ ساز فیصلہ ہے۔ سپریم کورٹ کا فیصلہ ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کا سارا ملک احترام کرتا ہے۔ ہم سب بھی اس کے احترام کے پابند ہیں۔ لیکن اس کو controversial بنانے کے لیے اسے زیر بحث لانے کی consent میں نہیں دے سکتا۔ (نعرہ ہائے تحسین) (مداخلت) نہیں' controversial آپ بنا رہے ہیں۔ سپریم کورٹ کا احترام آپ نہیں کر رہے۔ میں کر رہا ہوں۔

سید تابش الوری: **********

جناب سپیکر، میں نے یہ رولنگ دے دی ہے۔ اور میں نے جب سے یہ رولنگ دی ہے' اس کے بعد کی ساری بحث غلط ہے۔ اس کو حذف کیا جاتا ہے۔ (مداخلت) الوری صاحب! آپ میری رولنگ کا احترام کریں۔

سید ظفر علی شاہ: **********

جناب سپیکر: جی' جناب شرقپوری صاحب۔

صاحب زادہ میاں سعید احمد شرقپوری: الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ۔ آپ کی consent کی reasons کیا ہیں' وہ بتا دیں۔

جناب سپیکر: میں نے بتا دی ہیں۔ میں سپریم کورٹ کو controversial نہیں بنانا چاہتا۔ میں نے اس وجہ سے اس کی اجازت نہیں دی۔ جی' منسٹر فار پارلیمنٹری افیئرز۔

وزیر برائے پارلیمانی امور (جناب محمود اختر گھمن): جناب سپیکر! عدالت عظمیٰ کا فیصلہ ہے جس کے بارے میں میرے ساتھیوں نے قرارداد دی ہے۔ تو سپریم کورٹ کی ہر شخص عزت کرتا ہے' ہر شخص اس کے فیصلے کو مانتا ہے۔ تو اس پر انھوں نے قرارداد پیش کرنا چاہی ہے۔ اس کو controversial بنانے کی کیا بات ہے؟ اس میں کوئی کچھ رائے دے گا کوئی کچھ۔ Why should we discuss Supreme Court?

جناب سپیکر: بالکل نہیں اور میں اجازت نہیں دے رہا۔

وزیر برائے پارلیمانی امور: اور ہمیں یہ روایت نہیں ڈالنی چاہیے۔ اور بالخصوص جناب والا! آپ نے اس پر رولنگ دے دی ہے۔ اس کو refuse کر دیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد جتنے پوائنٹ پیش ہوں گے ان کو حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر: خاکوانی صاحب۔

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، **********

جناب سپیکر، یہ ساری گفتگو کارروائی کا حصہ نہیں ہے۔ میری رولنگ کے بعد جو گفتگو ہو رہی ہے' یہ آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ جی' پوائنٹ آف آرڈر۔ میں آپ کو واضح کر دوں۔ میں نے اس پر رولنگ دی ہے۔ میری رولنگ کے بعد جو گفتگو ہو رہی ہے وہ ریکارڈ کا حصہ نہیں ہے۔یہ آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔ میں آپ کو واضح کر دوں۔ میں نے اس پر رولنگ دی ہے اور میری رولنگ کے بعد جو گفتگو ہو رہی ہے وہ ریکارڈ کا حصہ نہیں ہے۔

حاجی محمد افضل چن، جناب سپیکر! میں اسمبلی کا ممبر ہوں۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوا ہوں۔

جناب سپیکر، فرمائیے۔

حاجی محمد افضل چن، جناب سپیکر! میں اپنے اس سارے ہاؤس سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ بڑے بڑے علمائے دین بھی میرے بھائی یہاں بیٹھے ہیں اور امام حسین علیہ السلام کا تذکرہ بھی یہاں کیا گیا ہے۔ پاکستان بناتے وقت یہ کہا گیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ میں ان سے یہ کہتا ہوں ********** جس کا بنانے والا اللہ تعالیٰ ہو' جس قائدِ اعظم نے پاکستان بنایا تھا اس سے لوگوں نے پوچھا کہ قائدِ اعظم اس ملک میں کونسا قانون دو گے؟ تو اس کے پاس قرآن پاک تھا اس نے کہا تھا کہ ہم اس قانون کو یہاں نافذ کریں گے۔ تو جناب! یہ اتنا زور اس پر کیوں نہیں لگاتے کہ آؤ قرآن نافذ کریں یہاں۔ آؤ قرآن نافذ کریں یہاں۔ آؤ قرآن نافذ کریں یہاں۔

معزز ممبران حزب اختلاف، (کھڑے ہو کر) آؤ۔ آؤ۔ آؤ۔

حاجی محمد افضل چن، آؤ۔ آؤ۔ آؤ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آؤ قرآن نافذ کریں یہاں۔ آؤ اسلامی نظام نافذ کریں۔ جو کہیں گے میں آپ کے ساتھ ہوں۔

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

معزز ممبران حزب اختلاف، (نعرہ بازی) پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔

MR SPEAKER: I call the House to order. I call the House to order. I call the House to order.

چودھری اختر رسول، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی۔

چودھری اختر رسول، جناب سپیکر! جو فاضل ممبر نے الفاظ کہے ہیں ہم تمام متفقہ طور پر قرآن کو سب سے بڑا قانون مانتے ہیں اور اللہ کے نظام کے لیے ہم سب لوگ اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔

جناب سپیکر، اچھی بات ہے۔ بڑی اچھی بات ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، جی لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہاں پر صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ 1973ء کا آئین ایک متفقہ آئین تھا اور اس میں یہ شق رکھی گئی تھی کہ ایک خاص وقت تک سارے قوانین قرآن و سنت کے مطابق بنائے جائیں گے لیکن اس کے بعد جب مارشل لاء لگ گیا' جس کی اپوزیشن پارٹی حواری ہے' انھوں نے اس شق کو تہ تیغ کیا اور یہاں پر قرآن و سنت کے مطابق قانون نہ بننے دیا گیا۔ اگر آئین کو رہنے دیا جاتا تو آج سارے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ہوتے۔

معزز ممبران حزب اقتدار، (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، جی لیڈر آف دی اپوزیشن۔

چودھری پرویز الہیٰ ، **********

معزز ممبران حزب اقتدار، **********

چودھری پرویز الہیٰ، ********** گواہ ہیں۔

معزز ممبران حزب اقتدار، جھوٹ۔ جھوٹ۔

چودھری پرویز الہیٰ، اسی آئین کے تحت سپیکر صاحب کو آپ نے اندر کیے رکھا اور پہلا سویلین آدمی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹر بنا۔ اب دو ڈھائی سال سے آپ کی حکومت ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، I call the House to order I call the House to order اگر ہاؤس order میں نہیں ہو گا تو پھر میں ہاؤس کو adjourn کرنے کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔

چودھری پرویز الہیٰ، جناب سپیکر! ڈھائی سال سے ان کی حکومت ہے۔ اب ان کو کیا رکاوٹ ہے؟ سارے قوانین ہاؤس کے اندر لائیں اور اسلام کے مطابق بنائیں ہم support کریں گے۔ آپ لائیں۔ آپ کیوں نہیں لاتے؟

سید ظفر علی شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، جی سید ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ، بڑی مہربانی جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، جی سعید اکبر صاحب کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ ایک منٹ ' اس کے بعد آپ بات کر لیجیے گا۔

سید ظفر علی شاہ، جی بہتر۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب سپیکر! حاجی افضل چن صاحب نے فرمایا ہے کہ اسلامی قوانین یہاں لاگو کیے جائیں۔ میرا خیال ہے کہ اس قوم کے کسی فرد کو اس پر اعتراض نہیں ہے اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ 1990ء میں جو آئی۔ جے۔ آئی بنی تھی ان تمام پارٹیوں کو اس وقت کے لیڈران نے یہی ایک بات پر اتفاق کروایا تھا کہ ہم اس ملک میں اسلامی قوانین نافذ کریں گے۔ اس کے بعد جب وہ

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

برسراقتدار آئے اور ان کا جو ایک معاہدہ تھا اس سے ہٹے تو تمام اسلامی نظریات کی جو جماعتیں تھیں وہ اسی پوائنٹ پر اس اتحاد سے نکل گئیں کہ انھوں نے اسلامی قوانین نافذ نہ کیے اس لیے انھوں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اگر اس وقت اس ایک نکتے پر کہ اس ملک میں اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں گے، اسی پہ آئی۔ جے۔ آئی بنی تھی، اگر وہ اس وقت تھوڑا بہت سٹارٹ لے جاتے اور اسلامی قوانین نافذ کرنے کے لیے کچھ قدم اٹھاتے تو میرا خیال ہے کہ آج یہ گورنمنٹ بھی مجبور ہوتی کہ ان کے اقدامات کو آگے بڑھاتی۔ ان میں بہت بڑا خلا ہے۔ کہنے میں اور کرنے میں بہت بڑا تضاد ہے۔ اس میں ہم سارے ہی شریک ہیں۔ کوئی پہلے شریک ہے اور کوئی بعد میں شریک ہوا ہے۔ اس کے لیے دیانت داری سے سوچنا پڑے گا۔ اپنی مجبوریوں کو دور کرنا پڑے گا۔ تب یہ اسلامی قوانین نافذ کیے جائیں گے۔ یہاں نعرے مارنے سے اسلامی قوانین نافذ نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیے۔ جی۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر۔۔۔ آپ نے مجھے پہلے فلور دیا تھا۔

جناب سپیکر، جی ہاں، آپ پہلے سے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! جہاں تک حاجی چن صاحب کی بات کا تعلق ہے تو اس سے ہم agree کرتے ہیں، اس میں کوئی دو آرا نہیں ہیں۔ لاءمنسٹر صاحب نے اسلامی قوانین، 73ء کے آئین اور پھر مارشل لاء کی بات کی ہے۔ میں پہلے تو یہ بات واضح کر دوں کہ میں مارشل لاء کا ہمیشہ مخالف رہا ہوں۔ سابقہ مارشل لاء جو تھا اس کا بھی مخالف رہا ہوں، جیل میں رہا ہوں، اب بھی مخالف ہوں اور آئندہ بھی مارشل لاء کا مخالف رہوں گا۔ یہ بات ریکارڈ پر آ جائے لیکن یہ بدقسمتی ہے یا خوش قسمتی ہے کہ اس 1973ء کے آئین میں اسی مارشل لاء کو ہی کریڈٹ جاتا ہے کہ انھوں نے اس میں فیڈرل شریعت کورٹ کے ایک chapter کا اضافہ کیا اور اس کورٹ کے اختیارات کا جو کہ 203(D) سے شروع ہو کر آگے تک جاتا ہے یہ اسی مارشل لاء کو کریڈٹ جاتا ہے اور یہ چاہے جس کو بھی جاتا ہو، دینا چاہیے inspite of this میں مارشل لاء کا بدترین مخالف ہوں لیکن اس آئین میں فیڈرل شریعت کورٹ اور پاکستان میں بنے ہوئے قوانین کے بارے میں فیصلہ کرنے کا ہے۔ یہ 203(D) ہے۔

203 (D):The Court may, [either of its own motion or] on the petition of any citizen of Pakistan

کسی قانون کے بارے میں، اس قانون کی لائن کے بارے میں، اس قانون کے لفظ کے بارے میں، فیڈرل شریعت کورٹ میں وہ پٹیشن کر سکتا ہے اور فیڈرل شریعت کورٹ جو ہے وہ لاء پاس کرتی ہے کہ wether this law is repugnant to the injunctions of Islam or not اس لیے لاءمنسٹر ریکارڈ کو درست کر لیں۔ 1973ء میں یہ chapter نہیں تھا۔ یہ مارشل لاء کے دور کے وقت کا آیا ہوا ہے اور ساتھ یہ بھی کہ میں مارشل لاء کی نمائندگی نہیں کر رہا بلکہ میں آئین کی نمائندگی کر رہا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر: جی وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر: **********

جناب سپیکر: اچھا۔ تشریف رکھیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ جعل سازی تھی اس لیے آج تک یہ نہیں ہو سکا۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! ********** ختم کر دیں۔ اب ان کی حکومت ہے۔

جناب سپیکر: اچھی بات۔ تشریف رکھیے۔ تاج خانزادہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: اس سے پہلے تاج خانزادہ صاحب۔ اس کے بعد آپ۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: وہ پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: تاج خانزادہ صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں یا ویسے تقریر کرنا چاہتے ہیں؟

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب سپیکر! یہ جو اسلام کی بات باتیں کر رہے ہیں میں اس پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ آپ پوائنٹ آف آرڈر raise کر رہے ہیں؟

جناب تاج محمد خانزادہ، آپ پوائنٹ آف آرڈر ہی سمجھ لیں-----

جناب سپیکر، ان کو بولنے دیجیے ۔ اس کے بعد آپ کی باری ۔

جناب تاج محمد خانزادہ ، جناب والا! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی مسلمان جو کلمہ گو ہو اسلام کے قانون سے انکار کرے ۔ اس ملک کا وجود لا الٰہ اللہ محمد الرسول اللہ کے نام پر بنا۔ لیکن میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آج پچاس سال ہوئے بہت سی حکومتیں اور حکمران آئے کون سی ایسی حکومت ہے جو اسلام لائی ۔ آپ مجھے یہ بتلائیں ۔ آپ نے شریعت کورٹ کا چیئرمین ان لوگوں کو بنایا جنہوں نے ضیاء کے وقت شوریٰ میں اسلامی قانون کی مخالفت کی ۔ آپ کیا باتیں کرتے ہیں ۔ آپ یہاں پر نمبر حاصل کرنے اور اخباروں میں لکھنے کے لیے بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔ آپ اسلام کی باتیں کرتے ہیں۔ **********

جناب والا! میں آپ کو بتلاتا ہوں ۔ آپ مجھے بتلائیں اگر مارشل لاء قانون بنا سکتا تھا تو مارشل لاء یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آج سے اسلامی قانون چلے گا ۔ There was no body sincere with Islam۔ اسلام کے ساتھ کسی نے بھی وفا نہیں کی ۔ ہر ایک نے اپنی کرسی کو مضبوط کرنے کے لیے ایسا قانون بنایا جو اس کو suit کیا اور اس نے اسے بنایا اور باقیوں کو چھوڑ دیا آپ کیا بات کہہ سکتے ہیں ۔ جناب والا! ہمیں جب موقع ملتا ہے ہم اپنے آپ کو project کرنے کے لیے اسے استعمال کر لیتے ہیں کوئی بھی حق کی آواز نہیں اٹھاتا ۔ میں سب کو کہتا ہوں ۔ ٹھیک ہے کوئی میرے ساتھ agree کرتا ہے اور کوئی disagree کرتا ہے ۔ آپ بتائیں کہ اسلام پچاس سال میں کتنا آیا ۔ آپ مجھے اسلام کا ایک بھی قانون بتائیں جو آپ نے enect کیا ابھی تک آپ نے پنجاب میں inheritance کا قانون نہیں بنایا ۔ آپ نے بلوچستان میں نہیں بنایا ۔ آپ نے فرنٹیئر میں

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

نہیں بتایا۔ ********** آپ یہاں پر سب اسلام کی باتیں کرتے ہیں ۔ آپ مجھے یہ بتلائیں کہ اگر سپریم کورٹ ایک فیصلہ کرتی ہے اور سپریم کورٹ کے فیصلے کو پاکستان کا کوئی بھی آدمی defy نہیں کر سکتا۔ کیوں کہ حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو implement کرے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں ۔ اس کے بعد میں آپ کو موقع دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں ۔

جناب تاج محمد خانزادہ، یار وصی ' توں عادت توں مجبور اے -----

جناب سپیکر، جناب منسٹر فار پارلیمانی امور لگتا ہے کہ اپوزیشن نے آج یہ ٹھانی ہوئی ہے کہ آپ کو آج اپنا ایجنڈا پورا نہیں کرنے دینا ۔ جس طرح آپ نے ان کو اس دن talk out کیا ہے اس طرح آج وہ آپ کو talk out کر رہے ہیں ۔

وزیر برائے پارلیمانی امور، جناب والا! میری تو یہی خواہش تھی کہ یہ آج کے ایجنڈے پر چلتے ۔ لیکن وہ جناب والا ----

اپوزیشن کے ارکان، جناب والا! یہ اجلاس ہم نے بلایا ہے ۔

جناب سپیکر، جی ہاں۔ یہ ان کا right ہے ۔ یہ ان کا prerogative ہے----- جی خانزادہ صاحب۔

جناب تاج محمد خانزادہ، جناب والا! میں وصی صاحب کا بڑا لحاظ کرتا ہوں یہ میرے comrade ہیں لیکن ہندوؤں کا ایک خدا ہے جس کا نام ہے نر کا منی ۔ اور نر کے منی کا شیوہ یہ ہے کہ وہ اکثر جھگڑے پیدا کرتا ہے ۔ تو ہم میں یہ نر کا منی کہاں سے آ گیا۔ (قہقہہ) ایسے ہی ایک ان کا خدا لکشمی ہے۔ کرشن ہے تو میرے خیال میں وصی ظفر صاحب کو وہاں سے inspiration ملی ہے مگر یہ ہیں تو مسلمان۔ تو میرے خیال میں یہ بیٹھ جائیں ۔ پہلے میں ختم کر لوں اس کے بعد جتنا مرضی یہ میرے اوپر حملہ کر لیں۔

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب سپیکر: جی ۔ جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! میں آپ کی توجہ قواعد و انضباط کار کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جناب قائد حزب اختلاف نے آپ سے ایک قرارداد move کرنے کی consent چاہی ۔ آپ نے اس سے انکار کیا۔ اور اب ایک گھنٹہ گزر گیا۔ میں آپ سے اس نکتہ اعتراض سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں میں یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اب یہ ساری کارروائی کس قاعدہ کے تحت ہو رہی ہے ۔

جناب سپیکر: جو تو اس قرارداد کے متعلق گفتگو تھی اسے تو میں نے اپنی رولنگ کے بعد حذف کر دیا ۔اب ایک نکتے پر بات چل رہی ہے اسلامی قانون کی بات شروع کر دی گئی اس پر ایک طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ نے نہیں اسلام نافذ کیا اور دوسری جانب سے کہا جا رہا ہے کہ آپ نے نہیں کیا۔ تو اس لیے یہ بحث ایک نئی بحث ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب کافی ہو چکی ہے اب اسے بھی سمیٹ کر کارروائی کو آگے بڑھانا چاہیے ۔

جناب سپیکر: جی جناب محمد منشاء اللہ بٹ۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: جناب سپیکر! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! جیسے میں اکثر کہا کرتا ہوں اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمام تعریفیں صرف خداوند تعالیٰ کے لیے ہیں جو طاقتوں' عزتوں اور رحمتوں کا مالک ہے ۔ اور جس کے حکم کے بغیر اس کائنات میں ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا ۔ لاکھوں کروڑوں درود و سلام اپنے آقا ' اپنے ہادی ' اپنے مرشد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ میری روح ان پر فدا ہو ۔ یہ میں نے اس لیے گزارش کی ہے-----

جناب سپیکر: یہ اتنی اچھی ابتدا ہے لیکن یہ پوائنٹ آف آرڈر کیا ہوا۔

جناب محمد منشاء اللہ بٹ: جناب والا! میں اسی مسئلے پر آ رہا ہوں ۔ جناب سپیکر! جب آپ یہاں تشریف فرما ہوتے ہیں تو آپ ایک قانون اور ضابطے کے مطابق ہم سے بات کرتے ہیں ۔ جب آپ باہر کسی جلسے میں ہوتے ہیں تو وہاں بھی آپ کے جو بیانات ہوتے ہیں وہ ہماری نظر سے گزرتے ہیں ۔

جناب سپیکر! میں اسلام کے اس مسئلے پر جو خوش قسمتی سے یہاں پر شروع ہوا ہے یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ہر شخص کو اپنا حساب دینا ہے ۔ ہر شخص کو اپنے عہدے کے مطابق ' اپنی

ذمہ داری کے مطابق اور اپنے اختیارات کے مطابق حساب دینا ہے اور ہمیں آج اس سائڈ سے اور اس سائڈ سے یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہماری ایک ہی منزل ہے اور ہمیں فوری طور پر اس طرف چلنا چاہیے جس میں ہمارے تمام دکھوں، ہماری تمام تکالیف کا حل موجود ہے اور جو اس وقت ہمارے معاشرے کی حالت ہے کہ 70 اور 80 فیصد لوگ depression کا شکار ہو چکے ہیں اس کا حل بھی اسی میں ہے کہ ہم قرآن اور سنت کا نظام اس ملک میں نافذ کریں۔ حکومت کی سائڈ اس میں ترامیم لائے قرآن اور سنت کے مطابق قوانین کو ڈھالیں ۔ ہم پوزیشن سائڈ میں بیٹھے ہیں یقین جانیے گا کہ ہم دو قدم آگے ان کے ساتھ ہیں ۔ آپ آج یہ فیصلہ تو کریں۔ آپ یقین کیجیے گا کہ ہر شخص اپنی بات میں لگا ہوا ہے آپ کو بھی علم ہے ہمیں بھی علم ہے اور بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ ملک صرف اور صرف خدا وند تعالیٰ کے نام اور لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کے نام پر بنا تھا اور اس ملک کے عوام کی دلی خواہش ہے کہ یہاں پر قرآن اور سنت کا نظام ہو ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارا ہر قدم نیکی کی طرف اٹھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی برکت نازل ہو اس وقت عوام جس حالت سے گزر رہے ہیں اور جتنے پریشان ہیں یقین جانیے گا اس کا اندازہ ہی نہیں ۔ راجے صاحب یہ صرف میرا ہی رونا نہیں یہ رونا سارے گلستان کا ہے ۔

میں وہ گل ہوں کہ ہر گل کی فضا ہے میری فضا ۔

جناب سپیکر! آخر میں میں آپ سے صرف یہ گزارش کروں گا اگر آج یہ بات چن صاحب نے کر ہی دی ہے ہم تو اکثر یہ کہا کرتے ہیں تو خدا کے واسطے اس بات پر آگے بڑھیے گا قرآن اور سنت کا نظام لائیے گا اور جناب سپیکر!

شب گریزاں ہو گی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے

انشاء اللہ

جناب عثمان ابراہیم، جناب سپیکر!

جناب سپیکر، یہ موضوع زیر بحث نہیں ہے ۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر!

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر، اب تحاریک التوائے کار کو شروع کریں ۔ تقریروں کا یہ سلسلہ کب تک چلے گا ۔ نہیں میں allow نہیں کر رہا۔ تحاریک التوائے کار شروع کی جاتی ہیں ۔

جناب عثمان ابراہیم، جناب والا! میں نے مختصر سی بات کرنی ہے ۔

جناب سپیکر، نہیں ' جناب ۔ سب نے مختصر بات کرنی ہے ۔ بہرحال آپ کے قائد کھڑے ہیں مجھے ان کا احترام ہے ۔

چودھری پرویز الٰہی ، جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش ہو گی کہ ہماری قرارداد میں سپریم کورٹ کے فیصلے کو سراہا گیا ہے جس سے عدالتوں کا وقار بلند ہوا ہے اس کی حمایت کے سلسلے میں ہم چاہتے تھے کہ پورا ہاؤس متفقہ طور پر اس کی تائید کرتا لیکن آپ نے اس کی اجازت نہیں دی ۔ ہم آپ کے فیصلے کے خلاف ٹوکن واک آؤٹ کر رہے ہیں ۔

(اس مرحلے پر اپوزیشن کے ارکان ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! یہ جس کا ذکر فرما رہے ہیں میں نے وہ short judgement پڑھی ہے میرے پاس اس وقت بھی دفتر میں موجود ہے ۔ اس میں ابہام ہے جب تک detailed judgement نہ آئے اس کا پتہ نہیں چل سکتا ۔ اس طرح تو یہ پتہ لگتا ہے کہ یہ ابھی نامکمل ہے چونکہ ابھی پتہ نہیں کہ کیا کہا گیا ہے ۔ اس میں جناب ایک چیز ہے اور جس کا یہ ذکر کر رہے تھے اس میں لکھا ہے کہ کسی جج کو بطور سزا شریعت کورٹ میں نہیں بھیجا جا سکتا ۔ یعنی یہ جس شریعت کورٹ کی بات کر رہے ہیں سپریم کورٹ تو اس کو کہتی ہے کہ اگر کسی جج کو بھیجیں گے تو سزا ہے ۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، اسے پڑھنے سے لگتا ہے جیسے یہ غیر آئینی ہے ۔

جناب سپیکر، اپوزیشن ٹوکن واک آؤٹ پر ہے ۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ دوست جلد واپس آ جائیں گے۔ ویسے منسٹر صاحب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ میاں عثمان ابراہیم صاحب کی جو تحریک التوائے کار تھی یہ وزیر قانون اور وزیر مواصلات و تعمیرات کی سٹیٹمنٹ تک مؤخر کی گئی تھی ۔ابھی آپ نے اس

کو موخر رکھنا ہے۔

وزیر قانون ، میں نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کہ ہم دونوں مل کے جو بھی اس کا اعتراض ہو گا اس کو دور کر لیں گے ۔ اس حد تک بات تھی ۔ اگر کہیں اس کی working ٹھیک نہیں ہو رہی تو اسے ٹھیک کرانے کی کوشش کی جائے گی ۔ میں نے انھیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رابطہ کر لیں لیکن میں تو لاہور میں ہی موجود رہا ہوں ۔ انھوں نے رابطہ نہیں کیا ۔ جب بھی وہ رابطہ کریں گے میں اس کے لیے تیار ہوں ۔

جناب سپیکر ، بجا ہے ۔ میاں عثمان ابراہیم صاحب ' لاء منسٹر صاحب چاہتے تھے کہ آپ ان سے رابطہ کرتے اور اس تحریک التوائے کار کے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیں ۔ آپ از راہ کرم ان سے ذرا مل لیں۔

جناب عثمان ابراہیم ، ٹھیک ہے ۔ جناب والا ' پوائنٹ آف آرڈر ! میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھنے کی کافی کوشش کی تھی ۔ اس وقت میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا کہ آپ نے ہاؤس ملتوی کرنے سے پہلے یہ رولنگ دی کہ قائد حزب اختلاف کی طرف سے سپریم کورٹ کے فیصلے کی قرارداد جو پیش کی گئی ہے وہ چونکہ قواعد و ضوابط کے مطابق نہیں ہے اس وجہ سے آپ انھیں پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ میں آپ کی توجہ رول (2) 185 کی طرف دلانا چاہتا تھا-----

جناب سپیکر ، اب یہ مسئلہ dispose of ہو گیا ۔ اب یہ زیر بحث مسئلے سے تعلق نہیں رکھتا ۔ اس لیے آپ کا یہ پوائنٹ in order نہیں ہے ۔ اب تحریک التوائے کار چل رہی ہے ۔ اب ہم اس پرانی کہانی پر نہیں جا سکتے ۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب کی تحریک التوائے کار ہے ۔ یہ بھی on the request of the Law Minister موخر کی گئی تھی ۔

رکن اسمبلی کے حلقے میں سکولوں کی عمارت کی تعمیر میں تاخیر

(----------جاری)

وزیر قانون ، راجہ صاحب ' ابھی تشریف نہیں لائے ۔ اگر آ جائیں تو میں جواب دے دوں گا۔

جناب محمد بشارت راجہ ، جناب سپیکر ' یہ اس وقت پیش بھی ہو گئی تھی بلکہ انھوں نے اس کو

پوائنٹ آؤٹ بھی کیا تھا۔ اس وقت آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ موہل صاحب تشریف رکھتے تھے۔ اس وقت وزیر قانون تشریف نہیں رکھتے تھے۔

جناب سپیکر، آپ اس کا جواب دینا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، اگر محرک نہ ہوں تو میں کس کو جواب دوں گا؟

جناب سپیکر، وہ پیش کر چکے ہیں۔ اگر آپ نے کوئی جواب دینا ہے تو دے دیں۔

وزیر قانون، اس کا جواب یہ ہے کہ جب عبوری حکومت بنی تھی تو اس کے فنڈز lapse ہو گئے تھے۔ اب اس کے متعلق ایک نیا طریق کار چل رہا ہے۔ کیونکہ فنڈز کا پھر سے اجراء کیا جائے گا۔ لیکن ابھی تک وہ پورا نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، چیزیں بڑی بڑی دیر تک موخر ہوتی رہتی ہیں۔ اگر کوئی چیز کرنی ہے تو پھر اس کو وقت پر ہی کر دینا چاہیے۔ جناب شوکت داؤد صاحب!

چودھری شوکت داؤد، جناب سپیکر! وزیر قانون نے ابھی فنڈز کے lapse کرنے کی بات کی ہے۔ وہ تو عبوری حکومت کی بات کر رہے ہیں' میں موجودہ حکومت کی بات کرتا ہوں کہ 1994-95 میں آخر پر ہمارے فنڈز بارہ ممبران کے ریلیز کر دیے۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ فنڈز lapse ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس وقت انھوں نے کہا تھا کہ فنڈز lapse نہیں ہوں گے بلکہ فائنس ڈیپارٹمنٹ کو دے دیے گئے ہیں پی اینڈ ڈی نے بھی کہہ دیا لیکن اب re- appropriation چند من پسند آدمیوں کو کر دی گئی ہے لیکن یہ بھی ایسا ہی کیس ہے۔

جناب سپیکر، آپ من پسند ہیں؟

جناب شوکت داؤد، میں تو نہیں ہوں۔ لیکن میرا اس طرح کا ہی کیس ہے اور ہمارے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر، وزیر قانون' انھیں بھی من پسند لوگوں میں شامل کر لیا جائے۔

وزیر قانون، میرے تو بہت من پسند ہیں۔

جناب سپیکر ، جی رانا صاحب !

رانا محمد اقبال خان: جناب سپیکر ' اس ایوان کی طرف سے ایک کمیٹی پی اینڈ ڈی کی بنی ہوئی ہے ۔ اور جب سے یہ موجودہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے آج تک اس کا کوئی اجلاس نہیں ہو پایا۔ یہاں تک کہ اب اس کے چیئرمین بھی ایڈوائزر بن چکے ہیں ۔ اور اب اس کے چیئرمین بھی نہیں ہیں۔ تو میری گزارش ہے کہ اس طرح کے معاملات اس کمیٹی کے سامنے جائیں اور وہ اس کی چھان بین کر کے دیکھے ۔ اگر کوئی کیسز ایسے ہیں تو یقینی طور پر ان کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے ۔ میری اپیل ہے اور گزارش ہے کہ اس کو دیکھیں۔

جناب سپیکر ، میری گزارش ہے کہ از راہ کرم اس سلسلہ میں دیکھیں۔ اگر کمیٹی کی تشکیل میں کوئی مسئلہ درپیش ہے تو کمیٹی کو از سر نو تشکیل دیں ۔

میاں عبدالستار ، جناب سپیکر ' شکریہ ۔ ابھی پی اینڈ ڈی اور فنڈز کے بارے میں بات ہو رہی تھی ۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پچھلے اجلاس میں یہاں پر 1995-96 ء کے فنڈز کی بات ہوئی تھی اور جناب وزیر اعلیٰ نے یہاں پر فرمایا تھا کہ بتیس اراکین اپوزیشن کو فنڈز دیے جا چکے ہیں ۔ اس وقت یہ بات کہی گئی تھی کہ وہ لسٹ یہاں ایوان میں پیش کر دی جائے لیکن اتفاق کی بات ہے کہ چودہ تاریخ جو کہ اجلاس کا آخری دن تھا اس وقت وہ لسٹ پیش نہیں کی جا سکی ۔ وزیر اعلیٰ کے نائب جو کہ وزیر قانون ہوتے ہیں وہ یہاں پر موجود ہیں ۔ میری آپ کے توسط سے گزارش ہے کہ وہ جو بتیس ارکان جن کو 1995-96 ء کے فنڈز دیے گئے ہیں ان کی لسٹ فراہم کر دی جائے ۔

جناب سپیکر ، اس دن میں نے بھی گزارش کی تھی کہ پی اینڈ ڈی کے منسٹر صاحب کو convey کیجیے ۔

وزیر قانون ، جناب والا ' آپ اس وقت تشریف نہیں رکھتے تھے ۔ بات ہوئی تھی اور جناب ڈپٹی سپیکر نے کہا تھا کہ چیف منسٹر صاحب اس پر بات کریں گے ۔ وہ بھی بات کرنے کے لیے تیار تھے لیکن اس وقت شور پڑا اور ہاؤس in order نہ رہا ۔ اور شور و غوغا کی وجہ سے ایوان ملتوی کر دیا گیا ۔ اگر وہ اس وقت نہ کرتے تو چیف منسٹر صاحب موجود تھے وہ اس کا جواب دے دیتے ۔

جناب سپیکر ، چونکہ یہ مسئلہ ایوان میں آیا تھا ۔ از راہ کرم چیف منسٹر صاحب سے کہیے گا کہ انھوں نے جو وعدہ کیا اس کے مطابق اس کا جواب دیں۔

حاجی محمد افضل چن ، جناب والا ' پوائنٹ آف آرڈر ! ہمارا پنجاب کا ایوان سارے پاکستان کا سب سے بڑا ایوان ہے ۔ جس کے آپ کسٹوڈین ہیں۔ 19 مارچ کے اخبار "پاکستان" میں آپ کے نام سے ایک بیان شائع کیا گیا ہے ۔ جس میں لکھا ہے **********

جناب والا ' میری گزارش یہ ہے کہ اگر یہ بیان آپ کا ہے تو میرے خیال میں اگر ہم باضمیر لوگ ہوں تو ہمیں اسی وقت استعفیٰ دے دینا چاہیے ۔ کیونکہ آپ ہمارے کسٹوڈین ہیں۔جب آپ ہمارے custodian ہیں تو -----

جناب سپیکر ' حاجی صاحب! آپ تشریف رکھیں میں جواب دیتا ہوں ۔ پہلی بات یہ ہے کہ اخبارات کا ایک اپنا طریقہ ہے ساری بات جس context میں ہو رہی ہوتی ہے اس context کو وہ نہیں لاتے ۔ کسی فقرے میں سے وہ اپنے مطلب کے مطابق "اگر ' مگر ' لیکن " وغیرہ کو نکال دیتے ہیں ۔ میں نے گجرات بار میں ' آپ کے ضلع میں ایک خطاب کیا تھا ۔ وہاں بار کے جو صدر صاحب ہیں انھوں نے یہ بحث شروع کی کہ سیاست میں بہت زیادہ کرپشن ہے ' سیاست میں اس طرح کے لوگ آ گئے ہیں ۔ یہ الفاظ ان کے تھے ۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ آپ کو جو یہ گلہ ہے کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ انھیں کن لوگوں نے منتخب کیا ہے ؟ اگر یہ لوگ منتخب ہو کر آتے ہیں اور آپ ان کے بارے میں کہتے ہو کہ یہ ایسے ہیں تو ذرا یہ بھی سوچیے کہ آپ نے پھر ان کو ووٹ کیوں دیا ؟ اب وہ جو اگر ' مگر ہوتی ہے اور جس نے یہ بات کہی ہوتی ہے اس کا پورا context نہیں دیا ہوتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاست ہو یا پولیس اس میں اچھے لوگ بھی ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے میں یہ کہنے میں بالکل باک نہیں سمجھتا کہ جہاں سیاست میں اچھے لوگ ہیں وہاں بیچ میں بُرے بھی ہیں ۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ اس کو خواہ مخواہ ایسا کیوں سمجھتے ہیں کہ یہ صرف آپ ہی کے لیے کہا گیا ہے ؟

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری : کیا یہ سارے بُرے لوگ اللہ کے فضل و کرم سے ہیں ؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں کیونکہ میں بات کر رہا ہوں ۔ یہ چیز تو سارے اخبارات کے لیے ہوتی

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

ہے لیکن ایک اخبار میں ایسا کیوں چھپ جاتا ہے ؟ اس لیے چھپ جاتا ہے کہ اس میں وہ ایک angle دے دیتے ہیں۔

حاجی محمد افضل چن : جناب والا ! چونکہ آپ ہمارے custodian ہیں اس لیے یہ خبر بہت ہی اہمیت کی حامل ہے ۔ خدا جانے ہاؤس کس لیے خاموش ہے ؟ شاید ہمارے اندر رزق حلال نہیں جاتا۔ ہمارے خون میں تپش کیوں نہیں ہے ؟ جناب سپیکر! اگر یہ آپ کا بیان نہیں ہے تو آپ کم از کم ان سے اتنا تو کہہ دیں کہ یہ میرا بیان نہیں ہے تاکہ وہ اس کی تردید کر دیں ۔ میں یہ سارا بیان دوبارہ پڑھتا ہوں ۔

"اس میں لکھا ہے کہ کرکٹ ٹیم ہار جائے تو اسے زندہ دفن کرنے اور اگر جیت جائے تو وزیراعظم بنانے کا نعرہ لگا دیا جاتا ہے ۔ ملک کا مستقبل ہی نظر نہیں آ رہا۔ کرپشن اور بدعنوانی میں ملوث افراد کو ہم خود اپنے اُوپر مسلط کرتے ہیں "۔

جناب والا ! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو بات آپ کرتے ہیں ہم پر اسے ماننا فرض ہو جاتا ہے ۔ اگر آپ اس کرسی پر بیٹھ کر اپنے منہ سے اس طرح کہہ رہے ہیں تو پھر میرے خیال میں نہ آپ کو یہاں بیٹھنا چاہیے اور نہ ہی ہمیں یہاں بیٹھنا چاہیے۔ ہمیں فوری استعفیٰ دینا چاہیے ۔ اگر ہم کرپشن کرتے ہیں ' بدمعاش ہیں تو ہمیں مستعفی ہو جانا چاہیے۔ پہلے آپ مستعفی ہوں پھر میں استعفیٰ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: اس محاورے کا کوئی غلط مطلب نہ لیجیے گا۔ کہتے ہیں کہ " چور کی ڈاڑھی میں تنکا " آپ کیوں ایسا سمجھتے ہیں کہ یہ آپ کے بارے میں ہے یا آپ لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے ۔

حاجی محمد افضل چن : نہیں جناب ایسے نہیں ۔

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

میں چیلنج کرتا ہوں کہ 1979ء سے لے کر آج تک ایک ٹیڈی پیسہ بھی میرے ذمے لگ جائے تو خدا کی قسم ریگل چوک پر مجھے گولی مار دی جائے ۔ میں ایسا سیاست دان نہیں ہوں ۔ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ۔ میرے مقابلے میں آپ کوئی سیاست دان یا بیوروکریٹ لائیں ۔ جبکہ آپ سے متعلق گرین بیلٹ پر راتوں رات پٹرول پمپ بنانے کے بارے میں یہاں ہاؤس میں کسی نے

point اٹھایا تھا۔ میرے متعلق کبھی بھی کسی نے ایسا نہیں کہا اگر کوئی ایسا point اٹھانا چاہتا ہے تو لائیے میں اسے face کروں گا۔ میں حکومت سے کہتا ہوں کہ خدا کے لیے ایف آئی اے ' ایف آئی یو ' آئی ایس آئی ' آئی بی کی رپورٹ منگوائیں اگر کسی بھی برائی میں میری ذات ملوث پائی جائے تو خدا کی قسم میں یہاں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں بیٹھوں گا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی فرمائیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا ! حاجی صاحب نے بڑی تفصیل سے بات کی ہے اور واقعی ہر ممبر اسمبلی کی دل آزاری ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں ہم بھی آپ سے وضاحت لے چکے ہیں اور آپ نے بڑی تفصیل سے ہمیں بتا دیا تھا۔ حاجی صاحب کی اس بات کے بعد میری آپ سے ایک ذاتی درخواست ہے کہ کیوں نہ ایسا کیا جائے۔ آپ ہمارے custodian ہیں اور آپ کے نام سے غلط بیان منسوب کیا گیا ہے کیوں نہ ہم اس بارے میں ایوان کی طرف سے تحریک استحقاق move کریں اور آپ اس کو منظور فرمائیں۔ ان کو کمیٹی کے سامنے لائیں تاکہ غلط بیانی کرنے پر اخبار والوں سے کم از کم بات تو کی جائے کیونکہ ہر دوسرے دن کسی نہ کسی کے ساتھ کوئی غلط بیان چمٹ جاتا ہے۔ ہر کسی کی کردار کشی کی جارہی ہے ----

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ گزارش یہ ہے کہ میں نے اس کی وضاحت کر دی ہے اب اسے خواہ مخواہ ایک مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ آپ جس طرح سے محسوس کرتے ہیں ' جب ہم بازار میں جاتے ہیں لوگوں کی باتیں سنتے ہیں تو لوگ ہمارے بارے میں ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ یہاں اکثر آپ دوستوں نے خود فرمایا ہے کہ ہمیں سیاست دان کہلاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ کیوں ؟ سیاست کا جو بھاؤ ہے' سیاست دان کی آج جو معاشرے میں عزت ہے اگر آپ اس سے واقف نہیں ہیں تو پھر لوگوں سے ذرا پوچھ لیجیے۔ اور جو کچھ بازار میں ہمیں کہا جاتا ہے اس کا اندازہ آپ کرلیں تو پھر آپ اس بات کو خواہ مخواہ تنا نہ بڑھائیں۔ " اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت" ہمیں سب علم ہوتا ہے ' آپ کو بھی علم ہے میں بھی جانتا ہوں کہ کہ ہمارے ہی اندر جس طرح پاک دامن لوگ ہیں اسی طرح برے لوگ بھی ہیں۔ آپ اگر پاکیٔ داماں کی حکایت اتنی بڑھائیں گے تو پھر لوگوں کو بھی موقع ملے گا کہ وہ چُن چُن کر بتائیں کہ ہمارے ہی درمیان بیٹھے ہوئے لوگ کیا کیا کرتے ہیں۔ یہ جو آج اتنا کرپشن کا

بازار گرم ہے، کرپشن کی بات ہوتی ہے، رشوت کی بات ہوتی ہے، بدعنوانی کی بات ہوتی ہے، آپ یہاں بیٹھ کر جو کچھ اپنے ان دوستوں سے کہتے ہیں اور پھر اُدھر سے جو کچھ آپ کو کہا جاتا ہے کیا وہ سیاست دان سیاست دان کو نہیں کہہ رہا ہوتا؟ اور جو الزامات آپ ان کو دیتے ہیں اس میں کس حد تک آپ اس بات کا خیال کر رہے ہوتے ہیں کہ یہ بھی سیاست دان ہیں۔ یہ ساری باتیں قوم کے سامنے ہیں اگر حاجی افضل چن صاحب کا کردار بڑا پاک ہے تو میں بھی ناچیز سا انسان عرض کر سکتا ہوں کہ اگر میرے بارے میں بھی حاجی صاحب یا کسی اور دوست نے کسی چیز کو کھنگال کے دیکھنا ہے تو کھنگال لے۔ میرے اندر بھی جو کھوٹ ہے وہ باہر آ جائے گی۔ یہ رویہ مناسب نہیں ہے۔ نہ میں نے آپ سے کچھ کہا ہے نہ آپ اس بات کو ذاتی طور پر لیجیے گا۔ ایک محفل میں ایک عام بات ہوئی ہے کہ سیاست میں ایسے لوگ آ گئے ہیں بلکہ میں نے آپ کو دفاع دیا ہے، یہ کہا ہے کہ اچھا اگر ہم بُرے ہیں تو ہمیں چنا کس نے ہے؟ اگر سیاست میں بُرے لوگ آتے ہیں تو لوگ انھیں کیوں چنتے ہیں؟ ایک طرح سے میں نے ان کی ذمہ داری بھی ان کو بتائی ہے اور بجائے اس کے کہ آپ اس کو اس طرح دیکھیں کہ آپ کا اس میں دفاع ہے کہ لوگوں سے بھی یہ کہا گیا ہے کہ جب تمھیں ووٹ دینے کا ایک حق ملتا ہے اور تم پھر اگر یہ کہتے ہو کہ سیاست میں گندے لوگ آ گئے ہیں تو تم گندے لوگوں کو کیوں ووٹ دے کر لاتے ہو؟ ایک ذمہ داری ان کی بھی بتائی ہے۔ لیکن یہ تو ایک balance کرنے کی بات ہے اگر میرے دوست حاجی صاحب کو یہ دعویٰ ہے کہ سیاست میں تمام فرشتے ہیں تو میں معافی چاہتا ہوں میں کم از کم اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : جناب والا! گھمن صاحب کو بھی تو کسی نے ووٹ دے کر بھیجا ہے نا۔ یہ بھی منتخب ہو کر آتے ہیں۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : جی ایس اے حمید صاحب فرمائیے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر! میں ایک نہایت ہی اہم مسئلہ آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ نیشنل فنانس کمیشن کا اجلاس پچھلے دو ماہ سے ہو رہا ہے۔ میں نے اس بارے میں ۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں میں یہ بات کرنے کی اجازت بالکل نہیں دے رہا۔ یہ موضوع سے تعلق نہیں رکھتی۔ میں معذرت چاہتا ہوں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔

جناب ایس اے حمید : آپ میری بات سن تو لیں۔

جناب سپیکر : نہیں میں اجازت نہیں دیتا۔ جی گھمن صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

وزیر پارلیمانی امور (چودھری محمود اختر گھمن)، جناب سپیکر! سیاست میں کرپشن کی بات چل نکلی ہے تو یہاں بیٹھے میرے ساتھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ جو لوگ پرانے سیاست میں ہیں ان میں سے کس کس نے یہاں پلازے بنائے ہوئے ہیں۔ کن بھاؤ سے وہ پلاٹ خریدے گئے تھے؟ کن لوگوں نے لاہور میں چھ چھ بنگلے بنائے ہوئے ہیں۔ بات کرنے کو تو ہر بندہ کر لیتا ہے۔ سیاست میں اچھے لوگ بھی ہیں جن کو میں سلام کرتا ہوں۔ سیاست میں ایسے برے لوگ بھی ہیں جنھوں نے پنجاب کی اس دھرتی کو لوٹا، لاہور کے پلاٹوں کو لوٹا، یہاں بنکوں کو لوٹا۔ ہر معاشرے میں اچھے اور برے لوگ ہوتے ہیں۔ افضل چن صاحب نے دعویٰ کیا اور ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ کوئی مائی کا لال سامنے آئے۔ جناب والا! پولیس میں بھی اچھے لوگ ہیں۔ ادھر بھی میرے بہت ہی عظیم بھائی بیٹھے ہوئے ہیں لیکن ایسے بھی ہوں گے جن کو اپنے گریبان میں منہ ڈالتے ہوئے شرم آتی ہو گی۔ ان لوگوں نے کیا کیا ہے؟ ان لوگوں نے اس پاک دھرتی کو کیسے کیسے لوٹا ہے؟ لیکن ہم دعویٰ دار ہیں اور حاجی افضل چن کے ساتھی ہیں۔

میاں امتیاز احمد، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں point of personal explanation پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، انھوں نے تو آپ کو کچھ نہیں کہا۔

وزیر پارلیمانی امور، میرے خیال میں نیازی صاحب نے نہ کمرشل پلاٹ لیا نہ رہائش کے لیے لیا۔ وہ تو دوسرے لوگ ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میں بالکل چٹا صاف ہاں۔

جناب سپیکر، بالکل۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، میرے دوست گھمن صاحب ابھی بات کر رہے تھے۔ خدا نخواستہ میں نے ان کے کردار پر بات نہیں کی یہ حقیقت بات ہے۔ میں سیاسی طور پر ان کو اتنا زیادہ نہیں جانتا کہ

گھمن صاحب کا حساب کتاب کیا ہے۔ میں نے تو قابلیت کی بات کی ہے کہ خود یہاں پر بیٹھے ہیں اور لاءمنسٹر صاحب بار بار ان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں حالانکہ گھمن صاحب جب سے وزیر پارلیمانی امور بن کر آئے ہیں آج تک ان کو یہ فریضہ سر انجام دینے کا موقع نصیب نہیں ہوا۔

جناب سپیکر، نہیں نہیں۔ وہ اپنے فرائض اچھے طریقے سے ادا کر رہے ہیں۔

میاں امتیاز احمد، پوائنٹ آف آرڈر!

وزیر پارلیمانی امور، جناب والا! نیازی صاحب نے بات کی ہے جہاں تک میری تعلیم کا تعلق ہے یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ میں نے گریجوایشن بی ایس سی زیالوجی گورنمنٹ کالج لاہور میں کی۔ ایم اے انٹر نیشنل ریلیشن میں کیا ' لاء کیا اور بیس سال سے ہائی کورٹ کا وکیل ہوں۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ میرے جو فرائض ہیں میں ان کو سمجھتا ہوں اور انشاء اللہ آنے والا وقت ثابت کرے گا کہ میں اپنے فرائض کس ایمان داری سے اور فرض شناسی سے ادا کرتا ہوں۔

میاں امتیاز احمد، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب انعام اللہ خان نیازی، ان کی ڈگری جعلی ہے۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب والا! میری ڈگری میانوالی سے نہیں ہے پنجاب یونیورسٹی سے ہے۔

جناب سپیکر، جی امتیاز صاحب آپ بات کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میری تعلیم ان سے زیادہ ہے۔

جناب سپیکر، جی ہاں صاف ظاہر ہو رہا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب والا! میں اس بات کی تردید تو نہیں کرتا کہ ان کی تعلیم مجھ سے بہت زیادہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ ان کو مبارک کرے لیکن یہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ آپ دیکھ رہے ہیں یہ ایوان دیکھتا ہے یہ پریس دیکھ رہا ہے ملک کی عوام اور خداوند کریم کی ذات دیکھ رہی ہے۔ ان کو بھی دیکھ رہی ہے اور مجھے بھی دیکھ رہی ہے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیے ۔ جی امتیاز صاحب

میاں امتیاز احمد، جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اہ روز روز دی جھڑی کج کج اے اہ تسیں اک واریں کڈھ کیوں نہیں دیندے ۔ اہ جھڑا پٹرول پمپ والا رولا اے اہ تسیں دس دیو کہ بھائی تسیں لا

لیا۔ اہ دسو اور سارے لوکاں نوں پتا لگناں چاہیدا اے۔

جناب سپیکر، جی ہاں اچھی بات ہے۔ جس پٹرول پمپ کا ذکر ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ہر روز ایک نہیں کتنی ہی درخواستوں کو recommend کرتا ہوں اگر میری recommendation پر کسی کو کوئی چیز ملتی ہے تو اس کو یہ سمجھنا کہ وہ میری ہے تو اس سے بڑی حماقت اور اس سے زیادہ سادگی کوئی نہیں ہے ----- سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

میاں عمران مسعود، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، جی فرمایئے۔

میاں عمران مسعود، جناب والا! حاجی چن صاحب اخبار کی ایک خبر پڑھ کر آپ سے مخاطب ہوئے کہ سیاستدانوں پر کرپشن کے الزامات جناب والا! حاجی صاحب بڑے ایمان دار ہیں گھمن صاحب بھی بڑے پڑھے لکھے اور آپ بھی بڑے ایمان دار ہیں لیکن جس طرح آپ نے فرمایا کہ جو سیاست دان کرپٹ ہیں ان کو کرپٹ کہنا چاہیے۔ میری صرف یہ گزارش ہے کہ آئندہ جب بھی ہم اس کرپشن پر بحث کریں تو ہمیں وہ لسٹ ضرور پڑھ لینی چاہیے کہ آج کل کون کون سے سیاست دان کرپشن پر کس قدر top of the list ہیں۔ جناب والا! میں وفاقی حکومت کی بات کر رہا ہوں کہ پیپلز پارٹی کے کچھ ایم این اے ایسے ہیں جن کا نام پوری دنیا لیتی ہے کہ وہ انتہائی کرپٹ ہیں ان کو بھی مد نظر رکھا جائے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔اب آگے چلتے ہیں راجہ جاوید اخلاص صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 32 ہے۔ تشریف رکھتے ہیں----- نہیں ہیں اس لیے dispose of ہوتی ہے۔

جناب عبدالرؤف مغل، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر، نہیں تھوڑا سا کام بھی ہو جائے۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! میری ایک تحریک التوائے کار ہے میں اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، کونسی تحریک التوائے کار ہے؟

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے میری گزارش ہے کہ آپ مہربانی فرما کر

اسے نمبر ایک پر رکھ کر پیش کرنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر، کونسی سی تحریک ہے۔

جناب عبدالرؤف مغل، تحریک التوائے کار نمبر 4 ہے اسے out of turn لینے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر، میں کیسے out of turn لوں ۔ سب تحاریک التوائے کار ایک جیسی اہمیت رکھتی ہیں۔ راجہ جاوید اخلاص صاحب کی ایک اور تحریک التوائے کار نمبر 33 ہے ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! اس کا تعلق مزدور طبقے کے ساتھ ہے اس لیے آپ اسے out of turn لے لیں۔

جناب سپیکر، آپ چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے ۔ چلیے عبدالروف مغل صاحب کی تحریک کو پہلے لے لیتے ہیں۔

پاکستان سٹیل مل کی جانب سے پنجاب کے لیے "پگ آئرن" کے کوٹے میں کمی

جناب عبدالرؤف مغل، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ملک کے سب سے بڑے صوبہ پنجاب میں جس کی آبادی تقریباً سات کروڑ ہے ٹریکٹر سازی اور اس سے متعلقہ ادارے ' فونڈریز اور انجینئرنگ ورکشاپوں میں ہزاروں مزدور اس لیے بے کار ہو گئے ہیں کہ پاکستان سٹیل مل نے پنجاب کے کوٹہ کا پگ آئرن اتنا کم کر دیا ہے کہ متذکرہ اداروں کو پیداواری صلاحیت مکمل کرنا قریب قریب مشکل ہو گیا ہے ۔ کئی ادارے بند ہو چکے ہیں اور پچاس ہزار سے زائد مزدور بے روزگار ہو گئے ہیں۔ یہ سب کچھ پاکستان سٹیل مل کی طرف سے خام مال کی عدم فراہمی کے باعث ہوا ہے جسے قومی اخبارات میں بھی نمایاں طور پر شائع کیا گیا ہے اس سے صوبہ بھر کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! میں صرف اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو سٹیل مل کا مسئلہ ہے یہ

صوبائی نہیں ہے اگر یہ مسئلہ اٹھانا ہے تو نیشنل اسمبلی میں اٹھایا جا سکتا ہے۔

جناب سپیکر، متعلقہ وزیر بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر صنعت(مخدوم سید علی رضا شاہ)، جناب والا! سٹیل مل کا معاملہ وفاقی حکومت کا معاملہ ہے اور جہاں تک پنجاب سے زیادتی کا تعلق ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ بہرحال یہ وزارت پیداوار کے پاس ہے اس کا ہمارے صوبے سے نہ کوئی کوٹے کا تعلق ہے اور نہ ہی ڈیلر شپ کا تعلق ہے بلکہ کسی بھی طرح سے ہمارا اس سے تعلق نہیں ہے۔

جناب سپیکر، کیا سٹیل مل نے صوبوں کا کوئی کوٹہ مقرر کیا ہوا ہے؟

وزیر صنعت، میں نہیں سمجھتا کہ جو پہلے کوٹا تھا اس میں پنجاب کے کوٹے میں کوئی کمی آئی ہے یہ بات ناممکن ہے ۔ لیکن اگر مجھ سے کوئی proper جواب لینا ہے تو میں وزارت پیداوار سے پوچھ کر جواب دوں گا۔

جناب سپیکر، دیکھے ان باتوں کا ہمارے سیکرٹریٹ میں بھی حساب کتاب ہوتا ہے کہ کیا یہ سٹیل مل صوبے کا محکمہ ہے یا فیڈریشن کا محکمہ ہے۔ ہم بھی اسے سمجھتے ہیں کہ یہ ایک فیڈرل بات ہے لیکن اگر تو صوبے کا کوئی کوٹہ ہے تو پھر اس صورت میں اور اگر اس کو وہ کوٹہ نہیں مل رہا اس صورت میں اور مزدوروں کے بے روز گار ہونے کی صورت میں ظاہر ہے کہ صوبے کو ایک نقصان پہنچتا ہے۔اس لیے یہ بات یہاں اس interest میں سر کولیٹ کی گئی باوجود اس کے کہ سٹیل مل بظاہر صوبے سے تعلق نہیں رکھتی لیکن اگر تمام صوبوں کا کوئی کوٹہ مقرر ہے اور صوبے کو کوٹہ نہیں مل رہا تو میرا آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ از راہ کرم اس کی تحقیق کر لیجے اور اگر کوٹے میں کوئی کمی ہوئی ہے تو کوشش کیجے کہ آپ کے صوبے کو بھی مناسب کوٹہ ملے اور یہاں بے روز گاری نہ ہو۔

وزیر صنعت، جناب والا! میں اس سلسلے میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مرکز سے صوبے کے کوٹے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب سپیکر،جی چودھری فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! جب بھی کسی issue پر اسمبلی کے اندر وزیر محترم جواب دیتے

ہیں تو وہ specific جواب ہوتا ہے ۔"اگر"، شاید' یہ الفاظ "اگر" وزیر کے جواب میں شامل ہوں تو وہ جواب درست نہیں ہوا کرتا ۔ وزیر محترم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "اگر" کوئی کوٹہ ہے تو اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر صاحب کو یہاں بتانا چاہیے کہ صوبہ پنجاب کا اتنا کوٹہ مقرر تھا اور اس کوٹے کے عین مطابق صوبے کو اس کے حقوق مل رہے ہیں ۔ اس لیے یہ "اگر" والی بات نکالیں اور specific جواب دیں اور specific کے علاوہ ان کا جواب درست نہیں ہے۔

جناب سپیکر ، تشریف رکھیں ۔ وزیر موصوف کو موقع دیں جناب مخدوم علی رضا صاحب ۔

وزیرصنعت ، جناب والا میں نے بات شروع کرنے سے پہلے یہ گزارش کی تھی کہ اس کا specific جواب منسٹری آف پروڈکشن کے پاس ہے اور اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب لے کر دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر ، وزیر صاحب میں نے آپ کی بات سنی نہیں ۔

چودھری محمد فاروق ، جناب والا یہ پھر ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر جواب ضروری ہے تو میں آج جواب نہیں دے سکتا ۔ اگر ضروری ہے والی بات نہیں ہے ۔ جناب والا جب آپ کسی وزیر کو کہتے ہیں کہ اس بات کا جواب دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جواب دینا ضروری ہے کیا یہ حکومت اگر مگر پر چلے گی؟

جناب سپیکر ، نہیں آپ فکر نہ کریں ۔ آپ بھی اس حکومت کا حصہ ہیں اور حصہ رہے ہیں ۔ ایک منٹ آپ تشریف رکھیں میں وزیر صاحب سے پوچھ لوں کہ انہوں نے کہا کیا ہے ' میں سن نہیں سکا ۔

وزیرصنعت ، جناب والا میں نے یہ کہا ہے کہ سٹیل مل کے مکمل اختیارات فیڈرل گورنمنٹ کے پاس ہیں اور اگر یہ چاہیں تو میں تحقیق کر کے جا سکتا ہوں ۔ لہذا میں کنفرم جواب اس وقت نہیں دے سکتا کیونکہ اس کا صوبائی وزارت سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔

جناب سپیکر ، وزیر صاحب میری بات سنیے ' محترم مخدوم علی رضا صاحب میری بات سنیے ' میں نے یہ کہا تھا کہ یہ بات تو میرے سیکرٹریٹ کو بھی معلوم ہے کہ پاکستان سٹیل مل کو صوبہ نہیں بلکہ فیڈریشن یا فیڈرل گورنمنٹ run کرتی ہے ' اور یہ ان کے ماتحت ہے لیکن اگر انہوں نے صوبوں کا کوٹہ مقرر کیا

ہوا ہے اور وہ نہیں مل رہا تو پھر پنجاب حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ہاؤس کو بتائے کہ بھائی اتنا کوٹہ تھا اور وہ کوٹہ ہمیں مل رہا ہے اور اگر نہیں مل رہا تو ہم کوشش کر رہے ہیں' یا پھر کوٹہ سرے سے ہے ہی نہیں ۔ آپ کے جواب سے یہ پتا چلتا ہے کہ آپ کو یکی طرح سے یہ معلوم نہیں ہے کہ کوٹہ ہے بھی یا نہیں ۔

وزیر صنعت ، درست ہے ۔

جناب سپیکر ، جب کوئی تحریک التوائے کار آتی ہے تو ہونا یہ چاہیے کہ اس کے بارے میں متعلقہ محکمے پوری معلومات لے کر جائیں ۔ میں اس تحریک التوائے کار کو آپ کے جواب تک کے لیے pend کرتا ہوں اور آپ اس کا جواب ہاؤس میں دیجیے گا۔

وزیر صنعت ، مہربانی ۔

جناب سپیکر ، اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے ۔

میاں عبدالستار ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا یہ تحریک التوائے کار .....

جناب سپیکر ، تحریک التوائے کار اب ختم ہو گئی ہیں اور اس کا وقت بھی ختم ہو گیا۔ اس پر بحث نہیں ہو سکتی ۔

میاں عبدالستار ، جناب والا منسٹری پر جو لاکھوں روپیہ خرچ ہو رہا ہے ....

جناب سپیکر ، نہیں اس پر بھی بحث نہیں ہو سکتی ۔ یہ بحث اب ختم ہو گئی ۔ میاں مناظر علی رانجھا ۔

مجلس برائے استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

میاں مناظر علی رانجھا ، جناب سپیکر میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ تحریک استحقاق نمبر 1 پیش کردہ جناب ارشد عمران سلہری ایم پی اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30-04-96 تک توسیع کر دی جائے "

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"کہ تحریک استحقاق نمبر 1 پیش کردہ جناب ارشد عمران سلہری ایم پی اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30-04-96 تک توسیع کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں مناظر علی رانجھا، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں،

"کہ تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ جناب حاجی عبدالرزاق ایم پی اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30-4-96 تک توسیع کر دی جائے"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے،

"تحریک استحقاق نمبر 2 پیش کردہ حاجی عبدالرزاق ایم پی اے کے بارے میں استحقاق کمیٹی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30-4-96 تک توسیع کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

اراکین اسمبلی کی رخصت

جناب سپیکر، اب اراکین کی رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔

بادشاہ میر خان آفریدی

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست بادشاہ میر خان آفریدی رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

"گزارش ہے کہ میں بوجہ بیماری مورخہ 14-03-96 کو اجلاس میں حاضر نہ ہو سکا۔ لہذا رخصت منظور فرمائی جائے"۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری محمد اقبال

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست چودھری محمد اقبال رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

"میں اپنی والدہ ماجدہ کے اچانک انتقال فرما جانے کی وجہ سے 7 تاریخ بروز جمعرات سے 14 تاریخ جمعرات تک اجلاس کی کارروائی میں حصہ نہیں لے سکا۔ براہ مہربانی مجھے اس ہفتے کی رخصت عنایت فرمائی جائے"۔

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب ٹکا محمد اقبال خان

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ٹکا محمد اقبال خان رکن، صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

I am not feeling well. My absence from the House may please be excused for today.

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

میاں شہباز شریف

سیکرٹری اسمبلی، مندرجہ ذیل درخواست جناب ذوالفقار علی خان کھوسہ، رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے:

"Mian Shahbaz Sharif has been obtained by the present Government and is in jail since his arrival in Lahore Pakistant.

As such, he is not, and has not been able to attend any session of this Ausgust House. As such, his absence since his arrest up to his release may please be condoned."

جناب سپیکر، اب سوال یہ ہے "کہ مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

پنجاب پبلک سروس کمشن کی سالانہ رپورٹ بابت 1993ء پر بحث

جناب سپیکر، اب پنجاب پبلک سروس کمشن کی سالانہ رپورٹ برائے 1993ء پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ جو اراکین اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں مجھے اپنے نام بھجوا دیں۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! اس سے پہلے میں جناب سے گزارش کرنا چاہوں گا کہ پچھلا اجلاس جس کو حکومت نے طلب کیا تھا اور اس کے متعلق آپ کے چیمبر میں یہ طے ہوا تھا جس میں ہمارے کچھ ساتھی بھی گئے تھے اور حکومت کی طرف سے وزیر قانون بھی موجود تھے جس میں ایجنڈے کے بارے میں طے ہوا تھا اور یہ بھی طے ہوا تھا کہ کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا جائے گا۔ اس ایجنڈے کی ایک آئٹم انتخابی اصلاحات کے بارے میں آپ کی موجودگی میں طے ہوئی تھی کہ اس پر بحث ہو گی۔ جس کے تحت ایجنڈے میں انتخابی اصلاحات کی آئٹم شامل کی گئی اور اس کے بعد جس دن اس پر بحث ہونا تھی ایک حکومتی رکن نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا اور خلاف ورزی کی گئی اور وہ اجلاس بغیر کسی بحث کے ملتوی ہو گیا۔ انتخابی اصلاحات والی آئٹم جس کو آپ کی صدارت میں متفقہ طور پر منظور کیا گیا تھا اس پر بحث نہیں کی گئی، چنانچہ اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے اجلاس کے لیے دوبارہ ریکوزیشن دی۔ ایجنڈا طے کرنے کے لیے ہماری طرف سے ساتھی آپ کے کمرے میں انتظار کرتے رہے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی بھی ساتھی ایجنڈا طے کرنے کے لیے نہیں آیا۔ اس کے بعد ازخود ہی حکومت کی طرف سے ایک ایجنڈا جاری کر دیا گیا اور جس میں ہماری وہ آئٹم جس کو پہلے متفقہ طور پر طے کیا گیا تھا موجودہ اجلاس کے ایجنڈے میں شامل نہیں کی گئی اور اپنی طرف سے ایک ایسی آئٹم شامل کر دی جس کے بارے میں ہم نے اپنی ریکوزیشن میں ذکر تک نہیں کیا۔ یہ سراسر زیادتی ہے اور ہم اس میں پارٹی نہیں بننا چاہتے، کیونکہ ایک چیز جو آپ کی موجودگی میں طے ہوتی ہے .....

جناب سپیکر، لیکن وہ گزشتہ اجلاس سے تعلق رکھتی تھی اس اجلاس سے اس کا کوئی تعلق نہیں .....

چودھری پرویز الہیٰ : لیکن اس پر انہوں نے عمل نہیں کیا ۔ ان کے رکن نے کورم کیوں پوائنٹ آؤٹ کیا؟

جناب سپیکر : اس سے پہلے آپ کے اراکین نے دو مرتبہ کورم پوائنٹ آؤٹ کیا۔

چودھری پرویز الہیٰ : نہیں۔ بالکل نہیں کیا۔

جناب سپیکر : یہ بات ریکارڈ پر ہے ۔

چودھری پرویز الہیٰ : اور اس کے بعد ہم نے اجلاس کے لیے جو ریکوزیشن دی اس میں ہم نے نمبر ایک پر انتخابی اصلاحات کی آئٹم رکھی جسے انہوں نے بالکل تسلیم نہیں کیا اور از خود ایک ایجنڈا جاری کر دیا۔

جناب سپیکر : وزیر قانون سے پوچھتے ہیں۔ ان کا اس بارے میں کیا موقف ہے؟ گزشتہ اجلاس کے بارے میں قائد حزب اختلاف نے کورم کے بارے میں بات کی ہے۔ اس اجلاس کے ایجنڈے کے بارے میں بھی بات کی ہے ۔

وزیر قانون : جناب والا! چونکہ کورم کے بارے میں بات ہو رہی ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ کورم کے متعلق دو دفعہ جناب بادشاہ خان آفریدی نے اس وقت پوائنٹ آؤٹ کیا جب میں امن عامہ پر بحث کا جواب دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر اعجاز صاحب نے بھی کورم پوائنٹ آؤٹ کیا اور آخری دن ہمارے ایک ممبر نے جس کے ساتھ کوئی ایسا صلاح مشورہ نہیں تھا اور آپ بھی جانتے ہیں کہ ہم اس سلسلے میں ممبران کو اکٹھا کرتے رہے آپ نے بھی پورا وقت دیا پندرہ منٹ کی بجائے آدھا گھنٹہ دیا ...

جناب سپیکر : آدھا گھنٹہ دیا....

وزیر قانون : آدھا گھنٹہ دیا اور پھر میں یہ کہوں گا کہ آپ نے لبرل ہو کر گنتی میں بھی پانچ دس منٹ لگائے تاکہ اس طرح ممبران پورے ہو جائیں اور ہم نے .....

میاں فضل حق : پوائنٹ آف آرڈر ۔

وزیر قانون ، اب میں بات کر رہا ہوں ۔

جناب سپیکر ، نہیں۔ میاں فضل حق ایسے نہ کریں ان کی بات ختم ہونے دیں ۔

وزیر قانون ، جناب والا! بات یہ ہے کہ حزب اختلاف کے ممبران میں صرف الزام لگانے کی عادت ہے بات سننے کی سکت نہیں ہے ۔ بات یہ ہے کہ اس دن کورم پوائنٹ آؤٹ ہوا لیکن چونکہ ایک بات ہو چکی تھی اس لیے ہم نے پوری کوشش کی کہ کورم نہ ٹوٹے ۔ دوسری بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ رول 24 دیکھیں یہ Arrangement of Business.- کے بارے میں ہے۔ یہ گورنمنٹ پارٹی کا حق ہوتا ہے۔

The Secretary shall arrange government business in such order as the Minister for Law and Parliamentry Affairs or, in his absence, any other Minister may intimate, on behalf of the government.

اپوزیشن کے کہنے پر کبھی ایجنڈا نہیں بنتا۔ یہ تو صرف ہمارا ہی ایک طریقہ کار تھا ' ہم نے accommodate کرنے کے لیے سیشن بلایا۔ اور اس کے لیے جتنے دن تھے وہ اپوزیشن کو دیے۔ اور ان سے کہا کہ آپ ایجنڈا لے آئیں۔ یہ کوئی قانون نہیں ہے۔ یہ ان کا حق نہیں ہے۔ یہ صرف ہماری طرف سے ان کو ایک پیشکش تھی اور وہ اگر اس کو حق سمجھتے ہیں تو یہ بات غلط ہے۔ آج بھی ایجنڈا دینا گورنمنٹ کا حق ہے۔ یہ جب بھی ریکوزیشن پر اجلاس کریں گے تو حق پھر بھی گورنمنٹ کا ہے کہ وہ ایجنڈا طے کرے۔ یہ اپوزیشن کا حق نہیں ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے۔

قائد حزب اختلاف (چودھری پرویز الٰہی)، جناب والا! میں نے تو وعدہ خلافی کی بات کی ہے کہ جو وعدہ ہوا تھا اس کی انھوں نے خلاف ورزی کی ہے۔

وزیر قانون، ہم نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ ہم نے پورے دس دن تک اجلاس چلایا۔

قائد حزب اختلاف، جناب والا! یہ سلسلہ تو پھر چلتا رہے گا۔ اگر انھوں نے افہام و تفہیم سے کام نہیں چلانا ' یہ انھوں نے طے کر لیا ہے۔ نہیں چلانا تو یہ ان کی صوابدید پر ہوگا۔ مگر ہم آج پھر

ریکوزیشن کریں گے۔ ہمارا اگر آپ right ڈسکس نہیں کریں گے تو ہم ہر روز ریکوزیشن کرتے رہیں گے اور اس وقت تک کرتے رہیں گے جب تک کہ آپ انتخابی اصلاحات کو ڈسکس نہیں کرتے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

MIAN FAZAL-I-HAQ: Sir, I am on a point of order.

جناب سپیکر، جی میاں فضل حق!

میاں فضل حق، جناب والا! میں آپ کو اسی دن پر واپس لے چلتا ہوں جس دن آپ نے اس ہاؤس کو prorogue کیا۔ اس وقت جس وقت counting کا مسئلہ آیا۔ وہ تو allow یہ کرتا ہے کہ پندرہ منٹ کے بعد آپ نے لازمی آدھا گھنٹہ دینا ہی ہوتا ہے۔ وہ آپ نے ہمارے سر پر کوئی احسان نہیں کیا۔ بلکہ وہ ایک طریقہ کار بنا ہوا تھا۔ جس وقت counting ہو رہی تھی اس وقت ہمارے ممبران کی تعداد کچھ کم تھی۔ ادھر سے وہ ویسے ہی بھاگ گئے ہوئے تھے۔ جو انھوں نے طریقہ کار بنایا ہوا تھا۔ اب آپ کا جو اس میں کردار ہے میں معذرت کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں اس وقت جو بات ہمارے نوٹس میں آئی۔ سیکرٹری صاحب یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ جس وقت counting ہوئی ۔ آپ نے counting کے لیے کہا۔ انھوں نے counting کو announce ہی نہیں کیا۔ مگر ہم آپ کو کہتے رہے کہ جناب ممبران پورے ہو چکے ہیں۔ پہلے کئی دفعہ ایسا ہوا جب ہم اعتراض کرتے ہیں تو آپ اجازت دیتے ہیں کہ دوبارہ counting کی جائے۔ دوبارہ اس پر پانچ منٹ لگتے تھے اس پر counting ہو سکتی تھی۔ لیکن نہ تو سیکرٹری صاحب کی طرف سے counting announce کی گئی اور نہ ہی انھوں نے ہمیں بتایا کہ کتنے ممبران ہیں اور ہم آپ سے کہتے رہے کہ بندے پورے ہو گئے ہوئے ہیں۔ صرف اس لیے کہ حکومت اس topic کو یہاں ہاؤس میں نہیں لانا چاہتی تھی اور آپ نے اس گورنمنٹ کی پوری مدد کی۔ I am sorry to say that۔ میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ بعض اوقات آپ تیز ہو جاتے ہیں اور آج بھی میں اس delegation میں تھا اس لیے میں نہیں پہنچ سکا۔ لیکن نہ لاء منسٹر، نہ پارلیمانی امور کے وزیر آپ کے ساتھ میٹنگ میں آئے جس وقت ایجنڈا discuss کرنا تھا۔ انھوں نے یہ refer کیا کہ یہ تو لاء ہی نہیں ہے۔ یہ طریقہ کار ہی نہیں ہے۔ یہ prerogative گورنمنٹ کا کیسے ہے؟ ریکوزیشن تو ہم کرتے ہیں کہ یہ

topic لایا جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب ہم بھی ریکوزیشن کریں گے جیسے کہ لیڈر آف دی ہاؤس نے کہا کہ جو ہم پوائنٹ لائیں گے یہ اس کو نہیں اٹھائیں گے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔

وزیر پارلیمانی امور (جناب محمود اختر گھمن)، جناب سپیکر! جہاں تک ہمارے اس اجلاس میں حاضر ہونے کا تعلق ہے۔ ہمارے اپوزیشن کے ایک فاضل بھائی کی ہمشیرہ کی شادی تھی۔ چونکہ وہ میرے ضلع سے تھے اور ہمارے لیے وہ بہت اہم تھے ہمیں ادھر حاضر ہونا پڑ گیا تھا اس لیے ہم مورخہ 19-03-1996 کو یہاں حاضر نہیں ہو سکے تھے۔ یہاں سے ہماری عمداً کوئی غیر حاضری نہیں تھی۔ میاں صاحب کے علم میں یہ بات میں لانا چاہتا ہوں۔ ثاقب خورشید صاحب اپوزیشن کے سید تابش الوری صاحب موجود ہیں جو ہمارے ساتھ ادھر ہی تھے۔اس میں ہماری کوئی willful absence نہیں تھی۔ ہمارا رویہ تو جناب والا کے سامنے ہے۔ پچھلا اجلاس ہم نے طلب کیا تھا۔ میرا مطلب ہے کہ ان کا یہ طریقہ کار دیکھیں۔ یہ بڑے پارلیمنٹیرین بنتے ہیں۔ ہم تو نئے ہیں دیہاتوں سے زمینوں سے محنت کشوں کے بیٹے ادھر پہنچے ہیں۔ یہ ہمیں گوارہ کریں، ہمیں یہ برداشت کریں۔

جناب سعید اکبر خان، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ میں نے انھیں فلور دیا ہے بات کرنے کے لیے۔

وزیر پارلیمانی امور، میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ہم اپوزیشن والے ساتھیوں کا نہایت ادب و احترام کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ یہاں کی فضا بہت اچھی ہو، پیار، محبت کی ہو۔ اور ملک پاکستان کے، پنجاب کے معاملات یہاں پر discuss ہوں۔ اور اس پنجاب کی بہتری کی کوئی صورت نکلے۔ ہم اسی لیے اس بات کے خواہاں ہیں۔ جناب نے اجلاس بلوایا اور پچھلے اجلاس کا جو بھی ایجنڈا تھا اپوزیشن والے قابل احترام ساتھی موجود ہیں۔ جیسے انھوں نے کہا جو جو تاریخیں انھوں نے مقرر کیں اس کے مطابق ہم نے معاملہ طے کیا۔ جہاں تک کورم کی نشان دہی کا پوائنٹ تھا۔ میرے فاضل دوست بادشاہ خان آفریدی موجود ہیں آپ کے سامنے انھوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا اور ہمارے ایک ساتھی نے بھی پوائنٹ آؤٹ کیا۔ لیکن ہم نے اس کو appreciate نہیں کیا۔ ہم تو اب بھی نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتے

ہیں کہ آئیں مل جل کر پیار محبت سے اس ایوان کو چلائیں۔ اس کی ساکھ جو کھوئی جا رہی ہے اس کو بحال کریں۔ اس کو مزید عظیم تر ایوان بنائیں۔

جناب سپیکر، بجا ہے۔ مہربانی۔ (قطع کلامیاں) نہیں میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد دیکھیں گے۔ دیکھیں یہ بات واضح ہے۔ (قطع کلامیاں) نہیں ایک سیکنڈ۔ یہ سب سے ضروری ہے۔ میرے بعد آپ بات کیجئے۔

جناب سعید اکبر خان، جناب والا! گزارش یہ ہے کہ اس ایوان کے تقدس کو ہم نے ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔ یہاں پر ایک طریقہ کار چل پڑا ہے کہ کوئی ممبر بولنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ اگر اس کے بولنے پر اعتراض ہے اور اس کے نکتے پر اعتراض ہے تو ہزار دفعہ اعتراض کریں۔ مگر اس کی ذات پر attack کرنا یہ کہاں کی شرافت ہے؟

جناب سپیکر، یہ بہت غلط بات ہے۔ یہ غیر پارلیمانی روایت ہے۔

جناب سعید اکبر خان، میں اس پر احتجاجاً اپنے ہاؤس سے یہ گزارش کروں گا کہ اگر میں کوئی بات کرتا ہوں اور اس پر کسی کو کوئی اختلاف ہے تو اس پر وہ جتنے بھی comments دیں یہ ان کا حق ہے۔ کسی کی ذات پر، اس کی شکل پر اس کے لباس پر hit کرنا درست نہیں۔ میں یہ گزارش کروں گا آئندہ اس چیز کا احساس کیا جائے۔

جناب سپیکر، ابھی ایک چھوٹا سا فیصلہ کرتے ہیں۔ آپ دوست دیانت داری سے خود ہی بتائیے کہ ابھی یہ کن صاحب نے چیخ ماری ہے؟ چلیے ابھی پتہ چل جاتا ہے کتنے سچے لوگ بیٹھے ہیں۔ جس صاحب نے یہ مہربانی کی ہے ازراہ کرم وہ ہاؤس سے باہر تشریف لے جائیں۔ اس مرحلہ پر کوئی معزز ممبر ہاؤس سے باہر نہیں گیا) یہ اخلاقی جرأت ہے۔ آپ فکر نہ کریں میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ بات ٹھیک نہیں جنجوعہ صاحب! آپ تو قاعدے قانون کے پابند ہیں۔ میری بات سنیئے۔ جب بھی requisition دی جاتی ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ دونوں اطراف کو بلاؤں اور باہم مشورے سے ایجنڈا طے ہو۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اپوزیشن نے کہا کہ ہم حکومت کے ساتھ بیٹھ کر بات کرنے کے لیے تیار نہیں۔ گورنمنٹ آئی ہے اپوزیشن نہیں آئی۔ اس مرتبہ اپوزیشن والے دوست تشریف لائے تو گورنمنٹ والے تشریف نہیں

لائے۔ اگر آپ کو یہ right ہے کہ کبھی کبھی آپ نہ آیا کریں تو شاید انھیں بھی یہ right ہے کہ وہ بھی کبھی کبھی نہ آیا کریں۔ اس کے باوجود میرا فرض ہے کہ جو ایجنڈا آپ چاہتے ہیں کہ زیر بحث آئے اور اسے گورنمنٹ کے لوگوں تک پہنچاؤں۔ لیکن جو رولز آف پروسیجرز ہیں اس کے تحت یہ prerogative حکومت کا ہے کہ ایجنڈا کیا ہوگا۔ صرف جو پرائیویٹ ممبرز ڈے ہے اس پر پرائیویٹ ممبرز کا ایجنڈا لانا ان کا استحقاق ہے۔ باقی ایجنڈا طے کرنا حکومت کا استحقاق ہے۔ آپ دیکھیے کہ اس استحقاق کو کئی دفعہ ہم بدل بھی دیتے ہیں مثلاً پچھلی دفعہ میری زیر صدارت اپوزیشن اور حکومتی پارٹی کی جو میٹنگ ہوئی اس میں دس دن کے اجلاس کا ایجنڈا طے ہوا۔ گورنمنٹ نے اپنے لیے ایک دن مخصوص کرنا چاہا جو اس نے بعد میں نہیں لیا۔ جتنے دن بھی ہاؤس چلا' دو دن چلا' چار دن چلا' چھ دن چلا یا آٹھ دن چلا ان دس دنوں میں سے یہ زیر بحث نہیں ہے اس میں ایک منٹ کے لیے بھی گورنمنٹ کا ایجنڈا زیر بحث نہیں آیا۔ وہی items آئیں جو اپوزیشن نے چاہی تھیں۔ جتنی بھی ان پر بات ہوسکی ہوئی اگر کوئی رہ گئی ہو تو وہ اور بات ہے۔ لیکن جتنی دیر بات ہوئی وہ اپوزیشن کے ایجنڈے پر بات ہوئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ حکومت صرف اور صرف اپنا ہی ایجنڈا لاتی ہے وہ کبھی آپ کو بھی accommodate کرتی ہے۔ بہت سی مرتبہ جب ہماری آپس میں اکٹھی میٹنگ ہوتی ہے تو ہم بیچ میں اپوزیشن کے ایجنڈے کو شامل کرتے ہیں۔ لیکن prerogative ان کا ہے۔ اس لیے یہ قاعدہ ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے محترم میاں فضل حق نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ "ہم پر کوئی احسان ہے"۔ جناب میں تو دس منٹ کے لیے بھی ہاؤس adjourn کرسکتا تھا' پندرہ منٹ کے لیے بھی اور بیس منٹ کے لیے بھی کرسکتا تھا۔ لیکن اگر میں maximum وقت کے لیے adjourn کرتا ہوں تو ظاہر ہے۔ اگر دوست آسکتے ہیں یا آپ دوستوں کو بلا سکتے ہیں تو بلا لیجیے احسان تو نہیں ہے۔ لیکن کیا دس منٹ میں اور تیس منٹ میں آپ کوئی فرق نہیں دیکھتے؟ ہر مرتبہ یہ شکر گزاری نہ ہونا جو چیز آپ کی حمایت میں ہو جائے وہ تو آپ کا حق ہے۔ جو چیز آپ کی حمایت میں نہ ہو وہ خواہ کتنی ہی رولز کے مطابق ہو وہ ناحق ہے۔ میاں فضل حق صاحب کبھی اس حق کو بھی آپ صحیح طور پر پہچانیے۔ آپ نے یہ بڑی آسانی سے الزام لگا دیا کہ سپیکر صاحب نے جو فیصلہ ہاؤس میں دیا' سیکرٹری صاحب نے ہاؤس میں گنتی نہیں کی تھی۔ انھوں نے باقاعدہ گنتی کی 54 آدمی اس وقت موجود تھے۔ سارے پریس نے 54

لکھا ہے۔ اس وقت سب نے گنا' میں بھی اس وقت اپنی آنکھوں سے جن پر عینک بھی چڑھی ہوئی ہے۔ میں بھی اس وقت گنتا رہتا ہوں۔ یہ کہنا کہ وہ اپنا بیان پڑھتے چلے گئے اور انھوں نے توجہ نہیں دی۔ ایک سطر پڑھنے میں کتنی دیر لگتی ہے ' اور اتنا بھی میں ان پڑھ یا روانی سے محروم آدمی نہیں ہوں کہ یہ سطر پڑھنے میں مجھے گھنٹے لگ جائیں۔ آپ شور مچاتے رہیں اور وہ سطر ختم نہ ہو وہ چلتی چلی جائے اور میں پڑھتا چلا جاؤں۔ میں کوئی رولنگ دے رہا تھا؟ میں نے اتنی بات کہنی تھی کہ میں حنیف رامے اس اجلاس کو برخاست کرتا ہوں۔ اس میں کتنی دیر لگتی ہے۔ یہ جو آپ aspersions اپنے ہی ہاؤس پر اپنے ہی سپیکر پر لگاتے ہیں۔ خدارا کبھی سوچا کیجیے کہ اس سے آپ کو کیا حاصل ہوتا ہے۔ اب ہم آگے چلتے ہیں اور پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 1993ء پر بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ جی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! ابھی آپ نے اپنی اس وضاحت میں ایک پہلو کا ذکر کیا ہے۔ اس پر میں اپنی personal explanation کے طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے کہا کہ کبھی اپوزیشن کے حضرات ایجنڈا discuss کرنے نہیں آتے اور کبھی گورنمنٹ کے حضرات نہیں آتے! جناب اس میں بڑی وضاحت ہے کہ ہم نے اس وقت ایجنڈا discuss کرنے سے بائیکاٹ کیا ہوا تھا جب ہمارے ساتھیوں پر جیلیں ' قید ' پرچے اور یہ کارروائیاں حکومت کی طرف سے جاری تھیں۔ وہ اس اسمبلی کی ابتدا میں تھا۔ جناب والا! جب سے آپ نے اپنے چیمبر میں بلا کر گارنٹی دی تھی۔ کہ آپ کے حقوق محفوظ کیے جائیں گے اور آپ کی بات سنی جائے گی۔ اس کے بعد آج تک ہم کسی ایجنڈا کی میٹنگ میں غیر حاضر نہیں رہے۔ جناب سپیکر! ایجنڈے کی میٹنگ میں بلانے کا مقصد کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ افہام و تفہیم سے معاملات ایجنڈے میں رکھے جائیں۔ یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ prerogative گورنمنٹ کا ہے کہ ایجنڈا منظور کرے۔ جناب والا! اس صورت میں آپ ہمیں دعوت ہی نہ دیا کریں۔ ہمارے بلانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ اپنا ایجنڈا آپ کے ذریعے announce کر دیں گے۔

جناب سپیکر، لیکن میرے بلانے کا فائدہ تو پچھلے اجلاس کی حد تک ہے اب میں نے مثال اسی لیے

دی کہ آپ آئے ، میں نے بلایا۔ گورنمنٹ نے اجلاس بلایا تھا۔ اس آنے کا فائدہ یہ ہوا کہ آپ کے ایجنڈے کے مطابق کئی باتیں اس میں شامل کی گئیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب سپیکر! اگر آپ مجھے مہلت دیں گے تو میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ جیسا کہ چودھری پرویز الٰہی قائد حزب اختلاف کہہ گئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ افہام و تفہیم سے یہ اسمبلی چلائی جائے۔ اگر انھوں نے اس آٹھ دس روزہ اجلاس میں ہمارا ایجنڈا رکھا تھا تو ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی بزنس نہیں تھا۔ ہم نے قطعاً منع نہیں کیا کہ یہ اپنا بزنس نہ لائیں۔ لاء منسٹر صاحب سے بات ہوئی اور انھوں نے کہا کہ ایک دن ہم نے اپنا رکھا ہے۔ اگر ہمارا بزنس ہو گا تو لائیں گے نہیں تو وہ دن بھی ہمیں دے دیں گے۔ یہ ان کے الفاظ تھے۔ اچھا ہوا کہ وہ دن بھی ہمیں مل گیا۔ لیکن اگر آئندہ انھوں نے ہم پر یہی رعب رکھنا ہے کہ ہم جو ایجنڈا رکھیں گے۔ یہ ہمارا prerogative ہے۔ پھر جناب سپیکر! آپ ہمیں دعوت نہ دیا کریں۔

جناب سپیکر: نہیں یہ ایسا نہیں کریں گے۔ باہم افہام و تفہیم ہی سے ہو گا۔ ان کی نیت بھی یہی ہے۔

وزیر قانون: ہم پہلے دن سے افہام و تفہیم سے چلنا چاہتے ہیں ، اور چل رہے ہیں۔ سارا جہان جانتا ہے کہ ہم افہام و تفہیم سے چل رہے ہیں۔ صرف اس دفعہ جب گورنمنٹ اور اپوزیشن کی میٹنگ ہوئی تھی۔ میں نے آپ سے پہلے معذرت کر لی تھی کہ اس دن عاقب خورشید صاحب کی ہمشیرہ کی شادی پر جانا تھا۔ اتفاق سے ایسی مصروفیت بنی کہ میں وہاں پر بھی نہیں جا سکا۔ وہ اس لیے نہیں تھا کہ ہم افہام و تفہیم سے چلنا نہیں چاہتے۔ باوجود اس کے کہ ہمیں یہ reservation ضرور تھی کہ اسی دن اجلاس بلا لیا گیا۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں آپ کی طبیعت سے تو یہ واقف ہیں۔ کھوسہ صاحب بات کر رہے ہیں۔ ان کے بعد جنجوعہ صاحب کی باری ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: ابھی جو میاں افضل حیات صاحب نے وضاحت کی ہے۔ میں اس کی تو بات ہی نہیں کر رہا۔ ان کا ایک دن نہ آنا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ آپ نے یہ ذمہ داری اٹھائی تھی کہ

میں آپ کا یہ ایجنڈا یا آپ کی آئیٹم سے ان کو آگاہ کر دوں گا۔ اس کے جواب میں ہمیں وزیر پارلیمانی امور فرماتے ہیں کہ یہ ہمارا استحقاق ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ کسی وجہ سے ہم آپ کے ایجنڈے کو شامل نہ کر سکے۔ انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ہماری مرضی ہے۔ اگر مرضی سے انھوں نے چلانا ہے تو پھر چلا لیں۔ میں اس کی وضاحت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، انھوں نے وضاحت کی ہے۔ان کی نیت افہام و تفہیم کی ہی ہے۔

وزیر پارلیمانی امور، میں نے پہلے بھی نہایت ادب سے گزارش کی تھی اور اب بھی میں نہایت ادب و احترام سے عرض کرتا ہوں کہ ہم بہت صاف دل کے بندے ہیں اور بڑے ادب سے کہتے ہیں۔ کہ افہام و تفہیم سے چلائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ یہاں کا ماحول یہاں کے معاملات بہتر سے بہتر ہوتے جائیں گے۔

جناب سپیکر، بہت اچھا۔ جنجوعہ صاحب۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! میں نکتہ اعتراض پر سعید اکبر خان صاحب کی کہی ہوئی بات آگے بڑھانا چاہتا ہوں۔ قواعد وانضباط کار پنجاب اسمبلی کے حوالے سے کہ جناب والا یہاں پر یہ قواعد، یہ قوانین اور ملک کا آئین ہمیں اس بات کا حق دیتا ہے کہ یہاں پر بحیثیت رکن ہمیں اسمبلی میں بیٹھنے کا حق ہے۔ لیکن ساتھ ہی قانون اور قواعد ہمیں یہاں پر بیٹھنے کے آداب کا بھی پابند کرتا ہے۔ میں قاعدہ نمبر 197(8) کا حوالہ دوں گا کہ قواعد انضباط کار نے ہم پر یہ قدغن لگا دی ہے کہ جب ہم اسمبلی میں اپنی نشست پر بیٹھے ہوں تو ہمیں کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔ جناب والا! کوئی رکن جب اسمبلی کی نشست پر بیٹھا ہو گا تو وہ کارروائی میں رکاوٹ پیدا نہیں کرے گا۔ ناپسندیدگی کے اظہار کے طور پر "سی سی" کی آوازیں نہیں نکالے گا۔ اور نہ مداخلت ہی کرے گا۔ اور جب ایوان میں تقاریر جاری ہوں تو رواں تبصرہ کرنے سے گریز کرے گا۔ جناب والا! ہر ایک انسان کی عزت نفس اور یہاں پر جو لوگ منتخب ہو کر آئے ہیں۔ پنجاب کے بڑے صاف ستھرے کریم النفس اور بڑے شریف لوگ ہیں۔ لیکن یہاں پر ایک دوسرے کی عزت نفس کو کچلنے کے مختلف طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں۔ خصوصاً میں کافی دنوں سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ جب ہمارے محترم وزیر قانون اور پارلیمانی امور بات کرنے کے

لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارے اپوزیشن کے ارکان ان کے متعلق انتہائی گھٹیا قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ میں ان قواعد انضباط کار کے حوالے سے آپ کی رولنگ چاہتا ہوں ۔ تا کہ آئندہ کسی آدمی کو یہ جرأت نہ ہو کہ وہ کسی بھی رکن کے خلاف خواہ اس کا تعلق اپوزیشن کے ساتھ ہو' خواہ اس کا تعلق گورنمنٹ پارٹی کے ساتھ ہو اس قسم کے الفاظ اختیار کر سکے۔

جناب سپیکر، میری رولنگ واضح ہے کہ جو رولز میں طے ہے اس کے مطابق عمل ہونا چاہیے اور کسی بھی دوست کو ایسی غیر پارلیمانی آوازیں یا حرکتیں نہیں کرنی چاہییں ۔ جس سے کسی کی بھی عزت نفس مجروح ہوتی ہو یا اسمبلی کی کارروائی میں رکاوٹ پڑتی ہو۔ جی سعید اکبر صاحب۔

جناب سعید اکبر خان، سر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ شاید آج یہ اجلاس ختم ہو جائے گا۔ اور جو طریق کار میں یہاں دیکھ رہا ہوں کہ یہ ہاؤس بڑے پیار اور محبت سے دونوں اطراف سے چلنا چاہیے' اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر چلنا چاہیے۔ مجھے اس بات کا بھی احساس ہے کہ ایک دن کے اجلاس پر ہمارے اوپر کتنا خرچہ ہوتا ہے۔ میری یہ request ہے ۔ ہاؤس کے دونوں اطراف کے ممبران سے کہ اگر کسی مسئلے کو انا کا مسئلہ بنایا گیا تو پھر اپوزیشن نے روزانہ ریکوزیشن دینی ہے اور پھر ہر ہفتے کے بعد ایک دن اجلاس ہونا ہے ۔ اس ایک دن کے اجلاس کے لیے ہمیں سات دن کے اخراجات ملتے ہیں۔ اور اس پر اتنے بڑے اخراجات ہماری قوم کے سر پر آتے ہیں ' کندھوں پر آتے ہیں ۔ میری وزیر قانون اور پارلیمانی امور اور قائد حزب اختلاف سے یہ request ہے کہ اس ہاؤس کو اتفاق کے ساتھ چلائیں۔ تا کہ ریکوزیشن کی ضرورت نہ پڑے۔اس میں کوئی اختلافات یا اپنے اپنے اختیارات کے مان پر اس ہاؤس کو نہ چلایا جائے ۔ یہ اس ہاؤس کی روایت ہے کہ اس ہاؤس کو متفقہ طور پر چلایا جاتا ہے۔ دونوں اطراف ایک دوسرے کو اعتماد میں لے کر چلایا کرتے ہیں۔ تو میری یہ اپیل ہے' تمام اطراف سے' کہ اس کو بہترین ہاؤس کے طور پر چلایا جائے۔ اگر اپوزیشن کا کوئی ایجنڈا ہے اس کو بھی لایا جائے۔ اگر گورنمنٹ کا کوئی ایجنڈا ہے اس کو بھی لایا جائے اور requsition سے اس ہاؤس کو بچایا جائے۔ ضرورت کے مطابق اس ہاؤس کا سیشن بلوایا جائے تا کہ اس ہاؤس کی کار کردگی بہتر ہو۔ میری یہی request ہے۔

جناب سپیکر، سعید اکبر خان صاحب کی طرف سے یہ ایک اہم بات کی گئی ہے۔ اور چونکہ اسی موضوع

پر پہلے بھی یہاں بحث ہوئی اور یہ طے پایا کہ یہ requisition کی ضرورت کیوں پڑتی ہے۔ Constitution میں اس کی provision موجود تھی۔ وصی ظفر صاحب نے یہ پوائنٹ بھی یہاں raise کیا کہ اس کو misuse کیا جا رہا ہے۔ لیکن ایک صورت حال یہ بھی سامنے آئی کہ سات مہینے تک گورنمنٹ نے اپنی طرف سے کوئی اجلاس نہیں بلایا' requisition پر ہی اجلاس چل رہے ہیں۔ اور اگر requisition بھی نہیں آتی تو ستر دن کی جو Constitutional requirement ہے وہ کیسے پوری ہوگی کہ کم از کم اتنے دن اجلاس ہونا چاہیے۔ اس لیے یہ بات طے پائی کہ باہم مل کے سوچا جائے کہ آخر اراکین اسمبلی نے رکن اسمبلی کے طور پر اجلاس بھی attend کرنا ہے۔ لیکن ان کی اپنی زندگی ہے' ان کی constituencies ہیں' constituencies کے کام ہیں' دور دراز کے علاقے ہیں۔ انھیں وہاں بھی جانا ہے۔ تو سال بھر کا شیڈول بنا لیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے' چنانچہ ایسا کیا گیا۔ میٹنگ ہوئی۔ شیڈول بن گیا۔ ایک اجلاس' بجٹ اجلاس کا رکھ کے باقی پانچ اجلاس اور رکھے گئے دس دس دن کے۔ پچاس دن کے یہ اور تیس یا پچیس دن کا وہ۔ یہ تقریباً پچھتر دن۔ تو خیال یہ تھا کہ اس طریقے سے مناسب طور پر سب کو علم ہوگا کہ اجلاس اندازاً کن تاریخوں میں آ رہا ہے۔ اس سے پہلے پہلے کسی نے باہر جانا ہے' اپنی constituency میں جانا ہے' کوئی کام کرنے ہیں۔ وہ فارغ ہو کر اس کو نباہ لے گا۔ اسی کے تحت یہ پچھلا اجلاس دس دن کا ہوا۔ یہ گورنمنٹ نے خود بلایا۔ اسی کے تحت' بیچ میں' میں بیٹھا تھا۔ کوشش کی گئی کہ اپوزیشن کا ایجنڈا بھی accommodate ہو۔ گورنمنٹ نے magnanimity show کی۔ تقریباً سارا ایجنڈا اپوزیشن کا قبول ہو گیا۔ اور اجلاس چلا۔ اور میں سمجھتا ہوں اچھا بھلا چل رہا تھا۔ لیکن یہ کورم والی بات جس کو اپوزیشن کہتی ہے کہ آپ نے کورم پوائنٹ آؤٹ کیا' وہ کہتے ہیں کہ نہیں' اس سے پہلے آپ نے کیا۔ اور یہ fact ہے' وہ تو جانا پہچانا fact ہے کہ اس سے پہلے دو دفعہ انھوں نے کیا' ایک دفعہ انھوں نے بھی کر دیا۔ بہتر یہی ہے کہ اسی شیڈول پر' اسی طریقے سے یہ کارروائی آگے بڑھے اور اگر اس میں کہیں کوئی کمی بیشی آ گئی ہے تو اس کمی بیشی کو دور کر لیا جائے تاکہ ہاؤس میں نظم و ضبط بھی رہے اور اپوزیشن بھی accommodate ہو' گورنمنٹ بھی اپنے بزنس کو صحیح طریقے سے بیچ میں لا سکے۔ لیکن ظاہر ہے' ہماری کوشش تو یہی ہوتی ہے۔ لیکن یہ اپوزیشن اور گورنمنٹ کا آپس کا ایک سمجھوتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی اس کو توڑتا ہے تو سمجھوتا ٹوٹ

جاتا ہے۔ میں لاء منسٹر صاحب سے request کروں گا کہ پیشتر اس کے وہ نئی requisition دیں اپنے ساتھی محترم گھمن صاحب کو لے کر اپوزیشن والے دوستوں سے بات کریں۔ اور اگر اسی پرانے طریقے پر بات آسکتی ہے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ اور اسی ماحول میں پچھلا اجلاس ہوا تھا۔ آخری دن اچھے بھلے اجلاس میں اگر کوئی چھوٹی موٹی بات ہوگئی ہے تو اس کو exception سمجھنا چاہیے۔ اس کو rule نہیں بنانا چاہیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی' خان صاحب۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا اور پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ اس کے پیچھے ایک reason تھی کہ اس دن موہل صاحب صدارت کر رہے تھے اور جو ہمارے سپیکر opening کر رہے تھے ان کے لیے موہل صاحب نے بیس منٹ اور باقیوں کے لیے دس دس منٹ fix کیا تھا۔ لیکن جناب والا! آپ جب یہاں کرسی صدارت پر تشریف لائے تو آپ نے دونوں جو پہلے سپیکر تھے' اِدھر سے اور اُدھر سے' ان کو آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ دیا۔ پینتالیس منٹ امان اللہ خان بابر اور تقریباً پینتالیس منٹ ہمارے جنجوعہ صاحب بولے۔ اور جب میں تقریر کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو میں نے چونکہ اس پر تیاری کی ہوئی تھی' میں نے ابھی صرف تعارفی جملے ہی کہے تو آپ نے مجھے کہا کہ آپ کے پانچ منٹ پورے ہو گئے ہیں۔ تو جناب کے اس رویے کی وجہ سے جو آپ نے میرے ساتھ روا رکھا تھا اس وقت میں نے اس لیے کورم کی نشان دہی کی میں بھی آخر اپنے حلقے کی نمائندگی کرتا ہوں اور میری بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اپنے حلقے میں حکومت کے ہونے والے مظالم سے آپ کے توسط سے حکومت کو آگاہ کروں اور لوگوں کو آگاہ کروں' پریس کو آگاہ کروں کہ ہمارے ساتھ یہ مظالم ہو رہے ہیں۔ آپ کے اس رویے کی وجہ سے میں نے اس وقت یہ کیا' اور مجھ پر اخبارات میں یہ بھی الزام لگایا گیا کہ میں نے ایجنڈا پھاڑا۔ میں نے ایجنڈا نہیں پھاڑا تھا میں نے اپنے نوٹس پھاڑے تھے جو میں نے تیار کیے تھے۔ چونکہ ان کی اہمیت ختم ہو گئی تھی' مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا گیا تھا تو ان notes کی اہمیت ہی ختم ہو گئی تھی میں نے وہ

پھاڑے تھے۔

جناب سپیکر، تو گویا جو کچھ آپ نے کیا وہ بہت درست کیا۔ اور جو کچھ میں نے کیا وہ بہت غلط کیا۔ میں جب آیا تو اس سے پہلے کیا تقریریں ہو رہی تھیں۔ ڈپٹی سپیکر صاحب کیسے ہاؤس کو چلا رہے تھے۔ میں نے آتے ہی واضح کیا کہ تین بجے سے زاید وقت نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ آج ہمارے ایک مرکزی وزیر جناب احمد مختار کے فوتیدگی ہو گئی ہے۔ سب دوستوں نے وہاں قل خوانی پر جانا ہے۔ تین بجے کا وقت تھا۔ اور تقریباً یہ بات آتے ہی میں نے کہہ دی۔ اور میں نے کہا کہ تین بجے سے آگے وقت نے نہیں جانا۔ اب میں کیا کر سکتا ہوں بادشاہ خان صاحب' کہ اگر تین بجے تین بج جاتے ہیں تو میں مجبور ہوں۔ اس لیے میں نے جو کچھ بھی کیا' خدا نخواستہ آپ کو وقت نہ دینے کی خاطر نہیں کیا۔ صرف اس لیے کیا کہ تین بجے تین بج گئے تھے۔ جی۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! اس وقت تین نہیں بجے تھے۔

جناب سپیکر، پانچ منٹ رہتے تھے۔ اُن کو پانچ منٹ بھی دیئے تھے۔ انھوں نے بھی wind up کرنا تھا۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، ان کا میں نے ٹھیکہ نہیں لیا ہوا۔

جناب سپیکر، آپ مناسب بات نہیں کر رہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ جی' خواجہ صاحب۔

خواجہ ریاض محمود، جناب سپیکر! آپ نے جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور جس محبت اور خلوص سے باتیں کی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ اپنی جگہ پر بہت قابل ستائش ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! بعض اوقات آپ حکومتی بنچ کا اس قدر ساتھ دے جاتے ہیں کہ یہاں ماحول تلخ ہو جاتا ہے۔ آج ہی کی بات دیکھ لیں کہ ہمارے قائد حزب اختلاف نے عدالت عظمیٰ کے لیے جو قرارداد پیش کرنی چاہی انھوں نے اپنے پورے جذبات کا اظہار کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مقررین نے بھی جذبات کا اظہار کر دیا جو اخبارات نے نوٹ کر لیا ہے۔ لیکن صرف آپ نے اجازت نہیں دی۔ اخبار لکھیں گے کہ سپیکر صاحب نے اجازت نہیں دی۔ لیکن ان کی ترجمانی بھی ساری اخبارات میں آ جائے گی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ دو چار مقررین جناب وزیر قانون' وزیر پارلیمانی امور یا دوسرے دوست اپنے خیالات کا اظہار کرتے' اِدھر سے قائد حزب

اختلاف کرتے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کوئی اتنا تلخ مسئلہ نہیں تھا۔ ہم وزیر پارلیمانی امور کی دل کی گہرائیوں سے عزت کرتے ہیں۔ بڑے نیک ہیں، شریف ہیں اور اس شرافت کو اس طرح یہاں پر رکھنا چاہیے۔ لیکن جناب سپیکر! یہ جو ہاؤس ہے، پنجاب کا سب سے بڑا ہاؤس ہے۔ یہاں جمہوری روایات کو بلند رکھنا چاہیے اور ہر قسم کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے ہماری زبانوں پر آپ تالے مت لگائیں۔ اتنا بڑا تاریخ ساز فیصلہ جسٹس جناب سجاد علی شاہ نے متفقہ طور پر کیا ہے۔ اس کے لیے انھیں خراج تحسین پیش کرنے کے لیے جناب سپیکر، آپ کو ہمیں اجازت دینی چاہیے تھی۔ اس سے تلخی پیدا ہوئی ہے۔ بہرحال، میں جناب گھمن کا بےحد مشکور ہوں۔ ہم ان کی عزت کرتے ہیں۔ دل کی گہرائیوں سے عزت کرتے ہیں انشاء اللہ۔

جناب سپیکر، خاکوانی صاحب ----- اس کے بعد الوری صاحب۔ دیکھیے، یہ پھر کام کیسے چلے گا۔ یہ کس موضوع پر تقریریں کر رہے ہیں آپ؟ (مداخلت) دیکھتے ہیں، relevant ہیں یا نہیں ہیں۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، جناب سپیکر! جب ایک حکومتی فرمان کے ذریعے اس ہاؤس کے معزز ممبران کے قتل کی منصوبہ بندی کی جا رہی ہو-----

جناب سپیکر، یہ غیر متعلقہ بحث ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، میری بات آپ سنیں ناں۔

جناب سپیکر، نہیں، یہ ٹھیک نہیں۔ I am sorry.

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، یہ جو نئی انتخابی اصلاحات ہیں ان میں ایک نکتہ آپ نے پڑھا ہے؟ اگر کوئی امیدوار طبعی موت مر جائے یا قتل ہو جائے تو انتخابی عمل جاری رہے گا۔ جناب سپیکر! انتخابی اصلاحات اتنا اہم مسئلہ ہے۔ آپ اگر افہام و تفہیم سے بات -----

جناب سپیکر، وہ زیر بحث نہیں ہے۔ پنجاب پبلک سروس کمشن کی رپورٹ زیر بحث ہے۔

حافظ محمد اقبال خان خاکوانی، پبلک سروس کمشن کی رپورٹ اتنی اہم نہیں ہے جتنا انتخابی اصلاحات پر بحث کرنا ہے۔

جناب سپیکر، وہ ایجنڈا پر نہیں ہے۔ That is not on the agenda.

سید تابش الوری، میں ایک آئینی مسئلے پر آپ کی رولنگ چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔ آئینی مسئلے پر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

سید تابش الوری، جناب سپیکر! ریکوزیشن ایک دستوری استحقاق ہے' ایک آئینی حق ہے جو اراکین اسمبلی کی ایک مخصوص تعداد ' مخصوص مقاصد کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قواعد کے تحت یقیناً ان کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اسمبلی کی کارروائی چلانے کے لیے ایجنڈا متعین کرے۔۔۔

جناب سپیکر، مجھے ایک مسئلے پہ رولنگ dictate کروانی ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ تشریف لائیے۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ریکوزیشن ایک آئینی استحقاق ہے اور ایک خاص مقصد کے لیے اراکین اسمبلی کی ایک خاص تعداد اسے استعمال کر کے اجلاس طلب کر سکتی ہے۔ کہا یہ گیا ہے کہ قاعدے کے مطابق ایجنڈا طے کرنا حکومت کا حق ہے۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے لیکن ایک تحریری دستور اور قانون ہوتا ہے' قاعدہ ہوتا ہے' ایک غیر تحریری دستور اور روایت ہوتی ہے۔ برطانیہ میں جو دستور ہے وہ تحریری طور پر موجود نہیں ہے' صرف روایات پر چل رہا ہے۔ ریکوزیشن کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اراکین اسمبلی اجلاس طلب کرنا چاہتے ہیں اس مقصد کی بنیاد پر بحث کی جائے۔ تو اگر قواعد کا سہارا لے کر آپ ریکوزیشن تو کر لیں لیکن اراکین اسمبلی کی خواہش کے مطابق اس مسئلے کو زیر بحث نہ لائیں تو Constitution کی نفی ہو جاتی ہے' دستور کی نفی ہوتی ہے جو قواعد سے' قوانین سے اور رولز آف بزنس سے بالاتر دستاویز ہے۔ تو صرف آج ہی نہیں بلکہ اس سے پہلے بھی آپ اور جناب سپیکر خود ہر ریکوزیشن پر اپوزیشن کے نقطہ نظر کے مطابق ان کے ایجنڈے کو زیر بحث لاتے رہے ہیں۔ کسی ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ اپوزیشن نے ریکوزیشن کی ہو اور ان کے ایجنڈے کو کاملاً نظر انداز کر دیا گیا ہو۔ یہ تو ہوا کہ ہم نے چار آئٹمز کہے اور ایک آئٹم پر بحث ہوئی یا چار آئٹمز کہے اور دو پر بحث ہوئی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہمارے تمام آئٹمز کو نظر انداز کر کے حکومت اپنی طرف سے ایجنڈا دے دے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب' ایک منٹ۔ اس پر تو میرا خیال ہے کہ سیر حاصل بحث ہو گئی ہے اور سپیکر صاحب اپنی رولنگ بھی دے گئے ہیں۔

سید تابش الوری، نہیں' ابھی رولنگ نہیں دی۔ اس issue پر رولنگ نہیں دی۔ میں یہی تو کہہ رہا تھا اور میں اس پوائنٹ کو پہلی دفعہ agitate کر رہا ہوں۔ اس مسئلے پر انھوں نے رولنگ نہیں دی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، وزیر پارلیمانی امور اس پہ راے صاحب کوئی بات کر گئے ہیں؟

وزیر پارلیمانی امور (چودھری محمود اختر گھمن)، جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کی ہے اور اب بھی نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ ہم تیار ہیں۔ اس کے بعد بھی اجلاس آ رہے ہیں۔ ان میں جو بھی یہ ایجنڈا دیں گے ہم ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں گے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ یہ خود کہیں کہ یہ ہماری توقعات کے مطابق ہے بلکہ ان کی توقعات سے زیادہ ہم آگے بڑھنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم نے تو بارہا عرض کی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، تابش صاحب' اب اس کی روشنی میں آپ بات کریں کہ وہ بھی کہتے ہیں ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

سید تابش الوری، میں چاہتا ہوں کہ وہ واضح طور پر ہمیں یہ بتائیں کہ یہ اجلاس کتنے دنوں کے لیے ہے اور ہمارے ایجنڈے میں چار آئٹمز ہیں' پہلا آئٹم انتخابی اصلاحات ہے' دوسرا پنجاب کی خودمختاری ہے' تیسرا پنجاب کی ڈویلپمنٹ ہے اور چوتھا زرعی اور آبپاشی کے مسائل ہیں۔ ان چاروں آئٹمز میں سے کن آئٹمز کو وہ اسمبلی کے اس موجودہ سیشن میں کب زیر بحث لانا چاہتے ہیں؟ اگر وہ اس کا اعلان فرما دیں تو پھر ظاہر ہے کہ ہم اپنے اس نکتے پر اس لیے اصرار نہیں کریں گے کہ آپ نے اس کو مان لیا ہے لیکن اگر ہماری ریکوزیشن کے ایجنڈے کو یکسر نظرانداز کر دیا جائے تو میں پھر آپ کی رولنگ چاہوں گا کیونکہ قومی اسمبلی میں بھی اجلاس ریکوزیشن ہو رہے ہیں اور ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ ریکوزیشن کرنے والوں نے جو ایجنڈا دیا ہو اسے یکسر نظرانداز کر دیا گیا ہو۔ آپ کے یہاں بھی ایسی کوئی روایت اس سے پہلے موجود نہیں۔ یہ پہلی دفعہ ہو رہا ہے کہ ہمارے ایجنڈے کے برعکس اجلاس ہو رہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ۔ سید عارف حسین بخاری کے بعد چودھری فاروق پھر جناب عمران مسعود۔

سید تابش الوری، جناب والا! اس لیے میں آپ کی اس issue پر رولنگ چاہتا ہوں کہ منطقی طور پر کیا یہ لازماً نہیں ہے کہ جو اراکین اسمبلی ریکوزیشن کر رہے ہیں وہ اپنے اس متعین مقصد کو زیر بحث لائیں۔ اگر اس کو قواعد کے تحت negate کر دیا جائے تو یہ Constitution کی negation ہے۔ یہ Constitutional right کو سلب کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے میں آپ سے یہ درخواست کروں گا کہ پہلے تو وہ یہ واضح فرما دیں کہ کیا وہ واقعی اس اجلاس میں اسے discuss کرنا چاہتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ میں آپ کی بات سمجھ گیا ہوں۔ میں اس طرف آتا ہوں پہلے انکی بات سن لوں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ جی سید عارف حسین بخاری۔

سید عارف حسین شاہ بخاری، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا کہ جس دن اپوزیشن کی طرف سے ہم لوگ پچھلے اجلاس میں ایجنڈا طے کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے آپ بھی تشریف فرما تھے تو یہ طے پایا تھا کہ انتخابی اصلاحات پر بحث ہو گی۔ وہ بحث نہ ہو سکی اس لیے ریکوزیشن کی ہمیں ضرورت پیش آئی۔ مسئلہ تو صرف سادہ سا ہے کہ اس پر بحث کی اجازت مل جائے۔ محترم وزیر صاحب ہمارے قائدین کے ساتھ بات کر لیں تو سارا معاملہ درست ہو جائے گا' بات صرف یہی اٹکی ہوئی ہے ورنہ پھر ریکوزیشن آئے گی' پھر جیسے محترم فرما رہے تھے کہ سات دن کے اخراجات اور پھر بات لمبی ہوتی جائے گی لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ درمیان میں جب اعتماد کا رشتہ ٹوٹ جائے تو پھر اس سے بڑا اور کوئی نقصان نہیں ہے۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ اس اعتماد کے رشتے کو برقرار رکھتے ہوئے محترم وزیر صاحب on the floor of the House ہمیں یہ بتائیں کہ کس دن ہمارے ایجنڈے پر بات ہو گی؟ اس طرح سارا معاملہ انشاء اللہ درست ہو جائے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک ہے' شکریہ۔ جی چودھری فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! میں یہی عرض کرنے لگا تھا کہ جب وزیر پارلیمانی امور نے اچھے انداز میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ افہام وتفہیم سے اجلاس کو آگے بڑھانا چاہتے ہیں تو سعید اکبر خان اور قائد حزب اختلاف نے جو گفتگو کی ہے اگر اس بات کے متن سے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو وہ یہی ہے کہ انتخابی اصلاحات پر کم از کم بحث ہو جائے اور یہ ایک ایسا issue ہے کہ جس پر سب

بحث کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس ایوان کے اندر وہی لوگ آ کر بیٹھے ہوئے ہیں کہ جو انتخابی عمل سے گزر کر آئے ہیں اور اس میں امیدوار کی موت تک کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے اگر انتخابی اصلاحات پر بحث کے لیے جناب وزیر پارلیمانی امور یا وزیر قانون یہاں پر ارشاد فرما دیں کہ اتوار کے روز اس پر بحث ہو سکتی ہے تو پھر میرے خیال میں اپوزیشن اراکین دوبارہ ریکوزیشن نہیں دیں گے اور اجلاس کو بدمزگی کا شکار کرنے کی بجائے افہام وتفہیم سے اس بات کو اس انداز میں آگے بڑھا لیا جائے کہ صرف ایک دن کا مزید اجلاس رکھ لیا جائے تو میرے خیال میں اپوزیشن اراکین کو بھی یہ تجویز منظور کر لینی چاہیے اور اس کے بعد جلدی جلدی ریکوزیشن یہ نہ دیں اور انتخابی اصلاحات پر اتوار کو بحث ہو جائے تو اس سے بات نمٹ سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ، عمران مسعود صاحب کیا آپ کا بھی یہی موقف ہے؟

میاں عمران مسعود، نہیں، نہیں سر۔ میرا موقف مختلف ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اگر یہی بات آپ نے بھی کرنی ہے تو پھر میں ان سے پوچھ لیتا ہوں۔

میاں عمران مسعود، نہیں سر، میرا اپنا point of view ہے، مہربانی سے آپ سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی۔

میاں عمران مسعود، جناب سپیکر! میرا point of view یہ ہے کہ عقل مندی اسی چیز میں ہے کہ اپوزیشن کی feeling کو سمجھ لیا جائے۔ ہماری feeling یہ ہے، feeling کیا بلکہ ہمیں تو اس چیز پر یقین ہے کہ پچھلے اجلاس کا آخری روز جو تھا اس کو اس لیے ختم کیا گیا کہ نمبر ا اس دن الیکشن ریفارمز پر بحث تھی۔ پھر دوسری بات یہ تھی کہ ہم نے ریکوزیشن اس لیے کی تھی کہ ہم الیکشن ریفارمز پر اور اس کے سمیت تین اور آئٹمز پر پھر سے بحث کرنا چاہتے تھے۔ وہ جب ہم سارا ایجنڈا سپیکر صاحب کے کمرے میں لے کر گئے تو ہم انتظار کرتے رہے کہ لاہنسٹر صاحب آئیں، گھمن صاحب آئیں لیکن یہ لوگ وہاں نہ آئے، سپیکر صاحب نے کہا کہ بڑی خوشی کی بات ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ الیکشن ریفارمز پر ہم بیٹھ کر بحث کریں کیونکہ یہ تمام جو باتیں ہیں لسٹوں کی تیاری اور انتخابی اصلاحات یہ politician سے متعلقہ ہیں۔ یہ وہاں تشریف نہ لائے اور جب ہمیں ایجنڈا ملا تو وہ پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ پر بحث

کا تھا۔ ابھی آپ سے پہلے راسے صاحب نے فرمایا کہ یہ prerogative جو ہے یہ حکومتی ارکان کا ہوتا ہے کہ وہ ایجنڈا سیٹ کریں۔ لیکن traditions یہ کہتی ہیں کہ جب بھی اجلاس ریکوزیشن ہوتا ہے تو ہمیشہ جو آئٹمز یا ایجنڈا ہوتا ہے وہ اپوزیشن کی طرف سے رکھے جاتے ہیں لیکن اگر اس دفعہ حکومت نے ایک tradition کو توڑتے ہوئے اس میں اپنا آئٹم پبلک سروس کمیشن کی بحث پر رکھا تو آپ تیاری دیکھیں کہ کوئی آدمی بھی اس پر بحث کرنے کے لیے تیار نہیں۔ ابھی تک آپ کے پاس ایک آدمی کا بھی نام نہیں آیا۔ تو اس رپورٹ پر کون بولے گا۔ کوئی آدمی بھی تیار نہیں۔ ہم لوگ تیار ہیں۔ ہم لوگ الیکشن ریفارمز پر تیاری کر کے آئے ہیں' صوبائی خودمختاری پر ہم بولنا چاہتے ہیں۔ آج ہماری تعداد بھی یہاں بھرپور طریقے سے آئی ہے اور ایریگیشن پر بولنا چاہتے تھے' ایگریکلچرل پر بولنا چاہتے تھے۔ اس سارے واقعہ سے آج کے اور پچھلے اجلاس کے اور سپیکر صاحب سے ہماری جو ایجنڈے کے سلسلہ میں میٹنگ تھی اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حکومت الیکشن ریفارمز پر بحث نہیں کرنا چاہتی' حکومت کے جو ارادے ہیں' بوگس لسٹوں کی جو تیاری ہے اور جو غلط اصطلاحات ہیں ان کو وہ چھپانا چاہتے ہیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر۔ جی جنجوعہ صاحب۔ آپ نے اسی پر بات کرنی ہے یا کوئی اور بات ہے؟

میاں ریاض حشمت جنجوعہ۔ اسی پر بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ تو میرا خیال ہے کہ وہ تو فائدہ نہیں کیونکہ آپ تو سمجھدار ہیں۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ۔ ایک منٹ جناب۔ صرف ایک منٹ۔

جناب ڈپٹی سپیکر۔ ریاض حشمت جنجوعہ صاحب' میری بات تو سنیں۔ میرا خیال ہے آپ تو سمجھدار ہیں کم از کم میں آپ سے توقع نہیں رکھتا۔ ایک' دو آدمی جو قانون اور رول کے مطابق چلتے ہیں اگر وہ بھی ایسے چلنے لگ جائیں تو پھر خدا حافظ۔ --- جی وزیر قانون صاحب یا وزیر پارلیمانی امور صاحب۔ دونوں میں سے جو چاہے بولیں۔

وزیر پارلیمانی امور۔ جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر۔ کیا آپ بات سمجھ گئے ہیں۔ انہوں نے دو باتیں کی ہیں۔ آپ ان کی ان دو باتوں کا جواب دیجیے۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب سپیکر! میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ ہمارا ایک شیڈول طے ہے جس کے تحت ہم نے ابھی اپریل میں سیشن کرنا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ اب تو انہوں نے یہ بات کی ہے کہ یہ سیشن اگر آج سے آگے آتا ہے تو اسمیں کیا آپ انتخابی اصلاحات پر بحث رکھنے کو تیار ہیں یا یہ اجلاس آج ہی ختم ہو جائے۔ یہ بات آپ واضح طور پر بتا دیں کیونکہ وقت بھی تقریباً دس منٹ باقی رہ گیا ہے۔ اب تو اس میں کوئی بات نہیں۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب والا! یہ اجلاس تو آج ختم ہو رہا ہے۔ لیکن ان سے یہ گزارش ہے۔ جیسا کہ ان سے طے ہوا ہے ہم پھر دس دن کا اجلاس بلا رہے ہیں لہذا جن جن topics پر یہ discussion کرنا چاہتے ہیں آئیں We are ready for that.

جناب ڈپٹی سپیکر، اس کا مطلب ہے کہ انتخابی اصلاحات سے فرار نہیں حاصل کر رہے۔ یعنی ایسی کوئی بات نہیں۔

وزیر پارلیمانی امور، جناب ہم کب نہیں چاہتے۔ ہم نے تو پہلے بھی رکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ٹھیک۔

وزیر قانون، جناب والا! اگر ہم نے فرار حاصل کرنا ہوتا تو ہم پچھلی دفعہ اس کو ایجنڈے پر ہی نہ رکھتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ بحث ہونی تھی لیکن یہ نہیں ہوئی۔

وزیر قانون، جناب والا! یہ بات نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بالکل واضح طور پر بتا دیں کہ ایسی بات نہیں ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ بات کرنی چاہتا ہوں کہ جب ہماری بات ہوتی ہے تو یہ tradition کی بات کرتے ہیں جب ان کی اپنی بات ہوتی ہے تو حق کی بات کرتے ہیں۔ ان کا یہ حق ہے کہ یہ requisition کریں۔ ہمارا کوئی حق نہیں۔ بات یہ ہے کہ بیٹھ کر جو شیڈول طے کیا گیا اس کے پیچھے بھی یہی spirit کارفرما تھی کہ آئندہ خواہ مخواہ requisition نہیں کی جائے گی۔ اور ہم جو

اجلاس چلائیں گے اس میں دونوں پارٹیاں accommodate ہونگیں ۔ جناب والا! سابق وزیر قانون کے ہوتے ہوئے تو کبھی ایسی افہام و تفہیم نہیں ہوئی تھی ۔ یہ کس قسم کی بات کرتے ہیں ۔ اس وقت تو ہمیشہ لڑائی رہتی تھی یہ ہمیں اس بارے میں سبق نہ دیں ۔

جناب والا! آج سیشن ختم ہو رہا ہے اور سپیکر صاحب بھی باہر جا رہے ہیں ایک delegation باہر جا رہا ہے ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کسی وقت پھر بیٹھ جائیں گے اگر اس میں کوئی confusion ہو گی تو اسے دور کیا جا سکتا ہے ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ ۔ اب میں اس کے بارے میں ---------

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر!

جناب ڈپٹی سپیکر، ایک منٹ ' ایک منٹ ' آپ تشریف رکھیں ۔

یہ جو بات زیر بحث تھی اس بارے میں میں اپنی رولنگ دیتا ہوں ۔ انتخابی اصلاحات ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ گورنمنٹ کے لیے پریشانی کا باعث ہو ۔ انہوں نے اپنی ایک تجویز دی ہے ابھی تک وہ قانون نہیں بنا ۔ اس پر اگر سیر حاصل بحث کر لی جائے تو میرے خیال میں ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔ بلکہ نکھر کر باتیں سامنے آ جائیں گی ۔ لہذا چونکہ جس طرح پارلیمانی امور کے وزیر صاحب نے بتایا ہے کہ یہ سیشن تو آج ختم ہو جائے گا تین بجے تک ٹائم ہے تو میں اپنی رولنگ دیتا ہوں کہ جب بھی آئندہ سیشن ہو گا چاہے وہ requisition سے ہو چاہے گورنمنٹ بلائے اس میں انتخابی اصلاحات پر بحث ہو گی ۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! آپ کی رولنگ کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا ۔ میں اس سے قطعی طور پر اختلاف نہیں کرتا ۔ لیکن جناب سپیکر ! ووٹرز کی انتخابی فہرستوں کی آخری تاریخ 31 مارچ ہے ۔ بہرحال میں فاضل وزیر قانون کا بےحد احترام کرتا ہوں مجھے ایسے لگتا ہے کہ یہ انتخابی اصلاحات ایک ایسی مرغی ہے جو شاید دو ملاؤں کے درمیان حرام ہو رہی ہے ۔ اس لیے کہ دو وزراء میں ایک وزیر قانون اور دوسرے وزیر پارلیمانی امور ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، یہ آپ کا اپنا نقطہ نظر ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک دن الیکشن ہونا اچھی بات

ہے۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! اگلا اجلاس اپریل میں ہونا ہے ۔ یاتو وہ ۳۱ مارچ سے پہلے رکھ لیا جائے ۔ پھر تو بات ہوئی کہ یہاں سے جو تجاویز آئیں گی وفاقی حکومت اپنے فیصلوں میں ان کو کہیں نہ کہیں جگہ دے گی اور انہیں شامل کرے گی ۔ لیکن اگر 31 مارچ تک یہ سارا عمل مکمل ہو جائے گا اس کے بعد اس پر بحث کرنا ----

جناب ڈپٹی سپیکر، ایسی کوئی بات نہیں ۔ سیکرٹری صاحب ، چھٹی کی جو ایک درخواست رہتی ہے آپ اسے پڑھیں ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! میرا ایک issue تھا ۔ میں نے آپ سے اس پر رولنگ چاہی تھی لیکن آپ نے رولنگ نہیں دی ۔ میرا issue یہ ہے کہ اگر ارکان اجلاس requisition کریں اور جس مقصد کے لیے کریں کیا وہ priority رکھتا ہے یا نہیں؟ آج کا اجلاس requisitioned اجلاس ہے آپ نے ہمارا موقف مان لیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ میری بات سنیں ۔ ---- ایک تو آپ بات بہت کرتے ہیں ۔ آپ کا مقصد میں سمجھ گیا۔ وزیر موصوف نے کہا ہے کہ افہام و تفہیم سے حصلے بھی ہوتا آیا ہے -----

سید تابش الوری ، اب تو یہ اجلاس ہم نے requisition کیا ہے اور اخلاقاً بھی ان کا فرض ہے کہ پچھلے ایجنڈے میں ----- یہ اجلاس اپوزیشن نے requisition کیا ہے اور آپ مان رہے ہیں کہ اگر آئندہ ہوگا۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ آئندہ سیشن requisition کرانا چاہتے ہیں لیکن ایک روز بحث نہیں کرنا چاہتے۔ اب یہ تاریخ بھی گواہ ہے اور آپ سب بھی گواہ ہیں کہ اس کی ذمہ داری رولنگ پارٹی پر ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں ۔ میں نے اپنی رولنگ دے دی ہے کہ اس پر بحث ہو گی چاہے اجلاس گورنمنٹ بلائے چاہے آپ کی طرف سے requisition آئے۔ اس پر بحث ہوگی۔ میں نے کہہ دیا ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو ہاؤس میں اس پر کھل کر بات کرنی چاہیے اور میرے نقطہ نظر میں اگر اس میں دو باتیں نقصان کی ہیں تو اس میں چار باتیں فائدے کی ہیں ۔ اس پر

کچھ نہ کچھ پالیسی بن جاتی ہے۔ پتہ چل جاتا ہے۔ اخبارات میں بات آئے گی۔ سنٹرل گورنمنٹ کو جائے گی ابھی قانون بننا ہے اس میں نوک پلک درست ہو جائے گی ۔ گورنمنٹ بھی چاہتی ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے ۔

سید تابش الوری ، ایسی کوئی بات نہیں ۔ آپ کی تو یہ رائے ہے یہ تو prorogue آپ نے کرنا ہے ۔ آپ کو اختیار ہے کہ جتنے دن چاہیں اس اجلاس کو آپ چلائیں ۔ نہ اس کا گورنر کو اختیار ہے نہ وزیر اعلیٰ کو اختیار ہے یہ سپیکر کو اختیار ہے کیونکہ یہ اجلاس اس نے بلایا ہے ۔ اس لیے آپ 24 کی تاریخ مقرر کریں اور 24 کو انتخابی اصلاحات کو زیر بحث لائیں ۔ یہ اس ایوان کی رائے ہے ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے بڑی اچھی رولنگ دے دی ہے ۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے ۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! ہم خوش ہیں ۔ جناب کیا آپ بحیثیت سپیکر ان کے ماتحت ہیں کہ آپ ایک دن کا اجلاس رکھنا چاہتے ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے پاس تو آرڈر موجود ہے اور میں اسے پڑھنے والا ہوں ۔ میں تو صرف تین منٹ کا انتظار کر رہا ہوں ۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! آپ کا اختیار ہے ۔ آپ نے اجلاس بلانا ہے ۔ آپ نے ہی prorogue کرنا ہے ۔ آپ ان سے کیا پوچھ رہے ہیں ۔ آپ وزیر قانون سے کیا پوچھ رہے ہیں ؟ آپ وزیر پارلیمانی امور سے کیا پوچھ رہے ہیں ؟ آپ اپنی صوابدید ان کے اختیار میں کیوں دینا چاہتے ہیں ۔

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! point of personal explanation ہے ۔ جناب والا! ابھی آپ اجلاس کی صدارت فرما رہے تھے تو آپ نے جنجوعہ صاحب کو کہا کہ آپ تو سمجھدار ہیں ۔ اس کا مطلب ہے کہ باقی ہم لوگ بیوقوف بیٹھے ہیں ۔ ہمارے متعلق بھی آپ وضاحت فرما دیجیے کہ ہم کیا ہیں۔ آپ نے ان کو کہا کہ آپ تو سمجھدار ہیں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کن کو کہا؟

بادشاہ میر خان آفریدی، اس کا مطلب ہے کہ باقی سب بیوقوف بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نہیں۔ میں نے کن کو کہا ہے؟

بادشاہ میر خان آفریدی، جناب جنجوعہ صاحب کو کہا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ہر انسان کی اپنی ایک رائے ہے۔ میں ان کو سمجھدار انسان سمجھتا ہوں۔ میری اپنی ایک رائے ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ رہا کہ اگر وہ سمجھدار ہیں تو آپ ناسمجھ ہیں۔ یہ میں نے کبھی نہیں کہا۔ نہ میں کہتا ہوں۔ میں نے ان کو کہا ہے کہ وہ سمجھدار ہیں آپ ایسے ہی خواہ مخواہ ---- چور کی داڑھی میں تنکا۔ آپ اس کو اس طرح کیوں لے جا رہے ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، آپ میرے متعلق اپنی رائے دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بیٹھیں۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، جناب آپ ان کے متعلق کہہ دیں کہ جو بھی اپنے بارے میں سمجھ لیں۔

حاجی عبدالرزاق، جناب والا! یہ اجلاس ایک خاص مقصد کے لیے بلایا گیا ہے۔ پوری اسمبلی کو سات دن کا خرچہ پڑا۔ جو اب پنجاب کے عوام کو برداشت کرنا پڑے گا اور وہ purpose serve نہیں ہوا۔ اب آپ اس کو postpone کر رہے ہیں۔ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ ایک دن کے لیے اجلاس بڑھانے کے لیے تیار نہیں اور آپ ایک اور سیشن بلانے کے لیے تیار ہیں۔ پنجاب کے عوام کے ساتھ یہ ظلم اور زیادتی ہے۔ آپ ان کے خون پسینے کی کمائی کو ضائع کر رہے ہیں ----

جناب ڈپٹی سپیکر، پنجاب پبلک سروس کمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش ہوئی ہے۔ اس پر آج بحث کرنی تھی۔ کیا اس پر کوئی بحث کے لیے تیار ہے۔

حاجی عبدالرزاق، آپ اسے آئندہ اجلاس پر کیوں pending کر رہے ہیں۔ آپ ایک دن کے لیے اجلاس کیوں نہیں بڑھا دیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب حال یہ ہے کہ تین بج چکے ہیں۔ جناب سپیکر نے اجلاس کے انقطاع کا حکمنامہ جاری کرایا ہے جو میں پڑھ کر سناتا ہوں:۔

In exercise of the Powers conferred on me by clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I **Muhammad Haneef Ramay**, *Speaker*, Provincial Assembly of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with immediate effect.

اجلاس کی طلبی کا فرمان

In exercise of the powers conferred on me by clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Mian Manzoor Ahmad Mohal, Acting Speaker, Provincial Assmbly of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Monday Ist April 1996 at 9:00a.m. in the Assembly Chambers, Lahore.

LAHORE:

25th March 1996

MIAN MANZOOR AHMAD MOHAL

Acting Speaker

Provincial Assembly of the Punjab

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا تینتیسواں اجلاس)

سوموار، یکم اپریل 1996ء

(دو شنبہ، 12 ذی القعدہ 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر، لاہور میں 9 بجے صبح منعقد ہوا۔ جناب قائم مقام سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت کلام پاک اور ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا
بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ
الْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ
اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ سورۃ الروم، آیات 36 تا 38

اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو اس سے خوش ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے عملوں کے سبب جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی گزند پہنچے تو ناامید ہو کر رہ جاتے ہیں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ تو اہل قرابت اور محتاجوں اور مسافروں کو ان کا حق دیتے رہو۔ جو لوگ رضائے الٰہی کے طالب ہیں یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور یہی لوگ نجات حاصل کرنے والے ہیں۔

وما علینا الا البلاغ ○

چیئرمینوں کا پینل

جناب قائم مقام سپیکر، پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا جائے۔

ڈپٹی سیکرٹری اسمبلی، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب ۱۹۷۳ء کے قاعدہ ۔ ۱۴ کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل حسب ذیل ترتیب و تقدیم سے صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے:

۱۔ میاں مناظر علی رانجھا' پی پی۔ ۲۹

۲۔ حاجی عمر خان احمد خان ڈاہا' پی پی۔ ۱۷۷

۳۔ ڈاکٹر شیلا بی۔ چارلس' مخصوص نشست

۴۔ کیپٹن ریٹائرڈ ڈاکٹر محمد رفیق' پی پی۔ ۳۵

شکریہ۔

سید محمد عارف حسین بخاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر

سید محمد عارف حسین بخاری، محترم! میں ایک انسانی ہمدردی کے مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرواؤں گا۔ روزنامہ "جنگ" میں میاں معین باری سابق ایم این اے کا ایک کالم میں نے پچھلے دنوں پڑھا ہے جس میں اس معزز ہاؤس کے ایک سابق ممبر مولا بخش صاحب کے بارے میں انھوں نے بہت روح فرسا حالات لکھے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وہ صاحب فراش تھے۔ میں ان کی عیادت کو گیا تو وہ اپنا دکھ ضبط نہ کر سکے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ میرے پاس علاج کے لیے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں۔ کہنے لگے کہ مجھے دوستوں نے کہا ہے کہ آپ زکوٰۃ کے لیے درخواست دیں لیکن زکوٰۃ کو میری عزت نفس نے گوارا نہیں کیا۔ تو جناب والا قدر! یہ انتہائی قابل تشویش صورت ہے۔ جب سرکاری ملازمین اور ان کے اہل خانہ تک کو ریٹائر ہونے کی صورت میں علاج معالجے کی سہولت حاصل ہے تو اس معزز ہاؤس کے ممبران سے یہ سلوک کیوں؟ براہ کرم اس پر توجہ فرمائیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' شکریہ۔

میاں عبد الستار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر پہ میاں عبدالستار۔

میاں عبد الستار ، جناب سپیکر! ابھی معزز رکن اسمبلی ایک سابق ایم پی اے کی علالت کے بارے میں ذکر فرما رہے تھے۔ تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے حکومت کی طرف سے ان کے فری علاج اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کی کوئی نہ کوئی بات کی جاتی۔ لیکن شاید ایسا نہیں ہوا۔ تو میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ تمام کے تمام اراکین اسمبلی اپنی تنخواہ میں سے ایک ایک دن کی تنخواہ ان کے علاج کے لیے بطور عطیہ کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، کوئی بھی کسی کو نہیں روکتا۔ اگر آپ کرنا چاہتے ہیں تو کر دیں۔ چیئر اس پر کوئی رولنگ نہیں دے سکتی۔ کیونکہ اس ملک میں کافی لوگ ایسے ہیں جن کی حالت اس سے بھی بدتر ہے۔ تو میرے خیال میں اب اگر اس طرح کی بات میں چیئر مداخلت کرے کہ یہ آپ ایسا کریں' تو یہ مناسب نہ ہو گی۔ جو بھی چاہے' مخیر حضرات ہیں' نہ صرف ارکان اسمبلی بلکہ باقی ملک کے بھی مخیر حضرات کسی بھی شخص کی اس طرح سے امداد کر سکتے ہیں۔ جی' وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے اب رولنگ دے دی ہے' وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے کہ اجلاس کی کارروائی شروع کی جائے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم نے حزب اختلاف اور حزب اقتدار سے مل کر شیڈول طے کیا ہے۔ آج کا سیشن ہم نے شام کو بھی بڑھایا ہے' دو sittings کی ہیں تاکہ آپ سیر حاصل تبصرہ کر سکیں۔ اگر آپ اس طرح سے پوائنٹ آف آرڈر یا اس طرح کی باتیں لائیں گے تو وقت پھر ٹھیک نہیں بچے گا اور اس طرح سے سپیکر کو بھی رولنگ دینی پڑتی ہے۔ اگر اب میں بات کر دوں کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا' بیٹھ جائیں تو آپ کہتے ہیں کہ ہمیں بولنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ میں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں کوشش کروں گا کہ میں سختی سے رولز کے مطابق اجلاس کو چلاؤں۔ آپ بھی اس معاملہ میں میرے ساتھ تعاون فرمائیں۔ مہربانی۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (محکمہ منصوبہ بندی ترقیات و خزانہ)

جناب قائم مقام سپیکر ، وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ آج پی اینڈ ڈی اور خزانہ کا دن ہے۔ تو سب سے پہلے جناب ایس۔ اے۔ حمید صاحب کا سوال ہے۔

جناب ایس۔اے حمید ، سوال نمبر 1233

ضلع گوجرانوالہ کے ایم پی ایز کو ترقیاتی فنڈز کی فراہمی

*1233۔ جناب ایس اے حمید ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) گوجرانوالہ ضلع میں کن کن ایم پی ایز کو ترقیاتی فنڈز جاری کئے گئے ہیں اور کن کن کو متذکرہ فنڈز جاری نہیں کئے گئے۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ صرف حکومتی ارکان کو فنڈز جاری کئے گئے ہیں اور اپوزیشن کے ارکان کو یہ فنڈز جاری نہیں کئے گئے۔

(ج) اگر جز(ب) کا جواب ہاں میں ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں اور کیا ایوان میں وزیر موصوف کا یہ بیان کہ تمام اراکین کو بلا امتیاز فنڈز دیئے جائیں گے ان کے عمل کی نفی نہیں کرتا؟

جناب قائم مقام سپیکر ، جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا اکرام ربانی) ،

کسی ایم پی اے کو ترقیاتی فنڈز جاری نہیں کئے جاتے بلکہ وسائل کی دستیابی اور تکنیکی نقطہ نگاہ سے پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف کو مدنظر رکھتے ہوئے مختلف شعبوں اور سکیموں کو رقوم مختص کی جاتی ہیں اور اس میں ایسی سکیمیں شامل کی جاتی ہیں جو تکنیکی لحاظ سے قابل عمل ہوں البتہ خصوصی پروگرام برائے مقامی ترقی سوشل ایکشن پروگرام اور بجلی کی فراہمی کے پروگرام کے لئے ایم پی اے صاحبان کی مشاورت شامل کی جاتی ہے معزز رکن اسمبلی نے اپنے سوال میں کسی سال کا ذکر نہیں کیا جس کے دوران دیے گئے فنڈز کی تفصیل وہ پوچھ رہے ہیں لہذا کسی سال کی عدم موجودگی میں ایم پی اے کے صوابدیدی پروگرام کی تفصیل دینا مشکل ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ضمنی سوال۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید : جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ان کی یہ سٹیٹمنٹ کہ کسی ایم۔پی۔اے کو ترقیاتی فنڈز جاری نہیں کیے جاتے۔ کیا ان کے اس ہاؤس میں دیے گئے بیانات اور وزیر اعلیٰ کے بیانات کی نفی نہیں ہے؟ کیونکہ یہاں ہاؤس میں بارہا یہ کہا گیا کہ تمام ایم۔ پی۔ ایز کو بلاتخصیص ترقیاتی فنڈز جاری کیے گئے ہیں۔ تو ابھی انھوں نے جواب میں کہا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، بس۔۔۔ دیکھیں ' آپ نے ایک بڑی واضح بات کر دی ہے۔ آگے پھر آپ اس کی خود ہی تشریح شروع کر دیتے ہیں۔ جی رانا صاحب۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! میرے معزز دوست نے شاید میرا جواب ٹھیک سے نہیں سنا۔ میں اب بھی یہ بات کہتا ہوں کہ کسی ایم۔ پی۔ اے کو ترقیاتی فنڈز issue نہیں کیے جاتے۔ البتہ خصوصی پروگرام برائے بارانی ترقی' سوشل ایکشن پروگرام کے تحت ان کی مشاورت شامل ہوتی ہے یعنی انھیں سکیمیں identify کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ کسی ایم۔ پی۔ اے کے نام پر فنڈز نہیں دیے جاتے۔ میں نے یہ بات کہی ہے۔

میاں عبدالستار، ضمنی سوال۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ضمنی سوال میاں عبدالستار۔

میاں عبدالستار : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ پچھلے دنوں قائد ایوان نے یہاں پر فرمایا تھا کہ ۳۲ اراکین اسمبلی کو ترقیاتی سکیموں کے لیے کہہ دیا گیا ہے۔ ان کی سکیمیں منظور کی جا رہی ہیں اور ان کو فنڈز جاری کر دیے گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' رانا صاحب۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! میں نے محترم سینئر منسٹر صاحب اور چیف منسٹر صاحب سے اس سلسلہ میں بات کی تھی۔ جس وقت ملک مشتاق احمد اعوان صاحب جو اس وقت ہمارے سینئر منسٹر ہیں ان کے پاس پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا ایڈیشنل چارج تھا تو انھوں نے اس ریفرنس سے' یہ لسٹ میرے پاس ہے' تفصیل میرے پاس ہے۔ اگر کوئی دوست دیکھنا چاہیں تو وہ اسے دیکھ سکتے ہیں۔۔۔

معزز ممبران حزب اختلاف، پڑھ دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، پی پی 1 راولپنڈی۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، رانا صاحب! یہ تو انھوں نے کہا ہے کہ پڑھ دیں۔ میں نے تو رولنگ نہیں دی۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، سوری سر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔ کوئی ضمنی سوال؟ ایس۔اے۔حمید صاحب!

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! میں اس سوال کے جز (ب) کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں۔ میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ حکومتی ارکان کو فنڈز جاری کیے گئے اور اپوزیشن ارکان کو یہ فنڈز جاری نہیں کیے گئے۔ کیا یہ بات درست ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی، رانا صاحب۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! اس پر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کئی کئی دفعہ اس ایوان میں بھی یہ بات ہوئی ہے اور قومی اسمبلی کے معزز سپیکر کی رولنگ بھی ہے کہ سکیمیں identify کرانا جن کے against فنڈز ڈیپارٹمنٹ کو ریلیز کیے جاتے ہیں، یہ کسی معزز رکن کا استحقاق نہیں لیکن حکومت اپنی صوابدید کے مطابق کسی بھی معزز ایم۔ پی۔ اے کو سکیمیں identify کرانے کے لیے کہہ سکتی ہے۔ جہاں تک اس سلسلہ میں categorical statement کا تعلق ہے تو میرے پاس ایک سی۔ ایم ڈائریکٹو آیا تھا جس میں خانزادہ تاج صاحب کی identify کی گئی سکیموں کے against فنڈز ریلیز کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ وہ ہم نے کر دیے تھے اور کسی کے ریفرنس سے ابھی ہم نے ایڈوانسز ایشو نہیں کیں۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ایس۔ اے۔ حمید صاحب۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جناب سپیکر! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا 1993-94ء میں اپوزیشن کے ممبران کے فنڈز جاری کیے گئے تھے؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی جو آپ پہلے کہہ رہے تھے وہ اس سلسلے میں پوچھ رہے ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب والا! میں دوبارہ آپ سے معذرت خواہ ہوں کہ میں نے آپ

کے حکم کا انتظار نہیں کیا تھا اور ڈائریکٹ اس کا جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ یہ وہی لسٹ ہے جو میں پڑھنے لگا تھا۔ اس میں 32 اپوزیشن کے ایم۔پی۔ایز کے نام ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ آپ پڑھ دیں کیونکہ انھوں نے اس کے متعلق سوال پوچھا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! میں اسے پڑھتا ہوں۔

۱۔ پی پی ۱' راولپنڈی۔
۲۔ پی پی ۱۳' اٹک۔
۳۔ پی پی ۱۹' چکوال۔
۴۔ پی پی ۲۳' سرگودھا۔
۵۔ پی پی ۲۴' سرگودھا۔
۶۔ پی پی ۲۷' سرگودھا۔
۷۔ پی پی ۳۴' خوشاب۔
۸۔ پی پی ۳۸' میانوالی۔
۹۔ پی پی ۴۳' فیصل آباد۔
۱۰۔ پی پی ۵۴' فیصل آباد۔
۱۱۔ پی پی ۷۳' ٹوبہ ٹیک سنگھ۔
۱۲۔ پی پی ۱۰۱' منڈی بہاؤالدین۔
۱۳۔ پی پی ۱۱۴' نارووال۔
۱۴۔ پی پی ۱۱۹' لاہور۔
۱۵۔ پی پی ۱۲۵' لاہور۔
۱۶۔ پی پی ۱۳۴' شیخوپورہ۔
۱۷۔ پی پی ۱۳۹' شیخوپورہ۔
۱۸۔ پی پی ۱۴۱' شیخوپورہ۔
۱۹۔ پی پی ۱۴۵' قصور۔
۲۰۔ پی پی ۱۴۷' قصور
۲۱۔ پی پی ۱۵۳' اوکاڑہ
۲۲۔ پی پی ۱۶۹' ملتان
۲۳۔ پی پی ۱۸۹' ساہیوال
۲۴۔ پی پی ۱۹۴' وہاڑی
۲۵۔ پی پی ۱۹۵' وہاڑی
۲۶۔ پی پی ۱۹۶' وہاڑی
۲۷۔ پی پی ۲۰۰' ڈی۔جی۔خان
۲۸۔ پی پی ۲۰۷' مظفر گڑھ
۲۹۔ پی پی ۲۰۸' مظفر گڑھ
۳۰۔ پی پی ۲۱۴' لیہ
۳۱۔ پی پی ۲۱۹' بہاولپور
۳۲۔ پی پی ۲۳۵' رحیم یار خان

جناب ایس۔اے حمید : جناب سپیکر! میں نے جو ضمنی سوال کیا تھا کہ پی پی کے لحاظ سے ایم۔پی۔ایز کی سکیموں کو منظور کیا جاتا ہے۔ وزیر موصوف نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ ان کا جواب اس لحاظ سے بالکل غلط ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ کسی پی پی کے لحاظ سے فنڈز نہیں دیے جاتے۔ ابھی انھوں نے نام پڑھ دیے کہ یہ دیے گئے ہیں اور اس کے بعد بھی دیے گئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں

کہ یہ جواب انھوں نے صرف اپوزیشن کے ارکان اسمبلی کو فنڈز سے محروم کرنے کے لیے جان بوجھ کر غلط دیا ہے۔ تو میرا ضمنی سوال یہ ہو گا کہ کیا وزیر موصوف اور وزیر اعلیٰ اس ایوان میں غلط بیانی سے کام لیتے ہیں؟ جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، رانا صاحب! وہ یہ وضاحت چاہتے ہیں اور جو میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ کیا آپ جو سکیمیں identify کرتے ہیں اس کے لیے گورنمنٹ کے ذہن میں یہ کوئی امتیاز ہوتا ہے کہ یہ گورنمنٹ پارٹی کے ممبران ہیں' یہ اپوزیشن کے ہیں' اسے ذہن میں رکھ کر تقسیم کیا جاتا ہے یا نہیں؟ یہی آپ کا سوال ہے؟

جناب ایس۔ اے۔ حمید، جی۔ اس میں کیا امتیاز ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، وہ امتیاز کا پوچھتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد شفیق چودھری ، جناب سپیکر! یہ ایوان کو حاضر ناظر جان کر بحیثیت مسلمان کے بات کریں' بحیثیت وزیر کے بات نہ کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، بس۔ ان کی صرف یہ بات ہے کہ کیا کوئی امتیاز ذہن میں رکھ کر سکیمیں identify کی جاتی ہیں یا وہ اس لیے کہ یہ سکیمیں آپ کے criteria کے اندر آتی ہیں یا نہیں آتی ہیں؟ یا یہ بات ہوتی ہے کہ آپ وہی سکیمیں منظور کرتے ہیں جو آپ کے محکمے کے criteria کے مطابق ہوتی ہیں؟ اس کی آپ ذرا وضاحت کر دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب والا! جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا ہے کہ چونکہ یہ کسی رکن اسمبلی کا استحقاق نہیں اس لیے حکومت ----

جناب ایس۔اے حمید ، جناب سپیکر! ان کی آواز سنائی نہیں دے رہی۔

جناب قائم مقام سپیکر ، مجھے تو ان کی بات سنائی دے رہی ہے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! کیا آپ مجھے بھی یہ کہنے کا حق دیں گے کہ میں آپ کی وساطت سے اپنے معزز رکن کو یہ عرض کروں ان کو میرے بارے میں شکایت ہے کہ انہیں میری آواز سنائی نہیں دے رہی۔ میں آپ سے یہ شکایت کرنا چاہتا ہوں کہ مجھے سمجھ نہیں آتی جب ان کے دس دس رکن بول رہے ہوتے ہیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، ٹھیک ہے چلو ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے ---- (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر ، آرڈر پلیز۔ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ ہمیشہ کے لیے واضح ہو جائے۔ جی' وزیر منصوبہ بندی و ترقیات!

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، یہ کسی رکن اسمبلی کا استحقاق نہیں۔ لہٰذا حکومت اپنی صوابدید کے مطابق کسی بھی ایم۔پی۔ اے سے سکیمیں identify کرانے کے لیے کہہ سکتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، یعنی اس کا مطلب ہے کہ یہ کوئی hard and fast rule نہیں ہے کہ ہر ایم۔ پی۔ اے کو دیا جائے۔ یہ گورنمنٹ کی اپنی منشا اور صوابدید ہے اور اس کے مطابق وہ چلتی ہے۔ میرے خیال میں اب یہ بات clarify ہو گئی۔

چودھری شوکت داؤد ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس ایوان میں قانون اور قاعدے کے علاوہ روایات کو بڑا عمل دخل ہے۔ جب ہم ٹریژری بنچز پر ہوتے ہیں تو ہمارے خیالات کچھ اور ہوتے ہیں اور جب ہم اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو اس وقت ہمارے خیالات کچھ اور ہوتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ انہوں نے بات بالکل واضح کی ہے۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر! میں اسی طرف آ رہا ہوں۔ بارہا اسی ایوان میں یہی اعلانات کئے جاتے رہے ہیں کہ جناب بلا امتیاز تمام ممبران کو برابر --------

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں نے کہا ہے کہ میں رولز کو follow کروں گا۔ ایسی بات کر کے پھر -----

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ بیٹھیں۔ تشریف رکھیں۔ پوائنٹ آف آرڈر specific, direct اور بڑا ہی مختصر ہوتا ہے ۔ میں آپ کو تقریر کی اجازت نہیں دوں گا ۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب! میرا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ نے تکرار کرنی ہے؟ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب' آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے آپ کو اجازت نہیں دی ۔ آپ کو فلور نہیں دیا۔ آپ براہ مہربانی۔ براہ کرم تشریف رکھیں۔

جناب امتیاز احمد : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف نے ابھی یہ فرمایا ہے کہ یہ گورنمنٹ کی صوابدید ہے پھر ہمیں یہ لیٹر بھیجے جاتے ہیں کہ آپ ساٹھ ساٹھ لاکھ کی سکیمیں دیں ابھی ایک لیٹر اور بھی آیا ہے کہ آپ بیس بیس ہزار روپے کی سکیمیں دیں۔ اگر انہوں نے اپنی صوابدید ہی استعمال کرنی ہے تو ہمیں یہ لیٹر کس لیے بھیجتے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر : یہ بھی ضمنی سوال نہیں بنتا۔ میں نے واضح کر دیا ہے۔ میں نے خود بتا دیا ہے کہ حکومت اپنی مرضی سے ' اپنی صوابدید سے جسے چاہے یہ فنڈز دیتی ہے ۔

جناب امتیاز احمد : تو پھر اس کا مطلب ہے کہ آپ ان کو خود مجبور کر رہے ہیں کہ آپ اس طرح کریں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر! اگر حکومت کا اتنا ہی ضمیر ہے کہ یہ بات نہیں سننا چاہتی----

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں۔ میں آپ کو اس طرح اجازت نہیں دوں گا۔ آپ سپیکر کی مرضی سے بول سکتے ہیں ۔ سپیکر کی مرضی کے بغیر نہیں۔ آپ بیٹھیں۔ میں نے آپ کا نقطہ نظر سن لیا ہے۔ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ میں نے categorically کہہ دیا ہے ۔ آپ سپیکر کی رولنگ کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ براہ مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

جناب امتیاز احمد : جناب' ہمیں ان کے فنڈز نہیں چاہئیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : آپ بیٹھیں۔ تشریف رکھیں۔

جناب امتیاز احمد : لیکن یہ ہم سے سکیمیں مت مانگیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : انہوں نے برملا کہہ دیا ہے۔ میں نے بھی بتا دیا ہے۔ اب شور کس بات کا؟

جناب ایس۔ اے حمید : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ بتائیں گے کہ ۹۴-۱۹۹۳ء کی لسٹ کے بعد

۹۵-۱۹۹۴ء اور ۹۶-۱۹۹۵ء میں انہوں نے کس کس ممبر کو فنڈز دیے؟

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔ رانا صاحب! جس طرح یہ ۹۴-۱۹۹۳ء کی لسٹ ہے اسی طرح آپ ۱۹۹۵ء اور ۱۹۹۶ء کے بارے میں بتا دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! میں نے گزارش کی تھی کہ متعلقہ ضمنی سوال میری دانست میں نہیں بنتا۔ میں نے جو لسٹ دی ہے یہ ان پوائنٹ آف آرڈر کے ریفرنس سے ہے جو پچھلے سیشن میں اٹھایا گیا تھا اور اس پر چیف منسٹر صاحب نے یہ کہا تھا کہ اتنے ارکان کو فنڈز جاری کیے گئے تھے میں یہ لسٹ اس رولنگ یا اس پوائنٹ آف آرڈر کے حوالے سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا یہ اس سوال سے متعلقہ سوال نہیں۔

جناب ایس۔ اے حمید ، جناب سپیکر! میں نے یہ سوال 04-09-1994 کو کیا تھا اور جس سال سوال کیا جائے اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سال کی بات ہو رہی ہے اگر سال mention نہ کیا جائے تو 1994-95ء تو ویسے ہی اس کا supplementary بنتا ہے کیونکہ میں نے یہ پوچھا ہے کہ آپ نے کن کن کو فنڈز دیے۔ یہ تو ان کو بتانا چاہیے کہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں کن کن کو فنڈز دیے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب سپیکر! میں معذرت خواہ ہوں۔ جناب ایس۔ اے حمید صاحب بڑے پارلیمنٹیرین ہو چکے ہیں یہ بڑے experienced ہیں۔ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم اپنے آپ تصور کر لیں کہ چونکہ اس سال یہ سوال دیا گیا ہے -------- یہاں ہاؤس میں ہزاروں ایسے سوالات ہوتے ہیں جن میں پچھلے سال کے بارے میں تفصیل پوچھی جاتی ہے۔ اس لیے ان کا یہ حق ہم استعمال نہیں کر سکتے تھے کہ وہ کس سال کے حوالے سے یہ پوچھ رہے ہیں۔

جناب ایس۔ اے حمید ، جناب سپیکر! آپ اس کا خود فیصلہ کر دیں۔ میں جناب سے درخواست کروں گا کہ اگر یہ میرا ضمنی سوال نہیں بنتا تو میں اسے واپس لے لوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ کا ضمنی سوال بنتا ہے لیکن وزیر موصوف نے یہ بتا دیا کہ یہاں پر بات ہوئی تھی اور اس کے مطابق یہ لسٹ لائے ہیں۔ تو آپ اگر fresh سوال دے دیں۔

جناب ایس۔ اے حمید ، جناب سپیکر! میں عرض کرنی چاہتا ہوں -----

جناب قائم مقام سپیکر ، میں اس پر اپنی رولنگ دے دیتا ہوں۔ وزیر موصوف، آپ نے ۹۴-۱۹۹۳ء

کی تفصیل بتا دی۔ لہٰذا جب بھی اگلا سیشن ہو تو آپ ۹۵۔۱۹۹۴ء اور ۹۶۔۱۹۹۵ء کی تفصیل بھی ان کو بتا دیں۔

جناب ایس۔ اے۔ حمید ، جناب والا! میرا آخری سوال یہ ہے کہ وزیر موصوف اور وزیر اعلیٰ صاحب نے اس ایوان میں یہ اعلان کیا تھا کہ ۳۲ کے قریب اپوزیشن کے ممبران کو ترقیاتی فنڈز جاری کیے گئے ہیں تو کیا وزیر موصوف اس کی لسٹ فراہم کر دیں گے ؟

جناب قائم مقام سپیکر، وہی میں کہہ رہا ہوں کہ آپ نے اس وقت ۹۵۔۱۹۹۴ء اور ۹۶۔۱۹۹۵ء کی لسٹ مانگی ہے اور ۹۴۔۱۹۹۳ء کا انہوں نے بتا دیا ہے۔

جناب ایس۔اے حمید ، جناب سپیکر! اس کے معنی یہ ہیں کہ اگلے سیشن میں اس لسٹ کی کیا ضرورت ہو گی جبکہ یہ سال ہی ختم ہو جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ سیشن تو اب جلدی آ جائے گا۔

جناب ایس۔اے حمید ، جناب سپیکر! یہ بات نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، اس سیشن میں آپ ان کو یہ لسٹ مہیا کر دیں۔مہربانی جی۔

جناب ایس۔ اے حمید ، جناب سپیکر! میں آپ سے درخواست کروں گا کہ یہ categorically جائیں انہوں نے اپوزیشن کے صرف ایک ایم۔پی۔اے خانزادہ صاحب کو فنڈز دیئے ہیں اور ممبران کا نام لے کر پوری اپوزیشن کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں ۔ اس سے اپوزیشن بدنام نہیں ہوتی ۔ آپ میری بات سنیں۔ اس طرح اپوزیشن قطعاً بدنام نہیں ہوتی۔ بلکہ اگر وہ نہیں دیں گے تو اس سے کچھ اثر پڑے گا۔

جناب ایس۔ اے حمید ، وزیر موصوف categorically بتا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ ایسے ہی نہیں کہہ رہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کی صوابدید ہے اس کے مطابق یہ فیصلہ ہوتا ہے ۔

جناب ایس۔ اے حمید، تو جناب سپیکر! یہ کوئی بات نہیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر، دیکھیں۔ کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے خود واضح سوال کیا تھا کہ کیا آپ کوئی امتیاز رکھتے ہیں آپ کی مرضی پر اگر وہ جواب نہ دیں تو کیا میرے پاس کوئی تھرمامیٹر ہے جس سے میں پتا کر لوں کہ یہ اصل حقیقت ہے؟

جناب ایس۔اے حمید : پچھلے سیشن میں آپ کی اور سپیکر صاحب کی واضح رولنگ کے باوجود کہ ان ممبران کی لسٹ مہیا کی جائے کیا وزیر موصوف اس کی لسٹ مہیا کرنے کے پابند نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے اب کہہ دیا ہے۔ اپنی رولنگ دے دی ہے۔ میں آپ کو اب تکرار کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ تشریف رکھیں؟

چودھری پرویز الہیٰ : جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف بتائیں گے کہ انہوں نے کیا criteria بنایا ہے جس کے تحت صرف ۳۲ ممبران کو فنڈز فراہم کئے اور باقی ہمارے جو ۷۰ کے قریب اور ممبران ہیں ان کو یہ فنڈز کیوں نہیں جاری کیے گئے؟ ان کا کیا اصول یا criteria ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر : جی رانا صاحب! ان کا ضمنی سوال ہے کہ جن کو دیے یا جن کو نہیں دیے گئے اس بارے میں کیا criteria ہے کیا اصول ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر! جیسا میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ حکومت اپنی صوابدید کے مطابق فنڈز دیتی ہے اور جب لفظ صوابدید کا استعمال ہو جائے تو اس کے بعد مرضی سے criteria determine ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : اب اس سے اور واضح بات کیا ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ مرضی سے ہے۔

جناب امتیاز احمد : [*****]

جناب قائم مقام سپیکر : امتیاز صاحب! آپ یہ الفاظ واپس لیں۔ [*****] آپ کو یہ الفاظ واپس لینے پڑیں گے۔ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔ یہ الفاظ حذف کر دیے جائیں جو امتیاز صاحب نے کہے ہیں۔

جناب امتیاز احمد : میں اپنے الفاظ واپس نہیں لیتا۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ الفاظ حذف کر دیں۔ اگر یہ بات رہتی ہے تو میں آپ کو بتا دوں میں ہاؤس کو prorogue کر دوں گا۔ یہ جو امتیاز صاحب نے بات کی ہے کہ میں اپنے الفاظ واپس نہیں لوں گا یہ آپ سپیکر اور اس ایوان کو چیلنج کر رہے ہیں کہ میں کسی کی بات نہیں مانتا۔

جناب امتیاز احمد : میں صحیح بات کہہ رہا ہوں۔

***(بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کر دیا گیا)

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ غلط بات کہہ رہے ہیں۔ جی سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! ابھی منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ یہ صوابدیدی فنڈ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آرڈر پلیز ' یہ کافی اچھی بحث ہے اور یہ سوال کافی عرصے سے ہر ایک کے ذہن میں ہے۔ آپ براہ مہربانی خاموشی سے بات کو سنیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب سپیکر! صوابدیدی فنڈ اور ڈویلپمنٹ فنڈ میں بڑا نمایاں فرق ہے۔ صوابدیدی فنڈ وہ ہے جو وزیراعلیٰ کی صوابدید کے لیے علیحدہ رکھا جاتا ہے۔ وہ کتنا ہے میں نہیں جانتا۔ لیکن یہ جو ڈویلپمنٹ فنڈ تھے ان کے بارے میں اس ایوان میں یہ کہا گیا تھا کہ سب ممبران کو مساویانہ طور پر دیے جائیں گے اور سکیمیں مانگی گئیں۔ ہر ممبر نے اپنے اپنے حلقہ انتخاب کی سکیمیں بھیجی ہیں۔ کبھی یہ اعتراض لگ جاتا ہے کہ چونکہ ان کی سکیم میں نقائص تھے اس لیے ان کے نقائص درست کرنے کے لیے وہ واپس بھیجی گئی ہیں۔ آج یہ انکشاف ہو رہا ہے کہ یہ تو صوابدیدی فنڈ ہے ۔ اس کا کیا criteria ہو گا۔ یہ تو چیف منسٹر صاحب کی مرضی ہے کہ جس کو چاہے دیں۔ جناب سپیکر! یہ غلط بیانی ہے ۔ یہاں سے پہلے جو اس محکمے کے وزیر تھے انھوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ بعض ممبران کی سکیموں میں محکمے نے کچھ اعتراضات لگائے تھے اور وہ درست کرنے کے لیے واپس بھیجے گئے ہیں۔ جناب سپیکر! اس کی وضاحت فرمائی جائے ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، اب آپ اس بارے میں categorically کہہ دیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! مجھے افسوس ہے کہ یا تو میں اپنی بات واضح نہیں کر سکا یا محترم سردار صاحب نے میری بات سمجھی نہیں۔ اس میں صوابدیدی فنڈ کا لفظ میں نے استعمال کیا ہے۔ جو چیف منسٹر کے صوابدیدی فنڈ کی وہ بات کر رہے ہیں وہ ان کی اپنی صوابدید ہوتی ہے لیکن یہ جو لوکل ڈویلپمنٹ کا سپیشل فنڈ ہے اس کے بارے میں میں نے کہا تھا کہ یہ حکومت کی صوابدید ہے۔ اس میں بھی یہ نہیں ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ ایسی یقین دہانی یہاں کرائی گئی ہے تو سردار صاحب مجھ سے بھی زیادہ سینئر پارلیمنٹیرین ہیں۔ اس کے لیے بھی ایک طریق کار طے ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میرا خیال ہے کہ اس پر بحث کو بند کرتے ہیں۔ یہ آپ کے بھی علم میں ہے میرے بھی علم میں ہے اور سرکاری بنچز کے علم میں بھی ہے۔ یہ ایک واضح سی بات ہے

کہ یہ ایک صوابدیدی فنڈ ہے ۔ پہلے جو حکومت تھی اس میں بھی آپ کو پتا ہے کہ اس کی کیسے تقسیم ہوتی تھی۔ اس کے بعد 1990ء کی حکومت کا بھی آپ کو پتا ہے ۔ پھر 1993ء کی حکومت کا بھی آپ کو پتا ہے۔ پتا آپ سب کو ہے لیکن آپ اس بات کو اگر اس طرح سے پیدا کریں گے کہ اسمبلی میں شورو غوغا ہو۔ انھوں نے بات بالکل واضح کر دی ہے کہ حکومت اپنی صوابدید پہ فنڈ ایلوکیٹ کرتی ہے۔ وہ سکیمیں مانگتی ہے۔ پھر ان پر اعتراضات لگا دیے جاتے ہیں۔ وہ کن کی سکیموں پر اعتراضات لگتے ہیں ' کن کی سکیموں پر اعتراضات نہیں لگتے ہیں میرے خیال میں اس کے بارے میں آپ سب کو علم ہے۔ جی' پرویز الٰہی صاحب!

چودھری پرویز الٰہی ، جناب سپیکر! جو اصل بات ہے جس کے بارے میں میں نے ان سے سوال کی شکل میں پوچھنا چاہا تھا کہ آپ کے اصول کیا ہیں؟ اس کے لیے انھوں نے کہہ دیا ہے کہ ہمارا کوئی اصول نہیں ہے ہماری مرضی ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، یہی تو میں کہہ رہا ہوں ۔

چودھری پرویز الٰہی ، یہ آج ثابت ہو گیا کہ بے اصولی ان کا سب سے بڑا اصول ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، تابش الوری صاحب !

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! آپ نے بھی اس کو صوابدیدی فنڈ کہہ دیا۔ اس موضوع پر بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ بات دل میں نہ رہے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ پنجاب کی اجتماعی ترقی کا مسئلہ ہے ۔ یہ کسی شخص کا انفرادی مسئلہ نہیں۔ جناب والا! پنجاب کے 95 ممبران کو جو کہ آدھا پنجاب بنتا ہے ترقیاتی فنڈز سے محروم کر دیا گیا ہے اور یہ اپوزیشن کی محرومی نہیں۔ یہ پنجاب کی محرومی ہے ۔ پنجاب کو پس ماندہ کیا جا رہا ہے۔ پنجاب کو دوسرے صوبوں سے پیچھے رکھا جا رہا ہے----

جناب قائم مقام سپیکر ، تابش صاحب! آپ تو وہی بات کر رہے ہیں جو آپ اپنی تقریروں میں اکثر کرتے ہیں۔ کیا آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے۔

سید تابش الوری ، میں ضمنی سوال یہی کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، کیا ضمنی سوال لمبا ہوتا ہے یا تقریر ہوتی ہے ؟

سید تابش الوری ، جو آپ نے بات کہی میں نے اس کی وضاحت میں بات کی ہے۔ آپ کو بھی پتا ہے مجھے بھی پتا ہے ۔ میں چاہتا ہوں عوام کو پتا ہونا چاہیے کہ یہاں ہو کیا رہا ہے ۔ اس لیے ہم نے یہ بات اٹھائی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر کافی بحث ہو گئی ہے اور انہوں نے بھی categorically کہہ دیا ہے کہ صوابدید پر دیا جاتا ہے اور صوابدید کے معنی آپ سمجھتے ہیں۔ میں آپ کو ضمنی سوال کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ ضمنی سوال بنتا نہیں ہے۔

سید تابش الوری ، میں نے ابھی اپنا ضمنی سوال کیا ہی نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، بس میں آپ کو اجازت ہی نہیں دیتا ۔ راجہ بشارت صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد بشارت راجا ، جناب سپیکر! ابھی آپ نے رولنگ دی ہے کہ categorically منسٹر صاحب نے فرما دیا ہے کہ حکومت اپنی صوابدید پر فنڈ دیتی ہے۔ یہ بات درست ہے۔ میں آپ کے توسط سے صرف اتنی وضاحت چاہوں گا کہ جب بجٹ پیش ہوا تھا تو وزیر خزانہ صاحب نے جو کہ اس وقت وزیر خزانہ ہیں اپنی تقریر میں یہ بات واضح طور پر کہی تھی کہ تمام ممبران کو بلا تخصیص فنڈز فراہم کیے جائیں گے۔ اس کی وضاحت کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جی' رانا صاحب ! ان کا مقصد یہ ہے کہ کیا بجٹ میں تمام ایم پی ایز کی پروویژن ہے یا صوابدید کا ذکر ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب سپیکر! راجہ بشارت صاحب نے جو بات کی ہے کہ یہاں ایوان میں کسی تقریر کا یا کسی یقین دہانی کا حوالہ دیا ہے میں اب بھی اپنی اس بات کو دہراؤں گا کہ خصوصی فنڈز لوکل گورنمنٹ کا ہے ۔ اس کے لیے حکومت کی صوابدید ہوتی ہے ۔ میں سب سے آپ کی اجازت سے محترم قائد حزب اختلاف کے اٹھائے گئے سوال کا ذکر کروں گا ان کو یہ یاد ہونا چاہیے کہ 1988ء میں یہ خود لوکل گورنمنٹ کے وزیر تھے۔ 1988, 89, 90, 91ء کی تفصیل بھی میں دے سکتا ہوں۔

میاں عبدالستار ، یہ چودھری پرویز الٰہی صاحب کی منسٹری کی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : آپ تشریف رکھیں۔ ایک بات ہو رہی ہے ۔ یہ مسئلہ حل ہو رہا ہے ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا! چودھری صاحب نے یہ بات کسی پریس کانفرنس میں نہیں کی ۔ یہ انھوں نے ہاؤس میں کی ہے ۔ اس لیے اس بات کی وضاحت ہونا ضروری ہے ۔ اگر یہ سمجھا جائے کہ اپنی صوابدید استعمال کرنا بے اصولی ہے تو پھر یہ خود جب وزیر مقامی ترقی تھے تو اس بے اصولی کے مرتکب ہوتے رہے ہیں۔ جناب والا! دوسری میں یہ وضاحت کرنی چاہتا ہوں کہ تابش الوری صاحب نے ایک بات کی۔ میں نہایت معذرت سے تابش الوری صاحب سے یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ کسی سوال کے جواب میں اگر اس کو زیر بحث لانا مقصود ہو تو بجائے اس طرح کھڑے ہو کر بحث شروع کرنے کے اس کے لیے بھی رولز آف پروسیجر میں ایک طریقہ دیا ہوا ہے ۔

جناب محمد بشارت راجا : جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ سے یہ استدعا کرنا چاہتا ہوں کہ جو میں نے پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا کیا منسٹر صاحب نے اس کا جواب دے رہے ہیں یا انھوں نے دیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر : میرے خیال میں اس سے پہلے ہاؤس میں اس قدر واضح جواب حکومت کی طرف سے کبھی بھی نہیں آیا۔

جناب محمد بشارت راجا : جناب سپیکر! میں نے تو صرف یہ پوچھا تھا کہ بجٹ تقریر میں یہ کہا گیا تھا کہ "فنڈز بلا تفریق دیے جائیں گے" جبکہ اب وہ صوابدید کی بات کر رہے ہیں۔ وزیر صاحب اس کی وضاحت فرما دیں ۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر! اگر پوائنٹ آف آرڈر پر حکومت کی کسی پالیسی پر کوئی وضاحت طلب کی جائے تو میرا یہ فرض اور حق ہے کہ میں اس کی وضاحت کروں۔ اب میں راجہ بشارت صاحب کی بات کا جواب دیتا ہوں۔ پہلے ایس۔ اے حمید صاحب نے بھی یہی بات کی ہے غالباً راجہ صاحب اس وقت ہاؤس میں نہیں تھے یا پھر انھوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ ایس۔ اے حمید صاحب نے بھی یہاں یہ بات پہلے کی ہے فرق صرف یہ ہے کہ انھوں نے وزیر خزانہ کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ انھوں نے وزیر اعلیٰ اور سینئر وزیر کے حوالے سے بات کی تھی ۔ راجہ بشارت صاحب نے اسی سوال میں ان دو ناموں کی بجائے وزیر خزانہ کا لفظ استعمال کر دیا ہے ۔ جناب والا! میں اس پر یہی عرض کروں گا کہ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہاؤس میں کسی قسم کی یقین دہانی کرائی گئی تھی اور اس پر عمل نہیں ہو رہا تو اس حوالے سے وہ اسے Assurance Motion یا تحریک استحقاق

کی صورت میں لائیں۔ جناب سپیکر ! رولز آف پروسیجر میں بڑا واضح طریق کار دیا گیا ہے اور میں نہایت معذرت کے ساتھ اپنے دوستوں سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اس کا مطالعہ فرما کر اس کے مطابق ہاؤس میں بات کیا کریں۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر : عرفان ڈاہا صاحب ! آپ آج پینل کے چیئرمینوں میں نمبر 2 پر ہیں۔ اس لیے حاضر رہیے گا کیونکہ کچھ وقت کے لیے مجھے بھی جانا ہے۔ یہ نہ ہو کہ آپ چاروں حضرات ہی غیر حاضر ہو جائیں۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا ، جی بہتر ہے میں حاضر رہوں گا۔ جناب والا ! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر ! میں نکتۂ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : پہلے پرویز الٰہی صاحب کو بات کر لینے دیں۔ جی' چودھری صاحب '

چودھری پرویز الٰہی : جناب سپیکر ! ابھی جو بات میرے دوست اور بھائی نے کی ہے کہ جب میں مقامی حکومت و دیہی ترقی کا وزیر تھا تو اس وقت یہ ہوا ' وہ ہوا۔ میں نے موقع کی مناسبت سے جو بات یہاں عرض کی ہے وہی بات یہاں راجہ بشارت صاحب نے بھی کی ہے جس کا جواب وزیر صاحب نے اب آدھے گھنٹے کی بحث کے بعد دیا ہے کہ اگر کوئی بات on the floor of the House کہی گئی ہے جس میں یہ کہا گیا تھا کہ فنڈز برابری کی سطح پر تمام ممبران کو دیے جائیں جو کہ نہیں دیے گئے ۔ یہ ان کے جوابات سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ تو اسے ہم تحریک استحقاق کی شکل میں لا سکتے ہیں۔ بات صرف اتنی تھی۔ جناب والا ! ایک طرف تو یہ بڑے اصول پسند بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جی ہم اصولوں پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ on the floor of the House یہ بات کرتے ہیں کہ برابری کی سطح پر فنڈز دیے جائیں گے اور پھر جب ہم ثابت کرتے ہیں کہ آپ جو بات کرتے ہیں وہ اصولی نہیں بلکہ بے اصولی کرتے ہیں اور ہماری اس بات کو انھوں نے یہ کہہ کر مان بھی لیا کہ صرف تیس ممبران کو فنڈز دیے گئے ہیں باقی ممبران کو نہیں دیے گئے ۔ انھوں نے اسے صوابدیدی فنڈز کے ساتھ mix کرنے کی کوشش کی ہے جبکہ اس بارے میں سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ صوابدیدی فنڈز تو وزیر اعلیٰ صاحب کے فنڈز ہیں وہ جسے چاہیں دیں۔

ہم اس کی بات نہیں کر رہے بلکہ ہم بجٹ میں جو چیزیں طے ہوئی تھیں، جو ترقیاتی فنڈز منظور ہوئے تھے اور جو تمام صوبے، تمام ایم پی ایز کے لیے ہیں اس کی بات کر رہے ہیں۔ وزیر صاحب نے اس کو mix کرنے کی کوشش کی ہے جو کہ سراسر غلط ہے۔ اس حساب سے بے اصولی اِن کی بنتی ہے جسے میں نے ثابت کر دیا ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میں آپ کی اجازت سے ایک ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : جی کیجیے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا : جناب سپیکر ! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب قائم مقام سپیکر : ایس اے حمید صاحب ! عرفان ڈاہا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ پہلے انھیں بات کر لینے دیں کیونکہ وہ کافی دیر سے بات کرنا چاہتے ہیں ۔ جی عرفان ڈاہا صاحب!

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا : جناب سپیکر ! رانا اکرام ربانی صاحب 1988ء سے آ رہے ہیں اور میں بھی 1988ء سے آ رہا ہوں۔ انھوں نے ابھی ارشاد فرمایا ہے کہ اُس وقت کی اپوزیشن کو فنڈز نہیں دیے گئے تھے۔ وہ بالکل بجا کہہ رہے ہیں اس وقت قومی اسمبلی میں جو مسلم لیگ کے ایم این ایز تھے انھیں فنڈز نہیں دیے گئے تھے۔ 1990ء کی اسمبلی میں جب مسلم لیگ کی حکومت آئی تو اس وقت قومی اسمبلی میں اپوزیشن کے ممبران کو فنڈز دیے گئے اور صوبائی اسمبلی میں بھی اپوزیشن کے ممبران کو فنڈز دیے گئے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر : اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ 1988ء سے ایسا ہو رہا ہے ۔ یہ گزبز شروع سے ہو رہی ہے ۔ جی ایس اے حمید صاحب ! اپنا ضمنی سوال کیجیے ۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! میں جو آخری ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اپوزیشن اِن سے فنڈز کی بھیک نہیں مانگتی لیکن وزیر اعلیٰ یا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات کی یقین دہانیاں جو اِنھوں نے ایوان میں کرائی ہیں ان کے لیے وزیر موصوف نے ابھی فرمایا ہے کہ ہم Assurance Motion لائیں۔ کیا یہ ایوان میں جھوٹ بولتے رہیں گے اور ہم motions لاتے رہیں گے ؟ کیا یہ طریق کار ٹھیک ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر : یہ کوئی ضمنی سوال نہیں۔ اگلا سوال جناب ایس اے حمید صاحب کا ہے۔

جناب ایس اے حمید : سوال نمبر 1234 -

حلقہ پی پی ۷۸ میں سکیموں کا اجراء

*1234-جناب ایس اے حمید ، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) حلقہ پی پی ۷۸ کے ایم پی اے کے علاقے میں کتنی مالیت کی سکیمیں منظور کی گئی ہیں ہر سکیم کا نام اور منصوبہ کی مالیت تفصیل سے بیان کی جائے۔

(ب) اب تک کون سی سکیموں پر کام شروع ہو چکا ہے اور بقیہ سکیموں پر کب کام شروع ہو رہا ہے؛ شروع کئے گئے منصوبوں کی مالیت اور بقیہ منصوبوں کی مالیت بھی بتائی جائے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی) :

(الف) سالانہ ترقیاتی پروگرام میں رقوم کی تخصیص حلقہ وار نہیں کی جاتی بلکہ 5 سالہ منصوبہ کے اہداف اور حکومت کی مروجہ پالیسی /حکمت عملی،سکیموں کی Technical Feasibility کے تحت شعبہ وار پروگرام وار رقوم مختص کی جاتی ہیں۔ لہذا صوبائی اسمبلی کے حلقہ وار مختص شدہ رقوم کی منصوبہ وار تفصیل نہیں بتائی جاتی اور اس کی فراہمی ممکن نہ ہے۔علاوہ ازیں فاضل رکن اسمبلی نے مذکورہ سوال میں اس امر کی نشاندہی نہیں کی کہ کون سے مالی سال میں منظور کئے جانے والے منصوبوں کی تفصیل مطلوب ہے۔

(ب) جز"الف" کے جواب میں کی گئی وضاحت کی روشنی میں جز"ب" کے جواب کی ضرورت نہ ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! میرا سوال بڑا واضح ہے۔ یہ میں نے 1994ء میں دیا تھا اور اس سے 1994-95ء کے فنڈز مراد ہیں۔ میں نے پوچھا ہے کہ حلقہ پی پی۔ 78 کی جو constituency ہے اس میں کون کون سی اور کتنی مالیت کی سکیمیں منظور کی گئی ہیں ؟

جناب قائم مقام سپیکر : آپ نے اپنے سوال میں سال mention تو نہیں کیا؟

جناب ایس اے حمید : جی ہاں سال mention تو نہیں کیا لیکن جب یہ سوال کیا گیا تھا اس سے مراد وہی سال ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں آپ کو واضح طور پر سال mention کرنا چاہیے تھا۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! جب میں نے 1994ء میں سوال کیا تھا تو وہ میں نے اسی متعلقہ سال کے لیے کیا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر : اگر آپ ساتھ سال بھی لکھ دیتے تو اس میں کیا حرج تھا؟

جناب ایس اے حمید : یہ ٹھیک ہے کہ میں نے سال نہیں لکھا لیکن یہ جو جواب دیا گیا ہے یہ purely bureaucratic ہے۔ اس میں کسی قسم کی بات کہنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر : آپ کون سے سال کا پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب ایس اے حمید : میں 1994-95ء کا پوچھنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : ٹھیک ہے۔ رانا صاحب ! آپ نے اگلے اجلاس میں 1994-95ء کا وضاحت سے جواب دینا ہو گا۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا ! میں آپ کی اجازت اور آپ کے توسط سے ایس اے حمید صاحب سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اگر یہ اپنے سوال کو modify کرلیں تو پھر حکومت کے لیے جواب دینا ذرا آسان ہو جائے گا۔ یہ اگر بتا دیں کہ کس شعبے کے فنڈز کی بات کر رہے ہیں۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں غالباً ان کا target special funds for local development ہے۔ اگر پوری constituency کی تفصیل پوچھی جائے تو اس میں اری گیشن، ضلع کونسل، C&W سب شامل ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : ایس اے حمید صاحب ! آپ فرما دیں کہ کونسی سکیمیں پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! میں ایم پی اے گرانٹ کی بات کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : ٹھیک ہے آپ ایم پی اے گرانٹ کا بتا دیجیے گا۔

سید تابش الوری : جناب والا ! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ special development پروگرام کے تحت موجودہ مالی سال کے دوران حکومت نے اپنی صوابدید کے مطابق حزب اختلاف کے ارکان اسمبلی کی سفارش پر ترقیاتی سکیمیں منظور کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب سپیکر ! سب سے پہلے میں آپ کی وساطت سے تابش الوری

صاحب کے سوال کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں کہ special development fund نہیں ہوتا یہ special fund for local development ہوتا ہے۔

سید تابش الوری، جناب والا! یہ block allocation ہے جس میں ایک priority fund ہے ایک local council development fund ہے اور ایک development priority programme ہے جس میں اراکین اسمبلی سے ترقیاتی سکیمیں مانگی جاتی ہیں اگر اس میں کسی لفظ کی تبدیلی ہے تو وہ رانا صاحب خود فرما دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی رانا صاحب۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! میں نے یہ عرض کیا ہے کہ میری دانست میں special fund for local development ہے۔ اب میں اپنے دوستوں سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جس وقت حکومت پر حملہ ان کے ذہن میں ہو تو کم از کم اپنا target بڑا واضح رکھیں اور واضح کر دیا کریں۔ جناب سپیکر! میں نے پہلے یہ گزارش کی ہے کہ اس پر حکومت اپنی صوابدید سے سکیمیں identify کراتی ہے۔ چونکہ پہلے یہ سوال نہیں تھا اور انھوں نے اب یہ ضمنی سوال دیا ہے تو 1994-95 & 1995-96ء میں جن اراکین اسمبلی کی سکیمیں identify کرنے کو کہا گیا تھا اور ان کے against فنڈز issue کیے تھے وہ اگلے اجلاس میں ہاؤس میں پیش کر دوں گا۔

سید تابش الوری، کیا حکومت نے اپنی صوابدید کے مطابق اس فنڈ کے تحت حزب اختلاف کی ترقیاتی سکیمیں منظور کرنے کا فیصلہ کیا؟ میں نے یہ پوچھا ہے۔ میں نے یہ نہیں پوچھا کہ کس کو دیا ہے یا کیا کیا ہے۔ میں نے اصولی فیصلہ پوچھا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، رانا صاحب! وہ پوچھ رہے ہیں کہ حزب اختلاف کے ایم پی ایز کو جو فنڈز دیے ہیں وہ کس مد میں سے ہیں---- تابش صاحب آپ کی یہی بات ہے؟

سید تابش الوری: جو development fund for rural areas ہے وہ تو وہی ہے اسی فنڈ کے تحت اراکین اسمبلی سے سکیمیں طلب کی جاتی ہیں۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق اس فنڈ کے تحت اراکین اسمبلی کے سکیمیں منظور کرے گی۔ میرا سوال یہ ہے کہ ----

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب قائم مقام سپیکر، ظہیر الدین صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہو گئے ہیں شاید وہ اسی پر بات کرنا چاہتے ہوں ۔ جی

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، شکریہ' جناب سپیکر! محترم تابش الوری صاحب کا جو ضمنی سوال ہے وہ سوال نمبر 1233 کے متعلق ہے جو کہ close ہو چکا ہے اور اب سوال نمبر 1234 چل رہا ہے جس میں واضح طور پر صرف ایک حلقہ پی پی 78 کے متعلق سوال کیے گئے ہیں اور اس پر ضمنی سوال بھی تقریباً ہو گئے ہیں۔ کیا جب ایک سوال close ہو جائے تو اس پر ضمنی سوال کیا جا سکتا ہے میں اس پر جناب کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، close ہونے کے بعد اس سوال پر ضمنی سوال نہیں ہو سکتا۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، بس میں یہی چاہتا ہوں ۔

جناب قائم مقام سپیکر، بس تابش صاحب! اب اس بات کو چھوڑیے۔ جی سلیم اقبال صاحب!

ملک سلیم اقبال، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا حکومت کے زیر غور کوئی ایسی تجویز ہے کہ ہارے ہوئے امیدواروں کو ہمارے فنڈز دیے جا رہے ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! انھوں نے جو لفظ استعمال کیا ہے کہ ہارے ہوئے امیدواروں کو ہمارے فنڈز دیے جاتے ہیں۔ یہ سوال ہی درست نہیں اس پر میں categorically طور پر یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ حکومت کی اپنی صوابدید ہے کہ کسی بھی حلقہ میں وہ متعلقہ ایم پی اے سے یا کسی اور حوالے سے سکیمز identify کرائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ساہی صاحب!

ملک سلیم اقبال، جناب سپیکر! وزیر موصوف specifically بتائیں کہ کیا اس پر غور فرما رہے ہیں کہ ہارے ہوئے امیدواروں کو فنڈز دیے جا رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ جی ساہی صاحب!

چودھری محمد افضل ساہی ، جناب سپیکر! وزیر موصوف کا فرمان ہے کہ ترقیاتی پروگرام میں سکیمیں شامل کرنے کے لیے حکومت کی مروجہ پالیسی حکمت عملی اور سکیموں کی technical feasibility کو

مد نظر رکھا جاتا ہے۔ میں وزیر موصوف سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ترقیاتی پروگرام میں سکیمیں شامل کرنے کے لیے حکومت کی کیا پالیسی ہے ؟ کیا حکمت عملی ہے؟ اور ترقیاتی پروگرام میں سکیمیں شامل کرنے کے لیے technical feasibility کون بناتا ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر، یہ سوال تو گزر گیا۔ اس پر تو پہلا سوال تھا۔ اب ہم next question پر آ گئے ہیں وہی جو point out کیا تھا۔

چودھری محمد افضل ساہی، جناب والا! یہ next question میں کیوں آئے گا۔خود وزیر موصوف فرما رہے ہیں کہ ترقیاتی پروگرام میں سکیمیں شامل کرنے کے لیے حکومت کی مروجہ پالیسی اور حکمت عملی کے تحت سکیمیں شامل کی جاتی ہیں۔ تو میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت کی کیا پالیسی ہے اور کیا حکمت عملی ہے جس کے تحت یہ سکیمیں شامل کرتے ہیں ؟

جناب قائم مقام سپیکر، رانا صاحب اس سوال میں یہ بات آئی ہے یا پچھلے سوال میں تھی؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، اسی سوال میں یہ بات آئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی آپ اس بارے میں فرمائیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! ADP میں جو سکیمیں ہوتی ہیں وہ department کی طرف سے move کی جاتی ہیں لیکن بجٹ کے اندر جو ایک special fund for local development ہے اس پر حکومت کی اپنی صوابدید ہے میں اس میں فرق واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جو سکیم ADP میں split ہو جاتی ہیں اس کی feasibility report اور approval وغیرہ کا process محکمہ کے طرف سے ہو کر آتا ہے لیکن اس کے اندر ایک special head ہوتا ہے جس میں block allocation ہو جاتی ہے وہ special fund for local development ہوتا ہے اس کے against حکومت اپنی صوابدید پر کسی بھی مخصوص رقم کے against کسی دور میں 37 لاکھ رہی کسی دور میں 50 لاکھ رہی اور آج کل 60 لاکھ کے against سکیمیں identify کرانے کے لیے کسی بھی شخص سے یا متعلقہ ایم پی اے سے کہا جا سکتا ہے۔میں نے پالیسی اور strategy عرض کی ہے

چودھری شوکت داؤد ، جناب والا! میں وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جن سکیمز کے ٹینڈر

لگ جاتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ criteria پورا کرتی ہیں qualify کرتی ہیں۔ جن سکیمز کے ٹینڈر لگ جائیں کیا ان کے against فنڈز ریلیز کرنے میں کوئی امر مانع ہوتا ہے یا نہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، رانا صاحب! وہ ٹینڈر لگنے کے بعد کا پوچھ رہے ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! ٹینڈر لگ جانا یہ کوئی final verdict نہیں ہوتا کہ یہ سکیم implement ہونی ہے۔ بعض اوقات ٹینڈر منظور ہونے کے بعد لگ جانے کے بعد نہیں بلکہ اگر منظور ہونے کے بعد کوئی سکیم withdraw کی جائے تو اس سے بعض اوقات قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ لیکن صرف ٹینڈر لگ جانا اس بات کی ضمانت نہیں ہوتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔

چودھری شوکت داؤد، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب قائم مقام سپیکر، جی فرمائیے۔

چودھری شوکت داؤد، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میری 96-1995ء کی سکیم کے against ٹینڈر منظور ہو چکے ہیں۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان کے against فنڈز ریلیز کرنے میں کیا امر مانع ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، This is no point of order. اگلا سوال۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی مغل صاحب ضمنی سوال پر ہیں۔

جناب عبدالرؤف مغل، جناب والا! وزیر موصوف سے میرا ضمنی سوال ہے کہ جو محکمے یا لوکل گورنمنٹ ٹینڈرز کے لیے اخبارات میں شائع کروا دیتے ہیں اور بعد میں ان کے لیے فنڈز ریلیز نہیں کرتے تو کیا آپ ان محکموں کی کوئی گوشمالی کرنا چاہیں گے کہ انھوں نے قومی رقوم کو ضائع کیوں کیا؟ انھوں نے اخبارات میں اشتہار دے دیے جبکہ ان کی approval ابھی باقی تھی اور اخبارات میں اشاعت کے اخراجات قوم کو پڑ گئے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! اس سوال کے بعد میں یہ سمجھتا ہوں یہاں ایک اور وضاحت ہو جانی چاہیے کہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ advices issue کرتا ہے۔ ان advices کے

against فنانس سے فنڈز ریلیز کیے جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ allocate کرتے ہیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، ہم صرف allocate کرتے ہیں advice issue کر دیتے ہیں لیکن فنڈز فنانس ڈیپارٹمنٹ سے ریلیز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے پہلے یہ گزارش کی ہے کہ کسی بھی سکیم کے ٹینڈر لگ جانا یا منظور ہو جانا اس چیز کی گارنٹی نہیں ہوتی کہ وہ سکیم ضرور implement ہو گی۔ اس میں مختلف cases میں مختلف مواقع پر مختلف considerations پر substitutions بھی ہو سکتی ہیں اور سکیمز withdraw بھی ہو سکتی ہیں۔ یہ حکومت کی پالیسی یا رولز کے خلاف ورزی نہیں ہے اس لیے اس سلسلے میں action لینا ضروری نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ جی اگلا سوال راجہ محمد جاوید اخلاص صاحب کا ہے۔۔۔۔ کافی ہو گیا آگے بھی بڑے سوال پڑے ہیں۔ جی راجہ جاوید اخلاص صاحب!

راجہ محمد جاوید اخلاص، سوال نمبر 1283۔

تحصیل گوجر خان کی محکمہ آباد میں شمولیت

*1283۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وزیر اعلیٰ نے بذریعہ ڈائریکٹو نمبر یو ایس۔۴۱، جی اے ایس۔۱۰۔۱/۹۳۔۳۲۷۔۹ ۱۲۸ تا ۸۷ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۹۳ء تحصیل گوجر خان کو محکمہ آباد میں شامل کیا تھا۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو اس ڈائریکٹو پر اب تک کیا کارروائی ہوئی ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)،

(الف) درست ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے ۱۹۷۵ء میں بارانی کمیشن قائم کیا تھا تاکہ وہ صوبہ کے بارانی علاقوں کی نشاندہی کے علاوہ ان کو درپیش مخصوص مسائل کو اجاگر کر سکے۔ اس رپورٹ کے نتیجہ میں بارانی علاقوں کی ترقی کے لئے "ادارہ برائے بارانی دیہی ترقی" (آباد) قائم کیا گیا۔ صوبہ بھر کے

تمام بارانی علاقے بشمول تحصیل گوجر خان "آباد" کے دائرہ کار میں ہیں۔ یہ ادارہ ان نسبتاً پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے منصوبہ بندی کرتا ہے۔

جہاں تک تحصیل گوجر خان کو "آباد" میں شامل کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں گزارش ہے کہ "آباد" کی زیر نگرانی بعض ترقیاتی کام پہلے سے ہی تحصیل ہذا میں جاری ہیں۔

1۔ فنی تربیتی پروگرام

آباد کے تحت بارانی علاقوں میں فنی تربیتی پروگرام شروع کیا گیا ہے جو لڑکوں اور لڑکیوں کو فنی تربیت دے رہا ہے اس پروگرام کے تحت اس وقت تحصیل گوجر خان میں ۳ مراکز بمقام گوجر خان، دوتلہ اور جاتلی کام کر رہے ہیں۔

۲۔ بارانی علاقوں میں آبی ذخائر کی ترقی کا منصوبہ

موجودہ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء میں آباد کے تحت ایک منصوبہ شروع کیا جا رہا ہے۔ جس کا مقصد بارانی علاقوں میں آبی ذخائر کی ترقی ہے۔ تحصیل گوجر خان کو بلا کسی امتیاز اس منصوبہ میں شامل کیا جائے گا۔

۳۔ دوسرا بارانی ترقیاتی منصوبہ

آباد کے تحت اس وقت ترقیاتی پروگرام میں ایک بڑا منصوبہ بیرونی امداد سے زیر تکمیل ہے۔ جس کا نام دوسرا بارانی ترقیاتی منصوبہ ہے۔ اس منصوبہ کی کل لاگت ۱۱۰،۲۱۱ کروڑ روپے ہے اور اس کا دورانیہ ۷ سال تک محیط ہے۔ یعنی سال ۹۱-۱۹۹۰ء سے لے کر ۹۷-۱۹۹۶ء تک۔ یہ منصوبہ ایشیائی ترقیاتی بنک اور عالمی مالیاتی فنڈ برائے زرعی ترقی کے تعاون سے بارانی علاقوں کی صرف چار تحصیلوں سوہاوہ، فتح جنگ، چکوال اور شکرگڑھ میں شروع کیا گیا ہے۔ اس منصوبہ میں توسیع کے لئے قرضہ دینے والے اداروں (ADB/IFAD) کی رضامندی ضروری ہے۔ صوبائی حکومت Barani-II کے دائرہ کار میں توسیع کے لئے وقتاً فوقتاً معاملہ قرضہ فراہم کرنے والے اداروں کے ساتھ اٹھاتی رہی ہے مگر وہ ادارے ہماری اس تجویز پر رضامند نہیں ہوئے۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ پراجیکٹ کا علاقہ بڑھانے سے پراجیکٹ کے تحت جو کام ہو رہے ہیں وہ غیر مؤثر ہو جائیں گے۔ تاہم انہوں نے اس بات پر رضامندی کا اظہار

کیا ہے کہ پراجیکٹ کے ایسے ملحقہ علاقہ جات میں پراجیکٹ کے تحت کام ہو سکتا ہے جو کہ اس " Water Shed Catchment" میں آتے ہیں ۔لہذا تحصیل گوجر خان کا وہ علاقہ جو تحصیل سوہاوہ اور تحصیل چکوال سے متصل ہے وہاں اس منصوبہ کے تحت کام کیے جا سکتے ہیں۔

۴۔تیسرا بارانی ترقیاتی منصوبہ

آباد اس وقت تیسرے بارانی ترقیاتی منصوبہ کو شروع کرنے کے لئے غور و خوض کر رہا ہے۔اس مرحلہ پر یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ تمام بارانی اضلاع کو بشمول تحصیل گوجر خان اس منصوبہ میں شامل کیا جائے۔تیسرے بارانی ترقیاتی منصوبہ پر عمل درآمد سال۹۷۔۱۹۹۶ء میں متوقع ہے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب سپیکر! میرا اس بارے میں ضمنی سوال ہے سوہاوا اور چکوال کے درمیان جو تحصیل گوجر خان کا حلقہ ہے اور اصولی طور پر محکمہ پی اینڈ ڈی نے agree کیا ہے کہ اسے آباد میں شامل کر لیا جائے گا ۔ انہوں نے فنی تربیتی پروگرام اور بارانی علاقوں میں آبی ذخائر کی ترقی کا وعدہ کیا ہے۔ میں ان سے یہ سوال کروں گا کہ زمینداروں کی جو فائدہ کی چیز ہے وہ رعایتی نرخوں پر مشینری کی فراہمی اور زمین کو کٹاؤ سے روکنے کے لیے بند باندھنا اور پلیوں کی تعمیر ہے ۔ کیا وزیر موصوف اس سلسلے میں کوئی واضح حکم جاری کرنا پسند فرمائیں گے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! یہ ایجنسی اسی مقصد کے لیے قائم کی گئی ہے اور اگر راجہ صاحب کے ذہن میں اس قسم کی کوئی تجاویز ہیں تو وہ میرے ساتھ بیٹھ کر discuss کر لیں اور کسی وجہ سے آباد کے دائرہ کار سے باہر رہ گئی ہوں تو ہم اس کے دائرہ کار میں شامل کر لیں گے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب والا! میں وزیر موصوف کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ سڑک کے ایک طرف سوہاوا اور چکوال ہیں دوسری طرف ہمارا حلقہ گوجر خان ہے وہاں پر ان کے محکمے کا عملہ کرپشن کا بھی مرتکب ہو رہا ہے۔ ایک طرف تیس روپے گھنٹہ ٹریکٹر ملتا ہے لیکن ہمارے علاقے کے زمین دار ڈرائیوروں اور انچارج سے مل ملا کر رشوت دے کر ان سے کچھ کام کروا رہے ہیں' میری یہ گزارش ہے کہ اس کرپشن کو روکا جائے۔ دوسرا انہوں نے اپنے جواب میں اس بات پر بھی رضا

مندی کا اظہار کیا ہے کہ بارانی ترقیاتی منصوبہ کے ایسے ملحقہ علاقہ جات میں پراجیکٹ کے تحت کام ہو سکتا ہے جو کہ اس Water Shed Catchment میں آتے ہیں۔ لہٰذا تحصیل گوجر خان کا وہ علاقہ جو تحصیل سوہاوا اور تحصیل چکوال سے متصل ہے وہاں پر اس منصوبہ کے تحت کام کیے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا میری یہ گزارش ہے کہ اس کرپشن کو روکنے کے لیے محکمہ پی اینڈ ڈی کی طرف سے محکمہ آباد کو اگر ایک ڈائریکٹو چلا جائے کہ یہ علاقے بھی آباد میں شامل کر لیے جائیں اور ان علاقوں میں بھی یہ سہولتیں حاصل ہو جائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، کرپشن کا ایک علیحدہ مسئلہ ہے جو بھی کرپشن کر رہا ہے آپ متعلقہ محکمے کو اس کی نشاندہی کریں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص ، جناب والا! ان کے جواب کے تحت میں یہ گزارش کر رہا ہوں۔ میری صرف یہ گزارش ہے کہ اس پر عمل درآمد کروائیں۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! جب انہوں نے رعایتی نرخوں پر مشینری کی فراہمی اور کھاد وغیرہ پر بات کی تھی میں نے اس وقت بھی یہ گزارش کی تھی کہ راجہ صاحب کے ذہن میں جو بھی بہتر تجاویز ہوں اور محکمے سے پالیسی کا تعین کرتے وقت miss ہو گئی ہوں تو ہم ان پر صدق دل سے عمل کریں گے ۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ جو فرمایا ہے کہ محکمے کے کچھ معاملات وہاں پر درست نہیں چل رہے یہ وقفہ سوالات کے بعد میرے علم میں لے آئیں میں انشاء اللہ العزیز پوری کوشش کروں گا کہ اس کی تلافی ہو سکے ۔

چودھری محمد اقبال ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب نے آباد میں نئے علاقے شامل کرنے کے لیے کیا criteria مقرر کیا ہے ؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! محکمہ آباد 1975ء پنجاب اسمبلی کے ایک ایکٹ کے ذریعے وجود میں آیا ہے۔ اگر یہ سمجھتے ہیں اس میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہو گئی ہیں اور اس میں مزید علاقے بھی شامل ہونے چاہیں تو یہ میری علم میں لے آئیں ہم ان علاقوں کو بھی آباد کے دائرہ کار میں لے آئیں گے۔

چودھری محمد اقبال ، جناب والا! وزیر موصوف نے جواب تو دے دیا ہے میں وزیر موصوف کی شرافت کے پیش نظر چاہتا ہوں کہ وہ اس کا دوبارہ کبھی اس سوال کا جواب دیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، کیونکہ آپ بھی شریف ہیں اور وزیر موصوف بھی شریف ہیں اس لیے جواب نہیں آیا لیکن اب شرافت کا دور شروع ہو گیا ہے تو یہ بہتر بات ہے۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! آپ نے بڑی اچھی بات کی ہے آپ بھی شریف ہیں اور یہ بھی شریف ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں پر بد معاش بھی بیٹھے ہوئے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ بھی شریف ہیں۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب سپیکر !

ہم نے آنکھوں پہ بٹھایا تمہیں اپنا سمجھا
تم نے نظروں سے گرایا ہمیں کانٹا سمجھا

جناب قائم مقام سپیکر ، بڑی مہربانی ۔ شکریہ ۔ اگلا سوال۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ، جناب والا! چودھری صاحب نے جو بات کی ہے میں اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں میں ان کا جواب شاید پوری طرح سے نہیں سمجھ سکا میں اس کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں نے چودھری صاحب کی بات کا اپنی دانست میں جواب دیا تھا' جناب والا! سوال کے جواب میں بھی بڑا واضح کہا گیا تھا کہ صوبہ کے بارانی علاقہ کی نشاندہی کے علاوہ' یعنی وہ علاقے جو نہری نظام کے تحت نہیں آتے بارانی ہیں وہ اس میں شامل کیے گئے ہیں۔ جناب والا! میں نے تو ایک قدم آگے جاتے ہوئے یہ یقین دہانی بھی کروائی ہے کہ 1975ء کے بعد اگر کوئی جغرافیائی تبدیلی آئی ہے اور مزید کچھ علاقے بھی اس میں شامل ہونے چاہیں تو ہم ان علاقوں کو بھی اس میں شامل کرنے کے لیے تیار ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ سید تابش الوری!

چودھری محمد اقبال ، جناب والا! میں اپنا ضمنی سوال کسی اور طرح سے put کر دیتا ہوں تاکہ ان کو میرا سوال سمجھ آجائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں اب میں نے اگلے سوال کے لیے کہہ دیا ہے ۔ سید تابش الوری!

سید تابش الوری ، سوال نمبر 1510

سکیلوں میں تضاد کی وجوہ

*1510۔ سید تابش الوری ، کیا وزیر خزانہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ پولیس اور محکمہ جیل خانہ جات کے افسروں کی تنخواہوں کے مساوی اور یکساں سکیل رہے ہیں ۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کا سکیل ۱۷' ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل خانہ جات کا ۱۶' انسپکٹر پولیس کا ۱۶ اور اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کا سکیل ۱۴ ہے ۔

(ج) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہو تو ایک جیسے فرائض کے باوجود تنخواہوں کے سکیلوں میں تضاد کی وجوہ کیا ہیں اور کیا حکومت اسے دور کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو) ،

(الف) محکمہ پولیس اور محکمہ جیل خانہ جات کے مختلف نظرثانی شدہ تنخواہوں کے سکیلوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

محکمہ پولیس

۱۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس	۱۹۷۲ء سے ۱۹۷۳-۴-۹ تک (این پی ایس-۱۶)
	۱۹۷۳-۴-۱۰ سے (این پی ایس-۱۷)
	۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس-۱۷)
۲۔ انسپکٹر	۱۹۷۲ء سے (این پی ایس-۱۱)
	۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس-۱۱)
	۱۹۹۰-۵-۱ سے (بی ایس-۱۶)
۳۔ سب انسپکٹر	۱۹۷۲ء سے (این پی ایس-۷)
	۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس-۷)
	۱۹۹۰-۵-۱ سے (بی ایس-۱۳)
۴۔ اسسٹنٹ سب انسپکٹر	۱۹۷۲ء سے (این پی ایس-۵)
	۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس-۵)
	۱۹۹۰-۵-۱ سے (بی ایس-۹) اور سلیکشن

گریڈ ۳۳% (بی ایس۔ 11)

محکمہ جیل خانہ جات

۱۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل
۱۹۷۲ء سے (این پی ایس۔۱۶)
۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس۔۱۶)

۲۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل
۱۹۷۲ء سے (این پی ایس۔۹)
۱۹۷۷ء سے (آر این پی ایس۔۹)
۱۹۷۹۔۸۔۱ سے (آر۔این پی ایس۔۱۱)
۱۹۹۰۔۵۔۲۳ سے (بی ایس۔۱۴)

مندرجہ بالا تفصیل سے عیاں ہے کہ محکمہ پولیس اور محکمہ جیل خانہ جات مختلف تنظیمی ڈھانچہ رکھتے ہیں۔لہذا ان کی تنخواہوں کے سکیلوں کی نظر ثانی ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتی البتہ دونوں محکموں کے افسروں کے سکیلوں میں وقتاً فوقتاً اضافہ کیا گیا ہے اس سلسلے میں مزید وضاحت جزو (ج) کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

(ب) یہ درست ہے۔

(ج) تنخواہوں کا تعین نہ صرف بنیادی اہلیت بمطابق تعلیمی قابلیت برائے بھرتی و قواعد ملازمت بلکہ فرائض کو بھی مد نظر رکھ کر کیا جاتا ہے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کی اسامی بمطابق قواعد و ملازمت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل کی اسامی سے پر ہوتی ہے جن کا بنیادی سکیل ۱۴ ہے جبکہ محکمہ پولیس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کی اسامی بمطابق قواعد ملازمت پولیس انسپکٹروں کے ذریعے پُر ہوتی ہے جن کا بنیادی سکیل ۱۶ ہے علاوہ ازیں امن عامہ کو برقرار رکھنے کے لئے محکمہ پولیس کے فرائض بہ نسبت محکمہ جیل خانہ جات زیادہ مشکل ،مختلف نوعیت اور دن رات پر محیط ہیں بعض اوقات فرائض کی ادائیگی کے دوران محکمہ پولیس کے جوانوں نے اپنی قیمتی جانیں بھی قربان کی ہیں لہذا مندرجہ بالا صورت حال کے پیش نظر حکومت کسی قسم کا اقدام اٹھانے سے قاصر ہے

سید تابش الوری ، جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ 1972ء سے پہلے پولیس اور جیل کے افسران کے مساوی فرائض کی بنیاد پر مساوی گریڈ تھے لیکن 1972ء کے بعد ان میں تبدیلی

کیوں کر دی گئی؟

وزیر خزانہ، جناب والا! سارا شیڈول لکھ کر دے دیا ہے آپ جو بات کر رہے ہیں.....

جناب قائم مقام سپیکر، افضل سندھو صاحب آپ مجھے مخاطب ہوں ان کو جواب دینے کی ضرورت نہیں۔

وزیر خزانہ، جناب والا! آپ کی وساطت سے میں عرض کروں گا کہ صرف ایک وقت ایسا رہا ہے جس میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل ایک گریڈ میں رہے ہیں۔ اس کے بعد ان کی ڈیوٹی کی نوعیت کے حوالے سے گورنمنٹ نے اس میں ترمیم کر دی ہے جس طریقے سے گورنمنٹ ان کی ڈیوٹی کو سمجھتی تھی اس کے مطابق کر دیا گیا ہے۔ صرف ایک وقت ایسا تھا کہ دونوں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ گریڈ 16 میں تھے۔

سید تابش الوری، جناب والا! کیا وزیر موصوف یہ فرمائیں گے کہ حکومت اسسٹنٹ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کے گریڈ میں تبدیلی کے لیے کوئی سکیم بنا رہی ہے؟

وزیر خزانہ، جناب والا! کوئی ایسی سکیم زیر غور نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگلا سوال۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، سوال نمبر 1632۔

سکیموں کی تکمیل کے اقدامات

*1632۔ راجہ محمد جاوید اخلاص، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال ۹۲-۱۹۹۱ء اور ۹۳-۱۹۹۲ء میں حلقہ پی پی-۱۱ کی منظور شدہ اور جاری سکیموں کو مکمل کرنے کے لئے محکمہ لوکل گورنمنٹ نے اپنی چٹھی نمبر ایل جی۔آر ڈی / اے ڈی(پی) /۲۰۰ /۹۳-۹۴ مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء کے ذریعے محکمہ پی اینڈ ڈی کو رقم جاری کرنے کے لئے تحریر کیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اگر رقم جاری نہ کی گئی تو لاکھوں روپیہ جو پہلے خرچ ہو چکا ہے وہ ضائع ہو جائے گا۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا محکمہ منصوبہ بندی یہ رقم جاری کرنے کے

لئے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی):

(الف) محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے سیکرٹریٹ کی بجائے اس محکمہ کے ذیلی ادارے کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر (پلاننگ) ڈائریکٹوریٹ جنرل مقامی حکومت و دیہی ترقی کی طرف سے مذکورہ چٹھی موصول ہوئی تھی۔لیکن چونکہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے بنیادی طور پر رقم سیکرٹری محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے حوالے کی تھی اور رقم کو خرچ کرنے، نہ کرنے اور اضافی رقم مانگنے (مع مکمل جواز) اس محکمہ کے سیکرٹریٹ سے موصول ہونا لازمی تھا جو کہ نہ کیا گیا۔ لہٰذا محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے اسسٹنٹ ڈائریکٹر (پلاننگ) کو مورخہ 24 جولائی 1994ء کو ایک چٹھی لکھی (منسلکہ الف) جس میں کہا گیا کہ یہ کیس محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کے سیکرٹریٹ کے ذریعے بھجوایا جائے تاکہ اس پر مزید کارروائی کی جا سکے جس کا جواب تاحال موصول نہ ہوا ہے۔

(ب) اس جزو کا جواب سیکرٹری محکمہ مقامی حکومت و دیہی ترقی کی طرف سے کیس کے موصول ہونے کے بعد ہی دیا جا سکتا ہے۔

(ج) جزو (ج) کا جواب جزو (الف) کے جواب میں دے دیا گیا ہے۔

(منسلکہ الف)

NO.RC (MPA)P&A/PP-11/93

Government of The Punjab

Planning & Development Deptt.

Lahore, 24. July, 1994.

To,

The Assistant Director (Planning),

Directorate General LG & RD Department,

Sanda Road, Lahore

SUB: RE-AUTHORIZATION OF FUNDS UNDER T.W P. 1991-92 & 1992-93

Kindly refer to your letter No . LG&RD/AD(P)/200/93-94 dated 18-7-1994 , on the subject noted above . As per policy in vogue , all the correspondence should be routed through Secretary of the Administrative Department . You are requested to send the proposal through Secretary Local Governement and Rural Development Department to proceed further.

(WAHID HUSSAIN SIDDIQUI)

Assistant Chief (Coord)

راجہ محمد جاوید اخلاص : جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ میرا سوال جو کہ بہت پرانا ہے اس کے جواب میں انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ 24 جولائی 1994ء کو ایک محکمے کو خط لکھا گیا ہے جس کا آج تک جواب نہیں آیا۔ کیا وزیر موصوف محکموں کی کار کردگی سے مطمئن ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات : جناب والا! اسی لیے میں اس سوال کا جواب پڑھنا چاہتا تھا' یہ سوال ہمارے محکمے میں 15-2-95 کو موصول ہوا اور 16-4-95 کو ہم نے اس کا جواب دیا اور اس کے بعد کی جو ڈویلپمنٹ تھی اس پر میں نے گزارش کرنی تھی لیکن انہوں نے ضمنی سوال کر دیا ہے۔

جناب والا! اس لیٹر کے بعد ہم نے 27 اگست' 13 ستمبر اور پھر 18 جنوری کو اس لیٹر کے reminder بھی سیکرٹریٹ کو بھیجے تھے۔ پھر ان کے جواب میں 29 فروری 1986ء کو سیکرٹریٹ سے جواب موصول ہو گیا تھا اور اس پر ہم نے ان سے کچھ وضاحتیں طلب کی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر صحت (دیہی) (جناب غلام سرور خان) : پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب قائم مقام سپیکر : پوائنٹ آف آرڈر پر جناب غلام سرور خان صاحب۔

وزیر صحت (دیہی): جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ہمارے وقفہ سوالات میں جتنے بھی سوالات آتے ہیں۔ کسی سوال پر تاریخ نہیں دی ہوتی کہ یہ کس تاریخ اور سال کا سوال ہے؟ اور اس کے جواب میں بھی کوئی تاریخ نہیں دی ہوتی۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آئندہ کے لیے اسمبلی

سیکرٹریٹ کو یہ ہدایت کی جائے۔ کہ ایک جو جس تاریخ پر سوال آتا ہے اس کی تاریخ بھی ہو۔ اور جس تاریخ پر جواب آتا ہے اس کی تاریخ بھی ہو۔ اور جواب up to date ہونا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میرے پوائنٹ آف آرڈر کو متعلقہ سمجھتے ہوئے اس پر غور کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، سرور خان صاحب کی یہ بات بالکل درست ہے۔ اور اکثر جو سوال کرنے والے ہوتے ہیں اس میں یہی ہوتا ہے کہ اتنی دیر کا سوال ہے اور اس کا جواب اتنی دفعہ متوی ہوا۔ سپیکر کو یہاں پر اس بات کا قطعاً پتا نہیں چلتا کہ یہ کب کا سوال ہے ' اس کا جواب کب آیا۔ میں یہ رولنگ دیتا ہوں کہ آئندہ کے لیے سوال جہاں سے شروع ہوتا ہے اس کے اوپر دائیں جانب سوال کرنے' بھیجنے کی تاریخ لکھی جایا کرے۔ اور بائیں جانب محکمہ سے جواب ملنے کی تاریخ لکھی جایا کرے۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ سوال کب سے ہے اور اس کا جواب کب آیا ہے اور باری کب آ رہی ہے۔ تو یہ میری رولنگ ہے۔ غلام سرور خان صاحب کی مہربانی ' شکریہ۔ کہ انھوں نے اس پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے ہماری توجہ اس طرف مبذول کروائی۔

وزیر صحت (دیہی) ، آپ نے مہربانی فرمائی کہ رولنگ دی۔ لیکن اگر up to date جواب دے دیا جائے۔ مثلاً 1994ء کا سوال ہے اور 1994ء کا ہی جواب ہے۔ آج اسمبلی میں اس کا جواب دیا جا رہا ہے اور اس پر ضمنی سوال بھی ہونے ہیں۔ جو latest position ہو وہ بھی جواب کے ساتھ آنی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ بات ٹھیک ہے ۔ کیونکہ اکثر سپیکر صاحب نے بھی یہ کہا ہے کہ جوابات فوری طور پر ملنے چاہییں۔ لیکن بعض دفعہ اکثر محکموں کی طرف سے تساہل ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی ناگزیر حالات ہوں تو وہ بات تو تسلیم کی جاسکتی ہے۔لیکن ایسے ہی اس کو روٹین میں دیر سے کیا جائے تو یہ بات اچھی نہیں اس طرح سے اس کا نوٹس بھی لیا جائے گا۔ کہ اس کا جواب اتنی دیر سے کیوں آیا؟

چودھری محمد ظہیر الدین خان، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ظہیرالدین خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، جناب والا! وقفہ سوالات کے ٹائم سے پانچ منٹ زائد ہوچکے ہیں۔ آپ یا تو وقت بڑھا دیں۔ وقفہ سوالات 9 بجکر 6 منٹ پر شروع ہوا تھا۔ اب چار پانچ منٹ اوپر ہوچکے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اس پر بس صرف ایک اور ضمنی سوال کی اجازت دیتے ہیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، جناب والا! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ حکومت نے ان منصوبوں پر کروڑوں روپے کی رقم خرچ کی ہوئی ہے جو 92-1991ء اور 93-1992ء کے منصوبے ہیں اور یہ on going projects ہیں یا تو اس سوال کو pend کر دیا جائے۔ کیونکہ اس کا جواب واضح طور پر نہیں دیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں اس کو pend نہیں کرتے۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، اگر اس کو pend نہیں کرتے تو اس پر پھر کوئی فیصلہ آ جائے۔ کیونکہ محکموں کے اندر اس کا کوئی والی وارث نہیں بن رہا۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ منسٹر سے کوئی سوال پوچھیں۔

راجہ محمد جاوید اخلاص، میرا سوال یہ ہے کہ جس طرح انھوں نے سوال کے اندر یہ کہا ہے کہ رقم سیکرٹری محکمہ مقامی حکومت کے حوالے کی گئی تھی۔ لیکن اب جواب میں کہا گیا ہے کہ چونکہ ہمیں سیکرٹری کی طرف سے کوئی خط موصول نہیں ہوا۔ اس لیے دوبارہ ان کو لکھا گیا ہے۔ میں یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ یہ کب تک محکمے کی خط و کتابت ختم ہوگی اور یہ فنڈز کتنے عرصے میں جاری کر دیے جائیں گے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب سپیکر! معزز رکن اسمبلی کا جو سوال ہے۔ اس کا انھوں نے خود ہی کہا تھا کہ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ یہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر جو ڈائریکٹر جنرل کے آفس میں بیٹھا ہوا ہے اس نے پروسیجر کو بائی پاس کرتے ہوئے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کو ایک لیٹر لکھ دیا۔ ہم نے اس چینل کو appropriate رکھنے کے لیے راجہ صاحب کے سوال کے حوالے سے یہ گزارش کی کہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ میں سیکرٹریٹ یا سیکرٹری کے آفس کی طرف سے ہمارے پاس یہ سکیم آنی چاہیے۔ جناب سپیکر! ہوتا یہ ہے کہ جس رکن اسمبلی کو سپیشل فنڈ فار لوکل ڈویلپمنٹ کے لیے سکیم identify کرنے کو کہا جائے تو وہ اس میں سکیم identify کر دیتے ہیں اور اس کے لیے ایک بڑی nominal سی allocation اس کے لیے کر دیتے ہیں۔ اس چیز کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ آئندہ کے لیے یہ خود بخود on going سکیم میں شامل کر لی جاتی ہے۔ جناب والا! اس طرح فنانس والوں کے لیے اور پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ والوں کے لیے بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ ان ساری سکیموں کو on going

سمجھتے ہوئے اس پر ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے فنڈز الگ کیے جائیں۔ میں اس حوالے سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ جب بھی اس قسم کی کوئی سکیم آتی ہے اس پر جس رکن اسمبلی کو فنڈز کے against سکیمیں identify کرنے کو کہا جائے تو وہ اپنے صوابدیدی فنڈ میں سے یا اس کو استعمال کرتے ہوئے اس میں فنڈز allocate کریں۔ ڈیپارٹمنٹ کے لیے یہ بڑا مشکل ہوجاتا ہے کہ وہ سارا load اپنے اوپر لے لے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے ہیں۔

وزیر خزانہ، بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات (ایوان کی میز پر رکھے گئے)

ایڈیشنل سیشن ججوں کو سلیکشن گریڈ کی عطائیگی

*1660۔ راجہ ریاض احمد، کیا وزیر خزانہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت کے زیر انتظام محکموں میں سرکاری ملازمین کو سلیکشن گریڈ کی سہولت حاصل ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت کے سول جج اور سینئر سول جج کے عہدوں پر تعینات عدلیہ کے افسران کو سلیکشن گریڈ دیا جاتا ہے جب کہ ایڈیشنل سیشن جج صاحبان کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا جا رہا۔

(ج) اگر جز(الف) و(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ایڈیشنل سیشن جج صاحبان کو بھی سلیکشن گریڈ دینے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)،

(الف) یہ درست ہے کہ حکومت کے زیر انتظام محکموں میں کچھ اسامیوں پر سلیکشن گریڈ کی سہولت مہیا کی گئی ہے۔

(ب) محض سول جج صاحبان کو سلیکشن گریڈ کی سہولت حاصل ہے جب کہ سینئر سول جج اور

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج صاحبان کو یہ سہولت حاصل نہ ہے متعلقہ سروس رولز کے تحت ایڈیشنل ڈسٹرکٹ و سیشن جج صاحبان کو بطور سیشن جج ترقی کے نہایت روشن مواقع دستیاب ہیں۔

(ج) محکمہ خزانہ کے زیر غور ایسی کوئی تجویز نہ ہے تاہم سلیکشن گریڈ ایسی اسامیوں کو دیا جاتا ہے جنہیں ترقی کے نہایت کم مواقع میسر ہوں متعلقہ محکمہ کی طرف سے ایسی کوئی تجویز محکمہ خزانہ کو موصول ہوئی تو مناسب غور کیا جائے گا۔

نوٹیفکیشن کا اجراء

*1698۔ چودھری احمد یار گوندل : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سپریم کورٹ نے سپرنٹنڈنٹس کو سلیکشن گریڈ نمبر ۱۷ دینے کے لیے پانچ سالہ تجربہ کی پابندی ختم کرنے کا حکم جاری کر دیا ہے اگر ہاں تو یہ حکم کب جاری کیا گیا۔

(ب) کیا حکومت نے سپریم کورٹ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس سلسلے میں نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے اگر ہاں تو اس نوٹیفکیشن کی نقل ایوان میں پیش کی جائے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں اور کب تک نوٹیفکیشن جاری ہونے کی توقع ہے؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)،

(الف) یہ درست نہ ہے۔سپریم کورٹ نے سپرنٹنڈنٹس کو سلیکشن گریڈ دینے کے لئے پانچ سالہ تجربہ کی پالیسی ختم کرنے کا حکم نہیں دیا اس ضمن میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کا متعلقہ حصہ منسلک ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے اپنی پالیسی میں نظر ثانی کرتے ہوئے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر ایف ڈی۔ پی سی۔۱۲۔۱ / ۸۹ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۹۵ء جاری کر دیا ہے۔

بی ایس۔1 سے بی ایس ۱۶ (سپرنٹنڈنٹس وغیرہ) کو سلیکشن گریڈ دینے کے لئے مدت ملازمت کی میعاد پانچ سال سے کم کر کے دو سال کر دی ہے۔

سپرنٹنڈنٹ کو سلیکشن گریڈ کی عطائیگی اور پانچ سالہ ملازمت کی پابندی کا خاتمہ

*1756۔چودھری احمد یار گوندل ، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت کے سپرنٹنڈنٹس گریڈ ۱۶ پر ان کے کیڈر میں سلیکشن گریڈ دینے کے لئے تجربہ کی کوئی پابندی نہ ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے سپرنٹنڈنٹس پر ان کے کیڈر میں سلیکشن گریڈ دینے کے لیے 5 سال بطور سپرنٹنڈنٹ کی مدت ملازمت پوری کرنے کی شرط عائد کر دی ہے۔

(ج) اگر جز(الف) اور (ب) بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب بھی وفاقی حکومت کی طرح سپرنٹنڈنٹس کو سلیکشن گریڈ دینے کے لیے پانچ سال کی مدت ملازمت کی پابندی ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)،

(الف) وفاقی ملازمین کے بارے میں وفاقی حکومت سے دریافت کیا گیا ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے اپنی پالیسی میں نظر ثانی کرتے ہوئے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر ایف۔ڈی۔پی سی۔۱۳۔۱ /۸۹ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۹۵ء جاری کر دیا ہے۔
بی ایس 1 سے بی ایس ۱۶ (سپرنٹنڈنٹس وغیرہ) کو سلیکشن گریڈ دینے کے لیے مدت ملازمت کی میعاد پانچ سال سے کم کر کے دو سال کر دی ہے۔

(ج) جیسا کہ جز(ب) میں بیان کیا گیا ہے۔

ایم پی اے ترقیاتی پروگرام کے لیے رقم کی تخصیص

*1826۔ سید تابش الوری ، کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) مالی سال ۹۵۔۱۹۹۴ء کے دوران ایم پی اے ترقیاتی پروگرام کے لیے کتنی رقم مختص کی گئی تھی اس میں سے کتنی رقم محکمہ خزانہ کی طرف سے حتمی طور پر جاری کی گئی اور کتنی رقم جاری نہیں ہو سکی؟

(ب) متذکرہ پروگرام کے تحت منظور شدہ منصوبوں کے لیے جاری کردہ رقم میں سے کتنی رقم متذکرہ سال کے دوران خرچ ہو سکی اور کتنی رقم خرچ نہیں ہو سکی؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)۔

(الف) مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران ایم پی اے ترقیاتی پروگرام (S.P.L.D) کے تحت ایک ارب چھتیس کروڑ روپے تعمیر پنجاب پروگرام کے تحت مختص کیے گئے تھے۔ مزید برآں محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے تقریباً ۹ کروڑ روپے دیگر سکیموں سے نکال کر اس پروگرام کی سکیموں کے لیے مختص کر دیے لہذا اس پروگرام کے لیے ۹۵-۱۹۹۴ء میں کل مختص کردہ رقم ایک ارب پینتالیس کروڑ روپے تھی۔ اس رقم میں سے تقریباً ایک ارب چھتیس کروڑ روپے مختلف سکیموں کے لیے جاری کیے گئے تھے۔ اس طرح تقریباً ۹ کروڑ روپے کی رقم مختلف سکیموں کے لیے جاری نہ کی جا سکی تھی۔

(ب) محکمہ خزانہ منظور شدہ سکیموں کے لیے محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کی جانب سے سکیموں کے لیے مختص کردہ رقوم متعلقہ محکمہ جات کو جاری کر دیتا ہے جو سکیموں کی تکمیل کے علاوہ مہیا کردہ فنڈز اور خرچ ہونے والی رقوم کے بارے میں حساب رکھتے ہیں۔ مالی سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران اس پروگرام کے تحت مہیا کردہ فنڈز اور خرچ ہونے والی رقوم کے بارے میں متعلقہ محکموں سے اعداد و شمار اکٹھے کیے گئے ہیں۔ اب تک مہیا کردہ اعداد و شمار کے مطابق ایک ارب آٹھ کروڑ روپے کے جاری کردہ فنڈز میں سے تقریباً ۷۵ پچھتر کروڑ روپے خرچ کیے گئے تھے۔ البتہ کچھ محکموں کی جانب سے ابھی تک عداد و شمار موصول نہیں ہوئے۔

مکان الاؤنس میں اضافے کے اقدامات

*1831۔ حاجی مقصود احمد بٹ : کیا وزیر خزانہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت اپنے محکمہ جات کے ملازمین کو جو پنجاب میں واقع ہیں کو کرایہ مکان الاؤنس کی سہولت فراہم کرتی ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ وفاقی حکومت اپنے ملازمین کو ہاؤس اسیسمنٹ کی سہولت بھی مہیا کرتی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب بھی اپنے ملازمین کو کرایہ مکان الاؤنس دیتی ہے جو بہت قلیل ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت پنجاب اپنے ملازمین کے کرایہ مکان الاؤنس میں اضافہ یا ہاؤس اسسمنٹ کی سہولت مہیا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو):

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) وفاقی حکومت اپنے ملازمین کو یہ سہولت دیتی ہے مگر صرف یہ بڑے بڑے شہروں کے ملازمین کے لیے ہی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب مروجہ پالیسی کے تحت اپنے تمام ملازمین کو کرایہ مکان الاؤنس دیتی ہے۔

(د) فی الحال حکومت پنجاب ملازمین کے کرایہ مکان الاؤنس میں اضافہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی اور نہ ہی ہاؤس اسیسمنٹ کی سہولت مہیا کرنے کی کوئی تجویز زیر غور ہے۔ کیونکہ حکومت پنجاب کے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں سہولیات میں اضافہ کا مالی بوجھ برداشت کر سکے۔

قرضہ برائے سرکاری ملازمین

*1860۔ جناب ارشد عمران سلہری: کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ۹۵-۱۹۹۴ء کے سالانہ بجٹ میں قرضہ برائے سرکاری ملازمین کی مد میں خطیر رقم مختص کی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ مختص شدہ رقم کے بیشتر حصہ سے استفادہ حاصل نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے اکثر ملازمین کے ساتھ ناانصافی اور حق تلفی ہوئی ہے۔

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ سال ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران چند مخصوص ملازمین کو یہ قرضہ دیا گیا ہے اگر ہاں تو ان ملازمین کو کتنی رقم بطور قرض دی گئی اور ان ملازمین کے نام، عہدہ جات اور جائے تعیناتی کی تفصیل بتائی جائے۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ سال ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں بھی ایک خطیر رقم قرضہ برائے سرکاری ملازمین کی مد میں مختص کی ہے اگر ہاں تو یہ کتنی رقم ہے اور ملازمین کو قرض دینے کا طریق کار کیا ہے؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو):

(الف) حکومت نے ۹۵-۱۹۹۴ء کے سالانہ بجٹ میں قرضہ برائے سرکاری ملازمین کی مد میں مبلغ پانچ کروڑ روپے مختص کیے تھے۔

(ب) ۱۹۹۰ء کے دوران اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب کے فیصلہ مورخہ ۱۹۹۰-۲-۲۸ (ضمیمہ الف) کے مطابق کسی ملازم کو ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران قرضہ نہیں دیا گیا۔ (ضمیمہ الف ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں)

(ج) ۔ایضاً۔

(د) ۹۶-۱۹۹۵ء کے بجٹ میں اس مد میں صرف مبلغ پانچ ہزار روپے بطور token amount رکھے گئے ہیں۔

فیصل آباد کی سکیموں کی تکمیل

*1917۔ جناب محمد افضل ساہی: کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ اے ڈی پی ۹۶-۱۹۹۵ء میں ضلع فیصل آباد کی واٹر سپلائی اور ڈرینج کی کل 71 نئی سکیمیں شامل کی گئی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان ۷۱ سکیموں میں سے محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ نے کتنی سکیموں کی سفارش کی تھی اور بغیر محکمہ کی سفارش کے واٹر سپلائی اور ڈرینج کی کتنی سکیمیں شامل کی گئی ہیں۔

(ب) سال ۹۶-۱۹۹۵ء میں ضلع فیصل آباد کی کل ۷۱ نئی سکیموں میں سے کتنی سکیمیں ایسی ہیں جن پر کام مکمل ہو چکا ہے اور ان میں سے کتنی سکیمیں ایسی ہیں جن کی لوکیشن یا چک نمبر یا سکیم کی نوعیت تبدیل کی گئی ہے اگر ایسا ہوا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی):

(الف) اطلاعاً عرض ہے کہ تعمیر پنجاب پروگرام ضلع کی بنیاد پر تشکیل نہیں دیا جاتا بلکہ حکومت کی مروجہ پالیسی، سکیموں کی ٹیکنیکل feasibility اور وسائل کی دستیابی کے پیش نظر شعبہ وار

تیار کیا جاتا ہے اس پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے ضلع فیصل آباد کے لیے 71 کی بجائے 72 سکیمیں شامل کی گئی ہیں یہ تمام سکیمیں محکمہ ہاؤسنگ و فزیکل پلاننگ کی مشاورت و سفارش کے ساتھ شامل کی گئی ہیں۔

(ب) کل 72 نئی سکیموں میں سے کسی سکیم پر کام مکمل نہیں ہوا۔ کیونکہ ابھی موجودہ مالی سال 1995-96ء کو شروع ہوئے ایک ماہ ہی گزرا ہے اور ان نئی سکیموں پر عمل درآمد مختلف مراحل پر ہے مثلاً لاگت کے تخمینوں کی تیاری، مجاز اتھارٹی کی منظوری ٹینڈرز کا اجراء وغیرہ جہاں تک ان نئی سکیموں کی لوکیشن و نوعیت کی تبدیلی کا تعلق ہے ابھی تک کسی سکیم کی لوکیشن، نوعیت تبدیل نہ کی گئی ہے۔

اہل افراد کی بھرتی

*1952۔ چودھری شوکت داؤد، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب ایگریکلچرل ریسرچ بورڈ لاہور میں یکم جنوری ۱۹۹۵ء سے ۳۰ جون ۱۹۹۵ء کے دوران مختلف عہدوں پر کل کتنے افراد بھرتی کیے گئے ان کے نام، پتا جات اور تعلیمی قابلیت کیا ہے نیز کل کتنے افراد نے درخواستیں دی تھیں اور بھرتی کا طریق کار کیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ مذکورہ بورڈ کے ڈائریکٹر اور ڈپٹی ڈائریکٹر نے ملی بھگت سے اہل امیدواروں کو بھرتی کرنے کی بجائے اپنی مرضی کے افراد کو بھرتی کیا۔

(ج) اگر جزو(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت نااہل افراد کی جگہ اہل افراد کو بھرتی کرنے کو تیار ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)۔

(الف) پنجاب ایگریکلچرل ریسرچ بورڈ لاہور میں یکم جنوری 1995ء سے 30 جون 1995ء کے دوران مختلف عہدوں پر کل 28 افراد بھرتی کیے گئے۔ان کے نام، پتا جات اور تعلیمی قابلیت لف ہے۔ کل 657 افراد نے درخواستیں دی تھیں اور بھرتی حکومت پنجاب کی جاری کردہ بھرتی پالیسی برائے سکیل 1 تا 15 مجریہ نمبری ایس۔او آر۔II-2-1/94 مورخہ 23 فروری 1994ء کے تحت کی گئی۔

(ب) درست نہ ہے۔اہل امیدواروں کو ریکروٹمنٹ کمیٹی کی سفارشات پر حکومت پنجاب کی جاری

کردہ بھرتی پالیسی کے تحت بھرتی کیا گیا۔

(ج) نہیں۔ کیونکہ اہل افراد کو حکومت پنجاب کی بھرتی پالیسی برائے سکیل 1 تا 15 کے تحت بھرتی کیا گیا۔

پنجاب ایگریکلچرل ریسرچ بورڈ لاہور

یکم جنوری 1995ء سے 30 جون 1995ء کے دوران مختلف عہدوں پر بھرتی کیے گئے افراد کے نام، پتا جات اور تعلیمی قابلیت کی تفصیل۔

نمبر شمار	نام ۔ولدیت	پتا جات	تعلیمی قابلیت	عہدہ	گریڈ
۱۔	مسعود احمد ولد عبد السمیع	مکان نمبر 2/A۔ 239 بلاک 3، ٹاؤن شپ لاہور	بی اے ،مع کمپیوٹر کورس	کمپیوٹر آپریٹر	بی ایس 14
۲۔	محمد حنیف خرم ولد محمد نجف	مکان نمبر 10۔ گلی نمبر 2 پورہ گڑھی شاہ روڈ لاہور	بی اے ،مع کمپیوٹر کورس	ایضاً	ایضاً
۳۔	نوید انور ولد محمد انور	کوارٹر نمبر 41 چوبرجی کوارٹرز ملتان روڈ لاہور	ایف اے ،مع شارٹ ہینڈ	سٹینو گرافر	بی ایس 12
۴۔	نبیل افضل ولد محمد افضل	50-S-21 گلی نمبر 34 بطامی روڈ مسلم کالونی، سمن آباد لاہور	ایف۔ایس۔سی ،مع شارٹ ہینڈ	سٹینو گرافر	ایضاً
۵۔	محمد رضوان ولد میاں بخش	مکان نمبر 5-B 329-E گلستان کالونی نمبر 1، امرسدھو لاہور	سی کام، ڈی کام ،مع شارٹ ہینڈ	سٹینو گرافر	۔ایضاً۔
۶۔	محمد اکرم ولد حاجی حاجی نور محمد	360 نظام بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور	بی اے ،مع شارٹ ہینڈ	۔ایضاً۔	ایضاً۔
۷۔	صغیر حسین ولد محمد ابراہیم	چک نمبر 219 ر۔ب تھیانوالہ تحصیل و ضلع فیصل آباد	سی کام ،مع شارٹ ہینڈ	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔
۸۔	عامر ستار ولد محمد ستار	محلہ پل والا۔ جاکے چیمہ تحصیل ڈسکہ، ضلع سیالکوٹ	ایف اے ،مع شارٹ ہینڈ	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔
۹۔	محمد شاہد نور ولد عبد الستار خالد	مکان = 141/4 رائٹرز کالونی معصوم شاہ روڈ نزد کارخانہ سلور۔ملتان	سی کام، ڈی کام ،مع شارٹ ہینڈ	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔
۱۰۔	آصف الرحمن ولد عبد الرحمن	چک نمبر 219 ر۔ب تھیانوالہ تحصیل و ضلع فیصل آباد	بی ایس سی	کنٹیر ٹیکر	بی ایس 11
۱۱۔	احمد خان ولد	بمقام کھوڑہ۔ تحصیل و	میٹرک	جونیئر کلرک	بی ایس۔۵

	غلام دین	ضلع خوشاب				
۱۲۔	محمد زاہد رانا ولد	کچی آبادی چوہدری کالونی عقب	میٹرک	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	رانا ولی محمد	ایل۔او۔ایس فیروز پور روڈ لاہور				
۱۳۔	محمد انور ولد	چک نمبر 70۔ج۔ب منصوراں	ایف اے، سی ٹی	۔ایضاً۔	ایضاً۔	
	عبد الغفور	تحصیل و ضلع فیصل آباد				
۱۴۔	محمد انور طاہر ولد	چک نمبر 671/12 گ۔ب	بی اے	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	مجید احمد	تحصیل کمالیہ، ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ				
۱۵۔	مظہر عباس ولد	چک نمبر 32ج۔ب تحصیل	میٹرک	ڈرائیور	بی ایس۔۴	
	راجہ غلام عباس	و ضلع فیصل آباد				
۱۶۔	افتخار علی ولد	چک نمبر 34ج۔ب تحصیل	مڈل	ڈسپیچ رائیڈر	بی ایس۔۴	
	لشکر علی	و ضلع فیصل آباد				
۱۷۔	محمد شفیق ولد	مکان نمبر 273 گلی نمبر 8 اقبال	میٹرک	کک(باورچی)	بی ایس۔۴	
	محمد شریف	پارک نزد ریلوے اسٹیشن بادامی باغ لاہور				
۱۸۔	طاہر محمود ولد	P-6 سٹی کار سنٹر 16 منگری	میٹرک	نائب قاصد	بی ایس	1
	خالد محمود	روڈ، لاہور				
۱۹۔	محمد طارق ولد	وارڈ نمبر 5 احمد پور سیال	میٹرک	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	خادم حسین	تحصیل شور کوٹ، ضلع جھنگ				
۲۰۔	سعید احمد ولد	چک نمبر 246ر۔ب تحصیل	مڈل	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	بہادر علی	و ضلع فیصل آباد				
۲۱۔	محمد عمر فاروق ولد	چک نمبر 673/14 گ۔ب	میٹرک	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	حافظ عبد الرحمان	حارث آباد تحصیل کمالیہ۔ ضلع ٹوبہ سنگھ				
۲۲۔	انور جاوید ولد	مکان نمبر 3 گلی نمبر 39 سادہ	انڈر میٹرک	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	محمد شفیع	کلاں، محمد عثمان گنج، لاہور				
۲۳۔	محمد امین ولد	مکان نمبر 194 بلاک نمبر 2	میٹرک	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	عبد اللہ	سیکٹر D-2، گرین ٹاؤن لاہور				
۲۴۔	غلام مصطفےٰ ولد	وارڈ نمبر 3 نزد آقا مسجد،	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	غلام رسول	کاہنہ نو، ضلع لاہور				
۲۵۔	کبیر احمد ولد	مکان نمبر 5 گلی نمبر 2 شاہ	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	۔ایضاً۔	
	حاجی نبی احمد	دین پارک، شاد باغ لاہور				
۲۶۔	محمد نواز ولد	چک نمبر 218 رب پرو کیانوالہ	انڈر میٹرک	چوکیدار	۔ایضاً۔	

	محمد حسن	تحصیل و ضلع فیصل آباد			
۲۷۔	اشفاق علی ولد	رسالہ نمبر 12 چک نمبر 295 ر ب	پرائمری پاس	ریسٹ ہاؤس	۔ایضاً۔
	عبد الحمید	تحصیل و ضلع فیصل آباد		امینڈنٹ	
۲۸۔	بشیر مسیح ولد	کچی آبادی۔ مسیح کالونی	—	فا کروب	۔ایضاً۔
	جیتا مسیح	سانده کلاں' لاہور			

رہائشی الاؤنس کی کٹوتی

*1979۔سید ظفر علی شاہ : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صدر پاکستان نے وفاقی حکومت کے ملازمین کی موواوور پالیسی فنانس ڈویژن کی چٹھی یو۔او نمبر ایف۔۹(۱۴) آر۔۴۔۹۲ جلد دوم مورخہ ۹۔اکتوبر ۱۹۹۴ء کے ذریعہ یکم جون ۱۹۹۲ء کی بجائے یکم جنوری ۱۹۸۶ء سے نافذ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب۔ سندھ۔ سرحد اور بلوچستان کی صوبائی حکومتیں مستقل ہدایات کی رو سے ہمیشہ بغیر کسی اضافہ یا تبدیلی کے صوبائی حکومت کے ملازمین کے لیے وفاقی حکومت کی حکمت عملی کے اصولوں پر اپنا خود مختار اعلامیہ جاری کرتی ہیں۔

(ج) اگر جزو ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کن وجوہات کی بناء پر محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے وفاقی حکومت کے اعلامیہ میں ترمیم کرتے ہوئے اس میں سے اس کی تاریخ نفاذ (یکم جنوری ۱۹۸۶ء) سے شمار نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے حکومت پنجاب کے ہزاروں ملازمین رہائشی الاؤنس کے قانونی حق سے محروم ہو گئے ہیں جس کی وفاقی حکومت کے ملازمین کو اس وقت سے اجازت ہے اور وہ وصول بھی کر رہے ہیں۔

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ صوبائی حکومت کے ملازمین کو رہائشی الاؤنس جیسا کہ مذکورہ بالا وفاقی حکومت کے نوٹیفکیشن میں مذکورہ' کی سہولت دینے کی بجائے ملازم کے اصل عہدے کے سکیل سے کم از کم کی بنیاد پر کاٹا جاتا ہے۔جو وفاقی حکومت کے نوٹیفکیشن کی روح کے خلاف ہے اور اس کے بنیادی مقصد ہی کو ناکام بنانے کے مترادف ہے اگر ایسا ہے تو اس تفاوت کی وجوہات کیا ہیں اور آیا صوبائی حکومت اپنے اعلامیہ پر نظر ثانی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہے تو کب تک؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)،

(الف) یہ درست نہیں ہے۔

موواوور کی پالیسی 1983ء میں جاری کی گئی تھی جس کی مزید وضاحت 1986ء میں کی گئی جبکہ 1994ء میں بذریعہ چٹھی نمبر ایف۔ڈی پی سی 8-1/83 پی پارٹ ون مورخہ 27 نومبر 1994ء موو اوور پالیسی میں ترمیم ہوئی۔ جس کا اطلاق مراسلہ کی تاریخ سے شروع ہوا۔ یہ ترمیم بعد میں مورخہ 6-7-94 کو واپس لے لی گئی۔ البتہ جو صورت 1986ء میں تھی وہ برقرار ہے۔

(ب) صوبائی حکومتیں اکثر اوقات وفاقی حکومت کی حکمت عملی کے اصول کو اپناتی ہیں' لیکن بعض اوقات صوبائی حکومتیں اپنے مالی وسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اصول وضع کرتی ہیں۔

(ج) اس کی وضاحت جز"ب" میں کر دی گئی ہے۔

(د) حقیقت یہ ہے کہ رہائشی الاؤنس 1-6-94 سے قبل سکیلوں پر بحساب 45% اور 30% ملازمین کے سکیل کی کم از کم سطح کی بنیاد پر دیا جاتا ہے۔ 45 فیصد تمام ڈویژنل ہیڈ کوارٹر اور سیالکوٹ میں جبکہ 30 فیصد باقی سارے پنجاب میں دیا جاتا ہے۔لیکن موواوور کی صورت میں ملازمین کے اصل سکیل کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔یہ اصول وفاقی حکومت کی حکمت عملی کے مطابق اپنایا گیا ہے جو کہ وفاقی حکومت کی چٹھی نمبر F.1(7)R.3/85 مورخہ یکم اگست 1994ء میں درج ہے۔

نئی سکیموں کے نام کی تفصیل

*1986۔ جناب محمد افضل ساہی : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

ضلع فیصل آباد میں۹۶-۱۹۹۵ء کے اے ڈی پی میں واٹر سپلائی اور ڈرینج کی جو ۷۲ نئی سکیمیں شامل کی گئی ہیں ان کے نام اور چک نمبر کیا کیا ہیں۔ تفصیل بتائی جائے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)،

ضلع فیصل آباد کی جو 72 نئی سکیمیں تعمیر پنجاب پروگرام برائے سال 96-1995ء میں شامل کی گئی ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر ملاحظہ فرمائیں۔

سلیکشن گریڈ کی عطائیگی

*2054۔ جناب ارشد عمران سلہری، کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ وفاقی حکومت نے بذریعہ نوٹیفکیشن نمبر 11/87' آئی ایم پی 1/7' ایف مورخہ یکم جولائی 1987ء اپنے ملازمین کو سلیکشن گریڈ دے دیا ہے۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ نوٹیفکیشن کی تقلید کرتے ہوئے حکومت پنجاب نے بھی مورخہ یکم جولائی 1987ء سے اپنے ماتحت کام کرنے والے کلرک' اسسٹنٹ' سپرنٹنڈنٹ' سٹینو گرافر' اساتذہ' دفتری ہیڈ کلرک اور نائب قاصد کو سلیکشن گریڈ دے دیا ہے مگر ابھی تک شعبہ شماریات محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کے ملازمین آفسٹ اپریٹر' کمپوزٹر الیکٹریشن اور مشین مین سلیکشن گریڈ کے حق سے محروم ہیں۔

(ج) اگر جز(الف)و(ب) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ محکمہ کے ملازمین کو بھی مورخہ یکم جولائی 1987ء سے سلیکشن گریڈ دینے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)،

(الف) یہ درست ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے۔ وفاقی حکومت کی مذکورہ نوٹیفکیشن کی تقلید کرتے ہوئے حکومت پنجاب نے یکم جولائی 1987ء سے صرف سینئر کلرک کی پوسٹوں کو 33 فیصد سلیکشن گریڈ عطا کیا تھا۔ تاہم حکومت پنجاب نے ازخود جونیئر کلرک و اسسٹنٹ کو بھی یکم جولائی 1987ء سے 33 فیصد پوسٹوں کو سلیکشن گریڈ دے دیا تھا۔ بعد ازاں حکومت پنجاب نے سپرنٹنڈنٹ' سٹینو گرافر' دفتری اور نائب قاصد کی پوسٹوں کے لیے بھی 33 فیصد سلیکشن گریڈ دے دیا تھا۔ تاہم محکمہ خزانہ حکومت پنجاب کی طرف سے شعبہ شماریات کے ملازمین آفسٹ آپریٹر' کمپوزیٹر' الیکٹریشن اور مشین مین کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا گیا۔

(ج) اس کا جواب محکمہ خزانہ حکومت پنجاب سے متعلقہ ہے۔ چونکہ محکمہ خزانہ حکومت پنجاب نے آفسٹ آپریٹر' کمپوزیٹر' الیکٹریشن اور مشین مین کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا۔ اس لیے شعبہ شماریات حکومت پنجاب نے بھی ان پوسٹوں کو سلیکشن گریڈ نہیں دیا۔

ایکس کیڈر ملازمین کو سلیکشن گریڈ دینے کے لیے مدت میں کمی

*2232۔ سردار حسن اختر موکل : کیا وزیر خزانہ ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے بی ایس۔ 1 سے بی ایس 16 (سپرنٹنڈنٹ وغیرہ) کو سلیکشن گریڈ دینے کے لیے مدت ملازمت کی میعاد 5 سال سے کم کرکے 2 سال کر دی ہے۔

(ب) اگر جز (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ پیٹرن پر ایکس کیڈر ملازمین کو بھی سلیکشن گریڈ دینے کے لیے آٹھ سال کی مدت ملازمت کی پابندی ختم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو کب تک اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو) :

(الف) یہ درست ہے۔لیکن اس کا اطلاق ان اسامیوں پر ہوتا ہے جہاں سلیکشن گریڈ کی سہولت حاصل ہے۔

(ب) سلیکشن گریڈ کی سہولت ہر اسامی پر حاصل نہ ہے۔ جہاں حاصل ہے وہ کل اسامیوں کی فیصد پر ہے۔ البتہ 8 سال کی مدت ملازمت کی پابندی وہاں عائد ہوتی ہے جہاں کہیں ایک ہی اسامی ہو اور اس اسامی کے ساتھ سلیکشن گریڈ کی سہولت بھی دی گئی ہو۔ نیز ایکس کیڈر ملازمین کا شمار کسی باقاعدہ کیڈر کے ساتھ نہ ہے۔اس لیے ان اسامیوں پر یہ سہولت نہ ہے۔ حکومت ان کو سلیکشن گریڈ دینے کا ارادہ نہ رکھتی ہے' نہ ہی ایسی کوئی تجویز زیر غور ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

بلدیاتی اداروں کے لیے جاری کردہ گرانٹ اور قرضہ جات کی تفصیل

621۔ سید تابش الوری : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

صوبہ میں مالی سال ۹۲۔۱۹۹۳ء کے دوران کس کس بلدیاتی ادراہ اور ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو کتنی کتنی انفرادی و اجتماعی مالی گرانٹ اور قرضے جاری کیے گئے اور ان گرانٹس اور قرضوں کے اجراء کی بنیاد' میرٹ اور جواز کیا تھا۔نیز حکومت موجودہ مالی سال میں کس کس بلدیاتی ادارے یا ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو کتنی مالی گرانٹ اور قرضے جاری کر چکی ہے اور کتنا مزید

ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات(رانا اکرام ربانی) :

بلدیاتی اداروں اور ڈویلپمنٹ اتھارٹیز کو مالی گرانٹ اور قرضے محکمہ خزانہ جاری کرتا ہے لہذا مالی سال ۹۳-۱۹۹۲ء اور ۹۵-۱۹۹۴ء کے دوران بلدیاتی اداروں اور ڈویلپمنٹ اتھارٹیوں کو دی گئی مالی گرانٹس و قرضہ جات کی محکمہ خزانہ سے موصول شدہ تفاصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں یہ گرانٹس اور قرضہ جات ان اداروں کی ضروریات کے پیش نظر جاری کیے گئے ہیں۔

ایم پی اے سکیم کے تحت سکیموں کی منظوری

666۔ جناب محمد بشارت راجا : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ۔

(الف) حلقہ پی پی۱۱ تحصیل گوجر خان ضلع روالپنڈی میں ۹۳-۱۹۹۲ء اور ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران ایم پی اے سکیم کے تحت کون سی سکیمیں منظور ہوئیں۔ان کے نام اور لاگت کیا کیا ہے۔

(ب) ان میں سے کتنی سکیمیں نامکمل ہیں اور کون سی سکیموں پر کام جاری ہے اور یہ کب تک پایۂ تکمیل کو پہنچیں گی؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی) :

(الف) سال ۹۳-۱۹۹۲ء اور ۹۴-۱۹۹۳ء کے لیے اسمبلی سے منظور شدہ ترقیاتی پروگرام کے تحت "ایم پی اے سکیم" نام کا کوئی پروگرام شامل نہیں تھا۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام کی تشکیل حلقہ وار بنیادوں پر نہیں کی جاتی بلکہ سالانہ ترقیاتی پروگرام میں یہ رقوم پانچ سالہ منصوبہ کے اہداف، حکومت کی مروجہ پالیسی حکمت عملی سکیموں کی Technical Feasibility اور متوقع وسائل کی فراہمی کی بنیاد پر شعبہ وار پروگرام وار اور سکیم وار مختص کی جاتی ہیں جن کی منظوری صوبائی اسمبلی کتابچہ کی شکل میں دیتی ہے۔

(ب) جزو "الف" کے جواب میں دی گئی وضاحت کی روشنی میں جزو "ب" کا جواب ممکن نہ ہے۔

ترقیاتی سکیموں پر عمل درآمد

668۔ راجہ محمد جاوید اخلاص : کیا وزیر منصوبہ بندی و ترقیات ازراہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے سال ۹۴-۱۹۹۳ء میں ہر ایم پی اے کی ترقیاتی سکیموں کے لیے پچاس لاکھ روپے کی رقم رکھی تھی۔

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ان ترقیاتی سکیموں پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے عوام میں سخت بے چینی اور مایوسی پھیل رہی ہے۔

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت ان سکیموں پر کام شروع کروانے کے لیے تیار ہے اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی) :

(الف) جی نہیں۔ ترقیاتی رقوم حکومت وسائل کی دستیابی کو مدنظر رکھتے ہوئے شعبہ وار / سکیم وار مختص کرتی ہے اور یہ رقوم ایسے منصوبوں پر خرچ ہوتی ہیں جو فنی اعتبار سے قابل عمل ہوں۔

(ب) سالانہ ترقیاتی پروگرام ۹۴-۱۹۹۳ء میں شامل ترقیاتی سکیموں پر معمول کے مطابق عمل درآمد جاری رہا اور عوام میں کسی قسم کی بے چینی اور مایوسی کی کوئی رپورٹ موصول نہیں ہوئی۔ مزید برآں سوال نہایت مبہم اور مہمل ہے کیونکہ اس میں نہ تو کسی مخصوص ممبر اسمبلی کے حلقہ نیابت کا ذکر ہے جہاں ترقیاتی کام نہ ہو سکے اور نہ ہی ان سکیموں کی وضاحت کی گئی ہے جن پر ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران فاضل رکن کی رائے کے مطابق عمل درآمد نہ ہو سکا۔

(ج) جز "ج" کے جواب کی وضاحت جز "الف" اور "ب" کے جواب میں کر دی گئی ہے۔

اسامیوں کی اپ گریڈیشن

699۔ حاجی محمد اسماعیل : کیا وزیر خزانہ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ۱۹۷۷ء میں محکمہ زراعت اور محکمہ لائیوسٹاک کے گریڈ ۱۶ کے افسروں کو گریڈ ۱۷ میں اپ گریڈ کر دیا گیا تھا۔

(ب) کیا یہ درست ہے کہ اس وقت کی گریڈ ۱۷ کی سپروائزری اسامیوں کو گریڈ ۱۸ میں اپ گریڈ کرنے کی بجائے نوٹیفکیشن نمبر ایف ڈی۔۱۴-۱/۷۸ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۷۸ء کے ذریعے ان

اسامیوں کو گریڈ ۱۷ میں بشمول ۱۵۰۔ روپے اضافی تنخواہ کی اسامی میں تبدیل کر دیا گیا۔

(ج) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ خزانہ کے نوٹیفکیشن نمبر ایف ڈی۔ پی سی۔۱۴۔۱ / ۷۸ (III ۱۰۵۸۔۸۹) مورخہ ۲ اپریل ۱۹۹۲ء کے تحت محکمہ لائیوسٹاک کے گریڈ ۱۷ کی ۴۰ فیصد اسامیوں اور گریڈ ۱۷ میں بشمول ۱۵۰ روپے سپیشل تنخواہ والی اسامیوں کو گریڈ ۱۸ میں اپ گریڈ کر دیا گیا جبکہ محکمہ زراعت کے افسران کی اپیل پر محکمہ خزانہ نے رقم موجود نہ ہونے کا جواز لے کر انہیں مطلوبہ مراعات سے محروم کر دیا۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت محکمہ زراعت کے افسران کی گریڈ ۱۷ میں بشمول ۱۵۰ روپے سپیشل تنخواہ کی اسامیوں کو بھی گریڈ ۱۸ میں اپ گریڈ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر ہاں تو ایسا کب تک کر دیا جائے گا۔ اگر نہیں تو اس کی وجوہ کیا ہیں؟

وزیر خزانہ (جناب محمد افضل سندھو)۔

(الف) یہ درست ہے

(ب) یہ بھی درست ہے لیکن متعلقہ نوٹیفکیشن کی تاریخ ۱۵ فروری ۱۹۷۸ء ہے۔

(ج) یہ بھی درست ہے البتہ محکمہ زراعت کو مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ مجوزہ اسامیوں کو بہتر سکیل دینے کی تجویز پر محکمہ انتظامی امور کے شعبہ او اینڈ ایم سے تفصیلی تجزیہ کروائے تاکہ اس ضمن میں تمام انتظامی و مالی مضمرات اور اثرات کو پیش نظر رکھا جا سکے۔

(د) محکمہ زراعت کے کچھ ملازمین نے اس معاملہ کو بذریعہ رٹ نمبر ۹۴ / ۱۳۰۲۴ اور نمبر ۹۵ / ۳۴۴۰ لاہور ہائی کورٹ میں اٹھایا ہوا ہے چونکہ یہ معاملہ عدالت عالیہ میں زیر سماعت ہے جس کی حکومت پیروی کر رہی ہے اسلئے فی الحال کوئی قدم نہیں اٹھایا جا سکتا ہے

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوں جناب۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے ابھی آپ کو پوائنٹ آف آرڈر کی اجازت نہیں دی۔ اور پوائنٹ آف آرڈر کوئی حدیث نہیں ہے۔ کہ کہہ دیا جائے تو سپیکر تمام کارروائی بند کرکے اس کو اجازت دے۔ جی۔۔۔ شکریہ مہربانی۔ جی۔ اب ہم Call Attention Notice شروع کرتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، پوائنٹ آف آرڈر سر۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی کیجئے پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ تھا کہ آپ وقفہ سوالات ختم کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے کا میں کھڑا ہوا ہوں کہ صفحہ نمبر 16 پر میرا سرکاری ملازمین کے قرضہ جات کے بارے میں سوال تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں وہ اب ختم ہو گیا۔ وقفہ سوالات ختم ہو گیا۔ آپ کی باری نہیں آئی۔ میری بات سنیں۔ یہاں پوائنٹ آف آرڈر پر اور ایک سوال پر اتنی بحث ہوئی کہ آدھ گھنٹہ لگ گیا۔ یہ خود ممبران کو سوچنا چاہیے۔ اس میں اب میرا بھی قصور نہیں ہے۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا! اب میرا سوال آیا اور سرکاری ملازمین سے متعلقہ سوال ہے تو اس طرح کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سرکاری ملازمین ہیں تو کوئی بات نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ Call Attention Notice۔

وزیر قانون (محمد افضل حیات)، جناب والا! چیف منسٹر صاحب یہاں پر 11-00 بجے کے قریب تشریف لائیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔

وزیر قانون، تحاریک استحقاق کے بعد وہ آ کر جواب دے دیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں پہلے آپ یہ بات کریں۔ اس روز بھی یہی بات ہوئی تھی کہ چیف منسٹر صاحب اس وقت آ جائیں گے۔ پھر آپ یہ کر دیں کہ جب چیف منسٹر آئیں گے Call Attention Notice کا جواب اس وقت ہوا کرے گا۔ یہ رولز میں ترمیم کر دیں۔ اگر آپ نے وقفہ سوالات کے بعد لینا ہے تو Chief Minister should be here at the appointed time۔

وزیر قانون، ٹھیک ہے جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے پہلے بھی رولنگ دی تھی کہ ہاؤس سے رولز سے یا قانون سے چیف منسٹر صاحب بالا تر نہیں ہیں۔ آپ اس کو بھی ایک انسان سمجھیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر قانون، آئندہ سے ایسا ہی ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرے خیال میں پچھلے اجلاس میں ہی 21 تاریخ کو یہ بات زیر بحث آئی

تھی۔ یہ پوائنٹ اٹھایا گیا۔ اس سے پہلے بھی اکثر ہوتا ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہو گیا کہ آپ ہاؤس کو بلائیں، کچھ کریں، نہ کریں اور وزیر اعلیٰ صاحب اپنے ہی شیڈول کے مطابق یہاں آئیں یہ بات نہیں ہے۔ ان کو یہاں اسمبلی کے ایجنڈے کے مطابق تشریف لانی ہو گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی مرضی سے آئیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب ایس اے حمید: جناب والا! ویسے بھی دن تھوڑے رہ گئے ہیں تو ان حالات میں ان کو جلدی آنا چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر: وزیر قانون صاحب! آپ مجھے یہاں پر اس کی categorically یقین دہانی کروائیں، ممبران کو یقین دہانی کروائیں کہ آئندہ جب بھی Call Attention Notice کا جو بھی وقت ہو گا یہ کارروائی ہو گی۔

وزیر قانون: آئندہ ایسا ہی ہو گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: مہربانی شکریہ۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ جی امجد حمید دستی صاحب! آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

سردار امجد حمید خان دستی: جناب والا! تحاریک کا وقت شروع ہو رہا ہے۔ ایک دھماکہ خیز استحقاق مجروح ہوا ہے۔ جس کا تعلق آپ سے اور ہماری طرف کے اور اس طرف کے اراکین سے ہے۔ یہ سب کے استحقاق کا سوال ہے۔ اور میں آپ کو بتاتا ہوں پھر آپ مہربانی کر کے اس پر رولنگ دیجیے۔

جناب قائم مقام سپیکر: امجد حمید دستی صاحب! آپ میری بات سن لیں۔ چونکہ آپ یہاں موجود ہیں وقت پہ یہاں آئے ہوئے ہیں آپ نے اسمبلی کو تحریک استحقاق کا نوٹس دیا ہے؟

سردار امجد حمید خان دستی: میں اس کا نوٹس دے رہا ہوں، کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ urgent ہے اور اگر ہاؤس کی مرضی ہو جائے کہ اسے take up کیا جائے تو take up کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ صبح سے یہاں تشریف فرما ہیں آپ نے تحریک لکھ کر ہمارے سیکرٹریٹ کو دی ہے؟ کیونکہ یہاں جو تحاریک استحقاق ہیں وہ بھی آپ کی ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی: میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کر رہا ہوں اور یہی بات کر رہا ہوں آپ ذرا سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سن لوں گا تو پھر بات کیا بنے گی؟

سردار امجد حمید خان دستی، جناب! میں پھر بیٹھ جاؤں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ صرف یہ بتائیں کہ تحریک استحقاق کس بارے میں ہے۔ آپ یہ ایک نکتہ مجھے بتا دیں۔

سردار امجد حمید خان دستی، یہ آپ سنیں گے تو آپ کے بھی دل لگے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ صرف دو جملوں میں بات کریں کہ آپ کی کیا تحریک استحقاق ہے؟

سردار امجد حمید خان دستی، دو منٹ میں۔

جناب قائم مقام سپیکر، دو منٹ نہیں' دو جملوں میں بتائیں کہ کیا بات ہے؟ دستی صاحب! آپ ہمیشہ اسی انداز سے بات کرتے ہیں۔

سردار امجد حمید خان دستی، نہیں سر' میں جلدی ختم کرتا ہوں۔

مسئلہ استحقاق

جناب قائم مقام سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ پہلی تحریک استحقاق ہمارے پا جناب بادشاہ میر خان آفریدی کی ہے یہ انھوں نے پچھلے سیشن میں پیش کی تھی' pending تو پڑھی گئی تھی لا منسٹر صاحب نے اس کا جواب دینا ہے۔ جی لا منسٹر صاحب! بادشاہ میر خان آفریدی کی پچھلے سیشن میں ایک تحریک استحقاق پیش ہوئی تھی تو یہ انھوں نے ہاؤس میں پڑھ دی تھی pending ہے پچھلے اجلاس میں اس کا نمبر دو تھا تو اس کے بارے میں آپ نے کچھ کہنا تھا آپ request پہ یہ pending کی گئی تھی۔

سنٹرل جیل اڈیالہ' راولپنڈی کے عملے کا رکن اسمبلی سے ناروا سلوک (۔۔۔جاری)

وزیر قانون، جناب! اس میں مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ جیل کے باہر ایک دروازے پہ جلوس بڑا آ گیا تھا۔ شیخ رشید صاحب ادھر سے رہا ہو رہے تھے ان کے لیے جلوس آ گیا اور اس لیے در انھوں نے بند کر دیا جنھوں نے دروازہ توڑ بھی دیا اس لیے لوگوں کو روک لیا گیا جب سپرنٹنڈ

جیل کو پتا چلا کہ جناب بادشاہ آفریدی خان صاحب تشریف لائے ہیں تو ان کو کمرے میں بلایا' چائے بھی انھوں نے ساتھ پی اور جو بھی ادھر واقعہ ہوا ہے اس میں malafide نہیں تھا' عمداً نہیں کیا گیا کیونکہ اس رش اور اس وقت جو ادھر بھیڑ اور جلوس تھا اس کی وجہ سے کچھ غلط فہمی ضرور پیدا ہوئی ہے اور اس کے لیے میں بھی ان سے معذرت خواہ ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ' اس statement کے بعد جی آفریدی صاحب۔ انھوں نے جو بات بتائی ہے کہ وہ بھی معذرت خواہ ہیں اب آپ اپنا version بیان کریں کہ اس کو پریس نہیں کرتے یا کیا صورت حال ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! میں نے گزارش کی تھی کہ جلوس سے بہت پہلے میں وہاں پہنچ چکا تھا۔ جلوس میرے بعد وہاں پہ پہنچا اور میں نے اس وقت وہاں ایک اسسٹنٹ جیلر جناب فیروز خان کو بلا کر کہا کہ آپ ان کو بتائیے کہ میں آیا ہوں اور میں دفتر تک جانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب کے پاس گیٹ کی چابی ہے اور انھوں نے سختی سے منع کر رکھا ہے کہ کوئی ایم این اے کوئی ایم پی اے آئے اس کو آپ نے اندر نہیں آنے دینا۔ میں نے کہا کہ آپ ان کو جا کر میرا بتائیں اس کے بعد اسسٹنٹ جیلر فیروز صاحب اور دو چار آدمی وہاں موجود تھے وہ بالکل سامنے کھڑے ہو گئے اور میں ان کو بلاتا رہا اور وہ میرے بلانے پر بھی نہیں آئے اسی اثناء میں کوئی ایک گھنٹے کے بعد چودھری پرویز الٰہی صاحب' چودھری شجاعت حسین صاحب اور بہت سے دوسرے لوگ بھی آ گئے ان کو بھی refuse کیا گیا اور جلوس بہت بعد میں پہنچا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ جلوس میرے جانے کے ایک گھنٹہ بعد پہنچا۔ جس وقت میں وہاں پہ گیا تھا ہم گنتی کے تین چار افراد وہاں پہ موجود تھے اور اس کے بعد چودھری تنویر خان اور دوسرے لوگ شیخ رشید کی رو بکار لے کے اندر گئے۔ میرے سامنے ان کو اندر جانے دیا گیا لیکن مجھے انھوں نے اندر نہیں جانے دیا اور میں کہتا ہوں کہ اس میں جیل کے عملے کی بدنیتی شامل ہے اور انھوں نے جان بوجھ کر ہماری تضحیک کی ہے اور انھوں نے یہ الفاظ کہے کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ یہ کہہ رہا ہے کہ آگے آپ نے بہت سی تحاریک استحقاق جمع کرائی ہیں آپ نے ہمارا کیا کر لیا۔ جائیں جو آپ نے کرنا ہے آپ کر لیں یہ ان کے الفاظ تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ فرما رہے ہیں کہ میں پہلے سے موجود تھا باقیوں کو

بلایا گیا ان کو اندر آنے کی اجازت نہ دی یہ بات تو نہیں کہ سپرنٹنڈنٹ کو ان کے بارے میں اطلاع ہی نہ دی گئی ہو جب کہ ان کے تین چار ساتھیوں کو بلا لیا گیا؟ ان کو نہ بلانے کے بارے میں وزیر قانون صاحب! آپ کا کیا موقف ہے؟

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ان کی اطلاع نہیں ملی کیونکہ بعد میں بادشاہ آفریدی صاحب سپرنٹنڈنٹ سے ملے بھی تھے اور ان سے کچھ بھی کیا تھا تو یہ سب کچھ غلط فہمی کی بنا پر ہوا ہے اور اس کے لیے کوئی malafide ارادہ نہیں تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ان کو ان کی اطلاع مل گئی تھی یا نہیں ملی تھی کہ وہ باہر کھڑے ہیں؟

وزیر قانون، ان کے بقول ان کو اطلاع نہیں ملی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر، بات سنیں کہ جو باقی احباب تھے وہ فاضل اراکین اسمبلی ہی تھے آپ بھی فاضل رکن تھے۔ جب ان کو بلا لیا گیا تو آپ کو نہ بلانے کی مجھے کوئی سمجھ نہیں آ رہی یا تو یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو کوئی اطلاع نہ ملی ہو۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس وقت انتظامیہ نے ایک وائرلیس message جاری کیا کہ شیخ رشید صاحب کی فلاں نمبر گاڑی آ رہی ہے اس کو اندر جانے دیا جائے ان کو انتظامیہ کے کہنے پر اندر جانے دیا گیا لیکن میں تو آپ سے حلفاً کہہ رہا ہوں کہ میں جیل کے گیٹ پر کھڑا تھا میں نے اسسٹنٹ جیلر کو کہا کہ جا کر میرا پیغام پہنچاؤ۔ اسسٹنٹ جیلر نے آ کر مجھے کہا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کہتا ہے کہ میں اندر نہیں آنے دیتا۔ چابی میرے پاس ہے میں چابی نہیں دیتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں آپ کی بات سمجھ گیا آپ کی ساری بات میرے ذہن میں آ چکی ہے لیکن دیکھو کہ وزیر قانون بھی معذرت کر رہے ہیں اگر وہ اس کو تسلیم کرے وہ اندر آئے وہاں کمیٹی میں وہ بھی کہہ دے کہ مجھے معاف کر دو تو آپ اسے بھی معاف کر دیں گے تو میرے خیال میں وزیر قانون کی معذرت اس سے بڑی ہے تو میں اس میں یہی observation دیتا ہوں کہ آئندہ فاضل اراکین وہاں تشریف لے جائیں جن کے متعلقہ ضلع کی جیل ہوتی ہے تو ان کو پورا پورا حق حاصل ہوتا ہے؟

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، جب وہاں پہ میرا استحقاق damage کیا گیا ہے میں وہاں کھڑا رہا۔ اسسٹنٹ نے کہا کہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کہتا ہے کہ میں اندر نہیں آنے دیتا تو پھر پیچھے کیا بات رہ گئی۔ اس میں معذرت کی کیا بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے فاضل محرک کی بات سنی ہے وزیر قانون کا بھی موقف سنا ہے میں اس نتیجے پہ پہنچا ہوں کہ یہ کوئی غلط فہمی کا نتیجہ ہے لیکن چونکہ وہ تحریک کو پریس ضرور کر رہے ہیں لہذا میں اس کو رول آؤٹ قرار دیتا ہوں۔ جی' سید ظفر علی شاہ صاحب تحریک استحقاق نمبر I -

سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں قائد اختلاف کے ساتھ اذیت ناک سلوک

سید ظفر علی شاہ ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سنٹرل جیل اڈیالہ راولپنڈی میں محبوس پنجاب اسمبلی کے رکن اور قائد حزب اختلاف میاں محمد شہباز شریف صاحب کو جیل انتظامیہ والے اپنے آقاؤں کی منشاء کے مطابق اذیتیں دینے کی خاطر عدالت عالیہ کے احکام کو نہ صرف نظرانداز کر رہے ہیں بلکہ ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ ان کے لیے سیر کی وہ جگہ مخصوص کی گئی ہے جہاں سے پوری جیل کا گندہ پانی نالیوں میں بہہ کر آ رہا ہوتا ہے اور ہر طرف بدبو پھیلی ہوئی ہوتی ہے جہاں پر سانس لینا دوبھر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کمر کی تکلیف اس قدر بڑھ گئی ہے کہ بائیں بازو کے انگوٹھے نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور وقتے وقتے کے بعد بازو بھی سُن (PARALYSIS) ہونا شروع ہو گیا ہے۔ جس سے بازو کے مفلوج ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ جیل حکام ڈاکٹروں کی ہدایات کو بھی نظرانداز کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے رشتہ داروں کی ملاقات میں بھی خواہ مخواہ رکاوٹیں ڈالنی شروع کر دی گئی ہیں۔ یہ تمام واقعات محترم میاں صاحب نے مجھے ملاقات کے دوران بتائے۔ اس ایوان کے منتخب رکن اور قائد حزب اختلاف کے ساتھ ظالمانہ رویہ سے نہ صرف میرا پارلیمانی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس میں میری short statement ہے۔ میں اس معزز ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اس معزز ایوان کے قائد حزب اختلاف پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں کسی زیر سماعت مقدمے میں وہاں پر مقید ہیں۔ اس سے پیشتر بے شمار مختلف

نوعیت کی تحاریک استحقاق اس ہاؤس میں پیش ہوتی رہی ہیں۔ جن کا قائد حزب اختلاف پہلے بھی ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ جن کے تعلق پاکستان کی سب سے بڑی پولیٹیکل پارٹی پاکستان مسلم لیگ سے ہے۔ وہ نہ صرف پاکستان کی سب سے بڑی صوبائی اسمبلی کے قائد حزب اختلاف ہیں بلکہ سابق وزیر اعظم اور قومی اسمبلی میں قائد حزب اختلاف کے بھائی ہیں۔ وہ victimization کا شکار ہیں جیل کے حکام کے بارے میں ابھی بادشاہ میر خان آفریدی بھی بات کر رہے تھے اور ہم بار بار آپ کی اور اس معزز ایوان کی توجہ اس طرف مبذول کروا چکے ہیں۔ (مداخلت)

جناب قائم مقام سپیکر، آرڈر پلیز

سید ظفر علی شاہ، جیل ایک صوبائی محکمہ ہے پنجاب حکومت کے زیر کنٹرول ہے۔ مگر بدقسمتی ہے اس ملک کے عوام کی اور سیاسی کارکنوں کی اور سیاسی راہنماؤں کی کہ یہاں پر ہمیشہ ہر دور میں الٹا کام چلتا رہا ہے۔ جناب سپیکر! پاکستان مسلم لیگ کے اسیر اراکین کے ساتھ پنجاب کی جیلوں اور بالخصوص اڈیالہ جیل کے حکام نے وفاقی حکومت کے اشاروں پر اپنے مخالفین کو جس جس انداز سے اذیتیں پہنچانے کے لیے براہ راست کنٹرول اپنے ہاتھ میں رکھا ہوا ہے۔ اس کی واضح مثال اور ثبوت یہ ہے۔ میں آپ کے سامنے عرض کروں گا کہ پورے پنجاب میں واحد اڈیالہ جیل ہے جس کے تین سپرنٹنڈنٹ' ایک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور ایک دو ملازمین کو مختلف اوقات میں معطل کیا جاتا رہا۔ جناب سپیکر! اس لیے نہیں کہ وہ جو وہاں کے داروغے تھے وہ قانون نہیں جانتے تھے یا انھوں نے بہت بڑی خلاف ورزی کر دی تھی۔ اس لیے کہ جب تک وہ وفاقی حکومت کے اشاروں پر ناچتے رہے اور کام کرتے رہے اور تکلیفیں پہنچاتے رہے۔ اس وقت تک تو وہ ٹھیک رہے لیکن اگر انھوں نے جیل مینوئل کے تحت کسی سیاسی قیدی کو کوئی سہولت دینے کی کوشش کی تو اسی شام کو وہ معطل کر دیئے گئے یا ان کا تبادلہ کر دیا گیا۔ اس پورے دور میں مجھے حکومتی بنچوں والے بتائیں کہ پنجاب کی کسی اور جیل کا کوئی اور ملازم معطل کیا گیا' کیا کسی اور جیل میں تمام ولی اور امام ہیں۔ انھوں نے کبھی کوئی غلطی نہیں کی؟ صرف اڈیالہ جیل کے ملازمین کو کیوں معطل کیا جاتا ہے؟ جناب سپیکر! یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ وفاقی حکومت اور پنجاب کی حکومت کے اشاروں پر ناچتے ہوئے جب تک تو موجودہ حکومت کے مخالفین کو تنگ کرتے رہیں تو وہ ٹھیک ہے۔ اور اگر جیل مینوئل کے مطابق کام کریں تو اس پر انھیں سزا دی جاتی ہے۔ جناب سپیکر! اس متعلقہ تحریک

استحقاق کے بارے میں عرض کروں گا کہ میاں شہباز شریف صاحب کا ایک استحقاق بطور ایک حوالاتی کے ہے، بطور ایک عام شہری کے ہے کہ انھیں جیل کے اندر رہ کر میڈیکل کی سہولتیں ملنی چاہئیں وہ جیل کی انتظامیہ کو دینی چاہئیں۔ لیکن اس کے علاوہ بطور ایک منتخب نمائندے کے جو قانون انھیں استحقاق دیتا ہے اور پنجاب گورنمنٹ اور سنٹرل گورنمنٹ ذمہ داری لیتی ہے اور وہ ایک مخصوص قانون کے تحت ان کو میڈیکل کی سہولتیں دینے کی پابند ہے جو کہ Privileges Act میں ہے۔ یہ استحقاق ان کا اس وقت تک رہے گا جب تک وہ ممبر ہیں اور جب تک وہ ممبر شپ سے ہٹائے نہیں جاتے اور آج تک اس لمحے تک وہ اس ہاؤس کے Elected Member ہیں۔ جناب سپیکر! اگر ایک اپوزیشن لیڈر کو وہ رعائتیں جو اسے قانون نے دی ہوئی ہیں وہ نہ دینا اور محض ان کو تنگ کرنا تاکہ ان کو paralyze کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان اس طرف توجہ دے۔ میں ان کے medical treatment کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ ہماری استحقاق کمیٹی نے جیل کا دروازہ نہیں توڑنا لیکن یہ ہمارا استحقاق بھی ہے کہ ہم اپنی جیلوں میں جا کر دیکھ سکیں کہ وہاں پر جو سیاسی قیدی ہیں۔ ان کو قانون کے مطابق یعنی ہائی کورٹ تو اپنے طور پر cognizance لیتی ہے آپ کا cognizance لینا بھی فرض بنتا ہے۔ اس لیے میری آپ سے اور معزز ایوان سے درخواست ہو گی کہ یہ مسئلہ medical treatment کے حوالے سے، ان کے استحقاق کے حوالے سے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر: جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون: جناب والا! اس تحریک استحقاق کو میں فنی لحاظ سے suppress نہیں کروں گا۔ کیونکہ کوئی بھی بات ہو وہ ایک خاص مسئلہ پر ہوتی ہے۔ لیکن اس میں کئی مسائل کا ذکر ہے۔ میں ان سب کا جواب دینا چاہوں گا۔ کیونکہ اگر ایک چیز کو تکنیکی وجوہ پر نمٹا دیا جائے تو اس سے مسائل حل نہیں ہو جایا کرتے۔ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ جہاں پر میاں صاحب سیر کرتے ہیں۔ وہاں قریب ہی ایک گندا نالہ ہے۔ جس کی بدبو آتی ہے۔ اس کے متعلق میری گزارش یہ ہے کہ اڈیالہ جیل میں کوئی گندا نالہ نہیں۔ کیونکہ سارا سیوریج کا نظام under ground ہے اور شہر سے باہر ہے۔ اس لیے آپ بھی سمجھتے ہوں گے کہ وہاں پر ابھی تک گندے نالے کی نوبت نہیں آئی۔ ہاں ایک برساتی

نالہ ضرور ہے جو کہ برسات میں بہتا ہے اور عام طور پر خشک رہتا ہے ۔ اس کے علاوہ جہاں تک ان کے علاج کا تعلق ہے وہ ہائی کورٹ کی ہدایات کے مطابق ان کے لیے ورزش اور سیر کے لیے ایک اے ایس پی کو مامور کیا گیا ہے کہ وہ اس چیز کا خیال رکھے اور ان کو سیر کا پورا موقع فراہم کیا جائے۔ دوسرا treatment وہ ہے جسے consecutive treatment کہا جاتا ہے ۔ اس کے لیے ان کو پوری سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ ان ساری چیزوں کی نگرانی ہائی کورٹ بھی کر رہی ہے۔ آج بھی PIMS کا ایک سپیشلسٹ میاں صاحب قائد حزب اختلاف کے معائنے کے لیے جیل جا رہا ہے ۔ اس کا cognizance جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے ہائی کورٹ بھی لے چکی ہے ۔ اس بارے میں جو بھی ہدایات مل رہی ہیں ۔ ان پر پورا عمل کیا جا رہا ہے ۔ ان حالات میں میرا خیال ہے کہ یہ تحریک استحقاق واقعاتی طور پر بھی نہیں بنتی اور ٹیکنیکلی بھی نہیں بنتی۔

جناب قائم مقام سپیکر ، چودھری پرویز الٰہی صاحب!

چودھری پرویز الٰہی ، جناب سپیکر! میں تھوڑی سی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے بھائی وزیر قانون نے چند ایک باتیں جیل کے بارے میں کی ہیں۔ میں خود اسی جیل اور اسی سیل میں ساڑھے تین چار مہینے رہا ہوں۔ وہاں پر جو سیوریج کا سسٹم ہے وہ ٹھیک نہیں ہے اور اگر اس کو تھوڑا سا چوک کر دیا جائے تو سارا گندہ پانی باہر نکل آتا ہے وہاں پر گندگی بھی کافی ہے۔ جہاں تک انھوں نے فرمایا ہے کہ وہ ایک سیل ہے تو وہ ایک جیل ہے اور جیل کے اندر ایک جیل بنا دی گئی ہے ۔ جب ہم وہاں تھے تو اس وقت بھی جیل کے اندر وہ جیل تھی اور آج ہی میاں شہباز شریف صاحب کے سیکرٹری کے ساتھ میری بات ہوئی ہے۔ واقعی ان کے ایک پاؤں اور ایک ہاتھ کا انگوٹھا بالکل سُن ہو چکا ہے اور علاج کی جو requirement ہے وہ بالکل پوری نہیں ہو رہی اور یہ سراسر زیادتی ہے۔ اور پھر خاص طور پر اس بات کا یہ ثبوت ہے کہ جب وزیر اعظم صاحبہ یہاں تشریف لائیں تو انھوں نے قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف صاحب کے بارے میں کہا کہ آپ دیکھ لیں' ان کے خاندان کا حشر کیا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! ہم تو پہلے ہی یہ کہہ رہے تھے کہ وہ کسی قانون کے تحت نہیں ہیں' کسی عدالت کے تحت نہیں ہیں' بلکہ وزیر اعظم نے ان کو یرغمالی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ جناب سپیکر! یہ سراسر زیادتی ہے اور قائد حزب اختلاف کے ساتھ جو کچھ بھی ہو رہا ہے یہ بہت ظلم ہو رہا ہے۔ یہ کسی جمہوری ملک میں نہیں ہوتا۔ یہ پیپلز پارٹی کا وتیرہ ہے کہ جان بوجھ کر اپوزیشن کے لوگوں کو

تنگ کرنے کے لیے انھوں نے یہ اقدامات کیے ہیں۔ ڈیڑھ سال تک شیخ رشید صاحب کو اندر دبائے رکھا اور پھر آ کر کہا کہ جی، ہم کیس نہیں لڑنا چاہتے۔ جناب سپیکر! یہ سزا دی جا رہی ہے اور جان بوجھ کر دی جا رہی ہے، کیونکہ وہ قائد حزب اختلاف کے بھائی ہیں اور پنجاب کی سب سے بڑی پارٹی کے قائد ہیں۔ جناب سپیکر! حکومت کے رویے کے خلاف اور شہباز شریف صاحب کو ناجائز جیل کے اندر رکھنے کے خلاف ہم احتجاجاً ٹوکن واک آؤٹ کر رہے ہیں۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف علامتی واک آؤٹ کر گئے)

سید تابش الوری، جناب سپیکر! یہ حزب اختلاف کی بات نہیں ہے یہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔ اور آپ جانتے ہیں کہ انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں پاکستان کے خلاف فیصلے دے رہی ہیں اور ـــــ

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے آپ کو فلور نہیں دیا۔

سید تابش الوری، جناب والا! یہ انسانی حقوق کا مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، قائد حزب اختلاف تو ٹوکن واک آؤٹ پہ چلے گئے۔ آپ کو میں نے فلور نہیں دیا۔ اس کا مطلب ہے آپ جب چاہیں جیسے چاہیں سپیکر کی اجازت کے بغیر بول سکتے ہیں؟ مجھے یہ بتا دیں۔

سید تابش الوری، میں نے اجازت لی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے اجازت بالکل نہیں دی۔

سید تابش الوری، میں اس پر احتجاج کرتا ہوں۔

(اس مرحلے پر سید تابش الوری واک آؤٹ کر گئے)

جناب قائم مقام سپیکر، یہ مسئلہ سید ظفر علی شاہ نے تحریک استحقاق کے ذریعے اٹھایا۔ فاضل وزیر قانون نے جواب دیا۔ مسئلہ علاج کے بارے میں تھا۔ وزیر قانون نے فرمایا کہ آج ہائی کورٹ میں بھی ایک مسئلے میں ان کی پیشی ہے وہ وہاں جا رہے ہیں۔ سپیشلسٹ بھی دیے گئے ہیں۔ میرے فیصلے سے پہلے انھوں نے واک آؤٹ کر دیا۔ لہٰذا میں اس کو رول آؤٹ کرتا ہوں۔

وزیر جیل خانہ جات (جناب عبدالرحمٰن خان نیازی)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی، عبدالرحمٰن نیازی صاحب۔

وزیر جیل خانہ جات، جناب والا! میں out of turn تحریک استحقاق پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد اجازت دیتا ہوں۔ تشریف رکھیں۔ بلکہ آپ کا مسئلہ دستی صاحب نے اٹھایا تھا تو میں نے کہا تھا کہ ان کی تحریک استحقاق ہاؤس میں آ چکی ہے۔ میں نے وہ سرکولیٹ کر دی ہے۔ تو وہ مناسب وقت پر ہم لیتے ہیں۔ میں نے ان کو بھی اجازت نہیں دی تھی۔ آپ تشریف رکھیں۔

(اس مرحلے پر فاضل اراکین حزب اختلاف واک آؤٹ ختم کر کے تشریف لے آئے)

جناب قائم مقام سپیکر، نمبر ۲' جناب بادشاہ میر خان آفریدی کی تحریک استحقاق ہم لیتے ہیں۔

روزنامہ "خبریں" کی جانب سے اراکین اسمبلی کی تضحیک

جناب بادشاہ میر خان آفریدی ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ روزنامہ "خبریں" لاہور نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہوا ہے کہ نہ صرف اراکین اسمبلی بلکہ پورے معزز ایوان کو تضحیک کا نشانہ بنایا جائے۔ چنانچہ 26 مارچ 1996ء کی اشاعت میں خوشنود علی خان اپنے ایک کالم میں اس ایوان میں ایک معزز رکن کی طرف سے پیش کی جانے والی تحریک استحقاق کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں،

"------پنجاب اسمبلی میں اس تحریک پر جو کچھ ہوا اس سے بڑی جہالت کی مثال کہیں دوسری جگہ مل نہیں سکتی--------"

اس کالم کے "دانائے عالم" نے اس ایوان کے جملہ اراکین جس میں قائد ایوان اور محترم سپیکر صاحب بھی شامل ہیں۔ کو جاہل ظاہر کر کے اپنے مذموم خیال کا جو اظہار کیا ہے وہ ناقابل معافی ہے متذکرہ اخبار نے بلیک میلنگ کا رویہ اختیار کیا ہوا ہے وہ کسی بھی معاشرہ میں تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ چند ٹکوں پر بکنے والے' اپنے آپ کو صحافی کہنے والے معاشرہ میں کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ اس کالم نگار کی "گوہر فشانی" سے پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے فوری طور پر ایسی قرار واقعی سزا دی جائے جس سے اراکین اسمبلی کی عزت نفس محفوظ رہے۔ اس کالم کے شائع ہونے سے نہ صرف میرا پارلیمانی استحقاق بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اسے

استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب وزیر قانون صاحب۔ (مداخلت) نہیں' میں نے وزیر قانون کو فلور دے دیا ہے۔ آپ بیٹھ گئے تھے۔ یہ compulsory نہیں ہے۔ اس میں "may" کا لفظ ہے جو چاہے۔ اب آپ بیٹھ گئے۔ میں نے وزیر قانون کو فلور دے دیا۔ اب آپ کہیں کہ میں شارٹ سٹیٹمنٹ دیتا ہوں۔ تو I disallow it. جی۔

وزیر قانون، جناب والا! پہلے بھی کئی ایسی تحاریک پر بات ہو چکی ہے کہ یہ فریڈم آف پریس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ چونکہ اخبارات پہ حکومت کا یہ کسی سرکاری ادارے کا ڈائرکٹ کنٹرول نہیں ہے کہ ان کو بلا کر اس کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس کے لیے آپ نے یہاں پر ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس سے پوچھ لیں یا اس کے متعلق آپ جو بھی مناسب سمجھیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہی مسئلہ پچھلے اجلاس میں بھی آیا۔ اس میں جناب آفریدی صاحب بھی بولے تھے۔ کافی اور فاضل اراکین نے بھی باتیں کی تھیں۔ اسی کے پیش نظر ہاؤس کی sense لیتے ہوئے میں نے اس مسئلے پر ایک سات رکنی کمیٹی بنائی تھی جس کا نوٹیفکیشن بھی ہو چکا ہے۔ میں نے اس کو دو ماہ کی میعاد دی تھی اور آپ کی وہ تحریک استحقاق میں نے اس کمیٹی کے سپرد کر دی تھی۔ چونکہ وہ مسئلہ ابھی پینڈنگ ہے۔ بات چل رہی ہے' لہٰذا اس کو بھی میں اسی کے ساتھ ہی منسلک کرتا ہوں۔ اس کو بھی میں کمیٹی کے پاس بھیجتا ہوں کہ وہ اس پر بھی اپنی رپورٹ دیں۔ اس کی میعاد بھی انہی کے ساتھ دو ماہ کی ہو گی۔

حاجی مقصود احمد بٹ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

حاجی مقصود احمد بٹ: جناب سپیکر! پچھلے اجلاس میں یہی "خبریں" اخبار کے جو بلیک میلر ضیاء شاہد مالک ہیں۔۔۔ سر' ایک سیکنڈ۔ میری بات سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میری ایک بات تو سنیں۔ اُس روز بھی جو باتیں ہوئیں اور یہاں پر ہوئیں۔ انھوں نے ایک لفظ "جہالت" لکھا ہے تو وہ آپ کو اتنا محسوس ہوتا ہے۔ آپ یہاں ہاؤس میں کئی ایسی باتیں کر جائیں' پھر وہ کہیں گے کہ یہ ہو گیا۔ تو میں نے اس کو admit کر لیا ہے۔ اب

میرے خیال میں اس پر مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : یہ اس سے ہٹ کر بات ہے۔ پچھلے اجلاس میں جناب آفریدی صاحب نے اسی بلیک میلر کے بارے میں یہ بات کہی تھی کہ اس نے [*****] اور آج پندرہ بیس دن گزر گئے، اس کے بارے میں کسی قسم کی کوئی تردید نہیں آئی۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں اس بات کو حذف کرتا ہوں۔ آپ تشریف رکھیے، میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ آپ کا ایک contest چل رہا ہے۔ آپ اس میں سارے ہاؤس کو involve نہ کریں۔ میں نے تحریک استحقاق کو کمیٹی کے سپرد کر دیا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کیا لینا چاہتے ہیں مجھ سے؟ میں disallow کرتا ہوں۔ یہ کارروائی میں شامل نہ کیے جائیں۔ بیٹھیں، تشریف رکھیں۔۔۔ نہیں، اسمبلی کو اکھاڑہ نہیں بنایا جا سکتا۔ آپ کی جو request تھی اس کو میں نے منظور کیا اور اس کو میں نے کمیٹی کے پاس بھیج دیا۔ یہی آپ کی فائنل بات ہو سکتی ہے۔ میں نے وہ فیصلہ بھی دے دیا۔ اس کے بعد پھر آپ اس بات پر تقریریں کرنا چاہتے ہیں! آگے ہے جناب عبدالرحمن خان نیازی۔ آئیے جی۔ عبدالحمید دستی صاحب تشریف رکھتے ہیں؟ اگر وہ باہر لابی میں ہیں تو وہ بھی اندر تشریف لے آئیں۔ کیونکہ مجھے پتا تھا۔

رکن اسمبلی کے بارے میں بے بنیاد خبر کی اشاعت

وزیر جیل خانہ جات (جناب عبد الرحمٰن خان نیازی) : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک انگریزی اخبار "دی نیوز" نے 25 مارچ 1996ء کی اشاعت میں میری ذات کے بارے میں غیر اخلاقی، بے بنیاد اور مفروضوں پر مبنی خبر چھاپ کر میری کردار کشی کی ہے۔ مزید برآں روزنامہ "خبریں" کے نیوز ڈیسک نے صحافتی اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسی خبر کو اپنے صفحہ آخر میں دو کالمی سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ خبر میں کہا گیا ہے کہ "ایک شخص نے مبینہ طور پر گلبرگ کے ایک ریسٹورنٹ میں ایک خاتون کے ساتھ زیادتی کی کوشش کی۔ عورت کے مطابق متعلقہ شخص نے شراب پی رکھی تھی۔ بعد میں وہ اعلیٰ حکومتی شخصیت

***(بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کر دیا گیا)

ریسٹورنٹ کے باہر کھڑی لینڈ کروزر نمبر ایل او کے 21 میں بیٹھ کر فرار ہو گئی۔ لینڈ کروزر کے نمبر سے معلوم ہوا کہ وہ ان دنوں صوبائی وزیر جیل خانہ جات عبد الرحمٰن خان عرف ببلی خان کے استعمال میں ہے۔ اخبار نے مزید لکھا کہ جب وزیر موصوف سے رابطہ کرنے کی کوشش کی گئی تو بتایا گیا کہ وہ جمعرات سے عیسیٰ خیل میں ہیں۔

جناب والا! خبر کی عبارت سے پتا چلتا ہے کہ خبر مفروضوں پر مبنی غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ کی مظہر ہے جس میں نہ تو کسی ضابطہ اخلاق کو مدنظر رکھا گیا اور نہ ہی احساس ذمہ داری کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اس بے بنیاد اور جھوٹی خبر سے میرے حلقہ نیابت کے عوام میں بے چینی، اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ اس جھوٹی اور بے بنیاد خبر سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہٰذا اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! میں اس پر اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اجازت ہے لیکن مختصر ہو کیونکہ اس کے بارے میں لفظ ہی "شارٹ" استعمال ہوا ہے۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی: جناب سپیکر! اس میں ایک خبر کہتی ہے کہ "Saroop asks to fix V.I.P for adultery" جس میں نہ کوئی میرا نام ہے اور نہ ہی ذکر ہے لیکن کوشش کی ہے کہ وہ اپنا روٹ میری طرف لے کر جائیں۔ اسی خبر کو بنیاد بناتے ہوئے روزنامہ "خبریں" نے بلیک میلنگ کے لیے خبر شائع کی ہے کہ کبر گ میں صوبائی وزیر عبد الرحمٰن ببلی کی شراب پی کر خاتون سے زیادتی کی کوشش۔ منی مارکیٹ کے قریب واقع ریسٹورنٹ میں خاتون واش روم میں گئی تو وزیر صاحب بھی آ گئے۔ انھوں نے وہاں خاتون سے زیادتی کی کوشش کی لیکن وہ بھاگ کر باہر آنے میں کامیاب ہو گئی۔ وزیر صاحب ریسٹورنٹ سے باہر کھڑی لینڈ کروزر ایل او کے 21 میں فرار ہو گئے۔ اب مقصد یہ ہے کہ اس ہیڈ لائن میں انھوں نے مجھے nominate کیا ہے اور اندر جو نیچے ایک خبر دیتے ہیں اس میں کہتے ہیں کہ میں یہاں موجود بھی نہیں ہوں تو اس خبر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا صرف اور صرف بلیک میلنگ کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کے خلاف نوٹس لیا جائے۔ پھر جب میں وہاں سے واپس آیا ہوں تو مجھے ایس۔ پی ماڈل ٹاؤن فون کر کے کہتے ہیں کہ میں نے تین چار دفعہ آپ کو فون کیا ہے آپ کو کسی نے بتایا نہیں کہ میں نے فون کیا ہے؟ میں نے کہا کہ مجھے تو پتا نہیں کہ آپ

کا فون آیا ہے یا نہیں آیا بہرحال بات کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ آپ کے خلاف ہمیں کرائمز کنٹرول کمیٹی نے کہا ہے کہ پرچہ دے دو۔ میں نے کہا کہ کس بات کا پرچہ؟ کہ جی وہ خبر جو آپ کے خلاف شائع ہوئی ہے۔ میں نے کہا کہ خبر شائع ہوئی ہے آپ نے کوئی کنفرم کیا ہے؟ آپ کی کرائمز کنٹرول کمیٹی کے چیئرمین نے کنفرم کیا ہے کہ یہ میں ہوں۔ اگر کرائمز کنٹرول کمیٹی لاہور کا چیئرمین اتنے ذمہ دار عہدے پر بیٹھا ہے وہ ایک ایس۔ پی کو کہتا ہے کہ جی آپ پرچہ دے دیں۔ کیا اس میں اتنی اخلاقی جرأت یا اتنی اہلیت نہیں کہ پہلے کنفرم تو کرے کہ آیا یہ خبر صحیح بھی ہے یا غلط ہے؟ ایک آدمی کو آپ نے پورے پاکستان میں بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور اس میں وہ مذاق اڑا رہے ہیں کہ ہم نے یہ کر دیا' ہم نے وہ کر دیا۔ مجھے یہ تو بتائیں کہ وہ بھی اور یہ بھی کہ یہ پیچھے کون سا ہاتھ ہے؟

معزز ممبران حزب اختلاف، شیم شیم۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی ، اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس دن اس ریسٹورنٹ میں یا آج تک میں اس ریسٹورنٹ میں گیا بھی ہوں تو جناب والا! میں اپنا استعفیٰ آج ہی پیش کر دیتا ہوں۔

معزز ممبران حزب اختلاف، نعرہ ہائے تحسین۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی ، جب میں ایک ریسٹورنٹ میں بھی نہیں گیا۔ مجھے اس ریسٹورنٹ کا پتا بھی نہیں ہے تو اس میں میرے نام کے ساتھ پورے پاکستان کے اخباروں میں یہ خبر شائع کی گئی ہے۔ کیا آپ کی اسمبلی میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ ان اخبار نویسوں یا وہ چیئرمین جو آپ نے بنائے ہیں ان سے پوچھ سکیں؟ یہ ان کے لیے مذاق ہو گا' ہمارے لیے یہ مذاق نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، کرائمز کنٹرول کمیٹی کے چیئرمین کون ہیں؟

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی، یہ آپ کے یوسف صلاح الدین صاحب ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اچھا۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی، میاں یوسف صلاح الدین آپ کے ڈسٹرکٹ کرائمز کنٹرول کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ مجھے پھر ایس۔ پی ماڈل ٹاؤن نے کہا کہ نیازی صاحب آپ ان سے مل کے معاملہ رفع دفع کر لیں۔ میں نے کہا بھئی میں کس لیے ملوں؟ میں نے کوئی گناہ کیا ہے کہ میں ملوں؟ جب

میں اس واقعہ میں ہوں ہی نہیں' جب میں نے اس ریسٹورنٹ کی شکل ہی نہیں دیکھی تو میں کیوں جا کے اس کی منتیں کروں' کس لیے؟ گورنمنٹ کو یہ سوچنا چاہیے کہ اتنی اہم ذمہ دار پوسٹیں جو آپ ان غیر منتخب لوگوں کو دے رہے ہیں کہ کیا وہ ان پوسٹوں کو صحیح استعمال کرتے ہیں یا ناجائز استعمال کرتے ہیں؟

سردار امجد حمید خان دستی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پر امجد حمید دستی صاحب کو سن لیں۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی، جناب سپیکر! میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ دستی صاحب مہربانی کریں۔ ابھی تشریف رکھیں۔

جناب عبد الرحمٰن خان نیازی، جناب سپیکر! اس "خبریں" اخبار کے خلاف ایکشن لیا جائے کہ یہ ہر کسی کے خلاف بے بنیاد خبریں لگا دیتے ہیں۔ اگر انھوں "دی نیوز" کا بھی سہارا لیا ہے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے "دی نیوز" کی خبر دی ہے تو "دی نیوز" میں کہاں یہ لکھا ہے کہ عبد الرحمٰن بلی واش روم میں گھس رہا ہے اور عبد الرحمٰن بلی نے یہ کیا' عبد الرحمٰن بلی نے وہ کیا' تو اس میں کہیں مجھے ایسا دکھائیں۔ پھر میرے حلقے میں میرے مخالفوں نے اس کی پچیس ہزار فوٹو کاپیاں بانٹی ہیں۔ کیا وہ میری عزت آپ واپس دلا سکتے ہیں؟ یہ پوچھیں خبریں اخبار سے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ جی امجد حمید دستی صاحب۔ دستی صاحب ایک منٹ میری بات سنیے۔ یہ وہی بات ہے جو آپ کرنا چاہتے تھے تو مجھے پتا تھا اس لیے اس وقت میں نے اجازت نہیں دی۔

سردار امجد حمید خان دستی، نہیں' میں ان کے حق میں بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر، وہی ناں۔ اب میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔

سردار امجد حمید خان دستی، جناب والا! میں آپ سے اجازت لے کر عرض کرتا ہوں کہ اس معاملے کو میں ہائی لائٹ اس لیے کرنا چاہتا تھا کہ ایک وزیر کے خلاف ایسا الزام ہے تو انھیں موقع ملنا چاہیے کہ وہ اپنی صفائی دیں اور میں خوش ہوں کہ انھوں نے اس پر اپنی صفائی دی ہے۔ یہ اتنا سنگین معاملہ ہے کہ اس میں کرائمز کنٹرول کمیٹی شامل ہے۔ میں آپ کی وساطت سے ان وزراء سے اور اس ہاؤس سے پوچھتا ہوں کہ یہ کرائمز کنٹرول کمیٹی کس کی بنائی ہوئی ہے؟ یہ گورنر صاحب کس کے بنانے

ہوتے ہیں؟ میں بیلی صاحب سے یہ گزارش کروں گا جس طرح وہ کہتے ہیں کہ یہ الزام غلط ہے تو پھر ان کو چاہیے کہ یہ استعفیٰ دیں۔ یہ چھوڑ دیں ایسی پارٹی کو اور ایسی حکومت کو جو ان کے خلاف بے بنیاد الزام لگاتی ہے اور جس طرح یہ کہتے ہیں کہ یہ بے بنیاد ہے تو پھر میرے خیال میں آپ کو بھی نوٹس لینا چاہیے۔ اگر بیلی محفوظ نہیں ہے تو کل کو مجھ جیسے آدمی پر جو بیکار ہو گیا ہے 78 سال کی عمر میں' اس پر بھی الزام لگ جائے گا۔۔۔ (قہقہے) پھر مجھے ہسپتال جانا پڑے گا کہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ تو مہربانی کر کے اس کا سختی سے نوٹس لیں اور پھر ایسا عظیم آدمی کہ جس کے متعلق میرے خیال میں یہ تھا کہ یہ بیلی صاحب ان کا اس لیے نام رکھا گیا ہے کہ غالباً بیل گم بھی انھوں نے ایجاد کی ہے۔۔۔ (قہقہے) تو مہربانی کر کے انھیں موقع دینا چاہیے کہ یہ اپنی پوری صفائی دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ ظفر علی شاہ صاحب۔ میں آفریدی صاحب اور آپ حاجی مقصود احمد بٹ کو اجازت نہیں دوں گا۔ آپ بیٹھیں' تشریف رکھیں' آپ ایک پارٹی ہیں۔ جی ظفر علی شاہ صاحب۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! ابھی ابھی پنجاب حکومت کے ایک معزز وزیر نے ایک تحریک استحقاق پیش کی ہے۔ میں ان کے حق میں یا مخالفت میں بات نہیں کروں گا لیکن کم از کم ان کی اس تحریک سے اور ان کی شارٹ سٹیٹمنٹ سے اس بات کا تو خیر بخوبی اندازہ ہو گیا ہے کہ پنجاب کی حکومت کیا کر رہی ہے اور پنجاب کی حکومت کتنی بے بس ہے۔ اس کی بنائی ہوئی بوگس کمیٹیاں جو کہ کرائمز کنٹرول کمیٹی اور انٹی کرپشن کمیٹی ہے اپنی ہی حلیف جماعتوں کے اپنے ہی وزیروں تک کو نہیں بخشتیں۔ یہ بہرحال ان کا اپنا معاملہ ہے کہ وہ کس طریقہ سے نمٹیں گے۔ میں تحریک استحقاق کے فلسفے کی بات کر رہا ہوں۔ پہلے بھی میں نے پچھلے اجلاس میں یہ بات کی تھی۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا ہے؟ اخبار سچا ہے یا جھوٹا ہے؟ نیازی صاحب سچے ہیں یا جھوٹے ہیں؟ اس کا علم اللہ کی ذات کو ہے یا فریقین کو پتا ہے۔ اس سے پہلے پچھلے اجلاس میں بھی میں نے یہ عرض کی تھی کہ ایک معزز وزیر صاحب کے بارے میں اخبارات میں یہ بات آئی تھی کہ انہوں نے کوئی قبضہ کر رکھا ہے اور وہ قبضہ نہیں چھوڑ رہے یا کیا کر رہے ہیں اس قسم کے کوئی واقعات تھے جو عدالت عالیہ تک گئے ۔ یہ اخباروں میں چھپا۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آپ نہ صرف یہ تحریک استحقاق منظور فرمائیں بلکہ آئندہ کے لیے ایک اصول وضع کر لیں کہ بغیر کسی کے پیش کیے ہوئے suo moto آپ اور سپیکر صاحب اس کو take up کر لیا کریں کہ اخبارات میں کسی

معزز رکن کے بارے میں کوئی مسئلہ آتا ہے تو آپ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا کریں۔ جناب سپیکر! یہ مسئلہ اس لیے سنگین ہے اور اس کو اس کے سپرد کیا جانا اس لیے ضروری ہوتا ہے۔ میری نظر میں اگر یہ معاملہ درست ہے تب بھی اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور اگر یہ مسئلہ غلط ہے تو تب بھی اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے غلط اگر ہے تو بات بالکل درست ہے کہ کسی عام آدمی کے خلاف بھی غلط قسم کی رپورٹنگ یا scandalizing قسم کی رپورٹنگ نہیں ہونی چاہیے چہ جائیکہ ایک منتخب ممبر کے خلاف ہو اور وہ بھی sitting government کا وزیر ہو۔ جناب والا! یہ غلط بات ہے کہ عام آدمی بھی شراب پی کر لوگوں کی عورتوں پر دست درازی کرے چہ جائیکہ ایک منتخب ممبر اور وزیر ہو لہٰذا اگر یہ بات درست ہے تب بھی اس معزز ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ انصاف اور پارلیمانی سیاست کا تقاضا ہے۔ ہمارے ادارے کیوں تباہ ہو گئے ہیں کیوں گاڑیوں پر ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے لکھا ہوا گالی بن گیا ہے؟ جہاں سے گاڑی گزرتی ہے اور اس کے پیچھے ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے لکھا ہو پیچھے دیکھنے والا ایک ایک ہزار گالی نکالتا ہے۔ ہم کیا سیاست میں اس لیے آتے ہیں؟ لیکن بعض اداروں نے، بعض لوگوں نے ، بعض شخصیات نے اس سیاست کا اس طرح حلیہ بگاڑ دیا ہے جو ایک عبادت ہے لوگ اس میں عبادت کے طور پر اس میں حصہ لیتے ہیں۔ ہم تو کم از کم عبادت کے طور پر اس میں حصہ لیتے ہیں اس میں عزت کے لیے حصہ لیتے ہیں لیکن اگر سیاست میں حصہ لینا گالی بن جائے، ممبر بننا گالی بن جائے، وزیر بننا گالی بن جائے۔ ممکن ہے لکھنے والا اخبار کسی اور سے ناراض ہو ممکن ہے میری کسی حرکت سے وہ ناراض ہو اس نے مجھے کسی جگہ پر غلط دیکھا ہو تو میرا غصہ عبد الرحمٰن نیازی پر نکال رہا ہو یا عبد الرحمٰن کا غصہ کسی اور پر نکال رہا ہو۔ جناب سپیکر! کوئی لائن draw ہونی چاہیے اور لائن draw تب ہی ہو سکتی ہے جب آپ اور یہ ہاؤس vigilant ہو گا۔ جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کی تھی کہ ہندوستان کا نہرو وزیر اعظم تھا اس نے لیڈر آف ہاؤس ہونے کی حیثیت میں اپنے ہی ایک رکن کے بارے میں تحریک استحقاق move کی اور اسے کمیٹی کے سپرد کیا۔ اس کی رپورٹ کو مانا گیا اور اس ممبر کو جو وارننگ دی گئی اور اس ممبر نے اپنی حرکت پر کھڑے ہو کر معافی مانگی اس لیے میری یہ استدعا ہے کہ نیازی صاحب کی اس موشن کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور تحقیقات کے بعد اس رپورٹ کو ہاؤس میں بھی پیش کیا جائے

اور پریس کے ذریعے پورے صوبے کو بتایا جائے کہ اصل بات کیا تھی اور غلط بات کیا تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ جی وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون : جناب سپیکر! یہ بھی نہایت سنگین مسئلہ ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور جو بات ایک دفعہ اخبار میں آ جائے اس کو سمیٹنا بھی بڑا مشکل ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے پہلے ایک کمیٹی بھی بنائی ہے۔ اس کا تدارک نہایت ضروری ہے۔ اس پر آپ جتنا بھی سخت ایکشن لیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اس کا کوئی نہ کوئی ایسا تدارک ضرور ہونا چاہیے کہ اس کے متعلق بھی کچھ ہو اور آئندہ کے لیے بھی ہو۔ کیونکہ کوئی بھی معزز رکن چاہے وہ کسی بھی بنچ پر بیٹھا ہے چاہے وہ اپوزیشن میں ہے چاہے وہ گورنمنٹ میں ہے مگر سب کی عزت اپنی جگہ ہے اس کا ہمیں پورا احترام کرنا چاہیے اور اس کی حفاظت ہونی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر : یہ تحریک استحقاق جو عبد الرحمٰن صاحب نے پڑھی ہے۔ اس پر وزیر قانون صاحب نے بھی categorically بیان دے دیا ہے۔ سات رکنی کمیٹی پہلے بنائی گئی ہے۔ اس میں ظفر علی شاہ صاحب بھی شامل ہیں۔

میں رولنگ یہ دے رہا ہوں کہ ہاؤس کی consensus بھی یہی ہے ایسی ہی تحاریک استحقاقات استحقاق کمیٹی کے سپرد ہو چکی ہیں سات رکنی کمیٹی بھی بنا دی گئی ہے جس نے اخبارات سے افہام و تفہیم کرنی ہے اور ایک لائحہ عمل اختیار کرنا ہے ان کی آزادی کو سلب کیے بغیر ایک طریقہ کار طے کرنا ہے۔ اس پر پنجاب گورنمنٹ نے آپ کی رپورٹ پر legislation بھی کرنی ہے آپ اس میں یہ بات لے آئیں یا اس رول میں آپ یہ ترمیم کریں کہ سپیکر suo moto کسی بھی تحریک استحقاق کو take up کر سکتا ہے تاکہ قاعدے کے مطابق بات بنے۔ چونکہ بات واقعی بڑی سنگین ہے کہ ایک منسٹر کے متعلق ایسا بیان دے دینا جس سے اس کی شہرت نہ صرف اس کے اپنے علاقے میں بلکہ سارے ملک میں خراب کر دی جائے اس کی تلافی ہو ہی نہیں سکتی لہذا اس کو بھی میں استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں وہ اپنی رپورٹ دو ماہ کے اندر پیش کرے۔

میں نے اس کمیٹی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا ہے لیکن مجھے ابھی تک یہ پتا نہیں چلا کہ کنوینر وزیر اطلاعات صاحب نے کوئی میٹنگ بلائی ہے۔ یا کیا ہے۔ وزیر اطلاعات' براہ مہربانی اس بارے میں بتائیں اور وہ جلدی کارروائی کریں۔

وزیر اطلاعات : جناب والا! آج آپ نے فرمایا ہے کہ نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے۔ یہ ہمیں نہیں پہنچا لیکن آج میں اسے خود collect کر کے انشاء اللہ اس پر proceed کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر : مہربانی۔ اس پر ذرا جلدی کریں وہ تو پانچ چھ دن ہو گئے ہیں کہ میرے پاس فائل آئی تھی اور میں نے دستخط کر دیے تھے۔

حاجی عرفان احمد خان ڈاہا : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس میں کرائمز کنٹرول کے چیئرمین کا ذکر آیا ہے یہ بھی سرکاری پارٹی سے تعلق رکھتا ہے اس کو بھی اس کمیٹی کے سامنے پیش ہونا چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر : بیٹھیں۔ تشریف رکھیں۔

توجہ دلاؤ نوٹس

جناب قائم مقام سپیکر : اس سے پہلے کہ ہم Call Attention Notice لیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لے آئے ہیں میں نے وزیر اعلیٰ صاحب کی عدم موجودگی میں ایک رولنگ دی ہے یہ میں ان کی موجودگی میں بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائد ایوان' یہ جمہوری دور ہے۔ جمہوریت کی پاسداری ہم سب کے لیے بہتر عمل ہے۔ ایک Call Attention Notice ہوتا ہے جو بھی وزیر اعلیٰ ہوتا ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے۔ یہ ہفتے میں دو دن ہوتا ہے جب یہ پیر کو ہو تو یہ وقفہ سوالات کے فوراً بعد treat ہوتا ہے جب جمعرات کو ہو تو چونکہ جمعرات کو سوالات ہوتے نہیں ہیں تلاوت کلام پاک کے بعد سب سے پہلے وہ treat ہوتا ہے۔ وقت مقرر ہے معین ہے اور رولز میں یہ بتایا گیا ہے۔ اس سے پہلے میاں منظور احمد وٹو کے دور میں' اور غلام حیدر وائیں کے دور میں بھی ہوا اور یہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ وزیر اعلیٰ کو مصروفیات ہوتی ہیں یہ اس کے بس کا روگ نہیں ہے وہ کافی مصروف ہوتے ہیں لیکن میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ جو تمام elected آدمی ہیں سپیکر ہے ڈپٹی سپیکر ہے وزراء ہیں محترم قائد ایوان ہیں قائد حزب اختلاف ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ وقت کی پابندی سب سے اہم مسئلہ ہے اور ہاؤس میں جو بات ہوتی ہے اس کو تو ہمیں سپریم بنانا چاہیے میری یہ بات کسی کی ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ جب میاں منظور احمد وٹو صاحب تھے میں نے اس وقت بھی رولنگ دی تھی آج بھی میں نے کہا ہے براہ مہربانی اگر ایک بڑی ہستی قائد ایوان ہی اس ہاؤس کا خیال نہیں

رکھیں گے تو پھر اور کون رکھے گا۔ قائد ایوان کو بھی اسی ہاؤس نے منتخب کیا ہے اگر وہ اس ہاؤس کی عزت کریں گے تو ان کی بہت زیادہ عزت ہو گی اگر وہ اس کو ignore کریں گے اس کا نوٹس نہیں لیں گے تو یہ کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہ بات اس لیے کر رہا ہوں کہ میری یہ بات کسی کی ذات کے بارے میں نہیں ہے۔ میں نے ہمیشہ وقت کی پابندی کی بات کی ہے اور اس ہاؤس کی عزت اور احترام کی بات کی ہے۔ جناب نکئی صاحب سے مجھے اور کوئی اختلاف نہیں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ جب بھی Call Attention Notice ہو براہ مہربانی اس ہاؤس کے تقدس کے لیے اور جمہوری روایت کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے تمام کاروبار سے زیادہ اس کو اہمیت دیں اور یہاں پر تشریف لائیں۔ مہربانی۔ شکریہ۔

وزیر اعلیٰ : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! یہ کال اٹینشن نوٹس مجھے رات بارہ بجے ملے ہیں تو کیا مجھے اس کی تیاری کرنی چاہیے تھی یا نہیں۔ کل میں ٹوور پر گیا ہوا تھا اور رات بارہ بجے ہی آیا ہوں۔ اس وقت مجھے یہ ملے ہیں۔ جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ کال اٹینشن نوٹس میرے پاس دو تین دن پہلے پہنچ جانا چاہیے تاکہ میں تیاری کر کے جوابات حاصل کر کے ایوان کو بتلا سکوں۔ اگر رات بارہ بجے مجھے کال اٹینشن نوٹس ملے گا تو پھر میرے لیے مشکل ہو گا کہ صبح نو بجے میں اس کا جواب دے سکوں۔ براہ مہربانی آپ اس کا بھی خیال کریں کہ کم از کم دو یوم قبل مجھے اس کی کاپی مل جانی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں قائد ایوان کی خدمت میں یہ عرض کرنی چاہتا ہوں کہ جو مجھے سیکرٹریٹ نے رپورٹ دی ہے وہ یہ ہے کہ جونہی ان کو کال اٹینشن نوٹس ملتا ہے یہ ہوم سیکرٹری کو فوراً اطلاع دے دیتے ہیں۔ یہ آگے ہوم سیکرٹری کا فرض ہے کہ وہ دیر سے اس کی اطلاع دیتا ہے یا کیا کرتا ہے۔ سیکرٹریٹ اسی وقت ہوم سیکرٹری کو مطلع کر دیتا ہے۔ مقصد یہ نہیں کہ کوئی ایسی بات کی جائے۔ اگر کسی جگہ پر تساہل ہوتا ہے تو میرے نقطہ نظر میں وہ تساہل نہیں ہونا چاہیے۔ وزیر اعلیٰ کے علم میں قبل از وقت یہ بات ہونی چاہیے کہ انھوں نے تیاری بھی کرنی ہے۔ تاکہ ان کو وقت مل سکے۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ گزارش کروں گا کہ چاہے آدھی رات کو ملا ہے تو پھر بھی اجلاس کا ٹائم اور ایجنڈے کا وقت بہت اہم ہے۔ اب کال اٹینشن نوٹس شروع کرتے ہیں۔ یہ کال اٹینشن نوٹس حاجی مقصود احمد بٹ صاحب کی طرف سے ہے۔ جی حاجی صاحب!

اقبال ٹاؤن میں قتل و ڈاکہ

حاجی مقصود احمد بٹ ، کیا وزیر اعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ،

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 25 مارچ 1996ء کو چودھری جمیل کو اقبال ٹاؤن بدر بلاک لاہور میں رات ساڑھے بارہ بجے ڈاکوؤں نے قتل کر دیا اور دوسرے افراد کی کار چھین کر فرار ہو گئے۔

(ب) اگر جز الف کا جواب اثبات میں ہے تو اس قتل کا مقدمہ کن کن افراد کے خلاف اور کب درج کیا گیا۔ اس کی ایف آئی آر کی کاپی ایوان میں پیش کی جائے۔

(ج) اس سلسلہ میں کتنے افراد کو اب تک گرفتار کیا گیا۔ ان کے نام اور پتا جات کیا ہیں اور ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے۔ اگر کوئی ملزم گرفتار نہیں ہوا تو اس کی وجوہات کیا ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جناب قائد ایوان!

وزیر اعلیٰ ،

(الف) مدعی مقدمہ عبدالحمید کی رپورٹ کے مطابق 24 اور 25 مارچ 1996ء کی درمیانی شب تقریباً ساڑھے بارہ بجے رات وہ محمد سعید اور محمد اکرم کے ہمراہ علامہ اقبال ٹاؤن مارکیٹ سے اپنے گھر جا رہا تھا۔ جب وہ 371 نرگس بلاک کے قریب پہنچے تو انھوں نے کار نمبری LPT1866 کھڑی دیکھی۔ جو کہ مدعی مقدمہ عبدالحمید کے بھانجے محمد جمیل کی ملکیتی ہے۔ محمد جمیل ڈرائیور والی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جب کہ دو نامعلوم افراد بھی اسی گاڑی میں موجود تھے ۔ اچانک ان میں سے ایک گاڑی میں سے اترا اور جمیل پر فائر کر دیا جب کہ دوسرے شخص نے جو کہ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا جمیل کو پکڑے رکھا۔ وقوعہ کے بعد دونوں ملزمان نے ملتان روڈ کی سمت جاتی ہوئی ایک کار نمبری ایل او ڈبلیو 2344 کو اسلحہ کے زور پر دو اشخاص سے چھینا اور موقع سے فرار ہو گئے۔ محمد جمیل موقع پر ہی جان بحق ہو گیا۔ یہ وقوعہ رات کو پیش آیا نہ کہ دن کے وقت۔ علاوہ ازیں ملزمان محمد جمیل مقتول کی کار لے کر فرار نہیں ہوئے بلکہ ایک دوسری کار چھین کر فرار ہوئے۔

(ب) واقعات کی وضاحت جزو (الف) کے جواب میں کر دی گئی ہے۔ دو نامعلوم افراد کے خلاف

مقدمہ نمبر 73/96 مورخہ 25 مارچ 1996ء بجرم 302/34 ت پ 17679 اسلامک لاء تھانہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور پر درج کیا گیا۔ نقل ایف آئی آر پیش کی جا رہی ہے۔

(ج) دو نامعلوم ملزمان کے خلاف مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ تفتیش جاری ہے۔ ابھی تک کوئی ملزم گرفتار نہیں ہوا۔ ملزمان کا سراغ لگانے کے لیے پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ کار نمبر LOW 2342 جو ملزمان نے دو اشخاص سے چھینی تھی برآمد ہو چکی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : ضمنی سوال۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! میں محترم قائد ایوان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس وقت لاہور میں کل کتنی موبائل گاڑیاں ہیں جو رات کو گشت کرتی ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر : اس سوال کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! جس وقت یہ قتل ہوا تو فوری طور پر ایمرجنسی نمبر 15 پر اطلاع کی گئی اور اس وقت لاہور میں بے شمار موبائل گاڑیاں گھوم رہی ہوتی ہیں۔ ان تمام گاڑیوں پر یہ اطلاع ہو چکی تھی کہ یہاں قتل ہوا ہے اور گاڑی نمبر بھی دیا گیا تھا کہ یہ گاڑی نمبر وہ چھین کر لے گئے ہیں۔ اس کے باوجود ملزموں کو پکڑا نہیں گیا اور وہ گاڑی اگلے دن شادباغ سے برآمد ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں آپ کی طرف سے ضمنی سوال اس طرح سے پوچھ لیتا ہوں۔ ان کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ جو واردات ہوئی اس رات پولیس کی گاڑیوں پر وائرلیس کے ذریعے پتا چل گیا تھا تو کیا وجہ ہے کہ پولیس اس گاڑی کو پکڑ نہ سکی اور ملزمان کو ٹریس نہ کر سکی؟

وزیر اعلیٰ : اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ گاڑی تھوڑی دور جا کر انھوں نے چھوڑ دی تھی اور وہ گاڑی ہمیں شادباغ سے ملی۔ اگر وہ ملزمان وہ گاڑی استعمال کرتے اور کچھ دور جاتے تو وہ پکڑے جاتے۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ! کوئی اور ضمنی سوال ہے؟

حاجی مقصود احمد بٹ : جناب سپیکر! میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ ملزمان کو پولیس نے پکڑ لیا تھا اور بعد میں پیسے لے کر ان کو چھوڑ دیا گیا۔

وزیر اعلیٰ : جہاں تک یہ فرما رہے ہیں یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی پولیس کی یہ جرأت ہے کہ ملزمان کو پکڑ کر چھوڑ دے۔ البتہ ہم نے تقریباً چودہ آدمی اس سلسلہ میں پکڑے تھے جن پر

شک و شبہ کیا گیا تھا۔ تفتیش میں وہ بے گناہ ثابت ہوئے اور ان کو چھوڑ دیا گیا۔

حاجی مقصود احمد بٹ، جناب سپیکر! آخری سوال ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ مدعیان کو اس بات پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ کسی کا نام بتائیں یا کسی کی نشان دہی کریں اور پھر اس کے بعد تفتیش جاری ہو گی؟ ابھی تک اس مقدمے کی کوئی تفتیش نہیں کی گئی؟

وزیر اعلیٰ ، اس مقدمے کی تفتیش کی جا رہی ہے۔ اور جونہی ملزمان گرفتار ہوں گے ان کو قرار واقعی سزا دی جائے گی۔

قائم مقام سپیکر ، یعنی پولیس کا یہ موقف تو نہیں ہے کہ کسی کا نام بتایا جائے۔

وزیر اعلیٰ ، نہیں ایسا نہیں ہے۔

خواجہ ریاض محمود ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر' میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے چھ سات روز کے اخبارات اکٹھے کر لیے جائیں تو چالیس کے قریب ڈاکے' نو دس کے قریب قتل اور بے شمار رہزنی کی وارداتیں اور ان کے علاوہ جرائم پیشہ افراد کی سرگرمیاں دیکھنے کو ملیں گی۔ میں یہ کہوں گا کہ اخبارات نے یہاں تک لکھا ہے کہ لاہور شہر آج کل ڈاکوؤں چوروں کی یلغار میں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔ اخبارات کچھ لکھیں۔ یہ بات نہیں بنتی۔ آپ نے اس سے متعلقہ سوال کرنا ہے۔ آپ ضمنی سوال میں سارے جہاں کا قصہ نہیں پوچھ سکتے۔

خواجہ ریاض محمود ، میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس کے لیے کوئی اصلاحی اقدامات سوچ رہے ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ تو پالیسی پوچھ رہے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ لاہور کا نمائندہ ہو' چاہے جڑانوالہ کا' چیچو کی ملیاں کا سب کے لیے رولز ایک ہی ہیں۔ جناب امان اللہ بابر صاحب!

شکر گڑھ میں ہیڈ ماسٹر کا قتل اور ڈکیتی

جناب امان اللہ خان بابر : جناب سپیکر ، کیا وزیراعلیٰ از راہ کرم بیان فرمائیں گے کہ ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ 18 فروری 1996ء کو پرائمری سکول مینگڑی تحصیل شکرگڑھ کے ہیڈ

ماسٹر عبد الرحمان سے ڈاکوؤں نے ایک لاکھ چھیاسٹھ ہزار روپے چھین لیے اور ہیڈ ماسٹر کو مضروب کیا جب کہ مذکورہ ہیڈ ماسٹر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اگلے دن فوت ہو گیا۔

(ب) مذکورہ قتل اور ڈکیتی کی واردات کا پرچہ کس تاریخ کو کس جرم کے تحت رجسٹر کیا گیا اس مقدمہ میں کتنے ملزمان نامزد تھے ان میں سے کتنے افراد گرفتار ہو چکے ہیں اگر کوئی گرفتار نہیں ہوا تو اس کی وجہ کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر : جی جناب قائد ایوان !

وزیر اعلیٰ: جناب سپیکر! ایس پی نارووال کی رپورٹ کے مطابق مورخہ 18-2-96 کو عبدالرحمان ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ پرائمری ماڈل سکول مینگڑی اسی سکول کے ایک ٹیچر امداد علی کے ہمراہ ایک موٹر سائیکل پر اساتذہ اور سٹاف کی تنخواہ مبلغ ایک لاکھ 25 ہزار 231 روپے جو کہ ایک تھیلے میں ڈالے ہوئے تھے لے کر شکرگڑھ سے اپنے سکول جا رہے تھے۔ قریباً 2 بجے دن جب قصبہ انت والی کی حدود میں پہنچے تو دو نامعلوم نقاب پوش جن میں سے ایک بندوق سے مسلح تھا پیچھے سے موٹر سائیکل پر آ گئے۔ فائرنگ کر کے عبدالرحمان ہیڈ ماسٹر مذکور کو زخمی کر کے رقم کا تھیلا چھین لیا اور فرار ہو گئے۔ ہیڈ ماسٹر کو سول ہسپتال شکر گڑھ پہنچایا گیا جو کہ 19-2-96 کو جاں بحق ہو گئے۔ مدرس امداد علی کی تحریری درخواست پر مقدمہ نمبر 45 مورخہ 18-2-96 زیر دفعہ 392 ت پ راہزنی تھانہ شکرگڑھ بلاتاخیر درج کیا گیا تھا۔ تاہم عبدالرحمان مضروب کے فوت ہونے کے بعد جرم 302 ت پ ایزاد کیا گیا ہے۔ ملزمان دو تھے جنھوں نے نقاب ڈال رکھے تھے۔ تفتیش جاری ہے تین مشتبہ افراد مسمیان محمد جمیل، حافظ شیر اکبر اور اسرارحسین کو زیر دفعہ 54 ت پ گرفتار کر کے interrogation کی گئی۔ تفتیش مقدمہ جلد از جلد مکمل کرنے کے لیے ہدایات دے دی گئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : کوئی ضمنی سوال؟

جناب امان اللہ خان بابر : جناب سپیکر! میں وزیراعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کیا یہ درست ہے کہ مقتول ٹیچر سکول میں بہت جونیئر تھا تقریباً گیارویں بارویں نمبر پر تھا؟

جناب قائم مقام سپیکر : امان اللہ بابر صاحب! جونیئر، سینئر کا اس کیس سے کیا تعلق ہے؟

جناب امان اللہ خان بابر : جناب والا! تعلق ہے۔ وہ شخصیت جس نے ایک جونیئر استاد کو سینئر لوگوں پر ایک سازش کے تحت مسلط کیا وہ اس قتل میں ملوث ہے۔

وزیر اعلیٰ : جناب والا! میں نہیں چاہتا تھا کہ اس ہاؤس میں کوئی ایسی بات کروں جس سے بدمزگی ہو۔ اگر فاضل ممبر یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ نام لے لوں تو پھر مجھے وہ نام لینے سے بھی گریز نہیں ہے۔ جب تک تفتیش مکمل نہیں ہو جاتی میں کسی شخص کا نام نہیں لینا چاہتا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر : ٹھیک ہے آپ وہ نام نہ لیں جس سے تفتیش پر اثر پڑے یا ہاؤس میں بدمزگی پیدا ہو۔ میں امان اللہ بابر صاحب سے کہوں گا کہ وہ بھی اس پر insist نہ کریں۔

جناب امان اللہ خان بابر : جناب سپیکر! میں وزیراعلیٰ صاحب سے ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیراعلیٰ صاحب اس مقدمے کی تفتیش کرائمز برانچ لاہور یا کسی دیگر ایجنسی کو دینے کے لیے تیار ہیں؟ کیونکہ نارووال میں انصاف نہیں ہو سکتا۔

وزیراعلیٰ : جناب والا! مجھے اس میں کوئی اعتراض نہیں۔

جناب امان اللہ خان بابر : جناب والا! تفتیش کرائمز برانچ لاہور ان کے حکم سے ہی جاتی ہے۔ ہماری بات تو ایک ایس ایچ او نہیں سنتا آئی جی کیسے سنے گا؟

وزیراعلیٰ : جناب والا! معزز رکن پہلے اس سلسلے میں مدعی سے تفتیش تبدیل کروانے کے لیے درخواست دلوائیں کیونکہ مدعی درخواست دیں گے تو تب یہ تفتیش تبدیل ہو سکتی ہے۔ جہاں تک میرے علم میں ہے مدعی اس تفتیش سے بالکل مطمئن ہیں لیکن اگر وہ مطمئن نہیں ہیں تو درخواست دیں میں مقدمہ تبدیل کر دوں گا۔

سید تابش الوری : کیا وزیراعلیٰ فرمائیں گے کہ بڑھتے ہوئے سنگین جرائم کے انسداد کے لیے حکومت کیا خصوصی اقدامات کر رہی ہے؟

وزیر اعلیٰ : جہاں تک ڈاکے، قتل وغیرہ ہو رہے ہیں اس سلسلے میں چند ایک گزارشات کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی پچھلے دنوں لاہور میں دو شیعہ لیڈر صاحبان کا قتل ہوا اور اس سلسلے میں کچھ ملزمان ہم نے گرفتار کیے جن سے ہمیں ڈاکے اور قتل کے دوسرے مقدمات کا بھی clue ملا ہے۔ ڈکیتیاں، چوریاں ہوتی رہتی ہیں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ آیا وہ برآمد بھی ہو رہی ہیں یا نہیں۔ میری اطلاع کے مطابق اب تک جتنے بھی وقوعے ہوئے ہیں ان میں سے تقریباً 70 فی صد ملزمان trace ہو چکے ہیں اور ان سے مال بھی برآمد ہو چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی میں اس میں کوئی کوتاہی برداشت

نہیں کروں گا اگر جرائم پر کنٹرول نہ کیا جا سکا تو میں اس پر سخت اقدامات اٹھاؤں گا۔

جناب امان اللہ خان بابر : جناب سپیکر ! میں وزیر اعلیٰ صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ بات ان کے علم میں ہے کہ ضلع نارووال کے تمام اساتذہ کرام تقریباً دس دن کی ہڑتال پر ہیں اور روزانہ اخبارات میں خبریں آ رہی ہیں کہ انھوں نے بائیکاٹ کر رکھا ہے۔

وزیر اعلیٰ : جناب والا ! میں سوال سمجھ نہیں سکا۔

جناب قائم مقام سپیکر : امان اللہ بابر صاحب کہتے ہیں کہ کیا وزیر اعلیٰ صاحب کے علم میں یہ بات ہے کہ نارووال ضلع کے تمام اساتذہ اس قتل کی وجہ سے دس یوم سے ہڑتال پر ہیں ؟

وزیراعلیٰ : یہ میرے علم میں نہیں ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب سپیکر ! صوبے میں امن و امان کی صورت حال بد ترین ہے ۔ کیا وزیراعلیٰ صاحب اس کو کنٹرول کرنے کے لیے دو چھٹیوں کے نظام کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ جمعہ اور ہفتہ کو چھٹی ہونے کی وجہ سے جمعرات کے دن دفاتر سے تمام لوگ غائب ہو جاتے ہیں اور اتوار کو دوپہر کے وقت آتے ہیں تو کیا وزیر اعلیٰ صاحب اس دو چھٹیوں کے نظام کو ختم کرنا چاہیں گے ؟

جناب قائم مقام سپیکر : اس کا اس سوال سے کیا تعلق ہے ؟

جناب ایس اے حمید : جناب والا ! میں امن و امان کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں یہ اس سے relevant نہیں ہے اور پھر یہ وفاقی حکومت کے دائرہ کار میں آتا ہے۔

سید تابش الوری : جناب والا ! جناب گورنر پنجاب اور آئی جی پنجاب نے اعتراف کیا ہے کہ پنجاب میں جرائم کی رفتار بڑھ گئی ہے ۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس رفتار کو روکنے کے لیے حکومت کیا خصوصی اقدامات کر رہی ہے ؟

وزیر اعلیٰ : میرے علم کے مطابق ، جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں ان کے مطابق پچھلے سال کی نسبت اس دفعہ وارداتیں کم ہوئی ہیں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب سپیکر ! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ کیا وزیراعلیٰ ضلعی افسران کو ان کی

کار کردگی کے لحاظ سے تبدیل کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں؟ جیسا کہ ابھی ابھی لاہور میں ہوا ہے میرا ضلع بڑا آخر پر ہے اور وہاں ایس پی صاحب کہتے ہیں کہ اپوزیشن کو crimes زیادہ نظر آتے ہیں۔ میں نے ایس پی صاحب سے بات کی اور کہا کہ یہاں بڑے جرائم ہو رہے ہیں کیونکہ میرا ضلع سندھ کے بارڈر پر ہے ---

جناب قائم مقام سپیکر : آپ ہر مسئلے میں اپنی کوئی ذاتی بات لے آتے ہیں۔

چودھری شوکت داؤد : جناب والا! میں اپنی ذاتی کوئی بات نہیں کر رہا بلکہ اپنے ضلع کی بات کر رہا ہوں اور یہ پنجاب کا حصہ ہے۔ ہمارے ہاں ضلعی انتظامیہ کافی دیر سے ہے اور crimes بھی ہو رہے ہیں۔ لاہور میں تو انھوں نے ایس پی کو تبدیل کر دیا ہے۔ رحیم یار خان سے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟ کیونکہ وہاں ایس پی صاحب کہتے ہیں کہ اپوزیشن کو crimes زیادہ نظر آتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : یہ کوئی ضمنی سوال نہیں ہے۔ جی امان اللہ بابر صاحب!

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب والا! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں

جناب قائم مقام سپیکر، امان اللہ بابر صاحب کے بعد آپ۔ جی بابر صاحب!

جناب امان اللہ خان بابر، جناب سپیکر! ایک تو میں آج ان کے نوٹس میں لایا ہوں کہ اساتذہ کرام دس دن سے ہڑتال پر ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا حکومت مقتول ہیڈ ماسٹر کے لواحقین کو معقول معاوضہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، کس کو؟

جناب امان اللہ خان بابر، مقتول کے لواحقین کو وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا۔

وزیر اعلیٰ : جناب والا! میں فاضل رکن سے گزارش کروں گا کہ میں جو معاملہ ہاؤس میں نہیں لانا چاہتا اس کے لیے مجھے مجبور نہ کریں کہ میں وہ الفاظ ہاؤس میں کہوں۔ اور مقتول کے سلسلے میں جو ملزمان ثابت ہوں گے میں ان کی جائیداد ضبط کر کے وہ معاوضہ دلاؤں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ جی عثمان ابراہیم صاحب ان کے بعد مغل صاحب۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر اعلیٰ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ گوجرانوالہ ڈویژنل ہیڈ کوارٹر ہے اور وہاں کرائم ریٹ اتنا بڑھ گیا ہے لیکن وہاں کے ایس ایس پی کی

پوسٹ گزشتہ تین ماہ سے خالی پڑی ہے۔ کیا وزیر اعلیٰ فرمائیں گے کہ کرائم کو کنٹرول کرنے کے لیے گوجرانوالہ میں ایس ایس پی کی تعیناتی کب تک کی جائے گی؟

وزیر اعلیٰ، چند یوم میں کر دی جائے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، چند یوم میں کر دی جائے گی۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم ، جناب والا! انھوں نے بیٹھے بیٹھے جواب دیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ سارے ہی پوچھنا شروع کر دیں کہ میرا ڈی ایس پی نہیں ہے آپ کیا بتائیں گے تو یہ ضمنی سوال نہیں ہے۔ جی مغل صاحب

جناب عبد الرؤف مغل ، جناب والا! آج سے تین روز پہلے 28 تاریخ بروز جمعرات گوجرانوالہ میں پانچ منٹ کے وقفے سے تین دھماکے ہوئے جن میں 15 افراد شدید زخمی ہوئے------

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ اس سوال کے بارے میں ضمنی سوال بتائیں۔

جناب عبد الرؤف مغل ، جناب والا! یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے جس میں پانچ منٹ کے اندر اندر دہشت گردوں نے 15 آدمیوں کو دھماکے کر کے شدید زخمی کر دیا۔ گوندل والا اڈا جو انتہائی مصروف چوک ہے ایک وہاں اور دوسرا گوجرانوالہ کا ریلوے اسٹیشن جس میں بکنگ آفس تھا وہاں پر دھماکہ ہوا اور 15 لوگ زخمی ہوئے ۔ کیا وزیر اعلیٰ نے اس کے متعلق کوئی خاص اقدامات لینے کے لیے------

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔ جی بابر صاحب

جناب امان اللہ خان بابر، جناب والا! میرا آخری ضمنی سوال ہے کہ جناب وزیر اعلیٰ صاحب بار بار فرما رہے ہیں کہ میں ایک بات ہاؤس میں نہیں کرنا چاہتا۔ جناب ان کو کیا مجبوری ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، یہ بات کر دیں؟

جناب امان اللہ خان بابر ، ہاں جی کر دیں۔ ان کو کیا مجبوری ہے؟ کون سی بات ہے جو یہ ہاؤس سے چھپانا چاہتے ہیں؟

وزیر اعلیٰ ، میں یہ چاہتا تھا کہ تفتیش کے بعد میں بیان دوں۔ لیکن اگر فاضل رکن بیان دینے پر مجھے مجبور کرتے ہیں تو ------

جناب قائم مقام سپیکر ، اگر کوئی لا، اینڈ آرڈر کی صورت حال کے بارے میں ہے یا وہاں اس

کیس میں مدد کرنے سے متعلق ہے اور بیان دینے سے اگر وہ خراب ہوتی ہے تو میرے خیال میں نہ دیں۔ شکریہ۔

جناب امان اللہ خان بابر: پوائنٹ آف آرڈر!

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ جی ایس اے حمید صاحب۔

جناب ایس اے حمید: جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ صاحب نے پچھلے اجلاس میں یہ بات کہی تھی کہ وہ اس اجلاس میں ان 32 ارکان کے نام بتائیں گے ------

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں، نہیں۔ یہ بھی غیر متعلقہ ہے۔ میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ تو Call Attention Notice کا وقفہ ختم ہوا۔ اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب والا! میں ایک تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی کیجیے۔

چودھری محمد عارف چٹھہ: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں کہ قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1973ء کے قاعدہ نمبر 202 کے تحت قاعدہ نمبر 92 کو معطل کر کے مندرجہ ذیل قرارداد پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میرے خیال میں یہ قرار داد تو وہی نہیں ہے جو کہ اپوزیشن نے بھی دی ہے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! مجھے پتا نہیں کہ یہ کون سی قرار داد ہے۔

وزیر پارلیمانی امور: جناب والا! یہ قرار داد متفقہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شاہ صاحب کی طرف سے بھی ہے۔ شاہ صاحب! آپ ایسے کریں کہ یہ گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے بھی آئی ہے۔

سید ظفر علی شاہ: میری پہلی آئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کی بھی ہے۔ wording تقریباً یکساں ہے یا تھوڑا سا فرق ہے تو آپ ایسے کریں کہ سید ظفر علی شاہ صاحب اور عارف چٹھہ صاحب دونوں مل کر دو منٹ یا پانچ منٹ کے اندر اس کی drafting کر لیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! چونکہ move پہلے میں نے کی ہے اس لیے میں پڑھوں گا لیکن مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ حکومت اور اپوزیشن اکٹھے بیٹھ کر اس کا ڈرافٹ تیار کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سیکرٹری صاحب! پہلے کس کی آئی ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! آپ دیکھ لیں دونوں پر تاریخ پڑی ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، پہلے آپ کی طرف سے آئی ہے اس لیے پڑھ آپ لیں گے لیکن میں اتفاق رائے سے کہتا ہوں تاکہ تمام ہاؤس کی طرف سے ہو۔

سید ظفر علی شاہ، جی بہتر ہے۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ عارف صاحب آپ جائیں ـــــــ ابھی نہیں پہلے آپ لکھ کر لائیں پھر rule suspend کرنے کی تحریک آپ پڑھ دینا اور قرار داد ظفر علی شاہ صاحب پڑھ دیں گے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ، جناب والا! میری طرف سے بھی یہ قرار داد ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا نام بھی ہے تو آپ تینوں چلے جائیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب قائم مقام سپیکر، جی نیازی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! قبل اس کے کہ ہمارے محترم وزیر اعلیٰ صاحب ہاؤس سے تشریف لے جائیں----

جناب قائم مقام سپیکر، آپ جب بات کرتے ہیں تو نظر اوپر کرتے ہیں۔ یہ کیا مسئلہ ہے؟

جناب انعام اللہ خان نیازی، آپ کے اور میرے شوق ایک جیسے ہیں۔ جناب سپیکر! ہمارے محترم وزیر اعلیٰ صاحب تشریف رکھتے ہیں قبل اس کے کہ یہ اٹھ جائیں ان کے ہوتے ہوتے میں ایک چھوٹا سا مسئلہ ----

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ یہ مسئلہ پوائنٹ آف آرڈر پر ہی ہونا چاہیے۔ اگر relevant ہے تو۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر پر مسئلے ہی ہوتے ہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر پر کھانا نہیں کھاتے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، نہیں۔ اگر تو اس ہاؤس کی اس کارروائی اسی لمحے سے متعلق کوئی بات ہے تو بات کریں۔ ایس اے حمید صاحب آپ اسے کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

میاں فضل حق، ایس اے حمید صاحب تو ان کو سمجھا رہے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! آج سے تین چار دن پہلے ہمارے محترم وزیر اعلیٰ صاحب میانوالی میں ہمارے مہمان تھے یہ ضلع میانوالی گئے۔ جناب والا! جب یہ سٹیڈیم میں پہنچے ------

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، نہیں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ میانوالی اور سٹیڈیم زیر بحث نہیں ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میری بات تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ میں سننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ تشریف رکھیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! بات تو سن لیں۔ بہت اہم بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ اہم اور غیر اہم بات کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح تو یہ سر گودھا گئے ہیں، چیچہ وطنی گئے ہیں، تو تمام فاضل اراکین اس ہاؤس کے ممبر ہیں وہ کھڑے ہو جائیں اور کہیں کہ یہ وہاں گئے تھے اور یہ بات ہوئی۔ تو یہ طریقہ کار نہیں ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، بہت اہم بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ہاؤس میں وہی بات ہو گی جو رولز کے مطابق ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، یہ بات رولز کے مطابق ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، نہیں۔ میں آپ کی بات سننے کو تیار نہیں ہوں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! میری بہت اہم بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ اب تحریک التوائے کار لیتے ہیں۔ نیازی صاحب آپ بیٹھیں۔ جی مغل صاحب آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟ جی آپ کے بعد فضل کریم صاحب

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب سپیکر! ------

جناب قائم مقام سپیکر، میں آپ کو اجازت نہیں دے رہا۔ کوئی فائدہ نہیں۔ آپ ہاؤس کو چلنے دیں گے یا اس طرح کریں گے؟ دیکھیں کہ ہاؤس کیسا smoothly چل رہا ہے۔ ہم تحاریک التوائے

کار پر پہنچ گئے ہیں۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، جناب والا! کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے آپ کو پریشانی ہو۔ میں چھوٹی سی بات کرنا چاہتا ہوں ------

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں ۔ میں آپ سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ آپ ہاؤس میں اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔ مہربانی کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی' بڑی نوازش ہو گی ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، میری بات بہت ضروری تھی میں اپنے علاقے کا مسئلہ بیان کرنا چاہتا تھا لیکن آپ اپنی ضد پر قائم ہیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں آپ کو اجازت نہیں دیتا ۔ جی مغل صاحب ۔

جناب عبد الرؤف مغل، جناب والا! میں نے گزشتہ اجلاس میں اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر کے تحریک التوائے کار پیش کرنے کی درخواست کی تھی جس میں وزیر صنعت نے وقت مانگا تھا کہ میں پاکستان سٹیل سے اس کا جواب حاصل کر لوں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ آگے آ رہی ہے۔ آپ بیٹھیں ابھی تحریک التوائے کار شروع کرتے ہیں۔

جناب عبد الرؤف مغل، جناب والا ! میں کہوں گا کہ اس میں پچاس ہزار مزدور بے روزگار ہو جائیں گے --------

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ کی تحریک ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں ابھی شروع تو کریں۔ میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ ابھی تک مجھے تحاریک التوائے کار شروع نہیں کرنے دی گئیں۔ آپ کی آ رہی ہے۔ جس طرح دستی صاحب فرماتے تھے میں نے کہا کہ یہ matter ہے۔ آپ کا matter بھی میرے پاس ہے۔

جناب عبد الرؤف مغل ، شکریہ۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! اجازت ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، پہلے آپ فرمائیں کس بات پر آپ بولنا چاہتے ہیں ؟

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، I call the House to order. مجھے بات سننے تو دیں۔ صاحبزادہ فضل کریم

صاحب! پوائنٹ آف آرڈر وہ بنتا ہے اس وقت اسی لمحے وہ بات ہاؤس میں موجود ہو پھر آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر سکتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! پہلے آپ میری بات تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، بات یہ ہے کہ جب پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہی نہ ہو .....

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! میں آپ سے عرض کروں گا کہ جب آپ سپیکر کی کرسی پر بیٹھیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان غصے کی حالت میں ہو تو پانی رکھ لیا کرے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں بالکل غصے میں نہیں آتا ....

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! میں جب بھی کسی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہوتا ہوں آپ مجھے بات ہی نہیں کرنے دیتے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ہاؤس نے مجھے بات کرنے کا جو جمہوری حق دیا ہے اس پر مجھے بات کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر بنتا نہیں۔ آپ تو کوئی واقعہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! پہلے آپ میری بات تو سن لیں۔ ایک منٹ سے زیادہ میری بات نہیں ہو گی۔ جناب والا! [*****]

جناب قائم مقام سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ کوئی آدمی اگر کسی جگہ پر کوئی بات کرتا ہے تو اس کے لیے علیحدہ ایکشن موجود ہے۔ میں آپ کو اس پر بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ (قطع کلامیاں)

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب والا! میں نے اس سلسلے میں تحریک التوائے کار بھی دی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جب دی ہے تو اپنی باری پر آ جائے گی۔ (قطع کلامیاں) میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ کی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔ آپ مذہبی نکتہ اٹھا کر اس کے پردے میں ایسا ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں یہ تمام کارروائی حذف کرتا ہوں۔ اگر آپ کو پتا ہے کہ آپ کی تحریک التوائے کار بھی ہے تو براہ مہربانی اس وقت تک آپ صبر کریں۔ آپ کو اس کا پورا موقع

***(بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کر دیا گیا)

دیا جائے گا۔ سردار ذوالفقار علی کھوسہ صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! میں بھی فاضل رکن کے خیالات کی ترجمانی کرتا ہوں اور حزب اختلاف کی طرف سے آپ کو درخواست کرتا ہوں کہ یہ تحریک التوائے کار آؤٹ آف ٹرن لے لی جائے کیونکہ اس کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے .....

جناب قائم مقام سپیکر : جب ہم تحریک التوائے کار کی طرف آئیں گے تو پھر ہی بات ہو گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! درست ہے۔ اس کے علاوہ میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ یہاں پر جناب وزیر اعلیٰ نے گزشتہ اجلاس میں جب ترقیاتی فنڈز کی بات ہوئی تھی یہ یقین دہانی کروائی تھی کہ آئندہ اجلاس میں ان اکتیس ممبران کی فہرست دوں گا جن کو یہ ترقیاتی فنڈز جاری ہوئے ہیں۔ وہ یہ بتائے بغیر ہاؤس سے اٹھ کر چلے گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : اب تحریک التوائے کار کو لیتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ مہربانی فرما کر اس پر رولنگ تو دیں وہ لسٹ دیے بغیر ' ان ناموں کا انکشاف کیے بغیر ہاؤس سے اٹھ کر چلے گئے ہیں۔

آوازیں : ان کو بلائیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ اب تحاریک التواء شروع کرتے ہیں۔ عبد الرؤف مغل صاحب کی تحریک التوائے کار تھی اس کے بعد میں مولانا صاحب کو اجازت دوں گا کیونکہ یہ پچھلے اجلاس سے pending چلی آ رہی ہے۔ وزیر موصوف آپ کو اس بارے میں کچھ پتا ہے ؟

وزیر صنعت ، جناب والا! ہم نے منسٹری آف پروڈکشن سے اس کا جواب مانگا تھا جو تاحال موصول نہیں ہوا کیونکہ منسٹری نے سٹیل مل کو لکھا ہے کہ کوٹے کی تقسیم کی تفصیلات بتائی جائیں۔ اس سلسلے میں جب ہمیں معلومات ملیں گی تو انشاء اللہ پھر جواب دے دیا جائے گا۔ جناب والا! ہم نے اس کے لیے خصوصی طور پر آدمی بھیجا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، عبد الرؤف مغل صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ باہر چلے گئے ہیں۔ صاحبزادہ

فضل کریم صاحب اب آپ اپنی بات کیجیے کا تحریک التوائے کار کا وقت ہے۔

جناب ایس اے حمید : جناب والا! عبدالرؤف مغل صاحب باہر گئے ہیں میں یہ چاہوں گا کہ اس تحریک کے سلسلے میں آپ وزیر صنعت سے کوئی وقت مقرر کروائیں کہ کب تک جواب دے سکیں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر : اگلے اجلاس میں پھر سب سے پہلے یہی تحریک التوائے کار آئے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب والا! اسی طرح سے وزیر اعلیٰ نے جو نام بتانے تھے اس کے متعلق بھی آپ رولنگ دے دیں کہ وہ اگلے اجلاس میں نام بتا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں نہیں یہ ضروری نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ صاحبزادہ فضل کریم صاحب! آپ بتائیں آپ کی تحریک کا نمبر کون سا ہے ؟ مجھے ابھی ابھی سیکرٹری صاحب نے بتایا ہے کہ آپ نے آج ہی یہ تحریک دی ہے۔ میں نے گورنمنٹ سے بھی اس بارے میں پوچھنا ہوتا ہے۔ وزیر قانون صاحب اس بارے میں کچھ بتائیں گے؟ وزیر قانون صاحب! (خاموشی)

میرا خیال ہے کہ اللہ ہی حافظ ہے میں نے تیسری مرتبہ وزیر قانون صاحب! آپ کو پکارا ہے۔ فاضل اراکین نہ خود کام کرتے ہیں نہ فاضل وزیر قانون کو کام کرنے دیتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب میں نے اس تحریک التوائے کار کو پڑھا ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ میں اسے آوٹ آف ٹرن لے لوں۔ ابھی آپ نے دی ہے اس کا نمبر بھی نہیں لگا اور آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے آوٹ آف ٹرن لے لوں اور اس تحریک میں خدانخواستہ کوئی ایسی بات نہیں ' لوگ ایسے بھی کہہ دیتے ہیں غلط اطلاعات بھی آ جاتی ہیں۔ یہ اسمبلی کا معاملہ نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب والا! آپ میری عرض تو سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے آپ کی تحریک پڑھ لی ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب والا! آپ اس پر رولنگ نہ دیں پہلے میری بات سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں بڑے ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ تشریف رکھیں (قطع کلامیاں) صاحبزادہ فضل کریم صاحب میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دوں گا کہ آپ اسمبلی کے قواعد و ضوابط کو توڑ کر اپنی بات منوائیں۔ میں وہ آخری آدمی ہوں گا جو آپ کی اس بات کے سامنے جھک

جاؤں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! نہ ہی میں نے کبھی کوئی ضابطہ توڑا ہے اور نہ ہی میری یہ خواہش ہے میری یہ گزارش ہے کہ اسمبلی کے اندر ایسی روایات ہیں کہ جب بھی کوئی اہم نوعیت کا مسئلہ ہو .....

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ اہم نوعیت کا مسئلہ نہیں ہے

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! مذہبی نوعیت کا مسئلہ ہے اس سے اہم نوعیت کا مسئلہ اور کیا ہو سکتا ہے ؟

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ سمجھتے ہوں گے ، میں نہیں سمجھتا کہ اس مسئلے کو ہاؤس میں لایا جائے ۔ لوگ تو ایسے بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات ہوئی ....

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! ہو سکتا ہے کہ بات جھوٹی ہو ہمیں اس سے غرض نہیں اگر بات جھوٹی ہو گی تو معلوم ہو جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ میں ان مسئلوں کو جو ایسے ہی ہیں اور مذہب کی آڑ میں ماحول کو خراب کرنا چاہتے ہیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر یہ چاہتے ہیں تو میں یہ کرسی چھوڑ کر ہاؤس سے چلا جاتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) مہربانی کریں آپ بیٹھ جائیں۔ ہاؤس abnormal ہو رہا ہے۔ مجھے prorogation آرڈر دیں۔ اگر آپ مجھے آگے نہیں چلنے دیتے تو میں اجلاس ملتوی کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) کھوسہ صاحب! اگر سپیکر کی بات نہیں مانی جائے گی ۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ مجھے ایک منٹ کی مہلت دیں میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو مسئلہ صاحبزادہ فضل کریم صاحب نے اٹھایا ہے وہ بحیثیت مسلمان ہم سب پر لازم ہے ------

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے رولنگ دے دی ہے ۔ یہی تو بات ہے میں اس کو نہیں مانتا۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! میں پھر بائیکاٹ کرتا ہوں

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ بائیکاٹ کر جائیں۔ (قطع کلامیاں) میں آپ کی دھمکیوں میں آنے والا آدمی نہیں۔ میں آپ کی دھمکیوں میں نہیں آؤں گا۔ آپ واک آؤٹ کر جائیں جلدی کر جائیں۔

دوسرے واک آؤٹ نہیں کرنا چاہتے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، جناب والا! آپ کو ملک سے محبت نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، صرف آپ کو محبت ہے۔ (قطع کلامیاں)

صاحبزادہ محمد فضل کریم ، یہ ملک کے ساتھ محبت کا جذبہ ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، صرف آپ کو محبت ہے۔ یہ کوئی طریقہ ہے؟ یہ سپیکر کو condemn کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں اس پاکستان کے لیے میرے خاندان کے 17 افراد شہید ہوئے' میرے چار سگے چچا بھی شہید ہوئے اور یہ کہتے ہیں کہ انھیں محبت ہے------ میں کہتا ہوں کہ پاکستان سے میری محبت انشاء اللہ تعالیٰ کسی سے کم نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین۔ قطع کلامیاں)

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! آپ کے بتائے ہوئے حقائق بھی درست ہوں گے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ایسی ہے جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، ہم بھی انکار نہیں کرتے ۔ لیکن میں اس فلسفے کو جانتا ہوں کہ ایک آدمی کسی جگہ بات کرتا ہے ان کو بات پہنچی ہے کہ خوامخواہ ہم اس کو اسمبلی میں لے کر آئیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، نہیں۔ جناب والا! یہ کسی آدمی کی بات نہیں۔ یہ حکومت کے متعین کردہ نہایت ذمہ دار عہدے پر بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' میں ایسی بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، وہ اسلامک یونیورسٹی کا وائس چانسلر ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں اس کو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ وہ ایسا آدمی نہیں کہ داڑھی کے متعلق ایسے کچھ کہے ۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، وہ آپ کا ساتھی ہوگا ناں ---

جناب قائم مقام سپیکر ، ساتھی ہو یا نہ ہو ۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں تو میں اس بات کو بھی تسلیم نہیں کرتا۔

جناب انعام اللہ خان نیازی، [*****]۔

*** (بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

جناب قائم مقام سپیکر: میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) سارجنٹ ایٹ آرمز ادھر آؤ اور ان کو باہر نکال دو۔ انعام اللہ نیازی کو باہر نکال دو جو کہتا ہے کہ وہ آپ کو کمیشن دیتا ہوگا۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ میں نے آج تک کسی سے کوئی پیسہ نہیں لیا۔ (قطع کلامیاں) آپ چلے جائیں' آپ اگر سپیکر پر اس طرح کا الزام لگاتے ہیں تو میں ماننے کے لیے تیار نہیں۔ آپ لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں' کیا اس لیے اجلاس بلاتے ہیں کہ اس اجلاس میں اس طرح کی کارروائی کی جائے؟

وزیر پارلیمانی امور: جناب والا! کیا ریکوزیشن اسی لیے دی جاتی ہے کہ وقت اس طرح سے ضائع کیا جائے؟

جناب قائم مقام سپیکر: چودھری پرویز الٰہی صاحب! میں ہاؤس کو prorogue کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے آرڈر منگوایا ہے۔ ان حالات میں جب کوئی سپیکر پر یہ الزامات لگائے کہ آپ کو وہ کمیشن دیتا ہے۔

چودھری پرویز الٰہی: نہیں نہیں کوئی ایسی بات نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میری بات سنیں۔ یہ بات برداشت کے قابل نہیں۔ یہ الفاظ واپس لیں اور ہاؤس سے معافی مانگیں کہ میں نے یہ جو بات کی ہے یہ بس ایسے ہی کی ہے۔ اگر یہ بات کرے گا تو یہ ہاؤس آگے چلے گا ورنہ میں ہاؤس کو prorogue کروں گا۔ اگر اجلاس بلانا آپ کا فرض ہے تو اس کو prorogue کرنا میرا فرض ہے۔ (حکومت کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) (قطع کلامیاں) جناب پرویز الٰہی صاحب! I call the House to order please

چودھری پرویز الٰہی: جناب والا! جو بات بگڑتے بگڑتے یہاں تک پہنچی ہے۔ اس میں بات صرف اتنی تھی کہ صاحبزادہ فضل کریم صاحب چاہتے تھے کہ آپ ان کی تحریک التوائے کار کو out of turn لے لیں۔ اور بات صرف دو منٹ کی تھی۔ جو وائس چانسلر کی طرف سے بات آئی تھی۔ اگر وزیر قانون صاحب اٹھ کر کہہ دیتے کہ یہ غلط ہے اور ایسی بات نہیں تو بات اسی وقت ختم ہو جاتی اور جناب والا! اس سے پہلے آپ بھی اور محترم حنیف رامے صاحب بھی out of turn تحاریک التوائے کار اور تحاریک استحقاق لیتے رہے ہیں۔ میں آپ سے یہی گزارش کروں گا کہ کچھ واقعات کے حوالے سے کہ جب بات بگڑنی شروع ہوئی ہے اس میں جناب کے خلاف اگر کوئی ایسی بات ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ آپ ہاؤس کی کارروائی کو جاری کیجیے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور جناب والا! آپ پہلے out of turn لیتے رہے ہیں۔ اور یہ بات دو منٹ میں ہو جاتی تھی۔ اور پھر ہم ایجنڈے کی طرف ہی جا رہے تھے۔ اس سے

پہلے گھمن صاحب کی طرف سے یہ بات کہنی کہ ہم اجلاس کو بلاتے ہی اس لیے ہیں۔ جناب والا! آپ بھی جانتے ہیں کہ جب ریکوزیشن کی جاتی ہے تو ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ ایجنڈے کے مطابق کارروائی کی جائے۔ اور اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ یہ قطعاً ایسی بات نہیں۔ جناب والا! آپ نے وقت بھی دیکھا کہ 9-00 بجے کا وقت رکھتے ہیں۔ اور پھر ہم نے یہ بھی گزارش کی تھی کہ آج شام کے اجلاس کی بجائے آپ اجلاس کو دو دن تک چلنے دیں ' اجلاس کو بڑھا دیں۔ تاکہ باقی items پر بھی بحث کی جاسکے۔ آپ نے وہ بات بھی نہیں مانی ' یہ بات بھی نہیں مانی۔ اور آج جناب والا! میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ آج تین دفعہ جناب کہہ چکے ہیں کہ میں ہاؤس کو ختم کردوں گا ' ایڈجرن کردوں گا ' میں اس کو نہیں چلنے دوں گا۔ جناب سپیکر! آپ کی طرف سے بھی ہمیں شفقت اور محبت کی ضرورت ہے آپ کو بھی تو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں کہ میں یہ کردوں گا۔ اور پھر آپ نے اتنی بات کے اوپر ہی سارجنٹ ایٹ آرمز کو ہاؤس کے اندر بلالیا۔ یہ بھی طریقہ کار کوئی اچھی بات نہیں۔ میں نے بھی اپنے دوستوں سے بات کی ہے ان کو بھی سمجھایا ہے کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کریں کہ نوبت اس حد تک پہنچ جائے کہ حالات کنٹرول میں نہ رہیں۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ اب آپ ہاؤس کو چلنے دیجیے۔ میں نے اپنے دوستوں کی طرف سے معذرت بھی کر لی ہے۔ اب اگر آپ دو منٹ میں اس کو out ot turn لے لیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میری بات سنیں۔ جس طرح میں نے آپ کی بات صبر سے سنی ہے آپ بھی میری بات صبر سے سنیں۔ آپ نے ایک دو باتوں کا الزام لگایا کہ آپ نے 9-00 بجے کا وقت کیا آپ نے دو دن کا نہیں کیا ' آپ نے ہماری بات نہیں مانی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کے چھ سات فاضل اراکین میرے چیمبر میں تشریف لائے۔ حکومت کے وزراء بھی آئے وہاں ہم نے کافی تفصیل کے ساتھ مل جل کر رضامندی سے لائحہ عمل تیار کیا۔ یہ نہیں کہ میں نے اپنی مرضی ٹھونسی ہو۔ 9-00 بجے کے وقت کی میں نے ان کو یہ دلیل دی تھی کہ رولز میں 9-00 بجے کا وقت ہے ' لیکن ہم دس بجے اجلاس کرتے رہتے ہیں۔ لیکن آج کل موسم بدل گیا ' دس بجے اگر کریں گے تو اجلاس لیٹ ہو جائے گا۔ وہاں پر ممبران کا 3-00 بجے تک رہنا بڑا مشکل ہوجاتا ہے۔ 9-00 بجے کا ٹائم ہے۔ اب یہ کہنا کہ ممبران نہیں آنا چاہتے تو میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ ممبران کا فرض ہے کہ وہ وقت پر ہاؤس میں تشریف لائیں۔ وہ الیکٹ کیے ہوئے ہیں وہ مراعات کیوں لیتے ہیں اگر وہ وقت پر تشریف

نہیں لا سکتے؛ میری یہ بات مانی گئی اور 9-00 بجے کا وقت تسلیم ہوا۔ آگے جو دو دن کی بات تھی - میں نے کہا کہ جب بھی اجلاس شروع ہوتا ہے تو پہلے سوالات آتے ہیں ' تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار آتی ہیں ' اگر زیادہ شور شرابا نہ پڑے تو اندازاً بارہ یا ساڑھے بارہ بج جاتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تقاریر کے لیے جو ایجنڈا ہے وہ آپ کو گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹے کا وقت ملتا ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ آپ اگر دوسرا دن بھی لیں گے تو یہی صورت حال ہوگی۔ وہ سارا دن ان تمام باتوں میں گزر جائے گا۔ اور آپ کو تقاریر کے لیے گھنٹہ یا دو گھنٹے ملیں گے۔ تو پھر میں نے کہا کہ ہم ڈبل نشست کر لیتے ہیں۔ شام کو بھی نشست کر لیتے ہیں۔ وہ آپ کو متواتر جو چار گھنٹے ملیں گے وہ صرف تقاریر کے لیے ہوں گے۔ اس میں تحاریک استحقاق اور تحاریک التوائے کار نہیں آئیں گی۔ پہلے وقت میں آپ کی تقاریر آجائیں گی اور دوسرے میں آپ کی یہ تحاریک آجائیں گی۔ انھوں نے بھی اس بات کو تسلیم کیا۔ ہم نے باہم رضامندی سے یہ بات طے کی تھی۔ پھر یہ بات بھی ہوئی کہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں کیا جائے گا کہ ہاؤس adjourn ہو جائے۔ میں نے ان کو یہ ذمہ داری بھی دی تھی کہ اگر کسی نے ' حکومت پارٹی کی طرف سے پوائنٹ آف آرڈر کیا تو میں prorogue نہیں کروں گا میں اس کو adjourn کر دوں گا تاکہ پھر بھی تین چار دن کے وقفے کے بعد یہ ہاؤس جاری رہے گا۔ میں نے یہ بات ان سے کی اور اس کے باوجود آپ مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے یہ نہیں مانی' نو بجے کی بات نہیں مانی' وقت ہمیں نہیں دیا۔ اس سیشن میں جتنا وقت میں دے رہا ہوں میرے خیال میں پہلے آپ کو نہیں ملا۔ اب صاحبزادہ فضل کریم صاحب کی بات آ گئی میرے وہ فاضل رکن ہیں' میرے محترم ہیں لیکن ان کا ایک ایسا انداز ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بات منوانی ہے۔ سپیکر کچھ کہتا رہے یہ اپنی بات کو غالب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ میں نے تو یہ کرنا ہے پہلی بات یہ ہے کہ ابھی adjournment motion کو میں نے شروع نہیں کیا تھا۔ جب میں کسی تحریک کو شروع کرتا تو یہ کہتے کہ اس کے بارے میں یہ میری گزارش ہے۔ اب میں نے وہ تحریک پڑھ بھی لی ہے یہ ایسی کوئی بات نہیں ہے پھر اب یہ کہنا میں یہاں پر اب یہ بات کھل کر کہنا چاہتا ہوں یہ بات ٹھیک ہے کہ آپ requisition اجلاس کرتے ہیں آئین میں یہ حق ہے تو آئین میں جناب! ہمیں بھی حقوق ہیں۔ کیا حقوق ہیں؟ ہمیں یہ ہیں کہ سپیکر کی بات فائنل ہوتی ہے اس پہ کوئی تکرار نہیں کر سکتا اس پہ کوئی اصرار نہیں کر سکتا کہ میں نے یہ منوانی ہے جب ہم آپ کی آئینی بات کو مانتے ہیں تو جناب والا! آپ کو بھی ہماری آئینی بات کو ماننا پڑے

گا۔ یہ رولز میں ہے کہ جب آپ نے تقاریر کرنی ہیں تو سپیکر نے از خود فیصلہ کرنا ہے کہ میں نے ادھر سے یا ادھر سے کس کو وقت دینا ہے وہ eyes catch کرتا ہے یہ اس کا استحقاق ہے لیکن ہم نے اپنا یہ استحقاق بھی آپ کو دے دیا ہے کہ آپ ہمیں لسٹ مہیا کرتے ہیں ہم من و عن اس کے مطابق آپ کی تقاریر کروا دیتے ہیں۔ پہلے ایک ممبر ادھر سے بھی ہوتا تھا جب ہم محسوس کرتے ہیں کہ آپ کے حالات تقاضا کرتے ہیں کہ آپ کو زیادہ وقت دیا جائے تو ادھر سے کوئی رکن نہیں بولتا بلکہ بعض دفعہ منسٹر کو بھی wind up کے لیے وقت نہیں دیا جاتا۔ ہم آپ کی مرضی کے مطابق ہاؤس کو چلاتے ہیں otherwise یہ سپیکر کا اختیار ہے یہ سپیکر کا حق ہے تو ان باتوں کے باوجود بھی اگر یہ گلہ کرتے ہیں آپ نے مجھے یہ کہا کہ میں نے کہا کہ میں prorogue کرتا ہوں۔ میں ان حالات میں کیا کرتا جب ایک فاضل رکن میری بات ہی نہیں سنتا میرے کہنے پہ بیٹھتا ہی نہیں۔ مجھے آگے چلنے کی اجازت نہیں دیتا؟ تو اس کے بارے میں میرے لیے کیا اختیار ہے جو میں نے سارجنٹ ایٹ آرمز کو کہا؟ کن حالات میں سارجنٹ ایٹ آرمز کو بلایا جاتا ہے؟ جب ایک ممبر سپیکر سے loudly بات کرتا ہے۔ اس کی بات کو مانتا نہیں۔ insist کرتا ہے' سیٹ پہ نہیں بیٹھتا اور پھر برملا سپیکر پہ الزام بھی لگاتا ہے تو سپیکر ان حالات میں کیا کرے یہی کر سکتا ہے کہ قانون میں رولز میں جس کو اختیار ہے میں نے اسی کو بلایا ہے میں نے باہر سے کسی کو نہیں بلایا میں نے اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے رولز کے مطابق ہی بات کی ہے اگر آپ کو ہماری باتیں جو رولز کے مطابق ہیں وہ ناگوار گزرتی ہیں۔ آپ کو ان پہ غصہ آتا ہے تو جو آپ out of the way بات کرتے ہیں تو اگر ہم اس پہ کچھ بات کر جائیں تو وہ بھی آپ کی دل آزاری ہوتی ہے تو میرے خیال میں یہ بات درست نہیں لہذا میں پھر شروع کرتا ہوں۔ دوسری بات میں دھمکی میں آ کر' خوف میں آ کر' کسی فاضل رکن کے یہ کہنے پہ کہ میں کر دوں گا' یہ کرتا ہوں' یہ ہو جانے گا' میں کبھی بھی ان دھمکیوں میں نہیں آتا۔ میں نے رولز کے مطابق چلنا ہے شروع میں بھی میں نے بتا دیا تھا میں رولز کے مطابق ہاؤس کو چلاؤں گا لہذا آپ سب فاضل اراکین کی خدمت میں میری گزارش ہے' میری اپیل ہے میں آپ کا ہی ایک نمائندہ ہوں آپ نے ہی مجھے یہاں پہ بٹھایا ہے۔ میں خود نہیں بیٹھا لہذا اگر میری عزت و احترام کریں گے تو آپ کی عزت ہے وہ آپ کا احترام ہے۔ اس ساری چیز میں آپ کی عزت و وقار بڑھے گا میں قطعاً prorogue نہیں کرنا چاہتا میں رات کے نو بجے تک ہاؤس کو چلانا چاہتا ہوں۔ ادھر سے میں نے جو گارنٹی دی تھی اس پہ ہم قائل ہیں اگر کوئی

کورم کا پوائنٹ آف آرڈر کرے گا تو میں اس کو prorogue نہیں کروں گا میں اس کو adjourn کروں گا۔ یہ باتیں میں نے کی تھیں اب آپ اگر یہ کہیں کہ دھمکیوں سے میں پھر مولانا فضل کریم صاحب کو اجازت دے دوں میں چونکہ یہ فیصلہ دے چکا ہوں میری observation آ گئی ہے' میری ruling آ گئی ہے۔ یہ میں باری کے بغیر نہیں لوں گا۔ میں تحریک التوائے کار کو اس حساب سے چلانا چاہتا ہوں ورنہ پھر یہ بات چلتی نہیں ہے۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، کیا سپیکر ایسی رولنگ دے سکتا ہے جو آئین سے متصادم ہو؟

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں دے سکتا۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، قرار داد مقاصد جو آئین کا حصہ ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے وہ پڑھ لی ہے۔ آپ مجھ سے اسلامیات زیادہ سمجھتے ہیں' عربی زیادہ سمجھتے ہیں لیکن انگریزی اور آئین کو میں زیادہ سمجھتا ہوں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، اگر آپ ایک منٹ اجازت دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔ آپ فاضل رکن نے ہی یہ حالات پیدا کیے ہیں۔ آپ تمام اجلاس میں ایسی دکھتی بات لاتے ہیں اور یہ میرا بھی مشاہدہ ہے سارے اجلاسوں میں آپ ایک ایسی بات لاتے ہیں جس کے ذریعے آگ لگانی چاہتے ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کوئی اسلامی بات نہ کریں اگر اسلامی بات سے آگ لگتی ہے تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جو آپ کی مرضی ہو آپ کریں۔ میں نے بھی یہاں اس کرسی پہ بیٹھ کر دیانت داری سے فیصلہ کرنا ہے۔ جی سید عارف حسین بخاری صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری، محترم فضل کریم صاحب نے جو مسئلہ اٹھایا ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو pend کر لیں تاکہ یہ lapse نہ ہو جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں آگے آؤں گا تو pend کروں گا جب میں اس پر پہنچا تو میں فیصلہ کروں گا لیکن اس طرح سے نہیں جس طرح سے آپ چاہتے ہیں اس طرح سے میں قطعاً نہیں کرنا چاہتا یعنی میں فاضل اراکین سے ڈکٹیشن نہیں لینا چاہتا کہ ایسا کرو میں یہ نہیں کرنا چاہتا۔ جی' قاضی حزب

اختلاف! اب ہم کارروائی شروع کریں۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب! شروع کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، مہربانی، شکریہ آپ کا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب ظفر علی شاہ۔

قرار داد

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! ماحول کو کچھ ٹھنڈا کرنے کے لیے اور آپ کو بھی ٹھنڈا کرنے کے لیے وہ قرارداد دو منٹ کا مسئلہ ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی، محمد عارف چٹھہ صاحب۔

جناب محمد عارف چٹھہ، جناب والا! آپ نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم تینوں محرک متفقہ قرارداد ہاؤس میں پیش کرنے کے لیے تیار کریں۔ قرارداد متفقہ تیار ہو چکی ہے میں رولز کو suspend کرنے کی استدعا کرتا ہوں اور سید ظفر علی شاہ وہ متفقہ قرارداد پڑھیں گے۔

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1973ء کے قاعدہ 202 کے تحت قاعدہ نمبر 92 کو معطل کر کے متفقہ قرار داد پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے"۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی کہ،

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1973ء کے قاعدہ 202 کے تحت قاعدہ نمبر 92 کو معطل کر کے متفقہ قرار داد پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے"۔

(مخالفت نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1973ء کے قاعدہ 202 کے تحت قاعدہ نمبر 92 کو معطل کر کے متفقہ قرار داد پیش کرنے کی اجازت فرمائی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر، ہاؤس نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ سید ظفر علی شاہ صاحب۔

ممتاز کشمیری رہنما جلیل اندرابی اور دیگر حریت پسندوں کی شہادت پر بھارت کی مذمت

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ میں یہ قرار داد پیش کرتا ہوں کہ،

"یہ ایوان بھارتی حکومت کی ایجنسیوں کے ہاتھوں ممتاز قانون دان' حریت پسند اور انسانی حقوق کے علمبردار جناب جلیل اندرابی پر وحشیانہ تشدد اور پھر زیر حراست قتل کر دینے اور بعد ازاں گزشتہ روز کشمیر کے دیگر اٹھائیس حریت پسندوں کو وحشیانہ طریقے سے تہ تیغ کرنے کی پرزور مذمت کرتا ہے اور وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ' اسلامی ممالک کی تنظیم اور دیگر عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں سے بھارت کے بڑھتے ہوئے جبر و تشدد کے اس مسئلے پر مؤثر طریقے سے رابطہ کر کے نہ صرف بھارت کو ان وحشیانہ مظالم کے بارے میں بے نقاب کرے بلکہ انھیں باز بھی رکھے نیز کشمیری عوام کی حق خود ارادیت کے لیے مؤثر طریقے سے عالمی آواز اٹھائے"۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ قرار داد پیش کی گئی ہے کہ،

"یہ ایوان بھارتی حکومت کی ایجنسیوں کے ہاتھوں ممتاز قانون دان' حریت پسند اور انسانی حقوق کے علمبردار جناب جلیل اندرابی پر وحشیانہ تشدد اور پھر حراست کے دوران قتل کر دینے اور پھر گزشتہ روز کشمیر کے دیگر اٹھائیس حریت پسندوں کو وحشیانہ طریقے سے تہ تیغ کرنے کی پرزور مذمت کرتا ہے اور وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ' اسلامی ممالک کی تنظیم اور دیگر عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں سے بھارت کے بڑھتے ہوئے جبر و تشدد کے مسئلے پر مؤثر طریقے سے رابطہ کر کے نہ صرف بھارت کو وحشیانہ مظالم کے بارے میں بے نقاب کرے بلکہ باز بھی رکھے نیز کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کے لیے مؤثر طریقے سے عالمی آواز اٹھائے۔

(مخالفت نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر، قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

"یہ ایوان بھارتی حکومت کی ایجنسیوں کے ہاتھوں ممتاز قانون دان' حریت پسند اور انسانی حقوق کے علمبردار جناب جلیل اندرابی پر وحشیانہ تشدد اور پھر حراست کے دوران قتل کر دینے اور پھر گزشتہ روز کشمیر کے دیگر اٹھائیس حریت پسندوں کو وحشیانہ طریقے سے تہ تیغ کرنے کی پرزور مذمت کرتا ہے اور وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اقوام متحدہ' اسلامی ممالک کی تنظیم اور دیگر عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں سے بھارت کے بڑھتے ہوئے جبر و تشدد کے مسئلے پر مؤثر طریقے سے رابطہ کر کے نہ صرف بھارت کو وحشیانہ مظالم کے بارے میں بے نقاب کرے بلکہ باز بھی رکھے نیز کشمیری عوام کے حق خود ارادیت کے لیے مؤثر طریقے سے عالمی آواز اٹھائے۔

(قرار داد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب ریاض حشمت جنجوعہ، جناب سپیکر! یہ قرارداد جو کہ متفقہ طور پر سید ظفر علی شاہ صاحب اور جناب عارف چٹھہ صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اس پر آپ کے دستخط بھی موجود ہیں۔

جناب ریاض حشمت جنجوعہ ، اس میں' میں بھی محرک ہوں۔ چٹھہ صاحب نے قواعد معطل کروائے شاہ صاحب نے وہ قرار داد پڑھ دی ہے۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ ـــــــ

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں اب تو وہ پاس ہو چکی ہے میں نے ہاؤس میں پڑھ دی ہے اور وہ متفقہ طور پر پاس ہو گئی ۔ یہ تو اسی طرح ہے کہ جب عدالت میں کوئی وکیل آئے اور عدالت فیصلہ کر دے اور وہ کہے کہ میں نے پھر بھی آپ کو argument سنانی ہیں۔

مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

حاجی محمد اقبال گھر کی، جناب سپیکر! میں مسودہ قانون (تنسیخ) (ترمیم) ناپسندیدہ کواپریٹو سوسائٹیز

پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 2 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : مسودہ قانون (تنسیخ) (ترمیم) ناپسندیدہ کواپریٹو سوسائٹیز پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 2 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کردی گئی۔

مجلس قائمہ برائے آب پاشی و قوت برقی کی رپورٹ پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

حاجی محمد اقبال گھر کی، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ،

"سید محمد عارف حسین بخاری، حاجی محمد افضل چن اور چودھری احمد یار گوندل، ایم پی ایز کے نشان زدہ سوالات کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آبپاشی و قوت برقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں دو ماہ کی توسیع کر دی جائے"۔

جناب قائم مقام سپیکر : یہاں میرے پاس تو ایک ماہ ہے۔ آپ کے پاس کیا ہے؟

حاجی محمد اقبال گھر کی : مجھے کہا گیا ہے کہ دو ماہ کے لیے آپ کو بھی کہا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، لیکن یہاں اسمبلی نے جو لکھا ہے وہ کیا ہے؟

حاجی محمد اقبال گھر کی، لکھا میرے پاس بھی ایک ماہ ہی ہے لیکن بعد میں مجھے دو ماہ کہا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ایسے بات نہیں کی جاتی کل کو ایسے اعتماد اٹھ جاتا ہے۔

یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ،

"سید محمد عارف حسین بخاری، حاجی محمد افضل چن اور چودھری احمد یار گوندل، ایم پی ایز کے نشان زدہ سوالات کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آبپاشی و قوت برقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے"۔

(مخالفت نہ ہوئی)

جناب قائم مقام سپیکر، اب سوال یہ ہے کہ،

"سید محمد عارف حسین بخاری، حاجی محمد افضل چن اور چودھری احمد یار گوندل، ایم

پی ایز کے نشان زدہ سوالات کے بارے میں مجلس قائمہ برائے آبپاشی و قوت برقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اسلم)، جناب سپیکر! دو مجالس قائمہ کی رپورٹیں میں آپ کی اجازت سے ہاؤس میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"میں مسودہ قانون (ترمیم چہارم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 1 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں"۔

جناب قائم مقام سپیکر: مسودہ قانون (ترمیم چہارم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 1 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔

مجلس قائمہ برائے سروسز، جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفرمیشن کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اسلم)، جناب سپیکر! میں مسودہ قانون (ترمیم) (تنخواہیں، بھتاجات و استحقاقات) وزراء پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 3 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز، جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفرمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: مسودہ قانون (ترمیم) (تنخواہیں، بھتاجات و استحقاقات) وزراء پنجاب مصدرہ 1996ء (مسودہ قانون نمبر 3 بابت سال 1996ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز، جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفرمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کر دی گئی۔ جی پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں عارف حسین بخاری صاحب۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! آپ سے یہ رولنگ چاہوں گا کہ کیا کمیٹی کی میعاد میں توسیع کے لیے ممبر کو چاہیے کہ درخواست کرے؟ یہاں وزراء درخواست کر رہے ہیں۔ کیا وزراء اس کے مجاز ہیں؟

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں یہاں ایوان میں کوئی بھی رکن توسیع لے سکتا ہے۔ اس میں سرکاری ممبر، پرائیویٹ ممبر اور وزراء کا تصور نہیں۔ اچھی بات ہے کہ منسٹر کی بجائے کوئی ممبر توسیع لے۔

مجلس قائمہ برائے ایس اینڈ جی اے ڈی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

وزیر زکوٰۃ و عشر (چودھری محمد اسلم) : میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ ،

"تحریک التوائے کار نمبر 1 پیش کردہ جناب ارشد عمران سلہری، ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز، جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفرمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے"۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ ،

"تحریک التوائے کار نمبر 1 پیش کردہ جناب ارشد عمران سلہری، ایم پی اے کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سروسز، جنرل ایڈمنسٹریشن اینڈ انفرمیشن کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کر دی جائے"۔

(تحریک منظور ہوئی)

تحاریک التوائے کار

جناب قائم مقام سپیکر ، پرویز الٰہی صاحب! تحریک التوائے کار کا آدھا گھنٹہ ہوتا ہے وہ وقت ختم ہو گیا ہے۔ کیا آپ تحریک التوائے کار کو لینا چاہتے ہیں یا تقاریر ایجنڈے کے مطابق شروع کریں؟

چودھری پرویز الٰہی ، جی ہاں اس میں میری گزارش ہے کہ دو تین تحاریک التوائے کار ہیں جو ظفر علی شاہ صاحب، بخاری صاحب اور صاحبزادہ فضل کریم صاحب کی ہیں۔ پانچ پانچ منٹ دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، ٹھیک ہے۔ وہ پیش نہ کریں۔ پریس نہ کریں تو میں ایجنڈے کی اگلی آئٹم پر چلا جاؤں گا۔ دیکھیں' ہاؤس آج کا دن ہی ہے اور دوسرے وقت میں یہ ہوتی نہیں ہیں اور جب میں نمبر پکاروں گا وہ پریس نہ کریں تو جو آپ چاہتے ہیں وہ سامنے آجائے گی۔

سید ظفر علی شاہ ، قائد حزب اختلاف آپ کو بتا دیتے ہیں کہ کون کون سی ٹیک اپ کرلیں باقی پریس نہ ہوں گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی ایسا نہیں ہو سکتا۔

سید ظفر علی شاہ ، ٹھیک ہے اسی طرح کرلیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب ارشد عمران سلہری ' میاں عبدالستار ' جناب میاں امتیاز احمد یہ پاکستان میں میڈیکل ڈینٹل کونسل کی سفارشات کے باوجود صوبہ پنجاب کے ساتھ ----- یہ آپ پریس کرتے ہیں یا آگے چلوں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب والا یہ بڑا اہم مسئلہ ہے اگر آپ دو منٹ کی اجازت دیں تو۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر آپ اسے ہاؤس میں پڑھیں گے تو میں منسٹر سے پوچھوں گا۔ پھر اس کا فیصلہ ہو گا یا جس طرح قائد حزب اختلاف نے کہا ہے کہ وہ لے لیں ہم وہاں نکل جاتے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، ٹھیک ہے میں پریس نہیں کرتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا شکریہ۔ اگلی ہے جناب امتیاز احمد ' جناب امتیاز احمد میرا خیال ہے کہ تشریف نہیں رکھتے ۔ اس لیے یہ disposed of تصور ہو گی۔ اگلی ہے جناب ارشد عمران سلہری' میاں فضل حق اور شیخ انور سعید یہ محکمہ ٹرانسپورٹ کرایوں میں اضافے کے متعلق ہے ۔ کیا یہ بھی آپ پریس نہیں کرتے؟

جناب ارشد عمران سلہری ، ٹھیک ہے جی پریس نہیں کرتے۔

جناب قائم مقام سپیکر، بڑی مہربانی نوازش۔ حاجی عرفان احمد ڈاہا ' سید محمد عارف حسین بخاری ' جناب ایس اے حمید نمبر 4 ہے ۔ اس کی بھی میرے خیال میں یہی پوزیشن ہے ۔ فاضل محرک اس کو پریس نہیں کرتے ۔مہربانی۔ آگے ہے سید عارف حسین بخاری کی تحریک التوائے کار نمبر 6۔

ضلع حافظ آباد میں سرکاری جنگل سے لکڑی کی چوری

سید محمد عارف حسین بخاری : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ قلعہ جواہر سنگھ ضلع حافظ آباد کے نواح میں واقع ایک سرکاری جنگل سے سماج دشمن عناصر اسلحہ سے لیس ہو کر لاکھوں روپے مالیت کے قیمتی درخت چوری کاٹ کر اعلانیہ منڈیوں میں فروخت کر رہے ہیں۔ اس جنگل کی حفاظت کے لیے ایک فارسٹ آفیسر اور دو فارسٹ گارڈ متعین ہیں مگر ان کے پاس نہ تو کوئی اسلحہ ہے اور نہ ہی انہیں کسی قسم کا تحفظ حاصل ہے۔ ملزمان درجنوں کی تعداد میں اسلحہ سے لیس ہو کر آتے ہیں اور درخت کاٹ کر لے جاتے ہیں اور جنگل کے محافظ آتشیں اسلحہ سے لیس افراد کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں ۔ فارسٹ آفیسر نے اس سلسلہ میں ڈپٹی کمشنر صاحب حافظ آباد کو ایک درخواست دی کہ جنگل کی حفاظت اور ہمارے تحفظ کا بندوبست کیا جائے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے وہ درخواست ایس پی صاحب حافظ آباد کو برائے ضروری کارروائی روانہ کر دی۔ ایس پی صاحب نے وہ درخواست ایس ایچ او تھانہ ونیکی تارڑ کو روانہ کر دی۔ چنانچہ ایس ایچ او تھانہ ونیکی تارڑ نے ایک ملزم گرفتار کر لیا مگر دوسرے روز اس سے نہ صرف "مک مکا" کر کے چھوڑ دیا بلکہ اس سے ایک ٹرالی شیشم کے درختوں سے لدی ہوئی بھی وصول کر لی اور فارسٹ آفیسر صاحب کو فرمایا کہ یہ علاقہ تھانہ قادر آباد میں آتا ہے لہذا وہاں درخواست دیں۔ چنانچہ تھانہ قادر آباد میں مورخہ 9-3-1996 کو ایف آئی آر نمبر 105,102,58 زیر دفعہ 379 ت پ درج کرائی گئی۔ جس میں نامزد ملزمان کے نام تفصیل سے درج کرائے گئے مگر پولیس ان ملزمان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے اس لیے لیت و لعل سے کام لے رہی ہے کہ ملزمان کی پشت پناہی علاقہ کے چند بااثر سیاسی افراد کر رہے ہیں اور پولیس ان کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئی ہے۔ اس وقت بھی ملزمان کے ڈیروں پر لاکھوں روپے مالیت کی مسروقہ لکڑی پڑی ہوئی ہے ۔ اس سے علاقہ بھر کے عوام میں بے چینی' اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ وزیر جنگلات۔

وزیر جنگلات (رائے اعجاز احمد) : جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ قلعہ جواہر سنگھ حافظ آباد کے نواح میں

ایک سرکاری جنگل ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے ایک بلاک آفیسر' دو فاریسٹ گارڈ متعین ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ میرے محکمے کے پاس کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ صرف ایک رائفل سارے محکمے کے پاس ہے جو پنڈی ڈویژن میں موجود ہے۔ لیکن ہم انشاء اللہ کوشش کر رہے کہ اس بجٹ میں ان کے لیے اسلحے کا فنڈ رکھیں۔ کیونکہ زمانہ تبدیل ہو چکا ہے۔ ذرائع رسل و رسائل بدل چکے ہیں۔ انشاء اللہ یہ اسلحہ تو ہم انھیں فراہم کریں گے۔ جنگل کے نواح میں جو لوگ آباد ہیں وہ پچھلے چند ماہ سے اکا دکا درخت کاٹتے ہیں۔ یہ ان کی عادت ہے۔ یہ ہم نہیں روک سکتے۔ کیونکہ وہ وہاں رہتے ہیں۔ اپنی حفاظت ان لوگوں نے خود کرنی ہے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جنگل کی حفاظت کی جائے' یہ عبادت کرتے ہیں۔ لیکن اگر عوام اس میں ہمارا ساتھ نہ دیں تو محکمہ اس میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر جنگلات، مولانا صاحب! میری بات سنیں۔ اس کے بعد آپ جو کہیں گے' آپ کو جواب دوں گا۔ لیکن اس کے باوجود جب پتا چلا اور میرے محکمے نے درخواست دی۔ اس درخواست کے بعد جس طرح بھی ہوا کہ ایک تھانے کی حدود تھی' دوسرے کی تھی۔ لیکن پرچہ درج ہوا۔ سات ملزم گرفتار ہیں اور انشاء اللہ باقی بھی کر رہے ہیں۔ یہ نہیں ہوگا کہ محکمہ جنگلات میں چوری ہو جائے اور ہم اس کے خلاف کارروائی نہ کریں۔ تو اس کے لیے مقدمہ درج ہے۔ ایف آئی آر بھی درج ہے۔ بائیس ملزمان کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ تقریباً دو سو درخت تھے۔ ۱۲۵ ہم نے برآمد کر لیے ہیں۔ 150 گٹھے تھے۔ لیکن درخت ۱۲۵ برآمد کیے ہیں۔ یہ جو مک مکا کی بات ہے' اس کے لیے انکوائری کروا رہے ہیں۔ اگر جرم ثابت ہوا تو ایس ایچ او کے خلاف بھی کارروائی کی جائے گی اور مزید لکڑی جو چوری شدہ ہے وہ بھی انشاء اللہ برآمد کی جائے گی۔ اس میں کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب والا! اس سادگی پہ مر جائیں کہ جناب وزیر کا بیان خود تضادات کا مجموعہ ہے۔ خیر' اس کو چھوڑیے۔ میں نے تو ایک اہم مسئلے کے لیے تحریک التواء پیش کی تھی کہ سرکاری لکڑی چوری ہو جائے اور لاقانونیت اس حد تک آ جائے کہ ایک ایس ایچ او شیشم کی ٹرالی وصول کر کے اس معاملے کو رفع دفع کر دے۔ اور یہ بات ایف آئی آر میں ہے۔ ایف آئی آر میرے پاس ہے۔ باقاعدہ ان کے رینج افسر نے ایف آئی آر میں درج کروائی ہے کہ ایس ایچ او ونیکی تارڑ نے ایک ٹرالی شیشم لے کر اس ملزم کو چھوڑ دیا۔ یہ ایف آئی آر میں ہے۔ اگر انھوں نے ایف آئی آر پڑھی

ہوتی تو۔ بات یہ ہے کہ اس کا باقاعدہ نوٹس لیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، رائے صاحب! آپ سید عارف حسین بخاری صاحب کے ساتھ ملیں' یا وہ آپ کے پاس تشریف لے آئیں گے۔ آپ جیسے یہ کہیں' جو جو جہاں پہ غیر قانونی حرکات ہو رہی ہیں' یا کوئی اس طرح کی باتیں ہو رہی ہیں' کوئی رشوت لے رہا ہے' کوئی بیچ رہا ہے۔ یا جو بھی ایسی بات ہے جو قانون کے خلاف ہے آپ اس میں دلچسپی لے کر اس کا بندوبست کریں۔

وزیر جنگلات، جناب سپیکر! مجھے خوشی ہو گی۔ صرف شاہ صاحب ہی نہیں' جتنے بھی ایم پی اے مجھے کہیں گے میں انشاء اللہ ان کے ساتھ جا کر مکمل کارروائی کروں گا۔ اور ذمہ دار آدمیوں کے خلاف کارروائی بھی کروں گا۔ اس میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا جائے گا۔

سید محمد عارف حسین بخاری، آپ ہوم ڈیپارٹمنٹ کو یہ حکم دیں کہ وہ -----

جناب قائم مقام سپیکر، مہربانی کریں عارف صاحب! اب آپ مہربانی کریں۔ اس یقین دہانی کے ساتھ میں نے جو observation دی ہے' فاضل رکن اس پر پریس نہیں کرتے۔ تو اس کو ہم dispose of تصور کرتے ہیں۔ اگلی تحریک التوائے کار سید محمد عارف حسین بخاری' صاحب زادہ محمد فضل کریم اور صاحبزادہ سید احمد شرقپوری کی طرف سے ہے۔

(اس مرحلے پر ڈاکٹر شیلابی چارلس کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئیں)

تدریسی کتاب میں قرآنی آیات کی غلط اشاعت

صاحبزادہ محمد فضل کریم، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ایک سوچی سمجھی مکروہ سازش کے تحت ملک میں ایک ایسی ایجنسی خفیہ طریقے سے کام کر رہی ہے جو آئے دن مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے رہنا شعار اپنائے ہوئے ہے۔ کبھی پہننے والے کپڑوں پر قرآنی آیات پرنٹ کر کے کلام پاک کی بےحرمتی کی جاتی ہے اور کبھی درسی اور دیگر کتابوں میں آیات مقدسہ کو اس طریق سے چھاپا جاتا ہے جس سے ان آیات کے مطالب و معانی تک بدل جاتے ہیں۔ ابھی حال ہی میں خرم بک ایجنسی جلال بلڈنگ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور کی طرف سے حفظ

قرآن پاک کے لیے قرآنی آیات پر مشتمل ابتدائی قاعدہ شائع کیا ہے جس کے صفحہ اول پر سورۃ الفاتحہ اور سورۃ الناس میں اعراب کی تین شدید قسم کی غلطیاں کی گئی ہیں جس سے معانی میں تبدیلی واقع ہو گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و ہنود کی ایجنسیاں یہ حرکتیں سر انجام دے رہی ہیں جس سے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی گئی ہے۔ یہ واقعہ قومی اخبارات میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ اس سے صوبہ بھر بلکہ پورے ملک کے عوام میں بے چینی اضطراب اور غم وغصہ پایا جاتا ہے متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے۔

محترمہ چیئر پرسن : جی۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب والا! اس ملک کے اندر ایک ایسے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت۔

محترمہ چیئر پرسن : میں کہنا چاہتی ہوں کہ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ نہیں ہو سکتی۔ یہ آپ صرف پڑھ سکتے تھے۔

صاحب زادہ محمد فضل کریم : اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے کچھ خیالات کا اظہار کر دوں۔

محترمہ چیئر پرسن : راج حمید گل پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

بیگم راج حمید گل : محترمہ سپیکر صاحبہ! یہ تحریک جو ابھی پیش کی گئی ہے اسی سے ملتی جلتی تحریک میری بھی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھ ہی اس کو بھی take up کیا جائے۔ اور مجھے اجازت دی جائے کہ میں اس کو پیش کروں۔

محترمہ چیئر پرسن : جی' اجازت ہے۔

بیگم راج حمید گل : میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گی کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔۔۔۔

محترمہ چیئر پرسن : بیگم راج حمید گل! اس کی کاپی نہیں ہے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی : پوائنٹ آف آرڈر۔ جب پینل آف چیرمین کے پہلے نمبر والے آ جائیں تو دوسرے نمبر والے اٹھ جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین : ٹھیک ہے۔

(اس مرحلے پر حاجی عرفان احمد خان ڈاہا کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب چیئرمین، پڑھیں جی آپ۔

سید محمد عارف حسین بخاری، میں عرض یہ کرنا چاہ رہا ہوں کہ پہلے بھی چودھری فاروق صاحب کے دور وزارت میں اسی طرح بعض کپڑوں پہ مقدس اسماء چھپے تھے ـــــ

بیگم راج حمید گل، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہی تھی۔

جناب چیئرمین، جی۔

بیگم راج حمید گل ، میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گی کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ـــــ

جناب چیئرمین، بیگم صاحبہ! فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ آپ تو تحریک پڑھ رہی ہیں۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

بیگم راج حمید گل، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب چیئرمین، آپ تو تحریک پڑھ رہی ہیں ناں۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ایک تحریک التوائے کار پہلے پیش ہو چکی ہے جو سید عارف حسین شاہ بخاری صاحب نے پیش کی ہے۔ اس کے بعد جب تک اس کے بارے میں کوئی جواب نہیں آ جاتا یا آپ کوئی رولنگ نہیں دے لیتے دوسری تحریک پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس وقت بیگم راج حمید گل صاحبہ پوائنٹ آف آرڈر کہنے کے بعد ایک تحریک پیش کر رہی ہیں جس کی کاپی انھوں نے آپ کے پاس بھی بھیجی ہے اور وہ تحریک پڑھ رہی ہیں۔ اس طریقہ سے ہاؤس in order نہیں ہے۔

جناب چیئرمین ، فاروق صاحب نے صحیح کہا ہے کہ اگر سید عارف حسین شاہ صاحب نے تحریک التوائے کار پیش کی ہے تو اس کا جب تک فیصلہ نہ ہو اس وقت تک راج حمید گل صاحبہ آپ اپنی تحریک پیش نہیں کر سکتیں۔

جناب سعید اکبر خان ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، جی۔ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب سعید اکبر خان ، جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ انھوں نے اٹھ کر پوائنٹ آؤٹ کیا ہے کہ میری بھی اسی سے متعلقہ ملتی جلتی ایک تحریک ہے۔ آپ سے پہلے جو سپیکر کی چیئر پر بیٹھے تھے انھوں نے ان کو اجازت دی کہ آپ بھی پڑھ لیں پھر ان دونوں کو اکٹھا dispose of کیا جائے گا۔ تو سپیکر نے اس کی اجازت دے دی اور ان کو کہا کہ آپ پڑھ لیں۔ اب میری گزارش یہ ہے کہ یہ ایک روایت ہے کہ اگر دو ایک جیسی تحاریک التوائے کار ہوں تو ان کو اکٹھا پیش کیا جاتا ہے اور پیش کیا جاتا رہا ہے۔ تو انھوں نے کہا کہ میری اس سے متعلقہ تحریک ہے۔ تو یہ اسی لیے انھوں نے اجازت دی۔ آپ ان کو پڑھنے کی اجازت دیجیے۔

جناب چیئرمین، لیکن سید عارف حسین شاہ صاحب نے اپنی تحریک التوائے کار مکمل پڑھ لی ہے؟

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب سپیکر! میں نے اپنی تحریک التوائے کار پڑھ لی ہے لیکن میں اس پر کچھ عرض کرنا چاہتا تھا۔

جناب چیئرمین، آپ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتے تھے؟

سید محمد عارف حسین بخاری ، نہیں، نہیں۔ میں اس پر صرف اتنی عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس سے ملتا جلتا پہلے بھی ایک واقعہ ہوا تھا۔ چودھری فاروق صاحب اس وقت وزیر قانون تھے تو اس وقت بھی کچھ کپڑوں پر مقدس اسماء پرنٹ ہوئے تھے اور ہم نے یہ واقعہ اس معزز ایوان میں اٹھایا تھا تو اس پر سپیکر صاحب نے ایک کمیٹی قائم کر دی تھی اور اس کمیٹی میں کافی کام بھی ہوا اور اس کی رپورٹ بھی آ چکی ہو گی اور آپ نے پڑھی ہو گی۔ تو میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بھی اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ ہے۔ اس مسئلہ کو بھی اس کمیٹی کے سپرد کر دیں یا اگر اور کمیٹی بنانا چاہیں تو اور بنا لیں لیکن اس واقعہ کو بھی کمیٹی کے سپرد کر دیں تاکہ آئندہ ایسے واقعات پھر نہ ہوں۔ یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے، قرآنی آیات کپڑوں پر چھپ رہی ہیں، وہ کپڑا پوشیدہ نہیں ہے، لوگ پہنتے ہیں تو اس سے بے حرمتی ہوتی ہے۔ یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ اس پر میری یہ استدعا ہے۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، جی۔

وزیر قانون، جناب! پینل پر جو نمبرا ہیں وہ تشریف لے آئے ہیں۔

جناب چیئرمین، جی ٹھیک ہے۔

(اس مرحلہ پر میاں مناظر علی رانجھا کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

آوازیں، وہ قائم مقام سپیکر بھی آ گئے ہیں۔ (قہقہے)

(اس مرحلہ پر جناب قائم مقام سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب قائم مقام سپیکر ، (قطع کلامیاں) I call the House to order please. میں تو چند منٹوں کے لیے گیا تھا۔ وہ تو آپ سمجھتے ہی ہیں کہ میں نے واپس ہی آنا تھا۔

ڈاکٹر شیلابی چارلس ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر شیلابی چارلس، جناب سپیکر! میرے بھائی نے ایک تحریک پیش کی اور اس کے بعد میں نے راج حمید گل کو بھی وہی تحریک پیش کرنے کی اجازت دی جو ملتی جلتی ہے۔ تو میں نے اس سوچ سے اجازت دی تھی کہ یہ ایک ہی تحریک ہے اور ان کی بھی تحریک ملتی جلتی ہے۔ اگر ایک ہی دفعہ دونوں کی تحریک take up ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ ٹائم کی بچت ہو جائے گی۔ بہت بہت شکریہ۔ (شور و غل)

جناب قائم مقام سپیکر ، I call the House to order please. جی' لاء منسٹر صاحب!

سردار امجد حمید خان دستی ، جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر ، تشریف رکھیں جناب۔ کچھ کام کر لیں۔ آگے آپ کی طرف سے انتخابی اصلاحات پر بحث بھی ہے۔ جی آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟ (شور و غل) I call the House to order please مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ امجد حمید دستی صاحب کیا کر رہے ہیں ذرا خاموشی اختیار کیجیے۔ جی آپ کس بات پہ ہیں؟

سردار امجد حمید خان دستی ، جناب سپیکر! میں ایک جملے میں ختم کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں' نہیں۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے یا کیا ہے؟

سردار امجد حمید خان دستی ، میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ہاں جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

سردار امجد حمید خان دستی، جناب سپیکر! اگر دو تحریکیں identical ہوں تو آپ کے لیے بھی یہی

بہتر ہے' قانون بھی یہی کہتا ہے کہ دونوں کی اکٹھی لے لی جائیں۔ (قہقہے)

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے' مہربانی' آپ کا شکریہ۔ جی لاء منسٹر صاحب! یہ جو کہا گیا ہے' ایک issue یہاں پر پیدا ہو گیا ہے اس سلسلہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں' مہربانی۔ (شور و غل) وزیر قانون آپ کے شور کی وجہ سے میری بات نہیں سن رہے۔ ایک تحریک التوائے کار نمبر، ہے جو پڑھی گئی ہے اور اسی پر راج حمید گل صاحبہ کی ایک indentical ہے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! آپ فیصلہ دینے سے پیشتر میری بات سن لیں۔ میری بھی اس سے متعلقہ بات ہے' کیونکہ آپ کا جب فیصلہ آ جائے تو پھر تو اس میں کوئی رد و بدل نہیں ہو سکتا۔

جناب قائم مقام سپیکر، فیصلہ آ گیا ہے؟

سید ناظم حسین شاہ، نہیں' یہ آپ ان سے پوچھ رہے ہیں ناں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ میری بھی رائے لے لیں پھر ان سے پوچھ لیں۔ اس کے بعد جو مرضی آپ فیصلہ دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ آپ پہلے اپنی رائے دے دیں۔

سید ناظم حسین شاہ : [*****]

جناب قائم مقام سپیکر، میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ یہ آنے والی قومیں کیا پڑھیں گی جب یہ دیکھیں گی کہ کیا ہوتا تھا۔ جی۔

وزیر قانون، جناب والا! کوئی بھی تحریک التوائے کار صرف ایک specific matter پر ہوتی ہے' ایک خاص واقعہ کی طرف اس کی توجہ دلائی جاتی ہے۔ ایک issue پر نہیں ہوتی۔ اس لیے میں ان دو تحاریک کو identical کسی صورت نہیں سمجھتا۔ (شور و غل)

جناب قائم مقام سپیکر، I call the House to order please مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا ہو رہا ہے' فاضل رکن کیا کہہ رہے ہیں اور کیا بات ہے؟

جناب جانسن مائیکل، پوائنٹ آف آرڈر۔

*** (بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

جناب قائم مقام سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

جناب جانسن مائیکل ، جناب سپیکر! آپ سے پہلے جب ڈاکٹر شیلابی چارلس کرسی صدارت پر بیٹھی تھیں تو وہاں سے سید عارف حسین شاہ بخاری صاحب نے اپنی تحریک التوائے کار پڑھی تھی۔ اس کے بعد بیگم راج حمید گل صاحبہ نے پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی تحریک پڑھنے کی اجازت چاہی' سپیکر اس بات کی اجازت دے چکے ہیں کہ وہ اپنی تحریک کو پڑھیں۔ اب چیئر سے ایک رولنگ آ چکی ہے کہ وہ تحریک پڑھیں لہذا ان کو اجازت دی جائے کہ وہ اپنی تحریک پڑھیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، انھوں نے فیصلہ دے دیا تھا کہ تحریک پڑھیں؟

جناب جانسن مائیکل، جی سپیکر صاحبہ فیصلہ دے چکی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پڑھیں--- مجھے اطلاع مل رہی ہے کہ اس کا دوسرا آدھا گھنٹہ بھی گزر گیا ہے۔ لہذا ہم تحریک التوائے کار کا وقت ختم کرتے ہیں۔ اب ہم آگے چلتے ہیں۔

جناب جانسن مائیکل، جناب سپیکر! ان کو تحریک پڑھ لینے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اب ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ میں نے پہلی بھی treat نہیں کی۔

جناب جانسن مائیکل، جناب سپیکر! اس کو پھر pending کر لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ جب اجلاس ختم ہو جاتا ہے تو پھر سب dispose of ہوتی ہیں۔

جناب جانسن مائیکل، جناب سپیکر! یہ زیادتی ہے۔

سید محمد عارف حسین بخاری، جناب سپیکر! آپ نے میری تحریک پر کوئی فیصلہ نہیں دیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، وقت ختم ہو گیا ہے نال۔

سید محمد عارف حسین بخاری ، پھر اس کو pending کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، pending کیسے کر دیں؛ وہ قانون کے مطابق ہو گی۔ اب نئی باتیں آئیں نہ اور پرانی کو pending کرتے جائیں--------

سید محمد عارف حسین بخاری ، جناب والا! میں کہتا ہوں کہ میں تحریک پڑھ چکا ہوں

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ قانون کے مطابق از خود pending ہو جائے گی۔

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! میری دو اہم تحاریک التوائے کار تھیں جن کے بارے میں میں نے آپ سے کہا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، پھر کیوں اتنا وقت ضائع کیا گیا؟

سید تابش الوری ، جناب اس کی سزا مجھے تو نہ دیجیے۔ جناب سپیکر! اگر کوئی بات ناگوار ہوتی ہے اور ایوان کا وقت ضائع ہوتا ہے تو اس کی سزا ان لوگوں کو تو نہیں ملنی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وقت بھی تو ایک factor ہے۔ اگر ہم سارا دن اسی پر چلتے رہیں تو پھر آپ کا اس اجلاس بلانے کا جو اصل مقصد انتخابی اصلاحات پر بحث ہے وہ رہ جائے گا۔ تو اگر ہم اس طرح کریں گے میرے خیال میں پونا ایک گھنٹہ ہو گیا-----

سید تابش الوری ، جناب والا! آپ سے بہتر اور کون جانتا ہے کہ تحاریک التوائے کار کے ذریعے اہمیت عامہ کے امور زیر بحث آتے ہیں ----

جناب قائم مقام سپیکر ، شاہ صاحب! میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں۔ آپ سے بہتر بھی کوئی نہیں جانتا کہ اگر یہاں پر کوئی تحریک التوائے کار پڑھی جائے اور وہ admit بھی کی جائے تو اس پر اسی اجلاس میں دو تین دن کے اندر بحث ہوتی ہے۔ اس اجلاس کا آپ کو بھی پتا ہے۔ اس اجلاس میں تو اس پر بحث نہیں ہو سکے گی۔ تو شاہ صاحب! کیا آپ اسے پڑھنا ہی چاہتے ہیں۔

سید تابش الوری ، جناب والا! تحاریک التواء کا مقصد اس اہم مسئلے کو آپ کے سامنے ، حکومت کے سامنے اور عوام کے سامنے لانا ہوتا ہے -----

جناب جانس مائیکل (مشیر) ، جناب سپیکر!-----

جناب قائم مقام سپیکر ، اب دیکھیں ناں ۔ ادھر سے وہ بول رہے ہیں مائیکل صاحب' آپ کو بولنے کی کس نے اجازت دی ہے؟ آپ بیٹھ تو جائیں۔ میں ادھر ان سے بات کر رہا ہوں آپ ادھر سے باتیں کر رہے ہیں----- آپ بیٹھ جائیں ناں ------ مجھے dictate کرنے والے آپ کون ہوتے ہیں کہ یہ کریں وہ کریں۔ آپ ایڈوائزر ہیں؟

جناب جانسن مائیکل، جی ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، تو آپ بیٹھیں۔ تشریف رکھیں ----جی تابش صاحب۔

سید تابش الوری ، جناب والا! آپ کے ارشاد کے مطابق .....

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ خود اپنا مسئلہ نہیں بیان کر سکتیں۔ آپ نے ہی ان کی بات کہنی ہے۔

جناب جانسن مائیکل، جناب آپ ان کو موقع دیں گے تو وہ کہیں گی ۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں ۔ آپ بیٹھ جائیے۔ تشریف رکھیے۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔۔۔۔جی تابش لوری صاحب۔

سید تابش الوری ، جناب والا! آپ کے ارشاد کے مطابق ہمارے اراکین نے متعدد تحاریک پر زور نہیں دیا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں آپ کو وقت دیتا ہوں۔ لیکن آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ ان کو پڑھنا چاہتے ہیں؟

سید تابش الوری، جی ۔ ہم ان پر حکومت کا نقطۂ نظر چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اب تو زیر بحث یہی ہے ۔ ابھی اس پر نقطۂ نظر نہیں آیا۔

سید تابش الوری، کن کا جناب۔

جناب قائم مقام سپیکر، موجودہ صورتحال جو ہاؤس کے سامنے ہے .....

سید تابش الوری، اس پر اگر کوئی مختصر بات کر دے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جی۔ اس پر بات کیجیے۔ یہ میں نے combined treat کر لی ہیں ۔ انہوں نے اپنی تحریک پڑھ لی تھی یا نہیں پڑھی تھی ۔

جناب جانسن مائیکل(مشیر) ، جناب والا! انہوں نے ابھی پڑھنی ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کیوں بولتے ہیں۔ کیا وہ ممبر نہیں ہیں۔ کیا وہ اس ہاؤس کی ممبر نہیں ہیں؟ آپ کے پاس مختار نامہ عام ہے؟ جی' راج حمید گل صاحبہ' آپ اپنی تحریک پڑھیں۔

کپڑے میں قرآنی آیات اور حضرت مریم کی تصویر کی پرنٹنگ

بیگم راج حمید گل ، جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہوں گی کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کی جائے

مسئلہ یہ ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت کوئی گروہ آئے دن کپڑوں پر قرآنی آیات پرنٹ کر کے اور کبھی کپڑوں پر حضرت مریم کی تصویر پرنٹ کر کے مسلمانوں اور مسیحوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے یہ واقعہ ضلع خانیوال میں پیش آیا ہے اور قومی اخبارات میں بھی اس کے متعلق آ چکا ہے ۔ اس سے صوبہ بھر کے مسلمانوں اور مسیحوں میں اضطراب اور غم و غصہ پایا جاتا ہے ۔ متذکرہ واقعہ اس امر کا متقاضی ہے کہ اسے فوری طور پر ایوان میں زیر بحث لایا جائے ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جی' وزیر قانون صاحب! جو تحریک التوائے کار پہلے پڑھی گئی تھی اور جو راج حمید گل صاحبہ نے پڑھی ہے ان کے بارے میں گورنمنٹ کا موقف کیا ہے ؟

وزیر قانون، جناب والا! آپ ان کو pending کر لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ابھی آدھا گھنٹہ گزر گیا ہے اور اس کے بعد کوئی اجلاس بھی نہیں ہونا -----

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے بھی انہیں یہی کہا ہے ۔ مجھے بھی پتا ہے۔ وہ اصرار کرتے ہیں کہ اگلی جو دو تین تحاریک التواء ہیں ان کو لے لیا جائے۔ وہ شاید سارا دن اجلاس کو چلانا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون ، جناب والا! آپ نے مجھے پہلے بھی حکم دیا تھا کہ میں عرض کروں اور میں پہلے بھی عرض کر رہا تھا کہ تحریک التوائے ایک specific matter پر ہوتی ہے۔ مگر ان دونوں تحاریک کے الگ الگ issues ہیں۔ مجھے ان کا جواب دینے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن یہ الگ الگ deal کی جائیں گی۔ جناب والا! دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو تحریک التوائے کار نمبر ۱۰ ہے یہ مجھے ابھی موصول ہوئی ہے اس کے متعلق فوری طور پر کچھ کہنے سے میں معذور ہوں ۔

جناب قائم مقام سپیکر، کیا میں ان کو اگلے سیشن تک pending کر دوں ؟

وزیر قانون ، بے شک کر دیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اگلے سیشن تک یہ pending کی جاتی ہیں۔ جی۔ اگلی تحریک-----

وزیر قانون ، جناب والا! تحاریک التوائے کار کا اب وقت ختم ہو چکا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جی وقت ختم ہو گیا ہے۔ وزیر قانون صاحب اصرار کرتے ہیں۔

سید تابش الوری ، جناب والا! وکلاء کے جلوس پر پولیس کا جو تشدد ہے جس کی وجہ سے سارے پنجاب کے وکلاء ہڑتال پر ہیں -------

جناب قائم مقام سپیکر ،تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے میں انتخابی اصلاحات پر تقاریر کی اجازت دیتا ہوں ۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، جی' وصی ظفر! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔ یہ مسئلہ تو میں نے ختم کر دیا ہے کوئی اور بات ہے تو بتائیں ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! جو بات تابش الوری صاحب نے شروع کی ہے میں نے اس پر پوائنٹ آف آرڈر raise کیا ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ وہ مسئلہ تو ختم ہو گیا۔ وہ میں نے treat نہیں کی۔ کیونکہ وزیر قانون صاحب اصرار کرتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ نہ میری بات سنی جاتی ہے۔ نہ آپ کی بات سنی جاتی ہے۔ میں نے مانیکا صاحب کو پہلے بھی کہا تھا کہ اگر یہ دستخط کرواتے ہیں تو آپ لابی میں بیٹھ جایا کریں تاکہ یہ دستخط کروالیں۔ اس ہاؤس میں یہ اچھی بات نہیں ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! میں یہ عرض کرنے لگا تھا کہ مال روڈ پر جلوسوں کے بارے میں کابینہ نے ایک فیصلہ دیا کہ جلوسوں کے لیے دیگر جگہ موجود ہیں مال روڈ پر جلوس کی وجہ سے ٹریفک' وہاں پر تمام کاروبار اور وہاں کا تمام نظام معطل ہوتا ہے لہٰذا وہاں پر کسی کو جلوس نہ نکالنے دیا جائے۔ میں ایک تو کابینہ کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ تاجروں کا بھی دیرینہ مطالبہ تھا اور تمام لاہور کا یہ مطالبہ تھا تو میں جناب کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ without discrimination مال روڈ پر جلوسوں کی ممانعت کے اس فیصلے پر سختی سے عمل کروایا جائے۔ چاہے کوئی بھی ہو کیونکہ ادھر تمام سیاسی جماعتوں کی نمائندگی ہے ------

جناب قائم مقام سپیکر، ایک منٹ۔ اس کا اس بات سے اب کیا تعلق ہے ۔

چودھری محمد وصی ظفر ، انہوں نے مال روڈ پر جلوس کا نام لیا۔ اور میں اسی لمحے اٹھ کھڑا ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ کیا وہ وہاں پر کوئی جلوس نکال رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، انہوں نے جلوس اور مال روڈ کا ذکر کیا تو میں اسی لمحے اٹھ کھڑا ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر وہ کوئی جلوس نکال رہے ہوں تو آپ نے یہ بات کی۔

چودھری محمد وصی ظفر ، انہوں نے کہا کہ مال روڈ اور جلوس وغیرہ وغیرہ اور میں اسی لمحے کھڑا ہو گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں۔ یہ کوئی بات نہیں یا تو آپ کہیں کہ وہ جلوس نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ کوئی بات ہی نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، وہ اگر نکالنا چاہتے ہوں گے تو مجھے تو علم نہیں۔

سید تابش الوری، جناب سپیکر! میں نے وکلاء صاحبان کے احتجاج کے بارے میں تحریک التوائے کار پیش کی ہے اور وصی ظفر صاحب وکیل ہونے کے باوجود اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور وکلاء کے موقف کو نقصان پہنچا رہے ہیں ---

جناب قائم مقام سپیکر، وزیر پارلیمانی امور !

وزیر پارلیمانی امور ، جناب سپیکر! یہ درست ہے کہ روز روز کے جلوسوں اور ہنگاموں سے مال روڈ پر کاروبار زندگی معطل ہو جاتا تھا اور کاروباری طبقہ اور سکولوں کو جانے والی بچیوں کو کافی پریشانی ہوتی تھی اور مال روڈ پر کافی ٹریفک رک جاتی تھی اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے کابینہ نے اب یہ فیصلہ کیا ہے کہ جمہوریت میں احتجاج کا حق ہے ------

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ اس کا تو فیصلہ ہو گیا ۔ اب کیا مسئلہ ہے ؟

وزیر پارلیمانی امور ، جناب والا! حکومت کی طرف سے مال روڈ پر کسی قسم کا جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی گئی ہے ۔ یہ کابینہ کا فیصلہ ہے۔ اگر کسی شخص نے احتجاج کرنا ہے تو اس کے لیے لندن کے Hide Park کی طرح سے مینار پاکستان رکھا ہوا ہے وہاں پر لوگ جا کر جمہوریت کے مطابق اپنا احتجاج کر سکتے ہیں ۔

چودھری شوکت داؤد ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شوکت داؤد صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر relevant ہونا چاہیے۔ رحیم یار خان کو بیچ میں نہ لے آنا۔

چودھری محمد وصی ظفر ، ذاتی وضاحت۔ جناب والا! تابش الوری صاحب فرما رہے ہیں کہ وصی ظفر صاحب خود وکیل ہیں اور یہ وکلاء کے موقف کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ میں بنیادی طور پر وکیل ہوں بلکہ میں جونہی تعلیم سے فارغ ہوا میں اس وقت سے وکالت کر رہا ہوں

میں وکلاء کے خلاف کوئی بات نہیں کر رہا۔ جناب ہائی کورٹ کا معاملہ الگ ہے۔ وہ اس کو mix up نہ کریں۔ وکلاء کا جو معاملہ ہے وہ ہائی کورٹ کے اندر کا معاملہ ہے وہاں پر ایک فاضل جج اس بات کی انکوائری فرما رہے ہیں میں نے تو اس کو چھوا تک نہیں۔ میں نے مال روڈ پر عام جلوسوں کی بات کی ہے۔ یہ گھوم پھر کے وکلاء کی طرف چل پڑے ہیں ۔ یہ اسے دانستہ طور پر mix up کر رہے ہیں ۔ یہ سیاسی شعبدہ بازی کر رہے ہیں ۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔ مہربانی ۔ تشریف رکھیں۔

سید تابش الوری، جناب والا! میں نے کہا تھا کہ ہم وکلاء کی ہڑتال اور احتجاج کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ وقت تو اب ختم ہو گیا۔ اب انتخابی اصلاحات پر تقاریر ہیں۔ کیونکہ یہ مسئلہ جس کے بارے میں وزیر موصوف نے کہا ہے یہ بات واقعی ٹھیک ہے۔ سب فاضل اراکین کا خیال یہی ہے کہ مال روڈ پر اگر جلوس وغیرہ نکلیں تو کاروبار زندگی اور لوگوں کی آمد و رفت سب کچھ معطل ہو جاتا ہے۔ سب کے لیے ہر قسم کے جلوسوں کے بارے میں گورنمنٹ نے پابندی لگائی ہے جو میرے خیال میں اچھی بات ہے اور یہ سب کے لیے فائدے والی بات ہے ۔

حاجی مقصود احمد بٹ ، جناب سپیکر! تاجروں کا یہ پر زور مطالبہ تھا کہ مال روڈ پر مظاہروں پر پابندی لگائی جائے لیکن میں آپ کے علم میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ میاں نواز شریف صاحب کی حکومت نے مال روڈ پر احتجاج کرنے پر پابندی لگائی تھی لیکن پیپلز پارٹی نے اس پابندی کو رد کیا تھا اور آج ان کی طرف سے یہ پابندی لگائی گئی ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ خود ہی اس کی پاس داری نہیں کریں گے ۔ یہ تاجروں کا بڑا دیرینہ مطالبہ تھا۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ اگر آپ بار بار بات کو دہرائیں تو کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بن جائے گا؟ تشریف رکھیں۔

انتخابی اصلاحات پر بحث

جناب قائم مقام سپیکر ، میں سید ظفر علی شاہ صاحب کو خطاب کی دعوت دیتا ہوں۔ وہ انتخابی

اصلاحات پر بحث کا آغاز کریں۔

سید ظفر علی شاہ : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب محترم سپیکر! معزز اراکین اسمبلی! حزب اختلاف پنجاب اس بات کی مشکور ہے کہ تقریباً تین چار متواتر کوششوں سے بالآخر جناب سپیکر! آپ نے حزب اختلاف کا ایک قانونی ' آئینی اور سیاسی مطالبہ مان لیا جس سے پورے ملک اور پنجاب کا بھی تعلق ہے انتخابی اصلاحات کے حوالے سے ہماری اس درخواست کو آپ نے منظور کیا اور اس بات کی اجازت دی اور ایجنڈے پر اس اہم بحث کو رکھ لیا کہ جس کا پاکستان کی سیاسی زندگی سے ' پاکستان کے سیاستدانوں کی زندگی سے اور پاکستان کے سیاسی اداروں کی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ جناب سپیکر! مشکور میں اسی لیے بھی ہوں ' مجھے یہ سمجھ نہیں لگی کہ تین چار بار جب ہم نے ریکوزیشن دی اور بار بار ہم یہ کہتے رہے کہ ہم اس مسئلے پر بحث کرنا چاہتے ہیں اور یہ معزز ایوان وفاقی کابینہ کی طرف سے منظور کی جانے والی اصلاحات جن کو ابھی تک وہ قانونی شکل نہیں دی گئی جو کسی بل کی شکل میں کسی آرڈیننس کی شکل میں ' کسی ضابطے یا کسی ترمیم کی شکل میں ابھی تک گو وہ قوم کے سامنے نہیں آئیں ۔ اسی لیے جناب سپیکر! پاکستان کی حزب اختلاف اور بالخصوص پنجاب کی حزب اختلاف اس پر بحث اس لیے کرنا چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ ان کو آرڈیننس کی شکل میں کوئی قانونی شکل دی جائے یا کسی بل کی صورت میں اسے پارلیمنٹ میں پیش کیا جائے یہ اتنا حساس معاملہ ہے کہ اس کا تعلق پاکستان کی سیاسی زندگی سے ہے ۔ اس لیے اس کو اتنا نارمل انداز سے نہ لیا جائے۔ اس کا تعلق صرف پاکستان کی وفاقی حکومت کی وفاقی کابینہ سے ہی نہیں بلکہ پاکستان کے مختلف دور دراز کونوں میں بسنے والی مختلف قوموں کے ایک ایک فرد کا تعلق ان انتخابی اصلاحات سے ہے۔ اس سے ووٹ کی پرچی کا' بیلٹ باکس کا' پاکستان کا گہرا تعلق ہے ۔ اس لیے کہ یہ ملک معرض وجود ہی اس کی بنیاد پر آیا تھا ۔ اس کی بنیاد ہی اس پر رکھی گئی تھی ۔ اور کامیابی کے زینوں میں سب سے بڑا کامیابی کا زینہ بیلٹ پیپر تھا وہ جداگانہ انتخاب کا تھا ۔ اور یہ اس بات کی بنیاد بنا کہ برصغیر میں برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے چنگل سے نجات دلائی گئی اور ایک ملک معرض وجود میں آیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بیلٹ پیپر کے زور پر معرض وجود میں آنے کے بعد عجیب اتفاق ہے کہ یہ ملک معرض وجود بھی اسی بنیاد پر آیا اور اس کے دو ٹکڑے بھی اسی بنیاد پر ہوئے ۔ اس لیے جناب سپیکر! جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بہت ہی حساس مسئلہ ہے اس مسئلے پر پوری قوم کو راتوں اور دن کو جاگ کر یہ فیصلہ کرنا

پڑے گا اور کسی نتیجہ پر ہمیں پہنچنا پڑے گا کہ ہمارے ملک کے سیاسی سسٹم، ہمارے ملک کے الیکٹورل سسٹم میں کہاں پر قباحت ہے اور کہاں پر وہ نقائص ہیں جو ہمیں سیدھے راستے پر نہیں جانے دیتے۔ ہمارے ملک کی عجیب تاریخ ہے کہ ہمارا ملک آیا بھی بیلٹ پیپر کے زور پر اور دیکھتے دیکھتے ہمارا ملک ٹوٹا بھی اسی وجہ سے اور اس کے بعد حکومتیں بھی اسی وجہ سے ٹوٹیں۔ حتیٰ کہ جناب سپیکر! اس ملک کے سیاستدانوں کو سزائے موت بھی دی گئی۔ ان تمام کا تعلق انتخاب سے ہے، ووٹ سے ہے اور ووٹ کی پرچی سے ہے۔ یہ بھی ہماری تاریخ کا حصہ ہے کہ پاکستان کے بہت ہی فری اینڈ فیئر الیکشن ہوئے وہ بھی ہم ہضم نہ کر سکے اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک ٹوٹ گیا۔اور یہ بھی ہم نے دیکھا کہ وہ انتخابات جو فری اور فیئر نہیں ہیں ہمارے سیاسی اور آئینی اداروں کا کتنا تقدس اور کتنا بھرم ہے۔ کبھی تو ہم فری اور فیئر الیکشن کے نتیجے میں آنے والے سیاسی اداروں کو تسلیم نہیں کرتے اور کبھی ہم rigged election کے لیے زور دیتے ہیں کہ یہ قوم کو ماننا پڑے گا۔ دونوں جگہوں پر ہمارے کردار میں تضاد ہے۔ اور جس وقت قول و فعل میں تضاد ہو، جس وقت نتائج کچھ ہوں اور آپ کی خواہش کچھ ہو تو اس وقت نتیجے یہی ہوتے ہیں جو آپ کے سامنے ہیں۔ جناب سپیکر! میں بہت دور نہیں جانا چاہتا۔ آج کی رولنگ پارٹی اور اس کے مرحوم چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے سابق صدر ایوب خان مرحوم کے دور اقتدار میں جب کہ پورے ملک میں مارشل لاء لگا تھا، پورے ملک میں سیاسی سرگرمیاں نصف النہار پر تھیں۔ ملک کا ہر ایک شہری اور ہر ایک سیاسی کارکن انتخابات کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پوری قوم کی سیاسی ٹریننگ ہو رہی تھی۔ لمبی بات نہیں کرنا چاہتا۔ 1958ء میں مارشل لاء لگ گیا۔ 1958ء کا مارشل لاء طویل ہوتا گیا۔ پھر 1962ء میں الیکشن ہوا۔ یہ میں انتخابی ڈھانچے کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ یہ وفاق کی خدمت میں اور پنجاب کی حکومت کی خدمت میں اور آپ جیسے سیاستدانوں کی خدمت میں بھی یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس مسئلے کو سنجیدگی سے لینا ہو گا قطع نظر اس کے کہ کون کہاں کہاں پر بیٹھا ہوا ہے۔ اگر آج کا وزیر اعظم یہ سوچ کر یہ اصلاحات کرے گا کہ آئندہ آنے والا الیکشن میں کیسے جیت سکوں یا آئندہ آنے والے الیکشن میں میں کتنی اکثریت لے کر ایوان میں داخل ہوں تو جناب سپیکر! اس سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ آج کے سیاست دانوں کو قطع نظر اس کے کہ وہ کہاں کہاں بیٹھے ہوئے ہیں دیانت داری اور نیک نیتی سے اکٹھے سر جوڑ کر بیٹھنا ہو گا اور فیصلہ کرنا ہو گا۔

جناب سپیکر! ابھی کل کی بات ہے کہ اسی پارٹی کے چیئرمین صاحب نے تحریک چلائی تھی۔

1958ء کے مارشل کے بعد 1962ء میں انھوں نے گھر بیٹھے indirect democracy کا ایک سیاسی نظام قوم کو دے دیا جس کے تحت دس سال کے طویل عرصے تک عام آدمی کو کوئی حقِ ووٹ نہیں تھا اور اس وقت کی حزب اختلاف نے ' اس وقت کے سیاسی لیڈروں نے جن میں یہ پیش پیش تھے اور پوری قوم نے صدر ایوب خان مرحوم صاحب سے one man one vote کا مطالبہ کیا۔ قوم سڑکوں پر نکل آئی ' سیاسی کارکن جیلوں کی سلاخوں میں چلے گئے لیکن اس وقت کے مرحوم صدر صاحب کے سر پر جوں تک نہ رینگی ۔پھر حالات جب بگڑتے بگڑتے سیاسی طور پر اس حد تک پہنچ گئے ' باوجود اس کے کہ تمام سیاسی طاقت اس وقت مرحوم صدر ایوب خان صاحب کے پاس تھی لیکن قوم مختلف انداز سے سوچ رہی تھی ' قوم کا مطالبہ مختلف انداز سے تھا اور آخر کار وہ مطالبہ اتنا زور پکڑ گیا کہ مرحوم کی حکومت مفلوج ہو گئی ' collapse کر گئی اور صدر ایوب خان کو ریڈیو پر آ کر کہنا پڑا کہ میں قوم کا one man one vote کا مطالبہ مانتا ہوں مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ قوم نے کہا کہ یہ مطالبہ مان بھی لو تب بھی آپ کو جانا ہو گا۔ باوجود اس کے کہ قوم نے اپنا مطالبہ منوا بھی لیا اور انھوں نے مطالبہ مان بھی لیا مگر قوم نے ان کو برداشت نہ کیا۔ جناب والا! اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ ایک اور مارشل لاء آ گیا۔ ایک اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر صاحب آ گئے ۔ میں پھر لمبی بات نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی میں سیاسی جماعتوں کا نام لینا چاہتا ہوں۔ جس وقت وہ آئے انھوں نے بھی مارشل لاء کے زور پر ' مارشل لاء کی قوت پر اپنا political system دیا اور 1970-71ء کے انتخابات جن کے بارے میں تاریخ لکھتی ہے کہ وہ بہت free & fair انتخاب تھے۔ آپ کی نظروں کے سامنے ہوئے مگر ہماری بدقسمتی ' اس قوم کی بدقسمتی کہ اس انتخاب کے سلسلے میں آنے والے دو بڑی سیاسی پارٹیوں میں سے major political party جو سب سے زیادہ سیٹیں لے کر آئی تھی کو دوسری سیاسی پارٹی نے ماننے سے انکار کر دیا۔ نہ صرف ماننے سے انکار کر دیا بلکہ اپنی political party کے منتخب لوگوں کو کہا کہ خبردار ! اگر کوئی شخص ڈھاکہ گیا تو اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی ۔ جناب سپیکر ! میں نے آج تک ان کے کسی ایم این اے یا ایم پی اے کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی نہیں دیکھی لیکن پاکستان آپ ' میری اور ان کی نظروں کے سامنے ٹوٹ گیا۔ یہ کیا تھا؟ یہ اس انتخاب کی روح کو نہ ماننے کا نتیجہ تھا۔ اور یہ آج ایک حقیقت بن چکی ہے کہ دنیا میں اتنا کم عمر آزاد ہوا ملک اتنا جلدی ٹوٹا ہوا کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ یہ میں انتخابی اصلاحات کے حوالے سے عرض کر رہا ہوں کیونکہ صرف قلم سے لکھ دینے سے ' کسی کالم میں لکھ دینے

سے ' کسی کابینہ میٹنگ میں پاس کر دینے سے انتخابی اصلاحات نہیں ہوا کرتیں ۔ انتخابی اصلاحات انتخاب کی روح میں ہوا کرتی ہیں ۔ انتخاب صرف یہ نہیں کہ ایک دن کا الیکشن ہو گیا ' دس آدمیوں نے آپ کے حق میں ووٹ ڈال دیے ' دس نے میرے حق میں ووٹ ڈال دیے ' چار ووٹوں کی دھاندلی آپ نے کر لی ' چار ووٹوں کی دھاندلی میں نے کر لی ۔ یہ انتخاب نہیں بلکہ انتخاب ایک مسلسل عمل کا نام ہے ۔ انتخاب بہت بڑا تقدس لیے ہوئے ایک فلسفہ ہے جس میں will of the people ' لوگوں کی خواہشات کو اکٹھا کرتے ہیں اور پھر اس کے پیچھے ان لوگوں کی قوت ہوتی ہے جنھوں نے ووٹ دیے ہوتے ہیں۔ آج سیاسی کارکن عوام سے کیوں گھبراتا ہے ؟ کہتے ہیں کہ ہم نے جلوس پر پابندی لگا دی ہے ' جلوس کو مال روڈ سے نہیں گزرنے دیں گے ۔ جناب والا ! will of the people ان چھوٹے چھوٹے قوانین اور طریقوں سے نہیں بدلتی ۔ جناب سپیکر! اقتدار اعلیٰ پاکستان کی عوام کے پاس ہے ۔ اس لیے پاکستان کی سیاسی جماعتوں کو پاکستان کے عوام کے مزاج' ان کی خواہشات اور چونکہ یہ ایک اسلامی ریاست بھی ہے اس لیے ان تمام چیزوں کو مدنظر رکھ کر یہ بات کرنی ہو گی ۔

جناب سپیکر! 1971ء کے بعد انتخابات کو تسلیم نہ کر کے جو صورت حال ہوئی اسے چھوڑ دیں زیادہ لمبا عرصہ ابھی نہیں ہوا۔ لیکن تھوڑا بھی نہیں ہے ۔ آگے آ جاتے ہیں ۔ جناب والا ! تاریخ کا عجیب اتفاق ہے کہ 71-1970ء والے انتخابات کو نہ مان کر تو ملک تڑوا دیا۔ اب 1977ء میں آ جائیں۔ چار پانچ سال اُس سیاسی پارٹی نے اس ملک پر حکومت کی ' وہ سیاہ و سفید کے مالک تھے ۔ آدھا ملک گنوا کر انھوں نے آدھے ملک پر ہی حکومت کر لی ۔ انھوں نے حکومت کرنا قبول کر لیا اور ہم مظلوم لوگوں نے ان کی حکومت کو قبول کر لیا' خاموش ہو گئے۔ قوم نے کسی سے نہ پوچھا اور آج تک یہ بات صیغۂ راز میں ہے، ہماری سمجھ سے باہر ہے 'لیکن چلو میں لمبی بات نہیں کرتا ۔ جناب سپیکر ! 1977ء میں آ جائیں۔ 1977ء کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کے انتخابات کے جب بکس کھلے ' شام کو نتائج سامنے آئے ' اس وقت کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم تھے ۔ جب نتائج سامنے آئے تو پوری قوم کو سانپ سونگھ گیا۔ اندر ووٹ کچھ تھے باہر نتیجہ کچھ تھا۔ جناب سپیکر ! یہ بھی ایک تاریخ کا کمال ہے ' میں اسی لیے کہتا ہوں کہ جو شخص ' جو طاقت عوام الناس کی خواہش کے خلاف بات کرے گی وہ نہیں بچ سکتی ۔ اللہ کا عذاب الگ ہے عوام کا عذاب الگ ہے۔ تو جناب والا ! اس کا نتیجہ کیا ہوا ؟ ٹھیک دوسرے ' تیسرے دن ملک کی صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہونے تھے ۔ میں خود اس وقت PNA کا

اسی صوبائی اسمبلی سے ' اسی حلقے سے ticket holder تھا۔ اس وقت PNA ایک طرف تھی اور پاکستان پیپلز پارٹی ایک طرف تھی ۔ پاکستان کی 9 بڑی جماعتوں کا پاکستان نیشنل الائنس تھا ۔ میں بذات خود صوبائی اسمبلی کے لیے ان کا ticket holder تھا اور ہمارا انتخاب اگلے دن ہونا تھا ۔ اس سے ایک دن پہلے قومی اسمبلی کے انتخاب عوام کے ووٹ اور عوام کے مزاج کے خلاف ہوئے۔ سازش کے تحت ریڈیو ' ٹیلی ویژن اور اخبارات سے نتائج کچھ اور بتائے گئے ۔ جناب سپیکر! اس کا نتیجہ کیا نکلا ؟ نتیجہ یہ نکلا کہ 42 گھنٹے کے بعد ہونے والے انتخاب کا بائیکاٹ کر دیا گیا یعنی راولپنڈی میں ان نو ستاروں میں سے ایک ستارے ' پارٹی کے سربراہ جناب ایئر مارشل محمد اصغر خان صاحب نے پریس کانفرنس کر کے ' PNA کے باقی تمام لیڈر حضرات سے telephonic رابطہ کر کے پوری قوم کو یہ کال دے دی کہ قومی اسمبلی میں rigged election کی وجہ سے باوجود اس کے کہ بہت زیادہ نشستیں بھی PNA لے کر آیا تھا 42 گھنٹے کے بعد صوبائی اسمبلیوں کے ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیں ۔ جناب سپیکر ! یہ تاریخ کی بات ہے ' میں اپنی طرف سے یہ بات نہیں کر رہا ' آپ ان دنوں کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیں ' تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ چاروں صوبوں کے تمام پولنگ اسٹیشنوں پر الو بول رہے تھے ۔ جناب والا! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ 42 گھنٹے پہلے قوم بھر پور انداز سے ووٹ ڈالنے کے لیے جاتی ہے ۔ اس وقت ووٹ ڈالنے کی شرح بہت بڑی تھی لیکن 42 گھنٹے بعد ہونے والے انتخابات میں قوم ووٹ ڈالنے کے لیے نہیں جاتی۔ کیوں ؟ اس لیے کہ قوم کی خواہشات اور جذبات پر چھاپہ مارنے کی کوشش کی گئی ' نتائج مختلف بتانے کی کوشش کی گئی ۔ نتیجہ کیا نکلا ؟ چاروں صوبوں میں جیتنے والی پارٹی کے ممبران کے نتائج جب ہم نے صبح اخبارات اور ریڈیو پر سنے تو معلوم ہوا کہ ظلل حلقے سے پاکستان پیپلز پارٹی کے امیدوار 132 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے ' 122 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے ' 236 ووٹ لے کر کامیاب ہو گئے ۔ چونکہ یہ یکطرفہ الیکشن تھا اور تمام کا تمام تقدس دھرا کا دھرا رہ گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے بعد پوری قوم پھر باہر آ گئی ۔ ووٹ کے تقدس ' ووٹ کی بے حرمتی کرنے والی حکومت کے خلاف پوری قوم باہر آ گئی اور جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ایوب خان صاحب نے کہا کہ All right قوم میں نے آپ کا one man one vote کا مطالبہ مان لیا تو قوم نے کہا کہ آپ بہت لیٹ ہیں ۔ جناب والا ! اس تحریک میں بھی اس وقت کے وزیر اعظم------

جناب قائم مقام سپیکر ، شاہ صاحب! ایک منٹ آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کتنا وقت لیں

گے۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! جتنا وقت آپ دے سکتے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جناب والا! سید ظفر علی شاہ صاحب ہمارے opening speaker تھے انہیں بیس منٹ دے دیے جائیں۔ باقیوں کے لیے جو حد مقرر کریں گے وہ ٹھیک ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں تو ان کو آدھا گھنٹہ دینے کو تیار ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جی آدھا گھنٹہ دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: لیکن مجھے تو نہیں لگتا کہ یہ دو بجے تک بند کرنے والے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: جی وہ پھر میں عرض کروں گا۔ آپ آدھا گھنٹہ دے دیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب سپیکر! زلزلہ آ رہا ہے۔ آپ نے اندازہ لگایا؟

(اس مرحلے پر زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کیے گئے)

جناب قائم مقام سپیکر: واقعی زلزلہ ہے۔

حاجی محمد اسماعیل سہیلا: یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ جھوٹ کی نشانی ہے۔

سید ظفر علی شاہ: یہ جھٹکے اللہ تعالیٰ کے ہیں یہ نہ میں روک سکتا ہوں اور نہ آپ روک سکتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ ساری باتیں وہ ہیں جو انسانی مخلوق سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاید ان باتوں کو تو معاف کر دے جو کہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہیں لیکن جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر غلط طریقے سے حکمرانی کرتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر اللہ تعالیٰ کے نام پر ہی مظالم ڈھاتا ہے۔ جناب سپیکر! اقتدار اعلیٰ ایک امانت ہوتی ہے اور وہ حکمران اللہ کا نائب ہوتا ہے۔ یہ میں اللہ تعالیٰ کے نائبوں کے کارنامے بتا رہا تھا میرے بھائی مجھے کہتے ہیں ——— وہ ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ جناب والا! جو اصلاحات ہیں میں اس پر بعد میں عرض کروں گا۔ اگر آپ کا تعلق اس جماعت سے ہے ——— میں اسی لیے آپ کو یاد کرا رہا ہوں کہ 1977ء کا وہ مطالبہ جو rigged election کے خلاف تھا جس وقت اس وقت کے مرحوم وزیر اعظم نے تسلیم کر لیا تو قوم نے کہا کہ وزیر اعظم صاحب آپ بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔ ہم تو نظام مصطفیٰ بھی چاہتے ہیں۔ قوم کا اپنا مطالبہ ہوتا ہے قوم کا اپنا مزاج ہوتا ہے۔ جناب والا! آپ کی نظروں کے سامنے اس وزیر اعظم نے انہیں PNA کے راہنماؤں

کو دعوت دی کہ آؤ آ کر بات کریں۔انھیں تسلیم کرنا پڑا انھوں نے دوبارہ انتخابات بھی مان لیے۔ انھوں نے کیا کچھ نہیں مان لیا لیکن اور طاقتیں بھی اور ان کے اپنے بنائے ہوئے مرحوم صدر' اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت کرے ہم تو ان کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں لیکن وہ ہمارے لیے جو جو اچھی یا بری باتیں چھوڑ گئے ہیں ان سے وہ بچ نہیں سکتے۔ جناب سپیکر! ملک میں مارشل لاء لگا جس کے بارے میں یہ بار بار کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں اور آپ بھی کہتے ہیں اور تمام دنیا کہتی ہے سارا تانا بانا up set ہو گیا۔ 1977ء میں مارشل لاء آ گیا اگر وہ الیکشن rigged نہ ہوتے تو مارشل لاء کیوں آتا؟ مارشل لاء کبھی نہ آتا اور اگر مارشل لاء نہ آتا تو ان کے چیئرمین try نہ ہوتے اور اگر ان کا trial نہ ہوتا تو وہ پھانسی نہ ہوتے۔ جناب سپیکر! کوئی نہ کوئی وجوہات بن جاتی ہیں۔ مجھے نہیں پتا کہ وہ مدعی کون تھا یا کیا سلسلہ تھا وہ عدالتی فیصلہ ہو چکا ہے میں اس پر لمبی بات نہیں کرنا چاہتا لیکن 1977ء کا rigged election قوم کے ساتھ مذاق کرنا ان کو مہنگا پڑا' جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اپنی جان سے تو ہاتھ دھو ہی بیٹھے لیکن ملک پر طویل مارشل لاء آ گیا اور آج بعض لوگ کہتے ہیں کہ کچھ اچھی باتیں ہوئی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کچھ بری باتیں ہوئی ہیں لیکن یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ 11 سال تک جمہوریت میں اور political system کے آگے بہت بڑی دیوار آ گئی۔ قوم آگے نہ بڑھ سکی' قوم کی ٹریننگ نہ ہو سکی اور ٹریننگ یہی ہوئی جو آج ہمارے سامنے ہے ہم روزانہ کہتے ہیں کہ نالی ٹھیک نہیں ہوتی سڑک ٹھیک نہیں ہوتی ادارے اپنی شکل و صورت گنوا بیٹھے ہیں اور اس کے بعد آج 1993ء کا الیکشن جا رہا ہے اس سے پہلے بھی الیکشن ہوئے ہیں اور یہ بات گھٹی میں پڑ گئی ہے پتا نہیں کون بیرونی طاقتیں ہیں کون سی مخالف طاقتیں ہیں جو اس ملک میں ہمارے خلاف کام کرتی ہیں۔ جناب سپیکر! اس انتخاب کا کیا فائدہ اس ووٹ کا کیا فائدہ جن کے نتائج تسلیم نہیں کرنے ہیں جیت جاؤں تو آپ نہ مانیں آپ جیت جائیں تو میں نہ مانوں۔ یہ کسی بڑی گہری سازش کا نتیجہ ہے ان میں ملوث کون ہیں؟ میں investigation officer نہیں ہوں اور نہ آپ ہیں لیکن بطور سیاسی ورکر ہمیں اس طرف توجہ دینی پڑے گی۔ میں انتخابی اصلاحات کی طرف آ رہا ہوں یہ اس بات کا حصہ ہیں ـــــــــ رانا اکرام ربانی صاحب ابھی بات رہتی ہے۔ جناب والا! صرف انتخاب کرانا ہی بات نہیں انتخاب کو free and fair کرانا پھر انتخابات کے نتائج کو ماننا بیورو کریسی کے لیے بھی دوسری سیاسی جماعت کے لیے بھی اور عوام کے لیے بھی۔ آج تو یہ talk of the Country ہے کہ "جی کہڑا الیکشن" کوئی ووٹر دلچسپی نہیں رکھتا۔ سیاستدانوں کی priorities

تبدیل ہو گئی ہیں۔ یہ سارے کا سارا تانا بانا خراب ہو گیا ہے اور اب وفاقی کابینہ نے ایک کمیٹی ہے۔ جناب رانا صاحب اگر اس کمیٹی کے سربراہ آپ ہوتے اور انتخابی اصلاحات آتیں تو شاید میں لیتا کہ اس میں سیاسی ذہن نے کچھ کام کیا ہو گا۔ اگر اس کا کوئی وزیر سربراہ ہوتا کوئی سیاسی سربراہ ہوتا تو میں سمجھ لیتا۔ جناب سپیکر! ہمارے ملک کی وزیر اعظم صاحبہ نے تین رکنی کمیٹی جس کے چیئرمین اٹارنی جنرل آف پاکستان ہیں ------

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات (رانا اکرام ربانی)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں یا نکتہ ذاتی وضاحت پر؟

وزیر منصوبہ بندی و ترقیات، جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ کیا اجلاس کے دوران کسی بھی معزز رکن کو اظہار خیال کرتے ہو Chair کی بجائے کسی دوسرے رکن کو directly address کیا جا سکتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔

سید ظفر علی شاہ، اگر آپ کی اجازت ہو تو میں جواب دے دوں۔ جناب والا! ماشاء اللہ یہ تو بڑے ا اور سینئر پولیٹیکل ورکر ہیں یہ خطاب کرنے کے idioms ہیں۔ یہ idiom ہوتا ہے کہ اب میں فلاں کہتا ہوں فلاں کو کہتا ہوں۔ خود رانا صاحب نے کئی بار اس طرح بات کی ہے یہ political idioms ہوتے ہیں یہ ان کو پولیٹیکل ڈکشنری میں ملیں گے اگر وہاں دیکھیں اس لیے یہ کوئی پابندی نہیں ہے جب میں ڈائریکٹ یہ کہتا ہوں کہ جناب وزیر اعظم صاحب آپ سن لیں تو جناب وزیر اعظم صاحب یہاں نہیں بیٹھے ہوئے یہ idioms ہوتے ہیں۔ اس طرح address ہوتے ہیں لیکن اگر میری کو وجہ سے ان کو تکلیف پہنچی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وفا حکومت نے ایک کمیٹی بنائی۔ کمیٹی کو کام کیا سپرد کیا ہے؟ انتخابی اصلاحات کا' کمیٹی کے چیئرم کون ہیں؟ اٹارنی جنرل آف پاکستان جو ایک un-elected post ہے اور اٹارنی جنرل آف پاکستان عدالتی اصلاحات کا تھا تو آپ پچھلے دو ہفتوں سے دیکھ رہے ہیں کہ انھوں نے وفاقی حکومت کو کتنی اچھی advice دی۔ ویسے وہ میرے ذاتی دوست ہیں لیکن وہ ایک الگ بات ہے۔ اٹارنی جنرل آف پاکستان جو کہ ایک Constitutional post ہے جو کہ اسمبلی کے اندر بیٹھ سکتا ہے۔ قانونی رائے دے سکتا ہے یا کوئی political power اس کو یہ کہے کہ ان لائنوں میں قانون بناؤ تو وہ ڈارفٹ کرے

دے سکتا ہے لیکن وہ نہ قومی اسمبلی کا ممبر نہ صوبائی اسمبلی کا ممبر نہ کسی محلے کا کونسلر آپ اس کو یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ہمیں انتخابی اصلاحات بنا کر دے دیں۔ انتخابی اصلاحات ان سے پوچھیں جو سیاست دان ہیں، حزب اختلاف سے پوچھیں حزب اقتدار کی اپنی کسی پولیٹیکل پارٹی سے پوچھیں اپنی executive committee سے پوچھیں حزب اختلاف کے اخباری بیانات دیکھیں ان کو بلا کر ان کے ساتھ بات کریں۔ جناب سپیکر! یہ یک طرفہ نہیں ہو سکتے اس تین رکنی کمیٹی نے اپنی سفارشات مرتب کیں جن کے چیئرمین اٹارنی جنرل تھے اور وفاقی کابینہ نے یک طرفہ طور پر بیٹھے ہوئے اسے منظور کیا اس ملک میں وفاقی حکومت کے 12 وزیر ہی ہیں جن کا تعلق اس ملک کے انتخابات سے ہے؟ کیا یہاں کی حزب اختلاف deaf and dumb ہے؟ یہاں پر جو بے شمار سیاسی قوتیں موجود ہیں کیا انھوں نے ان سے پوچھنا گوارا کیا؟ وہ اقلیتوں کے بڑے champion اور ہمدرد بنتے ہیں کیا پوری اقلیتوں کا نام ہے سالک کی ہے؟ کیا [illegible] لاکھ اقلیتوں کا نمائندہ ہے؟ اقلیتوں کی تنظیموں سے بات کیے بغیر، قائد حزب اختلاف میاں نواز شریف سے بات کیے بغیر، سیاسی دباؤ، پولیٹیکل طاقتوں جس میں ولی خان اور مذہبی طاقتیں بھی ہیں سیاسی طاقتیں بھی ہیں اور کراچی اور سندھ کے بے شمار ایسے علاقوں سے بات چیت کیے بغیر یک طرفہ طور پر انتخابی اصلاحات آ گئیں جس پر پورا ملک سراپا احتجاج بن گیا۔ جناب والا! اس میں گورنمنٹ بھی فریق ہے حزب اختلاف بھی فریق ہے۔ اس میں ووٹر بھی فریق ہے۔ آپ میرے بارے میں قانون بنا رہے ہیں انتخابی اصلاحات لا رہے ہیں لیکن میرے مزاج کو بھی سمجھیں۔ ووٹر کے مزاج کو بھی سمجھیں کہ ووٹر کیا چاہتا ہے، ووٹر کا مطالبہ کیا تھا۔ پچھلے چالیس سال میں غلط اصلاحات کی وجہ سے کیا کیا نقصان ہوا۔۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، شاہ صاحب! آپ کو بات کرتے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! میرے نو پوائنٹ ہیں اور ایک ایک پوائنٹ بیس پچیس منٹ لے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں آپ کو یہ باور کروا رہا ہوں کہ آپ انتخابی اصلاحات پر براہ راست بات کریں۔ یہ جو آپ کہانی بیان کر رہے ہیں تمام ممبران یہ جانتے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! یہ بتانا بھی بہت ضروری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جو خاص بات ہے اس کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کریں، میں آپ کو یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب سپیکر! 9 مختلف نکات پر وفاقی حکومت نے اپنی سفارشات پیش کی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے ہاؤس کو اور فاضل قائد حزب اختلاف کو یہ بتایا ہے کہ آدھا گھنٹا تو تمہید میں گزر گیا ہے۔ اب آپ اصل موضوع کی طرف آئے ہیں۔ میرے پاس آج گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے بھی چٹیں آئی ہیں ۔ آپ کی طرف سے بھی پندرہ فاضل اراکین کے نام ہیں لہذا ان تمام کو ہم نے وقت دینا ہے ----

سید ظفر علی شاہ ، اسی لیے جناب سپیکر! ہم آپ کو عرض کرتے ہیں کہ ایک دن کا اجلاس نہ رکھا کریں دو تین دن کا رکھا کریں تاکہ کھل کر بحث ہو ----

جناب قائم مقام سپیکر ، اب یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ ایک فاضل رکن کو میں ایک گھنٹا دے دوں اور دوسروں کو بات ہی نہ کرنے دوں یہ بات نامناسب ہے

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! اگر کہتے ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں ۔ جناب کا یا قائد حزب اختلاف کا اگر حکم ہے تو میں بیٹھ جاتا ہوں ۔ آپ خود سوچیں نو نکات ہیں اور ہر ایک .....

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے اسی لیے کہا تھا کہ جس انداز سے آپ چل رہے ہیں پھر شام کا سیشن بھی آپ کو چاہیے۔

سید ظفر علی شاہ ، جناب والا! میں نے تو opening کی ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں opening کا یہ مطلب نہیں کہ سارا وقت ایک ہی معزز رکن لے جائے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! ہم اپنی لسٹ سے چودھویں اور پندرھویں آدمی کا نام واپس لے لیتے ہیں آپ شاہ صاحب کو وقت دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہاں تک تو آپ پہنچ ہی نہیں سکتے ۔ میرے خیال میں اگر آپ سارے نام withdraw کریں تو پھر ہی بات بنے گی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، نہیں جناب سارے تو نہیں ، کیونکہ ہم نے ایک اہم موضوع پر اجلاس کی ریکوزیشن کی تھی ------

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے ۔ میں تو آپ کو بتا رہا ہوں کہ

وقت کم ہے۔ اگر ہم کہیں کھانے پر جاتے ہیں پانچ چھ آدمی ہوتے ہیں ڈونگے میں سالن ہوتا ہے اگر پہلا آدمی سارا سالن اپنی پلیٹ میں رکھ لے دوسرے تو پھر منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ لہذا شاہ صاحب کو بھی دوسروں کا تھوڑا سا خیال کرنا چاہیے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، چلیں شاہ صاحب کو کم از کم دس منٹ اور دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، چلیں دس منٹ دے دیے۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! مجھے کھوسہ صاحب کی بات سے ایسے محسوس ہوا ہے کہ ہر سپیکر کے لیے شاید آپ نے پانچ دس منٹ کا وقت مقرر کر رکھا ہے کیونکہ پندرہ مقرر تو ان کی طرف سے ہیں۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ آپ کچھ طے کر لیں اور ہر سپیکر کے لیے پانچ منٹ یا دس منٹ رکھیں تاکہ ہمارے دوست بھی بات کر سکیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، اصل میں ہوتا یہ ہے کہ جو فاضل رکن تقریر کا آغاز کرتے ہیں وہ بیس پچیس منٹ بات کرتے ہیں اور دوسرے مقررین کے لیے دس منٹ اور پھر اس کے بعد اگر وقت تھوڑا رہ جائے تو پانچ منٹ دیے جاتے ہیں۔ یہ ایک روایت ہے۔ اب شاہ صاحب اپنا آدھا گھنٹا تو پورا کر چکے ہیں

وزیر قانون، جناب والا! آج کا دن آپ نے اس بحث کے لیے تجویز کیا تھا۔ اس کے مطابق ہم پابند ہیں لیکن دو بجے تک اجلاس ہے باقی 35 منٹ رہ گئے ہیں اور تمام مقررین نے اس وقت میں بات کرنی ہے۔ اصلاحات کے جو نکات ہیں ابھی تک ان پر بات شروع نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی شاہ صاحب اب آپ مہربانی فرمائیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے لیکن چونکہ بات کرنے کا اپنا اپنا انداز ہوتا ہے۔ اب میں ان نکات کی طرف آتا ہوں۔۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرے خیال میں آپ اس طرح کرتے کہ اگر ٹوٹل نو نکات ہیں تو آپ ان کو دوسرے ممبران میں تقسیم کر دیتے۔ اور اس طرح سیر حاصل بحث بھی ہو جاتی۔

سید ظفر علی شاہ، ٹھیک ہے جناب میں دو تین اہم نکات لے لیتا ہوں۔ جناب والا! وفاقی حکومت نے انتخابی اصلاحات کے حوالے سے جو اپنی سفارشات پیش کی ہیں اور جن کو وہ black and white کی

شکل میں لانا چاہتے ہیں۔ صرف موٹے موٹے نکات پر میں عرض کروں گا اور اس میں سے بھی میں ایک دو پر ہی بات کرتا ہوں اور جناب نے یہ بھی درست کہا کہ باقی دوست بات کر لیں گے۔

جناب والا! وفاقی حکومت نے کہا ہے کہ آئندہ آنے والے انتخابات میں شناختی کارڈ کی شرط کو ختم کر دیا جائے۔ دوسری انہوں نے یہ سفارش بھی کی کہ قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ایک ہی روز میں کرائے جائیں۔ تیسری انہوں نے یہ بات بھی کی ہے کہ ٹرانسپرنٹ بیلٹ بکس ہوں گے جن کے چاروں طرف شیشہ لگا ہوگا۔ چوتھی بات انہوں نے یہ کہی کہ انتخابی نتائج کا فوری اعلان ڈسٹرکٹ رٹرننگ آفیسر کرے گا۔ پانچویں اہم بات جس پر بڑی لے دے بھی ہوئی وہ یہ ہے کہ اقلیتوں کو ڈبل ووٹ کا حق دیا جائے۔ چھٹی بات بینرز اور وال چاکنگ کے متعلق ہے۔ اخباری اشتہارات پر پابندی ہوگی صرف پوسٹر اور جھنڈے لہرانے کی اجازت ہوگی۔ ساتویں جناب سپیکر! دوران انتخاب اگر ایک امیدوار فوت ہو جائے تو اس کے مدمقابل کو اگر وہ اکیلا ہے تو اس کو کامیاب قرار دیا جائے گا۔ ایک اور بات جس کی انہوں نے سفارش کی ہے کہ پوسٹل بیلٹ امیدواروں کے سامنے کھولے جائیں گے تاکہ ان میں کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے۔ اور آخری بات انہوں نے یہ کی کہ انتخابی فہرستوں کو کمپیوٹرائزڈ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! یہ وہ نو بڑی بڑی باتیں ہیں جو کہ مرکز کی طرف سے اور وفاقی کابینہ کی طرف سے ہمارے سامنے آئی ہیں۔ جناب سپیکر! میں زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا صرف ایک دو باتیں کرکے باقی اپنے ساتھیوں پر چھوڑ دیتا ہوں اور باقی ویسے بھی کچھ ایسی ہیں جو یا تو پہلے سے ہی موجود ہیں ان پر بات کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ پہلے بھی اسی طرح ہوتا ہے، مثلاً رٹرننگ آفیسر رزلٹ کا اعلان کرے گا اور غیر سرکاری اعلان نہ صرف رٹرننگ آفیسر بلکہ پریذائڈنگ اور پولنگ آفیسر اعلان کر سکتا ہے۔ بہرحال میں ان ساری باتوں کی طرف نہیں جاتا۔ صرف اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دینے اور شناختی کارڈ کی پابندی ختم کرنے کے متعلق بات کروں گا۔

جناب والا! ڈبل ووٹ کے متعلق عرض کروں گا کہ اس ملک کی بنیاد جداگانہ انتخابات کی بنیاد پر ہے۔ ورنہ ہم وہاں پورے ہندوستان میں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو گئے تھے۔ ہمارے ووٹ کسی کھاتے میں ہی نہیں تھے، ہمارے منتخب نمائندوں کی کوئی سنتا ہی نہیں۔ جناب والا! اس ملک کی بنیاد میں جہاں مذہب اور دوسری ساری باتیں ہیں وہاں سب سے بڑی بات جداگانہ انتخابات ہیں جو اس

ملک کے قیام کی بنیاد ہے ظاہر ہے اس کے پیچھے ہمارا مذہب اور اسلامی باتیں اور یہ سارا دباؤ ہے۔ لیکن وہ جداگانہ انتخاب ہے۔ جناب سپیکر! آج ہمارے ملک میں پونہ لاکھ کے قریب تعداد ہے۔ جس میں سات لاکھ عیسائی ہیں اور سات لاکھ کے قریب ہی ہندو ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں جو ہمیں بہت عزیز ہیں۔ اور میں تو بطور سیاسی ورکر اور پاکستانی شہری کے یہاں تک کہتا ہوں کہ جتنا مجھے اللہ دتہ پیارا ہے اتنا ہی سموئل اور مینوئل پیارا ہے۔ اس کے سیاسی حقوق مجھے بہت پیارے ہیں جتنے اپنے پیارے ہیں اتنے ہی اس کے پیارے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! اس حکومت نے بڑی عیاری اور مکاری سے اپنی ان اصلاحات میں یہ اعلان کیا کہ اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دیا جائے گا۔ جناب سپیکر! وفاقی حکومت نے ایک پتھر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی۔ بنیادی طور پر ہی یہ بات غیر آئینی ہے۔ اور ایک پتھر سے دو شکار کی میں بات کیوں کر رہا ہوں۔ پہلے میں غیر آئینی کے بارے میں بات کر لوں۔ جناب سپیکر! یہ بنیادی حقوق کے خلاف بات ہے کہ پاکستان کے ایک ہی شہری کو مینوئل کو ایک ہی الیکشن میں ایک ہی اسمبلی کا ممبر چننے کے لیے اس کو تو دو دفعہ موقع دیا جائے۔ اور ظفر علی شاہ کو صرف ایک دفعہ بیلٹ پیپر دیا جائے یہ کیوں جناب؟ یا محترم منظور احمد موہل صاحب کو ایک ووٹ ڈالنے کا موقع دیا جائے۔ جناب والا! یہ آئین کی روح کے منافی بات ہے۔ قانون ہر ایک شخص کو ترازو میں برابر تولے گا۔ اس میں جناب والا! تفریق نہیں ہو سکتی۔

وزیر خزانہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر خزانہ، جناب والا! میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ محترم بڑے زور و شور سے خطاب کر رہے ہیں۔ پاکستان بنانے والوں نے جو تصور دیا تھا وہ جوائنٹ الیکٹوریٹ تھا اور قائد اعظم کے زمانے میں جوائنٹ الیکشن ہوتا رہا ہے۔ 1973ء کے آئین میں بھی ایسے ہی ہے۔ یہ شاید کسی ایسے آئین کی بات کر رہے ہیں جو اس ملک میں کسی آمر نے مسلط کیا۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے اپنے محترم بھائی کی خدمت میں عرض کروں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ اپنا خطاب continue کریں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! یہ ضروری ہوتا ہے۔ نہیں تو میں آپ سے پوچھے بغیر اپنی تقریر میں کہہ

دوں گا۔ میں آپ کی بات پر contradict نہیں کر رہا۔ میں تو اپنی بات کہنے لگا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میری بات سنیں۔ ان کی بات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ: جناب والا! اس وقت موجودہ حکومتی جماعت یہ اصلاحات کر رہی ہے ۔ وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ یہ آئین میں ایک آمر کے بنے ہونے کی ترمیم ہے۔ پاکستان بنانے والوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی۔ جناب والا! میں نے اسی لیے کہا ہے کہ یہ ایک پتھر سے دو شکار کرنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس تمام فلسفے کی ، کس سازش اور ذہن کے تحت وقت ضائع ہو گا ' یہ اس فلسفے کی نفی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان بنانے والوں نے مخلوط انتخاب کی بات کی تھی۔ میں کہتا ہوں کہ پاکستان بننے کی بنیاد جداگانہ انتخاب کی تھی۔ کس فلسفے کو کس طریقے سے مانا جائے گا۔ (اپوزیشن کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) اور جناب سپیکر! مینارٹی سے بھی انھیں کوئی محبت نہیں ہے۔ یہ جو بڑی لمبی لمبی باتیں کرکے ان کو جیسے ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ' میں آپ کی وساطت سے مینارٹیز والوں کی خدمت میں یہ عرض کروں گا۔ جس طرح ابھی فاضل دوست کے ذہن سے یہ بات آ گئی ہے نہ صرف ان سے بلکہ اوروں کی طرف سے بھی آ چکی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ حزب اختلاف بات کرے۔ ہم مخلوط کر دیتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ وہ پتھر ہے جس سے یہ اقلیتوں کا سر کچلنا چاہتے ہیں ' اقلیتوں کو مخلوط رش میں ڈال کر ان کے سیاسی حقوق کو سلب کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اقلیتوں کے ووٹ پر فتح محمد ' غلام رسول اور افضل سندھو کو تو جتوانا چاہتے ہیں ان کے ووٹ کے زور پر ' لیکن مینارٹیز کے elected کو ان کے اپنے ووٹ کی strength پر اسمبلیوں میں نہیں آنے دیتے۔ جناب سپیکر! یہ ایک بڑی سیدھی سی بات ہے اور وہی فلسفہ ہے جس کی بنیاد پر ہم مسلمانوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارے ووٹ کا حق ہمیں الگ دیا جائے۔ اور ہماری اسمبلیوں میں ممبر ہمارے ہی ووٹ سے منتخب ہوکر اندر جائیں۔ آج یہ ایک اور دلیل دیتے ہیں کہ آزادکشمیر میں ڈبل ووٹ نہیں ہو رہا۔ عورتوں کو ڈبل ووٹ نہیں مل رہا۔ کہاں ہے ڈبل ووٹ؟ وہ جو آئین کی بات کرتے ہیں وہ تو ختم ہوچکی۔ اب آئندہ پیکج ڈیل ہو گی تو اس میں دیکھا جائے گا۔ اس وقت کسی شخص کا کوئی ڈبل ووٹ نہیں ہے اور نہ آئین اس بات کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ مخلوط کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ کس مینارٹی کے طبقے نے ان کو یہ کہا ہے کہ وہ مخلوط حکومت میں جانا چاہتے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ مینارٹیز کے ساتھ بھی دھوکہ کرنا چاہتے ہیں اور ملک کے سیاسی

سسٹم کے ساتھ بھی دھوکہ کرنا چاہتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جب فیصلہ دس منٹ کا ہوا تھا تو اس کے بعد اب تک پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔ اور میں نے وہ پوائنٹ آف آرڈر کے پانچ منٹ کاٹے ہیں۔میرے خیال میں اب آپ اس کو ایک منٹ میں وائنڈ اپ کریں۔

سید ظفر علی شاہ، شکریہ سر، میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔ مجھے اسی اقلیتوں کے ووٹ پر کم از کم پینتالیس منٹ چاہییں۔ سر! یہ شناختی کارڈ، قوم کی شناخت۔ یہ دلیل کیا دیتے ہیں۔ کہ وہ جی لاہور میں فلاں الیکشن ہوا تھا اور مخالف امیدوار نے غریبوں کے شناختی کارڈ خرید لیے تھے۔ جناب سپیکر! انھوں نے انتخابی اصلاحات کا یہ کون سا حل نکالا ہے؟ جناب سپیکر! ان کو وہ باتیں دور کرنی پڑیں گی جس میں یہاں کا غریب اپنا ووٹ بیچ دیتا ہے۔ میں تو ان کی اس دلیل سے اتفاق نہیں کرتا، انھوں نے غریب آدمی کے منہ پر تھوکا ہے انھوں نے غریب آدمی کا مذاق اڑایا ہے کوئی غریب آدمی اپنا ووٹ نہیں بیچتا۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون، جناب والا! 2-00 بجے اجلاس ختم ہونا ہے۔ اس سے پہلے حکومتی پارٹی کی طرف سے تقریر ضروری ہے۔ آپ خوامخواہ irrelevant تقریر جو بڑے عرصے سے اکٹھی چل رہی ہے جاری رکھ کر وقت ضائع کر رہے ہیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب والا! انھیں دنیا کی ہر بات irrelevant لگتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ دیکھیں کہ دو بجے تک اجلاس ہے۔

سید ظفر علی شاہ، سر میں پھر کیا بحث کروں؟

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں بحث نہیں۔

سید ظفر علی شاہ، تو میں کیا کروں؟

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کو نائم کے اندر بولنا پڑے گا۔ آپ کسی سپریم کورٹ یا ہائی کورٹ میں نہیں ہیں کہ اس دلائل کو لمبا کرتے چلے جائیں۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! یہاں شناختی کارڈ پر میں کیسے بات کروں؟

جناب قائم مقام سپیکر، میں اب وصی ظفر صاحب کو اجازت دیتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! انتہائی شکریہ۔۔۔۔

سید ظفر علی شاہ، جناب سپیکر! میں آپ کا احترام کرتا ہوں اور اسمبلی کا احترام کرتا ہوں۔ آپ کا حکم ہے لیکن۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، دیکھیں 45 منٹ ہوگئے۔ آپ کو 20 منٹ کہے گئے، پھر آدھا گھنٹہ کہا گیا پھر دس منٹ کہے گئے۔

سید ظفر علی شاہ، میری تقریر ابھی ختم نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ ختم ہی نہ کریں تو اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ ایک پوائنٹ کو لمبا کر دیں اس کی تمہید میں ہی آدھا گھنٹہ لے لیں تو وقت تو ختم ہو گا ہی۔ جی چلیے، وصی ظفر صاحب۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! انتہائی شکریہ۔ جناب نے ابھی دیکھا کہ [*****]

سید ظفر علی شاہ، نکتہ اعتراض جناب۔ اگر کوئی میرا نام لے کر جھوٹ کے حوالے سے بات کرے گا تو مجھے مجبوراً بہت تیز بات کرنی پڑے گی۔

چودھری محمد وصی ظفر، کرو۔

سید ظفر علی شاہ، اس لیے جناب سپیکر! میں کہہ رہا ہوں کہ آپ بھی ان کو کنٹرول میں رکھیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں یہ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید ظفر علی شاہ، ان پر کوئی وحی نہیں اترتی۔ کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں اور ان پر وحی اتر رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، وصی ظفر صاحب! آپ ذرا پارلیمانی انداز کو ملحوظ خاطر رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب زلزلہ تو آیا ہے۔ جناب والا! میں عرض کروں کہ پاکستان کی بقاء اس دیس کی بقاء اس قوم کی بقاء اور عوام کی بقاء ہی ان انتخابی اصلاحات میں ہے۔ جناب والا! یہ ایک ہسٹری بیان کر رہے تھے۔ میں بھی ایک ہسٹری بیان کرتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو الگ رکھنے کے لیے مارشل لاء ادوار میں مختلف طریقے اور ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔ فاضل مقرر یہ بات بھی کرتے کہ مارشل لاء لگانے کے آٹھ سال بعد تک وہ پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کے ووٹوں سے اور عوامی طاقت سے اتنے

*** (بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

خائف تھے کہ انہوں نے 1985ء میں غیر جماعتی انتخابات کا اعلان کیا جس کی پیداوار آج ساری قوم کے سروں پہ مسلط ہے اور مختلف طریقوں سے کبھی مجلس شوریٰ بنا رہے ہیں' کبھی مجلس خلاں بنا رہے ہیں' کبھی خلاں اور ان میں سے لوگوں کو ناجائز مفادات دے کر ضلع کونسل کے calibre کے آدمیوں کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں لا کے عوام کے سر پہ مسلط کر دیا جو کہ نا اہل تھے۔ جس کی سزا آج تک یہ قوم بھگت رہی ہے۔ یہ بات کرتے ہیں کہ ہمیں تو سمجھ ہی نہیں آئی کہ مشرقی پاکستان کیسے الگ ہو گیا۔ ساری قوم سمجھ چکی ہے ان کو تا قیامت سمجھ نہیں آئے گی۔ یہ کس سے چھپا ہوا ہے کہ ایک بوٹوں والی سرکار 1958ء میں بھی آ کر مسلط ہو گئی اس نے عوام کے حقوق چھینے' عوام کے حقوق غصب کیے' عوام کو رائے دہی سے محروم کیا۔ جناب والا! ہم اس برصغیر کے اس دور سے بھی گزرے تھے کہ پہلے یہاں پہ صرف ساڑھے بارہ ایکڑ والا ووٹ دے گا پھر آ گیا کہ صرف بی ڈی ممبر ووٹ دے گا۔ اب انہوں نے ایک نئی توجیہہ نکالی کہ صرف شناختی کارڈ والا ووٹ دے گا تا کہ جب چاہیں شناختی کارڈ خرید لیں' جب چاہیں ضبط کر لیں جس کو چاہیں بنا کر دیں جس کو چاہیں نہ بنا کر دیں۔ جناب! اس میں کیا حرج ہے کہ وارڈ ٹائپ الیکشن ہوتا ہے جس پہ اعتراض ہے وہ اپنی کسی بھی طریقہ سے شناخت کرائے۔ اس ملک کا شہری ہے اس کو ایک شناختی کارڈ کی وجہ سے ووٹ کے حق سے محروم کرنا غیر آئینی ہے ان کو یہ پتا ہے کہ غریب عوام جو شناختی کارڈ نہیں بنوا سکتے وہ پیپلز پارٹی کے ساتھ ہیں۔ شناختی کارڈ اگر ختم کیا گیا تو یہ کہیں نظر بھی نہیں آئیں گے۔ جناب! یہ ان چیزوں سے خائف ہیں۔ یہ اس بات سے خائف ہیں کہ اگر یہ ڈبہ شفاف آ گیا۔ transparent آ گیا تو ہم جیبوں میں جو ووٹ خرید کر کے بھر کر لاتے ہیں۔ وہ ہم اندر کیسے ڈال سکیں گے؟ یہ ان چیزوں سے خائف ہیں۔ جناب والا! اقلیتوں کو حقوق اور تحفظ دینا نہ صرف آئینی بلکہ ہمارا مذہبی اور دینی فریضہ بھی ہے۔ اقلیتیں بکھری ہوئی ہیں اگر ان کو آپ ایک ووٹ دیتے ہیں کہ آپ عام انتخابات میں ووٹ دے لیں تو کسی طور بھی ممکن نہیں ہے کہ وہ اسمبلی تک اپنا ایک بھی نمائندہ پہنچا سکیں۔ اقلیتوں کو جب وہ ہمیں ووٹ نہیں دیتے کہ مسلمانوں کو الگ الیکشن کی اجازت ہے اور باقی تمام مذہبوں کو الگ الیکشن کی اجازت ہے یہ ہمارے مذہبی طور پہ بھی اس کے خلاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بھی خلاف ہے جو مذہب نے تعلیم دی اس کے بھی خلاف ہے۔ وہ ہم سے دور ہو جاتے ہیں وہ نہ اپنا مسئلہ ہمیں بتا سکتے ہیں نہ ہم ان کا مسئلہ سنتے ہیں۔ جناب والا! یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ عام انتخابات میں بھی حصہ لیں

ہمیں ان کی قدر ہو انھیں ہماری قدر ہو اور اگر وہ عام انتخابات میں حصہ لے کر اپنا امیدوار کامیاب نہیں کروا سکتے جو کہ صاف عیاں اور واضح ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کو یہ بھی کہہ دیا جائے کہ آپ اپنا الگ نمائندہ چن کر بھی ان ایوانوں تک پہنچا کر اپنی آواز بھی پہنچانے کی رسائی حاصل کر لیں۔جناب والا! یہ تمام کی تمام ملکی مفاد میں ایسی تاریخی اصلاحات ہیں کہ ان کو نافذ کرنے سے یہ جو دھاندلی کرتے آئے ہیں وہ نہ ہو سکے گی۔ اگر یہ 1977ء کی بات کرتے ہیں کہ 1977ء میں دھاندلی ہو گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو شہید نے کہا کہ آئیں دوبارہ الیکشن کر لیں یہ اس سے بھاگ گئے۔ 1979ء میں پھر الیکشن کی تاریخ مقرر کر کے پھر بھاگ گئے۔ 1985ء تک یہ اتنے خائف تھے کہ انھوں نے کہا کہ الیکشن غیر جماعتی ہو گا یہ صرف ایک پیپلز پارٹی کا خوف تھا جس سے نہ صرف بیورو کریسی' انتظامیہ' بڑے بڑے جاگیردار' کروڑ پتی' بزنس مین تمام کے تمام خائف ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عوامی طاقت کہاں سے اٹھ کر آ گئی جو ہمیں کچل کر رکھ دیتی ہے؟ جناب والا! میں عرض کروں اگر ہم پیپلز پارٹی میں نہ ہوتے تو ہم ادھر بیٹھے ہوئے پچاسوں ساتھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ہم ان ایوانوں تک پہنچیں گے۔ ہمارے باپ دادا کبھی ممبر نہیں تھے کیونکہ نہ ہم جاگیردار تھے' نہ ہم کبھی سرمایہ کار تھے ہم لوئر مڈل کلاس سے تعلق رکھنے والے جب ایوانوں میں آ جاتے ہیں تو یہ تمام کے تمام سراپا تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، سید احمد شرقپوری پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

صاحبزادہ سید احمد شرقپوری، جناب سپیکر! وصی ظفر صاحب نے یہ بات کی ہے کہ اقلیت کو ووٹ کا حق نہ دینا ہمارے دین کے خلاف ہے۔ یہ ثابت کریں کہ قرآن حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ اقلیت مسلمانوں کو ووٹ دے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جب آپ کی باری آئے گی تو آپ اس میں بیان کریں۔

جناب محمود اختر گھمن، قبیلوں کو شامل کرنا مقصود تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' میں نے اجازت ہی نہیں دی۔

چودھری محمد وصی ظفر، انھوں نے اٹھ کر فتویٰ دے دیا کہ چونکہ یہ ایک ولی کی اولاد سے ہیں یا ایک پیر کی اولاد سے ہیں۔ ان کی داڑھی ہے اور ایک مزار سے اٹھ کر آئے ہیں بیسیوں ایسی مثالیں ہیں یہ ان کی کم علمی ہے کہ انھوں نے کھڑے ہو کر کہہ دیا ہے گویا جو منہ میں آئے کہہ دیں۔ پہلے علم حاصل

کریں پھر بات کریں۔ یہ ایسے نہیں کہ چونکہ وہ مزار سے آئے ہیں داڑھی ہے اور جو بھی کہیں گے فتویٰ ہو گا۔ میں چیلنج کرتا ہوں میں نے درست بات کی ہے اور وہ صحیح ہے۔ یہ ایسے بات نہیں ہے کہ جو مرضی کہہ دیں اور وہ ہم پہ لاگو ہو گئی ہے۔ علم سے بات کریں۔

صاحبزادہ سعید احمد شرقپوری: ثابت کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کو اختلاف ہو سکتا ہے۔ آپ اپنی باری میں بات کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر: میں نے بات کر دی ہے آپ اس کو ثابت کریں کہ غلط ہے۔ مثال دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو کدھر نکال باہر کیا تھا کہ ہم آپ کو امور مملکت میں شریک ہی نہیں کرتے۔ ان کو امور مملکت میں ہمیشہ شریک کیا گیا' شامل کیا گیا تو جو رائج الوقت طریقہ ہے اس کے مطابق ان کو شامل کرنا ہمارا فرض ہے۔ جناب والا! ان کو ایک ہی مسئلہ ہے۔ اب شاہ صاحب نے خود جو نو پوائنٹ بیان فرمائے مجھے ایک نکتہ بتا دیں کہ اس میں کیا غلطی ہے۔ شناختی کارڈ کی بجائے اگر میں کسی اور طریقہ سے اپنی شناخت کراؤں تو اس میں کیا حرج ہے کہ مجھے ووٹ ڈالنے دیا جائے۔ مجھے صرف اس بات سے کہ میرے پاس شناختی کارڈ نہیں اتنے بڑے حق سے جس سے حکومت بنتی ہے جس سے اس ملک کا نظام چلنا ہے محروم کر دیا جائے۔ اس میں جناب! کیا حرج ہے کہ سیاسی پارٹیوں کی طرف سے ہی بینر اور اشتہار لگیں گے تاکہ ہم جیسا غریب آدمی بھی الیکشن لڑے؟ آج ممبران میں ایک سوچ ہے کہ اگر اگلا الیکشن لڑنا ہے تو پیسے اکٹھے کر کے کروڑ پتی ہو جاؤ نہیں تو الیکشن بہت مہنگے ہو گئے ہیں اگر سستا کرنے کا طریقہ نکالا ہے تو کوئی تکلیف میں کیوں آتا ہے اس میں حرج کیا ہے؟ جناب والا! اس ملک کو آزاد ہوئے پچاس سال ہوئے۔ سیاست' سیاسی پارٹیوں اور جمہوریت کو ادھر کسی نے پنپنے نہیں دیا جب بھی ہوا ذرا سی جمہوریت آگے کو بڑھی تھوڑا سا پنپنے لگی فوراً مارشل لاء آ گیا' فوراً ایک سازش ہو گئی اور میں کہتا ہوں کہ سب سے بڑی سازش بین الاقوامی سازش تھی جو 1977ء میں ہوئی کہ اس عوامی طاقت کو کچل کر رکھ دیا جائے جس میں ادھر کا تمام کا تمام ٹور شریک تھا۔ اس بین الاقوامی سازش میں عوامی آواز کو کچلنے کے لیے وہ شریک تھے۔ سازشوں کو روکنے کے لیے اگر سدباب کر کے اصلاحات کی جائیں تو پھر باقی مسئلہ صرف یہ رہ جاتا ہے کہ ہائے ہائے ہم تو دھاندلی نہ کر سکیں گے۔ ہمارے دھاندلی کے راستے بند ہو رہے ہیں' ہمارے دھاندلی کے طریقے بند ہو رہے ہیں۔ یہ دیرینہ عوامی مطالبات ہیں اور یہ چیزیں عوام کی خواہشات کی عکاسی کرتی ہیں۔ پوسٹل بیلٹ اگر میرے سامنے

کھلیں تو اس میں نقصان کس کا ہے یا کیا ہے۔ آیا اس سے انصاف پورا نہ ہو گا؟ انصاف کا تقاضا پورا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اگر بیلٹ بکس پڑا ہے تو مجھے اس میں پرچیاں نظر آئیں اگر پوسٹل بکس آ رہے ہیں تو وہ میرے سامنے کھلیں یہ میرا حق ہے۔ ان کو اس بات کا کیا مسئلہ ہے ان کو ہے کہ پھر وہ کہیں دھاندلی کا طریقہ ختم نہ ہو جائے جس کی یہ تمام پیداوار ہیں اور جناب! دونوں الیکشن ایک دن کرنے سے جو سب سے بڑا مسئلہ ختم ہو گا وہ گروہ بندی' برادری ازم کا مسئلہ ختم ہو گا۔ سیاسی سوچ آئے گی' اخراجات کم ہوں گے' ایم پی اے ایم این اے کی بلیک میلنگ ختم ہو گی۔ برادری ازم کا باب ختم کرنے کے لیے دیکھیں جناب! 1970ء میں جب ایک ہی دن اسی طرح کے الیکشن سیاسی بنیاد پہ ہوئے تو یہ برادری ازم گروہ بندیاں' ذاتی پسند ناپسند ختم ہو کر ایک سیاسی سوچ ابھری جس کو توڑنے کے لیے یہاں غیر جماعتی بنیادوں پہ 1979ء میں ضلع کونسلوں اور لوکل کونسلوں کے الیکشن کروائے گئے کہ جی اس نے جماعتی اشتہار چھاپا تھا لہذا یہ disqualify کوئی بندہ گھر سے پارٹی کا اشتہار چھپوا کے آتا تھا یہ جی پارٹی کا اشتہار ہے اچھا جی disqualify پوری قوم میں ایک تماشا بن گیا۔ پھر 1983ء میں وہی ضلع کونسلوں کے اسی طریقے سے الیکشن کرا کر اس قوم کو گروہوں اور برادری ازم میں تقسیم کر دیا گیا اور اس سیاسی سوچ کو دانستہ ختم کیا گیا۔ پھر 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات کرا کے اس کو مزید پختہ کیا گیا کہ یہ قوم برادری ازم کی طرف جائے۔ پھر جناب 1987ء میں ضلع کونسلوں کے الیکشن کرا کے جب ان کی بڑی تسلی ہو گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر، پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں جناب ارشد عمران سلہری صاحب۔

جناب ارشد عمران سلہری: جناب سپیکر! اجلاس ختم ہونے میں دس منٹ رہ گئے ہیں میرے دوست کے لیے کتنا وقت آپ نے مقرر کیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر، دیکھیے آپ کی طرف سے جس فاضل رکن نے آغاز کیا تھا انھوں نے 45 منٹ تقریر کی ہے۔ اور ان کو ابھی دس منٹ ہوئے ہیں۔

جناب ارشد عمران سلہری، جناب لاء منسٹر نے ابھی اس کو wind up بھی کرنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ابھی تو ان کو دس منٹ ہوئے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، میں خود wind up کر دیتا ہوں۔ جناب والا! مجھے علم تھا کہ میری تقریر سے بہت سے لوگوں کی دم پر پاؤں آیا کرتا ہے۔

وزیر قانون، سوا گھنٹا تھا 45 منٹ اپوزیشن والے لے گئے ہیں۔ آدھا گھنٹا ہمارا حق ہے ۔ اس میں سے بھی ہمیں 25 منٹ مل رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، وصی ظفر صاحب خود ہی wind up کر رہے ہیں۔ جی۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! اب صرف ایک ہی طریقہ بچا ہے 1970ء میں جب ان کو گوارا نہ ہوا کہ یہ جو غریب آدمی جس کو یہ کمی کہتے تھے۔ اس نے تو چارپائی پر بیٹھنا شروع کر دیا ہے ۔ وہ تو تھانے کچہری آنا جانا شروع ہو گیا ہے۔ اس نے تو اپنا حق مانگنا شروع کر دیا ہے ۔ اس نے تو ووٹ کا استعمال آزادانہ شروع کر دیا ہے ۔ وہ اب جاگیردار اور چودھری کی مرضی سے ووٹ نہیں دے رہا۔ وہ تو پیپلزپارٹی کے لوگوں کو منتخب کر رہا ہے۔ تو انھوں نے ایک پلان کے تحت ' ایک سازش کے تحت وہی جس بین الاقوامی سازش کا میں نے ذکر کیا کہ جس کے تحت انھوں نے یہ ضلع کونسل کے اور دوسرے تیسرے غیر جماعتی الیکشن کرا کے اس پورے ملک کو واپس برادری ازم ' گروہ بندیوں میں تقسیم کیا۔ اب اس گروہ بندی کو توڑنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ایک ہی دن میں سیاسی بنیادوں پر صوبائی اور قومی اسمبلی کے اکٹھے الیکشن ہوں۔ اس میں کسی کو کیا اعتراض اور نقصان ہو سکتا ہے ۔ انتہائی شکریہ جناب۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ! چودھری فاروق صاحب ۔دس منٹ میں کوشش کرنا ۔شام کو بھی اجلاس ہو گا جو چار گھنٹے کا ہے ۔ جی چودھری پرویز الٰہی صاحب۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! میں نے صبح ایک قرارداد آئس کے حوالے کی تھی اور ------

جناب قائم مقام سپیکر، پھر meet کریں گے تو اس وقت لے لیں گے۔ شام کو بھی ہمارا اجلاس ہے۔

چودھری پرویز الٰہی، جناب سپیکر! صرف دو منٹ کی بات ہے ----

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں ایسے نہ کریں تقریر چل رہی ہے ۔ وہ بات نہیں بنے گی ۔ نہیں' نہیں مجھے پتا ہے میں سمجھتا ہوں ۔

چودھری پرویز الٰہی ، جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں---(قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری فاروق صاحب آپ اپنی تقریر کا آغاز کریں۔ نہیں رولز معطل نہیں ہو سکتے۔ میری consent جب نہیں ہو گی ۔ میں نے اپنی consent ابھی نہیں دی۔ دیکھیں وہ میں

بعد میں آپ کو بتاؤں گا۔ وہ آپ نے پڑھی ہے۔ میں نے اس کی consent نہیں دی۔ وہ میں آپ کو پھر بتاؤں گا۔ چودھری فاروق صاحب! اپنی تقریر کا آغاز کریں ورنہ میں پھر کسی اور کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر، آپ نے میری بات نہیں مانی پھر دیکھیں گے۔

چودھری پرویز الٰہی، آپ وعدہ کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، میں وعدہ نہیں کرتا۔ آپ بھی وعدے پر نہیں رہتے۔

(قطع کلامیاں)

میں نے آپ سے کہا تھا کہ بعد میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے میرے کہنے کے بغیر پڑھ لی ہے۔ میں اس کی consent نہیں دیتا۔ میری بات سنیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میری بات تو سن لیں۔ جی لاء منسٹر وزیر قانون، آج صبح سے سپیکر کی رولنگ کی بار بار خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ اس کے خلاف ہم بھی احتجاج کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے اپوزیشن ہو چاہے گورنمنٹ ہو۔ جو بھی سپیکر کی رولنگ ہو اس کے مطابق ہاؤس چلنا چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چودھری پرویز الٰہی نے جو بات کی ہے کہ وہ ریزولیوشن لانا چاہتے ہیں۔ اس میں سپیکر کی consent ضروری ہے۔ پھر اس کے بعد ہاؤس کی consent ضروری ہے۔ لیکن یہ جو مسئلہ بیان کرتے ہیں۔ یہ ایک سپریم کورٹ کے جج کا فیصلہ ہے۔ یہ فورم بھی دیکھنا ہے کہ کیا بات ہے کیا بات نہیں ہے۔ اس پر وہ آہستہ آہستہ 30 دن کے اندر اندر عمل درآمد ہونا ہے۔ تین جج مستعفی کر دیے گئے ہیں۔ اب آپ کیا چاہتے ہیں اور اسی موقف پر وزیر اعظم پاکستان نے بھی پارلیمنٹ میں بھی اپنا موقف واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اب کوئی ایسی ضرورت نہیں کہ ہم اس پر بات کریں اور میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ میں consent نہیں دیتا۔

سید تابش الوری، [*****]

جناب قائم مقام سپیکر، یہ آپ لوگ بنا رہے ہیں۔ میں تابش الوری صاحب کے تمام الفاظ کارروائی

*** (بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

سے حذف کرتا ہوں۔ تابش صاحب! آپ ایسے ہی بولنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ ایسے نہ بولا کریں۔ (قطع کلامیاں) جی' فاروق صاحب آپ اپنی تقریر شروع کریں۔ میں نے آپ کو ٹائم دیا ہے۔ جی۔

چودھری پرویز الٰہی : جج صاحبان نے گاڑیاں مانگی ہیں۔ اور انھوں نے انکار کر دیا ہے۔ یہ کوئی بات ہے کرنے والی۔ میں نے تو صرف اتنا کہا ہے کہ جو فیصلہ سپریم کورٹ نے کیا ہے۔ صدر۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' نہیں یہ اور بات ہے وہ ہم کریں گے۔ آپ قائد حزب اختلاف ہیں' بڑے محترم ہیں۔ میرے خیال میں سارا کام کر کے آپ اب کوئی ایسی بات کر کے واک آؤٹ کرنا چاہتے ہیں کہ وقت تو ختم ہونے والا ہے۔ ایسا نہ کریں کم از کم ہماری محنت' آپ کی محنت' ساروں کی محنت کو دیکھیں۔ جی فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق، میں آپ کا مشکور ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر، منسٹر فار پارلیمانی امور۔

وزیر پارلیمانی امور : میں حیران ہوں کہ میرے فاضل دوست اس بات پر بار بار اصرار کیوں کر رہے ہیں۔ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس دھکا شاہی سے اپنے اس تعصب سے سپیکر کو مرعوب کر سکتے ہیں؛ سپیکر ایسے کبھی مرعوب نہیں ہو سکتا (مداخلت)

جناب قائم مقام سپیکر: میں امتیاز صاحب! آپ ایسی کارروائی نہ کریں۔ میری نظریں آپ پر ہیں۔ ایسی بات ٹھیک نہیں۔ آپ کے قائد کھڑے ہیں۔ اجلاس آج شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا تینتیسواں اجلاس)

سوموار یکم اپریل 1996ء

(دو شنبہ 12 ذی القعد 1416ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں شام 5.00 بجے منعقد ہوا۔ جناب قائم مقام سپیکر میاں منظور احمد موہل کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمے کی سعادت قاری سید صداقت علی نے حاصل کی۔

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝١ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝٢ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝٣
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝٤ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ
سَافِلِيْنَ ۝٥ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝٦
فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝٧ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝٨

سورۃ التین

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ انجیر کی قسم اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر (رفتہ رفتہ) اس کی حالت کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے بے انتہا اجر ہے۔ تو (اے آدم زاد) پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے۔ وما علینا الا البلاغ ۝

رکن اسمبلی کی رخصت

جناب قائم مقام سپیکر، اب رخصت کی درخواستیں لی جائیں گی۔ جناب ایڈیشنل سیکرٹری اسمبلی۔

ایڈیشنل سیکرٹری اسمبلی ، مندرجہ ذیل درخواست جناب غلام حیدر صاحب کھچی رکن صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے،

"As I was not feeling well on 11 & 12 and 21st March, 1996 due to which I could not attend the Assembly Session. I shall be grateful for sanctioning leave for the said dates"

جناب قائم مقام سپیکر ، اب سوال یہ ہے کہ،

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

انتخابی اصلاحات پر بحث (------جاری)

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے اس وقت چودھری فاروق صاحب کو فلور دیا تھا۔ وہ تشریف رکھتے ہیں؛ ----- وہ تشریف نہیں رکھتے۔ تو آگے ہیں صاحبزادہ فضل کریم صاحب۔ یہ ڈیبیٹ شروع ہو رہی ہے۔ سردار کھوسہ صاحب! آپ یہ بتا دیجیے کہ ہم نے پہلا وقت انتخابی اصلاحات پر رکھا تھا۔ لیکن وہ وقت تھوڑا رہ گیا۔ فاضل اراکین اتنی زیادہ بات نہیں کر سکے۔ تو اب یہ ہمارے پاس چار گھنٹے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، دو گھنٹے زراعت اور اری گیشن پہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ تو اب ٹائم بھی بتا دیجیے کہ کتنا ٹائم رکھیں۔ میرا خیال ہے کہ دس منٹ کافی ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! ذرا ہاؤس فُل ہو جائے گا تو میں بتانے کے قابل ہوں گا۔ فی الحال ہمارے جو سپیکر ہیں اگر آپ ان کو اجازت دے دیں تو------

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، شکریہ جی۔

جناب قائم مقام سپیکر، تو صاحبزادہ صاحب! پندرہ منٹ میں کوشش کیجیے۔

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، بسم اللہِ الرّحمٰنِ الرّحِیم۔ اِنّ الحُکمُ اِلاّ لِلّٰہ۔

جناب سپیکر! میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک انتہائی اہم مسئلے جو کہ اس وقت ملک میں سیاسی طور پر درپیش ہے' انتخابی اصلاحات کا' اس سلسلے میں مجھے اس ہاؤس میں اپنے مافی الضمیر کے اظہار کا موقع عطا فرمایا۔

جناب والا! ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت نے انتخابی اصلاحات کے نام پر دو قومی نظریے سے راہ فرار اختیار کیا ہے چونکہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کا اس وقت ایک ہی مطالبہ تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا "لا الہ الا اللہ" اور "محمد رسول اللہ"۔ اس وجہ سے یہ مملکت معرض وجود میں آئی اور پھر حکومتی ایوانوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ قائد اعظم کی بھی یہی خواہش تھی کہ مخلوط طریقۂ انتخاب کو اپنایا جائے۔ میں دعوے سے یہ بات کہتا ہوں کہ ۱۹۴۸ء میں کراچی میں جب سٹیٹ بنک آف پاکستان کا افتتاح تھا تو قائد اعظم پر کسی نے سوال کیا کہ آپ نے ایک نظریاتی اسلامی ملک تو حاصل کر لیا۔ اس ملک کا آئین اور قانون کیا ہو گا؟ قائد اعظم نے کہا کہ میں کون ہوں آئین اور قانون دینے والا۔ چودہ سو سال قبل نبیٔ آخر الزماں حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن اور سنت کی صورت میں اس ملک کا آئین دے دیا۔ جناب والا! میں تاریخی حقائق کی طرف جاتا ہوں۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اس ملک کو بنانے میں قرارداد مقاصد نے اہم کردار ادا کیا ہے اور میرا نقطۂ نظر یہاں پر یہ ہے کہ حکومت انتخابی اصلاحات کا نفاذ جو کرنا چاہتی ہے' مسودۂ قانون جو تیار کر رہی ہے وہ نہ صرف قومی نظریہ سے متصادم ہے' بلکہ آئین میں دیے گئے آرٹیکل ۲۸۷ کے بھی متصادم ہے اور قرارداد مقاصد کے بھی بالکل متصادم ہے۔ اگر آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تو میں چند ایک اقتباسات آپ کی خدمت میں پڑھ دیتا ہوں۔ مثلاً قرارداد مقاصد میں کیا لکھا ہے؟ قرارداد مقاصد کے اندر clear cut لکھا ہے کہ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور آگے کیا ہے اس کی وضاحت میں کہ پاکستان کے جمہور کو جو اختیار و اقتدار اس کی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کا حق ہو گا وہ اس کی ایک مقدس امانت ہے۔

جناب والا! آپ قانون کو مجھ سے بہت زیادہ بہتر سمجھتے ہیں کہ جب قانون نے' قرار داد مقاصد نے 1973ء کے متفقہ آئین کے اندر قرآن و سنت کے وضع کردہ احکامات کے مطابق ارباب اقتدار

اور پارلیمنٹ کو اس بات کا پابند کر دیا کہ وہ کوئی ایسا قانون نہیں بنا سکتی تو مجھے یہ فرمائیں کہ انتخابی اصلاحات جس کی آئین اجازت نہیں دیتا' وہ مسودہ قانون از خود قانونی نقطہ نظر سے آئین سے نہ صرف متصادم ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ مسلم اکثریت کو اقلیت کے ساتھ لڑوانے کی ایک گہری' گھناؤنی اور ناپاک سازش ہے۔

جناب والا! اسی طرح آئین کا آرٹیکل نمبر 227 کیا ہے وہ میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں' کاش اگر قبل آپ مجھے وقت پہلے دے دیتے تو بالتفصیل میں اپنے مافی الضمیر کا قرآن و سنت کے مطابق اور مروجہ آئین کے مطابق اس پر اظہار کرتا۔ اس وقت اقلیتیں بھی یہاں پر تشریف فرما تھیں لیکن میں بصد ادب و احترام آپ سے عرض کروں گا کہ جب بھی ہم کبھی کبھار کسی پوائنٹ پر کھڑے ہوتے ہیں تو آپ جذبات میں آ جاتے ہیں اور الٹا الزام ہم پر عائد فرماتے ہیں کہ آپ جبر' ظلم' دھونس اور دھاندلی کے ساتھ سپیکر کو منوانے کی کوشش کرتے ہیں' نہیں۔ ہم لوگ دینی طالب علم ہیں' ایک سیاسی طالب علم ہیں' یہاں پر جمہوری نظام کو چلانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ جمہوریت جس کا تصور محمد مصطفیٰ نے مدینہ اور کعبۃ اللہ کے اندر بیٹھ کر دیا تھا۔ آج تک دنیا کا کوئی امام' کوئی لیڈر کسی بھی مذہب کے ماننے والے محمد مصطفیٰ کے مقابلے میں جمہوریت کا درس پیش کر کے نہیں بتا سکے۔ میں آئین کا آرٹیکل 227 پڑھنا چاہتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ تمام موجودہ قوانین کو قرآن و سنت میں منطبق اسلامی احکام کے مطابق بنایا جائے گا جن کا اس خطے میں بطور اسلامی احکام حوالہ دیا گیا ہے اور ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو مذکورہ احکام کے منافی ہو۔ میرے فاضل دوست محترم وصی ظفر صاحب نے یہ فرما دیا کہ اسلام نے امور مملکت کے سلسلہ میں یا اسلام نے مینارٹی کو یہ حق دیا ہے کہ وہ ایک مسلم امیدوار کو اپنا ووٹ کاسٹ کریں۔ یہ بات ہرگز نہیں' میں دعوے سے یہاں پر کہتا ہوں اور دعوے کے لیے دلیل کا ہونا بہت ضروری ہے۔ میرے پاس قرآنی آیات کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ میرے پاس حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ عہد نبوی کے پورے کا پورا واقعہ بھی موجود ہے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ادوار' تابعین کے ادوار' تبع تابعین کے ادواروں میں سے کوئی ایک مثال بتا دو کہ امورِ مملکت و سلطنت کے اندر مسلمانوں نے مینارٹی کے ساتھ مشورہ تک کیا ہو۔ یہاں میرا کہنے کا مقصد یہ نہیں کہ پاکستان کے آئین کے اندر دیے گئے جو مینارٹیز کو حقوق ہیں میں ان کو

damage نہیں کرنا چاہتا بلکہ میرا یہ claim ہے کہ جس دین سے میں تعلق رکھتا ہوں، جس دین سے آپ تعلق رکھتے ہیں اور جس دین سے مسلمان تعلق رکھتے ہیں، اس دین نے جمہوریت، سیاست، رواداری، آزادیِ رائے اور حقِ خود ارادیت کا جو درس دیا ہے ادیانِ عالم میں اس کی نظیر اور مثال ملنا بہت ہی مشکل ہے۔

جناب والا! میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اس ملک کو بنے ہوئے 49 سال ہو رہے ہیں۔ 1956ء کا آئین بنا۔ میں اس پر بحث نہیں کرنا چاہتا کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ اس کے ساتھ کیا بیتی۔ وہ قانون کی ایک کتاب بنی تھی۔ اس کے ساتھ وہاں پر کیا ہوا اور پھر 1962ء کا آئین بنا۔ 1973ء کا متفقہ آئین اس وقت خدا خدا کر کے بنا اور قابل ذکر تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے 1973ء کے آئین کے اندر متفقہ طور پر دستخط کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ 1973ء کے آئین کے بنانے والوں کی بیٹی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے کسی ایسی بین الاقوامی سازش میں مبتلا ہو کر اپنے باپ کے بنائے ہوئے آئین کی نہ صرف دھجیاں بکھیریں بلکہ اس آئین کی اسلامی روح کو مسخ کرنے کے لیے اپنے دورِ اقتدار کے اندر جو کام کیا 48 سالہ پاکستان کی تاریخ کے اندر کسی بھی سربراہِ حکومت نے وہ کام سرانجام نہیں دیا اور ہماری یہ ریت بن چکی ہے کہ مغرب جو کہے ہمارا سر اس کے آگے خم ہو جاتا ہے، امریکہ جو کہے ہم اس کی بات کرتے ہیں۔ میں آپ کی وساطت سے اپنی حکومت کو یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جمہوریت کا سب سے بڑا دعویدار اور علمبردار اس وقت امریکہ ہے۔ امریکہ کی دو سو سالہ تاریخ میں برطانیہ کا سیکولر آئین ہے۔ دو سو سالہ امریکہ کی تاریخ میں رومن، کیتھولک، آتش پرست، بت پرست اور مسلمان اقلیتیں نہ ہی تو صدر منتخب ہو سکیں اور نہ ہی نائب صدر منتخب ہو سکیں۔ چونکہ امریکہ کے آئین کے اندر یہ تھا۔۔۔ایک تھا، میں عرض کروں، میں بھول گیا۔

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون، جناب والا! انھوں نے کہا ہے کہ امریکہ کی تاریخ میں کوئی رومن کیتھولک نہیں بنا، جان۔ ایف۔ کینیڈی بنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، چلو کوئی بات نہیں۔ آپ جاری رکھیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم: جان۔ ایف۔ کینیڈی کے ساتھ بھی جو حشر ہوا وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ آپ مجھے یہ فرمائیں کہ امریکہ کے آئین کے اندر اگر صدر کسی وجہ سے اپنے فرائض منصبی اور مملکتی انجام نہ دے سکتا ہو تو نائب صدر امور مملکت کے فرائض سرانجام دیتا ہے۔ پاکستان کے آئین کے اندر نائب صدر کا عہدہ نہیں ہے اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے سربراہ مملکت کو کوئی حادثہ پیش ہو جائے یا بیماری ہو یا کہیں رخصت پر باہر تشریف لے گئے ہوں تو ان کی جگہ قائم مقام سینٹ کا چیئرمین صدارت کے فرائض سنبھالتا ہے۔ مجھے یہ تو بتائیں کہ کیا پاکستان کے آئین کے مطابق ہر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والا وہ شخص جو اپنے علم اور اپنی loyalty کے پیش نظر اس عہدے پر پہنچ سکتا ہے یا نہیں پہنچ سکتا؟ آئین کہتا ہے کہ سینٹ کا چیئرمین مینارٹی سے ہو سکتا ہے' آئین کہتا ہے کہ نیشنل اسمبلی کا سپیکر مینارٹی سے ہو سکتا ہے۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ مینارٹی کے کیا یہ حقوق کم ہیں کہ اگر صدرِ مملکت کو کوئی ایسا حادثہ رونما ہو جائے تو وہ ملک کی صدارت کے فرائض سنبھال سکتا ہے۔ آپ کس مینارٹی کے حقوق کی بات کرتے ہیں؟ میں یہ کہتا ہوں کہ آئین کے اندر پہلے بھی یہ بات موجود ہے اور بہت سے سرکاری عہدوں پر میرے فاضل مینارٹی سے تعلق رکھنے والے افراد ملک کے مختلف عہدوں پر فائز رہے جس طرح کہ جسٹس جناب دراب پٹیل صاحب محترم وہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے جسٹس رہے ہیں۔ اسی طرح مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بھی ایک مینارٹی فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی اس ملک کے اندر رہے۔ وزیر اعلیٰ تک غیر مسلم ہو سکتا ہے۔ اب مجھے یہ تو آپ فرما دیں کہ اگر اس انتخابی اصلاحات کو مان ہی لیا جائے اور مینارٹی کو دوہرے ووٹ کا حق دے دیا جائے تو میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ ایک طرف تو مسلم اکثریت کو دوسرے درجے کا شہری بنانے کی گھناؤنی اور ناپاک سازش ہے جس سازش کا ہم خدا کے فضل و کرم سے ایوانوں سے لے کر بازاروں تک مقابلہ کریں گے۔ ہم اس کی اجازت نہیں دیں گے کہ کسی بھی اقلیت کو مینارٹی کے اوپر مسلط کر دیا جائے' ہاں آئین کے اندر ان کے جو بنیادی حقوق ہیں وہ انھیں ملنے چاہئیں' ان کو مذہبی آزادی ہونی چاہیے' ہم ان کی رواداری کے ساتھ ہیں' ان کی جان و مال' عزت و آبرو کے ہم امین ہیں' ہم محافظ ہیں۔ میں یہاں پر ایک حدیث quote کرنا چاہتا ہوں۔ نبی آخری الزمان فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ وسلم جس وقت دینِ اسلام کی تبلیغ کے لیے طائف کے اندر تشریف لے گئے تو کفار و مشرکین نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم پر اتنے پتھر پھینکے کہ آپ سرکارِ دو

عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا جوتا مبارک نہیں اتر سکتا تھا۔ جبرائیل، قرآن کے لفظ عرض کر رہا ہوں وحی لے کر نازل ہو گئے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبانِ رسالت سے ارشاد فرما دیجیے۔ آج انہوں نے جو آپ کے ساتھ کیا اللہ جہاں پر رحمت کرتا ہے وہاں پر اللہ کی قہاری اور جباری بھی مسلم حیثیت رکھتی ہے آج اللہ کو جوش غضب پر ہے اور غلط عروج پر ہے اے رسول فرما دیجیے کہ جن لوگوں نے آپ کے [illegible]ت حق کے سلسلے میں رکاوٹیں پیش کیں آج اللہ ان کو آسمان دنیا سے اٹھا کر نیچے پھینک دے گا تو میرے پیارے کملی والے آقا نے فرمایا۔ نہیں۔ اے فرشتے ' اللہ کو عرض کر دیجیے کہ تمہاری نصیحت یہی ہے کہ

وَمَا ارسلنک اِلارحمتہ للعلمین۔ اور بھیجا اللہ نے مجھ کو تمام جہانوں پر رحمت بنا کر۔

اب مجھے آپ یہ فرمائیں کہ جو رسول اغیار کی مصائب و مشکلات سے گزر کر بھی ان کے متعلق بددعا نہ کرتا ہو جو رسول اقلیتوں کو اتنے حقوق دے اور یہ کہے کہ اے مسلمانوں تمہاری اسلامی سلطنت اس وقت تک نہ جمہوری ہو سکتی ہے نہ اسلامی ہو سکتی ہے جتنی دیر تک کہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بات نہ کرو گے۔

جناب والا! جہاں تک اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بات ہے ہم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ میں ان کے ساتھ ہیں لیکن جہاں تک اس دوہرے ووٹ کو رائج کر کے پاکستان کے اندر مسلم اقلیت کو دوسرے درجے کا شہری بنا دینے کی فکر ہے ہم اس کی اس لیے بھی مخالفت کرتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے ایک یہ رائے آ رہی ہے کہ جناب والا! عورتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دے دیا جائے یہ ایک الگ پہلو ہے۔ یہ ایک الگ chapter ہے لیکن اگر اس پر بھی عمل کر لیا جائے تو جناب والا ایک غیر مسلم عورت کو بیک وقت تین ووٹ کاسٹ کرنے کا حق حاصل ہے اگر حکومت کی اس انتخابی اصلاحات کو مان لیا جائے ایک تو وہ minority کو ووٹ کاسٹ کر سکے گی ایک وہ اکثریت کو ووٹ کاسٹ کر سکے گی اور ایک وہ بحیثیت عورت ووٹ کاسٹ کرے گی اس طرح پاکستان کی مسلم اکثریت جو خواتین پر مشتمل ہو گی وہ دوسرے درجے کی شہری ہو گی اور مسلمان مرد تیسرے درجے کا شہری ہو گا۔ جناب والا! میں آپ سے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ہم پر الزام اور اتہام بازیاں باندھنے والے کہ ہم terrorists ہیں ہم fundamentalists ہیں ہم extremists ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا برطانیہ جس کا آئین اور قانون صرف You and your rights ہے

جو روایات اور عدلیہ کے فیصلوں کے اردگرد گھومتا ہے اس آئین کے اندر برطانیہ کا سربراہ مملکت یا اس کو آپ بادشاہ کہہ لیجیے وہ کون ہو سکتا ہے وہ چرچ آف انگلینڈ کا ممبر ہو سکتا ہے آپ کے آئین میں کہیں بھی سربراہ مملکت Mosque of Islamabad کا ممبر نہیں ہو سکتا یا کسی Religious Institution کا ممبر نہیں ہو سکتا صرف مسلمانوں کی اقتصادیات، مسلمانوں کی معاشیات، مسلمانوں کی تہذیب، مسلمانوں کے تمدن، مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو ختم کرنے کی سازش ہے اور یہ سازش نہ جمہوری ہے نہ اسلامی ہے نہ آئینی ہے نہ رواداری پر مشتمل ہے اس لیے عرض کرتا ہوں کہ آپ کے مروجہ آئین کے مطابق اقلیتوں کو اگر کچھ مسائل درپیش ہیں تو حضور والا! ان کی نمائندگی تو پہلے ہی ہاؤس کے اندر موجود ہے قومی اسمبلی کے اندر دس فاضل ارکان اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں سندھ کے اندر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے نو ممبر ہیں، پنجاب کے اندر آٹھ ممبران اسمبلی ہیں، سرحد اور بلوچستان کے اندر تین، تین ممبران اسمبلی ہیں تو یوں کل غالباً ۳۲ کے قریب ارکان اسمبلی اقلیتوں سے تعلق رکھتے ہیں اگر اسی ratio کی calculation کر لی جائے تو ۹۷ فیصد سے تعلق رکھنے والے افراد کی نمائندگی ان کی نمائندگی کے مقابلے میں ہاؤس کے اندر نمائندگی نہیں ہے۔ میں یہاں پر یہ وضاحت کرتا چلوں کہ شاید بعض اذہان و قلوب میں یہ بات ہو کہ ہم اقلیتوں کو دوسرے یا تیسرے درجے کا شہری بنانا چاہتے ہیں۔ جناب والا! ایسا نہیں۔ جناب اقلیتوں کو حکومت نے، آئین نے اور اسلام نے بنیادی طور پر جو حقوق دیے ہیں وہی کافی ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا حقوق دینا چاہتے ہیں کہ شاتمان رسول کو ۱۹۹۴ء میں out of turn رہا کروا کر پندرہ پندرہ ہزار ڈالر دے کر ملک عزیز پاکستان سے روانہ کیا گیا۔ جناب والا! اقلیتوں کو اس سے بڑے حقوق اور کیا ہو سکتے ہیں۔ ہم اس بات کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ پاکستان کی روح کو مسخ مت کرو خدا را پاکستان کا سیاسی، جمہوری اور عدالتی سسٹم کو تو آپ نے تباہ برباد کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے آئے دن سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کی جو رولنگ ہوتی ہے ---- میں جناب والا! آپ سے اس ملک کے ایک شہری کی حیثیت سے پوچھتا ہوں آپ پھر یہ فرمائیں گے کہ فضل کریم، چونکہ یہ مسئلہ نیشنل اسمبلی کا ہے آپ پنجاب اسمبلی میں اس کو discuss نہیں کر سکتے تو جناب والا! یہ وفاق کی بات ہے کہ جہاں پر سپریم کورٹ آف پاکستان کے چیف جسٹس کی رولنگ کا احترام نہ ہو گا اس ملک کو چلانے کے لیے کیا عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں۔ پاکستان خدا خدا کر کے ہم نے حاصل کیا تھا لیکن خدا کی قسم اس ملک کو دونوں ہاتھوں سے

لوٹا گیا اس ملک کو تباہی اور بربادی کے کنارے پہنچایا گیا۔ جمہوری روایات کو تباہ و برباد کیا گیا۔ جناب سپیکر! اس اسمبلی کو معرض وجود میں آئے ہوئے اڑھائی سال ہو گئے ہیں آپ مجھے بتائیں کہ اس مقننہ کا کیا مقصد ہے ایوان بالا اور نیشنل اسمبلی کے اندر آج تک کتنی قانون سازی ہوئی۔ کتنے اہم نوعیت کے معاملات آئے ۔ حکومت نے آج تک کون سے آرڈیننسوں کے علاوہ بل بنا کر اسمبلی کے اندر پیش کئے صرف اس لیے کہ حکومت ان بلوں کے لیے اسمبلی میں دو تہائی کی اکثریت حاصل نہیں کر سکتی یہ میرے نقطۂ نظر کے مطابق پنجاب اسمبلی ' سندھ' سرحد ' بلوچستان اور قومی اسمبلی اپنی افادیت اس لیے بھی کھو بیٹھی ہے کہ آج تک کوئی قابل ذکر قانون سازی نہیں ہوئی اور سارے کا سارا work آپ کے سامنے ہے۔ آپ آئین کے محافظ ہیں' آپ قانون کے محافظ ہیں۔ اس ہاؤس کے محافظ ہیں آپ custodian ہیں۔ آپ ذرا دل کی آنکھ سے دیکھ کر بتائیں گے کہ جن وجوہ کے پیش نظر یہ جمہوری نظام اور یہ اسمبلیاں معرض وجود میں آئی تھیں کیا انھوں نے اپنی افادیت کو پورا کیا یا نہ کیا۔ یقیناً افادیت کو پورا نہ کر سکیں اور ایسی صورت میں میں جناب سپیکر! صرف یہی کہوں گا کہ ان انتخابی اصلاحات میں جہاں پر شناختی کارڈوں کا مسئلہ ہے۔ حکومت یہ بہانہ کر رہی ہے کہ جعلی شناختی کارڈ بن جائیں۔ اڑھائی سال تک جو حکومت شناختی کارڈوں کو درست نہ کر سکے جعل سازی کو ختم نہ کر سکے مجھے اس سے غرض نہیں۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ پہلی حکومت نے جعلی شناختی کارڈ بنائے جو حکومت اڑھائی سال عرصہ میں جعلی شناختی کارڈ ختم نہ کر سکی۔ اس کو ملک کا عنان اقتدار سنبھالنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ صرف یہ کہہ کر کہ شناختی کارڈ کا مسئلہ ہم اس لیے حل کر رہے ہیں کہ جعلی شناختی کارڈ بنے ہوئے ہیں۔ بھئی آؤ! ہم آپ کو دعوت فکر و عمل دیتے ہیں۔ اگر آپ ملک کے اندر صحیح جمہوریت چاہتے ہیں تو شناختی کارڈ کے سلسلہ میں لیڈر آف اپوزیشن سے بات کیجیے ۔ ایکٹنگ لیڈر آف اپوزیشن پنجاب اسمبلی کے ہیں ' آپ ان سے بات کریں ' ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن یہاں پر تشریف فرما ہیں ' آپ ان سے بات کر سکتے تھے۔ لیکن نہیں۔ یہاں پر گفت و شنید سے معاملات کو طے کرنے کی بجائے ایک ایسے گھناؤنے پروگرام پر عمل ہو رہا ہے جو وفاق کی جڑیں ہلا رہا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے پیچھے ایک ایسی سازش کارفرما ہے جو پاکستان کے نظریات کو آج تک عملی طور پر تسلیم و منظور نہیں کرتی لہٰذا یہ میری چند ایک معروضات تھیں۔ دل تو یہ کہتا تھا کہ آئین اور بہت سے دیگر حوالہ جات جو میرے پاس موجود ہیں اقلیت کو آئین نے کیا حقوق دیا اور یہ کس حد تک

جا سکتے ہیں۔ اور اللہ کے فضل سے جائیں۔ ان کے حقوق کا جہاں تک تعلق ہے پوری اپوزیشن، پوری جمعیت علمائے پاکستان اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی ضامن ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اقلیتوں کو جو حقوق آئین نے دیے ہیں ان پر عمل کرو۔ آخر میں یہ کہتا ہوں۔ جناب سپیکر! "تم جھوٹی بات کو سچائی کا لبادہ مت اڑھاؤ اور حق بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرو"۔ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ سازش امریکہ میں تیار ہوئی۔ یہ سازش برطانیہ کے اندر تیار ہوئی لیکن اپوزیشن نے خدا کے فضل و کرم سے اس بات کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ اس ایوان میں بھی ہم موجودہ حکومت کی اس غیر آئینی، غیر جمہوری، غیر اسلامی اور غیر روائتی انتخابی اصلاحات کو مسترد کریں گے، مسترد کریں گے، مسترد کریں گے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جناب سپیکر! آج دنیا چاند پر پہنچ گئی اور میرے پیارے آقا نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ اللہ نے بزبان رسالت ارشاد فرمایا۔ سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیتنا۔ انہ ھوالسمیع البصیر۔ چونکہ سرکار عقل کل کے مالک ہیں اور جس وقت اللہ نے سب دنیا کو پیدا کرنا تھا تو یہ عقل قلیل کی اعلیٰ معراج عقل سلیم کی اللہ نے رکھی تھی۔ ننانوے فیصد اجزاء میں سے ایک فیصد جز اللہ نے دنیا میں انسانوں کی عقل میں پیدا فرمایا ---------

جناب قائم مقام سپیکر، آپ میری بات سنیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، جناب سپیکر! یہی تو بات ہے کہ جب بھی قرآن پاک کی آیت پڑھ لیں تو آپ کا دل دہل جاتا ہے۔ میں کس اسمبلی میں جا کر قرآن پڑھوں۔ میں یہودیوں کی اسمبلی میں جا کر قرآن پڑھوں، وہاں پر بھی ضیاء الحق نے قرآن پڑھا تھا۔ نوے کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کی تھی آپ یہاں قرآن پاک پڑھنے سے کیوں روک رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ! میں نے آپ کو بائیس منٹ دے دیے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، آخری بات کر کے ختم کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں آپ کی بات نہیں مانتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ شیلا بی چارلس!

صاحبزادہ محمد فضل کریم، میں آپ کے حکم کا ادب اور احترام کرتے ہوئے مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا

و گرنہ میں کچھ اور بھی دلائل دیتا۔

جناب قائم مقام سپیکر : بڑی مہربانی! صاحبزادہ صاحب نے تقریر بڑی اچھی کی ۔ میں ان کی تعریف کرتا ہوں لیکن جب بھی پندرہ منٹ سے آگے بڑھے تو یہ اپنی بات کو اس قدر tempo پر لے جاتے تو میں سمجھتا کہ یہ اختتامی بات ہے۔ میں خاموش رہتا۔ اختتام کے بعد پھر یہ آگے شروع کر دیتے۔ تو اس طرح یہ سات منٹ مجھ سے لے گئے۔ آخر بائیس منٹ کے بعد مجھے بولنا پڑا۔ کیونکہ اگر میں نہ بولوں تو آپ خود ہی کہتے ہیں کہ آپ ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم : جناب سپیکر! یہ سب کچھ ہم نے آپ ہی سے سیکھا ہے۔ آپ ہمارے استاد محترم ہیں' ہاؤس کے کسٹوڈین ہیں۔ جو آپ کا behaviour ہے وہی ہمارا ہے۔

محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس : جناب سپیکر! میں آپ کی بڑی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا لیکن میری اپوزیشن سے ایک گزارش ہے کہ مہربانی کر کے میری بات سن لیں۔ بیشک بعد میں اس کا جواب دے دیں لیکن میری تقریر میں مجھے interrupt نہ کریں کیونکہ میں نے ان کی تقریر میں کوئی interruption نہیں کی ۔

جناب قائم مقام سپیکر : آپ خاتون ہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا احترام کریں گے۔

محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس : اور جس میرے بھائی نے دس بارہ منٹ اوپر لیے ہیں اگر آپ اجازت دیں تو وہ دس بارہ منٹ میں اپنی تقریر میں اور بڑھا دوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : آپ اپنی تقریر شروع کریں۔

محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس : جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں کہوں گی کہ میرے بھائی نے اقلیتوں کے بارے میں اتنی اچھی تقریر کی' اتنی اچھی تقریر کی۔ کیا ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ آج جموں کشمیر میں وہی اقلیت پس رہی ہے جس کے لیے آج ہم رو رہے ہیں' یہ رو رہے ہیں' اقلیت رو رہی ہے۔ تو کیا ان کے دل میں یہ بات نہیں آئی کہ ہم بھی انھیں اقلیتوں میں سے ہیں جن کے بارے میں انھوں نے ایسی باتیں کہی ہیں۔

جناب امتیاز احمد : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں شیلابی چارلس کی تصحیح کرنا چاہتا ہوں کہ جموں کشمیر میں مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں۔ کشمیر ہمارا وطن ہے اور ہم نے وہ لینا ہے ۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں اس پہ ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، اگر اقلیتیں ہمارے ساتھ چل کر کوشش کریں گی تو ہم ان کو خراج تحسین پیش کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جو پوائنٹ آف آرڈر فاضل رکن نے کیا ہے اسی طرح کی مختلف باتیں تھیں جو صاحبزادہ کی تقریر میں تھیں جو سرکاری بنچز کو ناپسند تھیں۔ لیکن کسی نے interrupt نہیں کیا کہ پوائنٹ آف آرڈر پہ کھڑا ہو کر یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ نہیں ہونا چاہیے وہ ہونا چاہیے۔ اس لیے میں نے آپ کو پہلے بھی کہا تھا کہ خدا کے واسطے اس ہاؤس میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے interruption نہ کی جائے۔ انھوں نے جانتے بوجھتے کہ یہ نہیں بنتا interrupt کیا۔ انھوں نے استدعا کی تھی کہ مجھے interrupt نہ کیا جائے۔ لہٰذا میں امید کرتا ہوں کہ آپ خواہ مخواہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں کریں گے۔ مہربانی شکریہ!

محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس، جناب سپیکر! محترمہ بے نظیر بھٹو صاحب وزیر اعظم پاکستان کی بے حد شکرگزار ہوں کہ بڑے عرصے کے بعد آج اس ملک میں دہرے ووٹ کی مثال قائم ہوئی ہے اور جس پر میں سمجھتی ہوں کہ یہ ہمارا حق تھا۔ اور بڑی دیر تک ہم اس حق کے لیے لڑتے رہے ہیں اور آج میں محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو خراج تحسین پیش کرتی ہوں جنھوں نے اس ایشو کو اٹھایا اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس ایشو کو آخر تک پہنچائیں گے۔ جناب سپیکر! دہرے ووٹ کی بات ہوئی تو میں یہ نہیں سمجھتی کہ ان کا حق چھین کر ہمیں دیا جا رہا ہے۔ دہرے ووٹ کی بات یہ ہے کہ ہمارا حق بھی ان کو دیا جا رہا ہے۔ تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ اگر اقلیتوں کا ووٹ ان کے ساتھ چلا جائے گا اور ہم مل کر چلیں گے تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں بلکہ اس میں اور strength کی بات ہے۔ میں یہ سمجھوں گی کہ یہ ضیاء کا دور تھا۔ ایک ڈکٹیٹر شپ تھی جس میں انھوں نے ہم اقلیتوں کو علیحدہ نکال کر پھینک دیا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا کہ آج نوکریوں میں بھی ہم علیحدہ ہیں۔ آج ہم ہر ترقیاتی کاموں میں بھی علیحدہ ہیں اور میں یہ سمجھتی ہوں کہ ضیاء الحق regime میں ہمارے ساتھ سراسر زیادتی کی گئی تھی۔ جناب سپیکر! ہم پاکستانی ہیں، میں پاکستانی ہوں، میں پیدا پاکستان میں ہوئی، میں زندہ پاکستان میں رہی ہوں، میں مروں گی بھی پاکستان میں۔ یہ میرا دعویٰ ہے۔ آج یہ ہمیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم اقلیت ہیں۔ میں نے اپنے آپ کو کبھی اقلیت نہیں سمجھا۔ میں نے ہمیشہ اپنے آپ کو پاکستانی سمجھا اور میں اکثریت میں ہوں۔ جناب

سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ اکثریت اور اقلیت کا کوئی تعلق ہی نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ جو دہرے ووٹ کی بات ہے یہ ہمارے لیے بے حد مفید بات ہے اور یہ آپ کے لیے بھی مفید ہے۔ کسی وقت آپ کو ہماری ضرورت پڑے گی اور کبھی ہمیں آپ کی ضرورت پڑے گی۔

جناب سپیکر! دیکھیں، جب ہماری لڑکیاں اغوا ہو جاتی ہیں تو ہم کس کے پاس جائیں کیونکہ ہم نے ان کو ووٹ نہیں دیا ہوتا۔ جب ہمارا دہرا ووٹ آئے گا تب ہم حقدار ہوں گے کہ ہم اکثریت کے پاس جا کر بھی اپنا رونا رو سکتے ہیں کہ ہماری لڑکیاں abduct کی گئی ہیں اور وہ واپس کی جائیں اور ان پر قانونی کارروائی کی جائے۔ جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہ سمجھتی ہوں کہ اس ملک میں پاکستان بنا۔ جب قائد اعظم نے پاکستان بنایا تو انھوں نے مسلمان، عیسائی، ہندو سکھ پارسی میں کوئی تمیز نہیں کی تھی۔ تو میں سمجھتی ہوں کہ اگر یہ قائد اعظم کے پیروکار ہیں تو ان کو بھی کوئی فرق پیدا نہیں کرنا چاہیے۔ یہ میری ان سے التجا ہے۔ کیونکہ قائد اعظم نے ہر چیز اصول کی بنا پر کی تھی۔ حضرت قائد اعظم نے عیسائیوں کو بھی پاکستان میں حصہ دیا تھا۔ اگر یہ سوچ شروع سے ہوتی تو کیا پاکستان میں عیسائی رہتے، مسلمان رہتے، ہندو رہتے، سکھ رہتے یا احمدی رہتے۔ میں نہیں سمجھ سکتی۔ اس لحاظ سے میں سمجھتی ہوں کہ دہرے ووٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جناب سپیکر! میں اس کے بعد یہ کہوں گی کہ اگر ہم اکثریت اور اقلیت مل کر چلیں، اتحاد سے چلیں، محبت سے چلیں تو کیا یہ پاکستان ایک مضبوط پاکستان نہیں بن سکتا۔ یہ میں دعوٰی سے کہتی ہوں کہ کوئی بھی شخص اس ملک کو ہلا نہیں سکتا۔ جناب سپیکر! میں یہ کہوں گی کہ سیٹوں کی بات آئی۔ 1947ء سے لے کر آج تک اقلیتوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا رہا۔ جو آٹھ سیٹیں پنجاب اسمبلی میں اقلیتوں کو ملیں وہ آج کے دن تک وہی ہیں۔ آبادی کو دیکھیں کہ کتنی بڑھ چکی ہے لیکن اقلیتوں کے پاس صرف آٹھ سیٹیں ہیں۔ ہم کن کن کو پورا کریں، کن کن لوگوں کے کام کریں۔ جن لوگوں تک ہم پہنچ نہیں سکتے۔ کیا میں یہ پوچھ سکتی ہوں کہ کیا وہ یتیم ہیں۔ کیا ان کا خدا مر چکا ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ جو ہماری آٹھ سیٹیں ہیں ان کے بارے میں اگر حلقہ بندی کرنی ہے تو ضرور کریں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس میں ہمیں بھی آسانی ہو جائے گی۔ لیکن جناب سپیکر، یہ میری استدعا ہے کہ اگر حلقہ بندی ہو تو اس میں ہماری سیٹیں بڑھائی جائیں۔ اور اگر ہماری سیٹیں نہیں بڑھائی جا سکتیں تو ہمیں حلقہ بندی بالکل نہیں چاہیے۔ کم از کم یہ میری رائے ہے۔ ہمیں حلقہ بندی نہیں چاہیے اگر ہماری سیٹیں حلقہ بندی میں بڑھائی نہیں جا سکتیں۔

جناب والا! اب میں شناختی کارڈ کی طرف آتی ہوں۔ میرے بھائی نے یہ کہا کہ شناختی کارڈ بڑا ضروری ہے۔ کیا میں ان سے پوچھ سکتی ہوں کہ جو الیکشن گزر گئے ہیں اس میں کتنے جعلی شناختی کارڈز بنے اور کتنے جعلی ووٹ ڈالے گئے؟ میں دعوے سے کہہ سکتی ہوں کہ ہر شخص نے ایمانداری سے ووٹ نہیں ڈالے بلکہ بہت سارے ووٹ جعلی شناختی کارڈز کے ذریعے ڈالے گئے۔ میں یہ بھی کہوں گی کہ اس میں بھی ہماری اقلیت پستی ہے۔ وہ ایسے کہ بڑے لوگوں کے پاس اتنی رقوم ہیں' اتنے لوگ ہیں کہ وہ پیسے دے کر رجسٹریشن آفس میں اپنے آدمی بھجوا کر شناختی کارڈز بنوا سکتے ہیں لیکن اقلیت کے وہ غریب عوام جو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں نہیں جا سکتے' جو ایک گاؤں سے شہر نہیں آ سکتے' جن کو ایک وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی تو وہ شناختی کارڈ بنوانے کے لیے کیسے آئیں گے؟ آپ آج بھی دیکھ سکتے ہیں' چیک کر سکتے ہیں کہ کتنے جعلی شناختی کارڈز بنے ہوئے ہیں اور اصل شناختی کارڈز کتنے کم ہیں۔ میں یہ کہوں گی کہ اگر شناختی کارڈ والی رسم دور ہو جائے تو یہ کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔ جناب والا! اس پاکستان میں ہر شخص کو واحد ایک خدا پر ایمان رکھنا چاہیے۔ اگر وہ ووٹ ڈالنے جاتا ہے تو وہ خدا کو حاضر ناظر جان کر جائے' اگر وہ کوئی کام کرتا ہے تو خدا کو حاضر ناظر جان کر کرے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ خدا کو کچھ نہ سمجھے بلکہ انسان کو سب کچھ سمجھے' وہ سینیٹر کو ہی سب کچھ سمجھے' وہ پنجاب اسمبلی کا ممبر بننے کی ہی خواہش رکھے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی نظر سے گرا کر دو چار جعلی ووٹ بھگتائے۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ سراسر غلطی ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اب میں آخر میں عورتوں کے ووٹ کی طرف آتی ہوں۔ میرے بھائی نے بھی عورتوں کے ووٹ کے بارے میں بات کی ہے میں بھی اس سے متعلق تھوڑا سا تبصرہ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے بھائی نے کہا کہ عورتوں کو تین ووٹوں کا اختیار ہے۔ ایک لیڈیز ووٹ کا' دوسرا اقلیتی ووٹ کا اور تیسرا عام ووٹ کا۔ جناب سپیکر! میں تو ان کی خدمت میں صرف یہ کہوں گی کہ جب عورتیں میدان جنگ میں آ جاتی ہیں تو مرد کیوں گھبرا جاتے ہیں؟ میں کہتی ہو کہ ایک عورت کا مقابلہ کرنے کے لیے' اقلیتی عورت کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ میدان جنگ میں آئیں۔ یہ آ کر بتائیں کہ یہ کیسے چلتے ہیں۔ میں کہتی ہوں کہ عورت عورت ہی ہے۔ جناب والا! آج ہماری وزیراعظم بھی ایک عورت ہے اور آپ دیکھیں کہ وہ پورا پاکستان' پورا ملک چلا رہی ہیں۔ یہ بے شک جو مرضی کہتے رہیں لیکن میں پھر بھی یہی کہوں گی کہ یہ ایک عورت ہی کی ہمت ہے کہ اس نے ضیاء الحق regime کی ڈکٹیٹر شپ کا مقابلہ کیا۔ میں یہ

کہوں گی کہ کسی بھی ملک کو سدھارنے میں وقت لگتا ہے اگر ہم آہستہ آہستہ کوشش کرتے رہے تو ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب یہ ملک سدھر جائے گا اور اس ملک میں سے فریب، جھوٹ اور بے ایمانی ختم ہو جائے گی۔ جناب سپیکر! میں آخر میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ میرے بھائی نے اقلیتوں کی بڑی سیٹیں گنوائی ہیں کاش وہ اقلیت کی بجائے majority کی سیٹیں بھی ہمیں بتائیں کہ بلوچستان میں کتنی ہیں، پنجاب میں کتنی ہیں، سرحد میں کتنی ہیں اور سندھ میں کتنی ہے۔ یہ ٹوٹل کر کے ہمیں بتادیں کہ آیا وہ ہمارا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جناب والا! آج میں اس stage پر یہ کہنا چاہتی ہوں کہ اقلیت مقابلہ کرے گی اور ان کے ساتھ مل کے رہے گی یہ نہیں رکھنا چاہتے تو نہ رکھیں لیکن ہم ان کے ساتھ مل کر چلنا چاہتے ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

سید ظفر علی شاہ : جناب سپیکر! ابھی محترمہ شیلا بی چارلس صاحبہ تقریر فرما رہی تھی جس میں وہ میدان جنگ اور عورتوں کا ذکر کر رہی تھیں۔ عورتوں کے حقوق کے بارے میں تو ہم اکثر بات کرتے ہی رہتے ہیں ----------

جناب قائم مقام سپیکر : سید ظفر علی شاہ صاحب! آپ 45 منٹ تو پہلے ہی بول چکے ہیں۔ اب آپ پھر کھڑے ہو گئے ہیں۔ تشریف رکھیں میں اجازت نہیں دیتا۔

سید ظفر علی شاہ : جناب والا، میں تو صرف میدان جنگ کے حوالے سے زرداری صاحب کا ایک شعر سنانا چاہتا ہوں اور وہ کیا خوب شعر ہے کہ "جنگ کھیڈ نئیں ہوندی زنانیاں دی "------

جناب قائم مقام سپیکر : شاہ صاحب، آپ کو شعر اچھا نہیں لگتا۔ خواجہ صاحب کے منہ سے اچھا لگتا ہے۔ آپ چونکہ ماہر قانون ہیں اس لیے آپ تشریف رکھیں۔

سید ظفر علی شاہ : جی بہتر ہے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر : جی آفریدی صاحب فرمائیے۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی : جناب والا! محترمہ شیلا بی چارلس نے کہا تھا کہ مجھے 22/23 منٹ دیں لیکن یہ تو 10/11 منٹ میں ہی بس فارغ ہو گئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں نہیں یہ درست نہیں ہے۔

محترمہ ڈاکٹر شیلابی چارلس : جناب والا ! یہ کہتے ہیں کہ میں 10/11 منٹ میں ہی فارغ ہو گئی ہوں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ میں نے کام کی باتوں میں 11 منٹ لیے ہیں جبکہ انھوں نے بیکار کی باتوں میں وقت ضائع کیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : بہت شکریہ۔ اب میرے پاس لسٹ میں میاں عثمان ابراہیم کا نام ہے لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ تابش الوری صاحب کو پہلے تقریر کرنے دیں تو تابش الوری صاحب! آپ ذرا وقت کا بھی ضرور دھیان رکھیے گا کیونکہ سارے دوستوں کو accommodate کرنا ہے۔

سید تابش الوری : شکریہ۔

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

جناب سپیکر ! انتخابی اصلاحات نے ملک میں سنجیدہ بحث کا ایک نیا موضوع فراہم کر دیا ہے۔ یہ اصلاحات ابھی محض تجاویز کی حیثیت رکھتی ہیں جن تجاویز پر اتفاقِ رائے ہو جائے گا وہ قبولیت عامہ اختیار کر لیں گی اور جو تجاویز ناپسندیدہ ٹھہریں گی وہ مسترد کر دی جائیں گی ۔ میرے نزدیک ان انتخابی اصلاحات میں سے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ایک ہی روز انتخابات اور الیکشن campaign کے دوران بڑے بڑے پوسٹرز، بینرز اور ہورڈنگز پر پابندی دونوں بہت اچھے پہلو ہیں جس کے نتیجے میں نہ صرف حکومتی اخراجات کم ہوں گے بلکہ انتخابی اخراجات اور صرفے میں بھی خاصی کفایت ہو گی اور ہمارے مہنگے انتخابی عمل کو کسی حد تک ارزاں ہونے کا موقع ملے گا لیکن جناب والا ! اقلیتوں کو دہرے ووٹ کا حق ، ایک امیدوار کی موت کی شکل میں دوسرے امیدوار کی کامیابی اور شناختی کارڈ کی شرط کا خاتمہ ایسے پہلو ہیں جنھیں پیپلز پارٹی کے سوا ملک کی تمام بڑی بڑی سیاسی پارٹیوں نے مسترد کر دیا ہے اور رائے عامہ کی بڑی واضح اکثریت نے اس کے خلاف اپنا فیصلہ صادر کر دیا ہے۔ جناب والا! ہم یقین رکھتے ہیں کہ اسلام اور آئین کے مطابق اقلیتوں کو جو حقوق، جو مفادات اور جو مراعات حاصل ہیں ہم اس کی بہ صمیم قلب حمایت اور تائید کرتے ہیں اور انھیں یقین دلاتے ہیں کہ اقلیتوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے مسلم لیگ سینہ سپر ہو کر اپنی آئینی ، شہری اور سیاسی ذمہ داریاں پوری کرے گی لیکن دہرے ووٹ کے حق کی تجویز کسی صورت میں منطقی اعتبار سے ، سیاسی اعتبار سے ، جمہوری اعتبار سے قابل عمل نہیں ہو سکتی۔ دہرے ووٹ کا حق قرآن و سنت ، نظریۂ پاکستان ، ملکی آئین اور قومی و ملکی تقاضوں کے

منافی ہے اور قوم موجودہ حکمرانوں کو پاکستان کی سالمیت کے خلاف ایک بار پھر حملہ کرنے اور اسلام اور آئین سے غداری کرنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں دے گی۔ جناب سپیکر! جہاں تک قرآن و سنت کا تعلق ہے ـــــــ

وزیر اوقاف(چودھری محمد شاہ نواز چیمہ)، پوائنٹ آف آرڈر!

جناب قائم مقام سپیکر، یہ سیٹ آپ کی ہے؟

وزیر اوقاف، جی میری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، میرے خیال میں یہ سیٹ آپ کی نہیں ہے۔

وزیر اوقاف، جناب آپ چیک کر لیں سیٹ نمبر 34 میری ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، اچھا جی آپ پر اعتماد کرتے ہیں۔

وزیر اوقاف، جناب سپیکر! میں الوری صاحب دی بے حد عزت کرناں اور اس اسمبلی دے وچ مینوں توقع نہیں سی کہ اوہ غلط بیانی کرن گے تے جھوٹ مارن گے۔ لہذا اوہ جھوٹ مار رہے نیں اور میں احتجاجاً پنج منٹ لئی واک آؤٹ کرناں۔

(اس مرحلے پر وزیر اوقاف چودھری محمد شاہ نواز چیمہ ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جناب قائم مقام سپیکر، اکرام اللہ خان نیازی! آپ جائیں اور فاضل رکن کو لے کر آئیں۔ جی تابش صاحب!

سید تابش الوری، جناب سپیکر! انھوں نے کس بات پر واک آؤٹ کیا ہے؟

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' صاحبزادہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں ـــــ تابش صاحب کو تقریر کرنے دیتے ہیں؟

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم، جناب والا! صبح آپ نے مجھے بولنے کی اجازت نہیں دی "تو اللہ کی مشیت کو جوش آ گیا اب انھیں بلا لیں کہ اللہ کے غضب سے ڈریں"۔ تابش صاحب ٹھیک بات کر رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' تابش صاحب!

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر دو نکتوں پر ہے ۔ ایک تو یہ کہ آپ نے ابھی ہاؤس سے یہ کہا تھا کہ جب سپیکر بول رہے ہوں تو براہ مہربانی بیچ میں مداخلت نہ کریں اور پوائنٹ آف آرڈرز وغیرہ نہ اٹھائیں تو ظاہر ہے کہ منسٹر صاحب اس کی خلاف ورزی کر گئے ہیں۔ دوسرا یہ ہے کہ آپ نے صبح کے اجلاس میں جھوٹ کے لفظ کو ریکارڈ سے حذف کر دیا تھا۔ تابش صاحب نے تو اب تک کوئی ایسی بات نہیں کی جس میں جھوٹ کا اظہار ہو۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میرے خیال میں انھوں نے سنجیدگی سے بات نہیں کی وہ غیر سنجیدہ سی بات کر کے چلے گئے ہیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، پھر تو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ غیر سنجیدہ بات کو حذف کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ کم از کم آپ کو بھی پتا ہو گا کہ وہ غیر سنجیدہ تھے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، تو پھر اسے کارروائی سے حذف کر دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ غیر سنجیدہ تھے اس لیے ہم ان کی بات کو سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ جی تابش صاحب!

سید تابش الوری ، جناب سپیکر! میں نے تین بنیادوں پر دہرے حقوق کی تجویز کی مخالفت کی ہے۔ قرآن و سنت کے اعتبار سے نظریہ پاکستان کے اعتبار سے ، آئین کے اعتبار سے اور ملکی اور قومی تقاضوں کے اعتبار سے۔ جہاں تک قرآن و سنت کا تعلق ہے ایک اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو تمام شہری اور بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں لیکن کسی صورت میں انھیں مسلمانوں پر فوقیت، فضیلت اور ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ اسلام کے تمام مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ اقلیتوں کو امتیازی مقام یا دہرے ووٹ کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ میرے فاضل دوست صاحبزادہ فضل کریم نے اس پہلو پر بڑی تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے لہذا میں انھیں نہیں دہراؤں گا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ یہ تجویز تمام مکاتب فکر کے مطابق صریحاً قرآن وسنت کے خلاف ہے اور اسلامی تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور اسلامی تاریخ کیا پوری دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے جہاں اقلیت کو دہرے ووٹ کا حق دیا گیا ہو۔ آج یورپ جمہوریت کا سب سے بڑا champion ہے۔ یورپ میں بھی

اور دنیا کے کسی اور ملک میں بھی اقلیت کو سپیشل گروپ یا کسی مخصوص طبقے کے اعتبار سے کہیں بھی دہرے ووٹ کا حق نہیں دیا گیا۔ مجھے بتایا جائے کہ دنیا میں کوئی ایسا ملک موجود ہے جہاں اقلیت کو دو ووٹ کا حق حاصل ہے۔ وہ عیسائی مملکتیں بھی ہیں اور دوسری یہودی مملکتیں بھی ہیں لیکن سپیشل گروپ کو دہرے ووٹ کا حق نہیں دیا گیا۔ ہم غالباً یورپ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے بھی آگے بڑھ کر کوئی نیا کارنامہ انجام دینا چاہتے ہیں۔ جناب والا! بھارت دنیا کی سب سے بڑی سیکولر جمہوریت ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ مذاہب میں یقین نہیں رکھتے اور وہ سیکولر ازم کی بنیاد پر حکومت کر رہے ہیں لیکن کیا بھارت میں بھی اقلیت کو دہرے ووٹ کا حق دیا گیا ہے؟ کیا وہاں اقلیت کو ایک مخصوص رعایت دے کر انھیں الگ اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق دیا گیا ہے؟ جناب والا! ہم نے تو ان کے لیے الگ نشستیں مخصوص کر کے دنیا کی دوسری جمہوریتوں سے' ترقی یافتہ ممالک سے بھی ایک بڑی رعایت دی ہے چونکہ اگر ان کے لیے نشستیں مخصوص نہ کی جائیں تو وہ ایک نشست پر بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ یہ وہ حق ہے جو ترقی یافتہ جمہوری سیکولر حکومتوں نے بھی نہیں دیا اور پاکستان نے انھیں یہ حق دے رکھا ہے۔ جناب والا! جہاں تک نظریہ پاکستان کا تعلق ہے سب جانتے ہیں کہ قومی تشخص اور جداگانہ طرز' انتخاب نظریہ پاکستان کے بنیادی اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ مسلم لیگ نے قائد اعظم علیہ رحمۃ کی قیادت میں ایک طویل جنگ کے بعد انگریز اور ہندو کو شکست دے کر جداگانہ طرز انتخاب کا مطالبہ منوایا تھا اور جداگانہ انتخاب کے ذریعے ہی مسلم لیگ نے انتخابات میں بے مثال کامیابی حاصل کر کے پاکستان کے خواب کو حقیقت بنایا تھا۔ جناب والا! اب جداگانہ انتخاب کے خاتمے کا فیصلہ نظریہ پاکستان کے خاتمے کا فیصلہ ہے۔ اگر مخلوط انتخابات ہی صحیح ہیں' اگر مخلوط انتخابات ہی ہمارے مسائل کا حل ہیں تو پھر متحدہ بھارت میں کیا خرابی تھی؟ متحدہ بھارت میں بھی مخلوط انتخاب رائج تھا لیکن ہم نے جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا اور اسی کی بنیاد پر آج ہم پاکستان میں ایک جمہوری اور اسلامی مملکت کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جناب والا! اگر مخلوط انتخاب ہی اچھا تھا تو پھر پاکستان بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ پاکستان تو بنا ہی جداگانہ طرز انتخاب پر تھا۔ بنا ہی جداگانہ تشخص پر تھا۔ اس لیے آج ہم اس سے انحراف کر کے نظریہ پاکستان سے انحراف کر رہے ہیں۔ جناب والا! ہم خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ قوم حکمرانوں کو برصغیر کی اسلامی تحریکوں اور نظریہ پاکستان کی اساس کو ملیا میٹ نہیں کرنے دے گی اور ہم آخری دم تک پاکستان کے نظریات کے لیے اور قائد اعظم کے افکار کے لیے بھرپور

جہاد اور جدوجہد کریں گے۔ جناب والا! جہاں تک آئین کا تعلق ہے، آئین کی تمہید اور آرٹیکل 227 میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس مملکت میں قرآن و سنت کے مطابق عمل ہو گا اور کوئی قانون قرآن و سنت سے متصادم نہیں بن سکے گا اور پھر آرٹیکل 25 میں کہا گیا ہے کہ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں، اور ان کے درمیان کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جائے گا۔ تمام شہریوں کو حیثیت اور مواقع میں مساوات حاصل ہو گی۔ آئین ہی کے آرٹیکل 51 اور 106 کے تحت قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں اقلیتوں کے لیے علیحدہ نشستیں مخصوص کر دی گئی ہیں تاکہ ان کی نمائندگی ہو سکے ان کی ترجمانی ہو سکے اور قومی اور صوبائی اداروں میں اپنا آئینی شہری اور سیاسی کردار ادا کر سکیں۔ جناب والا! آئین کی ان واضح تشریحات کی روشنی میں یہ ممکن نہیں ہے کہ پاکستان ایسی اسلامی مملکت میں ایک مسلمان کو تو ایک ووٹ کا حق حاصل ہو اور ایک غیر مسلم کو دو ووٹ کا حق حاصل ہو۔ لہٰذا دہرا ووٹ کھلم کھلا آئین کی خلاف ورزی ہے۔ جناب والا! جہاں تک قومی اور ملکی تقاضوں کا تعلق ہے دہرا ووٹ بڑے خطرناک چیلنجوں اور نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان نفرت اور علیحدگی کا ایک بڑا عامل ایک بڑا سبب مخلوط انتخابات بھی تھے جن کے ذریعے اقلیتیں balancing power بن گئی تھیں اور انہوں نے بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کو اپنی balancing power کے ذریعے یرغمال بنا لیا تھا اور بالآخر آپ نے دیکھا کہ ان اقلیتوں نے مخلوط انتخابات کے ذریعے اثر انداز ہو کر مشرقی پاکستان کو پاکستان سے الگ کروا لیا۔ پاکستان کی موجودہ عدم استحکام کی صورت حال میں، جب کسی جماعت کو تنہا اکثریت حاصل نہیں ہے۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ موجودہ صورت حال میں، موجودہ پاکستان میں کسی ایک سیاسی جماعت کو قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلیوں میں واضح اکثریت حاصل نہیں ہے۔ کیا کوئی محب وطن یہ چاہے گا کہ ملک کی سیاست و حکومت مستقل طور پر اقلیتوں کے رحم و کرم پر چلی جائے اور وہ طاقت کا توازن بن کر اپنے ووٹ کی بنیاد پر پاکستان کی بڑی جماعتوں کو بلیک میل کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جناب سپیکر! ہم کسی صورت میں بھی یہ اجازت نہیں دے سکتے کہ اقلیتیں اپنی طاقت کے توازن کو استعمال میں لا کر بڑی بڑی سیاسی جماعتوں کے منشور اور دستور کو موم کی ناک بنا دیں، اور جس طرح سے چاہیں منشور اور دستور کے کھیل کھیلتی رہیں۔ جناب والا! ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ اقلیتوں کے انتخابات اور معاملات میں مسلمان دوٹر کوئی مداخلت نہ کریں اور مسلمانوں کے معاملات میں

اقلیتوں کو اثر انداز ہونے کا کوئی حق نہ دیا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، ایک منٹ کے اندر آپ wind up کیجیے ۔

سید تابش الوری : جناب والا! انتخابی اصلاحات کا ایک اور پہلو جو متنازعہ پہلو ہے وہ شناختی کارڈ کی شرط کا خاتمہ ہے۔ جناب والا! شناختی کارڈ کی سکیم بھٹو دور میں رائج کی گئی تھی اور اس کا مقصد یہ بیان کیا گیا تھا کہ ہر شخص کے لیے شناخت کی خاطر ایک کارڈ ہونا چاہیے جس کا ہر شہری کے لیے رکھنا لازم اور قانونی قرار دیا گیا۔ پچھلے کئی انتخابات میں رائے دہی کے وقت شناختی کارڈ کی شرط برقرار رہی ہے جس کے نتیجے میں آپ سب اتفاق کریں گے کہ جعلی ووٹنگ میں بہت حد تک کمی واقع ہوئی۔ مگر حکومت یہ مضحکہ خیز موقف اختیار کر رہی ہے کہ شناختی کارڈ کی شرط رکھنے سے جعلی اور بوگس ووٹنگ میں اضافہ ہو جائے گا۔ چونکہ بوگس شناختی کارڈ بنا لیے جاتے ہیں' اگر شناختی کارڈ بنائے بھی جا رہے ہیں تو یہ بھی سرکاری درباری لوگ کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حزب اختلاف کے لوگ تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ بوگس شناختی کارڈوں کا اعتراف خود حکومت کی نااہلی کا اعتراف ہے چونکہ ان کا ایک مخصوص محکمہ شناختی کارڈ جاری کرتا ہے اور اگر وہ جعلی شناختی کارڈ جاری کرتا ہے تو ان کا محاسبہ ہونا چاہیے اور اس کی اصلاح ہونی چاہیے۔ جناب والا! شناختی کارڈ کی شرط کا خاتمہ بنیادی طور پر دھاندلی اور جعلی ووٹنگ کو کھلی دعوت دینے کے مترادف ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ جناب آپ کو بیس منٹ ہو گئے ہیں ۔

سید تابش الوری ، جناب والا! میں اس سلسلے میں آخری بات یہ کہوں گا کہ اگر یہ سکیم غلط اور بے کار بنائی گئی تھی تو پھر اس سکیم پر اربوں روپے جو اب تک خرچ ہو چکا ہے وہ تاوان کی شکل میں اس سکیم کے نافذ کرنے والوں سے وصول کیا جانا چاہیے۔ اگر سرکاری کاموں کے لیے شناختی کارڈ ضروری ہے تو پھر رائے دہی کے لیے شناختی کارڈ کی شرط کس طرح سے ختم کی جا سکتی ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ الیکشن کمشن ایک غیر جانب دار ادارہ ہے اور بیگم بے نظیر بھٹو نے 1993ء میں خود یہ مطالبہ کیا تھا کہ چیف الیکشن کمشنر حزب اختلاف کی مشاورت سے بنایا جانا چاہیے تاکہ وہ غیر جانب دارانہ طور پر اپنا کردار ادا کر سکے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس وقت انتخابی فہرستیں بھی غلط بنائی جا رہی ہیں ناقص بنائی جا رہی ہیں اور ان میں دھاندلی کی جا رہی ہے۔ اسی طرح سے انہیں ایسی تجاویز پیش کرنی چاہئیں جس کے نتیجے میں ملک میں غیر جانب دارانہ منصفانہ انتخابات عمل میں آ سکیں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر : جناب ریاض حشمت جنجوعہ!

چودھری محمد فاروق : جناب والا! میں اتنی دیر سے انتظار کر رہا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے آپ کا نام پکارا تھا لیکن آپ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ ان کے بعد آپ کو موقع دیا جائے گا۔ مجھے بیلنس بھی کرنا ہے اور آپ کو درمیان میں رکھنا ہے۔

چودھری محمد فاروق : جناب والا! مجھے فلور دیا بھی گیا تھا اور اس وقت ایوان کے ماحول کی وجہ سے میں بات نہیں کر سکا تھا۔

جناب قائم مقام سپیکر : چھ بج کر چوبیس منٹ پر نماز کا وقت ہوگا۔ میں چھ بج کر بیس منٹ پر نماز کے لیے وقفہ کر دوں گا۔ ریاض حشمت جنجوعہ!

جناب ریاض حشمت جنجوعہ : اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

گلوں کی باس چمن کا نکھار زندہ رہے
دعا کرو کہ سرشت بہار زندہ رہے
ہزار بار میں پیوند خاک ہو جاؤں
میرا وطن میرے پروردگار زندہ رہے

ذی جاہ و ذی وقار جناب سپیکر! آج یہ معزز ایوان وفاقی کابینہ کی اعلان کردہ انتخابی اصلاحات پر اپنے خیالات خدشات اور احساسات کا اظہار کر رہا ہے۔ ایک ایسے مرحلہ پر جب کہ اپوزیشن کے فاضل اراکین ان انتخابی اصلاحات کو اپنی تند و تیز تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

جناب والا! میں بھی آپ کی اجازت سے عوامی نمائندگی کے قانون میں مجوزہ تبدیلیوں پر اپنی معروضات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ جناب والا! پاکستان میں انتخابی نظام اور قوانین میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ الیکشن کمشن کو بااختیار اور باوقار بنانے کی خواہش اور ضرورت کا احساس ہر دور میں کیا جاتا رہا ہے۔ زیر بحث انتخابی اصلاحات ' میرے ملک میں جمہوریت اور انتخابات کے مستقبل پر دور رس اثرات مرتب کریں گی۔ اس لیے میری یہ گزارش ہے کہ ان انتخابی اصلاحات کو جمہوری اور سیاسی عمل کے بعد فریقین کے لیے قابل قبول بنایا جائے۔ تاکہ آئندہ آنے والے انتخابات کہ غیر جانب دار شفاف اور قابل قبول ہونے کی ضمانت دی جا سکے۔ آج ہر محب وطن پاکستانی کی یہ خواہش ہے کہ پاکستان میں ایسی انتخابی اصلاحات نافذ کی جانی چاہییں کہ جو دھاندلی کے نئے راستے کھولنے کی

بجائے دھاندلی کے پرانے راستوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مسدود کر دیں۔

جناب والا! وفاقی کابینہ نے انتخابی اصلاحات کے نام سے جن تجاویز کا اعلان کیا ہے ان کے مطابق اقلیتوں کو دہرے ووٹ کا حق دیا گیا ہے۔ ووٹ کاسٹ کرتے وقت قومی شناختی کارڈ دکھانے کی پابندی ختم کر دی گئی ہے۔ کسی امیدوار کے دوران انتخاب انتقال کر جانے کی صورت میں انتخابات ملتوی نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات ایک ہی دن کروانے کی تجویز منظور کی گئی ہے۔ جناب سپیکر! کسی بھی انسان کا بنایا ہوا قانون صحیفہ آسمانی نہیں ہوتا کہ جس میں سرمو ترمیم یا تجدید کی اجازت نہ ہو بلکہ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں عصری تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق ترمیم و تنسیخ کا عمل جاری رہتا ہے۔ جناب والا! وفاقی کابینہ نے اپنے طور پر عوامی نمائندگی کے قانون میں جن ترامیم کا اعلان کیا ہے وہ کوئی حرف آخر نہیں ہیں۔ بلکہ قومی اسمبلی میں عوام کے منتخب نمائندے بحث و تمحیص کے بعد قانون سازی کے عمل سے گزرنے کے بعد ان انتخابی اصلاحات کی حتمی منظوری دیں گے۔ اور اس کے بعد ایک قانونی مراحل سے گزرنے کے بعد یہ اصلاحات Representation of People Act 1976 میں شامل تصور ہوں گی۔ جناب والا! جہاں تک اقلیتوں کو دہرے ووٹ دینے کا تعلق ہے تو 1973ء کا متفقہ آئین مخلوط انتخابات کا علمبردار تھا۔ اقلیتوں کو عام انتخابات میں مسلم ووٹروں کی ہمراہ، مسلم نمائندوں کے ووٹ دینے کا حق تھا۔ اور اقلیتوں کو اسمبلیوں میں نمائندگی دینے کے لیے عورتوں کی طرح بالواسطہ انتخابات کا طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ جس میں 14 مارچ 1985ء کو ایک فرد واحد نے ایک صدارتی فرمان جاری کرکے اس کے ذریعے سے ترمیم کرکے اقلیتوں کو جداگانہ انتخابات اور ان کی جداگانہ حیثیت کا احساس دلایا۔ اور اس کے بعد ایک غیر جماعتی اسمبلی کو بلیک میل کرکے اس صدارتی حکم کی validation کرائی گئی اور اس طرح اقلیت پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اپنی جداگانہ حیثیت کے احساس سے دوچار ہوئی۔ جناب والا! ایک محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے میں عرض کر رہا ہوں کہ حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ جب تک آٹھویں ترمیم کو ختم کرکے 1973ء کے متفقہ آئین کے مطابق اقلیتوں کو ووٹ دینے کا حق نہیں دیا جاتا اس وقت تک قانون سازی کے ذریعے اقلیتوں کو دہرے ووٹ کا حق دے دیا جانا چاہیے۔ جناب والا! جس طرح کہ پاکستان کے کونے کونے میں آباد کشمیری مہاجرین کو پاکستان کے عوام کے ساتھ مربوط رکھنے کے لیے پاکستانی عوام کے ساتھ ان کے تعلق کو جوڑنے کے لیے دہرے ووٹ کا حق دیا گیا ہے۔ ایک طرف تو کشمیری مہاجرین

آزاد کشمیر کی مجلس قانون ساز کے لیے اپنا ووٹ استعمال کرتے ہیں اور دوسری دفعہ وہ پاکستان کے عام انتخابات میں اپنا ووٹ استعمال کرتے ہیں۔ جناب والا! اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کو مقامی سطح پر جو مسائل درپیش ہوتے ہیں ان کو حل کرنے کے لیے وہ مقامی نمائندوں کی خدمات حاصل کریں۔ یہ بات نہ صرف کشمیری مہاجرین کے مفاد میں ہے بلکہ پاکستان کے بھی مفاد میں ہے اسی طرح جناب والا اقلیتیں جو پاکستان کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جن کا حلقہ انتخاب قومی اسمبلی کی صورت میں پورا پاکستان اور صوبائی اسمبلی کی صورت میں پورا صوبہ ہوتا ہے۔ ان اقلیتوں کے اگر جائز مفادات کے تحفظ کے لیے ' ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ' ان کو قومی دھارے میں شامل رکھنے کے لیے دہرے ووٹ کا حق دے دیا جائے تو یہ بات نہ صرف اقلیتوں کے مفاد میں ہو گی بلکہ میرے وطن کے بھی مفاد میں ہو گی اور اقلیتوں کو اپنے روز مرہ کے مسائل کے حل کے لیے اپنے اقلیتی نمائندوں تک دور دراز کی مسافتوں کی صعوبتیں برداشت کرنے کی بجائے مقامی نمائندوں تک رسائی حاصل کرکے اپنے مسائل حل کرا سکیں گی۔ جناب والا! میرا دین جو کہ ایک ترقی پسند دین ہے وہ بھی اقلیتوں کو بار بار حقوق دینے کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہماری اقلیتیں ملازمتوں' تعلیم اور سیاسی شعبوں میں اپنی حق تلفی کا شکوہ نہ کریں اور اقلیتوں کے نمائندے ان ایوانوں میں اپنے حقوق کے لیے صدائے احتجاج بلند کرتے نظر نہ آئیں۔ اگر اقلیتیں پرسکون ہوں گی اگر اقلیتیں خوش حال ہوں گی تو میرے وطن کا وقار دنیا میں ترقی پسند اسلامی ریاست کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آئے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! میرے ملک میں انتخابات کی تاریخ ہمیشہ متنازعہ رہی ہے ' ایک دوسرے پر جھرلو اور دھاندلی کے الزامات انتخابی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہیں۔ لیکن جب سے میں ایک سیاسی کارکن کی حیثیت سے پاکستان میں جمہوری عمل کا ایک شاہد ہوں۔ میں نے یہ جانب داری کے ساتھ محسوس کیا ہے کہ پاکستان میں جمہوری عمل پر مسلسل پابندی ' آئین کی منسوخی ' بنیادی حقوق کی معطلی ' حق تحریر و تقریر پر پہرے ' دار و رسن کی آزمائشیں ' جیلیں قید کوڑے اور شاہی قلعے سیاسی کارکنوں کا مقدر رہے ہیں۔ مارشل لاء کی کوکھ سے جنم لینے والی مجلس شوریٰ غیر جماعتی اسمبلی اور بلدیاتی انتخابات منعقد کرانے کا صرف ایک ہی مقصد تھا کہ کسی طرح پاکستان کے غریب عوام کو حق قیادت سے محروم رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے جناب والا! کہ قومی دولت کو بے دریغ لوٹنے والوں کو ' قومی دولت اور قومی خزانے کو لوٹنے والوں کی تاج پوشی مارشل لاء کے ولی عہد کے طور پر کروائی

گئی۔ کرپشن کے طوفان میں میرے ملک کے پورے جمہوری عمل کو کمرشل لائز کر دیا گیا۔ اور اس صورت حال میں جناب والا! آج میرے ملک کی سیاست پر ایک ایسا طبقہ حکومت کر رہا ہے جس کی موجودگی میں ایک ایک حلقہ انتخاب میں کروڑوں روپے انتخابی مہم پر خرچ کرنا عام آدمی کے بس کا روگ نہیں رہا۔ جاگیردار سرمایہ دار کے مقابلے میں کسی عام آدمی کا الیکشن لڑنا ایک دیوانے کا خواب ہوسکتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج میرے ملک کے اقتدار کے ان ایوانوں سے عوام کے حقیقی نمائندے ایک ایک کر کے بے دخل ہو رہے ہیں۔ جناب والا! میرے وطن میں ایک ایسا انتخابی معرکہ، ایک ایسا انتخابی شعبدہ بازی کا منظر بھی چشم فلک نے دیکھا کہ جب ایک نگران حکومت نے ایک مخصوص سیاسی جماعت کے نامزد امیدواروں کو حکومت کے خزانہ آمرہ سے کروڑوں روپے ترقیاتی فنڈ کے نام پہ دے کر انھیں ملازمتوں کے کوٹے دے کر ان کے حلقہ انتخاب میں ان کی مرضی کی انتظامیہ دے کر ایک بہت بڑا ڈرامہ رچایا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس پری بیلٹ دھاندلی کے نتیجہ میں میرے ملک کے کئی معراج خالد عاشق ڈیالوں کے مقابلہ میں ہار کر اس ملک کے سیاسی منظر سے غائب ہوگئے۔ (حکومت کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! میرے ملک کی سب سے بڑی سیاسی دھاندلی تو یہ ہے کہ میرے ملک کا آئین ہر عاقل و بالغ شہری کو انتخابات لڑنے کا حق دیتا ہے لیکن انتخابی مہم کے دوران مراعات یافتہ طبقہ کے لوگوں کو لامحدود اخراجات کی اجازت دے کر عوام کا یہ حق دوسرے ہاتھ سے واپس لے لیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آج میرے ملک کے مظلوم اور محکوم طبقے ایسے انتخابی نظام سے متنفر ہوچکے ہیں اور وہ طبقاتی نمائندگی کے نعرے بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ جناب والا! آج یہ صورت حال ہے کہ عوام کو ان موجودہ انتخابی نظام کے ذریعے سے اپنے نمائندے منتخب کرنے کا نہیں بلکہ اپنے آقا اور حکمران منتخب کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جناب والا! یہ صورت حال ہے کہ آج میرے ملک کے حقیقی وارث، میرے ملک کے مزدور اور کسان جو دکھ، بیماری، افلاس، بے روزگاری اور مہنگائی کی مستقل قید میں چلے آرہے ہیں۔ ان کے مسائل کا ذکر ان ایوانوں میں محض رسمی طور پر ہوتا ہے۔ جناب والا! اگر ہم چاہتے ہیں کہ میرے ملک کے بھوک کے مارے کسانوں، غریبوں، مفلسوں، بے کسوں اور بے سہاروں کے مسائل حل ہوں تو میرے ملک کے انتخابی نظام میں آج سب سے بڑی اصلاح کی ضرورت ہے۔ وہ یہ ہے کہ انتخابی اخراجات پر مکمل پابندی عائد کردی جائے اور الیکشن کمیشن اس بات کا اہتمام کرے کہ وہ سارے امیدواروں کو یکساں terms and condition پر الیکشن لڑنے کا موقع فراہم

کرے۔ جناب والا! تب کہیں یہ جا کر سوچا جاسکے گا کہ میرے ملک میں عوام کے غریبوں کے مسائل حل ہوں گے۔ حکومت نے ' وفاقی کابینہ نے جو فیصلے کیے ہیں جن میں انھوں نے لامحدود اخراجات پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے وہ اشتہاری مہم پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے قومی و صوبائی اسمبلی کے انتخابات ایک ہی روز منعقد کروانے کا فیصلہ کیا ہے۔ کہ یہ ایک تاریخی فیصلہ ہے یہ ایک مستحسن فیصلہ ہے۔ لیکن جناب والا! اس فیصلے سے اس قدر فائدہ ہوگا کہ قومی اسمبلی کے انتخابی نتائج صوبائی اسمبلی کے انتخابی نتائج پر اثر انداز نہیں ہوسکیں گے۔ اگر اس ملک میں ہم انتخابی اصلاحات لانے کے لیے مخلص ہیں تو پاکستان کے جمہوری اور سیاسی عمل سے ہمیں دولت کی یلغار کو ختم کرنا ہوگا اگر ہم یہ نہ کر پائے تو ہماری قومی سیاسی زندگی پر صرف کرپشن راج کرے گی اور جناب والا! عوام کی نظروں میں ان اصلاحات کی وقعت منافقت سے زیادہ نہیں ہوگی اور یہ اصلاحات status quo کو جاری رکھنے کی ایک سازش تصور ہوں گی۔ جناب والا! اگر ہمارے سیاسی عمل سے دولت کی عمل داری کو ختم نہ کیا گیا تو یہ انتخابی اصلاحات نہ صاف ہوں گی نہ شفاف ہوں گی اور یہ انتخابی اصلاحات اور انتخابی عمل نہ مفید ہوگا اور نہ عوام کو اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔ جناب والا! آپ کو میرے نظریات میں سرکشی کی جو جھلک نظر آتی ہے اس کے پیچھے جو حقیقت پنہاں ہے وہ صرف اتنی ہے کہ میرے ملک کا موجودہ انتخابی نظام میرے ملک کے مزدوروں' کسانوں کے لیے جو کہ قطعی اکثریت رکھتے ہیں سیاست کو شجر ممنوعہ بنا دیتا ہے۔ جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ جب میرے وطن کے بھوکوں کو اناج کی ضرورت ہوتی ہے تو سردی کی ٹھٹھرتی شاموں میں' گرمی کی تپتی دوپہروں میں کھیتوں کھلیانوں میں مشقت کے دکھ جھیل کر میرے ملک کا کسان اناج پیدا کرتا ہے جب میرے ملک کے ننگوں کو کپڑے کی ضرورت ہوتی ہے تو راتوں کو ملوں' کارخانوں میں جاگ جاگ کر اپنے خون پسینے کو کارخانوں کی چمنیوں سے دھواں بنا کے اڑا اڑا کر میرے ملک کا مزدور کپڑا پیدا کرتا ہے۔ جب میرے ملک کے بیمار کو دوا کی ضرورت ہوتی ہے تو میرے ملک کا مزدور کارخانوں کی بھاری بھرکم مشینوں کو اپنے فولادی ہاتھوں کے اشاروں پہ نچا نچا کے اس ملک کے بیمار کے لیے دوا پیدا کرتا ہے اور جب دشمن کے لشکر میرے مادر وطن کی سرحد پہ امڈ آتے ہیں تو ایک جانباز سپاہی کے روپ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے میرے ملک کے مزدور اور کسان کا بچہ اس ملک کی آبرو کو بچاتا ہے لیکن جب سیاست کی' جب انتخاب کی' جب الیکشن کی بات ہوتی ہے تو مراعات یافتہ طبقے کے لوگ موسمی پرندوں کی طرح اپنے بنگلوں سے نکل کر آجاتے ہیں۔ جناب

والا! میرے ملک میں ایسی انتخابی اصلاحات نافذ ہونے دیجیے جن کی موجودگی میں میرے ملک کا مزدور اور کسان سینہ تان کے یہ کہہ سکے کہ اگر ہم ملک کے بھوکوں کے لیے اناج پیدا کرسکتے ہیں اگر ہم ملک کے ننگوں کے لیے کپڑا پیدا کر سکتے ہیں اگر ہم ملک کے بیماروں کے لیے دوا پیدا کر سکتے ہیں اگر ہم جان کا نذرانہ دے کے مادر وطن کی آبرو کو بچا سکتے ہیں تو ہم اپنے مسائل حل کرنے کے لیے اسمبلیوں میں بھی جا سکتے ہیں۔ ملک کی سیاست کو بھی چلا سکتے ہیں۔ میرے ان سر کش ترانوں کی حقیقت ہے تو اتنی ہے کہ،

جب میں دیکھتا ہوں بھوک کے مارے کسانوں کو
غریبوں، مفلسوں کو، بے کسوں کو، بے سہاروں کو
حکومت کے تشدد کو، امامت کے تکبر کو
کسی کے چیتھڑوں کو اور شہنشاہی خزانوں کو
تو میرا دل تاب بزم عشرت لا نہیں سکتا
میں چاہوں بھی تو خواب آور ترانے گا نہیں سکتا

جناب قائم مقام سپیکر: نماز کے لیے ٹائم ہو رہا ہے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ابھی تو چند نکات پہ ہی بات ہوئی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: پھر ایک منٹ میں wind up کیجیے۔

میاں ریاض حشمت جنجوعہ: جناب والا! ایک منٹ میں کیا ہو سکتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب میں نماز مغرب کے لیے ہاؤس کو 6 بج کر 45 منٹ تک adjourn کرتا ہوں۔

(نماز مغرب کے لیے وقفے کے بعد جناب قائم مقام سپیکر 6 بج کر 47 منٹ پر کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب قائم مقام سپیکر: لاء منسٹر صاحب موجود ہیں۔ ٹائم طے ہوا تھا کہ دو گھنٹے انتخابی اصلاحات پر اور بعد کے دو گھنٹے زراعت اور اری گیشن پر ہوں گے۔ لیکن دو گھنٹے تو اب پندرہ منٹ کے بعد ہونے والے ہیں۔ کھوسہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں۔ اب بتایا جائے کہ انتخابی اصلاحات کو کس وقت تک چلانا ہے؟ آپ وائنڈ اپ کریں گے؟

وزیر قانون، جی ہاں' وائنڈ اپ تو ہو گی۔ کوئی نہ کوئی ہم میں سے کرے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر، اس لیے ان کو بھی کم از کم بیس تیس منٹ تو چاہییں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، کم از کم جو نماز کے لیے وقفہ کیا گیا ہے' جو کہ لازم تھا' اتنا تو ٹائم سیشن کا بڑھا دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آگے کر دیں۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم پھر ساڑھے سات تک چلے چلیں؟

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، اور پھر آگے ساڑھے نو تک چلے چلیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں تو دس بجے تک جانے کو تیار ہوں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، بڑا اچھا ہے جناب۔

جناب قائم مقام سپیکر، چلو' آٹھ بجے تک چلتے ہیں۔ تو انتخابی اصلاحات پر آٹھ بجے تک بحث جاری رہے گی۔ میں فاروق صاحب کو وقت دینا چاہتا تھا۔ تاج محمد خان زادہ صاحب نے مجھے یہ کہا ہے کہ میں نے اسلام آباد جہاز پر جانا ہے۔ جب میں یہاں سے گیا ہوں تو اس وقت۔ باقی دوست تو نماز پڑھ کے آ گئے ہیں۔ فاروق صاحب! پھر آپ شروع کریں۔ دس منٹ میں ختم کریں۔ اس کا مطلب ہے خان زادہ صاحب تشریف نہیں لائے۔ اب اس میں میری کوئی غلطی نہیں۔ جی' فاروق چودھری صاحب۔

بیرسٹر عثمان ابراہیم، مجھے بھی ٹائم دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کو ٹائم دوں گا ناں۔ میں نے آپ کے لیے تو آٹھ بجے تک کیا ہے۔

چودھری محمد فاروق، جناب سپیکر! شکریہ۔ آج زیر بحث موضوع انتخابی اصلاحات کا ہے۔ جناب سپیکر! یقیناً انتخابی قوانین' انتخابی نظام' انتخابی طریقہ کار نظام حکومت اور جمہوریت کے لیے لازم و ملزوم ہے۔ مجوزہ ترامیم جو انتخابی قوانین میں ابھی تک وفاقی کابینہ کے حوالے سے ہم تک پہنچی ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ انھیں انتخابی اصلاحات کا نام دیا جا سکتا ہے۔

سردار سکندر حیات خان، جناب سپیکر! خانزادہ صاحب آ گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی وہ تو آ گئے ہیں۔

سردار سکندر حیات خان، انھوں نے پنڈی جانا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' اس طرح تو پھر بڑی روایت قائم ہو جائے گی۔ خانزادہ صاحب آپ

نے کون سی فلائٹ پر جانا ہے؟

جناب تاج محمد خانزادہ، میں نے 7-40 پر جانا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ان کے بعد پھر آپ تقریر کر لیں۔ وہ اب شروع کر چکے ہیں اور یہ کوئی اچھی روایت نہیں ہے۔ جی فاروق صاحب۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! ہم تمام عوامی نمائندے ہیں جو اس وقت اس ایوان میں بیٹھے ہیں اور انتخابی عمل سے گزر کر ہی کوئی جمہوری نظام حکومت میں اسمبلیوں کے اندر آ کر اپنا کردار جمہوریت کے لیے ادا کرتا ہے اور ان انتخابات کے نتیجے میں کسی سیاسی جماعت کو یا اتحاد کو حکومت کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آمرانہ طریقہ کار سے حکومتی سیاسی جماعت ایسے انتخابی قوانین بنا دے کہ جس کے نتیجہ میں آئندہ انتخابات کے دوران وہ انتظامی گرفت کے ذریعے، کالے قوانین کے ذریعے، انتخابی قوانین کے ذریعے، جھرلو کے طریقے سے دوبارہ انتخابات جیتنے کا ارادہ کرے۔ ایک حکومت آج اگر کسی سیاسی جماعت کی ہے تو آئندہ انتخابات کے بعد کسی دوسری سیاسی جماعت کی حکومت آ سکتی ہے۔ جمہوریت کے لیے کیا ہی اچھا ہوتا کہ حکومتِ وقت، اقتدار میں بیٹھی ہوئی سیاسی جماعت، اقتدار میں بیٹھی ہوئی قیادت اپوزیشن راہنماؤں کو بھی اعتماد میں لیتی اور انتخابی قوانین میں تبدیلیاں افہام و تفہیم سے کی جاتیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کی تجاویز کے ذریعے، ایسے بیوروکریٹس کے ذریعے یا حکومتی مالی مفادات جن لوگوں کو پہنچ رہے تھے ان کے ذریعے انتخابی قوانین میں ترامیم کر دی گئی ہیں اور تجویز کر دی گئی ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان انتخابی ترامیم کے ذریعے ملک کی سالمیت اور ملک کے استحکام کے خلاف ایک سازش کی گئی ہے۔ طے شدہ مسائل کو متنازع بنا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! غیر مسلموں کو دو ووٹ دینے کے بارے میں آئین کے حوالے دینے سے پہلے میں ایک ایسے ایشو کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں جو ابھی تک فاضل مقررین کی طرف سے نہیں چھیڑا گیا۔ ان ترامیم میں ایک ترمیم یہ رکھی گئی ہے کہ انتخابات کے روز یا اس سے پہلے اگر کوئی امیدوار قتل ہو جاتا ہے، مر جاتا ہے، زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے تو انتخابی عمل جاری رہے گا، انتخاب کالعدم قرار دینے کی بجائے انتخابی عمل جاری رہے گا اور کوئی دوسرا امیدوار انتخاب میں حصہ لینے والا الیکشن جیت جائے گا۔ یہ انتخاب کے نام پر اور انتخابی قوانین کے نام پر ملک کے اندر خانہ جنگی پیدا

کرنے کی ایک سازش ہے' ملک کو انارکی کی طرف دھکیلنے کی ایک سازش ہے اور جب انتخابی میدان لگے گا تو اس وقت بدمعاش رکھنے والے' غنڈہ عناصر رکھنے والے لوگ شریف امیدواروں کو قتل کروا دیں گے۔

معزز ممبران حزب اختلاف : (نعرہ ہائے تحسین)

پھر ایسی صورتحال پیدا ہو جائے گی کہ اگر کسی حلقے کے اندر ایک مضبوط امیدوار ہے اور اس کے بارے میں واضح پوزیشن ہے کہ یہ امیدوار 70 فیصد ووٹ لے لے گا' 60 فیصد ووٹ لے لے گا تو اس کے مقابلے میں دوسرا امیدوار اگر انتہائی کمزور ہے' پورے حلقہ انتخاب سے اگر وہ صرف 10 ہزار ووٹ لیتا ہے تو ایسی صورت میں وہ امیدوار اپنے کسی آدمی کے ذریعے' اپنے کسی پالتو بدمعاش کے ذریعے یا کسی غنڈہ عناصر کے ذریعے اس مضبوط امیدوار کو قتل کروا دے گا اور 10 ہزار یا 5 ہزار ووٹ رکھنے والا اس ایوان میں آ جائے گا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسی ترمیم ہے جس کے ذریعے کسی بھی حلقہ انتخاب میں اکثریت رکھنے والا کوئی شریف شخص آئندہ انتخابی ایوانوں میں نہیں آ سکے گا۔ ان جمہوری ایوانوں میں نہیں آ سکے گا۔ اس طریقہ سے آیا حکومت بدمعاشوں' غنڈوں اور قاتل لوگوں کے لیے کیا ان ایوانوں کو خالی کروانا چاہتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں مستقبل کا کیا نقشہ بنے گا؟ آج تو حکومت کے ذہن میں یہ بات ہے کہ اس کے پاس انتظامی گرفت ہے' وہ کسی اپوزیشن کے امیدوار کو اور اپوزیشن جماعتوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو قتل کروا دیں گے اور ان کا راستہ اسمبلیوں میں پہنچنے سے روک دیں گے لیکن اس طریقہ سے مضبوط اکثریت رکھنے والے لوگوں کے راستے کے اندر دیوار نہیں کھڑی ہو گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شریفانہ سیاست اور اس جمہوریت کے راستے میں ایسی دیوار کھڑی ہو جائے گی جس کو کراس کر کے پیپلز پارٹی بھی دوبارہ ان ایوانوں میں نہیں آ سکے گی۔

معزز ممبران حزب اختلاف: (نعرہ ہائے تحسین)

ایک امیدوار قتل ہوتا ہے اور اس کے قتل کا پرچہ شاید پیپلز پارٹی کی قیادت نے یہ نہیں سوچا کہ اس پارٹی کا چیئرمین' اس پارٹی کا سربراہ ایک قتل کے مقدمہ میں پھانسی لگ گیا' جب انتخابات کے عمل کے دوران امیدوار قتل ہوں گے تو جس پارٹی کا امیدوار قتل ہو گا وہ دوسری پارٹی کی قیادت کے خلاف پرچہ درج کرا دے گا۔ کون کون تختہ دار پر پہنچے گا؟ کون کون ان ایوانوں کا راستہ دیکھ سکے گا؟ کون اپنی اکثریت کی وجہ سے ان ایوانوں میں پہنچ سکے گا؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومتی نمائندے جو آج یہاں پر اکثریت کی بنیاد پر مشیر بننے کی وجہ سے' وزیر بننے کی وجہ سے' حکومتی مفادات اٹھانے کی وجہ سے آج

ان ترامیم کے خلاف آواز نہیں اٹھا رہے خدا نہ کرے' خدا نہ کرنے کہ ایسی ترامیم کی وجہ سے کہیں یہی لوگ اس ایوان کا منہ نہ دیکھ سکیں اور ان کا چہرہ انتخابات کے بعد کوئی دوسرا بھی نہ دیکھ سکے۔

معزز ممبران حزب اختلاف، ہوش کرو' ہوش کرو۔

ہوش کریں' یہ ہوش کے ناخن لیں' اپنی قیادت کو یہ بات سمجھائیں کہ اس ملک کے اندر امن عامہ کی بحالی سیاستدانوں کی ذمہ داری ہے' حکومتوں کی ذمہ داری ہے۔ آج کے انتخابی قوانین یہ ہیں کہ اگر کوئی nomination papers جمع ہو جائیں' nomination papers جمع کرانے کی تاریخ گزر جائے تو قتل کی بجائے اگر کوئی امیدوار فوت بھی ہو جائے تو انتخابی عمل رک جاتا ہے اور انتخابات کے بعد سارے لوگوں کو ان جمہوری ایوانوں کے اندر پہنچنے کے لیے اس حلقہ انتخاب کے لوگوں کو ایک موقع فراہم کر دیا جاتا ہے لیکن اس طریقے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت نے صرف ایک جھرلو ترمیم کے ذریعے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک قاتل ترمیم کے ذریعے اس صوبے کے اندر انتخابات کے دوران' اس ملک کے اندر انتخابات کے دوران قتل و غارت اور خون ریزی کا ایک بازار کھولنے کا فیصلہ کیا ہے جسے ہمیں مل کر روکنا چاہیے۔ ان ممبروں کو بھی روکنا چاہیے اور اپوزیشن کے ساتھیوں کو بھی روکنا چاہیے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! کہتے ہیں کہ اقلیتوں کو دو ووٹ دے کر ہم سرخرو ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سرخروئی پاکستان کے عوام کے اندر سرخروئی کی کوئی کوشش نہیں ہے۔ یہ غیر ملکی آقاؤں اور غیر مسلم آقاؤں کے سامنے سرخرو ہونے کی ایک کوشش ہے لیکن یہ کوشش بھی ایک سازش ہے۔ ہمارے ملک کے اندر بسنے والی اقلیتوں کے ساتھ ایک زیادتی ہے' اگرچہ انھیں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔ اگر یہ اقلیتوں کو خوش کرنا چاہتے ہیں' کہتے ہیں کہ نیشنل اسمبلی کا حلقہ بہت بڑا ہے تو جتنی سیٹیں ہیں' ملک کے اندر پورے صوبہ کو اقلیت کے لیے حلقہ انتخاب رکھنے کی بجائے اس کو سیٹوں کی تعداد کے مطابق آبادی کی بنیاد پر تقسیم کر دیں۔ اگر پنجاب کے اندر آٹھ سیٹیں ہیں تو پورے صوبہ پنجاب کو اقلیت کے لیے حلقہ انتخاب رکھنے کی بجائے جہاں جہاں آبادی زیادہ ہے اس آبادی کی بنیاد پر آٹھ صوبائی حلقہ انتخاب برائے اقلیت کے لحاظ سے اسے تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن جناب سپیکر! ان تمام تبدیلیوں اور بالخصوص جو وفاقی حکومت اور کابینہ نے تجاویز پیش کی ہیں ان کے لیے آئین میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔

جناب والا! میں آپ کے سامنے ---------

وزیر مواصلات و تعمیرات ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جب میرے بھائی وزیر قانون تھے اور ادھر تھے تو ان کا موقف کچھ اور تھا اور اب ادھر ہیں تو ان کا موقف کچھ اور ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ ایسے ہی ہوتا ہے ..... جی چودھری صاحب!

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں آئین پاکستان.....

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب والا! پہلے آپ خود ہی فرما دیں کہ کیا یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر ، یہ بنتا ہی نہیں۔ میں نے بھی ان کو یہی کہا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ سے میری دوبارہ درخواست ہے.....

جناب قائم مقام سپیکر، اگر کوئی کھڑا ہو جائے تو میں کیا کروں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، جناب والا! آپ نے خود ہی رولنگ دی تھی کہ کسی سپیکر کو اس کی تقریر کے دوران interrupt نہیں کیا جائے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے ان کا وہ پوائنٹ آف آرڈر treat ہی نہیں کیا۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ ، شکریہ۔ جناب۔ لیکن آئندہ بھی تھوڑا سا اجتناب کیا جائے۔

وزیر مواصلات و تعمیرات، [*****]

وزیر قانون ، جناب والا! آپ کی وساطت سے میری فاضل اراکین اپوزیشن سے درخواست ہے کہ جب ان کے ساتھی ایسے ہی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوتے ہیں یہ ان سے بھی استدعا کیا کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے یہی کہا تھا کہ ایسے ہی ہوتا ہے یعنی جب ادھر ہوتا ہے تو وہ کچھ اور ہوتا ہے اور جب ادھر ہوتا ہے تو کچھ اور ہوتا ہے۔ یہ میں نے ایسے ہی کہا تھا۔

رانا محمد اقبال خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جناب وزیر مواصلات و تعمیرات اپنے ضمیر کے مطابق بات کر رہے ہیں۔ جناب پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمارے وزیر صاحب کو اتنی تمیز ہونی چاہیے کہ جب کوئی مقرر اپنی تقریر کر رہا ہو تو کم از کم وزیر کو اس قسم کی مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔ ان کو یہ بھی سکھایا جائے۔

***(بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

دوسرے جناب والا! انہوں نے ایک ایسی بات کی ہے جو ہم پر ناگوار گزری ہے۔ انہوں نے کہا کہ [* * * * *] جناب سپیکر! ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کروایا جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، انہوں نے کیا کہا؟ میں نے تو یہ نہیں سنا۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب والا! ان کے یہ الفاظ ریکارڈ میں آ چکے ہیں۔ یہ انہوں نے بات کی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، کیا کہا ہے؟

رانا محمد اقبال خان ، انہوں نے کہا کہ [* * * * *] جناب والا! اس سے تو ہمارے جذبات مجروح ہوئے ہیں ۔ تو میں احتجاج کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، اگر ایسے الفاظ کہے گئے ہیں تو یہ حذف کر دیے جائیں ۔

وزیر مواصلات و تعمیرات ، جناب والا! یہ پہلے ہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے ----

جناب قائم مقام سپیکر ، چلو۔ بیٹھیں Now you are a minister. Behave like a minister.

MINISTER FOR COMMUNICATION AND WORKS: Sir, I will But I hope they also stand by their words.

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ یہ ایک رائے ہے۔ دیکھیں۔ یہ ایسے ہی ہوتا ہے۔ جب آدمی ادھر ہوتا ہے اس نے گورنمنٹ کا موقف پیش کرنا ہوتا ہے۔ جب ادھر ہوتا ہے تو اس نے اپنا موقف پیش کرنا ہوتا ہے۔ دونوں اطراف سے اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے ایسا کرنا پڑتا ہے۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! آپ انہیں ہدایت فرمائیں کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، رانا صاحب! آپ بیٹھیں۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں نے عرض کیا کہ یہ دہرے ووٹ کاسٹ کی غیر آئینی ترمیم ہے۔ میں آئین کے آرٹیکل نمبر ۵۱ کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہوں گا جو یہ ہے۔

*** (بحکم جناب قائم مقام سپیکر حذف کیا گیا)

51 (1) The National Assembly shall consist of two hundred and seven Muslim members to be elected by direct and free vote in accordance with law....

(2) A person shall be entitled to vote if ..

(a) he is a citizen of Pakistan;

(b) he is not less than twenty-one years of age;

(c) his name appears on the electoral roll;

اور جناب سپیکر اس کے بعد آرٹیکل ۶۲ اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تو اس میں Qualifications for membership of Majlis-e-Shoora (Parliament) کے بارے میں ہے جو یہ ہے۔

62. A person shall not be qualified to be elected or chosen as a member of Majlis-e-Shoora (Parliament) unless . . .

(a) he is a citizen of Pakistan;

(b) he is, in the case of National Assembly, not less than twenty-five years of age and is enrolled as a voter in any electoral roll for election to a Muslim seat or a non-Muslim seat as the case may be in that Assembly;

جناب سپیکر! اس کا جو مطلب آتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ وقت کا ضرور خیال رکھیں۔ آپ یہ نہ سمجھنا کہ آپ وزیر قانون کی حیثیت سے بات کر رہے ہیں۔ آپ وقت کا ضرور خیال رکھیں۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں سپیکر کا رد عمل بھی سمجھتا ہوں۔ جہاں میں بیٹھا ہوں وہاں مجھ سے کوئی کیا سلوک کرے گا ------

جناب قائم مقام سپیکر ، وقت کا خیال ضرور رکھیے گا۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! میں نے بطور سپیکر آپ کی کبھی حکم عدولی نہیں کی۔

جناب قائم مقام سپیکر ، مہربانی۔

چودھری محمد فاروق ، لیکن وفاقی حکومت کے فیصلے کے نتیجے میں اس غیر آئینی ترمیم کو میں آئین

کے تابع قرار نہیں دے سکتا۔ جناب سپیکر! جو کسی ووٹر لسٹ کے مطابق ووٹ دینے کا اہل ہے وہ اس کے مطابق الیکشن لڑنے کا اہل ہے اور اگر غیر مسلم، مسلم اقلیت کو ووٹ دے سکتا ہے تو وہ مسلم سیٹ پر الیکشن بھی لڑ سکتا ہے اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو پھر اس کے لیے بھی آئین میں تبدیلی ضروری ہے۔ جناب سپیکر! یہ غیر آئینی تبدیلیاں اس وقت وفاقی حکومت اپنے مفادات کے لیے اور اقلیتوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے کر رہی ہے لیکن جناب سپیکر! اس کے نتیجے میں ملک کے اندر ایسا ماحول پیدا ہو رہا ہے کہ آپ غیر مسلم کو تو اول درجے کا شہری بنا رہے ہیں اور آپ مسلمانوں کو درجہ دوئم کا شہری بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ ملک حاصل کیا گیا وہ تو ایک ووٹ دے سکتے ہیں اور یہاں پر غیر مسلم دو ووٹ دینے کا حق رکھتے ہوں گے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ Human Rights کے بھی خلاف ہے اور پاکستان کے اندر پاکستانی شہریوں کو جو بنیادی حقوق دیے گئے ہیں وہ برابر کے حقوق ہیں ہم غیر مسلموں کے لیے بھی برابر کے حقوق مانگتے ہیں لیکن جناب سپیکر! ہم ان کے حقوق مانگتے ہیں لیکن مسلمانوں کے حقوق کی قربانی کے ذریعے اقلیتوں کو اول درجے کا شہری بنانے کا حق دینے کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: اب وائنڈ اپ کیجیے۔

چودھری محمد فاروق: جناب سپیکر! ایک منٹ۔

جناب والا! پرائم منسٹر صاحبہ کو یہ تجاویز دینے کا غالباً ایسے لوگوں نے مشورہ دیا ہے جنہوں نے انہیں یہ کہنے پر مجبور کیا عدلیہ کے فیصلے کو نہ مانیں اور پھر عدلیہ کا فیصلہ نہ مان کر محترمہ صاحبہ نے judiciary کے معاملات میں جو مداخلت کی آپ اس کو آئین کے آرٹیکل ۶۳ کے ذریعے دیکھیں۔ آئین کے آرٹیکل 63(g) میں یہ کہا گیا ہے

63 (1)(g) he is propagating any opinion, or acting in any manner, prejudicial to the Ideology of Pakistan, or the sovereignty, integrity or security of Pakistan, or morality, or the maintenance of public order, or the integrity or independence of the judiciary of Pakistan, or which defames or brings into ridicule the judiciary or the Armed Forces of Pakistan;

جناب سپیکر! جو judiciary کو criticise کرتا ہے اس کی آئین کے آرٹیکل ۶۳ میں disqualification جاتی گئی ہے۔ میں پرائم منسٹر کے ردعمل کو تو یہاں پر زیر بحث نہیں لانا چاہتا لیکن یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ وفاقی حکومت کا عدلیہ کے فیصلے پر ردعمل ایک زخمی شیرنی کی طرح ہے وہ اسی طریقے پر انتخابی ترامیم کے ذریعے اس ملک کو anarchy اور غیر جمہوری راستے پر دھکیلنا چاہتے ہیں جس کے نتیجے میں ملک کی سالمیت اور استحکام داؤ پر لگنے کا خدشہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان ایوانوں کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں کو ان انتخابی ترامیم کو مسترد کرنا چاہیے اور ملک کی سالمیت اور استحکام کو بچانے کی جدو جہد کرنی چاہیے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ اب میں جناب خانزادہ تاج محمد کو فلور دیتا ہوں۔

MR TAJ MUHAMMAD KHANZADA: Sir, I apologise for a couple of minutes being late and I hope you will bear with me. The amendments enacted by the present government have many good points and it certainly certain bad points. The amendments enacted for election are something which concern the total population of Pakistan. Therefore, any enactment which is going to affect the future legislatures of the Province and the Centre should be made by consultation. No decisions can be taken by enforcing things which are repugnant to the interest of the country or to the interest of the legislature. Sir, the fact that we are holding elections on one day is certainly something to be appreciated (applause). The reduction of expenses and certain other things my party does not condemn but they condemn the three salient points, i.e. the right of double voting franchise given to the non-Muslims. Let us not be taken in by personal prejudices and by party prejudices on both the sides. Let us look at it impartially. You cannot deny the rights and privileges of the people who made this country and you cannot give those privileges to those people who opposed this country If you want to give them the right of a vote, then the

Muslims should also have the right to vote for them and to say that it will not be possible where you are having double boxes; you can have a third box also where a minority man should also have his box, hold election on the same day and then let the people choose from amongst the minority people who is best for the country. As suggested by my friend, they can easily divide the country by giving them certain regions and we have been very generous to the minority We have given them rights which no other country has given to its minorities. Let the minorities not feel that we are giving the trump card in their hands We trust them but we can't trust them over and above the Muslims because their past record from the last fourteen hundred years shows that they are not trust worthy. It is the Hadith that once you are stricken, never trust him again.

Sir, there is every hope that we will come to a common consensus I am sure our leader will agree to everything which is in the interest of the country as he has agreed in the case of Kashmir He has made a speech in the Federal Assembly that he is prepared to cooperate even at the cost of his Party where the interests of the country are predominant and supreme (applause). That is the spirit which prevails in the heart and blood of every man sitting here irrespective whether he is there or he is here. We are all people who are patriotic, we are all people who will die and shed our blood for the preservation of this country. We may differ on certain issues but when it is in the interest of the country we are all one, we are all one and we are prepared to preserve and fight to secure this country at the highest cost, i.e. giving up our lives for it. I would request my friends sitting on the majority benches that a committee should be formed or we should sit together, discuss the issues and then come

to a common conclusion. If we can convince them that there are certain things which are repugnant then they should agree and if they can convince us we will agree with them instead of fighting over small issues. Sir, I am glad that at last after requisitioning for half a dozen Assembly Sessions, you have agreed to discuss this issue. This is an issue which is not personal. It is in the interest of all of us to come to a common understanding on these issues. I would only request you that the identity card is the only source of recognition of an individual. Sir, these two issues are very important and the other issues have already been discussed by my friend, the ex-Law Minister who used to sit on those benches and today we are lucky to have him here defending our cause but I think his approach to a man who dies or murdered is very realistic and genuine and it should not just be thrown overboard Every consideration should be given to the suggestion which he had made. In the end I am grateful to you for giving me a few minutes to express my views and to welcome any consultation between the Treasury and the Opposition benches to sort out this problem like brothers and the common patriots of this country who are prepared to die and live for this country. May God be with you....

مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

چودھری گل نواز وڑائچ: میں مسودہ قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1995ء، مسودہ قانون نمبر 2 بابت سال 1995ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کی جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ،

مسودہ قانون (ترمیم) مقامی حکومت پنجاب مصدرہ 1995ء مسودہ قانون نمبر 2 بابت سال 1995ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مقامی حکومت و دیہی ترقی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں ایک ماہ کی توسیع کی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

انتخابی اصلاحات پر بحث (-----جاری)

جناب پیٹر گل، جناب سپیکر! شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں پی ڈی ایف کی حکومت کا اپنی قوم کی طرف سے شکرگزار ہوں کہ جنہوں نے کم از کم اس ابہام کو ختم کر دیا جو کہ غیرمسلموں کے ذہن میں تھا کہ پیپلز پارٹی کے منشور میں ہے کہ ان کا جداگانہ طرز انتخاب نہیں ہونا چاہیے بلکہ مخلوط ہونا چاہیے۔ اس لیے میں بینظیر صاحبہ کا بے حد مشکور ہوں کہ انھوں نے کم از کم اس ابہام کو جو کہ ہماری قوم میں پایا جاتا تھا۔ ختم کر دیا۔ آج الیکشن اصلاحات میں سب سے زیادہ زور اقلیتوں کے دہرے ووٹ پر رہا۔ جناب سپیکر! ہمارا جداگانہ الیکشن جس کی کوئی حلقہ بندی نہیں ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان اصلاحات میں اس بات کو بھی شامل کیا جاتا کہ اقلیتوں کے لیے حلقہ بندی کی جائے تاکہ وہ اپنے حلقے میں رہ کر اپنی قوم کے بہتر طور پر مسائل حل کر سکیں۔ دہرے ووٹ کے لیے میں اپنی مثال دیتا ہوں کہ میں لاہور سے کامیاب ہوا لیکن لاہور سے لے کر صادق آباد تک ہمارا کوئی منتخب نمائندہ نہیں ہے جو کہ ہماری قوم کے مسائل حل کر سکے۔ جناب سپیکر! واحد ایک یہی حل ہے کہ جب میری قوم کے لوگ جو رحیم یار خان جہلم اور دور دراز کے علاقوں میں بیٹھے ہیں ان تک میرے لیے پہنچنا بہت مشکل ہے اور ان کا مجھ تک پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے ان کے مسائل وہیں کے وہیں اور جون کے توں رہ جاتے ہیں۔ کوئی بھی اکثریتی ممبر یا بےشک اقلیتی ممبر ہی کیوں نہ ہو جب تک اس کا ووٹر نہیں ہو گا تو ان کے مسائل سننے کو بھی تیار نہیں، حل کرنا تو دور کی بات ہے۔ اس طرح کم از کم جب سے یہ بات اصلاحات کے بارے میں آئی ہے اور دہرے ووٹ کے بارے میں بات چیت چلی ہے تو کچھ مسلم دوستوں نے ہماری قوم کے لوگوں کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے کیونکہ ان کے ووٹوں کی بھی کل کو انھیں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ آج تک جب سے جداگانہ الیکشن ہوا ہے اس وقت سے آج تک کوئی بھی ممبر مجھے یہ بتا دے کہ اس نے کسی مسیحی آبادی میں یا کسی ہندو آبادی میں کوئی ڈویلپمنٹ کا کام کیا ہو اس وقت تک ان کے کام نہیں ہوتے جب تک وہ ہمارے ووٹر نہیں ہوتے۔ ان مسائل کو حل کرنے کے لیے

دور دراز کے لوگ مسلمان دوستوں کو ووٹ دے کر کم از کم اپنا ایک حق منائیں گے کہ وہ ہمارے علاقے کے مسائل بھی حل کریں کیونکہ ہم نے آپ لوگوں کو ووٹ دیے ہیں۔ یہاں میرے دوستوں نے بات کی ہے کہ اقلیتوں کو ہم پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ یہ ایک درجے کے شہری بن گئے ہیں اور ہم دوسرے درجے کے شہری بن کر رہ گئے ہیں۔ جناب سپیکر! یہ بالکل غلط ہے۔ یہ تو اپنی اپنی سوچ ہے۔ اہمیت تو آپ کی بڑھی ہے کہ آپ ہمارا بھی ووٹ لے سکتے ہیں اور ہم اپنے نمائندے کو بھی ووٹ دے سکتے ہیں۔ اس میں کوئی کسی کے رحم و کرم کی بات نہیں ہے ' اس سے درجہ اول یا درجہ دوئم کے شہری ہونے کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ جب بھی کوئی بات ہوتی ہے تو یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ قائداعظم یوں فرما گئے ہیں تو جناب والا! قائد اعظم یہ بھی فرما گئے ہیں کہ اقلیتوں کا تحفظ کیا جائے۔ آج اگر اقلیتوں کو دہرے ووٹ کا حق دیا جاتا ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ ہم اقلیتوں کو ایک تحفظ دے رہے ہیں اور ان اقلیتی ووٹروں کو تحفظ دے رہے ہیں جو کہ ہم تک نہیں پہنچ سکتے۔ جناب والا! یہاں بات ہوئی کہ انتخابات کے نتیجے کا اعلان اسی دن ہونا چاہیے۔ جداگانہ الیکشن کی وجہ سے ہمارا نتیجہ آنے میں تین چار روز لگ جاتے ہیں اور جب سارے پنجاب کا رزلٹ اکٹھا کیا جاتا ہے تو ہمیں معلوم ہی نہیں ہو پاتا کہ کون ممبر بن رہا ہے اور کون نہیں بن رہا۔ مسلمان ایم این اے کا نتیجہ دو دن پہلے نکلتا ہے تو رات کو ایم پی ایز کے لیے لوگوں کی ہمدردیاں بدل جاتی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اسی دن نتیجہ بتایا جائے۔ جناب سپیکر! جب ایم این کے نتیجے کے بعد دو دن میں لوگوں کی ہمدردیاں بدلنا شروع ہو جاتی ہیں تو کیا مسیحوں یا غیر مسلم ممبرز جن کا نتیجہ آنے میں ایک ہفتہ لگ جاتا ہے تو ان کا کیا حشر ہوتا ہو گا؟ اس لیے ایک ہی دن میں الیکشن یا ایک ہی دن نتیجے کا اعلان کرنے میں ان کو کوئی کسی قسم کا اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ جناب سپیکر ' اس کے علاوہ شناختی کارڈ ختم کرنے کی تجویز پر بہت اعتراض کیا گیا ہے۔ جناب والا! شہروں میں بسنے والے لوگ تو اپنے شناختی کارڈ بنوا لیتے ہیں اور اس کا استعمال کر لیتے ہیں لیکن دور دراز علاقوں کے لوگ' گاؤں کے لوگ اپنا ممبر چننے کے لیے شناختی کارڈ نہ ہونے کی وجہ سے اپنی رائے کا اظہار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے ملک میں دور دراز بسنے والے ' گاؤں میں بسنے والے لوگوں کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ آپ گاؤں میں جا کر رزلٹ دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ اگر کسی جگہ پر 100 خاندان بستے ہیں تو وہاں 30 ووٹ نکلیں گے۔ کیا وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس شناختی کارڈز نہیں ہیں۔ اگر شناختی کارڈ کی شرط ختم کر دی جائے اور کسی اور ایسی

چیز سے یا دستاویز سے اگر ثابت ہو جائے کہ یہ ووٹر اسی جگہ کا رہنے والا ہے' اس کا ووٹ بھی ہے' لسٹ میں درج ہے تو وہ دستاویز دیکھنے کے بعد اسے ووٹ دینے کا حق حاصل ہونا چاہیے۔ اس لیے جناب والا! میں ان اصلاحات کی پرزور تائید کرتا ہوں اور میں بے نظیر صاحبہ سے امید کرتا ہوں کہ جداگانہ الیکشن کے ساتھ ساتھ ہمارے علاقوں کی حلقہ بندی کی جائے تاکہ ہم صحیح طریقے سے اپنی قوم کی خدمت کر سکیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ۔ جناب میاں عثمان ابراہیم!

میاں عثمان ابراہیم : جناب سپیکر! ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے پچھلے اجلاس میں یہ رولنگ دی تھی کہ مجوزہ انتخابی اصلاحات کو آئندہ اجلاس کے ایجنڈے میں شامل کیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکمرانوں کے نزدیک اب ان so called اصلاحات کی اہمیت بہت کم ہوتی جا رہی ہے۔ جس وقت انھوں نے کابینہ سے یہ اصلاحات منظور کروائی تھیں اس وقت وہ اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ ہائی کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک تمام جج ان کی مٹھی میں ہیں اور وہ آئین سے متصادم ان اصلاحات کو اسمبلی سے پاس کروانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں اس طرف بعد میں آؤں لیکن جناب والا! اب ان کی یہ خوش فہمی ختم ہو گئی ہے۔ سپریم کورٹ کے تاریخی فیصلے کے بعد اب وہ بھی اس کو second thought دینے پر مجبور ہو رہے ہوں گے کہ ان اصلاحات کو جو براہ راست آئین سے متصادم ہیں اسمبلی میں بطور Bill پیش کیا یا نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! یہ انتخابی مجوزہ اصلاحات ملک کی سیاسی پارٹیوں کے لیے جہاں ایک طرف لمحۂ فکریہ ہے وہاں دوسری طرف عوام کے لیے بھی چیلنج ہے کہ حکومت وقت کس طرح ان کی رائے پر اثر انداز ہونے کے لیے یہ انتخابی اصلاحات لا رہی ہے۔ ان انتخابی اصلاحات کی نہ تو آئینی اور نہ ہی کوئی قانونی حیثیت ہے۔ یہ حقیقت میں پیپلز پارٹی کا دھاندلی کا منشور ہے۔ انھوں نے انتخابی فہرستوں میں جس انداز سے دھاندلی کی ہے اس کے بعد بھی انھیں یہ اطمینان نہیں تھا کہ وہ الیکشن جیت سکیں گے چنانچہ انھوں نے مزید تسلی کے لیے ان اصلاحات کا ڈرامہ رچایا ہے۔ میں تین چار اصلاحات پر بات کروں گا جن میں سے ایک اقلیتوں کو دُہرے ووٹ کا حق دینے سے متعلق ہے۔ ہمارے دوستوں نے اس کے حق میں دلائل دیے ہیں لیکن انھیں اس بات کا علم نہیں ہے اور ابھی تک سوائے چودھری فاروق صاحب کے کسی مقرر نے اس بات کو touch نہیں کیا کہ اس کے لیے آئین میں ترمیم کی ضرورت ہو

گی ۔ آرٹیکل 51(4) A بڑا specific آرٹیکل ہے۔ اس میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ قومی اسمبلی میں 207 مسلمان ممبران اسمبلی ہوں گے اور 10 غیر مسلم ممبران اسمبلی ہوں گی۔ جناب سپیکر ! ان مسلم اور غیر مسلم سب ممبران کا انتخاب جداگانہ طریقۂ انتخاب سے کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلمان ووٹرز مسلمان امیدوار کو ووٹ دیں گے اور غیر مسلم ووٹرز غیر مسلم امیدوار کو ووٹ دیں گے۔ چودھری فاروق صاحب نے بجا طور پر فرمایا ہے کہ آرٹیکل 62(B) میں واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ ،

"مسلم سیٹوں کے لیے علیحدہ انتخابی فہرستیں ہوں گی اور غیر مسلم سیٹوں کے لیے علیحدہ انتخابی فہرستیں ہوں گی "۔

جناب والا ! اس آرٹیکل کے تحت دونوں لسٹوں کو ایک جگہ یک جا نہیں کیا جا سکتا اور جب تک آپ ان دونوں لسٹوں کو یک جا نہیں کریں گے اس وقت تک آپ اقلیتوں کو دُہرے ووٹ کا حق نہیں دے سکتے۔ جس طرح انھوں نے فرمایا ہے کہ اگر ایک غیر اقلیتی شہری کو ووٹ کا حق دیا جائے گا تو پھر اسے elect ہونے کا بھی حق حاصل ہو جائے گا اور اس طرح وہ مسلم سیٹ پر بھی اور غیر مسلم سیٹ پر بھی امیدوار بن سکتا ہے ' کامیاب ہو سکتا ہے ۔ جناب والا ! آرٹیکل 223 میں واضح طور پر دُہری رکنیت پر قدغن لگائی گئی ہے۔ ایسی ترمیم جو آئین کی بنیادی روح کے خلاف ہو تو اس کے لیے ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں جب بھی اپوزیشن جائے گی اسے فوری طور پر اس کا stay ملے گا ۔ حکومت کو اس کا سیاسی فائدہ ملتا ہے یا نہیں ملتا لیکن اس نے قوم کے لیے ایک نئی بحث چھیڑ کر قومی یکجہتی کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس کے علاوہ آرٹیکل 222 بڑا واضح ہے جس میں clear طور پر یہ mention کیا گیا ہے کہ کوئی بھی ایسی انتخابی اصلاحات نہیں کی جا سکتی جو آئین سے براہ راست متصادم ہو۔ اتنے واضح آرٹیکل کی موجودگی میں ان اصلاحات کے لیے جو قدم اٹھایا گیا ہے اس بارے میں اب وہ حقیقت میں یہ سوچیں گے کہ آیا اس کو Bill کی شکل میں اسمبلی میں پیش بھی کیا جائے یا نہ کیا جائے کیونکہ حقیقت میں آئین کو amend کیے بغیر وہ قانون جو آئین کے آرٹیکل کی روشنی میں بنتے ہیں آپ ان میں amendment نہیں لا سکتے ۔ ایک طرف تو وزیراعظم صاحبہ کو گلہ ہے ' وہ کہتی ہیں کہ سپریم کورٹ نے آئین کی تشریح نہیں کی بلکہ آئین میں amendment کر دی ہے جبکہ دوسری طرف وہ ایک عام قانون میں وہ قانون جو آرٹیکل 51(4)A کے تحت بنایا گیا ہے اس میں amendment کرنا چاہتی ہیں۔ یہ کس طرح ایسا کر سکتی ہیں ؟ جناب سپیکر ! Representation of People Act, 1976 کی کلاز 57(B) بڑی واضح ہے۔ اس کے تحت غیر مسلم ' غیر مسلم ووٹوں سے ہی منتخب ہوں گے اور جو

مسلمان ہیں وہ مسلمان ووٹوں سے منتخب ہوں گے اور یہ انتخابات جداگانہ طرز انتخاب کی بنیاد پر لڑے جائیں گے۔ اتنے clear Articles کی موجودگی میں کسی طرح بھی آپ قومی اسمبلی سے کسی قسم کی legislation پاس نہیں کروا سکتے ۔۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر! جہاں تک شناختی کارڈ کا تعلق ہے تو ہمارے وہ بھائی جنھوں نے انتخابی فہرستوں میں جعلی ووٹ درج کروائے ہیں انھوں نے اسی امید پر درج کروانے شروع کیے تھے کہ حکومت اسمبلی سے شناختی کارڈ کی شرط ختم کروا دے گی۔ میں اس کی اپنے حلقے میں صرف ایک وارڈ کی مثال دینا چاہتا ہوں کہ ووٹرز لسٹ کے تقدس کو کس طرح پامال کیا گیا ہے؛ میرے حلقہ کے وارڈ نمبر 33 میں پچھلے الیکشن میں کل ووٹوں کی تعداد سات ہزار کے قریب تھی اور اب اسی وارڈ کی جو لسٹیں پبلش کی گئی ہیں ان میں 23 ہزار ووٹوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ ایک وارڈ میں 16 ہزار بوگس ووٹوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔جناب سپیکر! آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ابھی تو amendments نہیں آئیں۔ ابھی تک یہ کیبنٹ نے approve کی ہیں ابھی بل نہیں آیا لیکن دھاندلی کے انتظامات پہلے ہی مکمل کیے جا چکے ہیں اور ابھی میرے دوستوں نے اس بات کی حمایت کی کہ قومی اور صوبائی انتخابات ایک دن میں ہونے والے ہیں اور ادھر سے clapping بھی ہوئی۔ یہ ٹھیک ہے کہ یہ ان کا ایک point of view تھا کہ اس سے اخراجات میں کمی ہو گی لیکن اس کا ایک dark پہلو بھی ہے کہ حکومت دھاندلی کرنا چاہتی ہے۔ اس بات پر تو سبھی متفق ہیں لیکن وہ ایک روز دھاندلی کرنا چاہتی اور ایک روز دھاندلی کر کے قومی اسمبلی اور ملک کی تمام صوبائی اسمبلیوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ جب انھوں نے یہ سکیم بنائی تھی کہ ایک دن الیکشن ہوں تو حقیقت میں ان کے ذہن میں یقیناً یہ بات ہو گی کہ ایک دن دھاندلی کرو۔ کہیں 1977ء کی طرح نیشنل اسمبلی کے موقع پر دھاندلی کریں اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کا موقع ہی نہ مل سکے۔ تو انھوں نے سوچا کہ بہتر یہی ہے کہ ایک دن دھاندلی کریں اور پورے ملک کی نیشنل اور صوبائی اسمبلیوں پر قبضہ کر لیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ جو قانون بنایا جا رہا ہے کہ Section 18 of Representation of People Act کو اس طرح amend کیا جا رہا ہے کہ اگر الیکشن سے پہلے کوئی امیدوار قتل ہو جاتا ہے یا فوت ہو جاتا ہے تو الیکشن کا process ختم نہیں ہو گا بلکہ الیکشن کا عمل جاری رہے گا۔ جناب سپیکر! آج تک جتنے الیکشن ہوئے ہیں آپ ان کے statistics دیکھ لیں کہ آج تک سوائے ایک یا دو امیدواروں کے کبھی کوئی آدمی طبعی موت نہیں مرا۔ یہ جو amendment لائی جا رہی ہے حقیقت میں اس ملک میں انارکی پھیلانے کے لیے لائی جا رہی ہے اور آپ

دیکھیں کہ 1993ء کے الیکشن میں اس صوبہ کے سابق وزیر اعلیٰ جناب غلام حیدر وائیں صاحب کو کس بے دردی اور سفاکی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ جناب والا! وہی 1993ء والی تاریخ دہرائی جائے گی اور آپ کسی کو بھی نہیں روک سکیں گے اور اس اسمبلی میں جو یہ چہرے بیٹھے ہیں ـــــــ چودھری فاروق صاحب نے بجا کہا ہے کہ آئندہ جو چہرے آئیں گے ان کے ہاتھ صاف نہیں ہوں گے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایسی مجوزہ ترامیم جنھوں نے قوم کو بے مقصد بحث میں الجھا دیا ہے۔ جس نے قوم کی یکجہتی کو نقصان پہنچایا ہے۔ جس نے اقلیتی اور اکثریتی آبادی کو آپس میں ایک دوسرے سے دور کرنے کی کوشش کی ہے یہ کسی طرح بھی ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ جناب والا! میری یہی گزارش ہو گی کہ اگر حکومت واقعی انتخابی عمل کو شفاف بنانا چاہتی ہے تو آج یہ اعلان کرے کہ آئندہ جو الیکشن ہوں وہ غیر جانبدار care taker set up کے تحت ہوں گے۔ ہمیں انتخابی اصلاحات کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں حکومت کی طرف سے اس اعلان کی ضرورت ہے کہ آئندہ جو انتخابات ہوں گے وہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی زیر نگرانی ہوں گے۔ ایک غیر جانبدار care taker set up کی زیر نگرانی ہوں گے۔ آپ بنگلہ دیش میں دیکھیں کہ وہاں پر اپوزیشن نے اپنی ڈیمانڈ دی لیکن وہاں کی وزیر اعظم نے ان کی ڈیمانڈ اس وقت تک accept نہیں کی جب تک اس نے قانون میں تبدیلی نہیں کی۔ اس نے سب سے پہلے قانون میں تبدیلی کی ہے اور قانون میں ایسی تبدیلی ہوئی ہے کہ آئندہ کے لیے جب بھی جنرل انتخابات ہوں گے وہ ایک غیر جانبدار set up کی زیر نگرانی ہوں گے۔ ہمیں تو صرف ایک amendment کی ضرورت ہے کسی انتخابی اصلاحات کی ضرورت نہیں ہے صرف ایک amendment کی ضرورت ہے کہ آئندہ آنے والے جو انتخابات ہوں گے وہ غیر جانبدار set up کے ذریعے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے لیے ساری کی ساری اپوزیشن ساتھ دے گی۔ جناب سپیکر! میں آخر میں یہ بات کرتا ہوں کہ الیکشن انتخابی اصلاحات سے نہیں جیتے جاتے۔ الیکشن عوام کے دل جیت کر جیتے جاتے ہیں۔ الیکشن عوام کی خدمت کر کے جیتے جاتے ہیں۔ الیکشن ملک کے ساتھ محبت کا اظہار کر کے جیتے جاتے ہیں۔ ان انتخابی اصلاحات سے الیکشن نہیں جیتے جائیں گے اور یہ ان کی خوش فہمی ہے۔ یہ ملک کے وسیع تر مفاد کی خاطر اپنی مجوزہ ترامیم واپس لے لیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ۔ لاء منسٹر صاحب! wind up کون صاحب کریں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! محمود اختر گھمن صاحب wind up کریں گے اور آپ اجازت دے دیں کیونکہ

وقت تھوڑا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب محمود اختر گھمن صاحب!

وزیر قانون، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O

میاں عبد الستار، جناب والا! میں صبح سے بیٹھا ہوا ہوں اور بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، تشریف رکھیں۔ جناب محمود اختر گھمن صاحب!

وزیر قانون، جناب والا! پاکستان میں سابقہ انتخابات کے نتائج، اثرات اور تجربات کے پیش نظر انتخابی نظام کو بہتر بنانے کے لیے، ان کو شفاف بنانے کے لیے اور economical بنانے کے لیے حکومت نے انتخابی اصلاحات پیش کیں۔ جناب والا! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اپوزیشن ان کا بغور جائزہ لیتی ان میں جو اچھے نکات ہیں ان کی تائید کرتی اور جن points پر ان کو اختلاف ہے تو اپوزیشن table پر آتی اور بات کرتی کیونکہ یہ کوئی حرف آخر نہیں ہے۔ یہ گورنمنٹ کی طرف سے تجاویز float کی گئی ہیں کوئی قانون نہیں بن گیا لیکن شاید اپوزیشن نے مخالفت برائے مخالفت کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ جناب والا! میں یہ عرض کرتا ہوں آپ غور فرمائیے گا کہ اس میں پہلا point یہ ہے کہ transparent ballot boxes to prevent the ballot stuffing. اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ بیلٹ باکس پر شیشے لگانے کی تجویز ہے کیونکہ پہلے زمانے میں الیکشنوں میں یہ شکایت عام آتی رہی ہے کہ بیلٹ باکسز کو پہلے سے بھر کر لایا گیا ہے۔ ہم نے یہ کیا ہے تا کہ اس میں ووٹ ڈلتا نظر آئے اور جو شخص بعد میں آئے وہ اندازہ لگا سکے کہ کتنے ووٹ cast ہوئے اور اس بیلٹ بکس میں کتنے ووٹ ڈالے جا چکے ہیں ----

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جناب آفریدی صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

جناب بادشاہ میر خان آفریدی، جناب والا! میرے محترم بھائی فرما رہے ہیں کہ شیشے کا بیلٹ بکس اس لیے استعمال کیا جا رہا ہے کہ اس میں ووٹ ڈالتے ہوئے نظر آئیں اور دھاندلی نہ ہو سکے۔ اس بات کی کیا گارنٹی ہے؟ شیشہ توڑتے ہوئے تو بڑی آسانی ہوتی ہے اور جب یہ ہارنے لگیں گے تو شیشہ بھی توڑ دیں گے۔ میں مداخلت نہیں کرنا چاہتا لیکن مجھے تقریر کا وقت دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں، This is no point of order. یہ ان کا خیال ہے۔ آپ کا خیال اور

ہو سکتا ہے۔ جی گھمن صاحب۔

وزیر قانون، جناب والا! "بقدر ہر کس ہمت اوست" اس نے اپنی سوچ کے مطابق بات کرنی ہے اور ہماری ایک اپنی سوچ ہے۔ We wish to make ballot boxes transparent. ..... ہم یہ چاہتے ہیں کہ پہلے انتخابات میں یہ ہوتا تھا کہ بیلٹ بکس آتے تھے اور اگر کسی کا پولنگ ایجنٹ دیر سے پہنچتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ اس کو بھر کر لایا گیا ہے یا کوئی باہر چلا جاتا تھا تو کہتا تھا کہ اس میں ووٹ ڈال دیے گئے ہیں۔ جناب والا! گورنمنٹ کی ان اصلاحات سے نیت کی عکاسی ہوتی ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں جتنے ووٹ ڈالے جائیں وہ نظر آئیں اور ایجنٹ کو پتا چلے کہ اتنے ووٹ اس تہہ تک پہنچ چکے ہیں تاکہ ان بیلٹ باکسز کو کوئی پہلے سے بھر کر نہ لا سکے۔ اس میں دوسرا computerised کا پوائنٹ ہے۔ ابھی ابھی میرے دوست عثمان ابراہیم صاحب نے بات کی کہ ان کے حلقے میں 23 ہزار بوگس ووٹ بن چکے ہیں۔ جناب والا! ہم تو ان کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم computerised نظام لے آتے ہیں۔ Computerised lists to prevent doubling and bogus voters. جناب والا! اب اگر ان کا یہی موقف ہے کہ جو سیٹیں تیار ہو رہی ہیں ان میں بوگس ووٹ بن رہے ہیں Why don't they appreciate this initiative from the government. جناب والا! اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ computerised نظام ہو تاکہ ایک شخص کا دوسری جگہ ووٹ نہ بن سکے تاکہ ایک شخص دو تین جگہ پر اپنا ووٹ cost نہ کر سکے۔

> Now I come to the third point. My third point is that the District Returning Officers will announce results preventing them being changed at any place between a District, Division or Province or at any Central place of counting.

جناب والا! عام حالات میں یہی ہوتا تھا اور ہمارے پچھلے انتخابات میں بھی یہی ہوا کہ جب ڈسٹرکٹ میں counting ہوئی تو ہمارے امیدوار جیتے۔ لیکن جب اوپر سے اعلانات ہوئے چونکہ وہ آفیشل تھے لہٰذا اعلانات ان کے امیدواروں کے ہو گئے۔ اس لیے الیکشن کمشنر کا عملہ وہاں پر موجود ہوگا اور ان کو فیکس مشینیں بھی دی جا رہی ہیں تاکہ فوری طور پر رزلٹ فیکس کر دیے جائیں تاکہ اس کے رزلٹ کو ڈسٹرکٹ سے جاتے ہوئے کوئی شخص الیکشن کو manoeuvre نہ کر سکے۔ جناب والا! آپ اس بات

سے نیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بیلٹ بکس، اس کی کمپیوٹرائزڈ لسٹ اور پھر فوری طور پر ڈسٹرکٹ پر ہی رزلٹ کا اناؤنس کرنا۔

List of Polling Officers to be posted one month ahead to prevent last minute changes to deprive the people from vote.

جناب والا! پہلے اکثر ہمارے سابقہ الیکشنوں میں یہ ہوا، 1988ء اور 1990ء میں چونکہ ان کی حکومت تھی الیکشن کروانے والے بھی ان کے تھے۔ پہلے پولنگ سٹیشن کوئی اور اناؤنس ہوتے ہیں ووٹر وہاں پر ووٹ ڈالنے گئے ہیں لیکن رات کو پولنگ سٹیشن تبدیل کر دیے گئے اور ان کو دور دراز علاقوں میں منتقل کر دیا گیا۔ یہ جو امیر اور بڑے لوگ تھے وہ اپنی سواریوں پر اپنے ووٹروں کو لے گئے لیکن جو غریب لوگ تھے وہ اپنے ووٹوں سے محروم ہو گئے۔ اسی لیے حکومت نے اب یہ کیا ہے کہ اس کا ایک ماہ پہلے سے یہ نوٹس ہو کہ یہ پولنگ سٹیشن ہو گا اور اس کو کوئی شخص تبدیل نہیں کر سکتا۔ جناب سپیکر! آپ خود ہی اندازہ لگائیے کہ یہ جو اقدامات ہیں یہ الیکشن کو شفاف اور بہتر بنانے کے لیے economical بنانے کے لیے ہیں یا نہیں؟ جناب والا! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہ نکات جو نہایت ہی اچھے ہیں اور الیکشن کو شفاف بنانے کے لیے ضروری بھی ہیں اپوزیشن ہماری حمایت کرتی اور اگر کسی بات پر کوئی اختلاف ہے تو اس پر ہمارے ساتھ بات کر لیں۔ جناب والا! اسی طرح شناختی کارڈ کے بارے میں عرض کروں گا۔

Any type of Identity Card to be presented as in the days of Quaid-i-Azam and Quaid-i-Awam The system was changed by General Zia to only National Identity Cards, which promoted false cards, fraud cards and forged cards.

جناب والا! آج بھی پاکستان میں کم از کم پچیس فیصد لوگ ایسے ہیں جن کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ سابقہ الیکشن میں جتنے لوگ نے ووٹ کاسٹ کیے وہ آپ کو معلوم ہے۔ جناب والا! آئین پاکستان کے آرٹیکل 51 جس میں ووٹر کی اہلیت بیان کی گئی ہے۔

The National Assembly shall consist of 207 Muslim Members to be elected by direct and free vote in accordance with law A person shall be entitled to vote if

(a) he is a citizen of Pakistan;

(b) he is not less than 21 years of age;

(c) his name appears on the electoral roll; and

(d) he is not declared by a competent court to be of unsound mind.

جناب والا! اس میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ ہم یہ تو چاہتے ہیں کہ کوئی شخص بوگس ووٹ نہ ڈالے۔ اس سلسلے میں آدمی کی شناخت ہونی چاہیے ------

چودھری محمد فاروق ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! فاضل وزیر پارلیمانی امور آئین کے جس آرٹیکل کا ریفرنس دے رہے ہیں۔ جس طرح ادھوری آیت نہیں پڑھنی چاہیے ' اسی طرح ایک آرٹیکل کو پڑھ کر باقی آئین طاق پر نہیں رکھ دیا جاتا۔ آئین کے آرٹیکل 51 کو جب آرٹیکل 62 کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے تو اس کا مطلب واضح ہو گا۔ آرٹیکل 62 میں ممبرز اور ووٹر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ،

62(b) He is in the case of National Assembly not less than 25 years of age and he is enrolled as a voter in any electoral roll for election of a Muslim Seat, or a Non Muslim Seat, as the case may be in that Assembly;

ووٹرز کی وہاں پر جو اہلیت بیان کی گئی ہے ' اس کے بعد ووٹ دینے کے لیے الیکشن کے لیے ممبرز کے لیے جو اہلیت جتائی گئی ہے اس کے مطابق مسلمانوں کی سیٹ کے لیے ' مسلم ووٹرز لسٹ میں اس کا نام ہونا ضروری ہے ۔ صرف ووٹرز لسٹ میں اگر نام درج ہونا ضروری ہوتا .....

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ کا یہ جو پوائنٹ آف آرڈر ہے مناسب نہیں ہے ۔ کیونکہ فاضل وزیر اپنی تقریر کر رہے ہیں۔ فاضل رکن کی جب کوئی تقریر ہوتی ہے اس میں ضروری نہیں کہ وہ جو بات کہہ رہے ہیں بالکل صحیح ہو یا سب کے لیے قابل قبول ہو یہ مقرر کا اپنا نقطۂ نظر ہوتا ہے ۔ اس میں دوسروں کے لیے خامیاں بھی ہو سکتی ہیں اور وہ آئین پورا بھی نہیں پڑھ سکتے یا وہ اپنی تقریر میں تھوڑے سے hints دینا چاہتے ہیں ' یہ فاضل رکن کی اپنی صوابدید ہوتی ہے۔ اس لیے اس مرحلے پر آپ جو بات کر رہے ہیں وہ پوائنٹ آف آرڈر کے زمرے میں نہیں آتی۔ مہربانی شکریہ۔

خواجہ ریاض محمود ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جو آپ نے بات کی ہے اس کو شاعر اس طرح بیان کرتا ہے کہ ،

ہم فقیروں کی صورتوں پہ نہ جا
ہم کئی روپ دھار لیتے ہیں
وہ تو غم کے اداس لمحوں کو
ہنس ہنس کر ٹال دیتے ہیں

جناب قائم مقام سپیکر ، اور یہ بالکل ہی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے ۔ (قہقہے)

وزیر قانون ، جناب والا! آرٹیکل 51 میں ووٹر کی اہلیت کی تعریف ہے اور آرٹیکل 62 میں ممبر کی اہلیت بیان کی گئی ہے ۔

There is a lot of difference which perhaps my brother could not appreciate.

جناب والا! میں شناختی کارڈ کے بارے میں عرض کر رہا تھا۔ جناب والا! کون نہیں جانتا کہ لاہور شہر میں غرباء سے ہزاروں شناختی کارڈ الیکشن والی رات خریدے گئے ۔ جناب والا! آپ اندازہ لگائیں کہ اگر کوئی امیر آدمی اپنی دولت سے کسی کو مرعوب کرتا ہے اور ہزاروں شناختی کارڈ خرید کر اپنے گھر لے جاتا ہے۔ کیا اس طریقے سے وہ سرمایہ دار جاگیر دار انتخابی عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ جناب والا! ووٹر کی صرف شناخت ہونی چاہیے ہم گاؤں میں سالہا سال سے بستے ہیں اور ہر شخص سے واقف ہیں تو پھر کون شخص گاؤں میں جعلی ووٹ ڈال سکتا ہے۔ جناب والا! شناخت کے لیے پاسپورٹ بھی ہو سکتا ہے' ڈرائیونگ لائسنس بھی ہو سکتا ہے ' اس کے لیے اسلحے کا لائسنس بھی ہو سکتا ہے ' اس کے لیے ڈومیسائل بھی ہو سکتا ہے اس پر بھی اس کی تصویر ہوتی ہے۔ جناب والا! نیت صاف ہونی چاہیے۔ یہ جناب والا! ان سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کی سازش ہے ' غریبوں کو ان کے ووٹ سے محروم کرنے کی سازش ہے۔ اس ملک کے 25 فیصد غریب لوگ ایسے ہیں جن کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔

چودھری محمد فاروق ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب قائم مقام سپیکر ، فاروق صاحب کیا بات ہو گئی ؟ ان کی تجویز سے کوئی اختلاف ہے۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! آپ نے مجھے جتنے منٹ دیے تھے اس میں میں نے تقریر ختم کر دی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر ، میں نے تو آپ سے پوچھا ہے کہ ان کی تقریر سے اختلاف ہے۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! شناختی کارڈ کے حوالے سے فاضل وزیر پارلیمانی امور فرما رہے ہیں کہ شناختی کارڈ کی بجائے پاسپورٹ ہو سکتا ہے ' اسلحہ اور ڈرائیونگ لائسنس ہو سکتا ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! بار بار پوائنٹ آف آرڈر .....

چودھری محمد فاروق ، جناب والا! میں جب بات کرنے لگتا ہوں تو ایسے محسوس ہوتا ہے کہ پتا نہیں کیا ہو جائے گا۔ ایوان میں جیسے کوئی آگ لگ جائے گی۔ ایسی بات نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ فرمائیں۔

چودھری محمد فاروق ، جناب والا! ملک میں صوبے میں پاسپورٹ ڈرائیونگ لائسنس یا کوئی اور لائسنس حاصل کرنا مشکل ہے اور شناختی کارڈ حاصل کرنا قدرے آسان ہے اور فاضل وزیر یہاں پر یہ فرما رہے ہیں کہ وہ عوام جن کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہے اور صرف ڈرائیونگ لائسنس یا پاسپورٹ ہے وہ اپنی شناخت کروا سکتا ہے۔ ان کا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ باقی 85 فیصد بھی یا تو ڈرائیونگ لائسنس بنوائیں اور یا پھر پاسپورٹ بنوائیں اور پھر وہ ووٹ کاسٹ کریں۔ جناب والا! اس وقت تقریباً 80 فیصد لوگوں کے پاس شناختی کارڈ موجود ہیں اور اگر کسی کے پاس نہیں ہیں تو حکومت اسکے طریق کار کو آسان بنا دے۔

حاجی عبد الرزاق ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ میں نے پہلے اس پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ دینی ہے۔ (قطع کلامیاں) مجھے اس پر رولنگ تو دے لینے دیں۔ ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا گیا ہے میں اس کو dispose of کر لوں اس کے بعد میں آپ کی بات سنتا ہوں۔ سابق فاضل لا منسٹر ایک دفعہ پہلے کھڑے ہوئے۔ اب پھر وہ لا منسٹر کی تقریر کے دوران کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اپنا ایک موقف بیان کیا جبکہ پارلیمانی امور کے وزیر اپنا ایک نقطہ نظر بیان کر رہے تھے۔ ان کا نقطہ نظر اس سے differ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے نہیں ویسے ہوسکتا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ آپ لا منسٹر بھی رہے۔ یہ کون سی ایسی بات ہے کہ جب ایک مقرر تقریر کر رہا ہو اور آپ کو اس سے اتفاق نہ ہو اور آپ کہیں کہ جناب یہ بات نہیں ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر کیسے بنتا ہے؟

چودھری محمد فاروق، جناب والا! ایسے کہ رولز کے مطابق جو معاملہ اسمبلی میں زیر بحث ہو جس پر

بات ہو رہی ہو اس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جاسکتا ہے اور میں نے اسی حیثیت میں پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے۔ آپ اسے باضابطہ قرار دیں یا بے ضابطہ قرار دیں یہ آپ کی discretion ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے اس لیے کہا ہے کہ آپ کو کافی تجربہ ہے ' آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ اگر ایک سابق لاہنسٹر اس طرح غیر ضروری کھڑے ہوکر ' میں آپ کو روک نہیں سکتا ' آپ کھڑے ہوتے ہیں ' میں نے آپ کو اجازت دی ہے۔ لیکن اگر آپ جیسا ایک پارلیمنٹیرین ایسی بات کرے گا تو میرے خیال میں ہاؤس کی نظر میں آپ کا وہ وقار نہیں رہے گا جو اس وقت ہے۔ اس لیے میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو dispose of کرتا ہوں۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی ---

وزیر قانون، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب قائم مقام سپیکر، پہلے حاجی عبدالرزاق صاحب!

حاجی عبد الرزاق ، جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں یہ فرمایا ہے کہ 25 فیصد لوگوں کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ میں آپ کو حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ جب 1992ء کے ضمنی انتخابات ہوئے تھے تو جو پک اپ کے اندر مشینیں لگی ہوئی تھیں وہ اب لگا کر لوگوں کے شناختی کارڈ کیوں نہیں بنا دیتے؟ اس وقت یہ کارڈ بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی؟

جناب قائم مقام سپیکر ، عبدالرزاق صاحب! یہ بھی وہی بات ہے کہ یہ آپ کے ذہن کی ایک بات ہے ان کے ذہن کی بات کوئی اور ہے تو اس لیے اس حساب سے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ آپ کی بات درست ہوسکتی ہے لیکن یہ اس سلسلے میں پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا کہ میں اس کو admit کروں۔

میاں عبد الستار ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی' میاں عبد الستار صاحب ۔

میاں عبد الستار ، فاضل منسٹر پارلیمانی افیئر ' ابھی بات کر رہے تھے کہ شناختی کارڈ جس کے پاس نہ ہو۔ میں صرف تصحیح کی حد تک بات کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے پاس شناختی کارڈ نہ ہو وہ پاسپورٹ دکھا کر یا اپنا ڈرائیونگ لائسنس دکھا کر اپنا ووٹ ڈال سکے گا۔ میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ پاسپورٹ بنوانے کے لیے بھی پہلے شناختی کارڈ ہونا ضروری ہے۔ اور ڈرائیونگ لائسنس حاصل کرنے کے لیے بھی پہلے شناختی

کارڈ ہونا ضروری ہے۔ ہر جگہ پر شناختی کارڈ کی ہی پابندی ہے۔ یہ ان کی بدنیتی پر بات ہے کہ صرف جعلی ووٹوں کے لیے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنے پولنگ اسٹیشن پر لانے کے لیے ان سے جعلی ووٹ ڈلوانے کے لیے شناختی کارڈ کی شرط ختم کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ جو پاسپورٹ اور ڈرائیونگ لائسنس کا بہانا بنایا جا رہا ہے اسے حاصل کرنے کے لیے بھی شناختی کارڈ کی ضرورت ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر ، شکریہ۔ ابھی ابھی میں سابق لاء منسٹر کی بات پر بات کر چکا ہوں۔ اب پھر میں ہاؤس کو بتاتا ہوں۔ یہاں پر جتنے بھی فاضل اراکین بیٹھے ہوئے ہیں ہر ایک کی اپنی سوچ ہے ' اس کے اپنے خیالات ہیں' اس کے اپنے طور پر دلائل ہیں۔ دوسرے فاضل اراکین اس سے اختلاف کرسکتے ہیں۔ ان کو کوئی ممانعت نہیں ہے۔ لیکن اگر کوئی فاضل رکن بات کر رہا ہو اور وہ اپنے نقطہ نظر سے دلائل دے رہا ہو تو وہ دلائل اگر کسی کو پسند نہیں ہیں یا وہ ان سے اختلاف کرتا ہے تو وہ اس کو پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے کھڑے ہو کر اس کو چیلنج نہیں کرسکتا۔ مہربانی شکریہ۔

میاں محمد ثاقب خورشید، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

میاں محمد ثاقب خورشید ، ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی رکن اپنا نقطہ نظر پیش کرسکتا ہے۔ جناب گھمن صاحب اس وقت حکومت کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ حکومت کی وکالت کر رہے ہیں۔ کیونکہ لاءمنسٹر وائنڈ اپ کر رہا ہے اور وہ حکومت کے نقطہ نظر کی وضاحت کر رہے ہیں۔ آپ انھیں رکن اسمبلی نہ کہیں بلکہ آپ انھیں حکومت کا وکیل صفائی کہیں۔ آپ کا یہ نقطہ نظر میری نظر میں غلط ہے۔

(قطع کلامیاں)۔

جناب قائم مقام سپیکر، ایک منٹ مجھے اس پر بات کر لینے دیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ آج ایک نئی بات آگئی۔ فاضل رکن کہتے ہیں کہ سپیکر کا نقطہ نظر ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے منظور نہیں ہے ۔ اب میں اس پر رو ہی سکتا ہوں اور تو کچھ نہیں کرسکتا۔ (قہقہے ---------)

سید ناظم حسین شاہ ، کھڑے ہوئے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی۔

سید ناظم حسین شاہ ، گزارش ہے کہ ثاقب خورشید جو ہیں یہ ہمارے پرانے مرحوم دوست کے بیٹے

ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، وہ میرے بھی دوست تھے۔اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے رونا آیا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: اس لیے آپ اس بات کو نظر انداز کردیں۔ بچوں سے غلطی ہوجایا کرتی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : میں نے نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ ہمارے دوست کا بیٹا ہے۔ شکریہ مہربانی۔ جی آپ پائنٹ آف آرڈر پر تھے۔

وزیر قانون : میں نے عرض کرنا تھا کہ تقریر کو اس لیے روکا جاتا ہے کہ ٹائم کو زیادہ کیا جائے۔ جناب والا! وزیر صاحب کو وقت دیا جائے۔ دوسری بات میں یہ کرنا چاہتا ہوں کہ سابق لاء منسٹر صاحب کو ایک دفعہ لاء پڑھنا پڑے گا وہ صرف ایک دفعہ سیکشن 184 کو پڑھ لیں۔ اور پھر وہ دیکھ لیں کہ پوائنٹ آف آرڈر کیا ہوتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، ٹھیک ہے شکریہ۔ جی وزیر پارلیمانی امور۔

وزیر پارلیمانی امور : جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ آرٹیکل 51 کے تحت کسی شخص کا شہری ہونا اور اس کا electoral roll میں نام ہونا یہ بڑا pre-requisite ہے۔ جناب والا! میرے فاضل دوستوں نے یہاں پاسپورٹ کے بارے میں بات کی اس کے لیے سکول سرٹیفکیٹ بھی کافی ہے۔ اس کے لیے گاؤں والے جانتے ہیں کہ کسی ثبوت کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لیے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو ان کے حق سے کیوں محروم کیا جائے جن کے پاس یہ شناختی کارڈ نہیں ہیں۔ جناب والا! اگر یہ مسئلہ اتنا ہی اہم ہے تو 1985ء کے غیر جماعتی الیکشن میں اس پابندی کو ختم کیوں کیا گیا؟ اس لیے ختم کیا گیا تھا کہ وہ غیر جماعتی تھا۔ اور بعد میں اس لیے یہ پابندی لگائی گئی کہ غریب اور محنت کش لوگ جو بے سرو سامان ہیں جن کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہیں ان کی سوچ پاکستان پیپلز پارٹی کے ساتھ ہے پاکستان پیپلز پارٹی کے ووٹروں کو ان کے حق سے محروم کرنے کے لیے یہ پابندی لگائی گئی۔ لیکن اس پابندی کا کوئی جواز نہیں ہے۔ ہم ایک گاؤں میں رہتے ہیں ہر شخص ایک دوسرے کو جانتا ہے وہاں جعلی ووٹ ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ جناب ہم تو کہتے ہیں کہ یہ لسٹوں کو کمپیوٹرائزڈ کریں۔ جیسے کہ انھوں نے لاہور میں ہزاروں ووٹ بنا لیے تھے تاکہ اب آئندہ یہ ووٹ نہ بن سکیں۔ پھر جناب بات ہوئی Representation of People's Act 1976 کی۔ اس میں 1988ء اور 1990ء الیکشن جناب کے سامنے ہیں۔ جن کی rigging جناب کے سامنے ہے۔ جن کی rigging کے

دنیا میں چرچے ہیں۔ وہ الیکشن ان کے ہی زیر سایہ ہوئے تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے وہ الیکشن نہیں کرائے تھے۔ جناب والا! ان لوگوں کو محروم کرنا، ان لوگوں کے شناختی کارڈ خرید لینا، اس سے ایک جاگیر دار طبقہ، کچھ ساتھیوں نے سچ کہا ہے کہ پاکستان بننے کے ساتھ ساتھ یہ جاگیر دار، یہ صنعت کار اس ملک پر مسلط چلے آئے ہیں۔ یہاں پر اکثر چہرے نظر آئیں گے جو ویسے ہی چلتے آ رہے ہیں۔ صرف ایک وجہ ہے کہ ان غریبوں کا آج تک استحصال ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ان کو موقع نہیں دیا گیا۔ آج ہم کہتے ہیں کہ الیکشن کے اخراجات کم کیے جائیں۔ وال چاکنگ پر امید وار لاکھوں روپیہ لگا دیتے ہیں، بینرز پر لاکھوں روپے لگتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ الیکشن economical ہونے چاہییں، الیکشن ایسے نہ ہوں کہ صرف یہ جاگیردار یہ صنعت کار اور یہ وڈیرے ہی لڑ سکیں۔ ان ایوانوں میں ہم جیسے لوگ اور آنے والے ایوانوں میں وہ لوگ بھی آ سکیں جو مستحق تھے اور وہ اب تک نہیں آئے۔ اور خدا شاہد ہے کہ یہاں پر ایسے لوگ بھی بیٹھے ہیں جو یہاں آنے کے بھی قابل نہیں۔ لوگوں نے ان کو منتخب کیا ہے اس کی کچھ وجوہات تھیں، شناختی کارڈ خریدے گئے، پولنگ اسٹیشن بدلے گئے، پولنگ اسٹیشن دور کر دیئے گئے۔ ہم تو ان تمام برائیوں کو پرامن الیکشن کے عمل سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ ہم تو ایک ایسا انتخابی نظام دینا چاہتے ہیں جو صاف و شفاف، بہتر اور economical ہو۔ جناب والا! ان کو چاہیے تھا کہ جو پوائنٹ مثبت ہیں جیسے کہ خانزادہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دن میں قومی اور صوبائی اسمبلی کے انتخابات ہونے چاہییں۔ تابش الوری صاحب نے بھی فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کسی بات پر کم از کم اپنی رائے تو ہے۔ انھوں نے یہ سچ کہا کہ جن لوگوں کی سوچ یہ ہے لیکن جاگیر دار اور صنعت کار یہ چاہتے ہیں کہ یہ الیکشن سستے نہ ہوں اور یہ اپنی دولت کے بل پر اپنی جاگیر داری نظام کے زور پر، اپنی صنعت کاری اور سرمایہ کاری کے زور پر اور ان کی نسلیں ان ایوانوں میں آتے رہیں۔ ہمارے بچے اور وہ لوگ جنہوں نے اس پاکستان کے لیے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے، وہ مہاجرین، وہ چھوٹے زمین دار اور محنت کش ان ایوانوں میں نہ پہنچ سکیں اور ان کی اجارہ داری ایسے ہی چلتی رہے اور ان ایوان میں ان کی بہتری کے لیے قانون پاس نہ ہو سکے۔

(حکومت کی طرف سے نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اب ڈبل ووٹ کی بات ہوئی اس میں ہے۔

As all the Pakistanis are equal minorities will cast their vote in

direct Constituencies in addition to separate election. During Quaid-e-Azam and Quaid-e-Aawam's times minorities voted in all seats to National Assembly and Provincial Assembly and local bodies.

جناب والا! اس پہ سب سے زیادہ تنقید ہوئی اور اس کو نظریہ پاکستان کے منافی قرار دیا گیا۔ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں پہ اس کو حملہ قرار دیا گیا۔ قائد اعظم محمد علی جناح کا فرمان جناب والا! کے سامنے ہے انھوں نے فرمایا کہ اس ملک میں minorities کو مساوی حقوق دیں گے۔ جناب والا! انھوں نے minorities کے لیے علیحدہ سیٹ نہیں کہا اور جناب والا! 1956ء کا آئین آپ کے سامنے ہے اور اس سے آگے چلتے ہیں 1973ء کا متفقہ آئین جناب والا کے سامنے ہے۔ کیا جماعت اسلامی نے اس پہ دستخط نہیں کیے؟ کیا جمعیت علمائے اسلام نے اس پہ دستخط نہیں کیے ہیں؟ کیا جمعیت علمائے پاکستان نے اس پہ دستخط نہیں کئے تھے؟ جناب والا! وہ پاکستان کا واحد متفقہ آئین تھا اور میں جناب والا کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا وہ آرٹیکل ہی پڑھنا چاہتا۔ جناب والا! ان کو مساوی حقوق دیے گئے۔ جناب والا! آخر یہ کیوں کیا گیا اور میرے دوست فاضل عالم بیٹھے ہوئے ہیں اسلام کہاں ان کی منفی کرتا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہودی قبائل کو اسلامی مملکت میں شامل ہونے کے لیے کہا تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے رائے لی جائے۔جناب والا! جب وہاں انتظامی اور سیاسی امور کا فیصلہ تھا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم آقائے نامدار نے فرمایا کہ ان کی رائے لی جائے۔ رائے لینے کے بعد ان کو شامل کیا تھا اور آزادانہ رائے سے حضور کریم کو انھوں نے اپنا انتظامی اور سیاسی سربراہ تسلیم کیا تھا۔ جناب والا! یہ اسلام کی تاریخ ہے۔ اسلام جبر پہ یقین نہیں رکھتا اسلام تو محبت، پیار سے قائل کرتا ہے، مساوات پہ یقین رکھتا ہے۔ (اپوزیشن اراکین کی طرف سے مداخلت) نہیں میرے بھائی میں تو بات کرتا ہوں اگر آپ کی سمجھ میں آجائے تو اچھی بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : جی، No cross talk please

وزیر قانون : جناب والا! میں نے جیسے پہلے عرض کی قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پاکستان کا ہر شہری برابر ہے۔ میرے دوست نے جداگانہ طریقہ انتخاب کی بات کی اس کے لیے 1909ء میں جو مارلے کی اصلاحات تھیں ان کے مطابق جداگانہ انتخاب تھا جو کہ مسلمانوں کا مطالبہ تھا اس پہ یہ ہوا لیکن

جناب والا! اس کے بعد 1953ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کو دیکھیں پھر 1956ء میں آئین' پھر جناب والا! 1973ء میں آئین جو کہ متفقہ آئین ہے یہ کہیں اس کو bar نہیں کرتا۔ جیسے کہ شیلا بی چارلس نے کہا وہ پاکستان میں پیدا ہوئیں۔ اس کو اس مٹی نے جنم دیا لیکن جناب والا! کسی شخص کا مذہب اس کا حق ہے وہ اہل کتاب ہیں ان کو بھی اپنے مذہب کا حق ہے اگر وہ پاکستان میں پیدا ہوئیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ minorities پاکستان کی پاک مٹی سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی ہم لوگ کرتے ہیں ہمیں ان کی نیتوں پہ شک نہیں کرنا چاہیے ان کو ہمیں دوسرے درجے کا شہری نہیں سمجھنا چاہیے۔ جناب والا! جو پاکستانی دیار غیر میں گئے ہیں۔ یہاں سے بھاگ کے سیاسی پناہ لی ہیں وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ کیا برطانیہ کے نظام میں' کیا امریکہ کے نظام میں وہ لوگ اپنا ووٹ نہیں ڈالتے ہیں۔ جلاوطن لوگ وہاں پہ ووٹ ڈال رہے ہیں اور ان کے جو مذہب سے تعلق رکھتے ہیں ہم ان کو اگر اس سے محروم کریں گے تو جناب والا! اس کا کیا impact ہو گا تو اب میں جناب والا کو ساتویں پوائنٹ کی طرف لے چلتا ہوں۔ جناب والا! گھڑی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، صاحبزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں۔

صاحبزادہ محمد فضل کریم، انھوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امریکہ کے اندر جلاوطن ووٹ دیتے ہیں۔ میں اپنی معلومات کے لیے ذرا آپ کی وساطت سے ان سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا امریکہ کے اندر دُہرے ووٹ کا کوئی نظام رائج ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ' بڑی مہربانی' جی۔ یہ question hour نہیں' نہ سپلیمنٹری ہیں۔ آپ نے جب بات کی جو بھی کی کسی نے یہ آپ سے نہیں پوچھا کہ آپ یہ بتائیں۔

میاں عبدالستار، جناب سپیکر! ابھی دوہرے ووٹ کی بات فاضل مقرر فرما رہے تھے۔

جناب قائم مقام سپیکر، پھر وہی بات ہو رہی ہے۔ میاں صاحب! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ یہ بات تو ہو رہی ہے۔ آپ اس کو چیلنج نہیں کر سکتے وہ غلط کہہ رہے ہیں' کچھ کہہ رہے ہیں ان کی ایک اپنی بات ہے' سوچ ہے۔ آپ کو جب تقریر کا حق ملتا ہے آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں آپ کو کھلی اجازت ہوتی ہے۔

میاں عبدالستار، جناب! مجھے تو حق ہی نہیں دیا گیا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ نے ٹائم پہلے لیا ابھی میں نے حق نہیں دیا؟ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ لاء منسٹر نے جو بات کی ہے وہ درست معلوم ہوتی ہے۔ This is no point of order.

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر ، رانا صاحب! بیٹھیں۔ Have a seat please. یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ سپیکر کو پتا ہوتا ہے کہ کیا بات ہو رہی ہے۔ آپ کا کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں۔ (معزز ممبر کی طرف سے مداخلت) میں سمجھ رہا ہوں آپ کیا کر رہے ہیں مجھے کم از کم اتنا تو پتا ہے کہ آپ کیا کہیں گے۔ کیا صورت حال ہے بتنا ہے' نہیں بتنا ہے۔ آپ intentionally ان کو interrupt کر رہے ہیں۔

رانا محمد اقبال خان ، جناب سپیکر! میرے محترم وزیر صاحب نے فرمایا جمہوریت کے بارے میں امریکہ کا بھی ذکر کیا ہے کہ وہاں پر بھی دو ووٹ کا ذکر ہے۔ جناب سپیکر! دو کا ذکر نہیں۔ جہاں کہیں بھی جمہوریت ہے one man, one vote کا حق ہے

جناب قائم مقام سپیکر ، بات تو وہی ہے جو میں نے پہلے کہی ہے کہ بھئی آپ کا نقطۂ نظر اپنی جگہ یہ بالکل ٹھیک ہے۔

رانا محمد اقبال خان ، وہ پھر غلط کو ذ تو نہ کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، وہ آپ کے bound نہیں ہے کہ جو آپ کہیں۔ یہ question hour نہیں ہے یہ سیکرٹری نہیں ہے کہ آپ ان کو کہیں کہ جی ایسے چلیں' یہ بتائیں' یہ کریں۔ یہ بات نہیں ہے۔ I rule it out.

وزیر قانون ، جناب والا!

> When they were addressing the chair we were quiet and calm to listen them and I feel they should have the courage to listen to us

جناب والا! میری اصلاحات کا ساتواں پوائنٹ یہ ہے۔ No hoarding banners and no wall chalking to bring down expenditures. جناب والا! یہ باتیں جاگیرداروں' سرمایہ داروں اور صنعت

کاروں کو راس نہیں آتیں۔ ہم نے انتخابی اصلاحات میں یہ سارے specific point بتا دیے ہیں کہ اخراجات کو کم سے کم تر کیا جائے اس لیے کہ جناب والا! ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس ملک میں الیکشن کے اخراجات ایسے ہیں کہ جو لوگ مثبت سوچ رکھنے والے ہیں یا جن لوگوں کی اس ملک میں اکثریت ہے، جو لوگ اس ملک سے بے شمار محبت کرتے ہیں وہ اپنی مفلسی، اپنی کم مائیگی، اپنے کم سرمائے کی وجہ سے ان ایوانوں میں نہیں آ سکے اور ان ایوانوں میں انہی لوگوں کا مسلسل تسلط چلا آتا رہا ہے۔ اسی لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ وال چاکنگ پہ جو ہزاروں روپے اٹھتے ہیں، بینرز پہ جو پیسے جاتے ہیں اخراجات کو جناب والا! بہت نیچے لایا جائے تاکہ درمیانے طبقے کے لوگ بھی الیکشن میں حصہ لینے کی سوچ سکیں اور وہی لوگ جب ان ایوانوں میں آئیں گے تو ان ایوانوں کی کارکردگی خداوند کریم کے فضل و کرم سے بہتر سے بہتر ہوتی جائے گی۔ اب جناب والا! میں آخری پوائنٹ پہ آتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، منشاء اللہ بٹ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ ہیں کیونکہ یہ بہت کم بولتے ہیں، بہت کم کھڑے ہوتے ہیں اس لیے مجھے امید ہے یہ ٹھیک بات کریں گے۔

جناب منشاء اللہ بٹ، جناب! آٹھ بج چکے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، ہاں وہ مجھے پتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہاں پہ پینتالیس منٹ کی بھی تقریر ہوئی ہے وہ وزیر ہیں اور یہاں شور بھی پڑا ہے۔ میں نے آدھ گھنٹہ دیا تھا پانچ سات منٹ شور میں چلے گئے ہیں تو اس لیے مہربانی۔

وزیر قانون، جناب والا! wind up کر رہا ہوں۔ میرے اگر کوئی الفاظ ان کو ناگوار گزرے ہیں میں تو ان سے بھی عزت سے کہتا ہوں لیکن جناب! شاید بعض لوگوں کو عزت راس نہیں آتی۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ ذرا wind up کیجیے تاکہ پھر اعتراض نہ ہو جائے کہ وقت نہیں ملا اور صبح پھر ریکوزیشن آ جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ خوش خوشی، راضی راضی گھر کو جائیں ناراض نہ ہوں۔

وزیر قانون، جناب! میں آپ کا بھی مشکور ہوں اور ان فاضل ممبران کا اور قابل احترام اپوزیشن کے ساتھیوں کا بھی مشکور ہوں۔ میرا آخری آٹھواں پوائنٹ ہے۔

Election to National Assembly and Provincial Assembly one day to bring down cast.

اس میں ایک ہی دن میں جب ایک نظام بنا ہوا ہے۔ ووٹر نے جانا ہے اور ایک ہی وقت میں جب دو

ووٹ کاسٹ ہو سکتے ہیں۔ جناب کو یاد ہو گا کہ جب بنیادی انتخابات تھے ۔ ڈسٹرکٹ کونسل کے بھی اور لوکل باڈیز کے بھی تو عام دیہاتی دو۔ووٹ ڈال لیا کرتا تھا تو کیوں نہ ہو جناب والا! کہ ہم اپنے اخراجات کو کم کرنے کے لیے اور اس قوم کو مزید مشکلات سے بچانے کے لیے ایک ہی دن میں دونوں الیکشن کرا دیں۔ ووٹر جاتا ہے اس کو دو بیلٹ پیپر دے دیئے جائیں۔ وہ دونوں کاسٹ کر کے واپس آ سکتا ہے۔ اس سے ایک تو وقت بچے گا خرچ کم ہو گا اور نیشنل اسمبلی کے نتائج صوبوں پر اثرانداز نہیں ہو سکیں گے اور اخراجات بھی دونوں طرف مساوی چلے جائیں گے ۔ اب میں last پوائنٹ پر آتا ہوں جو 9 نمبر ہے ۔ Limits on expendature in media on candidates to neutralise the money factor in politics ہمارا مین جو اصلاحات کا محور ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس ملک کے انتخابات کو شفاف، بہتر اور economical بنایا جائے۔ تاکہ 50 سال سے جو لوگ اس ملک سے حقیقی محبت کرنے والے ایوانوں سے باہر ہیں وہ آ سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اپوزیشن کو ان تجاویز کی بھرپور تائید کرنی چاہیے۔ اگر کسی سے اختلاف کرتے ہیں تو ان کو چاہیئے کہ جناب والا! کہ آ جائیں اس پر بات کر لیں یہ ملک کے مفاد کے لیے اور پنجاب کے مفاد کے لیے اور سیاستدانوں کے لیے بھی اچھا ہے کہ مل بیٹھ کر تعاون سے اس ملک کی ناؤ کو ------ یہ بنیادی ووٹ کا حق ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں یہ ایک نہایت اہم قومی مسئلہ ہے۔ ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ آئیں بیٹھ کر ان پر غور کریں اور اس پر ہم ان کی باتیں سننے کے لیے تیار ہیں۔ وزیر اعظم پاکستان نے بے شمار دفعہ عرض کی ہے کہ آئیں بات کریں۔ آج بھی ان کے دروازے کھلے ہیں۔ ٹیبل پر بیٹھ کر issue پر بات کر لیں دنیا کے جمہوری ملکوں میں ایسا ہوتا ہے ۔ گورنمنٹ اپنی تجویز دیتی ہے اپوزیشن بات کرتی ہے مل بیٹھ کر طے ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی ایسا issue نہیں ہے کہ جس پر آپ نے عزت اور انا کا مسئلہ بنا لیا ہے کہ مخالفت برائے مخالفت کی جائے۔ آخر میں میں مشکور ہوں کہ جناب والا! نے مجھے سماعت فرمایا۔

پنجاب کے آب پاشی نظام پر بحث

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ جی ذوالفقار علی کھوسہ صاحب! اب میرے خیال میں ہم اگلے آئٹم پر چلتے ہیں۔ اس میں آپ کی طرف سے چودھری محمد اقبال صاحب نے آغاز کرنا ہے ۔ لیکن پہلے یہ طے ہو جائے کہ آپ کتنا وقت لیں گے۔ تاکہ دوسرے فاضل اراکین کو بھی پتا چلے کہ ہم نے اتنے ٹائم

کے اندر اپنا موقف بیان کرنا ہے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ: پہلے تو جناب! آپ نے یہ کہا تھا کہ آپ نو بجے سے دس بجے تک کریں گے۔

جناب قائم مقام سپیکر، لیکن ٹائم تو چاچل جائے کہ کتنا لیں گے تا کہ میں اس کے مطابق --

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، ہماری opening speech کے لیے جناب آدھے گھنٹے کا ٹائم دے دیں۔اس کے بعد بے شک پانچ پانچ منٹ دے دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' چودھری اقبال صاحب!

چودھری محمد اقبال، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب سپیکر! میں آج اپنے آپ کو آب پاشی تک محدود رکھوں گا اور اس میں جو نئی development ہو رہی ہیں۔ اس کے بارے میں میں اپنی گزارشات پیش کروں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر ، مجھے امید ہے کہ آپ آدھے گھنٹے کی بجائے اپنا موقف بڑے جامع طور پر پندرہ بیس میں کر لیں گے۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ میں کبھی irrelevant اور غیر متعلقہ بات نہیں کرتا۔ لیکن جناب والا! میں یہ سمجھنا چاہوں گا کہ آب پاشی پر میں نے یہاں بات کرنی ہے۔ یہاں ہاؤس میں گورنمنٹ کے کون سے نمائندے اس کے اوپر -----

جناب قائم مقام سپیکر، وزیر زراعت بھی بیٹھے ہیں اور وزیر آب پاشی بھی بیٹھے ہیں۔

چودھری محمد اقبال، آب پاشی والے آئے ہوئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' سردار مقصود احمد خان لغاری۔

چودھری محمد اقبال ، جی' یہ تو بڑی مبارک بات ہے۔ جناب سپیکر! پاکستان کا نہری نظام ' بلکہ Indo-Pak کا نہری نظام دنیا میں بڑا مثالی نظام سمجھا جاتا ہے اور اس کے فوائد جو آج تک ہم نے دیکھے اور ہمارے بزرگوں نے دیکھے۔ ان سے بھی سارا ہاؤس کیونکہ کافی لوگ زمیندار بیٹھے ہوئے ہیں واقف ہیں۔ میں تھوڑا سا تعارف آپ کو کرانا چاہتا ہوں۔ اس میں نہری نظام میں چھوٹی بڑی نہریں اور جو سیم نالے ہیں ان کو ہمارا محکمہ آب پاشی کنٹرول کرتا ہے۔ اس میں جناب سپیکر! تین بڑے ڈیم

آتے ہیں 17 بیراج آتے ہیں جن میں سے 13 پنجاب میں ہیں۔ چالیس ہزار میل لمبی نہریں ہیں جن میں سے 24 ہزار میل پنجاب میں واقع ہیں۔ جناب سپیکر! سات ہزار میل سیم نالے ہیں۔ جن میں سے تین ہزار پنجاب میں واقع ہیں۔ یہ جناب والا! چھوٹا سا نظام جو اس وقت پاکستان میں چل رہا ہے۔ اس میں صوبہ پنجاب کا حصہ آپ دیکھ لیں کہ کتنا بڑا ہے۔ جناب سپیکر! نہری پانی کی حیثیت زرعی معیشت میں اس طرح ہے کہ جیسے روح اور جسم کا تعلق ہے آپس میں' اسی طرح نہری پانی اور فصلات کا تعلق ہے۔ اس نظام کو جس طرح چلایا جا رہا ہے وہ نہایت قابل افسوس صورت حال ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ نہری نظام جس وقت بنا ہے اس وقت سڑکیں بھی نہیں ہوتی تھیں۔ اور نہروں کے ساتھ ساتھ جو نہروں کی پٹیاں ہوتی تھیں وہ سروس روڈ کے طور پر استعمال ہوتی تھیں۔ اور وہ آج کل کی جو سڑکیں ہیں جن کے اوپر آپ سفر کرتے ہیں ان سے بہتر ہوا کرتی تھیں۔ لیکن جناب والا! اس کو آہستہ آہستہ no man's land قرار دے دیا گیا۔ اس کا کوئی والی وارث نظر ہی نہیں آیا اور نہ ہی کسی نے اس کو کنٹرول کیا' نہ اس کے افسران نے اس کی طرف توجہ کی' نہ حکومتوں نے توجہ کی بتدریج یہ تباہ ہوتا چلا گیا۔ اب آپ نہری کالونی کو جا کر دیکھیں ان کا منظر دیکھیں وہ بالکل ایسے ہے جیسے وہاں کبھی کبھی کوئی لوگ رہا کرتے تھے۔ وہ abandoned house کی طرح ہیں۔ وہاں پر کوئی افسر نہیں رہتا' وہ کالونیاں خالی پڑی ہیں۔ وہاں پر کوئی افسر نگرانی نہیں کرتا کہ ہماری پٹیوں کا حال کیا ہے۔ ہمارے نہری نظام کا حال کیا ہے۔ ہمارے راجباہ جات کا کیا حال ہے۔ ہمارے پنجاب کے اندر جو پورا نہری نظام چل رہے جناب والا! اس کی کون نگرانی کرے گا' کون اس پر ڈیوٹی دے رہا ہے اور کون اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ بالکل no man land کی طرح پٹیاں تباہ ہو گئی ہیں۔ راجباہ جات کی silting ہو گئی ہوئی ہے اور جناب والا! وہ اس وقت بڑی بری کسمپرسی کی حالت میں واقع ہے۔ اس کے ساتھ جناب والا! میں آپ کو ایک اور بات عرض کرنا چاہتا ہوں یہ سارے سسٹم کو درست کرنے کے لیے ہماری حکومت اس وقت ایسے سمجھ رہی ہے کہ ہم بالکل فیل ہو چکے ہیں اور اس کو صحیح نہیں کیا جا سکتا۔ اس کو جناب والا! ایک نیا رنگ دیا جا رہا ہے ں جس کی طرف میں جناب والا کی اور دوستوں کی توجہ دلانا چاہوں گا۔ وہ آجکل ایک PIDA بنا رہے ہیں۔ Provincial Irrigation & DrainageAuthority ایک نئی آفت اس ملک کے اندر آنے والی ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ privatisation ہر فیلڈ میں ضروری ہے۔ اس کو بھی پرائیویٹ کر دیا جائے اور ایک اتھارٹی بنا دی جائے۔ وہ اتھارٹی کس قسم کی ہو

گی۔ ہمارے وزیر آب پاشی اس کے اوپر روشنی ڈالیں گے کہ کس قسم کی اتھارٹی بنانا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس کے جو خدوخال نظر آتے ہیں وہ بڑے خطرناک ہیں۔ اس کے لیے جو بنیاد بنائی گئی ہے اس کی طرف میں جناب والا کی توجہ دلانا چاہوں گا۔ یہ کہا گیا ہے کہ اس میں بارہ کروڑ سبسڈی سالانہ O&M امریکی سسٹم کو feed کرنے کے لیے دی جا رہی ہے۔ جناب والا! جو PIDA کی جو دوسری بنیاد بنائی گئی ہے کہ آبیانہ بہت کم ہے اور اس کی recovery جو بورڈ آف ریونیو پنجاب میں کرتا ہے۔ اس کی حالت بڑی تشویش ناک ہے۔ اس لیے PIDA کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ جناب سپیکر! تیسری بنیاد یہ کہی گئی ہے کہ پانی کی مناسب مقدار میں سپلائی نہیں ہے اور اس کا ضیاع بہت ہوتا ہے۔ اس کو روکنے کے لیے PIDA بنائی جا رہی ہے۔ وہ کیا جادو کا چراغ لے کر آئیں گے جس سے وہ روکیں گے۔ چوتھی بنیاد جو بنائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ پانی کی تقسیم غیر منصفانہ ہے اور ٹیلوں پر پانی نہیں پہنچتا۔ جناب والا! یہ PIDA ٹیلوں پر پانی پہنچائے گا۔ اب آپ کو وزیر آب پاشی سمجھائیں گے کہ کس طرح وہ ٹیلوں پر پانی پہنچائیں گے۔ جناب والا! اس کے بعد جو چھٹا اس کا ہے کہ irrigation سسٹم خراب ہو جانے کی وجہ سے مختلف فصلات کی فی ایکڑ پیداوار بہت کم ہو گئی ہے۔ اس کو درست کرنے کے لیے ہم ایک PIDA اتھارٹی بنا رہے ہیں۔ جناب والا! میں نے ترتیب سے جو چھ پوائنٹ بیان کیے ہیں ان کی روشنی میں میں اپنی چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! پہلا یہ ہے کہ سبسڈی جو بارہ کروڑ بتائی گئی ہے۔ یہ کوئی درست نہیں ہے۔ یہ according to annual Budget statement of Punjab اس میں کوئی 207 کروڑ رقم Irrigation کے ہیڈ میں دکھائی گئی ہے۔ اگر وزیر موصوف نوٹ لے رہے ہیں تو ضرور اس کو لکھیں۔ اس کے اوپر جناب والا! Irrigation ہیڈ میں کل خرچ 327 کروڑ دکھایا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں 96-1995ء میں آبیانہ کی مد میں جو کل receipts دکھائی گئیں ہیں۔ وہ 120 کروڑ روپے ہے۔ اس میں جناب سپیکر 207 کروڑ کا فرق آتا ہے۔ یہ جو 207 کروڑ روپے کا فرق ہے وہ O&M of SCARP and flood protection of urban area کے لیے وہ اضافی خرچہ ہے جس کو زمیندار کے اوپر ڈالنا کسی طرح سے بھی مبنی بر انصاف نہیں۔ جناب سپیکر! اس کے علاوہ دوسری مد میں جو کہا گیا ہے کہ آبیانہ جو وصول ہوتا ہے اور جو اس پر اخراجات آتے ہیں اس کی رقم کچھ اس طرح سے بتائی گئی ہے کہ ۹۵-۱۹۹۴ء میں کل رقم ایک ارب ۱۸ کروڑ ۵۳ لاکھ ۵۵ ہزار بتائی گئی ہے۔ جناب والا! جو رقم آبیانہ سے وصول ہوتی ہے،

کل رقم، وہ بتائی گئی ہے ایک ارب ۱۵ کروڑ ۵۷ لاکھ ۵۵ ہزار۔ جناب سپیکر! اس کے ساتھ ساتھ اکثر اوقات آبیانہ بڑھا دیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بڑھانے کی شرح ۲۵ فی صد ہوتی ہے اور بعض اوقات اس سے کم و بیش۔ آبیانہ بڑھانے کی مشق اس صدی کے شروع میں بھی کی گئی تھی اور اس وقت ایک فارن حکومت تھی۔ ہماری اپنی حکومت نہیں تھی۔ انھوں نے ایک کمیٹی بنائی تھی۔ ان کے جذبات میں گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ وہ انگریزی میں ہے۔ میں آپ کو عرض کر دیتا ہوں۔ انھوں نے ایک سپیشل کمیٹی تشکیل دی تھی۔ انھوں نے جو فیصلہ کیا تھا وہ میں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں،

> The Governor in Council however is in entire agreement with the proposition that a government cannot look at this question purely from the stand point of commercial practice The government must take into account many other considerations, and in particular it is its duty to see the burden on those who use the canal water is not heavier than they can bear Even if it is not heavier, we should study that government should be asked to bear its general obligation to foster the welfare of the people committed to its care and the government may well reduce a charge even when in commercial practice no reduction could be justified

جناب والا! یہ فارن گورنمنٹ کی جو کمیٹی مقرر کی گئی تھی ان کے جذبات ہیں جو انھوں نے اپنے نوٹ میں درج کیے ہیں اور یہاں پر ۲۵ فی صد آبیانہ اکثر بڑھا دیا جاتا ہے، بغیر سوچے سمجھے کہ جو دینے والے ہیں ان کی paying capacity کیا ہے۔ کیا وہ اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ یہ pay کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جناب والا! اس کے علاوہ آب پاشی سے جو ہمارے کاشت کار جن کے اوپر آبیانے کی زد پڑے گی جو متاثر ہوں گے، ۷۰ فی صد جو لوگ ہیں وہ چھوٹے کاشت کار ہیں۔ وہ بارہ ایکڑ یا اس سے کم کے مالک ہیں۔ وہ اس سے زیادہ کے مالک نہیں ہیں۔ جناب سپیکر! اس کے اوپر ایک رپورٹ ہے ایگریکلچرل پرائس کمشن، جنھوں نے پنجاب کے زمینداروں کی فی ایکڑ اوسط آمدنی ۹۳-۱۹۹۲ء میں اخذ کر کے مقرر کی

تھی اور وہ انھوں نے اس طرح سے بیان کی ہے۔ مختلف فصلات کے بارے میں انھوں نے جو فی ایکڑ آمدنی نوٹ کی ہے، پرائس کمشن والوں نے، وہ میں آپ کے گوش گزار کر رہا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ گندم کے اوپر ۸۱ روپے ان کی فی ایکڑ آمدنی ہے۔ جو ان کو بچت آتی ہے۔ اور باسمتی چاول کے اوپر وہ اس کو ۳۷ روپے کہتے ہیں۔ کپاس کے اوپر ۲۰۲ روپے اور گنے کے اوپر ۵۶۶ روپے کہتے ہیں۔ یہ انھوں نے چار موٹی فصلوں کی فی ایکڑ آمدنی زمین دار کی بتائی ہے جو کہ بارہ ایکڑ یا بارہ ایکڑ سے کم کے مالک ہیں۔ جناب سپیکر! اس کے بعد یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہری پانی کی سپلائی مناسب نہیں اور ٹیلوں وغیرہ کے اوپر پانی نہیں پہنچتا۔ اور یہاں پہ میکسیکو والا جو سسٹم ہے اس کی مثالیں دی گئی ہیں کہ جو میکسیکو میں سسٹم چل رہا ہے وہ پاکستان میں لایا جائے۔ یہ PIDA کے خیالات ہیں جنھوں نے اتھارٹی بنائی ہے۔ جناب والا! آپ ذرا میکسیکو کو پاکستان کے ساتھ compare کریں کہ پاکستان کے حالات کیا ہیں اور میکسیکو کے حالات کیا ہیں۔ اس پر میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا۔ پھر اس کے بعد چوتھا جو اتھارٹی بنانے کا basis بنایا گیا ہے وہ پانی کی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ زمینداروں کو انصاف سے پانی نہیں ملتا۔ کچھ کو مل جاتا ہے، کچھ رہ جاتے ہیں۔ اس کا حل بھی PIDA تجویز کرے گا کہ کس طرح سے وہ اس تقسیم کو برابر کرتا ہے۔ جناب والا! پھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ سکارپ کی وجہ سے اتھارٹی بنانے کی ضرورت پیش آئی۔ سکارپ کو بھی base بنایا گیا ہے۔ جناب سپیکر! سکارپ سے آب پاشی نظام اتنا مہنگا ہو گیا ہے، یہاں سارے زمیندار حضرات بیٹھے ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ exercise کروالیں تو کم از کم ۷۰ فی صد زمیندار اگلے چھ ماہ میں اپنے ٹیوب ویل کٹوا دیں گے۔ بلوں کی جو شرح آج کل آ رہی ہے، ہر شریف آدمی اپنے گھر کا بل دینے سے بےزار ہے کہاں وہ ٹیوب ویل کا بل دے گا جو آج کل ٹیرف اور جو آج کل بجلی کے نرخ اتنے بڑھ گئے ہیں اس سے اگلے چھ ماہ میں، بے شک میرے دوست وزیر آب پاشی اسے assess کروالیں کہ اگلے چھ ماہ کتنے کنکشن کاٹے جاتے ہیں اور کتنے کنکشن ہیں جو زمیندار خود کٹوا دیں گے۔ جناب سپیکر! یہ ساری باتیں نظر میں رکھنے والی ہیں۔ میں فاضل دوست سے اس کی ذرا clarification چاہوں گا کہ وہ کیا اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔ پھر جناب والا! چھٹے نمبر پر یہ کہا گیا ہے کہ فصلوں کی جو کم پیداوار ہے اس کی وجہ بھی نہری نظام ہے اور باقی چیزوں کے اوپر بھی روشنی ڈالی گئی ہے جس میں کھاد بھی ہے۔ بروقت کھاد بلیک ہوتی ہے۔ وہ زمینداروں کو نہیں ملتی۔ ادویات میں ملاوٹ ہے۔ وہ بھی فی ایکڑ پیداوار کم ہونے میں share کرتی ہے۔

صرف نہری نظام کا اس میں گناہ نہیں ہے۔ باقی ساری چیزیں جو ہیں وہ چھوڑ دی گئی ہیں' بلکہ فرسودہ طریق کاشت کو چھوڑ دیا گیا ہے' قرضوں کا نہ ملنا discuss نہیں کیا گیا۔ یہ ساری باتیں اس میں نہیں آتیں اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ جو PIDA بن رہا ہے یہ سارے مسائل کا حل لے کر آئے گا۔ جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ PIDA کون سا جادو لے کے آئے گا جو ان سارے مسائل سے نجات دلوائے گا۔ جناب سپیکر! ایک بات اور ہے۔ میرا خدشہ ہے۔ میں اس پر sure نہیں ہوں۔ میرا خدشہ ہے کہ یہ PIDA والے کم از کم ساڑھے تین سو چار سو روپے فی ایکڑ آبیانہ زمینداروں کو ڈالیں گے۔ اس کے اوپر بھی وزیر آبپاشی کوئی پالیسی بیان دیں کہ کیا یہ میرا خدشہ درست ہے یا غلط ہے۔ انھوں نے کیا calculate کیا ہے؟ فی ایکڑ کو کس حساب سے PIDA والے تجویز کر رہے ہیں کہ اتنا آبیانہ ہو گا۔ اس کے اوپر بھی ضرور اپنا پالیسی بیان دیں تاکہ ہمارے خدشات جو ہیں ان کا ہمیں پتا چل سکے۔ جناب سپیکر! یہ نہری نظام جو ہے' اس کا یہ کوئی حل نہیں ہے۔ یہ تو ہتھیار ڈالنے والی بات ہے۔ پھر گورنمنٹ پنجاب نے کرنا کیا ہے؟ مجھے بتایا جائے کہ اگر وہ نہری نظام کو بھی نہیں سنبھال سکتے تو یہ ساری چیزیں اس طرح سے کبھی PIDA بن جائے گا' کبھی کوئی نیا نظام آجائے گا جس طرح سے آپ نے ابھی الیکشن کی اصلاحات کے بارے میں سنا ہے۔ اگر اس طرح سے سارا نظام بدل کے دوبارہ لانا ہے' اس پہ repercussions نہیں دیکھے جائیں تو پھر اس کے بڑے غلط نتائج نکلیں گے۔ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے میری وزیر آب پاشی سے ایک یہ استدعا ہے کہ مجھے کم از کم ان کے محکمے کا اور ان کا اپنا رول جو اس PIDA کے بنانے میں انھوں نے ادا کیا ہے' ان پر وضاحتی بیان وہ اس ہاؤس کے اندر فرمائیں کہ انھوں نے کیا role play کیا ہے۔ after all وہ خود زمیندار ہیں۔ انھوں نے کتنے ایم پی ایز سے مشورہ کیا ہے۔ انھوں نے کاشت کاروں کی کتنی تنظیموں سے مشورہ کیا ہے۔ یہاں پر ہمارا کسان بورڈ ہے۔ کسانوں کی' زمینداروں کی ہماری بہت سی تنظیمیں ہیں۔ چھوٹے فارمرز کی ہیں' بڑے فارمرز کی ہیں۔ سوائے ایک تنظیم کے جو فارمرز ایسوسی ایشن بنی ہوئی ہے۔ اس میں بہت بڑے بڑے جاگیردار ہیں۔ وہ ایک تنظیم ہے ضرور۔ ہو سکتا ہے ان سے مشورہ کیا ہو۔ لیکن جناب والا! جو چھوٹے کاشت کار ہیں' ان کے ساتھ کہاں پر اور کس تنظیم کے ساتھ مشورہ کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میری آپ سے استدعا ہے کہ یہ ہمارا concern ہے۔ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ ہمارا اس پر روزی کا سوال ہے۔ جناب والا! اس میں ہمیں consult ہی نہیں کیا جاتا اور اوپر اوپر یہ

پالیسیاں اسلام آباد میں بیٹھ کے بن جاتی ہیں۔ کبھی PIDA بن جاتا ہے' کبھی کچھ بن جاتا ہے۔ جناب سپیکر! یہ کتنی ستم ظریفی ہے۔ یہ سارا ایوان زمینداروں کا ہے۔ اس میں majority زمینداروں کی ہے۔ ان کے ساتھ اس ایوان میں discuss نہیں کیا گیا۔ اور ایک اتھارٹی کا پورا آرڈیننس بنا دیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! یہ کہاں کا انصاف کہ concerned آدمی جس کے اوپر زد پڑتی ہے اس کو پتا ہی نہ ہو۔ اس کے ساتھ discuss ہی نہ کیا جائے۔ کسی تنظیم کا اس میں حصہ نہ ڈالا جائے اور ان کا کوئی نمائندہ نہ بلایا جائے۔ یہ بڑی عجیب صورت حال چل رہی ہے۔ میں نے اس خدشے کے تحت کہا ہے۔ میں نے اری گیشن تک اپنی آپ کو محدود رکھا ہے۔ ایگریکلچر کی بات ہمارے باقی دوست کریں گے۔ میں نے بہت پہلے بہت سی گزارشات اپنے بھائی وزیر زراعت کو سنائی تھیں اور بڑی دردمندانہ اپیل بھی کی تھی کہ اس کے اوپر آپ غور کریں۔ وہ غور کر بھی رہے ہیں انشاء اللہ۔ مزید بہتر کریں گے۔ لیکن آج ہم اری گیشن کے اوپر بہت ساری چیزیں سمجھنے کے لیے اپنے دوست کو ضرور تکلیف دیں گے کہ ہمیں سمجھائیں کہ یہ سارا کچھ کیا ہو رہا ہے۔ جناب سپیکر! اگر نہری نظام بچایا نہ گیا تو پھر آپ دیکھ لیں کہ اس ملک کی agro based economy ہے۔ آپ غور فرمائیں۔ آپ تو اکنامکس کو بھی سمجھتے ہیں۔ اگر یہ agro based economy نہ ہوتی' industrial based economy ہوتی تو آج اس ملک کا کیا ہوتا؟ جیسے ملک کی انڈسٹری بیٹھ گئی ہوئی ہے یہاں پر کیا حال ہوتا ہے؟ ہماری اکانومی کا کیا حال ہوتا ہے۔ یہ صرف agro based economy ہے جس کی وجہ سے ملک چل رہا ہے۔ اگر کپاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور نبی اکرم کی برکت سے اتنی اچھی نہ ہوتی تو شاید ہماری داستان بھی نہ ہوتی داستانوں میں۔ اس طرح یہ ساری فصلیں جو ہیں ان کا دار و مدار صرف اور صرف نہری نظام کے اوپر ہے۔ اس کے اوپر میں چاہوں گا کہ ان ساری باتوں کا پوری وضاحت سے جواب دیا جائے۔ بہت شکریہ' بڑی نوازش۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: اگر یہاں کوئی فاضل رکن جو نہایت اچھی تقریر کرے اور ہاؤس میں کوئی خلل ڈالے بغیر اپنا موقف بیان کرے تو اس کی قدر کرنی چاہیے۔ میں چودھری محمد اقبال کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے بڑی اچھی تقریر کی اور انھوں نے ایک اچھے پارلیمنٹیرین کا رول ادا کیا۔ ہم سب کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آگے ہیں سید سجاد حیدر کرمانی۔ (معزز ممبر ہاؤس میں موجود نہیں تھے) سید سجاد حیدر کرمانی اگر لابی میں

تشریف رکھتے ہیں تو اندر تشریف لے آئیں۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ، جناب سپیکر! وہ نہیں ہیں تو اگلے ممبر کو لے لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' آگے ہیں رانا محمد اقبال خان!

رانا محمد اقبال خان، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ' جناب سپیکر! آج کا موضوع اس حوالے سے کہ میرا تعلق بھی دیہات سے ہے اور کاشت کاروں سے ہے۔ دیہات میں بسنے والی اکثریت کاشت کاروں کی ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے یہ ملک بھی زرعی ملک ہے۔

جناب سپیکر! پانی انسانی جسم کے لیے' حیوانات کے لیے اور فصلات کے لیے بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ان دونوں کے لیے ہے۔ ہمارا یہ نظام سو سال سے چل رہا ہے لیکن اس میں خامیاں یقینی طور پر ہیں اور اب جو پاکستان کے کاشتکار کے خلاف اور پاکستان کے خلاف سازش چل رہی ہے یہ اس سازش کی طرف ایک قدم ہے۔ پاکستان کی معیشت کو کمزور کرنے کے لیے ایک ایسا ادارہ جس کا نام آئی۔ ایم۔ ایف ہے' وہ معاشی طور پر بھی' اقتصادی طور پر بھی اور سیاسی طور پر بھی پاکستان کو کمزور کرنا چاہتا ہے۔

جناب سپیکر! اب یہ حد جو ایک پیڈا کے ذریعے آیا ہے' یقینی طور پر اس سے چھوٹا کاشت کار جو کہ پنجاب کا 70 فیصد چھوٹا کاشت کار ہے' اس کو بے انتہا نقصان پہنچے گا اور اس کا اثر ہماری ملکی پیداوار پر بھی ہو گا جبکہ ہمارے پاس ایریگیشن کا ایک محکمہ پہلے سے کام کر رہا ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی پیڈا کو اب یہاں بنانا اور اس پیڈا پر بے شمار اخراجات کرنا اور اس تجربے کے بعد پتا نہیں کیا ہو گا' آیا یہ تجربہ کامیاب ہوتا ہے یا ناکام ہوتا ہے۔ اگر یہ ناکام ہوتا ہے تو ہمارا پنجاب کو کروڑوں کا نقصان ہو گا اور ہر سال پیڈا کے جو تقریباً سترہ کے قریب بورڈ بنیں گے ان پر بے شمار اخراجات ہم پنجاب کے کاشت کاروں پر بوجھ ہو گا۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ حکومت وقت کسانوں کا خیال کرے۔ اس بات کا خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو قدرتی طور پر پانی کی نعمت سے اتنا نوازا ہے جس کو صرف کنٹرول کرنا ہی ہمارے اگر بس میں نہیں تو یہ پھر ہماری بدقسمتی ہے۔

جناب سپیکر! محکمے کی کارروائی کو دیکھا جائے اور اس کو درست کیا جائے۔ جہاں جہاں محکمے میں خامیاں ہیں' او اینڈ ایم ہے اس کے مطابق محکمے کو چلایا جائے' جہاں خامیاں ہیں ان کو دور کیا جائے' جہاں پر ریکوریز نہیں ہو رہیں ان کی دل شکنی کی جائے۔ اصل میں تو یہ کاشت کاروں کے لیے

فری سروس ہونی چاہیے تھی۔ اس پر جو اٹھنے والے اخراجات ہیں صرف کاشت کاروں پر اسی کا بوجھ ہونا چاہیے تھا نہ کہ ایک نیا پیڈا بنا دیا۔ اب جس طرح کہ پہلے واپڈا ہے وہ اپنی مرضی سے دن میں کئی کئی بار تبدیلیاں کرتا ہے۔ آج اگر بجلی کا نرخ کچھ ہے تو کل کچھ اور ہو گا۔ اب دیکھیے کہ ایک کاشت کار، زمیندار یا کارخانہ دار کے لیے واپڈا والوں نے یک دم بجلی کے چارجز کو تبدیل کیا ہے کہ حکومت وقت بھی اس پر کنٹرول نہیں کر سکتی بلکہ یہاں تک کہ عدالتوں نے بھی اس پر احکام جاری کیے اور اس کے بعد اب کاشت کار بے چارے اس حال میں پہنچ گئے ہیں کہ بجلی کی بجائے ڈیزل پر اپنے ٹیوب ویل چلانے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ تو کہیں ایسا ہی نہ ہو کہ یہ محکمہ بھی ہمارے لیے ایک عذاب بن جائے اور یہ سازش جس کا میں ذکر کر رہا ہوں اگر فوری طور پر اس کا تدارک حکومت نے نہ کیا تو یقین جانیے کہ پنجاب کا کاشت کار پس جائے گا اور یہاں کی معیشت تباہ حالی کی طرف بڑھے گی۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ، جناب رانا صاحب! 5 منٹ تھے گزر گئے۔ آپ نے ہی فیصلہ کیا ہے۔

رانا محمد اقبال خان، جناب سپیکر! فیصلہ تو ایکٹنگ سپیکر نے کیا ہے۔ ٹھیک ہے، میں ان کا احترام کرتا ہوں، آپ کے حکم کی بھی تعمیل کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، بڑی مہربانی۔

ملک محمد عباس کھوکھر، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔۔

ملک محمد عباس کھوکھر، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اتنے اہم معاملے ہوتے ہیں۔ پورے پنجاب کا مسئلہ ہے۔ ہم نے ہر ایک نے بولنا ہوتا ہے اور بہت زیادتیوں ہیں جو ہم نے بتانی ہوتی ہیں۔ آپ پانچ منٹ کا فیصلہ کر لیتے ہیں اور ایک ہی دن میں اجلاس ختم کر لیتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، میں نے فیصلہ نہیں کیا۔

ملک محمد عباس کھوکھر، میں گزارش یہ کرتا ہوں کہ انھوں نے مجبوراً کیا ہو گا۔ ٹائم ہی نہیں بچتا۔ پچھلی دفعہ لاء اینڈ آرڈر پر بھی ایسی ہی بات ہوئی تھی۔ آج ایگریکلچرل کے ساتھ بھی یہ زیادتی ہو رہی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ اب دیکھیں ناں اسی طرح آپ ٹائم

consume کرتے ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر : میں گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس کے لیے اسمبلی کا اجلاس بڑھاتے کیوں نہیں؟ ہماری سنتے کیوں نہیں؟ لاء اینڈ آرڈر پر بھی ہم دو منٹ بولیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر : اب بھی آپ کہہ رہے ہیں۔ آپ میرے خیال میں آتے ہی نہیں ہیں۔

ملک محمد عباس کھوکھر : میں بڑی معذرت سے گزارش کروں گا کہ لاء اینڈ آرڈر کے لیے انھوں نے پورے صوبہ پنجاب کے لیے آدھا گھنٹہ رکھا۔ آج ایگریکلچرل کا مسئلہ ہے جس پر ستر پچھتر فیصدی آبادی کا دار و مدار ہے جس کے ساتھ ظلم و زیادتی کی انتہا ہو رہی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ پانچ پانچ منٹ بولیں۔

جناب قائم مقام سپیکر : یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ I rule it out میں اسے کارروائی سے rule out کرتا ہوں۔ یہ بنتا ہی نہیں۔ جی جناب ذوالفقار علی کھوسہ صاحب۔۔۔۔ ان کو پتا ہے کہ آپ آتے نہیں ہیں اس لیے آپ کو ساری کارروائی کا پتا نہیں ہے۔

ملک محمد عباس کھوکھر : جناب! میں صبح سے لے کر اب تک حاضر ہوں اور کبھی غیر حاضر نہیں ہوا۔

جناب قائم مقام سپیکر : جی، جی۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ اگر ٹریژری بنچز کی طرف سے کوئی سپیکرز ہیں تو اس لیے میں نے اپنے سپیکرز کے لیے پانچ پانچ منٹ کی درخواست کی تھی اگر وہاں سے سپیکرز نہیں ہیں تو پھر ہمارا ٹائم بڑھا دیا جائے۔

حاجی محمد افضل چن : کیوں نہیں، ہم بیٹھے ہیں۔ ہم بھی بولنا چاہیں گے۔

سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ : جناب سپیکر! میں ان سے مخاطب نہیں ہوں میں آپ سے مخاطب ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر : نہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ ان کا بھی ٹائم ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آٹھ بجے تک کا ٹائم تھا جو ہم نے وہاں طے کیا تھا وہ میں نے اس لیے بڑھایا کہ بھئی ابھی تشنگی ہے۔ موضوع بڑا لمبا ہے۔ اس پر کافی بحث و مباحثہ ہوا ہے تو میں نے نو بجے تک کیا۔ اس کے بعد بھی ابھی وائنڈ اپ ہونا ہے تو میں نے کہا کہ ساڑھے نو بجے تک بھی چلتے رہیں گے۔ اب میرے سامنے فاضل اراکین کی آپ کی ممبرز کی لسٹ ہے جس میں سے ابھی دو فاضل اراکین بولے ہیں اور آٹھ

ابھی بقایا ہیں۔ دو تین چلو یہاں تشریف نہیں رکھتے ہوں گے، چھ سات ہوں گے، پھر بھی 35 منٹ تو ان کے پانچ کے حساب سے گزر جائیں گے۔ اس کے بعد گورنمنٹ پارٹی کی طرف سے بولتے بھی ہیں۔ پھر وائنڈ اپ بھی ہو گی۔ تو بات تو وہ چلے گی دس بجے تک۔ تو میرے خیال میں یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ پھر بعد میں جس طرح اس روز ہم نے کیا تھا تو پھر دوست کہیں گے۔

وزیر قانون : جناب والا! دو منسٹر صاحبان ہیں انھوں نے وائنڈ اپ کرنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر : جی، جی۔ شکریہ۔ آگے ہیں ہمارے سید تابش الوری صاحب۔

سید تابش الوری : جناب سپیکر! زراعت ہمارے ملک کی شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے اور میرے نزدیک آئندہ صدی بین الاقوامی اعتبار سے زراعت کی صدی ہو گی چونکہ جس تیز رفتاری سے آبادی بڑھ رہی ہے اس کے پیش نظر وہی زرعی ملک ایک سپر پاور کی حیثیت اختیار کر جائے گا جو دنیا کو غذا اور اجناس فراہم کر سکے گا۔ اس اعتبار سے پاکستان میں زراعت کے ساتھ ترجیحی سلوک اور جامع منصوبہ بندی وقت کا تقاضا بھی ہے اور تاریخ کی للکار بھی ہے لیکن ہم محسوس کر رہے ہیں کہ پنجاب جو کسی وقت زراعت کا سرچشمہ اور اجناس کا گہوارہ تھا وہاں اب زراعت غیر منافع بخش ہوتی جا رہی ہے اور آپ شاید یہ سن کر حیران ہوں گے کہ کپاس کے سواء پنجاب اب ملک کے دوسرے صوبوں سے فی ایکڑ پیداوار کے حساب سے سب سے پیچھے آ گیا ہے سب سے نچلی سطح پر پہنچ گیا۔ اس کی کئی وجوہ ہیں لیکن تفصیل کا وقت نہیں ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس میں ایک بہت بڑا عامل کھاد کی صحیح فراہمی ہے اور کھاد کو مسلسل، متواتر، بلا جواز اتنا مہنگا کر دیا ہے کہ عام کاشت کار اب زراعت کو منافع بخش نہیں سمجھتا اور اب بڑے بڑے زمین دار زراعت چھوڑ کر صنعت کاری کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ جناب والا! کھاد کے سلسلے میں ہم جہاں یہ شکایت کر رہے ہیں کہ وہ بروقت فراہم نہیں ہوتی آج وہ انتہائی بلیک پر بھی ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے کی سفارشوں پر فراہم ہو رہی ہے اور عام آدمی کو کنٹرول ریٹ پر کھاد کا ملنا ناممکن ہو گیا ہے۔ ادھر یہ ظلم کیا جا رہا ہے کہ کھاد بنانے والا جو ملک کا سب سے بڑا کارخانہ پاک سعودی فرٹیلائزر ہے اور جو سب سے زیادہ منافع بخش ادارہ ہے اس کو نج کاری کے سپرد کیا جا رہا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہو گی کہ National Fertilizer Corporation مختلف اداروں کو خسارے میں چلا رہی ہے اور یہ پاک سعودی فرٹیلائزر واحد ادارہ ہے جو تمام خسارے پورے کرنے کے باوجود بھی اڑھائی ارب روپے کا منافع دے رہا ہے اور ایک ارب روپے کا انکم ٹیکس ادا کر رہا ہے۔ اس

ادارے کو محض 2 ارب کی ادائیگی پر بیچا جا رہا ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اب کھاد بھی نجی ادارے کی حیثیت سے عام آدمی کی دسترس سے باہر ہو جائے گی اور جہاں جہاں فیکٹریاں ہیں اس کے monopolists ہیں وہ اس کاروبار پر قبضہ کر کے عام آدمی کے لیے کھاد کا حصول ناممکن بنا دیں گے۔

جناب والا! نج کاری ایک اچھا فیصلہ ہے لیکن ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ کیا ہم ان قومی اداروں کو بھی نج کاری کے سپرد کرنا چاہتے ہیں جو انتہائی منافع بخش ہیں۔ اسی طرح سے گدو کا جو تھرمل پاور سٹیشن ہے وہ سب سے زیادہ منافع بخش ہے اور اس کو بھی اونے پونے فروخت کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں کو نوازا جا رہا ہے۔ یہ پالیسی زراعت کے لیے انتہائی خطرناک ہے۔ جیسا کہ آپ نے سنا کہ ہمارے نہری نظام کو تباہ کرنے کے لیے محکمے کی جگہ PIDA کی شکل میں ایک نئی اتھارٹی قائم کی جا رہی ہے اور میں اس پر احتجاج کرتا ہوں کہ پنجاب کی پنجاب اسمبلی جو عوام کا سب سے بڑا منتخب ادارہ ہے اس کو اعتماد میں لیے بغیر خفیہ خفیہ ایک سازش کے ذریعے آئی۔ ایم۔ ایف کے دباؤ پر مرکزی حکومت پنجاب پر یہ فیصلہ مسلط کر رہی ہے اور پنجاب کی جو زراعت اور معیشت ہے اس کو تباہ کرنے کے درپے ہے۔ ہمیں آنکھیں کھولنی ہوں گی ہم محض انگوٹھا لگانے کے لیے نہیں ہیں ہم عوام کی نمائندگی کرنے کے لیے ہیں ان کی یہاں پر ترجمانی کرنے کے لیے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ PIDA کے ذریعے یہ اختیار لیا جا رہا ہے کہ اگر کوئی آبیانہ ادا کرنے میں تساہل کرے تو اس کا پانی بند کر دیا جائے گا اس سے پہلے محکمے کی طرف سے ایسے قوانین موجود ہیں کہ کاشت کار کا پانی بند نہیں ہو سکتا تاوان ہو سکتا ہے اس کا چالان ہو سکتا ہے اس پر جرمانہ ہو سکتا ہے لیکن پانی بند نہیں کیا جا سکتا اس لیے کہ پانی بند کرنے سے فصل تباہ ہو گی اور فصل تباہ ہو گی تو قومی نقصان ہو گا لیکن PIDA کو یہ اختیار دیا جا رہا ہے کہ اگر کوئی آبیانہ نہ دے یا اس کی ادائیگی میں تساہل کرے تو اس کا پانی بند کر دیا جائے گا۔ جناب والا! یہ نجی نقصان نہیں یہ قومی نقصان ہے۔

جناب والا! اسی طرح سے ہمارے ملک کی اور پنجاب کی سب سے بڑی ضرورت کالاباغ ڈیم ہے جس منصوبے کو ختم کر دیا گیا ہے جسے ترک کر دیا گیا ہے اور دوسرے صوبوں کو گیس اور بجلی پر royalty دی جا رہی ہے جو مرکزی پول (Pool) سے بنائے گئے ہیں جس میں وفاق اور صوبوں کا مشترکہ سرمایہ شامل ہے جناب انہیں تو royalty مل رہی ہے لیکن پنجاب جو اپنی محنت سے، اپنے خون

پسینے کی کمائی سے گندم پیدا کر رہا ہے اس پر کوئی royalty نہیں مل رہی اور پنجاب نے تقریباً ساڑھے تین کروڑ روپے کا وفاقی حکومت سے مطالبہ کر رکھا ہے اور وفاقی حکومت نے تسلیم کر رکھا ہے لیکن اب وفاقی حکومت اس سے منحرف ہو گئی ہے اور تقریباً ساڑھے تین سو کروڑ روپے وفاق نے پنجاب کے دبا رکھے ہیں اگر وہی رقم پنجاب کو مل جائے تو یہاں زرعی ترقی کے نئے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لیے میں آپ کے توسط سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ زراعت اور آبپاشی کے سلسلے میں کوئی بھی پالیسی بنانے سے پہلے اس ادارے کو اعتماد میں لیا جائے اور ابھی صوبائی کابینہ نے پچیس فیصد آبیانہ بڑھانے کا جو فیصلہ کیا ہے وہ بھی اس ایوان کو اعتماد میں لیے بغیر کیا ہے۔ کوئی بھی ٹیکس بجٹ سے باہر نہیں لگایا جا سکتا اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ صوبائی اسمبلی کو by pass کر کے 25 فی صد آبیانے میں فوری اضافہ کرنے کا غالباً فیصلہ کیا گیا ہے جو کسی طرح سے قابل قبول نہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر ، مہربانی۔ شکریہ----------پروفیسر نور محمد غفاری!

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری، شکریہ' جناب سپیکر!

جناب سپیکر! پانچ منٹ کے اندر پاکستان کے اور پنجاب کے زرعی اور آب پاشی کے مسائل پر بولنا یا کچھ عرض کرنا میرے خیال میں آپ کا وقت بھی ضائع کرنا ہے اور اپنا وقت بھی ضائع کرنا ہے -------

جناب قائم مقام سپیکر ، نہیں۔ نہیں۔ آپ بڑے عالم فاضل ہیں آپ پانچ منٹ میں کافی بات کر جائیں گے۔

پروفیسر ڈاکٹر نور محمد غفاری ، جناب والا! ان پانچ منٹوں میں صرف ایک ہی پوائنٹ پر یہی عرض کروں گا کہ اس پاکستان کے agro-based سسٹم کا جو محسن ہے ' جو کارندہ ہے' جو کسان ہے اس کی حالت زار کیا ہے اس میں کیا تبدیلی لائی جا سکتی ہے کہ وہ بہتر پیداوار دے سکے ' وہ بہتر کام کر سکے اور پنجاب کا ایگریکلچر سیکٹر ترقی کرے۔ اس پر میں چند باتیں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب والا! عرض یہ ہے کہ پنجاب کے کسان کے مقدر کے اندر ناخواندگی' پسماندگی' غربت اور ٹیکسوں کا انبار ہے اس کے علاوہ اس غریب کو کچھ نہیں ملا۔ جب تک آپ اس کو کچھ نہیں دیں گے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کریں گے اس وقت تک اگر آپ یہ سوچیں کہ آپ کی زراعت ترقی کرے گی تو یہ میرے خیال میں دیوانے کا خواب ہے اس کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

جناب والا! نہ اس کو وقت پر پانی ملتا ہے۔ نہ وہ educated ہے کہ وہ اچھی طرح سے سمجھ سکے کہ جو نئے equipments آ رہے ہیں ان کو کیسے استعمال کرنا ہے۔ اگر اس کی proper training کی جائے گی' اگر اس کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تو زراعت ترقی کر سکے گی۔ نہیں تو میرے خیال میں اس کی ترقی کے کوئی chances نہیں ہیں۔ اس لیے سوائے وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں بن سکے گا۔ میں بجائے اس کے کہ ایسی تقریر کروں کہ جس کا کوئی فائدہ نہ ہو میں چند تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کروں گا کیونکہ اللہ نے مجھے جو علم دیا ہے اس سے کوئی فائدہ ہو جائے۔

نمبر 1۔ یہ کہ ہم اپنے کسان کو train کریں۔ جس طرح ڈاکٹر اور پروفیسر کے لیے ورکشاپ کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح سے حکومت پنجاب کے کسان کے لیے ڈسٹرکٹ لیول پر' اس کے بعد تحصیل لیول پر' یونین کونسل کے لیول پر ورکشاپ ہو اور وہاں پر ایک مہینے کے بعد' چھ مہینے کے بعد یا ایک سال کے بعد ان کو اکٹھا کر کے ٹریننگ دی جائے۔

تاکہ جو technical know how آ رہا ہے اس سے اس کو واقفیت ہو گی تو تب ہی وہ اس کو استعمال کر سکے گا۔ اگر اس کی ٹریننگ نہیں ہو گی تو اس بے چارے کو کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔ اس لیے میری عرض یہ ہے کہ سب سے پہلے ان کی ٹریننگ کے لیے کوئی انتظام کیا جائے اور ورکشاپ کی طرز کا کوئی سسٹم متعارف کرایا جائے۔

میری دوسری استدعا یہ ہے کہ جو کچھ وہ غریب آپ کے کھیتوں میں پیدا کرتا ہے اس کی بجائے اس کے کھیت میں بھوک اگتی ہے جو کچھ وہ پیدا کرنا چاہتا ہے اس کی اس کو مناسب قیمت دی جائے تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو سکے۔ اس سے اس کو بہتر قیمت ملے گی۔ اس طرح وہ زیادہ محنت کرے گا اور پنجاب کے لیے بلکہ پاکستان کے لیے آپ کو زیادہ پیداوار دے گا۔

تیسری گزارش کھیت سے منڈی تک رابطہ کے سلسلہ میں ہے۔ جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ کھیت سے منڈی تک راستے نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اگر ہیں تو وہ ٹوٹے پھوٹے ہیں۔ جو کچھ وہ پیدا کرتا ہے اس کو منڈی تک لانے کے لیے اسے راستہ تو دینا چاہیے تاکہ اپنی پیداوار کی ٹرانسپورٹیشن آسانی سے کر کے اس کی قیمت لے سکے۔ میرے خیال میں اس پر سابقہ بجٹ میں بھی کوئی ایسی رقم

نہیں رکھی گئی تھی کہ کھیت سے منڈی تک ٹرانسپورٹیشن کا کوئی سسٹم ہو سکے۔ اس کے لیے سڑکیں بنائی جائیں۔ اس کے لیے بھی لازمی ہے کہ ہم اپنے کسان کو بہتر طور پر ترقی دینے کے لیے اس کے کھیت کی پیداوار کی قیمت دلوانے کے لیے اس کو کھیت سے منڈی تک کے لیے راستہ دیا جائے۔

میری چوتھی گزارش یہ ہے کہ پنجاب کے غریب کسان کو غیر سودی قرضے دیے جائیں۔ جب میں غیر سودی کی بات کرتا ہوں تو آپ کو شاید اچھی بات نہ لگے کیونکہ پاکستان کا معاشی سسٹم ہی interest based ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ اس پر اگر آپ نے کوئی احسان کرنا ہے تو اس پر یہ احسان ہے کہ اس کو غیر سودی قرضے دیے جائیں۔ آسان شرائط پر قرضے دیے جائیں۔ تاکہ وہ جو کچھ پیدا کرنا چاہتا ہے اس پر جو خرچ کرنا چاہتا ہے اس کی جو وہ مشینری خریدنا چاہتا ہے اس کے پاس اگر کوئی رقم ہو گی تو وہ کچھ کر سکے گا۔

میری آخری بات یہ ہے کہ جو آپ کو بالکل نئی بات لگے گی کہ کسانوں کے نمائندوں کو بھی اسمبلی کے اندر آنا چاہیے۔ ہم لوگ غریبوں کے ووٹ لے کر اسمبلی میں آتے ہیں لیکن اسمبلی میں ہم غریبوں کی بات نہیں کر سکتے۔ اور بات کرتے ہیں تو صرف پانچ منٹ ملتے ہیں۔ تو میری عرض یہ ہے کہ جب ان کے اپنے نمائندے آئیں گے اور ان کے حقوق کی بات کریں گے تو شاید ان کی حالت بہتر ہو جائے۔

جب تک آپ پنجاب کے کسان پر ٹیکسوں کا بار کم نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ پنجاب کے کسان پر بارہ ٹیکسوں کا بار ہے۔ جب وہ بارہ ٹیکس دینے کے بعد اس بے چارے کے پاس کچھ بچتا ہے تو سوائے غربت اور پریشانی کے اس بے چارے کے پاس کچھ نہیں بچتا۔ میں آج اپنی تقریر میں پھر اس بات پر فوکس کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے پنجاب کے اندر زراعت کو ترقی دلانا ہے تو آپ کو کسان کی حالت بہتر بنانا ہو گی، کسان کو سہولتیں دینا ہوں گی۔ اگر کسان ترقی کرے گا تو آپ کی زراعت ترقی کرے گی اور اگر زراعت ترقی کرے گی تو انشاء اللہ پنجاب اور پاکستان ترقی کرے گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ۔ ایسے فاضل رکن ہونے چاہییں جو بغیر نشاندہی کے خود ہی اپنا فیصلہ کریں۔۔۔۔۔۔ سردار امجد حمید خان دستی۔ اگر وہ لابی میں تشریف رکھتے ہیں تو اندر آ جائیں۔ میرے خیال میں وہ لابی میں بھی نہیں ہیں ورنہ آ جاتے۔ اگلے معزز رکن حاجی عرفان احمد خان ڈاہا ہیں۔ وہ بھی

تشریف نہیں رکھتے۔ اس کے بعد جناب ارشد عمران سلہری ہیں۔ جی ارشد عمران سلہری صاحب!

جناب ارشد عمران سلہری : شکریہ۔ جناب سپیکر! میں خصوصی طور پر پنجاب کے نہری نظام کے بارے میں کہ جس کو موجودہ حکومت ورلڈ بنک کے ایماء پر نیلام کرنا چاہتی ہے۔ اس کے بارے میں چند ایک خصوصی نکات ہیں جو میں بیان کروں گا۔

جناب سپیکر! اس سے پیشتر جناب فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور میں پاکستان کے تین دریا ستلج، بیاس اور راوی انڈس واٹر ٹریٹی (Indus Water Treaty) کے تحت ان تینوں دریاؤں کا پانی بھارت کے ہاتھوں سو کروڑ روپے کے عوض فروخت کر دیا گیا۔ جناب سپیکر! اس پانی کے نہ ملنے کی وجہ سے پاکستان کے اندر بجلی کی پیداوار میں کمی ہوئی اور اس کے ساتھ ہی زرعی رقبوں کے لیے پانی کی قلت کا پیدا ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ جناب سپیکر! انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ ستلج، بیاس اور راوی کے پانیوں کا رخ بھارت نے بھاکڑہ ننگل پراجیکٹ مشرقی پنجاب راجستھان اور جموں کی طرف پھیر لیا ہے۔ اس اقدام سے پیشتر اس وقت کی حکومت نے نہ ملک کے کاشتکاروں کو اعتماد میں لیا اور نہ ہی کسی منتخب اسمبلی، پارلیمنٹ یا کسی ادارے سے اس پر رائے لی اور ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو ان تین دریاؤں کے پانی سے محروم کر دیا۔ جناب سپیکر! ہو سکتا ہے کہ آج کی طرح اس وقت بھی کسی عالمی ادارے کے مجبور کرنے پر کیا گیا ہو۔ پاکستان کے دریاؤں کا پانی بھارت کے پاس اس ارزاں قیمت پر فروخت کر دینے سے پاکستان کی شہ رگ میں ایک شگاف پڑ گیا ہے۔ اب موجودہ حکومت پاکستان کے سو سال پرانے نہری نظام کو جو دنیا میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ ورلڈ بنک کی ہدایت پر نیلام کرنا چاہتی ہے۔ جناب سپیکر! اس عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حکومت پاکستان اور عالمی بنک کے درمیان دستاویز پر دستخط ہو چکے ہیں اور اس سے ہمارے صوبائی محکمہ جات آب پاشی توڑ دیے جائیں گے اور ان کی جگہ پر سیلف فنانسنگ نجی ادارے یا ایریا بورڈ تشکیل دیے جائیں گے۔ جناب سپیکر! میکسیکو کے اندر یہ نظام جس کو ہم یہاں پر رائج کرنا چاہتے ہیں۔ جو کہ ورلڈ بنک کو انتہائی پسندیدہ لگ رہا ہے۔ وہاں پر یہ نظام 1989ء تا 1994ء تک رائج ہوا۔ ابھی تک اس نظام کے وہاں پر بھی دیرپا کامیابی سامنے نہیں آئی۔ ہم اس نظام کو پاکستان کے اندر یکایک نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ میکسیکو کے اندر پانی وافر مقدار میں ہے اور پاکستان میں پانی کم ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان اور میکسیکو معاشرتی، تمدنی اور اقتصادی اور تعلیمی معیار میں بھی نمایاں فرق ہے۔ میکسیکو میں اوسطاً تعلیم 87 فیصد ہے جبکہ

پاکستان میں صرف 20 فیصد سے بھی کم ہے ۔ میکسیکو میں فی کس آمدن 3030 ڈالر سالانہ اور پاکستان میں صرف چار سو ڈالر سالانہ ہے ۔ میکسکو کے اندر سالانہ اوسطاً بارش 31 انچ ہے جبکہ پاکستان میں صرف 6 انچ ہے۔ میکسیکو میں جی ڈی پی کا صرف 9 فیصد زراعت سے حاصل کیا جاتا ہے جبکہ پاکستان میں زراعت کا حصہ جی ڈی پی میں 26 فیصد ہے۔ Mexico میں آب پاشی کے لیے 1320 بڑے' درمیانے اور چھوٹے سائز کے ڈیم ہیں جبکہ پاکستان میں پانی ذخیرہ کرنے کے لیے صرف دو بڑے ڈیم منگلا اور تربیلا ہیں۔ دراصل Mexico کا نظام آب پاشی system on demand پر مشتمل ہے جبکہ ہمارا نظام آب پاشی frx supply کی بنیاد پر چلتا ہے۔ جناب والا ! جیسا کہ میرے دوستوں نے بھی یہاں ذکر کیا ہے کہ اس نظام کو اپنانے سے آبیانے کی شرح میں اضافہ ہو گا۔ میں یہ کہوں گا کہ اس نظام کو نافذ کرنے سے غریب کاشت کار کی جھکی ہوئی کمر بھی ٹوٹ جائے گی ------

جناب قائم مقام سپیکر : میں اجلاس کا وقت ساڑھے نو بجے تک extend کرتا ہوں۔

جناب ارشد عمران سلہری : جناب سپیکر ، یہاں لگان آسمان کو چھوئیں گے ' پانی ہم قیمتاً بیچیں گے ' ہر موگے پر میٹر لگ جائے گا تو ہماری جتنی بھی زرعی اجناس ہیں ان کی قیمتیں آسمان سے باتیں کریں گی اور پھر دیہاتوں کے اندر بھی عوام خالص دودھ ' گھی اور سبزیوں کو ترسیں گے ۔ جناب والا' میں یہاں کہوں گا کہ اتنے بڑے منصوبے پر عمل درآمد کرنے سے پہلے ملک کی 55 فی صد آبادی جو کہ اس سے براہ راست متاثر ہو گی ان کی رائے ضرور لینی چاہیے اور یہاں ایوان کے اندر جو ہمارے معزز ممبران زراعت پیشہ طبقے سے تعلق رکھتے ہیں ان کی رائے بھی ضرور سنی جائے۔ میں اپنی بات کو مختصر کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ ہم نے ایک روش اختیار کر لی ہے اور میرے فاضل رکن سید تابش الوری صاحب نے ذکر کیا کہ ایسے پراجیکٹ جو کہ ملک کے لیے منافع بخش ہیں ان کو بھی ہم privatize کر رہے ہیں۔ یہ کسی مسئلے کا حل نہیں ہے کہ ہم ہر شعبے کو ' قومی اداروں کو بھی privatize کرتے چلے جائیں۔ جناب والا ! میں اپنی بات کو ختم کرتے ہوئے یہ کہوں گا کہ نہری نظام کو نیلام کرنے سے پہلے ' اس کو Authority بنانے سے پہلے اس مسئلے کو صوبہ پنجاب کے ایوان میں ضرور لایا جائے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام سپیکر : شکریہ۔ ملک محمد عباس کھوکھر صاحب! ان کو میں پانچ منٹ کی بجائے دس منٹ دیتا ہوں۔

ملک محمد عباس خان کھوکھر : جناب سپیکر ! آپ کی بڑی مہربانی لیکن میں بڑے ادب سے آپ کی وساطت سے حکومت والوں سے گزارش کرتا ہوں کہ زراعت اور امن و امان دو ایسی چیزیں ہیں جو کہ عام آدمی کی بنیادی طور پر تمام حقوق کی حفاظت کرتی ہیں ۔ انہی پر ہمارا آج کل دارومدار ہے اور ہماری 70/75 فی صد آبادی کا زراعت سے تعلق ہے ۔ اس کے لیے اگر کسی کو دو یا چار منٹ دیے جائیں تو وہ اس پر کیا بولے گا؟ جناب والا ! گزارش یہ ہے کہ زراعت ہمارے ملک کی basic industry ہے اور دنیا کے جتنے بھی ممالک ہیں ان میں ان کی جو basic industries ہوتی ہیں ان پر وہ پوری توجہ دیتے ہیں۔ چاہے subsidy دے کر اس کا معیار قائم رکھیں ' چاہے کوئی قربانی دے کر اس کا معیار قائم رکھیں وہ ایسا کرتے ہیں اور جس پر 70/75 فی صد آبادی کا انحصار ہو اس کے معیار کو وہ ہرصورت قائم رکھتے ہیں لیکن میں بڑے افسوس سے یہ گزارش کروں گا کہ جتنے ظلم زراعت سے منسلک پیشے والوں پر اس دور میں ہوئے ہیں اس کی مثال نہ تو پاکستان کی تاریخ میں ملتی ہے نہ ہی دنیا کی کسی تاریخ میں ملتی ہے ۔ ان مظالم کی ابتداء imported وزیراعظم معین قریشی صاحب کے دور سے ہوئی ۔ انھوں نے آ کر کسانوں کے ساتھ جو زیادتیاں کیں وہ بیان نہیں کر سکتا۔ ان کا جو aim تھا اسے وہ پورا کر کے چلے گئے ان کے جانے کے بعد موجودہ حکمرانوں نے تمام رہی سہی کسر بھی نکال دی ہے۔ اس نے ایک دو دفعہ قیمتیں بڑھائیں لیکن انھوں نے تو ہر دوسرے تیسرے مہینے قیمتیں بڑھانے کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ جناب سپیکر ! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کسان کو جو چیزیں خریدنی پڑتی ہیں ' زراعت میں اس کو جو inputs استعمال کرنی پڑتی ہیں اس میں کتنے فی صدی اضافہ ہوا ہے یہ حکمران خود جانتے ہیں۔ ہر دوسرے تیسرے مہینے بعد کھاد کی 40 روپے قیمت بڑھا دی جاتی ہے۔ ابھی مہینہ بھی نہیں گزر پاتا اور 40 روپے پھر بڑھا دیتے ہیں پھر دو ماہ گزرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے مزید 80 روپے قیمت بڑھا دی ہے۔ جناب سپیکر ! میں آپ کی وساطت سے ان سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ذرا اس طرف غور فرما کر دیکھیں کہ کسان پر کس کس طرح سے ظلم کیے جا رہے ہیں۔ آپ یوریا کھاد کو لے لیں۔ یوریا کھاد ہمارے اپنے ملک میں ہماری ضرورت کے مطابق پیدا ہوتی ہے۔ جو یوریا کھاد ہمارے ملک میں پیدا ہوتی ہے وہ ہندوستان سے فی بوری کے حساب سے کم لاگت پر پیدا ہوتی ہے لیکن ہم یہی کھاد ' اپنے ملک میں پیدا کی ہوئی کھاد ہندوستان کو export کر رہے ہیں۔ پچھلی دفعہ ہم نے 30 ہزار ٹن کھاد ہندوستان کو دی ۔ اب یہی کھاد ہم باہر سے import کر کے اپنے کسان کو اس سے مہنگے

داموں دے رہے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ حکمران بتائیں کہ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟ ہماری کھاد باہر بھجوا کر اور باہر سے وہی کھاد منگوا کر ہمیں مہنگے داموں دی جا رہی ہے جبکہ ہندوستان کو ہم سے سستی دی جا رہی ہے۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو چیزیں ہندوستان سے منگوائی جا رہی ہیں پھر ان کا کیا فائدہ ہوا؟ اسی طرح آپ DAP کو لے لیں۔ جس وقت انھوں نے حکومت سنبھالی اس وقت DAP کھاد کی قیمت 262 روپے تھی اور آج اس کی قیمت 565 روپے ہو چکی ہے۔ یہ دو سال میں 100 فی صدی سے بھی زیادہ قیمت بڑھا دی گئی ہے۔ اسی طرح ایک نئی کھاد MPK آئی ہے۔ میں نے آج سے تین ماہ پہلے آلوؤں کے لیے یہ MPK کھاد خریدی تو اس کی قیمت 265 روپے تھی۔ آج جب تین مہینے بعد اس کھاد کو خریدنے کے لیے گئے ہیں تو اس کی قیمت 565 روپے ہو چکی ہے۔ جناب والا! کسان پر اس سے بڑا ظلم اور یہ کیا کر سکتے ہیں؟ اب آپ تصویر کا دوسرا رخ دیکھیں۔ اب کسان کی پیداوار کی قیمتیں دیکھیں کہ ان میں کتنا اضافہ کیا گیا ہے۔ کپاس آج سے تین چار سال پہلے بھی 700/800 روپے من تھی اور وہ آج بھی 700/800 روپے من فروخت ہوئی ہے۔ لیکن اس پر جو خرچے ہیں ان کو آپ دیکھیے جو سپرے اس وقت 100 روپے میں ہوتا تھا آج وہی سپرے 400 روپے میں ہوتا ہے۔ کسان کو اس کی پیداوار کی وہی قیمت دی جا رہی ہے جبکہ صنعت کار ہماری خون پسینے کی کمائی چھین کر ایک سے دو، دو سے تین ملیں ہر سال لگا لیتے ہیں۔ وہ اپنی من مرضی سے قیمتیں بڑھا رہے ہیں۔ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کا ان پر کوئی کنٹرول ہے؟ کیا یہ کسی طرح ان سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے کھاد کے کل نرخ بڑھائے ہیں اور آج پھر کیوں دوبارہ نرخ بڑھا رہے ہو؟ جناب سپیکر! یہ تو کھاد کا مسئلہ تھا جو کہ زراعت کے لیے ایک بڑی ضرورت بن چکا ہے۔ چونکہ کسان کی کوئی آواز نہیں ہے۔ یہ کسان پر ظلم کریں گے تو وہ سہہ جائے گا۔ جناب سپیکر! آپ دیہات سے تعلق رکھتے ہیں، آپ خود زمین دار ہیں اس لیے آپ کو معلوم ہے، آپ جانتے ہیں کہ زمین داروں کو اور چھوٹے کسانوں کو کتنی تکلیفیں ہیں۔ ان کو اگر آپ روکھی سوکھی کھانے پر مجبور کریں گے تو وہ گزارا کر لیں گے لیکن وہ بول نہیں سکتے، ان پر جو ظلم و زیادتی ہو اسے کہہ نہیں سکتے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ اس حکومت کے آنے سے پہلے ہمارا ملک چینی میں خود کفیل تھا، ہمیں چینی باہر سے نہیں منگوانی پڑتی تھی لیکن انھوں نے صرف اس لیے کہ ملوں کے مالک چونکہ اپوزیشن میں بیٹھے ہیں ان کو نقصان پہنچانے کے لیے انھوں نے ملک کو نقصان پہنچایا اور وہ چینی اب ہم import کر رہے ہیں،

باہر سے منگوا رہے ہیں۔ پہلے 25 لاکھ ٹن چینی پیدا ہوتی تھی لیکن اب انہی کی رپورٹ کے مطابق، حکومت کی رپورٹ کے مطابق 23 لاکھ ٹن چینی پیدا ہو گی اور ہمیں 2 لاکھ ٹن چینی باہر سے منگوانا پڑے گی جو کہ کروڑوں میں آئے گی۔ ہمیں 40/50 کروڑ روپے خرچ کرنے پڑیں گے۔ کس لیے؟ رات مرکزی وزیر زراعت صاحب تقریر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر چینی نہیں ملتی تو آپ گڑ نکال لیں۔ جناب والا! چینی کے لیے تو گنا پورا نہیں ہوتا، ملوں کے لیے تو گنا ہے نہیں گڑ کہاں سے ہم نکال لیں؟ اس کے بعد میں بیج کے بارے میں گزارش کروں گا۔ حکومت ہمیں بیج مہیا کرتی ہے۔ انھوں نے سیڈ کارپوریشن بنائی ہوئی ہے ------

جناب والا! گورنمنٹ ہمیں seed supply کرتی ہے۔ انھوں نے Seed Corporation بنائی ہوئی ہے ---- جس نے بھی بنائی ہے اس نے اچھا کیا ہے لیکن اس کی کارکردگی اور ان کی نالائقی ----- جناب لغاری صاحب موجودہ گورنمنٹ کی نالائقی سن لیں یہاں زراعت کے ماہرین بیٹھے ہیں ان سے پوچھیں کہ انھوں نے پچھلی مرتبہ S-12 cotton کا کروڑوں روپے کا بیج procure کیا لیکن جب کاشت کا وقت آیا جب وہ بیج کسانوں کو دینے کا وقت آیا تو انھوں نے اس پر پابندی لگا دی۔ جناب لغاری صاحب! آپ کہہ رہے ہیں اب آپ بتائیں کہ ان کی عقل کا کیا ماتم کریں؟ یہاں ماہرین بیٹھے ہیں میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے S-12 پر پابندی لگا دی اور Seed Corporation کا کروڑوں روپے کا نقصان کیا لیکن اس کے باوجود S-12 کاشت ہوئی اور یہ کنٹرول نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ S-14 جو کہ اس سے زیادہ sensitive variety ہے اس کی کاشت کی اجازت دے دی اور S-12 کی اجازت نہ دی لیکن S-12 پھر بھی کافی تعداد میں کاشت ہوئی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ لوگوں نے وہ بیج کہاں سے لیا؟ یہ جو uncertified پرائیویٹ کارپوریشنیں بنی ہوئی ہیں لوگوں نے یہ بیج ان سے خریدا جس نے زیادہ پیسا غرق کیا۔ نہ تو ان کی certification کا کوئی سسٹم ہے اور نہ کسی نے اس کو چیک کیا کہ یہ صحیح ہے یا نہیں بیماری سے پاک ہے یا نہیں لیکن یہ کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ S-12 کی کاشت میں کوئی فرق آیا ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ اپنے بنائے ہوئے قوانین پر عمل درآمد نہیں کرا سکتے تو یہ کیوں بناتے ہیں؟ جناب سپیکر! اس کے علاوہ پانی کا مسئلہ بھی ہماری زراعت کے لیے نہایت اہم ہے۔ میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں پچھلے بیس سالوں میں تقریباً 30 ہزار کھالے پکے کیے گئے ہیں اور ان کھالوں پر اتنا پیسہ خرچ کیا اور اسی لیے کھالے پکے

بنائے گئے ہیں کہ جو پانی ضائع ہوتا ہے اس کی بچت ہو۔ اب انھوں نے پروگرام بنایا ہے کہ ہم تین سالوں میں 30 ہزار کھالے بنائیں گے۔ بیس سالوں میں تو ہم نے 30 ہزار کھالے بنائے اور تین سالوں میں 30 ہزار بنائیں گے جو کہ ناممکن ہے وہی سسٹم ہے وہی عملہ ہے تو وہ کس طرح بنا سکتا ہے؟ یہ کیا ہو گا؟ یہ خود ہی بہتر جانتے ہیں اور میرا اللہ بہتر جانتا ہے میں وہ یہاں بیان نہیں کرنا چاہتا لیکن میں ایک منٹ لوں گا اور اس میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جو پانی بچا وہ کہاں گیا؟ جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ میرے علاقے میں تین چار نہریں ہیں ان کی tails پر سینکڑوں دیہات ہیں جنھوں نے پانی کی شکل تک نہیں دیکھی لیکن وہ لگاتار آبیانہ دے رہے ہیں۔ ان کے پاس کوئی سسٹم نہیں ہے کہ یہ وہاں تک پانی پہنچا دیں۔ اڑھائی تین سال سے تو یہ سسٹم بالکل ہی ختم ہو گیا ہے اور یہ تو پانی کی چوری پر پابندی بھی نہیں لگا سکے۔ جناب والا! وقت تھوڑا ہے آپ نے مہربانی فرمائی شکریہ یہاں پر بیان کرنے والی بہت سی باتیں تھیں جو زمیندار کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی تھیں ہم چاہتے تھے کہ یہاں بیان کریں۔ آپ نے فرمایا کہ چودھری اقبال صاحب نے بڑی اچھی تقریر کی انھوں نے اچھی کی لیکن کچھ حقیقتیں ایسی ہیں جو تلخ ہیں۔ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زراعت کے محکمہ سے ان دو اڑھائی سالوں میں زمین داروں پر بہت زیادتیاں ہوئیں اور بہت سختیاں آئی ہیں۔ جناب والا! آپ بجلی کے بل دیکھ لیں میرے شہر دیپال پور میں پچھلے دنوں چار مرتبہ جلوس نکالا گیا۔ جب ان سے بجلی کی چوری نہ روکی گئی تو شریف آدمی جو کہ بل دیتے ہیں ان کے بلوں میں بلا وجہ اضافہ کر دیا گیا یعنی جس کے دو بلب ہیں اس کو بھی تین تین ہزار روپے کا بل آ گیا۔ جس کا کوئی بلب نہیں لگا ہوا اور ایک معمولی ٹیوب ویل ہے آپ جا کر دیکھیں کہ انھوں نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ اب یہاں پر ہم کیا کیا رونا روئیں؟ آپ کہتے ہیں کہ تقریر ایسی کریں جس سے کسی کی دل آزاری نہ ہو لیکن یہاں تو قوم کی دل آزاری ہو رہی ہے حکمرانوں کی تو دل آزاری ہونی ہی نہیں چاہیے جو مرضی کرتے رہیں۔ ان کے جو ظلم ہیں وہ سہتے رہیں چیختے رہیں انھوں نے تو سننا ہی نہیں۔ لہذا میں ان الفاظ کے ساتھ ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: مہربانی شکریہ۔ ملک غلام شبیر جوئیہ ----- تشریف نہیں رکھتے۔ چودھری محمد حنیف خان ----- تشریف نہیں رکھتے۔ جی وزیر آب پاشی طارق بشیر چیمہ صاحب wind up کیجیے۔

جناب انعام اللہ خان نیازی: جناب والا! ان کو بتا دیں کہ سچ سچ بولنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی مہربانی۔ No cross talk please آپ ہمیں اختتام اچھا کرنے دیں۔

وزیر خوراک و زراعت ، شکریہ۔ جناب سپیکر! مجھے یہ کہنا تو نہیں چاہیے لیکن آج یہاں agriculture policy and agriculture sector پر جن جن صاحبان نے بحث میں حصہ لیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ صرف ملک عباس صاحب نے فرٹیلائزر کے حوالے سے چند نکات اٹھائے ہیں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان کے علاوہ agriculture sector problems کے حوالے سے کسی بھی فاضل رکن نے کوئی constructive بات نہیں کی۔ پورا محکمہ صبح سے لے کر ابھی تک یہاں بیٹھا ہے اور آپ ان کی دلچسپی کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ آپ کو کتنے ممبران کی فہرست دی گئی تھی کہ جنھوں نے اس بحث میں حصہ لینا تھا۔ ہم میں سے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ اس ملک کی 70 فی صد آبادی کاشت کاروں کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہماری حکومت کا بھی اور میں ذاتی طور پر بھی آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ ہم ایمان کی حد تک یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کا وقار، پاکستان کی خودمختاری، پاکستان کی مستحکم معیشت میں زراعت کا ایک بہت ہی important role ہے اور جس ملک کی 70 فی صد آبادی کاشت کاری کے پیشے سے منسلک ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اس 70 فی صد میں سے بھی 73/72 فی صد چھوٹے کاشت کار ہیں۔ ابھی فاضل رکن ملک عباس صاحب فرما رہے تھے کہ جناب حکمرانوں نے اس میں کوئی دلچسپی نہیں لی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اتنی بڑی آبادی اتنا بڑا حصہ جس پیشے سے منسلک ہو اس سے پہلو تہی ممکن نہیں اور جو بھی حکومت یا جو بھی شخص اس سے پہلو تہی کرنے کی کوشش کرے گا تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ خودکشی کے مترادف ہو گا۔ جناب سپیکر! ہم نے بڑی دیانت داری سے اس چیز کو محسوس کیا ہے کہ پاکستان کی خوش حالی دراصل کسان کی خوش حالی میں پنہاں ہے اور جس طرح دوستوں نے ذکر کیا آپ مجھے اجازت دیں کہ آج ان حالات میں بھی یہ agriculture sector ہے جو 24 فی صد کے قریب ہماری GDP کو contribute کر رہا ہے۔ جناب والا! یہ agriculture sector ہی ہے جو 65 فی صد کے قریب ہمارے لیے foreign exchange فراہم کر رہا ہے۔ جناب والا! یہ agriculture sector ہی ہے جو کہ 50 p c of the employment کو take care کر رہا ہے۔ جناب والا! میں اس کو تھوڑا سا آگے بڑھاؤں تو میں اس ایوان کو یہ بتانا چاہوں گا کہ آج بھی اس ملک کی جو cotton ہے اس میں تقریباً 83% of the total produce of the cotton صوبہ پنجاب produce کر رہا ہے۔ اگر اس ملک کی wheat کا حساب لگالیں تو 72% of the

total production of wheat یہ صوبہ produce کر رہا ہے۔ جناب والا! میں دو تین major crops کا ذکر کروں گا اسی حوالے سے 52% of sugarcane ہمارا صوبہ produce کر رہا ہے۔ 87% of the fine rice is being produced by this province اور اس ملک کی production میں fruits and vegetables کا ایک major share ہے جو یہ صوبہ share کرتا ہے۔ جناب والا! کسی کو criticise کرنا یا کسی بھی حکومت کے بارے میں یہ کہنا کہ ان کی زرعی پالیسیاں ناکام ہو چکی ہیں یا حکومت دلچسپی نہیں رکھتی یہ بڑا آسان ہے۔ جناب سپیکر! جب پی ڈی ایف کی حکومت کا قیام عمل میں آیا تو ہم نے یہ کوشش کی تھی اور میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں کہ پہلی دفعہ یہ کوشش کی گئی کہ agriculture کے problems سمجھنے کی کوشش کی جائے ان کو جاننے کی کوشش کی جائے اور اس حوالے سے وزیر اعظم پاکستان نے Federal Task Force قائم کی اور Federal Task Force نے بڑی ہی قلیل مدت میں تقریباً ایک ماہ کے عرصے میں انھوں نے بے پناہ محنت کر کے Federal Cabinet کے سامنے اپنی proposals اور سفارشات رکھیں۔ جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ چار نکاتی پروگرام تھا جس کو لے کر ہم چلے تھے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ایک چار نکاتی پروگرام تھا جس کو لے کر ہم چلے تھے اور اس چار نکاتی پروگرام میں جس کا میں آگے چل کر ذکر کروں گا۔ کاشت کاروں کی پریشانیوں کا فوری حل، مشینی کاشت کا فروغ agricultural inputs کی خاص حالت میں فراہمی اور ان کے لیے قرضوں کی فراہمی اور اس کے علاوہ کاشت کاروں کی اجناس کی قیمتوں کا منصفانہ مقرر کرنا۔

جناب والا! سید تابش الوری میرے بزرگ ہیں انہوں نے فرمایا کہ پنجاب کبھی فصلوں کا گہوارہ ہوا کرتا تھا۔ جناب والا! ایگری کلچرل سیکٹر میں اگر کوئی نتیجہ حاصل کرنا ہو تو اس کے لیے بڑا آسان طریقہ ہے۔ اس کا best judge comparison ہے۔ آپ اس سال کی پروڈکشن کا پچھلے سال کی پروڈکشن سے موازنہ کرلیں۔ پچھلے سال کی پروڈکشن کا اس سے پچھلے سال کی پروڈکشن سے موازنہ کرلیں۔ جناب والا! میں بڑے چیلنج کے ساتھ یہاں پر یہ بات کہنا چاہتا ہوں اور جناب والا میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ آج یہاں پر میرے دوستوں کا شاید زراعت کے حوالے سے بحث کرنے کا موڈ نہیں تھا انہوں نے زیادہ دلچسپی آبپاشی کے حوالے سے ظاہر کی۔

جناب والا! ہم نے گندم کی ریکارڈ پیداوار حاصل کی ہے۔ paddy کی ہم نے ریکارڈ پیداوار حاصل کی ، گنے کی بھی ہم نے ریکارڈ پیداوار حاصل کی اور کاٹن کی پیداوار جو بتدریج 1991-92ء کے

بعد گر رہی تھی اب بتدریج بہتر ہو رہی ہے۔ پچھلے سال ہم نے 7.4 ملین گانٹھیں حاصل کیں اس سال گورنمنٹ کا ہدف 8 ملین گانٹھیں تھا اور اب تک کی رپورٹوں کے مطابق 8.2 ملین گانٹھیں بن چکی ہیں gin ہو چکی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہم 8.7 ملین گانٹھیں حاصل کریں گے۔

جناب والا! ایگری کلچر سیکٹر میں قدرت کا اپنا ایک رول ہوتا ہے۔ میں نے پچھلی دفعہ بھی گزارش کی تھی اور اس دفعہ بھی گزارش کروں گا کہ یہ انما الاعمال بالنیات والی بات ہے۔

اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ کاشت کار اپنے لیے محنت کرتا ہے ' کاشت کار اپنی روزی کے لیے دن رات محنت کرتا ہے لیکن جناب والا! ہمیں یہ جتنی ریکارڈ پیداوار حاصل ہوئی ہے اور major crops میں ہمیں جو break through ملا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہمارے ساتھ شامل حال رہا ہے۔ جناب سپیکر! سید تابش الوری صاحب فی ایکڑ پیداوار کے متعلق فرمایا کہ یہ گر رہی ہے جس بھی فصل کی یہ--------

سید تابش الوری : میں نے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں کہا تھا۔

وزیر زراعت : تابش صاحب! اس میں ' میں گزارش کردوں کہ میں نے تو آپ کو facts دیے ہیں دوسرے صوبوں کا موازنہ اس لیے بھی نہیں ہو سکتا کہ 72% of the major crops is being poduced by the Punjab province اور جب صوبہ پنجاب اتنی بڑی تعداد میں پیداوار دے رہا ہے تو پھر ہم نے اپنی ہی فصلوں کے ساتھ موازنہ بھی کرنا ہے۔ اب آپ کپاس کے سلسلے میں پنجاب کا سندھ کے ساتھ کس طرح موازنہ کریں گے؟

جناب سپیکر! کسی بھی فصل کے حوالے سے ' فی ایکڑ رقبے کی پیداوار کے حساب سے ' پروڈکشن کے حساب سے ہم بہتر ہیں اور بہت بہتر ہیں۔ میرے پاس اس سلسلے میں اعداد وشمار بھی موجود ہیں۔ اس سلسلے میں جو بھی اپوزیشن کے فاضل دوست مجھ سے اعدادوشمار لینا چاہیں تو میں ان کو یہاں پر بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ اس کے بعد جناب والا! میں آگے بات کرنے سے پہلے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کسی پر تنقید کرنا بہت آسان ہوتا ہے۔ 92-1991ء میں ایگریکلچر سیکٹر کا growth rate was minus 2.9 and today it is plus7% (نعرہ ہائے تحسین) جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومتی پالیسیاں ہیں ' ہم نے دیانت داری سے کوشش کی ہے۔ کاشت کار اپنی روزی کے لیے محنت کرتا ہے۔ قیمتوں کے حوالے سے بھی کچھ دوستوں نے ذکر کیا ' جناب والا! کہا گیا کہ کسان کی

حالت زار ہے اور کسمپرسی کی حالت میں رہ رہا ہے۔ جناب والا! کسان یقیناً محنت کش طبقہ ہے محنت کرتا ہے لیکن قیمتوں کے حوالے سے میں بڑے وثوق کے ساتھ یہاں پر عرض کروں گا' ہمارے دوست ملک عباس صاحب نے یہاں پر کہا کہ کپاس کی قیمت آج سے چار سال پہلے بھی سات سو روپے ملتی تھی۔ جناب والا! جتنے بھی کپاس کے کاشت کار یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور میں خود بھی کپاس کا کاشت کار ہوں اگر ہمیں تین سو روپے بھی پھٹی کی قیمت ملتی تھی تو ہم خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ جناب والا! بجائے اس کے یہ اس کو appreciate کریں for the first time .....

ملک محمد عباس کھوکھر ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! تین چار سال پہلے کا ریٹ دیکھ لیں وہ بھی سات آٹھ سو روپے تھا' سارے ساتھی بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں۔ اب تو ہمارے پاس کپاس چلی گئی ہے۔ جب تک کسان کے پاس رہی ہے اس وقت کپاس کا ریٹ 1800 رہا ہے اور جب یہ ہم سے چلی گئی ہے اب 2200 ہو جائے 2400 ہو جائے.....

جناب قائم مقام سپیکر ، آپ تشریف رکھیں۔ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ وزیر زراعت!

وزیر زراعت ، جناب والا! آپ کا بھی کپاس کے علاقے سے تعلق ہے۔ آپ اس معاملے کے بہتر جج ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کپاس کی قیمت کو بین الاقوامی مارکیٹ کے حوالے سے کھلا رکھا گیا۔ there was no support price fixed for this crop. اور یہ اسی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ لوگوں نے 1100 روپے تک بھی پھٹی کی قیمت وصول کی۔ جناب والا! بین الاقوامی منڈیوں میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے کبھی قیمت گرتی بھی ہے اور کبھی قیمت چڑھتی بھی ہے۔ جس علاقے سے میرے فاضل دوست ملک عباس صاحب کا تعلق ہے ' مجھے خوشی ہوتی اگر یہ اس سال کے آکو کی قیمت کا بھی ذکر کرتے ' مجھے خوشی ہوتی اگر یہ appreciate کرتے اور بتاتے کہ کس بھاؤ ان کی بوری بک رہی ہے۔ کماد کی قیمت آپ لے لیں جتنے بھی ایگری کلچر سیکٹر سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں وہ میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ ہمارے ملک کی تاریخ میں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے کہ لوگوں نے 54 روپے تک قیمت بھی وصول کی ہے۔

جناب والا! یہ گورنمنٹ کی پالیسیاں ہیں' میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اس میں ہماری خاص کاوش نہیں ہو گی اس میں زمیندار کاشت کار کی محنت بھی شامل ہے اس کے علاوہ جناب والا! قدرت کا اپنا ایک نظام ہے کسی وقت اگر کسی فصل کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے نہیں بھی ہوتی اور کسی وقت

ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی شامل حال ہو بروقت بارش ہو جاتی ہے جس سے فصلوں پر بڑا خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ بارانی علاقے کی پچھلے سال کی گندم کی پیداوار دیکھ لیں اس سال کی دیکھ لیں ریکارڈ پیداوار ہوئی۔ جناب والا! ہم تو اس حوالے سے کوشش کرتے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں اور جب تک یہ ذمہ داریاں ہم نے نبھانی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ ہم بڑی دیانت داری سے یہ کوشش کریں گے کہ ایگریکلچر سیکٹر کی بہتری کے لیے کاشت کار کمیونٹی کی بھلائی کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو سکا وہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم کر بھی رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔

جناب والا! یہاں پر ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب نے farm to market road کے حوالے سے بھی بات کی۔ دوسرا انہوں نے کہا ہے کہ کسانوں کی ٹریننگ ہونی چاہیے۔ جناب والا! ہمارے بہت سارے زمین دار بھائیوں کو پتا ہو گا کہ محکمہ زراعت میں ایک extension wing ہے۔ وہاں پر ریفریشر کورسز ہوتے ہیں، سیمنار منعقد کیے جاتے ہیں اس کے علاوہ ورکشاپس ہوتی ہیں اور جو extension wing ہے اس کا جو سٹاف ہے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ یونین کونسل کے لیول پر جا کر کسانوں کے ساتھ مذاکرات کرے ان سے فصلوں کی بیماریوں کے حوالے سے، پیداوار بہتر حاصل کرنے کے حوالے سے بات چیت کرے۔ جناب والا! وہ اس سلسلے میں ان سے ملتے بھی ہیں اور ان کو گائیڈ بھی کرتے ہیں۔

دوسری بات انہوں نے farm to market road کی بات کی۔ جناب والا! یہاں پر بہت سارے حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر سال سالانہ ترقیاتی پروگرام میں farm to market road کی ایک پروویژن رکھی جاتی ہے۔ جناب والا! اس کے لیے حکومت کے پاس جتنے financial resources ہوتے ہیں اس کی limit میں رہتے ہوئے allocation کرتے ہیں اور farm to market road کی تعمیر کی جاتی ہے۔ جناب والا! ڈاکٹر نور محمد غفاری صاحب میرے بزرگ ہیں انہوں نے کہا ہے کہ کیا ہی اچھا ہو اگر کسانوں کی نمائندگی اس ایوان کے اندر ہو۔ جناب والا! بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص یہ کہتا ہے کہ 70 فیصد آبادی کاشت کاری کے پیشے سے منسلک ہے اور ہم میں سے 70 فیصد لوگ واقعی کاشت کاروں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ہم میں سے 70 فیصد لوگ زمیندارا back ground کے ساتھ اس ایوان میں پہنچتے ہیں۔ اگر ہم میں اتنی اہیت نہیں ہے کہ ہم کاشت کاروں یا کسانوں کی نمائندگی کر سکیں تو کسی کو سپیشلسٹ کے طور پر یا کوئی سرٹیفکیٹ دے کر بھی اگر کسی کو بٹھا دیں گے تو یہ تو ہماری اپنی سوچ ہے ہماری اپنی اپروچ ہے کہ ہم نے کس حوالے سے

مسئلوں کو دیکھنا ہے ، کس حوالے سے ہم نے اپنے کسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنی ہے ، مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔ جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ سپیشلسٹوں کے علاوہ مخصوص سیٹوں کے علاوہ اگر یہ ذمہ داری ہم خود نبھائیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔ جن بنیادوں پر ہم یہاں ووٹ لے کر آتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسان کی بہتری کے زیادہ چانسز ہیں اور اس کی زیادہ امید رکھی جاسکتی ہے۔ جناب والا! ایس 12 کا ذکر کیا گیا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: ایک منٹ۔۔۔۔ منسٹر فار ریگیشن بھی تقریر کریں گے۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی: جی، جی۔

جناب قائم مقام سپیکر: تقریر کریں گے تو پھر میں قائم کو پونے 9 بجے تک extend کرتا ہوں۔ (قطع کلامیاں) سوری ۔۔ پونے دس بجے تک extend کرتا ہوں۔

وزیر زراعت: ایس۔12 کا ذکر ہمارے فاضل دوست نے کیا ہے اور ایس ۔ 12 کے حوالے سے انھوں نے پنجاب سیڈ کارپوریشن کا بھی ذکر کیا ہے۔ جناب والا! میں یہاں پر بڑے فخر کے ساتھ اس ایوان کو بتانا چاہوں کہ پنجاب سیڈ کارپوریشن ہمارے ہاں ایک ایسا ادارہ ہے جو آج بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر سال کروڑوں روپے کماتا ہے۔ اور ایس ۔ 12 کی ورائٹی کو بین کرنا یہ کس سٹیج پر بین ہوئی ، اس میں ہمارا کام اپنی سفارشات بھیجنا ہوتا ہے۔ جب یہ بین ہوئی تھی میں اس کا آپ کو تھوڑا سا پس منظر بتا دوں۔ اس کے متعلق کہا گیا تھا کہ یہ وائرس attractive ورائٹی ہے اور وائرس attractive ورائٹی ہونے کے ناتے اس کے اوپر بین لگایا گیا۔ ان کی یہ بات درست ہے میں مانتا ہوں کہ کاشت کاروں نے اس کو کاشت کیا۔ زمین داروں نے اس کا بیج uncertified حوالے سے بھی خریدا ہو گا۔ بازار سے انھوں نے نمبر دو بیج بھی خریدا ہو گا۔ لیکن جناب والا! پنجاب سیڈ کارپوریشن maximum سیڈ procure کرکے مہیا کرتی ہے۔ اور اس سال ہم نے نہ صرف سیڈ کو business کے حوالے سے زمین داروں کو مہیا کیا بلکہ حکومت کی خاص ہدایات پر ہم نے بے پناہ سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں ، غریب لوگوں میں، غریب کاشت کاروں میں مفت بھی تقسیم کیا۔ جناب والا! اگر آپ مجھے اجازت دیں اور تھوڑا سا وقت دیں تو میں میجر crops کے حوالے سے تھوڑا سا اس میں ذکر کرنا چاہوں گا ۔ جناب والا! کپاس کی leaf kill وائرس یا بیماری جب یہاں پر آج سے تین چار سال پہلے عام ہوئی تو عام طور پر سائنس دان بھی ، بلکہ پورے عالمگیر طور پر اس کا مطالعہ کرلیں تو اس کا ایک ہی حل بتایا جاتا تھا کہ

جہاں پر بھی leaf kill وائرس ایک دفعہ آجائے وہاں پر آپ دو تین سال کے لیے کاٹن کی کاشت مت کریں۔ جناب والا! ہم نے کسی بھی سال کاٹن کی کاشت سے منع نہیں کیا اور ہر سال نہ صرف یہ کہ یہ بیماری ختم ہو رہی ہے بلکہ ہر سال اس میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کی پیداوار میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے ایکڑز میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جناب والا! چونکہ آپ نے حکم دیا ہے کہ زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں تو اس حوالے سے آیا تھا کہ scientific approach کے حوالے سے یہاں پر ہمارے اپوزیشن سے تعلق رکھنے والے دوست باتیں کرتے۔ مختلف فصلوں کے حوالے سے باتیں کرتے، ان کی بیماریوں کے حوالے سے باتیں کرتے۔ اور ان کے لیے حکومت جو اقدامات کر رہی ہے اس کے حوالے سے باتیں کرتے تو جس انداز میں مجھے بتایا گیا تھا کہ جناب ایک دن کا اجلاس ہے اور اپوزیشن نے ایگریکلچر پالیسی پر بحث کرنی ہے۔ لیکن یہاں they are more interested in the irrigation affairs میں یہ گزارش کروں گا، یہ میرے دوست اور بھائی ہیں میں نے پچھلے اجلاس میں بھی ایگریکلچر پالیسی پر وائنڈ اپ کرتے ہوئے گزارش کی تھی کہ یوں تو ہر محکمہ حکومت کے لیے بہت اہم ہوتا ہے، حکومت کی ذمہ داری ہوتی ہے، سیاست دانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ہر محکمے کو safeguard کریں، اس پر نظر رکھیں، اس کی ورکنگ پر نظر رکھیں۔ لیکن میں نے پچھلی دفعہ یہ اپیل کی تھی کہ جس طرح یہ ایگریکلچر سیکٹر ہے، ہیلتھ سیکٹر ہے، ایجوکیشن سیکٹر ہے at least some of these sectors اپوزیشن والے اور ہم دوست مل کر اس کو over and above politics کر کے، اس کے لیے ایک constructive approach اپنائیں۔ اس کے لیے کوئی ٹھوس تجاویز لے کر آئیں۔

- I requested them in the previous session also, and I am giving them an open offer in this session also. Any body from the Opposition, any friend from the Opposition whenever he wants to come to me with concrete proposals, with some constructive proposals and suggestions he would be more than welcome. I assure you Mr Speaker, that I would try my utmost to implement those policies and they would find it that the Minister has tried his utmost to implement those policies.

جناب قائم مقام سپیکر، آپ کا بہت بہت شکریہ۔ جی' پوائنٹ آف آرڈر۔

ملک محمد عباس کھوکھر، میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب سے یہ اسمبلی معرض وجود میں آئی ہے۔ آج پہلی دفعہ ہم وزیر زراعت کے شکر گزار بھی ہیں کہ انھوں نے پہلی دفعہ نوٹس لیے۔ انھوں نے پہلی دفعہ ممبران کے نام لے کر ان کی تقاریر کے جوابات دیئے۔ گو کہ کچھ حقیقتوں کو نظر انداز کر گئے ہیں۔ لیکن ہم اس کے لیے ان کو مبارک باد دیتے ہیں کہ پہلی دفعہ جب سے یہ اسمبلی وجود میں آئی ہے۔ انھوں نے نام لے کر جوابات دیئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، بڑی مہربانی۔ جی' پوائنٹ آف آرڈر پر نیازی صاحب!

جناب انعام اللہ خان نیازی، پوائنٹ آف آرڈر۔ میرے محترم دوست 'بھائی طارق چیمہ صاحب نے بڑی خوبصورت تقریر کی ہے میں انھیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب والا! ایک چھوٹی سی گزارش ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے بہت ہی محترم اور قابل احترام شخص کرنل رفیق لغاری صاحب موجود ہیں۔ اگر وہ ان کے تمام facts and figures کو کہہ دیں کہ سچے ہیں تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، نہیں' This is no point of order جی جناب مقصود احمد خان لغاری منسٹر ارگیشن۔

وزیر آب پاشی و قوت برقی ، شکریہ۔ جناب والا! میں اپنے بھائی وزیر زراعت کے الفاظ پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ جو بھی suggestions یا ideas چاہے ہمارے حزب اختلاف کے بھائیوں کے ہوں یا حکومتی بنچز کے ہوں۔ ہم اچھے ideas کو اچھے اعتراضات کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ میں ان سے درخواست کروں گا کہ جب بھی ان کا دل چاہے یہ میرے پاس تشریف لائیں کیوں کہ یہ ہم سب کا common cause ہے کوئی individual نہیں ہے اور صرف حکومت کا ہی فرض نہیں ہے کہ ہم اس کو defend کریں یا support کریں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسمبلی میں اکثریت ہی کاشت کاروں کی ہے۔ and we should come out with ideas جس سے صوبے کو فائدہ ہو ' لوگوں کو فائدہ ہو ۔ اگر لوگوں کو شکایات ہیں تو اس کا بھی ازالہ ہو۔ چودھری اقبال صاحب اور باقی دوستوں نے بڑے اچھے اچھے پوائنٹس اٹھائے ہیں۔ وقت کی کمی سے میں جناب والا! ذرا جلدی میں ان کے پوائنٹس کا جواب دوں گا۔ سب سے پہلے تو یہ PIDA کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ کہ PIDA کیا ہے؟ جناب والا! میں اس کے بارے میں عرض کروں گا کہ عالمی بنک اور دیگر مالیاتی ادارے جو ہیں وہ کافی عرصہ سے

پاکستان کے اریگیشن نظام کو بہتر بنانے کے لیے ہمیشہ جب بھی ہمیں قرضہ دیتے تھے اور دیتے رہے ہیں وہ اس کے اوپر ایک شرط عائد کرتے تھے کہ اس نظام کو نج کاری کے ساتھ منسلک کیا جائے ۔ مگر حکومت پاکستان نے مکمل غور و خوض کیے بغیر اس شرط پر عمل کرنے سے معذرت کی لیکن ان کی کچھ تجاویز اور شرائط کو انھوں نے قبول کیا ہے ۔ اس پر پریذیڈنٹ ہاؤس میں صدر پاکستان ، وزیر اعظم پاکستان ، تمام وزرائے اعلیٰ اور اعلیٰ افسران نے شرکت کی اور اس کے اوپر کافی غور و خوض ہوتا رہا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ PIDA کا ایکٹ ابھی بنا نہیں ہے صرف ڈرافٹ کی شکل میں ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اس کا ہمیں علم نہیں یا ہم سے discussion نہیں ہوئی ۔ مجھے یقین ہے کہ جب یہ ڈرافٹ کی شکل میں ہاؤس میں آئے گا تو اس پر بحث بھی ہو گی۔ یہ اپنے views کا اظہار بھی کر سکیں گے اور ویسے اگر یہ اس سے پہلے بھی چاہیں تو جب ان کا دل کرے۔ یہ وقت مقرر کرلیں اور تشریف لائیں۔ تو بیٹھ کر اس کے اوپر کافی بحث ہو سکتی ہے اور ہم ان کے views سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ خدانخواستہ ہماری یہ نیت نہیں ہے کہ ہم بالکل کسی کو consult کرنے کو تیار نہیں۔ لیکن PIDA کے بارے میں ورلڈ بنک نے ہمارے ساتھ جو شرائط لگائی تھیں ۔ ان میں سے چند پر میں نے جو غور کیا ہے وہ میں ان کی خدمت میں اور ہاؤس کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ ان کا بڑا مقصد تو یہ ہے کہ اتھارٹی decentralisation of authority ہو تا کہ یہ red-tapism ختم ہو۔ PIDA سے کیا ہو گا کہ واٹر بورڈز بنائے جائیں گے جس طرح واپڈا کے ایریا الیکٹرسٹی بورڈز ہیں۔ اسی طرح واٹر بورڈز ہوں گے جس میں کاشت کار بھی شرکت کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ ان واٹر بورڈز کو اتنی پاور ہو گی کہ یہ لوگوں کی شکایات اور تکلیفوں کے بارے میں جلد فیصلہ کر سکیں اور کیونکہ کاشت کار بھی اس کے ساتھ associated ہوں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ PIDA یا واٹر ڈویلپمنٹ اتھارٹی آبپاشی کے نظام کے متعلقہ کاشتکاروں کے مسائل اور مشکلات جلد حل کر سکیں گے اور خود فیصلہ کر سکیں گے۔ میرے خیال میں تو decentralization of power کا اچھا idea ہے۔ دوسرا اس کے ساتھ ہمیں ورلڈ بنک نے یہ بھی پیش کش کی ہے کہ اگر آپ PIDA بنائیں تو ہم آپ کو accelerated water management programme کے لیے ورلڈ بنک نے اور باقی doners نے 785 ملین یو ایس ڈالرز جو تقریباً پچیس بلین روپے بنتے ہیں پیش کش کی ہے۔ interest free اور payable in thirty five years اب اس accelerated water management programme میں تمام آبپاشی نظام کی rehabilitation ہو گی جس میں hill torrenta ہیں جس میں کینالز ہیں یا ڈیمز ہیں every thing included in it

جناب! میں سمجھتا ہوں کہ اس پچیس بلین روپے کے ساتھ بہت ہی مفید کام ہو سکتے ہیں اور ڈریج کے لیے نیشنل ڈریج پروگرام کے لیے مزید ستائیس بلین روپے over a period of six years انھوں نے ہمیں دینے کی پیش کش کی ہے اور میں سمجھتا ہوں اس کے ساتھ ہماری shortfalls بھی پوری ہوں گی اور ہم آب پاشی کے نظام کو بڑے اچھے اور احسن طریقے سے rehabilitate کر سکیں گے۔ پھر جناب والا! انھوں نے ہمارے آبپاشی نظام کے اوپر کل اخراجات کا ذکر کیا ہے۔ جناب! میں نگرز کوڈ کروں تین سو ستائیس کروڑ روپے ہمارا کل خرچ ہے لیکن تمام ذرائع سے ہماری آمدنی ایک سو بیس کروڑ روپے ہے تو دو سو سات کروڑ روپے کا difference ہے۔ جناب! اس طریقے سے ہم اپنا difference بھی پورا کر سکتے ہیں اور اپنے آبپاشی کے نظام کو rehabilitate کر سکتے ہیں۔ جناب! میں جلدی میں اس کی وضاحت اس لیے کر رہا ہوں کہ یہ اہم points ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کو ان کے علم میں لایا جائے تاکہ پھر اس پہ بحث بھی ہو سکے۔ جناب! میں چودھری اقبال صاحب کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا جو انھوں نے گندم کی آمدنی 81 روپے فی ایکڑ quote کی ہے۔ جناب! میں ان سے قطعاً اتفاق نہیں کرتا اس لیے کہ اگر آپ گندم کی پچیس من بھی yield لگائیں تو ایک سو پچاسی روپے کے حساب سے آپ خود ریٹ لگا سکتے ہیں کہ کیا آمدنی ہو گی اور اس میں سے خرچہ نکال کے بھی قطعاً 81 روپے کاشتکار کو نہیں بچ سکتے۔ میں سمجھتا ہوں اس سے کافی زیادہ آمدنی ہے اسی طرح شوگر کین پہ انھوں نے چار سو چھیاسٹھ روپے اندازہ لگایا ہے تو آپ کاشتکار حضرات بتائیں کہ ایک ایکڑ سے کتنے من شوگر کین حاصل ہو سکتا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر، آپ ان سے نہ پوچھیں۔

چودھری محمد اقبال ، جناب سپیکر! میں ان کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر پہ ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر، انھوں نے خود ہی پوچھ لیا ہے۔

چودھری محمد اقبال، جناب سپیکر! انہوں نے خود ہی پوچھ لیا ہے۔ یہ پرائس کمیشن کی رپورٹ میں نے quote کی ہے اور وزیر موصوف کو یہ کہوں گا کہ وزیر زراعت سے تھوڑی سی مدد لے لیں کہ گندم کی cost of production فی ایکڑ کیا ہے اس سے profit نکال لیں پھر بات کریں۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی ، میں تو پورے ہاؤس سے مدد لینا چاہتا ہوں۔ کاٹن کا انھوں نے تین سو دو

روپے profit لگایا ہے میں اتفاق نہیں کرتا اس لیے کہ اگر آپ کی yield بیس من بھی ہو آٹھ سو روپے آمدنی ہے تو سولہ ہزار روپے ایکڑ کی آمدنی ہو گی اس میں سے آپ جتنا خرچہ لگالیں تین سو دو روپے سے زیادہ ہو گا۔ جناب! These are simple facts.

جناب قائم مقام سپیکر، پانچ منٹ ٹائم بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب! سب سے بڑا اعتراض واٹر ریٹ کے اوپر ہے میں عرض کروں گا کہ جب ہر چیز کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اور inflation ہر جگہ ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ واٹر ریٹ نہ بڑھایا جائے۔ اب میں آپ کو گندم کے بارے میں واٹر ریٹ عرض کرتا ہوں کہ اس وقت چونتیس روپے ایکڑ ہم گندم کے لیے واٹر ریٹ چارج کر رہے ہیں اور non-cranial canals پہ سترہ روپے جو میرا خیال ہے بہت ہی کم ہے۔ انھوں نے میکسیکو کا ذکر کیا میں خود میکسیکو جا چکا ہوں اور میں نے وہاں جا کر خود دیکھا ہے وہاں کے واٹر ریٹ 600 روپے سے لے کر 1200 روپے تک ہیں اب آپ compare کرلیں کہ ہمیں کتنا سستا پانی مل رہا ہے۔ ٹیوب ویل سے بھی اگر ہم گندم کاشت کریں تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ 600 روپے ایکڑ سے کم کبھی خرچہ نہیں آسکتا ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ واٹر ریٹ بڑھانا بہت ضروری ہے اور ویسے بھی آپ نے ہماری 207 کروڑ shortfalls دیکھیں اس کو کہاں سے پورا کریں گے اور I think we have one of the best irrigation system in the whole of the world. تو پھر ریٹ بھی اسی طرح سے ہونے چاہییں اور shortages of talls کا اہم مسئلہ ہے اس کے بعد میں عرض کروں کہ ہم نے حال ہی میں آئی ایس آر بی کے تحت تین سو دس میل کی کینالز کی لائننگ کرائی ہے اور تین ہزار سات سو پچیس کینالز کی جنرل rehabilitation اس لیے کی ہے تاکہ یہ system improve ہو اور لوگوں کو ٹیلز پر پانی کی کمی نہ ہو یہ منصوبہ بھی ورلڈ بنک نے فنانس کیا ہے اور دو سو کروڑ روپے سے یہ تقریباً مکمل ہو چکا ہے لیکن جناب! ٹیلز کے اوپر جو main shortage ہے وہ پانی کی چوری ہے اور میرے خیال میں اس کا حل ہم سب کو مل کر کرنا پڑے گا کیونکہ کاشتکار تو ہم ہی ہیں اور ہمیں ان لوگوں کو notify اور identify کرنا چاہیے جو اس میں ملوث ہیں چاہے وہ محکمے کے لوگ ہوں یا کاشتکار ہوں تاکہ ان کے خلاف ایکشن لیا جائے اور سخت ایکشن لیا جائے اور جو ہمارے بھائی ٹیلز پر ہیں ان کو پانی پہنچ سکے۔ جناب! یہ چند گزارشات میں نے اپنے بھائی کی خدمت میں عرض کرنی تھیں اور تمام دوستوں نے جو پوائنٹس اٹھائے ہیں اور بھی valid points

تھے لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے کہا کچھ نہ کچھ ان کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! آپ سے میری بڑی مؤدبانہ استدعا ہے کہ جب بھی اگلا اجلاس ہو تو آپ اس کے لیے ایک پورا دن رکھیں اس کے اوپر بحث ہو۔ PIDA کے بارے میں وزیر صاحب well informed نہیں میری اطلاع کے مطابق یہ فرسٹ جولائی 1996ء میں باقاعدہ ایک آرڈیننس سے لاگو کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لاگو ہونے سے پہلے میری گزارش ہے کہ اس کو پورا thrash کر لیا جائے اس کے اوپر سیر حاصل بحث ہو جائے۔

جناب قائم مقام سپیکر، جی' لغاری صاحب!

وزیر آبپاشی و قوت برقی، جناب! ابھی اس کا ڈرافٹ بن رہا ہے جب آئے گا تو I am sure ہاؤس میں ہی پیش ہو گا۔

سید تابش الوری، یہ جو پچیس فی صد آبیانہ بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا ہے اس کا نفاذ کب سے ہو گا اور یہ ٹیکس ہے۔ بجٹ سے باہر یہ ٹیکسیشن کا کون سا طریقہ اختیار کیا گیا ذرا وضاحت کر دیں۔

جناب قائم مقام سپیکر، شکریہ' تو چونکہ میں دو منٹ وقت اور بڑھاتا ہوں اس سے پہلے کہ میں prorogation کا آرڈر پڑھوں میں آپ فاضل اراکین کا شکر گزار ہوں کہ ہم نے ایک معاہدے کے تابع ایک سیشن میں دو sitting کیں تقریباً دس بجے تک ہم نے ہاؤس چلایا۔ پچھلی sitting نہایت خوشگوار گزری اس میں متانت prevail کر گئی۔ فاضل اراکین نے بھی نہایت سلجھی ہوئی تقاریر کیں اور تین وزیروں نے بھی اپنا اپنا نقطۂ نظر نہایت اچھی طرح سے بڑی خوبصورتی سے بیان کیا میرے خیال میں اسے سے پہلے جس طرح کہ اس ہاؤس میں اب تیاری کر کے متانت کے ساتھ باتیں کی گئیں ہیں - پہلے ڈھائی سال میں ایسی تقاریر یا متانت سے باتیں نہیں ہوئیں۔ میں آپ سب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں اور امید ظاہر کرتا ہوں کہ آئندہ بھی آپ سب فاضل اراکین اسی جذبے سے اسی شوق سے اس جمہوریت کی پاسداری کے لیے اس کو مستحکم کرنے کے لیے ہاؤس کا ایوان کا تقدس اس سے بھی بلند و بالا رکھیں گے۔ مہربانی شکریہ۔

In exercise of the powers conferred on me by clause (3) of Article 54 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, I, Mian Manzoor Ahmed Mohal,

Acting Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, hereby prorogue the Provincial Assembly of the Punjab with immediate effect.